(صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے)

ناموس رسالتؐ پر حملوں کا دفاع

﴿تاریخ احمدیت کے آئینہ میں﴾

حنیف احمد محمود

مجلس انصاراللہ پاکستان

نام کتاب	ناموس رسالتؐ پر حملوں کا دفاع
مرتب	حنیف احمد محمود
ناشر	مجلس انصاراللہ پاکستان
سن اشاعت	اکتوبر 2014ء
پبلیشر	عبدالمنان کوثر
تعداد	1000
کمپوزنگ	فرحان احمد ذکاء
مطبع	ضیاءالاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ قدیم سے اپنی سنت کے مطابق نبی اور رسول دنیا میں قیام توحیداور اصلاح خلق کے لیے مبعوث فرماتا ہے۔پھر ان کی حمایت کرتا اور انہیں نہایت کمزوری کے وقت عزت و غلبہ عطا فرماتا ہے۔جبکہ ان کے مخالف دشمن خائب وخاسر اور ذلیل ہوتے ہیں۔خدائے غیور وقدیر کی غیرت وقدرت کا یہ اظہار اپنے ان بے کس عاجز بندوں کے لیے ہوتا ہے جو اپنے رب کی رضا کی خاطر جان، مال، وقت، عزت اور سب کچھ خدا اور اس کے رسول پر فدا کر دیتے ہیں۔

دوسری طرف یہ الٰہی سنت بھی ازل سے جاری ہے کہ مخالفین کی طرف سے انبیاء کی تکذیب میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی۔انہیں استہزاء اور تمسخر کا نشانہ بنایا جاتا ہے مگر وہ خود بھی صبر کرتے اور اپنے مومن جاںنثاروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہیں۔

سلسلہ انبیاء کے سرتاج اور رسولوں کے فخر ہمارے سید ومولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہی سنت دہرائی گئی۔کفار مکہ نے نہ صرف آپ کو ساحر، مجنون، کذاب وغیرہ کے مذموم الفاظ سے یاد کیا بلکہ آپ کا نام ہی (خاکم بدہن "(مذمّم "پکارنے لگے۔مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی تعلیم کے مطابق کمال تقویٰ اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے "دیکھو اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی گالیوں سے کیسے بچاتا ہے یہ کسی مذمّم کو برا بھلا کہتے ہیں جبکہ ہمارا نام خدا نے محمد رکھا ہے"۔دوسری طرف منافقین اور یہود مدینہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں کوئی کمی نہ کی۔منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے وہ توہین آمیز گستاخانہ الفاظ کہنے کی جسارت کردی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و حلم اور رأفت ورحمت کے عدیم المثال نمونہ کے طور پر سورۃ منافقون میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیئے گئے کہ "(اور) یہ (لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا (خود سردار منافقین) وہاں سے ذلّت والے کو باہر نکال دے گا۔" (سورۃ المنافقون 9 ترجمہ از مولوی اشرف علی تھانوی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رئیس المنافقین کو نہ صرف کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس کی وفات

پر اس کا جنازہ خود پڑھایا اور اس کے کفن کے لیے اپنا قمیص عطا فرمایا۔ اس کی وجہ دراصل قرآن شریف کی وہ تعلیم تھی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے رسول کو ایسی دلآزاریوں پر صبر اور تقویٰ جیسا عظیم الشان مجاہدہ اختیار کرنے کی طرف تلقین کی اور فرمایا:

لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ٥

(آل عمران:187)

یعنی تم ضرور اپنے اموال اور اپنی جانوں کے معاملہ میں آزمائے جاؤ گے اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان سے جنہوں نے شرک کیا، بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً یہ ایک بڑا باہمت کام ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ٥ (الانعام:34)

یعنی یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تجھے ضرور غم میں مبتلا کرتا تھا جو وہ (کافر) کہتے ہیں۔ پس یقیناً وہ تجھے ہی نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیات کا ہی انکار کرتے ہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ رسول جو اللہ تعالیٰ کا سفیر ہو کر آتا ہے اس کی تکذیب و توہین دراصل خالق و مالکِ کائنات کی تکذیب و توہین ہے۔ اس لیے اپنے سفیر کی توہین رسالت کی سزا کا اختیار اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا اور اپنے نبی کو صبر اور تقویٰ کی نصیحت فرمائی۔ چنانچہ وہ معاند یہود جو شاہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبانیں موڑتے ہوئے اور دین میں طعنہ زنی کی خاطر راعنا کی بجائے راعینا (یعنی ہمارا چرواہا) کہتے (النساء:47) اور سلام کی آڑ میں السام علیکم کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہلاکت و لعنت کی بد دعائیں دیتے تھے (مسند احمد جزء 2 صفحہ 58) اور پھر کوئی گرفت نہ ہونے پر بڑی دیدہ دلیری سے اس پر بطور نشان عذاب کے طالب ہوتے تھے۔ جیسا کہ خدائے عالم الغیب

نے ان کی اس حالت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ (المجادلۃ:9)

یعنی اور جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو وہ اس طریق پر تجھ سے خیر سگالی کا اظہار کرتے ہیں جس طریق پر اللہ نے تجھ پر سلام نہیں بھیجا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس پر عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں، ان (سے نپٹنے) کو جہنم کافی ہوگی۔ وہ اس میں داخل ہوں گے۔ پس کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

یعنی اس دنیا میں بھی تو ان لوگوں کے لیے جہنم کی آگ میں جلنا ہی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے توہین رسالت کی سزا اپنے اختیار میں رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال صبر اور تقویٰ کا نمونہ دکھاتے ہوئے عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ کی اس پیشکش کو بھی ٹھکرا دیا جو وہ توہین رسالت کے جرم میں اپنے والد سردار منافقین کا سر قلم کرنا چاہتا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة والادب باب نَصْرِ الْأَخِ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا)

الغرض حسب منشاء الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت جرم توہین رسالت کے جواب میں صبر اور تقویٰ کے نمونے کی صورت میں ہی ظاہر ہوئی۔ یہی پاکیزہ نمونے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین نے دکھائے اور اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور آپؑ کے خلفاء نے بھی ایسی پاک روش پر چل کر دکھایا۔ جس پر جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ شاہد ہے۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ کو اپنے آقا و مطاع سے جو گہری محبت تھی اس کا اندازہ آپ کے اس شعر سے خوب ہوتا ہے۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم   گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی میں خدا تعالیٰ کے بعد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں دیوانہ ہو چکا ہوں اگر اس عشق کی دیوانگی کا نام کوئی کفر رکھتا ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ (کیونکہ آپؐ سے میں شدید محبت رکھتا ہوں)

یہی وجہ تھی کہ آپؑ نے کمال غیرت وجرأت سے اپنے آقا ومطاع پر ہونے والے ہر حملہ کا اپنی کتب میں جواب دیا اور یہ وہ قلمی جہاد تھا جس کیلئے آپ وقف تھے۔ آپؑ نے اسلام اور بانی اسلام کا دفاع بھی کیا اور ان کی عظمت وشوکت کو دنیا میں قائم کر دکھایا۔ امہات المومنین جیسی فحش تصنیف ہو یا رنگیلا رسول جیسی بدنام زمانہ کتاب، ستیارتھ پرکاش ہو یا سلمان رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب Satanic verses یا دور حاضر خلافت خامسہ میں ڈنمارک سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں توہین آمیز کارٹونز کی اشاعت، جرمنی میں عیسائی پوپ کا اسلام اور بانی اسلام کے خلاف لیکچر ہو یا امریکہ کے نکولا بسیلے کی مخالف اسلام بیہودہ فلم۔ آپؑ اور آپ کے خلفاء نے ہر قدم پر ناموس رسالت کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور رسول اللہؐ کی ذات پر ہونے والے اعتراض کا ردّعمل علمی وعملی ونقلی لحاظ سے کر کے دکھایا اور ہمیشہ اپنی جماعت کو ایسے مواقع پر کسی اوراحتجاج کی بجائے اسی شاندار، حسین اور مؤثر ردّعمل کی طرف توجہ دلائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی دنیا میں اشاعت بھی کریں اور ان پاک نمونوں کو عملی طور پر بھی زندہ کر کے دکھائیں اور کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر درود بھیج کر ایسے حملوں کا مداوا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اسی اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہے اور رہے گی۔

زیر نظر کتاب میں مکرم ومحترم حنیف احمد محمود صاحب قائد اشاعت مجلس انصار اللہ پاکستان نے بڑی محنت سے ناموس رسالت پر حملوں کے دفاع کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات وتحریرات کو یکجائی صورت میں مرتب کر دیا ہے۔ جو وقت کی عین ضرورت تھی۔ الحمدللہ کہ اس کتاب کی اشاعت کا سہرا مجلس انصار اللہ پاکستان کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو نافع الناس بنائے۔ آمین

حافظ مظفر احمد

حافظ مظفر احمد
صدر مجلس انصار اللہ پاکستان

عرض ناشر

یہ امر مشاہدہ میں آیا ہے کہ اسلام اور بانی اسلام سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت پر حملے اتنی شدت اتنی کثرت کے ساتھ اس قسم کے دجل کے ساتھ اس سے قبل نہیں ہوئے۔ جس قدر عاشق رسول حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئے اور اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

اسی طرح کی ایک سازش اسلام کے خلاف 2012ء میں امریکہ میں ایک خبیث الطبع امریکن عیسائی نکولا بسیلے (Nakaula Basseley) نے کی جب اس نے قرآن کریم پر ایک فلم بنائی جس میں نہ صرف اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا بلکہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر گندے الزام بھی لگائے۔ جس پر جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 21 ستمبر، 28 ستمبر اور 5 اکتوبر کو تین خطبات ارشاد فرمائے۔ جن میں حضور نے جہاں اسلامی تعلیمات کا بھرپور دفاع فرمایا وہاں عالمگیر جماعت کو اس کا جواب دینے کے لئے جامع لائحہ عمل بھی پیش فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''جہاں ایک احمدی مسلمان اس بیہودہ گوئی پر کراہت اور غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے وہاں ان لوگوں کو بھی اور اپنے اپنے ملکوں کے ارباب حل وعقد کو بھی ایک احمدی اس بیہودہ گوئی سے باز رہنے اور روکنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانی چاہئے۔ دنیاوی لحاظ سے ایک احمدی اپنی سی کوشش کرتا ہے کہ اس سازش کے خلاف دنیا کو اصل حقیقت سے آشنا کرے اور اصل حقیقت بتائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خوبصورت پہلو دکھائے۔ اپنے ہر عمل سے آپ کے خوبصورت اُسوہ حسنہ کا اظہار کر کے اور اسلام کی تعلیم اور آپ کے اسوہ حسنہ کی عملی تصویر بن کر دنیا کو دکھائے۔ ہاں ساتھ ہی یہ بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہ درود و سلام کی طرف بھی پہلے سے بڑھ کر توجہ دے۔ مرد، عورت، جوان، بوڑھا، بچہ اپنے ماحول کو، اپنی فضاؤں کو دُرود و سلام سے بھر دے۔ اپنے عمل کو اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ بنا دے۔ پس یہ خوبصورت ردِّ عمل

ہے جو ہم نے دکھانا ہے۔'' (الفضل انٹرنیشنل 12راکتوبر 2012ء)

پھر آپ 28رستمبر 2012ء کے خطبہ میں جماعت کولائحہ عمل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

آج یہ کام ایک لگن کے ساتھ صرف جماعت احمدیہ ہی کرسکتی ہے۔اس کے لئے ہر طرح کے پروگرام کی پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔سیمینار بھی ہوں، جلسے بھی ہوں اوران میں غیروں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بلائیں ......پس ہمیں ان لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے اور کم ازکم شرفاء اور پڑھے لکھے لوگوں کو بتانے کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ غلط طریق دنیا کا امن برباد کررہا ہے، تاکہ جس حد تک ممکن ہو ان کے ظالمانہ رویے کی حقیقت سے ہم دنیا کو آگاہ کرسکیں......ہم احمدی مسلمان جن کو خدا تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی موعود کے ہاتھ پر جمع کر دیا ہے، ہمارا بہر حال کام ہے کہ دنیا کو ہدایت کے راستے دکھائیں، امن اور سلامتی کے طریق بتائیں۔تاکہ دنیا کو حقیقی اسلامی تعلیم کا پتہ چل سکے۔دنیاداروں کو یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہمارے دل میں اور حقیقی مسلمان کے دل میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپؐ کا اسوہ حسنہ کس قدر خوبصورت ہے اور اس میں کیا حسن ہے؟ ایک حقیقی مسلمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عشق اور محبت ہے، اس کا یہ لوگ اندازہ ہی نہیں کرسکتے۔ (الفضل انٹرنیشنل 19راکتوبر 2012ء)

ان ارشادات کی روشنی میں مجلس انصاراللہ پاکستان نے شوریٰ 2012ء منعقدہ 9,8ردسمبر میں یہ فیصلہ کیا کہ 2013ء کا سال سیرت النبیؐ کے طور پر منایا جائے۔جس میں ہر پندرھواڑے میں سیرت النبیؐ پر سیمینارز میں علماء کے لیکچرز ہوں نیز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جانے والے حملوں کے ردّ میں قیادت اصلاح وارشاد درج ذیل عناوین پر دو کتب تیار کروائے۔

- **''آنحضرتؐ پر کئے جانے والے اعتراضات اوران کے جوابات''**

(ازافاضات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء سلسلہ)

- **''ناموس رسالت پر حملوں کا دفاع''**

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء سلسلہ کے ارشادات کی روشنی میں)

اوّل الذکر کتاب کی تیاری مکرم محمد محمود طاہر صاحب مربی سلسلہ قائد تعلیم القرآن کو مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ سینئر سیکشن قائد نومبائعین (اس وقت قائد اصلاح وارشاد) کے ذریعہ تفویض ہوئی جب کہ ثانی الذکر کتاب کی تیاری خاکسار کے سپرد ہوئی۔

ان مسودات کی تیاری و تکمیل ایک محنت طلب کام تھا اس لئے مواد اکٹھا کرنے میں کچھ وقت لگا اور اب یہ کتب 2014ء میں منظر عام پر آ رہی ہیں۔ ہر دو کتب کو پہلے مکرم پروفیسر شبیر احمد ثاقب صاحب نے مطالعہ کر کے مفید آراء دیں۔ سال رواں میں پہلی اشاعت کمیٹی کے اجلاس منعقدہ 25/ مارچ 2014ء میں یہ مسودے پیش ہونے پر فیصلہ ہوا کہ اشاعت سے قبل دونوں مسودے مکرم عبدالسمیع خان صاحب قائد اصلاح وارشاد کے علاوہ اوّل الذکر کتاب کا خاکسار اور ثانی الذکر کا مکرم محمد محمود طاہر صاحب قائد تعلیم القرآن ایک بار جائزہ لے لیں۔ چنانچہ تینوں حضرات کے مفید مشوروں اور آراء کے بعد یہ مفید کتب شائع کی جا رہی ہیں۔ جس کے بارہ میں مکرم عبدالسمیع خان صاحب کی رائے ہے کہ **"ماشاءاللہ اچھا مواد اکٹھا ہو گیا ہے"** نظارت اشاعت نے بھی ان کتب کو اپنے ممبران بورڈ کو دکھانے کے بعد ان کتب کی اشاعت کی منظوری دی ہے۔ مکرم مبشر احمد ایاز صاحب کی رائے ہے **"ماشاءاللہ ایک منفرد اور انتہائی اہمیت کی حامل کتب ہوں گی اور وقت کی ضرورت بھی۔ مجموعی طور پر کتب بہت اعلیٰ انتخاب پر مشتمل ہیں"**

اوّل الذکر کتاب کی پروف ریڈنگ میں مکرم مظفر احمد درانی صاحب معاون صدر اور اشاریہ میں مکرم محمد محمود طاہر صاحب نے معاونت فرمائی۔ جب کہ ثانی الذکر کتاب میں مکرم نذیر احمد خادم صاحب نے پروف ریڈنگ میں اور مکرم سعید احمد رشید صاحب مربی سلسلہ نے اشاریہ تیار کرنے میں معاونت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام دوستوں کو جزاء عطا فرمائے اور یہ کتب افادہ عام کے ساتھ ہمارے آقا و مولیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت اور محبت دلوں میں بڑھانے کا موجب ہوں۔ آمین

حنیف احمد محمود

قائد اشاعت مجلس انصاراللہ پاکستان

16/ اکتوبر 2014ء

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جولوگ ناحق خدا سے بے خوف ہوکر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں۔ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں۔لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے۔ناپاک حملے کرتے ہیں۔“

(پیغام صلح از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

اسلام کے خلاف اتنے حملے اس سے قبل نہیں ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 2/نومبر 1973ء میں فرماتے ہیں۔

"جس زمانہ کے متعلق نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ اسلام کی، حق وصداقت کی، شیطانی قوتوں سے آخری جنگ ہوگی اور آپ تاریخ انسانی پر نظر ڈالیں۔ مذہب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اور مذہب اسلام پر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اتنے حملے اس کثرت کے ساتھ اس شدّت کے ساتھ، اس قسم کے دجل کے ساتھ اور ظاہر میں ملمع چڑھا کر اس قسم کے مؤثر بنا کر اعتراضات نہیں ہوئے جتنے آج ہو رہے ہیں۔ دشمن کا حملہ کتاب مبین سے تعلق رکھنے والا بھی ہے یعنی جو پہلے اعتراضات ہیں وہ بھی دہرائے جا رہے ہیں اور نئی روشنی میں بدلے ہوئے نئے حالات میں نئے اعتراضات بھی کئے جا رہے ہیں۔ اتنا زبردست حملہ اسلام پر ہے کہ اس سے قبل کے زمانہ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ نہ مستقبل میں اس قدر شدید حملہ کا تصور کیا جا سکتا ہے کیونکہ حملہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اتنا شدید حملہ کہ بعثتِ مہدی علیہ السلام سے چند سال قبل ہندوستان کے پادریوں نے یہ اعلان کیا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے اور خداوند یسوع مسیح کی ایسی برکتیں اس ملک ہند میں پھیلنے والی ہیں کہ اس ملک میں اگر کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کسی مسلمان کا چہرہ دیکھ سکے تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی کیونکہ ایک بھی مسلمان نہیں رہے گا۔ یہ شدت تھی اس حملہ میں۔ پھر ہندوستان سے باہر والوں نے یہاں تک اعلان کیا کہ خانہ کعبہ پر (نعوذ باللہ) خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا لہرائے گا، اس قسم کے شدید حملے تھے ان حملوں کی شدت بتا رہی تھی کہ پیشگوئی میں جو یہ کہا گیا تھا کہ اس آخری جنگ کو فاتح کی حیثیت میں امت محمدیہ کا جرنیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند جو دنیا میں بھیجا جائے گا وہ مہدی اور مسیح کے لقب سے آئے گا۔ اسلام پر حملے بتا رہے ہیں کہ مسیح و مہدی کی ضرورت ہے۔ اسلام پر اتنا شدید حملہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تین ہزار نئے اعتراضات عیسائیوں کی طرف سے اسلام پر کئے جانے والے جمع کئے ہیں پھر آپ نے کہیں اعتراض کا ذکر کر کے اور کہیں ذکر کئے بغیر اسلام کی تعلیم اس طرح پیش کی کہ وہ اعتراض دور کرتی چلی گئی۔ بہر حال میں اس وقت یہاں اپنے مضمون کے سلسلہ میں یہ بتا رہا ہوں کہ اتنا شدید حملہ اسلام پر جو ہوا وہ پکار رہا تھا اور آسمان اور زمین پکار رہی تھی کہ اگر اسلام نے دنیا میں قائم رہنا ہے تو مہدی کو اس وقت ہی آنا چاہئے۔ پھر خدا تعالیٰ جس نے نبی اکرم صلّی

اللہ علیہ وسلم کو بشارتیں دی تھیں جو اپنے وعدوں کا پکا اور سچا ہے اور متصرفانہ قدرتوں کا مالک ہے۔اس نے مہدی علیہ السلام کو بھیج دیا مہدی اور مسیح علیہ السلام آ گئے اور یہ جو بپھری ہوئی طوفانی موجوں کی طرح عیسائی پادری اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے کہاں گئیں وہ موجیں اور کہاں گئیں ان کی شوخیاں؟ وہ پیچھے ہٹے اور پسپا ہو گئے لیکن بہتوں کو ابھی یہ چیز نظر نہیں آ رہی کیونکہ ابھی وہ آخری فتح مہدی کو اور آپ کی فوج کو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو حاصل نہیں ہوئی۔جو مقدر ہے جس کے نتیجہ میں اسلام کو آخری غلبہ حاصل ہونا ہے،جس کے نتیجہ میں اسلام کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے اور ساری دنیا میں پھیل جانے والا ہے۔وہ مہدی علیہ السلام آیا اور جس قسم کے شدید حملے ہو رہے تھے اس نسبت کے ساتھ بڑی تعداد میں بڑی گہرائیوں اور بڑی رفعتوں والے بطونِ قرآنی آپ نے دنیا کے سامنے پیش کئے مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک عیسائی نے یہ سوال کیا کہ جب آپ کے نزدیک تورات بھی خدا تعالیٰ کی الہامی کتاب ہے تو اس الہامی کتاب کے بعد قرآن کریم کی کیا ضرورت تھی؟اس کا جواب آپ نے بڑے لطیف رنگ میں دیا۔میں مختصراً اس وقت اپنے الفاظ میں بیان کروں گا۔

آپ نے فرمایا تم مجھ سے یہ پوچھتے ہو کہ تورات کے ہوتے ہوئے قرآن عظیم کی کیا ضرورت ہے اور میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ قرآن عظیم اپنی پوری تفصیل اور شان کے ساتھ آخری کامل اور مکمل ہدایت اور شریعت ہے۔اس کے شروع میں قرآن کریم کا ایک خلاصہ سورۃ فاتحہ کی شکل میں جو چھوٹی سی سورۃ ہے اور صرف سات آیات پر مشتمل ہے۔سورۃ فاتحہ میں جو رموز و اسرار روحانی بیان ہوئے اگر تم اپنی تورات کی ساری کتابوں میں سے وہ نکال دو تو ہم سمجھیں گے کہ تمہارے پاس کچھ ہے لیکن اگر تم قرآن کریم کی ابتدائی سورۃ کی سات آیات کے معانی و روحانی خزائن جو اس میں بیان ہوئے ہیں تورات میں سے نہ نکال سکو تو تمہارے منہ سے یہ سوال نہیں سجتا کہ پھر قرآن مجید کی ضرورت کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھی اور مختلف پہلوؤں سے لکھی،مختلف کتب میں لکھی۔اب وہ تفسیر جس کے متعلق یہ چیلنج تھا کہ اپنی ساری تورات میں سے اس کے معانی کے برابر بھی نکال دو تو ہم سمجھیں گے کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ ہے جو چیلنج انہیں منظور نہیں ہوا۔اتنی زبردست جو تفسیر لکھی گئی تو وہ سارے بطونِ قرآن تھے جو ظاہر ہوئے کیونکہ جو اعتراضات آج کی عیسائی دنیا کر رہی تھی وہ پرانے نہیں تھے یا ان میں سے اکثر پرانے نہیں تھے۔جو پرانے تھے ان کے تو جواب پہلے آ چکے تھے۔"

(خطبات ناصر جلد 5 صفحہ 307-309)

انڈیکس

تفصیلی انڈیکس

باب اوّل

ناموسِ رسالتؐ پر حملوں کا دفاع
حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کی فقید المثال جدوجہد

ایک دردانگیز دُعا

جس سے حضرت مسیح موعودؑ کی اندرونی کیفیات کا علم ہوتا ہے

یہ دُعا حضورؑ نے 1885ء کے اوائل میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کو حج پر جاتے وقت اپنے قلم سے تحریر کرکے دی تھی کہ اسے بیت اللہ شریف میں بغیر تبدیل و تغیّر میری طرف سے پڑھیں۔

"اے ارحم الراحمین! ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد...... کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین! تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیئات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دُوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل محبین میں مجھے اٹھا۔ اے ارحم الراحمین! جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظلِ حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا اور سب کو اپنے دارالرضا میں پہنچا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رب العالمین۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد 5 صفحہ 17، 18 تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 265)

اسلام کی حالت زار اور اس کیلئے درد رکھنے والا ایک دل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابرین سلف اور بزرگان امت کی پیشگوئیوں کے مطابق آخری زمانہ میں اسلام نام کا رہ جائے گا۔ مسلمان، یہود ونصاریٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے ان کی طرح اخلاقی اقدار سے دور ہو جائیں گے۔ مسلمانوں میں اضطراب اور انتشار عام ہوگا۔ بڑے گھمبیر فتنوں کا ظہور ہوگا۔ قتل و غارت عام ہوگی۔ زنا بکثرت ہوگا۔ شراب عام پی جائے گی۔ الغرض اسلام مُردہ کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔ (مشکوۃ کتاب العلم الفصل الثالث)

سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قیامت کی یہ نشانیاں مروی ہیں۔

علم ختم ہو جائے گا۔ جہالت کا دور دورہ ہوگا۔ زنا بکثرت پھیل جائے گا۔ شراب عام پی جائے گی۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں باقی بچ رہیں گی جس کی وجہ سے پچاس پچاس عورتوں کا ایک ہی نگران اور سرپرست ہوگا۔

(سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب اشراط الساعة)

امت میں امانتوں کے اٹھنے کے معنی بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب نا اہل اور غیر مستحق لوگوں کے سپرد اہم کام کئے جائیں گے یعنی اقتدار بد دیانت اور نا اہل لوگوں کے ہاتھ آجائے گا اور وہ اپنی بد دیانتی اور فرض ناشناسیوں کی وجہ سے قوم کو برباد کر دیں گے۔

(بخاری کتاب العلم باب من سئل علمًا و هو مشتغل فی حديثه)

پھر ایک موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ انتہائی جاہل اشخاص کو اپنا سردار بنالیں گے اور ان سے جا کر مسائل پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مبارک الفاظ آخری زمانہ میں مسلمانوں پر پورا اُترنے کا وقت آیا تو بہت سے اکابرین سلف اور بزرگان امت نے اسلام کی اس مُردنی اور مسلمانوں کی نکبت و ادبار کا نقشہ کھینچا ہے جیسے مولوی سید ابوالحسن علی ندوی نے لکھا۔

"مسلمانوں پر عام طور پر یاس وناامیدی اور حالات وماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔1857ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی اور عسکری تحریکوں کی ناکامی کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریقہ کار سے انقلاب حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چکے تھے اور عوام کی بڑی تعداد کسی مردِ غیب کے ظہور اور ملہم اور مؤید من اللہ کی آمد کے منتظر تھی۔" (قادیانیت صفحہ 16، 17 از مولینا سید ابوالحسن ندوی)

❁ اخبار وکیل 15 جنوری 1927ء میں لکھا ہے۔

"اس مرض کا حدوث آج سے نہیں بلکہ آج سے بہت پہلے شروع ہو چکا ہے۔مسلمانوں نے پہلے زندگی میں یہود اور نصاریٰ کی اتباع کی اور اب اجتماعی زندگی میں کرنے لگے اس کا نتیجہ تنسیخ خلافت ہے۔"

❁ مولویوں کا مشہور اخبار "الجمعیۃ" دہلی 4 اپریل 1926ء لکھتا ہے۔

"دفعۃً پردہ اٹھ گیا دنیا کو صاف نظر آ گیا کہ امت مسلمہ اگر کسی مجتمع شیرازہ اور کسی بندھی ہوئی تسبیح کا نام ہے تو آج صحیح معنوں میں امت مسلمہ ہی موجود نہیں ہے بلکہ منتشر اوراق ہیں۔چند بکھرے ہوئے دانے ہیں، چند بکھری ہوئی بھیڑیں ہیں جن کا نہ کوئی ریوڑ ہے اور نہ گلہ بان۔"

❁ زمیندار اخبار اپنی 18 ستمبر 1925ء کی اشاعت میں مسلمانان ہند کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

❁ "تم کہلاتے تو میری امت ہو مگر کام یہودیوں، بت پرستوں کے کرتے ہو۔تمہارا شیوہ وہی ہو رہا ہے جو عاد اور ثمود کا تھا کہ ربّ العالمین کو چھوڑ کر بعل، یغوث، نصری اور یعوق کی پرستش کر رہے ہو۔تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو میری توہین کرتے ہیں۔"

❁ اخبار "البشیر" اٹاوہ ستمبر 1925ء لکھتا ہے۔

"بعثت پیغمبر آخر الزمان کے وقت عیسائیوں اور یہودیوں میں جو فرقہ بندی تھی ان کی تاریخ اٹھا کر پڑھو اور پھر آجکل کے علماء اسلام کا ان سے مقابلہ کرو تو صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ آج بہت سے علماء اسلام کی جو حالت ہے وہ فوٹو ہے اس زمانہ کے علماء یہود اور نصاریٰ کا۔"

مسلمانوں کی زبوں حالی پر شعراء کی نوحہ خوانی

جہاں تک مسلمان شعراء کا تعلق ہے مسلمانوں کی زبوں حالی پر ان کے اشعار بڑے ہی دردناک ہیں۔مولانا الطاف حسین حالی نے نوحہ کہا ہے۔پھر شکوہ اور جواب شکوہ میں علامہ اقبال نے جس طرح ذکر کیا ہے ایک لمبی کہانی ہے۔ان کے علاوہ ابوالخیر نواب نورالحسن خان صاحب، نواب صدیق حسن خان صاحب جیسے اکابرین سلف اور بزرگان امت نے بھی اسلام کی اس مُردنی پر نوحہ چیا اور لکھا ہے یہ کیفیت یہود ونصاریٰ پیدا ہو گئی ہے۔

الطاف حسین حالی نے 1889ء میں اپنی مشہور مسدس لکھی جس میں اس زمانہ کے مسلمانوں کی بدقسمتی اور بداعمالی کا نقشہ اس طرح کھینچا۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی — اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اسلام کو ایک باغ سے تشبیہہ دے کر فرماتے ہیں:

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر — جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر — ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے رکھ جس کے جلانے کے قابل

پھر بڑے درد کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں۔

اے خاصۂ خاصان رُسل وقت دعا ہے — امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر[1] و کسریٰ — خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں — اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی — ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم خدا ہے
فریاد ہے اے کشتی اُمت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکماء کی — وہ عرضۂ تیغ جہلاء سفہاء ہے
جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب — اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے

❁ علامہ اقبال مسلمانوں کے متعلق کہتے ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں! ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(بانگ درا بعنوان جواب شکوہ صفحہ 226)

❁ اب مودودی صاحب کی سنئے۔فرماتے ہیں۔

"بازاروں میں جایئے،مسلمان رنڈیاں،آپ کو کوٹھوں پر بیٹھی نظر آئیں گی اور مسلمان زانی گشت لگاتے ملیں گے۔جیل خانوں کا معائنہ کیجئے،مسلمان چوروں،مسلمان ڈاکوؤں اور مسلمان بدمعاشوں سے آپ کا تعارف ہوگا۔دفتروں اور عدالتوں کے چکر لگایئے رشوت خوری،جھوٹی شہادت،جعل،فریب،ظلم اور ہر قسم کے اخلاقی جرائم کے ساتھ آپ لفظ "مسلمان" کا جوڑ لگا ہوا پائیں گے۔سوسائٹی میں پھریئے۔کہیں آپ کی ملاقات "مسلمان

---

[1] روم کے بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔

شرابیوں" سے ہو گی۔ کہیں آپ کو "مسلمان قمار باز" ملیں گے۔ کہیں "مسلمان سازندوں "اور "مسلمان گویوں"اور "مسلمان بھانڈوں" سے آپ دوچار رہوں گے۔ بھلاغور تو کیجئے، یہ لفظ مسلمان کتنا ذلیل کر دیا گیا ہے اور کن کن صفات کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ مسلمان اور زانی، مسلمان اور شرابی، قمار باز مسلمان اور رشوت خور! اگر وہ سب کچھ جو ایک کافر کر سکتا ہے، وہی ایک مسلمان بھی کرنے لگے تو پھر مسلمان کے وجود کی دنیا میں حاجت ہی کیا ہے۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ 28-29 زیر عنوان تحریک اسلامی کا تنزل)

❁ مودودی صاحب کے مزید تبصرے بھی سنیئے۔ لکھتے ہیں۔

"آپ اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا مسلمان نظر آئے گا۔ مسلمان کی اتنی قسمیں ملیں گی کہ آپ شمار نہ کر سکیں گے۔ یہ ایک چڑیا گھر ہے جس میں چیل، کوے، گدھ، بٹیر، تیتر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں اور ان میں سے ہر ایک "چڑیا" ہے۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ 31 زیر عنوان تحریک اسلامی کا تنزل)

❁ پھر لکھتے ہیں۔

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے 999 فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے، باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے۔ اس لئے یہ مسلمان ہیں۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ 130)

❁ غلام جیلانی برق نے لکھا۔

"ہمارے ہر فرقے کا اسلام قرآن الگ ہے۔ ایک اسلام تو وہ ہے جو 14 لاکھ حدیثوں کے بوجھ تلے دبا کراہ رہا ہے۔ دوسرا وہ جو مختلف فقہی سکولوں کے نرغے میں پھنسا پچ نکلنے کے لئے فریاد بھی نہیں کر سکتا اور ایک تیسرا اسلام ہے حضرات اہل بیت کرام کے لکڑی اور کاغذ کے تعزیوں کے ساتھ بندھا ہوا کوچہ بازار میں سالانہ گردش کرتا نظر آتا ہے۔ ایک چوتھا اسلام وہ ہے جو استخواں فروش مجاہدوں اور پیرزادوں کے حلقے میں حق ہو کے نعرے لگانے اور حال و قال کی بزم آرائی کے لئے مجبور ہے۔" (دو اسلام صفحہ 27)

❁ حضرت شاہ ولی اللہ نے اسلام کی حالت کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

"یہ سب راہزن ہیں، دجال ہیں، کذاب ہیں خود بھی دھوکہ میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔"

(تجدید احیاء دین از مودودی صفحہ 107)

❁ نیز لکھا کہ

"ہم یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چل کر گمراہ ہو چکے ہیں" (بحوالہ تجدید و احیاء دین از مودودی)

❁ محمد عاشق الٰہی بلند شہری نے لکھا کہ

"آج دین اسلام پھر آغاز کی طرح اجنبیت کی طرف لوٹ چکا ہے"

(علامات قیامت کے بارے میں آنحضرتؐ کی پیشگوئیاں صفحہ 15)

ایک دردمند دل

ان دلفگار حالات کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو عین جوانی کے عالم میں بذریعہ خواب دکھلا دیا تھا۔ جب رؤیا میں آپؑ کو سرتاج مدینہ نورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ اس زیارت سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو کچھ ایسا مستانہ بنا دیا کہ جب تک آپؑ زندہ رہے عشقِ رسولؐ میں فنا رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مولیٰ کی اس مبارک زیارت کا نہایت دلکش اور وجد آفرین نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اوائل ایامِ جوانی میں ایک رات میں نے (رؤیا میں) دیکھا کہ میں ایک عالی شان مکان میں ہوں جو نہایت پاک اور صاف ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ حضورؐ کہاں تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اس کے اندر چلا گیا اور جب میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو حضورؐ بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے مجھے بہتر طور پر میرے سلام کا جواب دیا۔ آپؐ کا حسن و جمال اور ملاحت اور آپؐ کی پُر شفقت و پُر محبت نگاہ مجھے اب تک یاد ہے اور وہ مجھے کبھی بھول نہیں سکتی۔ آپؐ کی محبت نے مجھے فریفتہ کر لیا اور آپؐ کے حسین و جمیل چہرہ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس وقت آپؐ نے مجھے فرمایا۔ اے احمد! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ جب میں نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور وہ مجھے اپنی ہی ایک تصنیف معلوم ہوئی۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ میری ایک تصنیف ہے۔" (ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 548)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کتاب کا میں نے قطبی نام رکھا ہے .... غرض آنحضرتؐ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرتؐ نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مُردہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا، آنحضرتؐ کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرتؐ کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرتؐ بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے سے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن

میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو۔(براہین احمدیہ از روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 275-276 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 1) پھر میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرسی اونچی ہوگئی ہے حتیٰ کہ چھت کے قریب جا پہنچی ہے اور میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ کا چہرہ مبارک ایسا چمکنے لگا کہ گویا اس پر سورج اور چاند کی شعاعیں پڑ رہی ہیں اور میں ذوق اور وجد کے ساتھ آپؐ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہا تھا اور میرے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر میں بیدار ہوگیا اور اس وقت بھی میں کافی رو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ وہ مُردہ شخص اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیوض کے ذریعہ سے اسے اب میرے ہاتھ پر زندہ کرے گا۔"

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 549)

نوجوانی کے عالم میں اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات کو اکٹھا کرنا

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی عمر ابھی پندرہ سولہ سال ہی تھی کہ آپ کی شادی حضرت حرمت بی بی صاحبہ بنت مرزا جمعیت بیگ صاحب سے ہوگئی۔ آپ اس وقت تعلیمی دور سے گزر رہے تھے۔ یہ شادی نہ تو تعلیم میں رکاوٹ بنی اور نہ ہی خلوت نشینی میں حائل ہوئی بلکہ اس شادی کے بعد آپؑ کے دل میں محبوب حقیقی کی محبت کا جذبہ طوفان بن کر اٹھا اور آندھی کی طرح آپ کے رگ و ریشہ پر چھا گیا۔ دینی مطالعہ کا شغف اور شوق پہلے سے ترقی کر گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپؑ کے دل و دماغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشۂ عشق سے ایسے مخمور ہوئے کہ آپؑ دین مصطفیٰؐ کی بے بسی اور غیر مذاہب کی نا قابل برداشت چیرہ دستیوں سے دلفگار رہنے لگے۔ اسی وقت سے آپؑ نے معاندین اسلام کے ان اعتراضات کو جمع کرنے کی مہم شروع کر دی جو سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر چاروں طرف سے کئے جا رہے تھے اور جنہیں سن سن کر آپؑ کا دل کباب، سینہ چھلنی اور آنکھیں اشکبار ہو ہو جاتی تھیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"میں سولہ سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان کے اعتراضوں پر غور کرتا رہا ہوں میں نے اپنی جگہ ان اعتراضوں کو جمع کیا ہے جو عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں ان کی تعداد تین ہزار کے قریب پہنچی ہوئی ہے۔" (الحکم 30۔ اپریل 1900ء)

آپؑ اپنے پہلو میں اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جو غم لئے اس دنیا میں آئے تھے وہ ہر لحہ سیل رواں کی طرح بڑھتا ہی گیا اور آپؑ اسلام کی حالت دیکھ کر ہر وقت مضطرب اور بے چین رہنے لگے۔ حضرت مولوی فتح الدین صاحب دھرم کوٹی، آپؑ کے ابتدائی زمانہ کے متعلق بیان کرتے ہیں

"میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضورؑ کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مَیں نے دیکھا۔ کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بیقراری سے تڑپ

رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔جیسے کہ ماہیٔ بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔مَیں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت مَیں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ حالت جاتی رہی۔صبح مَیں نے اس واقعہ کا حضور علیہ السلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا؟حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔"میاں فتح دین!کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے۔اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں۔ان کا خیال آتا ہے۔تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے۔اور یہ اسلام ہی کا درد ہے۔جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔" (سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم صفحہ 524 روایت نمبر 516)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قلبی کیفیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دین وتقویٰ گم ہوا جاتا ہے یا رب رحم کر　　بے بسی سے ہم پڑے ہیں کیا کریں کیا اختیار

میرے آنسو اس غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں　　دیں کا گھر ویران ہے دنیا کے ہیں عالی مینار

اے مرے پیارے مجھے اس سیلِ غم سے کر رہا　　ورنہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر نثار

(درثمین بعنوان پیشگوئی جنگِ عظیم)

ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار اور حضرت مسیح موعودؑ کا دفاع

ناموس مصطفیٰ ؐ کے لئے پہلے معرکہ کی تیاری

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام 1864ء سے 1867ء تک سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت قیام پذیر رہے۔آپؑ دفتری اوقات کے بعد اپنا وقت عبادت،تلاوت قرآن مجید اور تبلیغ اسلام جیسی اہم دینی مہمات میں گزارتے۔آپؑ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے جس معرکہ کی تیاری کر رہے تھے۔اس کا سب سے پہلا ظہور سیالکوٹ کی سرزمین ثابت ہوئی۔ان دنوں لالہ بھیم سین صاحب سے مذہبی مسائل پر اکثر گفتگو رہتی بلکہ آپؑ نے تحریری طور پر قرآن مجید کی سچائی بھی ان کے سامنے ثابت کی۔لالہ بھیم سین کی وفات کے بعد ان کے بیٹے لالہ کنور سین صاحب نے اپنے والد کے پرانے کاغذات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے والد کے نام ایک خط مکرم شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کو بھجوایا جس میں آپؑ نے سورۃ فاتحہ کی روشنی میں بت پرستی کے مسئلہ پر زبردست تنقید فرمائی تھی۔ (حیات النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ 163 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 84 تا 87)

ملازمت کے دوران اسلام اور اپنے آقا و مطاع سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ہر وقت

کمربستہ رہتے ۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ایک لحہ کے لئے بھی برداشت نہ تھی ۔اس کے لئے اللہ تعالی سے دعاؤں کے ذریعہ مدد طلب فرماتے اور اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے کے لئے ہروقت کوشاں رہتے ۔

ان ہی دنوں ضلع سیالکوٹ کے دفاتر کا سپرنٹنڈنٹ ایک شخص پنڈت سیج رام تھا ۔یہ شخص اسلام کا بدترین معاند اور سخت کینہ پرور انسان تھا ۔وہ اس خودفریبی کا شکار تھا کہ آپؑ چونکہ میرے ماتحت ایک سرشتہ میں ملازم ہیں اس لئے انہیں دفتری معاملات میں ہی نہیں ،مذہبی معاملات میں بھی دب کر رہنا ہوگا ۔یہ بدبخت اکثر اسلام پر اعتراض کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان طعن دراز کرتا رہتا تھا ۔مگر عاشق رسول حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقاؐ کی توہین ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے اور نہ کر سکتے تھے ۔اس لئے ہر قسم کے عواقب اور خطرات سے بے نیاز ہو کر ایک بے باک مجاہد کی حیثیت سے ڈٹ کر جواب دیتے ۔آپ کے زبردست دلائل سے لاجواب اور مبہوت ہونے کے بعد وہ زچ ہو جاتا تو اپنی بے بسی کی کسر نکالنے کے لئے دفتری معاملات کا سہارا لے کر آپؑ کو تکلیف دینے کی کوئی نئی سے نئی صورت پیدا کر لیتا اور اس مخالفت میں وہ اخلاق وشرافت کے ادنیٰ ترین تقاضوں کو بھی پامال کر دینے سے دریغ نہیں کرتا تھا ۔یہ کشمکش دو ایک دن کے لئے نہیں تھی بلکہ مسلسل چار سال تک قائم رہی ۔ایک طرف شوخ چشمی کی حد تھی تو دوسری طرف ابراہیمی صبر کا امتحان ہو رہا تھا ۔لالہ بھیم سین یہ صورت حال دیکھ کر حضورؑ کو اکثر مشورہ دیتے کہ دنیاوی طور پر آپ کی ترقی سپرنٹنڈنٹ ہی سے وابستہ ہے اس لئے اگر اس کی طرف سے ایسی مخالفانہ کارروائی ہو تو الجھنے کی بجائے ٹال دیا کیجئے ورنہ اس مزاحمت میں آپ کا مستقبل مخدوش ہو جائے گا ۔لیکن خدا کے اس جانباز جرنیل کی نگاہ میں دنیا کے اس ذلیل چیتھڑے کی بھلا حیثیت ہی کیا ہو سکتی تھی؟ حضورؑ ، لالہ صاحب کا مشورہ سنا اَن سنا کر دیتے ۔اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی آپؑ کی فطرت وطینت کے خلاف تھی مگر خدائے واحد کے مقابل کسی انسان کو معیشت کا سرچشمہ قرار دینا بھی آپؑ کو کب گوارا ہو سکتا تھا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام جب تک سیالکوٹ میں رہے سیج رام کے تیر اور نشتر تائید اسلام کے "جرم" کی پاداش میں برداشت کرتے رہے ۔مگر جب مستعفی ہو کر واپس قادیان آئے تو وہی پنڈت سیج رام سیالکوٹ سے بدل کر امرت سر کی کمشنری میں سررشتہ دار بنا اور خدا تعالی کے قہری تیروں کا شکار ہو گیا ۔اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبل از وقت اس ناگہانی موت کی خبر بذریعہ کشف دے دی جس نے سننے والوں کو انگشت بدنداں کر دیا ۔حضرت اقدسؑ حقیقۃ الوحی میں خدا تعالی کے اس خاص نشان کے تعلق میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص سیج رام نام امرت سر کی کمشنری میں سررشتہ دار تھا اور پہلے وہ ضلع سیالکوٹ میں صاحب ڈپٹی کمشنر کا سررشتہ دار تھا اور وہ مجھ سے ہمیشہ مذہبی بحث رکھا کرتا تھا اور دین اسلام سے فطرتاً ایک کینہ رکھتا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ میرے ایک بڑے بھائی تھے انہوں نے تحصیلداری کا امتحان دیا تھا اور امتحان میں پاس ہو گئے تھے اور وہ ابھی گھر میں قادیان میں تھے اور نوکری کے امیدوار تھے ایک دن میں اپنے چوبارہ میں عصر کے وقت قرآن شریف پڑھ رہا تھا جب میں نے قرآن شریف کا دوسرا صفحہ الٹانا چاہا تو اسی حالت میں میری آنکھ کشفی رنگ پکڑ گئی اور میں نے دیکھا کہ سیج رام

سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور عاجزی کرنے والوں کی طرح دانت نکالے ہوئے میرے سامنے آکھڑا ہوا جیسا کہ کوئی کہتا ہے کہ میرے پر رحم کرادو۔ میں نے اس کو کہا کہ اب رحم کا وقت نہیں اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہو گیا ہے اور کچھ خبر نہ تھی۔ بعد اس کے میں نیچے اُترا اور میرے بھائی کے پاس چھ سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی نوکری کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر پنڈت سہج رام فوت ہو جائے تو وہ عہدہ بھی عمدہ ہے۔ ان سب نے میری بات سُن کر قہقہہ مار کر ہنسی کی کہ کیا چنگے بھلے کو مارتے ہو۔ دوسرے دن یا تیسرے دن خبر آ گئی کہ اُسی گھڑی سہج رام ناگہانی موت سے اس دنیا سے گزر گیا۔"

(حقیقۃ الوحی از روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 309)

آپؑ کی سیالکوٹ میں ملازمت اختیار کرنے سے قبل ہندوستان کو عیسائیت کی آغوش میں لانے کے لئے پورے ہندوستان بالخصوص پنجاب میں ایک مہم کا آغاز ہو چکا تھا۔ عیسائیت کی پشت پر برطانوی حکومت کی پوری مشینری کام کر رہی تھی۔ پادری حضرات جلسے منعقد کر کے لٹریچر تقسیم کر کے عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرانے کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ 1857ء میں برطانوی پارلیمنٹ کے ایوانوں میں بھی یہ صدا گونجنے لگی تھی کہ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہئے۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 88-89)

1862ء میں انگلستان کے وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن اور وزیر ہند چارلس وڈ کی خدمت میں سرکردہ اور اہم شخصیات پر مشتمل افراد کا ایک وفد پیش ہوا۔ جس میں انگلستان کے سب سے بڑے پادری آرچ بشپ آف کنٹربری نے اس وفد کا تعارف کروایا اور وزیر ہند نے اراکین وفد سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"میرا یہ ایمان ہے کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے اور ایمپائر (Umpire) کے استحکام کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے۔"

(انگریز اور ربانی سلسلہ از مولانا عبدالرحیم درد صفحہ 33)

وزیر اعظم نے کہا کہ

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں۔"

(انگریز اور ربانی سلسلہ از مولانا عبدالرحیم درد صفحہ 33)

چنانچہ حکومتی پشت پناہی میں پادریوں کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ پنجاب میں مرکزی مشن لدھیانہ میں قائم ہوا۔ جگہ جگہ گرجے تعمیر ہوئے اور لٹریچر کی اشاعت ہوئی۔ چونکہ 1857ء میں ایک غدر ہو چکا تھا اس لئے عوام گھبرائی ہوئی بھی تھی۔ ملک کے بعض منصف مزاج اور خدا ترس پادریوں نے برملا تسلیم کیا کہ اگر 1857ء کی مانند پھر غدر ہوا تو عمادالدین ایسے بدسگالوں کی بدزبانیوں اور بیہودہ گوئیوں سے ہوگا۔

اُدھر 1864ء میں عیسائیت کوفروغ دینے کے لئے عیسائیت کے حق میں سرکاری مشینری استعمال کرنے والے چیف کمشنر ہنری لارنس کو ہندوستان کا وائسرائے مقرر کیا گیا۔جس نے دل کھول کر عیسائیت کی نہ صرف تبلیغ کی بلکہ اس کی ترقی اوراشاعت کے لئے وسیع تر کوششیں بھی کیں۔

یہ تھا سیالکوٹ کے تبلیغی "میدان جنگ" کا نقشہ اور ملکی سیاست کا ماحول۔جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان سے سیالکوٹ تشریف لائے اور ایک عام سرکاری ملازم ہونے کے باوجود اس برطانوی اقدام کے خلاف تن تنہا پُر جوش محاذ قائم کرلیا۔اس زمانہ میں عیسائیت کے دفاع میں آپ کا ایک مناظرہ بلاشبہ حکومت وقت کے آئین سے نہیں اُس کے مخصوص مفادات سے ''بغاوت" کے مترادف تھا۔جمعیت العلماء ہند کے ایک سابق ناظم مولانا سید محمد میاں صاحب لکھتے ہیں :۔

"ردعیسائیت بظاہر ایک واعظانہ اور مناظرانہ چیز ہے جس کو سیاست سے بظاہر کوئی تعلق نہیں لیکن غور کرو جب حکومت عیسائی گر ہو۔جس کا نقطہ نظر ہی یہ ہو کہ سارا ہندوستان عیسائی مذہب اختیار کرلے اور اس کی تمناؤں کے پردوں سے نکل کر زبانوں تک آرہی ہو اور بے آئین اور جابر حکومت کا فولادی پنجہ اس کی امداد کر رہا ہو تو یہی تبلیغی اور خالص مذہبی خدمت کس قدر سیاسی اور کتنی زیادہ سخت اور صبر آزما بن جاتی ہے۔بلاشبہ ردعیسائیت کے سلسلہ میں ہر ایک مناظرہ، ہر ایک تبلیغ، ہر ایک تصنیف اغراض حکومت سے سراسر بغاوت تھی۔"

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے از سید میاں محمد صفحہ 26)

عیسائیت کی یلغار اور اسلام کے خلاف ان کی طرف سے تابڑ توڑ حملوں کا جواب دینے کے لئے (جہاں 1864ء میں ہنری لارنس کو وائسرائے ہند بنایا گیا وہاں)1864ء میں ہی اللہ تعالیٰ نے مستقبل کے ہادی اور رہبر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کو سیالکوٹ بھجوا دیا۔دوران ملازمت اس مرد مجاہد سے جس مسیحی کی بھی گفتگو ہوئی اسے خاموش ہونا پڑا۔آپ صحیح معنوں میں سیالکوٹ کی پوری مذہبی فضا پر چھائے ہوئے تھے اور عیسائی پادری آپ کے مدلل اور مسکت مباحثوں سے بالکل لاجواب ہوجاتے تھے۔آپؑ کی بیٹھک کے قریب ہی ایک بوڑھے دکاندار فضل دین کی دکان تھی جہاں شام کو شہر کے اچھے اچھے سمجھدار لوگوں کا ہجوم سا رہتا تھا۔گاہے گاہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام بھی تشریف لاتے اور مشن سکول کے ہیڈ ماسٹر نصر اللہ نامی عیسائی سے مذہبی امور پر معلومات افزاء گفتگو فرماتے۔ان دنوں حاجی پورہ میں ایک دیسی پادری الائنشہ صاحب بھی ایک کوٹھی میں رہتے تھے۔ایک دفعہ ان سے آپ کا ایک مختصر سا مگر فیصلہ کن مباحثہ بھی ہوا۔پادری صاحب نے مباحثہ کا آغاز کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ عیسائیت قبول کئے بغیر نجات کا حصول ممکن نہیں۔حضرت اقدسؑ نے جرح میں صرف یہ فرمایا کہ نجات کی صرف مفصل تفصیل بیان کیجئے۔آپؑ کا بس اسی قدر فرمانا تھا کہ وہ صاحب دم بخود رہ گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ "میں اس قسم کی منطق نہیں پڑھا"

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 92-93)

پادری ٹیلر سے تبادلہ خیالات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کا سیالکوٹ میں جن پادریوں سے مذہبی تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہتا تھا ان میں پادری ٹیلر ایم اے ممتاز تھے۔ پادری ٹیلر سکاچ مشن کے بڑے نامی گرامی اور فاضل پادری تھے۔ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ سے ان کی اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ اثنائے گفتگو بہت کچھ مذہبی گفتگو ہوتی رہی۔ آپؑ کی تقریر اور دلائل نے پادری صاحب کے دل میں ایسا گھر کر لیا کہ ان کے دل میں آپؑ کی باتیں سننے کا بہت شوق پیدا ہو گیا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ پادری صاحب دفتر کے آخری وقت میں حضورؑ کی خدمت میں آجاتے اور پھر آپؑ سے باتیں کرتے کرتے آپؑ کی فرودگاہ تک پہنچ جاتے اور بڑی خوشی سے اس چھوٹے سے مکان میں جو عیسائیوں کی خوش منظر اور عالی شان کوٹھیوں کے مقابلہ میں ایک جھونپڑا سا تھا بیٹھے رہتے اور بڑی توجہ اور محویت وعقیدت سے باتیں سنا کرتے اور اپنی طرز معاشرت کے تکلفات کو بھی اس جگہ بھول جاتے۔ بعض تنگ ظرف عیسائیوں نے پادری صاحب کو اس سے روکا اور کہا کہ اس میں آپ کی اور مشن کی خفت ہے آپ وہاں نہ جایا کریں۔ لیکن پادری صاحب نے بڑے حلم اور متانت سے جواب دیا کہ "یہ ایک عظیم الشان آدمی ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا تم اس کو نہیں سمجھتے میں خوب سمجھتا ہوں"

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 92-93)

پادری ٹیلر سے عیسائیت کے حوالہ سے کئی مباحثے بھی ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان کے ساتھ تعلقات اپنی جگہ مگر اسلام کے دفاع میں آپ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ ایک مباحثہ میں پادری ٹیلر نے کہا کہ "مسیح کو بن باپ پیدا کرنے میں سر یہ تھا کہ وہ کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور آدم کی شرکت سے جو گنہگار تھا بری رہے۔" حضرت صاحبؑ نے جواباً فرمایا کہ "مریم بھی تو آدم کی نسل سے ہے پھر آدم کی شرکت سے بریت کیسے؟ اور علاوہ ازیں عورت ہی نے تو آدم کو ترغیب دی جس سے آدم نے درخت ممنوع کا پھل کھایا اور گنہگار ہوا۔"

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 96)

کج بحثی کرنے والے کو الزامی جواب دو

بٹالہ میں عیسائی مشن قائم ہوتے ہی عیسائیوں نے مسلمانوں میں ارتداد کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ منشی نبی بخش صاحب پٹواری جنہیں بڑی مذہبی غیرت تھی اور عیسائیوں سے گفتگو کرنے کا شوق بھی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے پٹواری صاحب کو تردید عیسائیت میں بعض الزامی اور تحقیقی جوابات سکھائے اور انہیں اجازت دی کہ وہ بے شک ایک عیسائی مناظر کی حیثیت سے دل کھول کر اعتراض کریں اور آپ سے ہر مسئلہ میں جواب حاصل کریں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضور بعض اوقات خود بائبل پر نشان کرتے یا اقتباسات الگ تحریر فرما دیتے تھے جنہیں میں خوب یاد کر لیتا تھا۔ حضرت اقدسؑ مجھ کو عیسائیوں کے اعتراضات کے الزامی اور تحقیقی دونوں پہلوؤں پر مشتمل جوابات بتاتے تھے۔ الزامی جوابات کے متعلق آپ کا ارشاد یہ ہوتا تھا کہ جب تم کسی جلسہ عام میں پادریوں سے مباحثہ کرو تو ان کو ہمیشہ الزامی جواب دو۔ اس لئے کہ ان لوگوں کی نیت نیک نہیں ہوتی اور لوگوں کو گمراہ کرنا، اسلام

سے بدظن کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا مقصود ہے۔پس ایسے موقع پر الزامی جواب ان کا منہ بند کر دیتا ہے۔اورعوام جو اس وقت محض تماشے کے طور پر جمع ہو جاتے ہیں ایسے جواب سے متاثر ہو کر ان کے رعب میں نہیں آتے۔لیکن اگر کسی ایسے شخص سے گفتگو کرو جوان دلائل سے متاثر ہو تو اس کو ہمیشہ تحقیقی جواب پہلے دو اور اس پر مقابلہ کر کے دکھاؤ کہ اسلام اور عیسائیت کی تعلیم میں کیا فرق ہے۔ایسے لوگوں کو اگر الزامی جواب پہلے دیا جائے تو وہ ٹھوکر کھا سکتے ہیں کہ تحقیقی جواب کوئی نہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 113-114)

آنحضورؐ پر آریہ سماج کے نازیبا حملوں کا دفاع

1857ء میں انگریزوں نے اپنی سلطنت کی مضبوطی اور عیسائیت کی تبلیغ کے لئے حکومتی مشینری کو استعمال کیا نیز اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر نازیبا حملے کیے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے حملوں کے دندان شکن جواب دیئے۔

اسی طرح سوامی دیانند صاحب نے جنوری 1875ء میں بمبئی میں آریہ سماج جیسی خطرناک قومی اور نسلی تحریک کی بنیاد رکھی۔جس کا مقصد آریوں کو اقتدار میں لانا تھا۔اس کے لئے یہ پروگرام تجویز کیا کہ بالخصوص اسلام اور بانی اسلام پر دوسرے مخالفین کی ہم نوائی میں پوری بے باکی سے حملے کئے جائیں اور ہندوؤں کے دل میں مسلمانوں کے خلاف منافرت کی فضا قائم کر کے حب الوطنی اور قومی ترقی کے نام سے ہندوؤں کو منظم کیا جائے نیز انہیں برسر اقتدار لانے کے لئے انگریزی علوم سے مسلح کیا جائے۔اس غرض کی تکمیل کے لئے سوامی دیانند نے "ستیارتھ پرکاش" جیسی رسوائے عالم کتاب لکھی۔

اس پروگرام میں سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ وید جو ہندوؤں کی اجتماعی تحریک کی بنیاد بن سکتے ہیں موجودہ روشنی کے زمانہ میں اس کی محرف ومبدل اور مضحکہ خیز تعلیمات کا چراغ نہیں جل سکتا تھا۔اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ویدوں کی سنسکرت کے الفاظ سے بے نیاز ہو کر عجیب وغریب اورنئی تفسیر تیار کی گئی اور ویدوں کو کھینچ تان کر ایسا سائنٹفک رنگ دینے کی کوشش کی گئی کہ ویدوں کے نام پر نئے وید تصنیف ہو گئے جن میں اگنی،وایو،ادیت اور انگرہ دیوتاؤں کی بجائے اسلامی توحید کا پیوند لگایا گیا۔بیہودہ اور لاطائل قصوں سے سائنس کی جدید تھیوریاں ثابت کرنے کی بھونڈی کوشش کی گئی۔یہ تحریک گو بمبئی میں اٹھی۔لیکن ابتداء میں اسے سب سے زیادہ کامیابی صوبہ پنجاب میں ہوئی۔جہاں یہ تحریک آگ کی شکل میں اُبھری اور چند ماہ کے اندر اندر ہندوؤں کے سب ہی طبقوں میں پوری سرعت سے پھیلنی شروع ہو گئی۔خود سوامی دیانند نے 1877ء میں صوبہ پنجاب کے متعدد مشہور اضلاع کا ایک طوفانی دورہ کیا۔مباحثات کئے اور لٹریچر تقسیم کیا۔جس کے نتیجہ میں اسی سال لاہور،امرت سر اور راولپنڈی میں آریہ سماج کی مضبوط شاخیں قائم ہو گئیں۔اسلام کے خلاف ایک بے پناہ طاقت پہلے ہی نبرد آزما تھی۔اب اس میں آریہ سماج کی

فتنہ سامانیوں کا بھی اضافہ ہوگیا۔اور نہتے اور بے کس مسلمان بیرونی اوراندرونی دونوں قسم کے فتنوں سے گھر گئے اور دوسرے کئی مسلمانوں کی طرح بہادر شاہ ظفر جیسے بادشاہ بھی ہندوؤں کے آلہ کار بن گئے۔اس تحریک کے دوران جب کئی ایک مقامات پر محمدی جھنڈا ہندوؤں کے خلاف جہاد کے لئے لہرایا گیا تو بادشاہ نے ان کو یہ سمجھا کر اس جھنڈے کو اکھڑوا دیا کہ سارے تلنگے (سپاہی) ہندو ہیں ان سے بچارے مسلمان کیا لڑیں گے۔

(تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند صفحہ 660 بحوالہ تاریخ احمدیت جلداول صفحہ 152-153)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاندار اسلامی خدمات کا اعتراف

یہ دور ایسا دور تھا جب ہر مذہب دوسرے پر حملہ کرنے میں مصروف تھا۔آریہ سماج کی پے در پے ناکامیوں سے بھی دوسرے ہندوؤں نے سبق نہ سیکھا اور برہمو سماج والوں نے اسلام پر حملے شروع کر دیئے۔جن کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واشگاف الفاظ میں دیا اور اسلام کی صداقت ثابت کی۔جس کا اعتراف برہمو سماج والوں نے بھی کیا۔

اس دور کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسلامی خدمات، عیسائیت، آریہ سماج اور برہمو سماج کے ابطال میں اتنی بلند پایہ، رفیع القدر اور شاندار تھیں کہ آج تک غیر از جماعت مسلم لیڈر بھی ان کا کھلا اعتراف کر رہے تھے۔مثلاً سید حبیب احمد صاحب سابق مدیر "سیاست" اپنی کتاب "تحریک قادیان" میں لکھتے ہیں۔

"غدر 1857ء کی تمام ذمہ داری بے جا طور پر مسلمانوں کے سر منڈھ دی گئی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب حکومت کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بغض پیدا ہوگیا۔ادھر مسلمانوں کے علماء نے حکومت انگلشیہ سے ہر قسم کے تعاون کو گناہ قرار دے کر اعلان کر دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔نیز بین الاقوامی معاملات نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات اچھے نہ رہے۔مسلمانوں نے علماء کے فتاویٰ کے باعث انگریزی مدارس سے جو تعلیم کی روشنی کو واپس لانے والے تھے، اجتناب کیا۔مساجد اُجڑی پڑی تھیں۔مکاتب کا نشان مٹ چکا تھا۔صوفیاء کے تکیے حدیث شریف وقرآن مجید کے مسائل کی جگہ بھنگ نواز دوستوں کی گپ بازی کا مرکز بن چکے تھے۔

غرض حالت یہ تھی کہ مسلمان حکام وقت کا چور بنا ہوا تھا۔حکومت اس کے ہاتھوں سے چھن چکی تھی۔تجارت سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔تعلیم اس کے ہاں سے غائب ہو چکی تھی۔اور جاہل ماں باپ، جاہل تر اولاد پیدا کر رہے تھے۔بے کاری، مفلسی اور حکومت کے عتاب نے مسلمانوں کو ایک قابل نفرت چیز بنا دیا تھا۔

مسیحی پادری ہمیشہ تسلیم کرتے رہتے ہیں کہ دنیا میں ان کے عقائد کے لئے اگر کوئی خطرہ موجود ہے تو اس کا نام اسلام ہے۔وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو بہکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔انہوں نے اس وقت کو غنیمت اور اس موقع کو بے حد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ایک عالمگیر جدوجہد شروع کی جس کا سلسلہ 1860ء

سے لے کر 1903ء کے بعد تک بڑے زور شور سے قائم رہا۔

بے کار مسلمان مسیحی ہو کر روزگار حاصل کر لیتے تھے۔ قلاش مسلمان مالی لحاظ سے بہتر حالت میں ہو جاتے تھے اور غداری کا داغ جوان کے لئے بے حد پریشان کن تھا۔ وہ بپتسمہ کے پانی کے ساتھ ان کی پیشانی سے دھل جاتا تھا۔ یہ ترغیبات کچھ معمولی نہ تھیں۔ زر، حکومت اور ثروت کی ترغیب سے اگر کسی اور دین کا واسطہ پڑتا تو مٹ جاتا۔ یہ اسلام ہی کا کام تھا کہ وہ اس بے پناہ حملہ سے محفوظ رہا ....

مسلمانوں کو بہکانے کے لئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے پناہ حملے شروع کر دیئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کے لئے پیدا کئے۔ ہندوؤں میں سے سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریہ دھرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا مسلمانوں میں سرسید علیہ الرحمہ نے سپر سنبھالی اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اُترے.........

مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سرسید کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بچے کھچے جو علماء بھی موجود تھے ان میں اور سرسید میں ٹھن گئی۔ کفر کے فتوے شائع ہوئے اور بہت غلاظت اچھلی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپیگنڈہ زور پکڑ گیا اور علی گڑھ کالج مسلمانوں کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا۔ یہ لوگ محض اتفاقی پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے ورنہ انہیں اسلام پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا......

اس وقت کہ آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اِکے دُکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے۔ وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اُترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔ میں مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وغیرہ کی قلعی کھول چکا ہوں لیکن بقولیکہ ؏ عیب وی جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس کی ابتداء اچھی تھی انتہاء وہ نہ رہی جو ہونا چاہئے تھی۔ (تحریک قادیان صفحہ 207-210)

لالہ شرمپت کے ناروا خیال پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت

آریہ سماج قادیان کے سیکرٹری لالہ شرمپت جو شدت عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں کے سخت منکر تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ سب پیشگوئیاں مسلمانوں نے خود بنالی ہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا نے کوئی امر غیب ظاہر نہیں کیا اور ان میں علامات نبوت تو موجود ہی نہیں تھیں۔

لالہ شرمپت نے ایک دن اپنے بھائی لالہ بشمبر داس اور ایک اور ہندو لالہ خوشحال کے مقدمہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ غیبی خبرا سے کہتے ہیں کہ آج کوئی یہ بتلا سکے کہ اس ہمارے مقدمہ کا انجام کیا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواب دیا کہ "غیب تو خاصہ خدا ہے اور خدا کے پوشیدہ بھیدوں سے نہ کوئی نجومی واقف ہے نہ رمال نہ فال گیرنہ اور کوئی مخلوق ہاں خدا جو آسمان وزمین کی ہر ایک شدنی (بات) سے واقف ہے۔ اپنے کامل اور مقدس رسولوں کو اپنے ارادہ اور اختیار سے بعض اسرار غیبیہ پر مطلع کرتا ہے اور نیز کبھی کبھی جب چاہتا ہے تو اپنے سچے رسول کے کامل تابعین پر جو اہل اسلام ہیں ان کی تابعداری کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ وہ رسول کے علوم کے وارث ہیں بعض اسرار پوشیدہ ان پر کھولتا ہے تا ان کے صدق مذہب پر ایک نشان ہو۔ لیکن دوسری قومیں جو باطل پر ہیں جیسے ہندو اور ان کے پنڈت اور عیسائی اور ان کے پادری وہ سب ان کامل برکتوں سے بے نصیب ہیں۔"

(براہین احمدیہ از روحانی خزائن جلد اول صفحہ 277-278 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس حق گوئی پر لالہ شرمپت کو چڑ سی پیدا ہو گئی اور اس نے آپؑ سے نشان نمائی کا بار بار مطالبہ شروع کر دیا۔ تب آپؑ کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ جوش ڈالا گیا کہ یہ دشمن اسلام اسی مقدمہ میں شرمندہ اور لاجواب ہو جائے گا اور آپؑ نے اسی غیبی جوش سے خدا کے حضور دعا کی کہ :۔

"اے خداوند کریم! تیرے نبی کریمؐ کی عزت اور عظمت سے یہ شخص سخت منکر ہے اور تیرے نشانوں اور پیشگوئیوں سے جو تو نے اپنے رسولؐ پر ظاہر فرمائیں سخت انکاری ہے اور اس مقدمہ کی آخری حقیقت کھلنے پر یہ لاجواب ہو سکتا ہے۔ اور تو ہر بات پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کوئی امر تیرے علم محیط سے مخفی نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت بذریعہ کشف آپؑ پر یہ منکشف فرمایا کہ چیف کورٹ سے مقدمے کی مسل سیشن کورٹ میں واپس آئے گی۔ جہاں اس کے بھائی کی تو نصف قید معاف ہو جائے گی لیکن اس کا دوسرا ساتھی پوری سزا بھگتے گا۔ چنانچہ آپؑ نے یہ اطلاع پاتے ہی ایک جماعت کثیر کے علاوہ اس ہندو کو بھی خبر دے دی اور قادیان میں ایک عام چرچا ہو گیا۔

اس کے بعد جب بشمبر داس کی قید کی نسبت چیف کورٹ میں اپیل دائر کی گئی تو قادیان میں یہ افواہ آگ کی طرح پھیل گئی کہ اپیل منظور ہو گئی ہے اور بشمبر داس بری ہو گیا ہے۔ اس افواہ سے آریوں میں خوشی کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ لیکن آپؑ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ غم واندوہ کی اس نا قابل بیان کیفیت میں آپؑ خدا تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ تب آپؑ کو الہام ہوا کہ لَا تَحْزَنْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى یعنی غم نہ کر تجھی کو غلبہ نصیب ہوگا اور ان دشمنان اسلام کی خوشی پامال ہو جائے گی۔ چنانچہ بعد میں جلدی ہی یہ حقیقت کھل گئی کہ یہ افواہ بالکل بے بنیاد ہے۔ محض اپیل لئے جانے کو بشمبر داس کی بریت کی خبر سے مشہور کر دیا گیا ہے اور بعد کے واقعات نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کی ہر پہلو سے تصدیق کر دی۔ لالہ شرمپت جیسے دشمن اسلام نے جب خدا تعالیٰ کا یہ نشان اپنی آنکھوں سے

مشاہدہ کیا تو اس نے حضورؑ کی خدمت میں لکھا کہ آپؑ خدا کے نیک بندے ہیں اس لئے اس نے آپؑ پر غیب کی باتیں ظاہر کردیں۔ (تاریخ احمدیت جلد1 صفحہ 115-116)

جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ اس نازک ترین دور میں عیسائیت، آریہ سماج، برہمو سماج وغیرہ منظم شکل میں اسلام پر حملہ آور تھے۔ اسلام کے دفاع اور ناموس رسالت کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت تھی جس میں مختلف مذاہب کے مشترکہ حملوں کا علمی اور عملی، عقلی اور منقولی سب ہی ہتھیاروں سے دندان شکن جواب دیا جائے۔ اور اپنے روحانی تجربات اور حقانیت اسلام کے تازہ نشانوں کو پیش کر کے اسلام کی فضیلت اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن مجید کی فوقیت اور برتری کے ثبوت میں اندرونی اور بیرونی، ماضی اور حال کے زبردست دلائل کی ایک ایسی عظیم الشان صف بستہ فوج کھڑی کردی جائے کہ دشمن کے مورچے بے کار ہو جائیں اور اسلام فاتحانہ شان کے ساتھ ہر قلب سلیم میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ دین حق کے سپہ سالار حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ہاتھ میں قلم لیا اور روح القدس کی تائید سے نہایت مختصر وقت میں ایک معرکہ آراء کتاب "براہین احمدیہ" تصنیف فرمائی۔

یہی وہ مبارک کتاب تھی جس کے متعلق آپؑ کو عالم شباب میں بذریعہ کشف یہ خبر دی گئی تھی کہ قطبی نام کی ایک کتاب لکھنا آپ کے لئے مقدر ہے۔ اس کتاب کو قطبی اس لئے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے مضبوط دلائل اور مستحکم و غیر متزلزل براہین اور انوار و برکات کے لحاظ سے قطب ستارہ کی طرح روحانی کعبہ اسلام کی طرف رہنمائی کرنے کا موجب بنے گی۔

1880ء میں جب اس کتاب کا پہلا حصہ شائع ہوا تو اس میں آپؑ نے مذاہب عالم کو دس ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے یہ پُرشوکت اعلان فرمایا کہ جو شخص حقیقت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دلائل کا جو قرآن مجید سے اخذ کر کے پیش فرمائے ہیں اپنی الہامی کتاب میں آدھا یا تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ ہی نکال کر دکھلائے۔ یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو حضور ہی کے دلائل کو نمبروار توڑ دے تو آپ بلا تامل اپنی دس ہزار کی جائیداد اس کے حوالہ کردیں گے۔ بشرطیکہ تین ججوں پر مشتمل مسلمہ بورڈ یہ فیصلہ دے کہ شرائط کے مطابق جواب تحریر کر دیا گیا ہے۔ واقعاتی لحاظ سے بھی براہین احمدیہ ہر جہت سے غیر مذاہب کے مقابل اسلام کی ترقی و سرفرازی کا موجب بنی۔ براہین احمدیہ سے قبل کفر والحاد کا سیلاب جو نہایت تیزی سے بڑھ رہا تھا اس کے منصۂ شہود پر آتے ہی یکسر پلٹ گیا اور عیسائیت کا وہ فولادی قلعہ جس کی پشت پناہی 1857ء کے بعد حکومت کی پوری مشینری کر رہی تھی پاش پاش ہو گیا۔ اور ہمیں یقین ہے کہ مستقبل میں اسلام کی طرف سے کفر کے خلاف جو آخری روحانی جنگ ہونے والی ہے وہ انہی ہتھیاروں سے لڑی جائے گی جو براہین احمدیہ کے روحانی اسلحہ خانہ میں پہلے سے موجود ہیں اور یوں اس روحانی کشف میں درج الفاظ کے مطابق اس کتاب سے اسلام زندہ ہوگا اور یہ کتاب اسلام کی تقویت کا باعث بنے گی۔

اسلام کے دفاع پر بے مثال کتاب تحریر کرنے پر خراج تحسین

"براہین احمدیہ" کا کچھ حصہ منظر عام پر آیا ہی تھا کہ ملک کے طول وعرض میں ایک زبردست تہلکہ مچ گیا۔ مسلمانان ہند نے جو کفر کے پے در پے حملوں سے نڈھال ہو چکے تھے خوشی اور مسرت سے تمتما اٹھے اور حضورؑ کو بے مثال خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اسے اسلامی مدافعت کا زبردست شاہکار قرار دیا۔

براہین احمدیہ کے محاسن وکمالات پر سب سے مبسوط اور زوردار ریویو اہل حدیث لیڈر ابو سعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنہ" جلد ہفتم نمبر 6-11 میں لکھا۔ جو قریباً دوسو صفحات پر محیط تھا اور اس میں اس کتاب کو اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں اپنی نوعیت کی واحد اسلامی خدمت قرار دیا گیا تھا۔ یہ تاریخی تبصرہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی ......اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔

ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ وبرہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کے نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی وجانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھا لیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو۔وہ ہمارے پاس آکر تجربہ ومشاہدہ کر لے اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ہفتم نمبر 6 صفحہ 169-170)

تبصرہ کے آخری الفاظ یہ تھے۔

"مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدی کی ہے۔اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائل عقلیہ قرآنیہ ومعجزات نبوت محمدیہؐ سے (جس سے وہ اپنے الہامات وخوارق مراد رکھتے ہیں) بچشم خود ملاحظہ کر لے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ہفتم نمبر 6 صفحہ 348)

یہ تو مسلمانوں کی طرف سے خیر مقدم کا نظارہ تھا لیکن دوسری طرف مخالفین اسلام کے کیمپ میں براہین احمدیہ کے اشتہار کی اشاعت ہی نے کھلبلی مچادی۔وہ قادیان کی گمنام بستی سے اسلام کی تائید میں اٹھنے والی پُرشوکت آواز پر بوکھلا اٹھے اور انہوں نے اخبار سفیر ہند۔نور افشاں اور رسالہ ودیا پرکاشک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صریح ہجو آمیز الفاظ میں یاد کرتے ہوئے براہین احمدیہ کا رد لکھنے کے لئے بڑے پُرجوش اعلانات شائع کر دیئے اور

اسلام کی طرف سے لڑنے والے سپہ سالار کے مقابلے کے لئے پوری طرح متحد ہو گئے ۔

خدا کا شیران گیدڑ بھبکیوں سے بھلا کیسے ڈر سکتا تھا۔آپؑ نے ان لوگوں کی دعوت مبارزت فوراً منظور کر لی ۔ اور مقابلہ کے لیے للکارا۔

مخالفین اسلام تو ضرور مگر بعض اپنے بھی اسلام کی تائید میں اُٹھنے والی پُرشوکت آواز سے بوکھلا اٹھے اور اس کتاب نے ان میں ایک کھلبلی مچا دی ۔انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہجو کا نشانہ بنایا اور اسلام کے طرف سے لڑنے والے سپہ سالار کے مقابلے میں وہ پوری طرح متحد ہو گئے ۔مگر اسلام کے اس جلیل القدر جرنیل نے ان کو للکارا ۔

"سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں ۔افلاطون بن جاویں ۔بیکن کا اوتار دھاریں ۔ارسطو کی نظر اور فکر لاویں ۔اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں ۔پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے الہٰ باطلہ " (براہین احمدیہ از روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 56-57)

اس چیلنج کے بعد کیا اپنے اور کیا پرائے سب خاموش ہو گئے ۔لیکن پشاور آریہ سماج کے ایک رسوائے عالم شاتم رسول اور دریدہ دہن شخص پنڈت لیکھرام نے " تکذیب براہین احمدیہ " کے نام سے جواب دینے کی ناکام کوشش کی مگر وہ جواب کے بجائے ہزلیات وفضولیات کا مجموعہ کہلانے کا مستحق تھا۔جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت گندے الزامات لگائے ۔حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب نے "تصدیق براہین احمدیہ " لکھ کر ان کا جواب دیا۔چند دن تک پادری ایل ایل ٹھاکر داس صاحب نے بھی "براہین احمدیہ "کے خلاف شور وغوغا بلند کئے رکھا۔مگر پھر تاب مقابلہ نہ لا کر دم بخود ہو گئے ۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھے کوئی مجاہدہ بتایا جاوے ۔آپؑ نے فرمایا عیسائیوں کی تردید میں ایک کتاب لکھو اور ان اعتراضات کا جواب دو جو اسلام پر کئے ہیں ۔میں نے فصل الخطاب لکھی پھر دوسرے موقع پر دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا آریوں کے اعتراضوں کا جواب دو۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب کو ایک خط 26 جولائی 1887ء میں لکھا۔

" میں آپ کو ایک ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ حال میں لیکھرام نامی ایک شخص نے میری کتاب براہین کے رڈ میں بہت کچھ بکواس کی ہے اور اپنی کتاب کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے ۔یہ شخص اصل میں غبی اور جاہل مطلق ہے اور بجز گندی زبان کے اور اس کے پاس کچھ نہیں ۔مگر معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں بعض انگریزی خواں اور دنی التعداد ہندوؤں نے اس کی مدد کی ہے ۔کتاب میں دو رنگ کی عبارتیں پائی جاتی ہیں ۔جو عبارتیں دشنام دہی اور تمسخر اور ہنسی اور ٹھٹھے سے بھری ہوئی ہیں اور لفظ لفظ میں توہین اور ٹوٹی پھوٹی عبارت اور گندی اور بدشکل ہیں ۔وہ عبارتیں تو خاص لیکھرام کی ہیں اور جو عبارت کسی قدر تہذیب رکھتی ہے اور کسی علمی طور سے متعلق ہے وہ

کسی دوسرے خواندہ آدمی کی ہے ۔اس پُرافترا کتاب کا تدارک بہت جلد از بس ضروری ہے اور یہ عاجز بھی ضروری کام سراج منیر سے جو مجھے درپیش ہے ۔بالکل عدیم الفرصت ہے اور میں مبالغہ سے نہیں کہتا اور نہ آپ کی تعریف کی رو سے ۔بلکہ قوی یقین ہے خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ جما دیا ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لئے آپ کے دل میں جوش ڈالا ہے اور میری ہمدردی پر مستعد کیا ہے ۔کوئی دوسرا آدمی ان صفات سے موصوف نظر نہیں آتا ۔اس لئے میں آپ کو یہ بھی تکلیف دیتا ہوں کہ آپ اول سے آخر تک اس کتاب کو دیکھیں اور جس قدر اس شخص نے اعتراضات اسلام پر کئے ہیں ۔ان سب کو ایک پرچہ کاغذ پر بیاد داشت صفحہ کتاب نقل کریں اور پھر ان کی نسبت معقول جواب سوچیں اور جس قدر اللہ تعالیٰ آپ کو جوابات معقول دل میں ڈالے وہ سب الگ الگ لکھ کر میری طرف روانہ فرماویں اور جو کچھ خاص میرے ذمہ ہوگا ۔میں فرصت پا کر اس کا جواب لکھوں گا ۔غرض یہ کام نہایت ضروری ہے اور میں بہت تاکید سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ بہمہ جدوجہد، جانفشانی اور مجاہدہ سے اس طرف متوجہ ہوں اور جس طرح مالی کام میں آپ نے پوری نصرت کی ہے اس سے یہ کم نہیں ہے کہ آپ خداداد طاقتوں کی رُو سے بھی نصرت کریں ۔" (مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 42-43)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے ایک سوال کے جواب میں میر عباس علی صاحب کو لکھا کہ :۔

"اس کتاب میں تعریف قرآن شریف اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ۔سو وہ دونوں دریائے بے انتہاء ہیں کہ اگر تمام دنیا کے عاقل اور فاضل ان کی تعریف کرتے رہیں تب بھی حق تعریف کا ادا نہیں ہو سکتا ۔چہ جائیکہ مبالغہ تک نوبت پہنچے ۔ہاں الہامی عبارت میں کہ جو اس عاجز پر خداوند کریم کی طرف سے القاء ہوئے کچھ کچھ تعریفیں ایسی لکھی ہیں کہ بظاہر اس عاجز کی طرف منسوب ہوتی ہیں مگر حقیقت میں وہ سب تعریفیں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں ۔اور اسی وقت تک کوئی دوسرا ان کی طرف منسوب ہو سکتا ہے کہ جب تک اس نبی کریمؐ کی متابعت کرے اور جب متابعت سے ایک ذرہ منہ پھیرے تو پھر تحت الثریٰ میں گر جاتا ہے ۔ان الہامی عبارتوں میں خداوند کریم کا یہی منشاء ہے کہ تا اپنے نبیؐ اور اپنی کتاب کی عظمت ظاہر کرے ۔" (مکتوبات احمد جلد اول صفحہ 509)

تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا

1868ء تا 1869ء کی بات ہے کہ جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دلی سے حصول تعلیم کے بعد بٹالہ آئے تو اہل حدیث کے خلاف ہوا چل پڑی اور بہت سے اسلامی فرقوں کی طرف سے اہل حدیث کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ۔حسن اتفاق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ان دنوں کسی کام کے سلسلہ میں کچھ دن بٹالہ میں قیام کرنا پڑا ۔گو آپؑ کو اس نوعیت کے مذہبی اکھاڑوں سے چنداں کوئی دلچسپی نہ تھی ۔لیکن ایک شخص کے اصرار پر آپؑ کو بھی تبادلہ خیالات کے لئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان پر جانا پڑا ۔حضورؑ نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ

آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد اقوال رسولؐ کا درجہ ہے اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہؐ کے مقابل کسی انسان کی بات قابل حجت نہیں ہے۔ حضورؑ نے یہ سن کر بے ساختہ فرمایا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور نا قابل اعتراض ہے۔ جو شخص آپؑ کو ساتھ لے گیا تھا وہ سخت طیش سے بھر گیا کہ آپؑ نے ہمیں ذلیل اور رسوا کیا۔ مگر آپؑ کوہ وقار بنے رہے اور اس ہنگامہ آرائی کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں یہ کہوں کہ امت کے کسی فرد کا قول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر مقدم ہے؟ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے رسول کے حق میں بیان سن کر اس قدر غیرت آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے آپؑ کو الہاماً خبر دی۔

"تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" (براہین احمدیہ از روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 621-622) (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 112)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے تنگل لودھی کے ایک مولوی اللہ دتہ کو قادیان بلوایا۔ قادیان میں اپنے قیام کے دوران مولوی صاحب حضور علیہ السلام سے مسئلہ حیات النبی اور دوسرے مسائل پر مذاکرے کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد مولوی صاحب اپنے گاؤں واپس چلے گئے وہاں جا کر مولوی صاحب نے انہی مسائل کے متعلق ایک منظوم فارسی خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریر کیا۔ جس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی 6 ستمبر 1872ء کو ایک پُر کیف اور مبسوط فارسی نظم انہیں بھجوائی۔ اس نظم سے یہ حقیقت بالکل نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ آپؑ کو ابتداء ہی سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت والہانہ عقیدت تھی اور آپؑ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دل وجان سے ابدی حیات کے تخت پر رونق افروز ہونے والا زندہ نبی یقین کرتے۔ حضورؐ کے چشمہ فیض و برکات کو اپنے دل میں رواں دواں پاتے اور حضورؐ کی عظمتوں اور برکتوں کی منادی کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ نظم سے صرف چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

سپاس آں خداوند یکتائے را　　بمہر و بمہ، عالم آرائے را

اس بے مثل خداوند کا شکر ہے جس نے دنیا کو چاند اور سورج سے آراستہ کیا

جہاں جملہ یک صنعت آبادِ اوست　　خنک نیک بختے کہ دریادِ اوست

سارا جہاں اسی کی کاریگری کا مظہر ہے۔ خوش قسمت ہے وہ نیک بخت جو اس کی یاد میں رہتا ہے

چنیں است ثابت، بقول سروش　　اگر راز معنی نیابی خموش

الہام الٰہی سے یہی ثابت ہے۔ اگر تیری سمجھ میں یہ راز نہ آئے تو چپ رہ

اگر در ہوا بچو مرغاں پری و گر بہ سر آب ہا بگذری

اگر پرندوں کی طرح تو ہوا میں اڑنے لگے یا پانی پر چلنے لگے

و گر، ز آتش آئی سلامت بروں و گر خاک رازر کنی از فسوں

اور اگر تو آگ سے سلامت باہر نکل آئے یا پھونک مار کر مٹی کو سونا بنا دے۔

اگر منکری از حیات رسولؐ سرا سر زیاں است و کار فضول

لیکن اگر تو رسول کی زندگی کا منکر ہے تو یہ سب باتیں سراسر فضول اور بے کار ہیں

(حیات احمد جلد اول صفحہ 260-264)(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 121-120)

جدی خاندان کا اسلام دشمن رویّہ اور آپؑ کی غیرت

ایک طرف آریہ قوم اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشنام طرازی اور گندہ دہنی کا مظاہرہ کر رہی تھی تو دوسری طرف عیسائی پادری بھی میدان میں اُتر چکے تھے۔وہ جہاں اسلام اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملوں میں مصروف تھے وہاں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو مخدوش کرنے کے لئے کوشاں تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیر اسلام بن کر ان ہر دو مذاہب کے لیڈروں سے نبرد آزما تھے۔اور اسلام کے حق میں دفاعی جنگ لڑ رہے تھے کہ اسی اثناء میں آپؑ کے جدی خاندان میں سے آپؑ کے چچازاد بھائی مرزا نظام الدین صاحب،مرزا امام دین صاحب اور ان کے لگے بندھے مرزا احمد بیگ وغیرہ۔آپؑ کی مخالفت میں میدان میں اُتر آئے۔جدی خاندان کے یہ افراد جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایذا رسانی کا باعث بنے وہاں انہوں نے اسلام اور اس کے مقدس نبیؐ اور مقدس کتاب کو بھی اپنے گندے حملوں سے باہر نہ چھوڑا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالات اسلام میں ان کی اسلام دشمن حرکتوں اور ان کی بدترین مخالفت کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

"میرے چچازاد بھائی اور ان کے کچھ اور رشتے دار،ماں باپ دونوں طرف سے ہلاک کرنے والی چیزوں میں غرق ہیں۔بد رسومات،عقائد باطلہ اور بدعات شنیعہ میں مستغرق رہتے ہیں۔اپنے جذبات نفس اور خواہشات کو پورا کرنے میں فنا ہیں۔وہ خدا کے وجود کے انکاری اور فساد برپا کرنے والے ہیں۔یکا ر دنیا کی خاطر سب سے زیادہ لڑنے والے اور آخرت کے ذکر سے غافل ہیں۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں زبانیں دراز کرتے،ہنسی اُڑاتے ہیں۔آپؐ کو گالیاں دینے سے بھی باز نہیں آتے بلکہ وہ اس میں مداومت بھی اختیار کرتے ہیں۔الحاد و ارتداد کے لئے انہوں نے اپنی آستینیں چڑھائی ہیں۔"

(خلاصہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 566-567)

ایک روح فرسا واقعہ

جدّی خاندان کی طرف سے یہ بدزبانیاں پورے زوروں پر تھیں کہ ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں روتا چلاتا آیا۔حضورؑ نے گھبرا کر پوچھا کہ کیا کسی فوت شدہ کی خبر آئی ہے؟اس نے کہا حضور!اس سے بھی بڑھ کر۔چنانچہ اس نے بتایا کہ میں ان عدوّانِ دین کے پاس تھا کہ ان میں سے ایک بد بخت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں وہ گندے الفاظ استعمال کئے کہ ایسے کلمات کسی کافر سے بھی نہیں سنے گئے۔یہی نہیں انہوں نے خدا تعالیٰ کی شان اقدس میں بھی قبیح الفاظ کہےاور قرآن مجید کو نہایت بے دردی سے اپنے پاؤں تلے روند کر بے حرمتی کی۔اس پر حضورؑ نے اسے فرمایا کہ میں نے پہلے بھی ان کے پاس بیٹھنے سے منع کیا تھا۔پس خدا سے ڈرو اور توبہ کرو۔ (خلاصہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 568)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی حرکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں خدا اور اس کے رسولؐ کو گالیاں دیں ہیں۔خدا کے وجود سے انکار کیا ہے۔میں نے اس کتاب کو دیکھا ہے اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسی گالیاں ہیں جن سے مومنوں کے دل پھٹ جائیں۔" (خلاصہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد5 صفحہ 566-569)

نشان نمائی کا مطالبہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی خدا کے حضور دُعا

جب ان رشتہ داروں کی خدا ناترسی کی انتہا یہ ہوئی کہ ان کی شوخی اور بدزبانی کا حلقہ پرائیویٹ مجالس سے نکل کر پبلک کے اخبارات تک وسیع ہو گیا اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر نشان نمائی کے لئے لیکھرام کو بھی قادیان لے آئے اور اگست 1888ء میں اخبار "چشمہ نور امرتسر" سے آپؑ کے خلاف ایک انتہائی دلآزار اور زہریلا خط بھی شائع کیا جس میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے خلاف گالیاں دی ہیں اور خدا کی ہستی کے ثبوت میں نہایت بے باکی کے ساتھ نشان کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا کہ ہم صرف اسی نشان کو نشان قرار دیں گے جو اللہ تعالیٰ ان کی ذات (جدی خاندان) کے متعلق ظاہر کرے گا۔

اسلام کے خلاف اپنے رشتہ داروں کی یہ منظّم مخالفت دیکھ کر حضورؑ کو شدید تکلیف پہنچی۔اشتہار کے ایک ایک لفظ سے شرارت ٹپکتی تھی اور مضمون اتنا گندہ تھا کہ آسمان پھٹ جاتا تو بعید نہ تھا اور جسے اسلام کا کوئی ادنیٰ ہمدرد بھی پڑھتا تو قطعاً برداشت نہ کرسکتا۔پھر آپؑ جو عظیم ترین عاشق رسول تھے وہ کیونکر برداشت کر سکتے تھے۔چنانچہ جونہی حضورؑ نے یہ اشتہار دیکھا آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔آپؑ نے دروازہ بند کر لیا اور آہ و بکا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گئے اور یہ پُرزور دعا کی کہ:۔

"اے رب!اے رب!اپنے بندے کی نصرت فرما اور اپنے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کر دے۔اے میرے رب!

میری التجا سن اور اسے قبول فرما یہ کب تک تیرا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑائیں گے۔کہاں تک تیری کتاب کی تکذیب کریں گے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہیں گے۔اے ازلی ابدی اے مددگار خدا! میں تیری رحمت کا واسطہ دے کر تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔"

(خلاصہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 569)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی گریہ وزاری سن کر الہاماً فرمایا کہ:

"میں ان کی بدکرداری اور سرکشی کے پیش نظر ان پر طرح طرح کی آفات ڈال کر انہیں آسمان کے نیچے نابود کر دوں گا۔اُن کی عورتیں بیوہ، بچے یتیم اور گھر ویران کر دوں گا۔میری لعنت اُن پر، اُن کے گھروں پر، اُن کے چھوٹوں اور بڑوں پر، اُن کی عورتوں اور مردوں پر بلکہ اُن کے گھر میں داخل ہونے والے مہمانوں پر بھی ہوگی۔رحم صرف انہی پر ہوگا جو ایمان لائیں گے۔مناسب حال عمل کریں گے اور ان سے تعلقات منقطع کر لیں گے۔"

(خلاصہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 569)

اس تمام واقعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت دینی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، فدائیت اور عشق کی ایک الگ طور پر نرالی داستان ہے۔جس سے غیرت دینی عیاں ہے۔ایک طرف ایک شخص کو ان رشتہ داروں کے پاس بیٹھنے سے منع فرما رہے ہیں۔دوسری طرف خود اللہ تعالیٰ سے دادرسی کے لئے اس کے در پر جھک گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جلال کے ظہور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے خدا سے ایک نشان مانگا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی تضرعات کو سنا اور ان کی نسل کی تباہی کی پیشگوئی کی۔اور خود ان کے گندے اعمال کے پیش نظر اسے اس شان کے ساتھ قبول کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جدی بھائیوں کی شاخ کاٹی گئی اور آپ کی نسل کی ترقی اور پھیلنے کی عظیم الشان خبر دی اور صرف انہی نسلوں کے بقاء کی نوید سنائی گئی جو آپؑ سے وابستہ ہوں گے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک نسل دیکھتے ہی دیکھتے ایک تناور درخت بن گئی۔الحمد للہ علی ذالک

اور مرزا نظام الدین کے بیٹے، بیٹی، اور مرزا غلام قادر مرحوم کی اہلیہ محترمہ تائی صاحبہ، حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ ماموریت پر ایمان لے آئے۔

ستیارتھ پرکاش کا الزامی جواب

آریہ سماج ہندوؤں نے اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قلم کے استعمال کو عروج تک پہنچایا اور پنڈت دیانند کی ستیارتھ پرکاش جیسی بیسیوں کتب اسلام کے خلاف منظر عام پر آئیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "باعث تالیف آریہ دھرم وست بچن" کے عنوان کے تحت ایک اشتہار دیا جو اپنی ذات میں اس امر کی گواہی ہے کہ عاشق رسول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کس قدر محبت اور غیرت تھی۔آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ ہم برسوں تک آریوں کے مقابل پر بالکل خاموش رہے قریباً چودہ برس کا عرصہ ہو گیا کہ جب ہم نے پنڈت دیانند اور اندرمن اور کنہیالال کی سخت بدزبانی کو دیکھ کر اور ان کی گندی کتابوں کو پڑھ کر کچھ ذکر ہندوؤں کے وید کا براہین احمدیہ میں کیا تھا مگر ہم نے اس کتاب میں بجز واقعی امر کے جو ویدوں کی تعلیم سے معلوم ہوتا تھا ایک ذرا زیادتی نہ کی لیکن دیانند نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں اور اندرمن نے اپنی کتابوں میں اور کنہیا لال نے اپنی تالیفات میں جس قدر بدزبانی اور اسلام کی توہین کی ہے اس کا اندازہ ان لوگوں کو خوب معلوم ہے جنھوں نے یہ کتابیں پڑھی ہوں گی۔ خاص کر دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں وہ گالیاں دیں اور سخت زبانی کی جن کا مرتکب صرف ایسا آدمی ہو سکتا ہے جس کو نہ خدا تعالی کا خوف ہو نہ عقل ہو نہ شرم ہو نہ فکر ہو نہ سوچ ہو غرض ہم نے ان سفلہ مخالفوں کے افتراؤں کے بعد صرف چند ورق براہین میں آریوں کے خیالات کے بارہ میں لکھے اور بعد ازاں ہم باوجودیکہ لیکھرام وغیرہ نے اپنی ناپاک طبیعت سے بہت سا گند ظاہر کیا اور بہت سی توہین مذہب کی۔ بالکل خاموش رہے ہاں سرمہ چشم آریہ اور شحنہ حق جن کی تالیف پر نو برس گزر گئے آریوں کی ہی تحریک اور سوالات کے جواب میں لکھے گئے۔ چنانچہ سرمہ چشم آریہ کا اصل موجب منشی مرلی دھر آریہ تھے جنھوں نے بمقام ہوشیارپور کمال اصرار سے مباحثہ کی درخواست کی اور سرمہ چشم آریہ درحقیقت اس سوال جواب کا مجموعہ ہے جو مابین اس عاجز اور منشی مرلی دھر کے مارچ 1886ء میں ہوا۔ پھر ان کتابوں کی تالیف کے بعد آج تک ہم خاموش رہے اور چودہ برس سے آج تک یا اگر ہوشیارپور کے مباحثہ سے حساب کرو تو نو برس سے آج تک ہم بالکل چپ رہے اور اس عرصہ میں طرح طرح کے گندے رسالے آریوں کی طرف نکلے اور گالیوں سے بھری ہوئی کتابیں اور اخباریں انہوں نے شائع کیں مگر ہم نے بجز اعراض اور خاموشی کے اور کچھ بھی کارروائی نہیں کی پھر جب آریوں کا غلو حد سے زیادہ بڑھ گیا اور اُن کی بےادبیاں انتہا تک پہنچ گئیں تو اب یہ رسالہ آریہ دھرم لکھا گیا۔ ہمارے بعض اندھے مولوی جو ہر یک بات میں ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں اور آریوں اور عیسائیوں کو بالکل معذور سمجھ کر ہر یک سخت زبانی ہماری طرف منسوب کرتے ہیں ان کو کیا کہیں اور ان کی نسبت کیا لکھیں وہ تو بخل اور حسد کی زہر سے مر گئے اور ہمارے بغض سے اللہ اور رسولؐ کے بھی دشمن ہو گئے۔ اے سیہ دل لوگو! تمھیں صریح جھوٹ بولنا اور دن کو رات کہنا کس نے سکھایا گو یہ سچ ہے کہ ہم نے براہین میں ویدوں کا کچھ ذکر کیا مگر اس وقت ذکر کیا کہ جب دیانند ہمارے نبیؐ کو اپنی ستیارتھ پرکاش میں صدہا گالیاں دے چکا اور اسلام کی سخت توہین کر چکا اور ہندو بچے ہر یک گلی کوچہ میں اسلام کے منہ پر تھوکنے لگے۔ پس کیا اس وقت واجب نہ تھا کہ ہم بھی کچھ ویدوں کی حقیقت کھولیں اور آیہ کریمہ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (الشوریٰ:40) پر عمل کر کے اپنے مولی کو راضی کریں اور پھر اس وقت سے آج تک ہم خاموش رہے لیکن آریوں کی طرف سے اس قدر گندی کتابیں اور گندی اخباریں توہین اسلام کے بارے میں اس وقت تک شائع ہوئیں کہ اگر ان کو جمع کریں تو ایک انبار لگتا ہے۔ یہ کیسا خبث باطن ہے کہ مسلمان کہلا کر پھر ظلم کے طور پر ان لوگوں کو ہی حق

بجانب سمجھتے ہیں جو سالہا سال سے ناحق شرارت اور افترا کے طور پر اسلام کی توہین کر رہے ہیں۔ اے مولویت کے نام کو داغ لگانے والو! ذرا سوچو کہ قرآن میں کیا حکم ہے کیا یہ روا ہے کہ ہم اسلام کی توہین کو چپکے سنے جائیں۔ کیا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالی جائیں اور ہم خاموش رہیں ہم نے برسوں تک خاموش رہ کر یہی دیکھا۔ ہم دکھ دیئے گئے اور صبر کرتے رہے مگر پھر بھی ہمارے بدگمان دشمن باز نہ آئے۔"

(آریہ دھرم از روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 107-108)

لیکھرام کی ہرزہ سرائی اور حضرت مسیح موعودؑ کی اپنے آقا محمد مصطفیٰ ؐ سے مثالی محبت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، اسلام کے دفاع میں چومکھی لڑائی لڑ رہے تھے۔ ایک طرف آریہ صاحبان تو دوسری طرف پادری صاحبان و دیگر صاحبان مذاہب اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی اور ہرزہ سرائی میں مصروف تھے اور اندر سے مسلمان لیڈر صاحبان کی طرف سے بھی شدید مخالفت کا سامنا تھا۔

آریہ سماج میں پنڈت دیانند کے بعد سب سے پیش پیش پنڈت لیکھرام تھا۔ جس کی کچلیاں نبیوں کے سردار سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہر سے ایسی بھری رہتی تھیں کہ ہزار بار ڈسنے کے باوجود وہ کبھی زہر سے خالی نہ ہوتیں۔ لیکھرام پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات اور مقدس اہل بیت پر نہایت کمینے اور رکیک حملے اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے، سخت بے باکی سے گند اچھالنے اور استہزاء کرنے میں مصروف رہتا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں لیکھرام نے بانی اسلامؐ کے خلاف اتنا کیچڑ اُچھالا۔ آپؐ کی مقدس شان کے خلاف کتابی اور زبانی ہر دو صورتوں میں اتنا زہر اگلا اور دیگر تمام انبیاء کے خلاف اس قدر دریدہ دہنی اور بدزبانی کی کہ اس کے تصور سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے خود شوریدہ سر متکبر اور مفتری ہونے میں ذرا بھر شک باقی نہیں رہتا۔ اس کی زبان اس قدر رواں آزار تھی کہ کوئی شریف انسان دہرا بھی نہیں سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت رسول

ضرور تھا کہ لیکھرام کی اس موذیانہ روش سے دردمندان اسلام اور محبان رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پارہ پارہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کے دل میں محبوب کبریا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت محبت تھی۔ بے پناہ عشق تھا۔ اپنے پیارے محبوب کے لئے غیرت رکھتے تھے اور آپ کی محبت میں مخمور تھے فرماتے ہیں۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم   گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

آپؑ نے ابتداء میں لیکھرام کو ایسا کرنے سے روکا۔ اسے بہت سمجھایا۔ محبت سے، پیار سے، دلائل و براہین سے مگر وہ اس خمیر سے پیدا نہ ہوا تھا کہ باز آجائے۔ اس کے اس طرز عمل میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا گیا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جب لیکھرام کی شوخی اور بے ادبی حد سے بڑھنے لگی اور اس کے نہایت ہی مکروہ طرز عمل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل چھلنی ہونے لگا۔ تب آپؑ نے نہایت پُرشوکت الفاظ میں اسے للکارا اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کی۔ اس طرح آپؑ نے جہاں ہزاروں لاکھوں گم گشتگان طریقت کو "واصل" بنایا وہاں خدا داد لقب "رُدّر" یعنی فنا کرنے والا کے پیش نظر اس راہ کے کانٹوں کو بھی صاف کیا تا کہ "خس کم جہاں پاک" کا نمونہ ہوں اور لیکھرام مذکور بھی ان میں سے ایک ہے جو کہ اعجاز مسیحا کا کشتہ بنا اور اسی شوخی، بے ادبی اور گستاخی کے پیش نظر وہ اسلام کے حق میں صداقت کی نشانی بن کر نہایت حسرت اور دکھ کی موت مرا اور زبان کی چھری استعمال کرنے والے کو لوہے کی چھری کا مزا چکھنا پڑا۔

اچھا نہیں ستانا، پاکوں کا دل دکھانا   گستاخ ہوتے جانا بد کی سزا یہی ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف مقامات پر اس کے اس بدرویہ کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"پس خدا نے مجھ کو اطلاع دی کہ وہ تو گوشت یعنی زبان کی چھری اسلام پر چلا رہا ہے مگر خدا تعالیٰ لوہے کی چھری سے اس کا کام تمام کرے گا۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔" (قادیان کے آریہ اور ہم از روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 429)

پھر فرمایا:۔

"واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصور سے بھی بدن کانپتا ہے اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔ کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔" (اشتہار 20 فروری 1893ء از مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 373)

پھر فرمایا

"جس نے پیشگوئی کی میعاد میں کوئی تضرع اور خوف ظاہر نہ کیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ گستاخ ہو کر بازاروں اور کوچوں اور شہروں اور دیہات میں توہین اسلام کرنے لگا۔ تب وہ میعاد کے اندر ہی اپنی اس بداعمالی کی وجہ سے پکڑا گیا اور وہ زبان اس کی جو گالی اور بدزبانی میں چھری کی طرح چلتی تھی اسی چھری سے اس کا کام تمام کر دیا۔"
(تذکرۃ الشہادتین از روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 42-43)

اسی امر کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک اور موقع پر آپؑ فرماتے ہیں:۔

"یہ بالکل غلط ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے۔مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں۔بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا توہین سے یاد کیا اس لئے خدا نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی عزت دنیا میں ظاہر کرے۔" (استفتاء از روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 122)

❁ اسی مضمون پر مشتمل ایک دلچسپ روایت پیش کی جارہی ہے جو چوہدری اللہ بخش صاحب آف بھڈال ضلع سیالکوٹ کی ہے۔آپ فرماتے ہیں:۔

" گھنو کے جھہ میں میری خوشدامن کی تعزیت کیلئے جو احباب آئے۔ان میں کوٹ آغا کے چوہدری شریف احمد بھی تھے جن کی عمر ایک سو سال کے ڈیڑھ دو مہینہ اوپر ہے۔انہوں نے ایک ایمان افروز واقعہ سنایا کہ نومبر 1911ء میں جن دنوں وہ پسرور ہائی سکول میں پڑھتے تھے ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی وہ سکول میں ساتھ لے گئے جس پر ہندو لڑکوں نے ہندو استاد کے پاس ان کی شکایت کردی اور اس نے ہیڈ ماسٹر تک بات پہنچا دی کہ اس کتاب میں لیکھرام کا واقعہ درج ہے اور ساتھ اس کی ایک تصویر بھی بنی ہوئی ہے یہ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ہیڈ ماسٹر صاحب کا تعلق لاہوری جماعت سے تھا انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ تم قادیان سے کسی عالم کو بلالو۔لیکھرام کی پیشگوئی کے بارے میں پسرور میں مناظرہ رکھ دیا گیا ہے چنانچہ قادیان اطلاع بھجوائی گئی جہاں سے مولوی جلال الدین شمس صاحب اور مولوی قمر الدین صاحب پسرور آ گئے۔گاؤں کے وسط میں سٹیج بنایا گیا۔ہندوؤں کی بڑی تعداد وہاں جمع ہوگئی۔قابل ذکر بات یہ تھی کہ علاقہ اور پسرور کے مسلمان بھی ہندوؤں کے ساتھ ہی بیٹھ گئے اور انہوں نے ایک مشہور عالم کو مناظرے کے لئے بلالیا۔

احمدیوں کی طرف سے محترم مولوی جلال الدین صاحب شمس مناظر تھے جبکہ مولوی قمر الدین صاحب صدر اجلاس تھے۔محترم شمس صاحب نے مناظرہ شروع کرتے ہی فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کو لیکھرام سے کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی،انہیں اس سے صرف یہ شکایت تھی کہ اس نے فلاں جگہ سب لوگوں کے سامنے قرآن شریف پر اپنا دایاں پاؤں رکھتے ہوئے کہا تھا کہ اگر یہ خدا کی کتاب ہے تو مجھ پر عذاب نازل کیوں نہیں ہوتا۔لیکھرام کی اس توہین کا حضرت مرزا صاحب پر بہت اثر ہوا اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ یا اللہ! یہ تو حد سے آگے بڑھ گیا ہے۔رسول پاکؐ اور قرآن شریف کی توہین کرنے سے باز نہیں آتا۔عبرت کا نشان بنا۔محترم شمس صاحب کا یہ کہنا تھا کہ تمام مسلمان اٹھ کر اس طرف آ گئے جس طرف احمدی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی طرف سے جو مسلمان مناظر آئے ہوئے تھے انہوں نے مناظرہ کرنے سے معذرت کرلی۔اس طرح ہندوؤں کو سخت ندامت کا منہ دیکھنا پڑا۔اس روز پسرور کے ہر مسلمان کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ مرزا صاحب نے اپنی ذات کے لئے نہیں رسول پاکؐ اور قرآن کے لئے لیکھرام کے لئے بددعا کی تھی۔" (ماہنامہ منادی گجرات اکتوبر 1996ء جلد 8 شمارہ 10 صفحہ 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی خواہش تھی کہ پنڈت لیکھرام،حضرت سید الانبیاء وامام الاصفیاء محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کے حق میں بد زبانی کے طریق کو ترک کر دے۔ آپؑ نے متعدد بار اسے خطوط، زبانی پیغامات اور اشتہارات کے ذریعہ سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا کیونکہ انبیاء کے خلاف گستاخی اور بد زبانی اس کی خوراک بن چکی تھی۔

اگر پنڈت لیکھرام رسول محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس بے باکی اور بدتہذیبی سے اپنی زبان اور قلم نہ چلاتا اور پھر اس پراتنی دیدہ دلیری نہ دکھلاتا تو خدا کی قسم حضرت مسیح موعود علیہ السلام ضرور اس کے حق میں دعا کرتے اور اس کا ایسا عبرت ناک انجام نہ ہوتا۔ مگر بے جا ضد عداوت، دشمنی اور کینہ پروری کے علاوہ آریہ سماجیوں کی واہ واہ نے اسے اپنے انجام سے غافل کر دیا اور آخر وہی ہوا جس کا وہ اپنے اعمال اور اقوال کی وجہ سے مستحق ٹھہر چکا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس غیرت دینی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

" کیا لیکھرام نے میرے کسی باپ اور دادا کو قتل کر دیا تھا؟ اس نے میری ذات کو کسی قسم کی تکلیف اور ایذا نہیں دی۔ ہاں اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر وہ گستاخانہ حملے کئے اور وہ بے ادبیاں کیں کہ میرا دل کانپ اٹھا اور میرا جگر پارہ پارہ ہوگیا۔ میں نے اس کی بے ادبیوں اور شوخیوں کو ٹکڑے ہوتے ہوئے دل کے ساتھ خدا کے حضور پیش کیا۔ اُس نے ان شوخیوں اور گستاخیوں کے عوض میں اس کی نسبت مجھے یہ پیشگوئی عطا فرمائی۔"

(ملفوظات جلد اول طبع جدید صفحہ 377-378)

ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خیر خواہی اور انسانی ہمدردی کے پیش نظر بار بار اسے سمجھایا لیکن دوسری طرف آپؑ کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب ؐ پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے۔ ناپاک حملے کرتے ہیں۔"

(پیغام صلح از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

ایک دفعہ لاہور اسٹیشن پر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ لیکھرام نے پہنچ کر سلام کیا۔ آپؑ نے اپنا رخ مبارک دوسری طرف کر لیا اور وضو میں مصروف رہے۔ لیکھرام نے سمجھا کہ شاید سنا نہیں اس نے دوسری طرف ہو کر سلام کرنا چاہا مگر اس عاشق رسول نے اپنا چہرہ پھر بدل لیا۔ بعض صحابہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو توجہ بھی دلائی کہ لیکھرام سلام کہہ رہا تھا۔

آپؑ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت میں بڑے جلالی انداز میں جواب دیا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی توہین کی ہے۔ میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔ (سیرت حضرت مسیح موعود حصہ دوم صفحہ 271)

گویا غیرت رسول اس قدر تھی کہ ایسے شخص سے سلامتی کا پیغام لینا گوارا نہ کیا جو آپ کے آقا کو بُرا بھلا کہتا تھا۔

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار،عقیدت اور غیرت کا ایک اور دلچسپ واقعہ بھی یہاں درج کیا جاتا ہے۔جس کا تعلق بھی لیکھرام ہی سے ہے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

"قادیان میں ایک صاحب محمد عبداللہ ہوتے تھے۔جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پکارتے تھے......ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضورؑ کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت بدزبانی سے کام لیا ہے اور حضورؑ کو گالیاں دی ہیں۔پروفیسر صاحب طیش میں آ کر بولے اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے ساختہ فرمایا۔"نہیں نہیں ایسا نہیں چاہئے۔ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے۔"پروفیسر صاحب اس وقت غصے میں آپے سے باہر ہو رہے تھے۔جوش کے ساتھ بولے۔واہ صاحب واہ! یہ کیا بات ہے آپؐ کے پیر (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی شخص بُرا بھلا کہے تو آپؑ فوراً مباہلہ کے ذریعہ اسے (مراد لیکھرام ہے) جہنم تک پہنچانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپؑ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں!!..........اس چھوٹے سے واقعہ میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور غیرت ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ جھلک نظر آتی ہے جس کی مثال کم ملے گی۔" (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ کی چار تقریریں صفحہ 32-33 تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 580)

ڈاکٹر ڈوئی کی بانی اسلامؐ کے متعلق شوخیاں اور حضرت مسیح موعودؑ کی للکار

ایک اور دشمن ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی جس کی پیدائش سکاٹ لینڈ کی ہے۔آسٹریلیا، سان فرانسسکو اور امریکہ کی دوسری مغربی ریاستوں سے ہوتا ہوا 1893ء میں شکاگو آیا جہاں اس نے اپنی شعلہ بیانی کی وجہ سے جلد شہرت حاصل کی اور زائن میں ایک سنٹر بنایا۔پیغمبری کا دعویٰ کیا اور کرسچن کیتھولک اپاسٹک چرچ کی بنیاد رکھی اور اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے ایک اخبار بھی جاری کیا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا جلد چہارم زیر لفظ ڈوئی صفحہ 203)

مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت نے اس سارے واقعہ کا احاطہ یوں کیا ہے۔

"ڈوئی شروع ہی سے اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے حضورؐ کو یاد کرتا تھا۔اس کے اندرونی بغض اور بدباطنی کا اندازہ لگانے کے لئے فقط یہ امر ہی کافی ہے کہ اس نے اپنے اخبار"لیوز آف ہیلنگ 25"راگست 1900ء میں صاف اور کھلے لفظوں میں یہ پیشگوئی کی کہ"میں امریکہ اور یورپ کی عیسائی اقوام کو خبردار کرتا ہوں کہ اسلام مُردہ نہیں ہے اسلام طاقت سے بھرا ہوا ہے اگرچہ اسلام کو ضرور نابود ہونا چاہئے۔محمڈن ازم کو ضرور تباہ ہونا چاہئے مگر اسلام کی بربادی نہ تو مضمحل لاطینی عیسویت کے ذریعہ ہو سکے گی نہ ہی بے طاقت یونانی عیسویت کے ذریعہ سے۔" (ڈوئی کا عبرتناک انجام صفحہ 7 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 242)

جب ڈوئی اپنی شوخیوں اور بے باکیوں میں یہاں تک پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کا ایک زبردست جوش پیدا کیا۔چنانچہ حضورؑ نے ستمبر 1902ء کو ایک مفصل

اشتہار لکھا جس میں حضورؑ نے تثلیث پرستی پر تنقید کرنے اور اپنے دعویٰ مسیحیت کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا۔

"حال میں ملک امریکہ میں یسوع مسیح کا ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوئی ہے۔اس کا دعویٰ ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دنیا میں اس کو بھیجا ہے تا سب کو اس بات کی طرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی اور خدا نہیں ...... اور بار بار اپنے اخبار میں لکھتا ہے کہ اس کے خدا یسوع مسیح نے اس کو خبر دی ہے کہ تمام مسلمان تباہ اور ہلاک ہو جائیں گے اور دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہے گا بجز ان لوگوں کے جو مریمؑ کے بیٹے کو خدا سمجھ لیں اور ڈوئی کو اس مصنوعی خدا کا رسول قرار دیں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 568-569)

"سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں بادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے؟ ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا۔وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کر دیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا مانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں۔اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔چاہئے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے راہ نکل آئے گی۔میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا اور یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے۔صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں۔صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے۔ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔" (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 569-570)

"اگر ڈوئی اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور در حقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا۔کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے نوٹس کا جواب نہ دیا اور یا اپنے لاف وگزاف کے مطابق دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہو گا۔مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔آمین" (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 570)

حضرت اقدسؑ نے یہ اشتہار براہ راست ڈوئی کو بھجوا دیا لیکن ڈوئی نے اس طریق فیصلہ کی طرف بھی ذرا توجہ نہ

کی بلکہ حضور کو براہ راست اس کا جواب تک نہ دیا۔اس پر مستزاد یہ کہ اسلام کے خلاف پہلے سے زیادہ بد زبانی شروع کردی۔چنانچہ اپنے ستمبر 1902ء کے پرچہ میں لکھا کہ:۔

"میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹا دیا جائے۔"

(حقیقۃ الوحی تتمہ از روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 509)

اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مضمون مباہلہ کو امریکہ کے مشہور و معروف اخبارات میں شائع کروادیا جس سے امریکہ اور یورپ میں اس کی دھوم مچ گئی۔ان میں سے بعض اخبارات نے حضرت اقدسؑ کا فوٹو شائع کیا۔بعض نے قبر مسیحؑ کی تصویر بھی چھاپی۔اخبار "ارگوناٹ سان فرانسسکو" نے حضرت اقدسؑ کے پیش فرمودہ طریق فیصلہ کو معقول اور منصفانہ تجویز قرار دیا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی از روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 505 تا 509)

حضورؑ کے اشتہار کو ایک سال گزر گیا اور امریکہ کے اخباروں نے اس کی بکثرت اشاعت کر کے ڈوئی کو شرم دلائی مگر ڈوئی نے اب بھی ایک لفظ تک منہ سے نہ نکالا اور نہ اس چیلنج کو قبول کیا نہ انکار۔البتہ اس نے مفتی محمد صادق صاحب فنانشل سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام کے نام ایک پرائیویٹ خط میں لکھا "خواہ کوئی شخص مجھے الیاس مانے یا نہ مانے میرے سلسلہ میں داخل ہو سکتا ہے۔میری نبوت کو ماننا سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے۔"

(ریویو آف ریلیجنز جلد 6 صفحہ 346 ستمبر 1903ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 246)

حضورؑ نے جب دیکھا کہ ڈوئی ایک سال کا عرصہ گزر جانے پر بھی نہ کھلے طور پر میدان مقابلہ میں آتا ہے نہ اپنی بد زبانی سے باز آتا ہے تو حضورؑ نے 23/اگست 1903ء کو ایک اور انگریزی اشتہار "پگٹ اور ڈوئی کے متعلق پیشگوئیاں" شائع فرمایا۔حضورؑ نے اس اشتہار میں صاف صاف تحریر فرمایا کہ:۔

"مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 606-607)

حضورؑ کے اس اشتہار کا بھی امریکہ کے اخباروں میں عام چرچا ہوا مثلاً اخبار " گلاسگو ہیرلڈ" نے 27/اکتوبر 1903ء کی اشاعت میں لکھا کہ "مرزا غلام احمد صاحب اپنی پیشگوئی مورخہ 23/اگست 1903ء میں ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اپنی دعوت مقابلہ کے جواب کا سات ماہ آئندہ تک انتظار کریں گے۔اگر اس عرصہ میں ڈاکٹر ڈوئی نے اس مقابلہ کو منظور کر لیا اور اس کی شرائط کو پورا کیا تو تمام دنیا اس مقابلہ کا انجام دیکھ لے گی۔میری عمر ستر سال کے قریب ہے حالانکہ ڈاکٹر ڈوئی صرف پچپن (55) سال کی عمر کا ہے۔لیکن چونکہ اس امر کا انفصال عمر پر نہیں ہے اس واسطے میں ان عمر کے سالوں کی تفاوت کی کچھ پروا نہیں کرتا۔مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں کہ اگر اب بھی ڈوئی مقابلہ سے

انکار کرے گا تو امریکہ کے پیغمبر کے دعاوی جھوٹ اور افترا ثابت ہو جائیں گے۔

(ریویو آف ریلیجز جلد 6 صفحہ 477-479، 1903ء)

حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار کے جواب میں ڈوئی اشاروں اشاروں سے میدان مقابلہ میں آ گیا اور وہ اس طرح کہ اس نے 26 دسمبر 1903ء کو اپنے اخبار میں لکھا کہ "لوگ مجھے بعض اوقات کہتے ہیں کہ کیوں تم فلاں فلاں بات کا جواب نہیں دیتے۔ کیا تم خیال کرتے کہ میں ان کیڑوں مکوڑوں کو جواب دوں گا۔ اگر میں اپنا پاؤں ان پر رکھوں تو ایک دم ان کو کچل سکتا ہوں۔ مگر میں ان کو موقع دیتا ہوں کہ میرے سامنے سے دور چلے جائیں اور کچھ دن اور زندہ رہ لیں۔"

12 دسمبر 1902ء کو لکھا۔

"اگر میں خدا کی زمین پر خدا کا پیغمبر نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔"

اس کے معاً بعد اس نے 27 دسمبر 1903ء کے اخبار میں نہایت بدزبانی سے حضورؑ کے لئے "بیوقوف محمدی مسیح" کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے لکھا۔

"ہندوستان میں ایک بے وقوف شخص ہے جو محمدی مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ مجھے بار بار کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کشمیر میں مدفون ہیں جہاں پر ان کا مقبرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ اس نے خود وہ (مقبرہ) دیکھا ہے مگر بے چارہ دیوانہ اور جاہل شخص پھر بھی یہ بہتان لگاتا ہے کہ حضرت مسیح ہندوستان میں فوت ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ خداوند مسیح بیت عنیاہ کے مقام پر آسمان پر اٹھایا گیا جہاں پر وہ اپنے سماوی جسم میں موجود ہے۔"

(حقیقۃ الوحی از روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 500)

پھر 23 جنوری 1903ء کو مسلمانوں کی تباہی کی پیشگوئی دہراتے ہوئے لکھا۔

"سینکڑوں ملین مسلمان جو اس وقت ایک جھوٹے نبی کے قبضہ میں ہیں انہیں یا تو خدائی آواز سننی پڑے گی یا وہ تباہ ہو جائیں گے۔" (عبرتناک انجام صفحہ 11 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 246)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اخلاقی، روحانی اور مادی موت کے فیصلہ پر کام شروع ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے "اخبار نیویارک ورلڈ" نے اس کے وہ 7 خطوط شائع کر دیئے جو اس نے اپنے باپ جان مرے ڈوئی کو اپنی ناجائز ولدیت کے بارے لکھے تھے۔ پھر فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے پرائیویٹ کمرہ سے شراب برآمد ہوئی۔ کنواری لڑکیوں سے اس کے ناجائز تعلقات سامنے آئے۔ بالآخر سسکتے ہوئے موت کو اپنے گلے لگا لیا، بیوی، بچے اور حواری تمام اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔

ڈوئی کی ہلاکت کا نشان دنیا کی تاریخ میں ایک غیر معمولی نوعیت کا نشان تھا جس نے مغرب کی مادیت پرست دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور امریکہ و یورپ کے بعض اخبارات کو تسلیم کرنا پڑا کہ محمدی مسیح کی پیشگوئی ایسی شان

سے پوری ہوئی ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

❀ چنانچہ "شکاگوٹریبون" نے 10 مارچ 1907ء کو لکھا۔

"ڈوئی کل صبح 7 بجکر 40 منٹ پر شیلوہاؤس میں مرگیا۔اس وقت اس کے خاندان کا کوئی فرد بھی موجود نہ تھا۔"

"ڈوئی کے مرنے کے چند گھنٹے بعد ہی اس کی آراستہ و پیراستہ اقامت گاہ اور اس کے سارے سامان پر سرکاری ریسیور مسٹر جان ہارٹلے نے صیحوں کے قرض خواہوں کے نام پر قبضہ کرلیا۔جب ڈوئی کی نعش صندوق میں پڑی ہوئی تھی اس وقت سرکاری کسٹوڈین مکان کے احاطہ میں جائیداد کی نگرانی کرتا رہا۔

یہ خود مصنوعی پیغمبر کسی اعزاز کے بغیر بالکل کسمپرسی کے عالم میں مرگیا۔اس وقت اس کے پاس نصف درجن سے بھی کم وفادار اور پیرو موجود تھے جن میں باتنخواہ ملازمین بجملہ ایک حبشی کے شامل تھے۔اس کے بستر موت پر کوئی قریبی عزیز نہ آیا اس کی بیوی لڑکا جیمسل مشی گن کے دوسری طرف والے مکان بین ملدوہی میں اس عرصہ میں مقیم رہے۔

وہ آدمی جس نے دوسروں کو شفا دینے کا پیشہ اختیار کیا وہ خود کو شفا نہ دے سکا۔اس کی غیر مطیع سپرٹ کو اس بیماری کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا جو اس کو قریباً دوسال سے دبوچے ہوئے تھی۔اس کا شفا دینے کا ایمان، اس کے فالج، ڈراپسی اور دوسری پیچیدہ امراض کے سامنے بالکل بے طاقت ثابت ہوا۔"

❀ رسالہ "انڈی پینڈنٹ" نے 14 مارچ 1907ء کو لکھا:۔

"ڈوئی اپنی مذہبی اور مالی طاقت میں آنکھوں کو خیرہ کردینے والے کمال تک پہنچا مگر پھر یک لخت نیچے آ گرا۔ اس حال میں اس کی بیوی، اس کا لڑکا، اس کا چرچ سب اس کو چھوڑ چکے تھے۔اس نے اپنے مزعومہ پیغمبری مرتبہ کے لئے رنگارنگ کا ایسا لباس بنایا ہوا تھا جو یوسف یا ہارون نے کبھی نہ پہنا ہوگا......شہر صیحوں کے لئے اور اپنی ذاتی شان و شوکت کے لئے اس نے ان اموال کو جو اس کی تحویل میں دیئے گئے ناجائز طور پر استعمال کیا۔ایسے آدمی سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے ناجائز کام کرنا بھی مناسب ہے کیونکہ ان کو یہ زعم ہوتا ہے کہ ان کا نظریۂ اخلاق دنیا کے مسلمہ نظریات سے بہت بلند ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 248)

❀ امریکن اخبار "ٹروتھ سیکر" نے اپنی اشاعت 15 جون 1907ء میں "مرسلین کی جنگ" کے عنوان سے اداریہ لکھا۔

"ڈوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مفتریوں کا بادشاہ سمجھتا تھا۔اس نے نہ صرف یہ پیشگوئی کی کہ اسلام صیحون کے ذریعہ سے تباہ کردیا جائے گا بلکہ وہ ہر روز یہ دعا بھی کیا کرتا تھا کہ ہلال (اسلامی نشان) جلد از جلد نابود ہو جائے۔ جب اس کی خبر ہندوستانی مسیح کو پہنچی تو اس نے اس ایلیا ءثانی کو للکارا کہ وہ مقابلے کو نکلے اور دعا کریں کہ "جو ہم میں سے جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔" قادیانی صاحب نے پیشگوئی کی کہ اگر ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کرلیا تو وہ میری آنکھوں کے سامنے بڑے دکھ اور ذلت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر جائے گا اور اگر اس نے چیلنج کو قبول نہ کیا تو

تب اس کا اختتام صرف کچھ توقف اختیار کر جائے گا۔موت اس کو پھر بھی جلد پا لے گی اور اس کے صیحوں پر بھی تباہی آ جائے گی۔ یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ صیحوں تباہ ہو جائے اور ڈوئی احمد (علیہ السلام) کی زندگی میں مر جائے۔"مسیح موعود" کے لئے یہ ایک خطرے کا قدم تھا کہ وہ لمبی زندگی کے امتحان میں اس "ایلیا ثانی" کو بلائیں۔ کیونکہ چیلنج کرنے والا ہر دو میں سے کم و بیش پندرہ سال زیادہ عمر رسیدہ تھا۔ایک ایسے ملک میں جو پلیگ اور مذہبی دیوانوں کا گھر ہو۔حالات اس کے مخالف تھے مگر آخر کار وہ جیت گیا۔" (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 249)

انجام آتھم کتاب اور عیسائیوں کو الزامی جواب

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ناموس رسالت کی خاطر آریہ سماجیوں کو الزامی جوابات دیئے۔اسی طرح عیسائیوں نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی اور الزامات کی حد کر دی۔جس میں پادری آتھم بھی شامل تھا۔تو آپؑ نے انجام آتھم کے نام پر ایک نابغہ روزگار کتاب لکھی جس میں آپؑ نے اسلام کے زندہ ہونے کا پُرشوکت اعلان کیا اور مخالفین کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

"میں ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰؑ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے اور اس کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں، میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے۔ان کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانو! تمہیں مُردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟ اور مُردار کھانے میں کیا لذت؟ آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔وہ اسلام کے ساتھ ہے۔اسلام اس وقت موسیٰ کا طور ہے۔جہاں خدا بول رہا ہے۔وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا۔آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں کہ اس بات کو پرکھے۔پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے۔تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا ایک مُردہ کفن میں لپیٹا ہوا۔پھر کیا ہے؟ کیا ایک مشت خاک۔کیا یہ مُردہ خدا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے۔ذرا آؤ! ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ اور اس سڑے گلے مُردہ کا میرے خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔"

(ضمیمہ انجام آتھم از روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 345-346)

اس چیلنج کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض الزامی جوابات بھی دیئے۔اس کی وجہ بیان کرتے

ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:۔

"ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں.....اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔"

(ضمیمہ انجام آتھم از روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 292-293 حاشیہ)

اور فرمایا:۔

"اگر پادری اب بھی پالیسی بدل دیں اور عہد کریں کہ آئندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں نکالیں گے تو ہم بھی عہد کریں گے کہ آئندہ نرم الفاظ کے ساتھ ان سے گفتگو ہوگی ورنہ جو کچھ کہیں گے اس کا جواب سنیں گے۔"

(ضمیمہ انجام آتھم از روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 292 حاشیہ در حاشیہ)

پھر فرمایا:۔

"ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں'' (ضمیمہ انجام آتھم از روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 13)

اُوپر درج ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کتاب "انجام آتھم" عیسائیوں کے بہت بڑے مناظر اور پادری عبداللہ آتھم کے لئے لکھی تھی۔یہ شخص بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گندے الفاظ سے یاد کیا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خبیث طبع انسان کو 9 ستمبر 1894ء کو چیلنج دیا کہ اگر اس عرصہ میں اس پر اسلام کی ہیبت طاری نہ ہوئی اور وہ تثلیث کے عقیدہ سے ذرہ بھر بھی متزلزل نہ ہوا اور اس نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تو وہ قسم اٹھاوے اسے ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

پھر حضورؑ نے اسی انعام کو دو چند، تین چند اور 4 ہزار روپیہ تک کرتے ہوئے لکھا کہ

"اب اگر آتھم صاحب قسم کھا لیں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفا کر کے دنیا کو دھوکہ دینا چاہا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 538)

لیکن آتھم صاحب نے قسم نہ کھائی اور آخر 27 جولائی 1896ء کو فیروزپور میں وفات پا گئے اور اسلام کی فتح کا ایک اور زبردست نشان ظاہر ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اہم پیشگوئی کی وضاحت کیلئے تین مستقل تصانیف انوار الاسلام، ضیاء الحق اور انجام آتھم تالیف فرمائیں۔حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کے سامنے جب آتھم کی پیشگوئی

کا ذکر ہوا اور لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی تو انہوں نے فرمایا:۔

" کون کہتا ہے کہ آتھم زندہ ہے مجھے تو اس کی لاش نظر آ رہی ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 508)

اور آتھم کی موت کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے سامنے جب کسی نے اعتراض کیا کہ آتھم میعاد کے بعد مرا۔ تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا کہ "اس بات کی کیا پرواہ ہے میں جانتا ہوں کہ آتھم انہی کی دعا سے مرا ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 509)

تصنیف ست بچن کے بعد سکھوں کی آنحضورؐ کے خلاف ہرزہ سرائی اور جری اللہ کا میدان میں اُترنا

معاند اسلام پنڈت دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں باوا نانک رحمہ اللہ پر بھی بے جا الزامات لگائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو جری اللہ تھے۔ آپ نے اسلام مخالف و دشمن عناصر کے ہر الزام کو تار تار کرنے کے لئے قدم اٹھائے۔ آپ نے باوا نانک رحمہ اللہ پر لگائے گئے الزامات کے جواب اور ان کی تردید کے لئے ست بچن تحریر فرمائی۔ جس میں آپ نے ثابت فرمایا کہ وہ عقیدہ اور مذہب کے اعتبار اور قول و فعل کے لحاظ سے سچے مسلمان تھے۔ انہوں نے ویدوں سے دستبرداری کا اظہار کیا اور اسلامی عقائد کو اختیار کیا۔ کلمہ طیبہ کو ہی مدار نجات قرار دیا۔ آپ نے چولہ باوا نانک کو بطور ثبوت اس کتاب میں پیش فرمایا۔

اس کتاب کی اشاعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں ہندوستان کی تمام بڑی بڑی قومیں متحد تھیں صرف سکھ علیحدہ نظر آتے تھے مگر وہ بھی "ست بچن" کی تصنیف سے بگڑ گئے اور عین اس وقت میدان مقابلہ میں آئے جب پنڈت لیکھرام کے قتل نے ملکی مطلع غبار آلود کر رکھا تھا اور وحشت و جنون کے گھٹاٹوپ بادل چھا رہے تھے۔

چنانچہ ایک صاحب سردار راجندر سنگھ نے "خبط قادیانی" کتاب لکھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ حملے کئے اور باوا نانکؒ کے مسلمان ہونے پر غم و غصہ کا اظہار کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سکھ قوم سے حسن ظن تھا جو اس کتاب سے مجروح ہوا آپ کو ہرگز یہ خیال نہیں تھا کہ سکھ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بے باکی کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے 18/اپریل 1897ء کو اس کے جواب میں مفصل اشتہار لکھا اور فرمایا:۔

" کوئی بُرا مانے یا بھلا۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان تمام مذہبوں میں سے سچ پر قائم وہی مذہب ہے۔ جس پر خدا کا ہاتھ ہے اور وہی مقبول دین ہے۔ جس کی قبولیت کے نور ہر ایک زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں یہ نہیں کہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ سو دیکھو! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ روشن مذہب اسلام ہے جس کے ساتھ خدا کی تائیدیں ہر وقت شامل ہیں۔ کیا ہی

بزرگ قدر وہ رسول ہے جس سے ہم ہمیشہ تازہ بتازہ روشنی پاتے ہیں اور کیا ہی برگزیدہ وہ نبی ہے۔ جس کی محبت سے روح القدس ہمارے اندر سکونت کرتی ہے۔" (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 88)

حضورؑ نے اس اشتہار میں سکھوں پر اتمام حجت کرتے ہوئے سردار راجندر سنگھ کو اسی آسمانی فیصلہ کی طرف بلایا جو آپؑ کے جوش ایمان اور منصب ماموریت کا ابتداء ہی سے طرہ امتیاز تھا۔ یعنی آپؑ نے انہیں دعوت دی کہ آپؑ اگر باوا نانکؒ کو مسلمان نہیں سمجھتے تو ایک مجلس عام میں اس مضمون کی قسم کھاویں کہ درحقیقت باوا نانکؒ صاحب دین اسلام سے بیزار تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا سمجھتے تھے اور اگر دونوں باتیں خلاف واقعہ ہیں تو اے قادر کرتار! مجھے ایک سال تک اس گستاخی کی سزا دے۔

حضرت اقدسؑ نے یہ وعدہ فرمایا کہ کسی اخبار میں یہ قسم شائع ہونے کے بعد ہم ان کے لئے پانچ سو روپیہ جمع کرا دیں گے۔ جو ان کے ایک سال تک زندہ رہنے کی صورت میں انہیں فی الفور دے دیا جائے گا۔ نیز یقین دلایا کہ اگر کسی انسان کے ہاتھ سے آپ کو تکلیف پہنچے تو وہ ہماری بددعا کا اثر ہرگز نہیں سمجھا جائے گا۔

(ماخوذ اشتہار 18 اپریل 1897ء از مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 90)

لیکن سردار راجندر سنگھ خدا کے شیر کی ایک ہی گرج سے ایسے دم بخود ہوئے کہ زندگی بھر انہوں نے اس طرف رخ کرنے کا نام نہیں لیا۔

بطل جلیل کے ذریعہ عیسائیت پر ایک اور کاری ضرب

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے عیسائی پادری و لیڈران ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور حکومت کی آشیرباد بھی ان کو حاصل رہی۔ حتیٰ کہ 1897ء آن پہنچا جب عیسائیت اپنے عروج پر تھی اور عیسائی پادری عیسائیت کے غلبہ کا ذکر بڑے فخریہ انداز میں اپنی تقاریر میں کرنے لگے۔ چنانچہ امریکہ کے ڈاکٹر جان ہنری بیروز نے ہندوستان کے دورہ کے دوران عیسائیت کے غلبہ کا ذکر یوں کیا۔

"آسمانی بادشاہت پورے کرۂ ارض پر محیط ہوتی جارہی ہے۔ آج دنیا بھر میں اخلاقی اور فوجی طاقت، علم وفضل، صنعت وحرفت اور تمام تر تجارت ان اقوام کے ہاتھ میں ہے جو آسمانی ابوت اور انسانی اخوت کی مسیحی تعلیم پر ایمان رکھتے ہوئے یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کرتی ہیں۔" (بیروز لیکچرز صفحہ 19)

پھر "عیسائیت کے عالمی اثرات" کے زیر عنوان اپنے ایک پبلک لیکچر میں اسلامی ممالک کے اندر عیسائیت کی عظیم الشان فتوحات پر فخر کرتے ہوئے ڈاکٹر بیروز نے یہ اعلان کیا۔

"اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روزافزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں ۔اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پرضوء افگن ہےتو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اورباسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے ۔یہ صورت حال پیش خیمہ ہےاس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ ۔دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی ۔اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق وصداقت کی منادی کی جائے گی کہ "ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے ۔" (بیروز لیکچرز صفحہ 42)

اس کے مقابلہ میں اسی سال اسلام کے بطل جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" لکھ کر بصرف اسلام کے دفاع میں ننگی تلوار بن کر عیسائیت پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ ان کے پاؤں اکھڑنے لگے آپؑ نے عیسائیوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو بے قیدی اورا باحت کا آرام تو ملا ہے ۔

"لیکن رُوحانی آرام جو خدا کے وصال سے ملتا ہے اس کے بارے میں تو میں خدا کی دُہائی دے کر کہتا ہوں کہ یہ قوم اس سے بالکل بے نصیب ہے ان کی آنکھوں پر پردے اوران کے دل مُردہ اور تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں ۔یہ لوگ سچے خدا سے بالکل غافل ہیں اور ایک عاجز انسان کو جو ہستی ازلی کے آگے کچھ بھی نہیں ناحق خدا بنا رکھا ہے ۔ان میں برکات نہیں،ان میں دل کی روشنی نہیں ۔ان کو سچے خدا کی محبت نہیں بلکہ اس سچے خدا کی معرفت بھی نہیں ۔ان میں کوئی بھی نہیں ہاں ایک بھی نہیں جس میں ایمان کی نشانیاں ہونی چاہئیں ۔مگر کہاں ہے کوئی ایسا عیسائی جس میں یسوع کی بیان کردہ نشانیاں پائی جاتی ہوں؟ پس یا تو انجیل جھوٹی ہے اوریا عیسائی جھوٹے ہیں ۔دیکھو قرآن کریم نے جو نشانیاں ایمانداروں کی بیان فرمائیں وہ ہرزمانہ میں پائی گئی ہیں ۔قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایمان دار کو الہام ملتا ہے ۔ایماندار خدا کی آواز سنتا ہے ۔ایماندار کی دعائیں سب سے زیادہ قبول ہوتی ہیں ۔ایماندار پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی ہیں ۔ایماندار کے شامل حال آسمانی تائیدیں ہوتی ہیں ۔سو جیسا کہ پہلے زمانوں میں یہ نشانیاں پائی جاتی تھیں اب بھی بدستور پائی جاتی ہیں ۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن خدا کا پاک کلام ہے اور قرآن کے وعدے خدا کے وعدے ہیں ۔

اُٹھو عیسائیو !اگر کچھ طاقت ہےتو مجھ سے مقابلہ کرو ۔اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے بے شک ذبح کردو ۔ورنہ آپ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں اور جہنم کی آگ پر آپ لوگوں کا قدم ہے ۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ازروحانی خزائن جلد 12 صفحہ 374)

اورخدا تعالیٰ سے علم پا کر جنوری 1897ء کو آپؑ نے ایک خاص اشتہار کے ذریعہ یہ اعلان کیا ۔

"میں ہردم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اورنصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے ۔میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون

ہوتا جاتا ہے ...... میں کبھی اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا ..... کوئی ان کو بچا نہیں سکتا اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان ہو گا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا ..... قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا، نہ کند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اُتارنے سے" (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 7)

اس بطل جلیل اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کا میدان میں اُترنا تھا کہ عیسائیت کی فتح کا بلند و بانگ دعویٰ کرنے والے جھاگ کی طرح بیٹھنا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے عیسائیت پسپا ہونے لگی۔ اسلام کی فتح کا سورج طلوع ہوا اور عیسائی خود معترف ہوئے کہ عیسائیت ہر جگہ ناکام ہو رہی ہے۔

چنانچہ ہیگ کے کثیر الاشاعت اخبار Nicnvoe Mangsoh Couron نے 20 ستمبر 1958ء کی اشاعت میں زیر عنوان "مغربی یورپ میں اسلامی مہم کا آغاز" لکھا ہے کہ

"اسلام کسی ایک خاص قوم یا علاقہ کا مذہب نہیں اور موجودہ عالمی مشکلات کا حل اس میں مضمر ہے ..... اس میں کوئی شک نہیں کہ گزشتہ گیارہ بارہ سال کے عرصہ میں یورپ نے بہت بڑی تعداد میں اسلام کو عملاً قبول نہیں کیا۔ مگر یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ اس عرصہ میں جماعت احمدیہ کی کوششوں سے ایک بھاری تعداد اسلام سے ہمدردی رکھنے والوں کی ضرور پیدا ہو گئی ہے۔ جو بہت ہی خوشگوار اور امید افزا ہے۔"

اسی طرح ہالینڈ کے مختلف شہروں کے پانچ اخبارات نے زیر عنوان "اسلامی ہلال یورپ کے افق پر" سوالیہ نشان دے کر لکھا کہ۔

"یورپ کا نوجوان طبقہ عیسائیت سے کچھ بیزار ہو رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ کسی بھی دوسری چیز کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف اسلام یورپ میں اتحاد کا علم لئے ہوئے ہے اور یہ نوجوان اُدھر مائل ہو رہے ہیں۔ اس بہاؤ کو روکنے کے لئے اور اس تبلیغ کے اثرات کو تھامنے کے لئے جس کا سب سے طاقتور انجن جماعت احمدیہ ہے ہمیں ان کی راہ میں ایک مضبوط ستون گاڑنا ہو گا۔" (بحوالہ روحانی خزائن جلد 12 تعارف صفحہ 12-13)

تحفہ قیصریہ کے ذریعہ ملکہ کو اسلام کا پیغام

اسلام کے بطل جلیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اشاعت توحید الٰہی اور تبلیغ پیغام خداوندی تھا۔ بالخصوص اسلام کے مخالفین کو آپ نے مسلسل اسلامی تعلیمات اپنانے کی دعوت کا سلسلہ جاری رکھا اور اس حوالہ سے آپ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ 1897ء میں ملکہ وکٹوریہ کی 60 سالہ جوبلی کے موقع پر آپؑ نے ملکہ کو مخاطب ہو کر تحفہ قیصریہ کے نام سے ایک پیغام تحریر فرمایا۔ جس میں مبارکباد کے علاوہ نہایت لطیف پیرایہ اور حکیمانہ انداز میں اپنے مرشد و آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تعلیم اور اصول بیان فرمائے جو امن عالم اور اخوت عالمگیر کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد ملکہ معظمہ کو لندن میں جلسہ مذاہب منعقد کرنے کی تجویز دے کر لکھا کہ اس سے انگلستان کے باشندوں کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہوں گی۔ آپؑ نے اسلام کے حق میں نشان نمائی کی بھی پیشکش فرمائی۔

حضورؑ نے تحفہ قیصریہ کے چند نسخے ملکہ وکٹوریہ، وائسرائے ہند اور لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو بھی ارسال کئے بلکہ ان کے لیے بایں الفاظ دعا کی۔

"اے قادر توانا!......ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھڑا کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر اس کا خاتمہ کر۔" (جلسہ احباب از روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 290)

جب ملکہ کی طرف سے تحفہ قیصریہ میں درج پیغام کا کوئی جواب موصول نہ ہوا تو دو سال کے بعد آپؑ نے ستارہ قیصریہ کے نام سے دوبارہ اسلام کا پیغام ملکہ کو دیا اور 27 ستمبر 1899ء کو گورنمنٹ انگریزی پر اتمام حجت کرنے کے لئے ایک میموریل شائع فرمایا اور جلسہ مذاہب منعقد کرنے کی ایک بار پھر درخواست کی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 361-362)

اس سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئینہ کمالات اسلام میں ملکہ وکٹوریہ کو ایک خط کے ذریعہ سے دعوت اسلام دے چکے تھے جس میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی خادم ہونے کی حیثیت سے ملکہ وکٹوریہ کو انہی الفاظ میں حق کا پیغام پہنچایا۔ جن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 628ء کے آخر میں قیصر و کسریٰ کو پہنچایا تھا۔

آپ کا تبلیغ اسلام کا یہی وہ مجاہدانہ کارنامہ تھا جسے چاچڑاں شریف سابق ریاست بہاولپور کے ایک صاحب کشف بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ نے بہت سراہا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"حضرت مرزا صاحب اپنے تمام اوقات عبادت الٰہی، دعا، نماز، تلاوت قرآن اور اسی نوع کے دوسرے مشاغل میں گزارتے ہیں۔ دین اسلام کی حمایت کے لئے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن

میں دعوت اسلام بھیجی ہے اسی طرح روس ،فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے، آپ کی تمام تر سعی جدوجہد یہ ہے کہ تثلیث وصلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر والحاد ہے۔صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور اس کی بجائے اسلامی توحید قائم ہوجائے۔" (تاریخ احمدیت جلد1 صفحہ 475-477)

2012ء کو لندن یو کے میں ہمارے موجودہ امام ہمام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور ارشاد پر کتاب تحفہ قیصریہ دوبارہ دیدہ زیب چھپوا کر موجودہ ملکہ الزبتھ کی ساٹھ سالہ جوبلی پر ملکہ کو پیش کی گئی اور یوں اسلام کا پیغام ایک بار پھر ملکہ اور خاندان شاہی کو ملا۔

تصنیف نجم الہدیٰ اور اسلامی تعلیم کا اظہار

حضرت مسیح موعودؑ نے 1898ء نجم الہدیٰ تحریر فرمائی اس میں بھی آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن وکمالات کا حسین نقشہ کھینچا ہے اور اپنی قوم کے سامنے دجال کے عالمگیر فتنہ کا نظارہ پیش کرتے ہوئے ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے دلائل وبراہین اور نشانوں سے اپنے دعویٰ مسیحیت کی سچائی ثابت کی ہے۔

کتاب "اُمہات المومنین" کی اشاعت اور "البلاغ" میں جواب

ایک بدزبان کشمیری مرتد احمد شاہ شائق عیسائی نے جو کسی زمانہ میں لداخ کا میڈیکل افسر اور جگراؤں ضلع لدھیانہ کا مشنری بھی رہ چکا تھا۔ انگلینڈ میں "اُمہات المومنین" کے نام سے ایک گندی کتاب لکھی اور اوائل 1898ء میں بڑے وسیع پیمانے پر مفت تقسیم کی۔اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اتنی غلیظ گالیاں دیں کہ مسلمانان ہند کے جگر چھلنی اور دل پارہ پارہ ہوگئے اور ہر طرف اس کے خلاف بہت شور اٹھا اور اخباروں میں زبردست احتجاج کیا گیا۔ہندوستان کے شرق وغرب میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔

مختلف مسلم انجمنوں نے اس اشتعال انگیز کتاب کا جواب دینے کی بجائے گورنمنٹ کی خدمت میں میموریل پر میموریل بھیجنے شروع کر دیے کہ اس کتاب کو ضبط کیا جائے اور اس کی اشاعت بند کی جائے۔کتاب ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم ہو کر اپنا زہر پوری شدت سے پھیلا چکی تھی اور اس کی ضبطی کا سوال اٹھانا محض اپنی شکست کا اعتراف کرنا تھا۔

یہ نازک صورتحال دیکھ کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے فوراً میدان میں آئے اور حضورؑ نے اپنی جماعت اور روشن خیال مسلمانوں کی طرف سے 4 مئی 1898ء کو نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر صاحب پنجاب کو ایک مفصل میموریل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پادریوں کی دریدہ دہنی ،فحش گوئی اور بدزبانی کی طرف توجہ دلانے کے لئے بھجوایا۔جس میں لکھا کہ ہم اسلامی انجمنوں کے میموریل سے قطعاً اتفاق نہیں کرتے۔اسلام ایک مقدس اور معقول مذہب ہے۔یہ کوئی عاجز اور فرماندہ دین نہیں کہ جو حملہ کرنے والوں کا جواب

دینے سے عاجز ہو۔پس کتاب "امہات المومنین" کے خلاف حکومت اپنے ملکی قوانین کے لحاظ سے از خود جو چاہے قدم اٹھائے مگر ہمارا فرض صرف یہ ہونا چاہئے کہ ہم اس کے اعتراضات کا جو درحقیقت نہایت نادانی یا دھوکہ دہی کی غرض سے کئے گئے ہیں خوبی اور شائستگی کے ساتھ جواب دیں۔اس طرح اس اشتعال دلانے والی کتاب کی قبولیت خود بخود گر جائے گی۔

ایک اور موقع پر فرمایا:۔

"چونکہ یہ میموریل اسلام اور اہل اسلام کی حمایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عزت اور قرآن کریم کی عظمت قائم کرنے اور اسلام کی پاکیزہ اور اصلی شکل دکھانے کے لئے لکھا گیا ہے،اس لئے اس کو آپ صاحبان کے سامنے پڑھے جانے سے صرف یہ غرض ہے کہ تا آپ لوگوں سے بطور مشورہ دریافت کیا جائے کہ آیا مصلحتِ وقت یہ ہے کہ کتاب کا جواب لکھا جائے یا میموریل بھیج کر گورنمنٹ سے استدعا کی جائے کہ وہ ایسے مصنفین کو سرزنش کرے اور اشاعت بند کردے۔پس آپ لوگوں میں سے جو کوئی اس پر نکتہ چینی کرنا چاہے تو وہ نہایت آزادی اور شوق سے کرسکتا ہے۔"

(مجمع میں سے)ایک شخص بولا کہ اگر کتاب کی اشاعت بند نہ ہوئی تو ہمیشہ تک طبع ہوتی رہے گی۔

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اگر ہم واقعی طور پر کتاب کی اشاعت بند نہ کریں جو اس کے روکنے کی صورت میں ہو سکتی ہے تو گورنمنٹ سے ایک بار نہیں ہزار دفعہ اس قسم کی مدد لے کر اس کی اشاعت بند کی جائے،وہ رک نہیں سکتی۔اگر اس تھوڑے عرصہ کے لئے وہ برائے نام بند بھی ہو جائے تو پھر بھی بہت سی کمزور طبیعت کے انسانوں اور بعض آنے والی نسلوں کے لئے یہ تجویز زہر قاتل ہوگی۔کیونکہ جب ان کو یہ معلوم ہوگا کہ فلاں کتاب کا جواب جب مسلمانوں سے نہ ہو سکا تو اس کے لئے گورنمنٹ سے بند کرانے کی کوشش کی۔اس سے ایک قسم کی بدظنی ہمارے مذہب کی نسبت پیدا ہوگی۔پس میرا یہ اصول رہا ہے کہ ایسی کتاب کا جواب دیا جاوے اور گورنمنٹ کی ایک سچی امداد یعنی آزادی سے فائدہ اٹھایا جائے اور ایسا شافی جواب دیا جائے کہ خود ان کو اس کی اشاعت کرتے ہوئے ندامت محسوس ہو۔دیکھو جیسے ہمارے مقدمہ ڈاکٹر کلارک میں ان کو جب معلوم ہو گیا کہ مقدمہ میں جان نہیں رہی اور مصنوعی جادو کا پتلا ٹوٹ گیا۔تو انہوں نے آتھم کی بیوی اور داماد جیسے گواہ بھی پیش نہ کئے۔پس میری رائے یہی ہے اور میرے دل کا فتویٰ یہی ہے کہ اس کا دندان شکن جواب نہایت نرمی اور ملاطفت سے دیا جائے۔پھر خدا چاہے گا تو ان کو خود ہی جرات نہ ہوگی۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 158-159)

اس میموریل کے علاوہ حضورؑ نے دوسرا کام یہ کیا کہ انہی دنوں ایک کتاب "البلاغ" تصنیف فرمائی جس میں حضورؑ نے دیگر مسلمان فرقوں کے طریق کو غیر مفید قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ مناسب یہی ہے کہ تمام اعتراضات کا تسلی

بخش جواب دیا جائے اور آپؑ نے مخالفین اسلام کے جواب میں دنیا کی مختلف زبانوں میں لٹریچر شائع کرنے کی ایک جامع سکیم مسلمانوں کے سامنے رکھی اور انہیں بتایا کہ اس وقت تک کروڑوں کتابیں عیسائیوں کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ میموریل اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس وقت پادریوں کی زہریلی تحریرات اور ملحدانہ فلسفہ نے اسلام پر یورش کر رکھی ہے اور امہات المومنین کی طرز کی کتابوں کا سیلاب اُمڈ آیا ہے۔ پس ایسی صورت میں دفاع کی صرف ایک ہی قابل عمل صورت ہے کہ اسلامی تعلیم کی عمدگی ایسے دلکش انداز میں ثابت کی جائے کہ پادریوں کی ساٹھ سالہ دجالانہ کارروائیاں خاک میں مل جائیں اور اسلام کا منور چہرہ آفتاب کی طرح سامنے آ جائے۔

یہ جامع سکیم پیش کرتے ہوئے حضورؑ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ "اے بزرگو! یہ وہ زمانہ ہے جس میں وہی دین اور دینوں پر غالب ہوگا جو اپنی ذاتی قوت سے اپنی عظمت دکھاوے۔ پس جیسا کہ ہمارے مخالفوں نے ہزاروں اعتراض کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ اسلام کے نورانی اور خوبصورت چہرہ کو بدشکل اور مکروہ ظاہر کریں ایسا ہی ہماری کوششیں اسی کام کے لئے ہونی چاہئیں کہ اس پاک دین کی کمال درجہ کی خوبصورتی اور بے عیب اور معصوم ہونا بپایہ ثبوت پہنچا دیں ......اور ان کو دکھلا دیں کہ اسلام کا چہرہ کیسا نورانی، کیسا مبارک اور کیسا ہر ایک داغ سے پاک ہے۔ ہمارا کام جو ہمیں ضروری کرنا چاہئے وہ یہی ہے کہ یہ دجل اور افتراء جس کے ذریعہ سے قوموں کو اسلام کی نسبت بدظن کیا گیا ہے اس کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ یہ کام سب کاموں پر مقدم ہے جس میں اگر ہم غفلت کریں تو خدا اور رسول کے گناہ گار ہوں گے۔ سچی ہمدردی اسلام کی اور سچی محبت رسول کریم کی اس میں ہے کہ ہم ان افتراؤں سے اپنے مولیٰ و سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ثابت کر کے دکھلائیں ......خدا تعالیٰ نے ہمارے دل کو اسی امر کے لئے کھولا ہے کہ اس وقت اور اس زمانہ میں اسلام کی حقیقی تائید اسی میں ہے کہ ہم اس تخم بدنامی کو جو بویا گیا ہے اور ان اعتراضات کو جو یورپ اور ایشیا میں پھیلائے گئے ہیں جڑ سے اکھاڑ کر اسلامی خوبیوں کے انوار اور برکات اس قدر غیر قوموں کو دکھلا دیں کہ ان کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔" (البلاغ از روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 382-383)

"امہات المومنین" کی اشاعت پر مسلمانوں میں زبردست ہیجان دیکھ کر عیسائی اخبار "نور افشاں" (لدھیانہ) نے نہایت درجہ عاقبت نااندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے اور زیادہ اشتعال پھیلانا شروع کر دیا جس سے ملکی فضا اور زیادہ مکدر ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتنہ وفساد کے شعلوں کو پھیلتے دیکھا تو اکتوبر 1898ء میں وائسرائے ہند وکٹر الیگزنڈر بروس ایلجن کے نام ایک میموریل بھیجا جس میں 1895ء کے مذہبی مباحثات سے متعلق میموریل کی تجاویز کا اعادہ کرتے ہوئے مزید یہ تجویز بھی پیش فرمائی کہ

" گورنمنٹ عالیہ دس برس تک جس حد تک مناسب سمجھے اس طریق بحث کو قطعاً مسدود فرما دے کہ کوئی فریق دوسرے کے عقیدے اور مذہب پر حملہ کرے یا کسی قسم کی نکتہ چینی سے فریق مخالف کو ایذا پہنچاوے بلکہ ہر ایک فریق اپنی کل تحریروں اور تقریروں کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے تک محدود رکھے اور دوسرے فرقوں اور دوسرے

فرقوں کے عقائد اوران کے حسن و قبح کا ذکر نہ کرے۔" (الحکم 15اکتوبر 1898ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 20)

"دیسی پادریوں کے نہایت دلآزار حملے اور توہین آمیز کتابیں درحقیقت ایسی تھیں کہ اگر آزادی کے ساتھ ان کی مدافعت نہ کی جاتی اوران کے سخت کلمات کے عوض میں کسی قدر مہذبانہ سختی استعمال میں نہ آتی تو بعض جاہل جو جلد تر بدگمانی کی طرف جھک جاتے ہیں شاید یہ خیال کرتے کہ گورنمنٹ کو پادریوں کی خاص رعایت ہے مگر اب ایسا خیال کوئی نہیں کرسکتا اور بالمقابل کتابوں کے شائع ہونے سے وہ اشتعال جو پادریوں کی سخت تحریروں سے پیدا ہونا ممکن تھا اندر ہی اندر دب گیا اور لوگوں کو معلوم ہوگیا ہے کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ نے ہر ایک مذہب کے پیرو کو اپنے مذہب کی تائید میں عام آزادی دی ہے جس سے ہر ایک فرقہ برابر فائدہ اٹھا سکتا ہے......حال میں ہی جو اسی 1897ء میں پادری صاحبوں کی طرف سے مشن پریس گوجرانوالہ میں اسلام کے رد میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام یہ رکھا ہے "امہات المومنین یعنی دربار مصطفائی کے اسرار" وہ ایک تازہ زخم مسلمانوں کے دلوں کو پہنچانے والی ہے اور یہ نام ہی کافی ثبوت اس تازہ زخم کا ہے اوراس میں اشتعال دہی کے طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی ہیں اور نہایت دلآزار کلمے استعمال کیے ہیں ......پھر دل دکھانے کے لئے ہزار کاپی اس کتاب کی مسلمانوں کی طرف مفت روانہ کی گئی ہے۔چنانچہ آج ہی کی تاریخ جو 15فروری 1898ء ہے ایک جلد مجھ کو بھی بھیج دی ہے حالانکہ میں نے طلب نہیں کی اوراس کتاب میں یعنی صفحہ 5 میں لکھ بھی دیا ہے کہ "اس کتاب کی ایک ہزار جلدیں مفت بصیغہ ڈاک ایک ہزار مسلمانوں کی نذر کرتے ہیں" اب ظاہر ہے کہ جب ایک ہزار مسلمان کو خواہ نخواہ یہ کتاب بھیج کر ان کا دل دکھایا گیا تو کس قدر نقص امن کا اندیشہ ہوسکتا ہے اور یہ پہلی تحریر ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی پادری صاحبوں نے بار بار بہت سی فتنہ انگیز تحریریں شائع کی ہیں اور بے خبر مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے وہ کتابیں اکثر مسلمانوں میں تقسیم کی ہیں جن کا ایک ذخیرہ میرے پاس بھی موجود ہے......میرے نزدیک ایک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرماوے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتابوں کی بناء پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلم اور مقبول ہوں اوراعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کرسکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرماوے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔میں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ قوموں میں صلحکاری پھیلانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لاوے اگر گورنمنٹ عالیہ میری اس درخواست کو منظور کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ چند سالوں میں تمام قوموں کے کینے دور ہو جائیں گے اور بجائے بغض محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ کسی دوسرے قانون سے اگر چہ مجرموں سے تمام جیل خانے بھر جائیں مگر اس قانون کا ان کی اخلاقی حالت پر نہایت ہی کم اثر پڑے گا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 194-195)

"معصوم نبی اور زندہ رسول" پر لیکچرز کے مقابل پر حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت نبی پاکؐ کو زندہ رسول، قرآن کو زندہ کتاب اور اسلام کو زندہ دین ثابت کرنا

1899ء میں لارڈ کرزن ہندوستان کے وائسرائے بنا کر بھیجے گئے اور ساتھ ہی پنجاب کے عیسائی نظام میں یہ تبدیلی عمل میں لائی گئی کہ لارڈ کرزن کے چہیتے اور دلی کے مشہور پُر جوش مسیحی پادری جارج الفریڈ لیفرائے کو لاہور کا بشپ بنا دیا گیا۔ یہ صاحب اپنے مذہب کی تبلیغ میں جارحانہ پالیسی کے قائل اور عبرانی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے فاضل تھے اور عیسائی حلقوں میں خاص عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ دلی کے مشہور رائیا مولوی احمد مسیح انہیں کی کوششوں سے عیسائی ہوئے اور پادری و مسیحی کہلائے۔ مباحثات کا شوق انہیں پہلے ہی جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا اس لئے انہوں نے بشپ بنتے ہی اپنے انگریز بھائیوں پر یہ بات واضح کی کہ خداوند یسوع نے ہندوستان کو بطور امانت سپرد کیا ہے اس لئے ہمیں تندہی سے تبلیغ کرنی چاہئے نیز بڑے وسیع پیمانہ پر عیسائیت کی سرگرمیوں کا آغاز کرتے ہوئے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔

اس پروگرام کے تحت 18 مئی 1900ء کو انہوں نے "معصوم نبی" کے موضوع پر ایک تقریر کی جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق قرآن مجید میں ذنب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ گناہ گار تھے آخر میں انہوں نے مسلمانوں کو چیلنج دیا کہ اگر انہیں کوئی اعتراض ہے تو میدان میں آئیں سوال کریں۔ اس مجمع میں حضرت مسیح موعودؑ کے مشہور مرید حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی موجود تھے۔ باقی مسلمان تو لیفرائے کے دلائل سن کر دہشت زدہ ہو گئے وہ بولنے کی جرات کیسے کرتے مگر مفتی صاحب جو کاسر صلیب کے غلام تھے جوش غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور تقریر کے ایک ایک اعتراض کا اس خوبی سے جواب دیا کہ ان کے سبھی دعاوی کی دھجیاں بکھر گئیں مثلاً انہوں نے کہا کہ مسیح کی عصمت پر لوقا یا مرقس کے حوالے دینا کوئی سودمند بات نہیں ہو سکتی۔ بہتر یہ ہے کہ خود مسیح کے اپنے منہ کے الفاظ دیکھے جائیں کہ وہ اپنی طہارت اور پاکیزگی کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ انجیل متی باب 19 آیت 17 میں لکھا ہے کہ اس نے کہا "تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک خدا۔" پس جو نیک نہیں وہ معصوم کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ مفتی صاحب نے زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ ذنب، خطا، جرم اور جناح سب الفاظ کا ترجمہ گناہ کیا جاتا ہے حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ نیز بتایا کہ قرآن کریم کے نزدیک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کی عصمت پر خدا نے صاف لفظوں میں زور دیا ہے۔ اس تقریر سے بشپ صاحب مبہوت ہو کر رہ گئے اور مسلمان اسلام کی اس زبردست فتح پر بہت خوش ہوئے اور کئی دن تک اس کا عام چرچا رہا کہ مرزائی جیت گئے۔ (الحکم 31 مئی 1900ء)

بشپ صاحب نے اپنی ناکامی کی خفت مٹانے کے لئے اشتہار دیا کہ وہ 25 مئی کو "زندہ رسول" پر پھر لیکچر دیں گے۔ اس اشتہار سے مسلمانوں میں بڑا جوش پھیل گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اس کی خبر ہوئی ۔ آپؑ بیماری کی وجہ سے نڈھال تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وجلال کے لئے آپؑ کو خدا تعالیٰ نے جو دینی غیرت بخشی تھی اس نے اسلام وعیسائیت کی اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے آپؑ کے اندر زبردست جوش پیدا کر دیا اور آپؑ نے اسی وقت قلم پکڑ لیا اور زندہ رسول کے متعلق ایک لاجواب مضمون لکھا جس میں آپؑ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ناقابل تردید دلائل سے ثبوت دینے کے بعد بتایا کہ :۔

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اسی ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرا لے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو کچھ عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں کیوں کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دیکھو میں زمین اور آسمان کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّااللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں پیش کیا گیا اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے ۔نشان ظاہر ہو رہے ہیں ۔ برکات ظہور میں آرہے ہیں ۔غیب کے چشمے کھل رہے ہیں ۔ پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکال لے" (مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 388)

یہ مضمون جو صرف ڈیڑھ دو گھنٹہ میں روح القدس کی خاص تائید سے لکھا گیا تھا آپ کی ہدایت کے تحت راتوں رات چھاپ دیا گیا ۔حضرت اقدسؑ خود لالٹین لے کر بورڈنگ میں تشریف لائے اور طلباء کو اس کی کاپیاں تہہ کرنے کے لئے اٹھایا چنانچہ انہوں نے ساری رات جاگ کر نہایت خلوص سے یہ دینی خدمت سرانجام دی ۔مفتی محمد صادق صاحبؓ چار بجے صبح اشتہار لے کر بٹالہ روانہ ہوئے اور عین وقت پر لاہور جلسہ میں پہنچ گئے ۔

اشتہار کے مطابق بشپ لیفرائے نے "زندہ رسول" پر تقریر کی ۔اس کے بعد سوالات کا موقع دیا جس پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے حضرت اقدس علیہ السلام کا مطبوعہ مضمون نہایت پُر شوکت انداز میں پڑھ کر سنایا ۔اس مضمون کی ایک بھاری خصوصیت یہ تھی کہ اگر چہ یہ ایک دن پہلے لکھا گیا تھا مگر اس میں بشپ صاحب کی تقریر کا مسکت جواب موجود تھا اور لوگ حیران تھے کہ بشپ صاحب کی تقریر کے خاتمہ پر اتنا زبردست مضمون آناً فاناً چھپ کر شائع کیسے ہو گیا ؟ مضمون کا پڑھنا ہی تھا کہ لاہور ایک بار پھر اسلام کی فتح کے نعروں سے گونج اٹھا اور بشپ صاحب کو جو گزشتہ داغ مٹانے کے خیال سے آئے تھے ایسی زبردست شکست ہوئی کہ چہرے سے ہوائیاں اڑنے لگیں اور انہوں نے صرف یہ کہہ کر چپ سادھ لی کہ "معلوم ہوتا ہے کہ تم مرزائی ہو ہم تم سے گفتگو نہیں کرتے ہمارے مخاطب عام مسلمان ہیں ۔" اس وقت تین ہزار کے قریب مجمع تھا ۔مسلمانوں نے جو ایک کثیر تعداد میں موجود تھے بالاتفاق اقرار کیا کہ.....**آج اسلام کی عزت اس نبی نے رکھ دکھائی ہے۔** (الحکم 14 مئی 1908ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندہ نبی پر مضمون لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بشپ صاحب کے گزشتہ لیکچر کا پورا پورا تعاقب کرتے ہوئے 25 مئی 1900ء کو ہی ایک دوسرا اشتہار دیا کہ بشپ صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقابل پر مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا ثابت کر کے دکھلائیں۔ یہ ایک عمدہ ارادہ ہے مگر بشپ صاحب کے اس طریق بحث سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہوگا کہ پبلک کو یہ دکھایا جائے کہ فلاں نبی نے کوئی گناہ نہیں کیا کیونکہ مذاہب کا گناہوں کی تعیین پر اتفاق نہیں ہے۔ بعض فرقے شراب نوشی کو سخت گناہ قرار دیتے ہیں مگر بعض کے عقیدہ کے موافق اس میں روٹی بھگو کر نہ کھائی جائے تو دینداری کی سند نہیں حاصل ہوسکتی۔ بنابریں حضور نے انہیں توجہ دلائی کہ اگر وہ مردمیدان بن کر تحقیق حق کے شائق ہیں تو وہ "معصوم نبی" کا موضوع اختیار کرنے کی بجائے اس بارے میں بحث کرلیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضہ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم مقابلہ اور موازنہ کیا جائے یعنی یہ دکھلایا جائے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہوتی ہے۔ پس اس قسم کی صفات فاضلہ میں مقابلہ ہونا چاہیے نہ صرف ترک شر میں جس کا نام بشپ صاحب معصومیت رکھتے ہیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 379)

بشپ لیفرائے (جو دو دفعہ اسلام کے مقابلہ میں صریح شکست اٹھا چکے تھے) باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو، آپ کے بعض دوستوں اور دوسرے مسلمانوں کے انگیخت کرنے کے وہ میدان میں نہ آئے اور وہ لیکچر کے بعد لاہور سے شملہ بھاگ گئے اور میدان مناظرہ میں آنے سے انکار کر دیا اور کہا میرا اصل کام عیسائی کلیسیا کی اندرونی اصلاح اور اس کو مضبوط کرنا ہے۔ یہ اصل کام چھوڑ کر میں مجوزہ مباحثہ میں حصہ نہیں لے سکتا۔ انڈین ڈیلی ٹیلی گراف کے علاوہ کئی ایک ملکی اخبارات نے احمدیوں کی اس فتح کا ذکر کیا اور لکھا کہ اس تمام بحث سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی شان مقام کا ہمیں علم ہوا ہے۔ انڈین سپیکٹیٹر نے بھی بشپ کے گریز پر تبصرہ کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 93-95)

عصمت انبیاء کے موضوع پر سلسلہ مضامین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے مایہ ناز علم کلام کی فرومائیگی کو انتہا تک پہنچانے کے لئے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں "عصمت انبیاء" کے موضوع پر کئی قسطوں میں ایک زبردست مضمون لکھا جس نے بس دن ہی چڑھا دیا اور دیگر انبیاء کے مقابل ہر جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی افضلیت اور برتری بالکل نمایاں ہوگئی۔

(ریویو آف ریلیجنز جلد 1 نمبر 5- مئی 1902ء)

آریہ سماج کی طرف سے ایک بار پھر توہین اسلام اور اس کا جواب نسیم دعوت اور سناتن دھرم کی صورت میں

1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشورہ کئے بغیر بعض نومسلم حضرات نے محض ہمدردی اور خیر خواہی کی بناء پر اپنی قوم (آریہ سماجیوں) پر اتمام حجت کے لئے ایک اشتہار شائع کیا۔

اس کے جواب میں آریہ سماج والوں نے "قادیانی پوپ کے چیلوں کی ایک ڈینگ کا جواب" کے نام سے اشتہار دے دیا۔جس میں انہوں نے حسب سابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اعتراضات کے پیرایہ میں توہین وتحقیر کے سخت الفاظ لکھے اور گالیاں دیں نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور معززین جماعت کی نسبت زبان درازی اور گندی گالیاں دیں۔اس کے ساتھ ساتھ قادیان میں ایک جلسہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔اپنے آقا ومطاع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے سخت توہین آمیز الفاظ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام متعدد بار اس سے قبل جواب دے چکے ہیں،اس دفعہ آپ کا خیال تھا کہ ایسے گندہ دہن لوگوں سے نہ ہی مخاطب ہوا جائے مگر وحی خاص سے آپ کو اس کا جواب لکھنے کا حکم ہوا۔چنانچہ آپ نے "نسیم دعوت" تصنیف فرمائی۔جس میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے اپنی وحی خاص سے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اس تحریر کا جواب لکھ اور میں جواب دینے میں تیرے ساتھ ہوں۔تب مجھے اس مبشر وحی سے بہت خوشی پہنچی کہ جواب دینے میں مَیں اکیلا نہیں۔سو میں اپنے خدا سے قوت پا کر اٹھا اور اس کی روح کی تائید سے میں نے اس رسالہ کو لکھا اور جیسا کہ خدا نے مجھے تائید دی میں نے یہی چاہا کہ ان تمام گالیوں کو جو میرے نبیؐ مطاع کو اور مجھے دی گئیں نظر انداز کر کے نرمی سے جواب لکھوں اور پھر یہ کاروبار خدا تعالیٰ کے سپرد کر دوں۔" (نسیم دعوت از روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 364)

نیز اس کتاب میں اسلام کی خوبیاں،دیگر مذاہب عالم پر کھول کھول کر بیان فرمائیں اور یہ کتاب آریہ سماج کے جلسہ کے روز طبع ہو کر شائع ہوگئی۔

جب یہ کتاب پنڈت رام بھجدت صاحب پریذیڈنٹ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے پاس آریہ سماج کے جلسہ قادیان میں پہنچی تو انہوں نے اپنی آخری تقریر میں حضورؑ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"اگر وہ مجھ سے اس بارے میں گفتگو کرتے تو جو کچھ نیوگ کرانے کے فائدے ہیں سب ان کے پاس بیان کرتا۔" (سناتن دھرم روحانی الخزائن جلد 19 صفحہ 467)

حضرت اقدسؑ کو جب ایک ذمہ دار آریہ سماجی لیڈر کی نیوگ جیسے مسئلہ کے بارے میں یہ رائے پہنچی تو حضورؑ نے "سناتن دھرم" کے نام سے 8 مارچ 1903ء کو ایک دوسرا مختصر رسالہ شائع فرمایا جسے "نسیم دعوت" کا تتمہ کہنا چاہئے۔حضورؑ نے "سناتن دھرم" میں نیوگ کی بناء پر آریہ سماج کی خوب قلعی کھولی اور اس کے مقابل پر اسلام کی تعلیم بیان فرمائی۔

"ینابیع الاسلام" کے جواب میں "چشمہ مسیحی"

عیسائی پادری نے اپنی کتاب "ینابیع الاسلام" میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن کریم میں کوئی نئی تعلیم نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذباللہ) گزشتہ انبیاء کی کتب مقدسہ سے سرقہ کر کے قرآنی شریعت کو مرتب کیا ہے۔

اس کتاب سے بانس بریلی کے ایک مسلمان نے متاثر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اسلام پر اپنے شک کا اظہار کیا۔ حضور علیہ السلام نے 9 مارچ 1906ء کو چشمہ مسیحی کے نام سے ایک تصنیف فرما کر "ینابیع الاسلام" میں اسلام پر اُٹھنے والے سوالات و وساوس کے مسکت جواب دیئے اور ثابت فرمایا کہ انجیل لفظ بلفظ طالمود سے نقل ہے۔ ایک ہندو نے یہ ثابت کیا ہے کہ انجیل بدھ کی تعلیم کا سرقہ ہے اور خود یورپ کے عیسائی محققین نے لکھا ہے کہ انجیل کی بہت سی عبارتیں اور تمثیلیں یوز آسف کے صحیفہ سے ملتی ہیں تو کیا اب حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کو بھی مسروقہ ہی قرار دیا جائے۔ حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ قرآن کا اگر کوئی حصہ قدیم نوشتوں سے ملتا ہے تو یہ وحی الٰہی میں توارد ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو محض اُمّی تھے، یونانی اور عبرانی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ قرآن ایک زندہ معجزہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس میں جو گزشتہ خبریں اور قصے ہیں وہ بھی اپنے اندر پیشگوئیوں کا رنگ رکھتے ہیں۔ پھر اس کی فصاحت و بلاغت بھی ایسا معجزہ ہے جس کی آج تک کوئی نظیر نہیں ملتی۔

حضورؑ نے اسلام اور عیسائیت کے عقائد و تعلیمات جیسے درباره عفو و انتقام کا موازنہ پیش فرمایا اور اسلام کی فضیلت پر نہایت عمدہ پیرایہ میں نجات حقیقی کا فلسفہ بیان فرمایا اور مسلمانوں کو یوں توجہ دلائی:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزار سلام) اپنے افاضہ کی رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں کیونکہ گزشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آ کر ختم ہو گیا اور اب وہ قوم اور وہ مذہب مُردے ہیں۔ کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے اسی لئے باوجود آپؐ کے اس فیضان کے اس امت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے بلکہ آپؐ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا۔" (چشمہ مسیحی از روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 389)

آریوں کے اخبار "شبھ چنتک" میں ہرزہ سرائی اور "قادیان کے آریہ اور ہم" کی تصنیف

قادیان کے آریوں کے اخبار 'شبھ چنتک' میں ہمیشہ ہی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت ناشائستہ زبان استعمال ہوتی رہی۔ اس اخبار میں لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کی طرف منسوب کر کے ایک اعلان شائع

ہوا کہ ہم مرزا صاحب کے کسی بھی نشان کے گواہ نہیں۔اس کی وجہ یہ بنی کہ دسمبر 1906ء کے جلسہ سالانہ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا کہ قادیان کے تمام ہندو خاص طور پر لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل میرے بیسیوں نشانات کے گواہ ہیں۔

تب حضورؑ نے ایک فیصلہ کن رسالہ بعنوان ''قادیان کے آریہ اور ہم'' تصنیف فرمایا۔حضورؑ نے اس رسالہ میں چند نشانات تحریر فرما کر لکھا کہ:۔

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب بیان صحیح ہے اور کئی دفعہ لالہ شرمپت سن چکا ہے اور اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو خدا مجھ پر اور میرے لڑکوں پر ایک سال کے اندر اندر اس کی سزا نازل کرے آمین و لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین ایسا ہی شرمپت کو بھی چاہیے کہ میری اس قسم کے مقابل پر قسم کھاوے اور یہ کہے کہ اگر میں نے اس قسم میں جھوٹ بولا ہے تو خدا مجھ پر اور میری اولاد پر ایک سال کے اندر اس کی سزا وارد کرے آمین و لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ (قادیان کے آریہ اور ہم از روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 442)

ایسا ہی مطالبہ حضور علیہ السلام نے لالہ ملاوامل سے بھی کیا۔

(قادیان کے آریہ اور ہم از روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 443)

حضور علیہ السلام نے اس رسالہ کے آخر میں آریوں کے پرمیشر اور اس کی صفات کے متعلق عقائد پر جرح فرمائی اور اسلام کی صداقت اور آریہ مذہب کی حقیقی تصویر کو درج ذیل نظم میں پیش فرمایا:۔

اے سونے والو جاگو! شمس الضحیٰ یہی ہے   اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے

یہ دونوں لیڈر تو سامنے نہ آئے تاہم اخبار ''شبھ چنتک'' کے مینیجر اچھر چند نے الحکم کے ایڈیٹر صاحب سے ایک گفتگو کے دوران کہا کہ میں بھی مرزا صاحب کی طرح دعویٰ کرتا ہوں کہ طاعون سے کبھی نہیں مروں گا۔

خدا کی قدرت کہ چند روز کے اندر اندر اس اخبار کا تمام عملہ ایڈیٹر صاحب کی اولاد اور اہل وعیال خدا کے اس قہر کی لپیٹ میں آ گئے اور لقمہ طاعون ہوئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 484)

آنحضورؐ کو گالیاں دی جانے والی مجلس میں بیٹھ رہنے پر حضرت مولوی نورالدین صاحب سے اظہار ناراضگی

آریہ سماج وچھووالی لاہور نے نومبر 1907ء میں مذہبی کانفرنس کا انعقاد کروا کر مختلف مذاہب کے لیڈروں کو بلوا کر" کون سی کتاب الہامی ہے "پر اپنی اپنی رائے بیان کرنے کا پروگرام بنایا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دعوت دی گئی۔آپؑ نے اس یقین دہانی پر کہ اس جلسہ میں مذاہب کے متعلق کوئی دل شکنی کی بات نہ ہوگی اس کے لئے مضمون لکھنے کی حامی بھری اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب مضمون پڑھنے کے لئے منتخب ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مضمون کے ابتداء میں الہام اور وحی کے متعلق لوگوں کے عقائد کا ذکر کر کے اس کے متعلق اپنا مذہب بیان فرمایا۔اس ضمن میں اسلام کی عالمگیر تعلیم اور تمام قوموں میں نبیوں کی بعثت پر لطیف بحث فرمائی اور ثابت کیا کہ صرف اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کے ذریعہ اس زمانہ میں نبوت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

اس بحث میں امن عامہ کے قیام اور عام رواداری وصلح کاری کی اسلامی تعلیم نہایت اچھوتے انداز میں پیش فرمائی اور اسلامی مسئلہ جہاد کے متعلق پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے اسلام کے حقیقی نظریہ جہاد کی وضاحت فرمائی۔

سلسلہ کے قدیم مخالف اخبار "پیسہ" نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مضمون بارے اپنی 3 دسمبر 1907ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ...... کے ابتدائی حصہ میں اسلام کی عالمگیر تعلیم صلح جوئی وامن پسندی پر قابل تعریف بحث کی گئی تھی اور مذاہب غیر کو توجہ دلائی گئی تھی کہ اسلام جس طرح اپنے پیروؤں کو سابق پیغمبروں کی تعظیم اور کتب ہائے مقدسہ کی تکریم کا حکم دیتا ہے اسی طرح وہ بزرگان اسلام کو ناگوار لفظوں میں یاد کر کے مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔" (الحکم 10 دسمبر 1907ء)

تمام مذاہب کے نمائندوں کی تقریر میں کوئی خلاف تہذیب وغیر شائستہ بات نہ تھی اور حضورؑ کا مضمون تو سرتاپا صلح وامن کا پیغام تھا۔مگر آریہ سماج کے سیکرٹری ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج (جس نے بار بار تہذیب وشائستگی کا یقین دلایا تھا) نے اپنے مضمون میں نہایت شوخی اور بے باکی سے پاکوں کے سردار حضرت سرورکائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات بابرکات پر ایسی تہمتیں لگائیں کہ مسلمانوں کے جگر پاش پاش ہو گئے۔صدر اجلاس نے اگر چہ بعد ازاں معذرت کی کہ یہ لیکچر ہم نے پہلے نہیں دیکھا مگر یہ عذر گناہ بدتر از گناہ تھا۔وہ چاہتے تو لیکچر کے دوران تقریر ہی روک سکتے تھے۔درحقیقت یہ پرلے درجے کی شرارت اور بدگوئی ایک سوچی سمجھی انتقامی سازش کے ساتھ عمل میں لائی گئی تھی جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ دسمبر 1896ء میں جلسہ اعظم مذاہب کے موقع پر اسلام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے جو شاندار فتح نصیب ہوئی تھی اس پر پردہ ڈال دیا جائے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ "میری عمر اس وقت سترہ سال کی تھی مگر میں اس بدگوئی کو برداشت نہ کر سکا اور میں نے کہا میں تو ایک منٹ کے لئے بھی اس جلسہ میں نہیں بیٹھ سکتا۔میں یہاں سے جاتا ہوں۔اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی مجھے کہنے لگے مولوی صاحب (حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحبؓ۔ناقل) تو یہاں بیٹھے ہیں اور آپ اٹھ کر باہر جا رہے ہیں۔اگر یہ غیرت کا مقام ہوتا تو کیا مولوی صاحب کو غیرت نہ آتی؟ میں نے کہا کچھ ہو مجھ سے تو یہاں بیٹھا نہیں جاتا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ سخت کلامی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔وہ کہنے لگے آپ کو کم سے کم نظام کی اتباع

کرنی چاہئے۔مولوی صاحب اس وقت ہمارے لیڈر ہیں اس لئے جب تک وہ بیٹھے ہیں اس وقت تک نظام کی پابندی کے لحاظ سے آپ کو اٹھ کر باہر نہیں جانا چاہئے۔ان کی یہ بات اس وقت کے لحاظ سے مجھے معقول معلوم ہوئی اور میں بیٹھ گیا۔جب ہم واپس آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو ......آپ کو اس قسم کا غصہ پیدا ہوا کہ ویسا غصہ آپ میں بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔آپؑ بار بار فرماتے۔دوسرے مسلمان تو مُردہ ہیں ان کو کیا علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے۔لیکن ہم نے تو اس طرح اسلامی تعلیم کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپؐ کے کمالات کو روشن کیا ہے کہ اس کے بعد یہ تسلیم ہی نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری جماعت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ **تمہیں تو ایک منٹ کے لئے بھی اس جگہ پر بیٹھنا نہیں چاہئے تھا۔بلکہ جس وقت اس نے یہ الفاظ کہے تھے تمہیں اسی وقت کھڑے ہو جانا چاہئے تھا اور اس ہال سے باہر نکل آنا چاہئے تھا اور اگر وہ تمہیں نکلنے کے لئے راستہ نہ دیتے تو پھر اس ہال کو خون سے بھرا ہوا ہونا چاہئے تھا۔یہ کیونکر تم نے بے غیرتی دکھائی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموشی سے بیٹھ کر ان گالیوں کو سنتے رہے۔**

حضرت مولوی نورالدینؓ اس وقت آپؑ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔وہ جماعت کے ایک بڑے آدمی تھے مگر وہ بھی سر ڈالے بیٹھے رہے۔**آپؑ بار بار فرماتے تمہاری غیرت نے یہ کیونکر برداشت کر لیا کہ تم اس جگہ پر بیٹھے رہو جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہو رہی ہے۔**

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 219-220، تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 499-505)

"مولوی" جیسے پاک لفظ کو ہم کسی غیر مسلم کے لئے نہیں لکھ سکتے

حضرت مولوی محمد الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دیسی پادری صاحب قادیان آئے ......ان پادری صاحب کا نام گل محمد تھا عام طور پر لوگ ان کو پادری گل محمد کے نام سے پکارتے تھے مگر وہ اپنے آپ کو مولوی گل محمد کہلواتا تھا عربی صرف ونحو پڑھا ہوا تھا...... ہمارے سامنے وہ بلا روک ٹوک اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کے متعلق سوال وجواب ہی پر اکتفا نہ کرتا تھا بلکہ اعتراض اور اعتراض بھی عیدا نہ رنگ میں کیا کرتا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کے خلاف پادری عمادالدین صاحب، پادری فنڈل صاحب اور اس قسم کے دوسرے دشمنان اسلام پادری ٹھاکر داس وغیرہ کا جمع کیا ذخیرہ اسے ازبر یاد تھا......اس کی خواہش تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی ملاقات ہو جائے، حضرت قاضی امیر حسین صاحب مرحوم کی کوشش سے ایک دن مسجد میں ہی نماز ظہر یا عصر کے بعد اس کی ملاقات کا انتظام ہوا......حضورؑ نے اسلام کی صداقت اور اپنے دعوے کے متعلق کچھ گفتگو فرمائی اس پر اس نے کچھ اعتراض کیا

حضور نے اس کا مفصل جواب دیا......اس شخص نے تعریفی رنگ اختیار کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن پر اعتراض کر دیا اگرچہ دبی زبان سے کہا۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ سرخ ہو گیا......آپ نے انجیلی یسوع کے متعلق بہت سی باتیں ایک ایک کر کے گنوائی شروع کر دیں......

دوران تقریر میں حضورؑ کبھی اس کو مخاطب کرتے ہوئے پادری گل محمد یا مسٹر گل محمد کر کے پکارتے۔وہ کہتا کہ مرزا صاحب! مجھے لوگ مولوی گل محمد کر کے پکارتے ہیں۔آپؑ نے فرمایا کہ "مولوی" اسلام کی ایک پاک اصطلاح میں ایک ناپاک شخص کو کیسے دے سکتا ہوں۔چنانچہ آپؑ نے تمام تقریر میں اسے پادری گل محمد کر کے مخاطب کرتے تھے،وہ کہتا کہ میں "پادری" نہیں ہوں تو آپ فرماتے بہت اچھا مسٹر گل محمد صاحب اس نے مولوی کے لفظ کو کئی دفعہ دُہرایا مگر آپ نے وہی جواب دیا کہ **میں اسلام کی پاک اصطلاح ایک غیر مسلم اور اسلام کو حقارت سے دیکھنے والے کو کیسے دے سکتا ہوں۔**

(الفضل 5 دسمبر 1941ء)

اسی پادری گل محمد کی روانگی کے متعلق حضرت پیر فیض احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف رتمل ضلع گجرات (بیعت 1901ء) بیان کرتے ہیں کہ حضور نے دریافت فرمایا کہ اگر ہم نے مزید کسی بات کے لئے آپ کو لکھنا ہو تو آپ کو کس پتہ پر اور کس طرح لکھا جاوے؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے مولوی گل محمد کر کے مخاطب کیا جائے۔آپؑ نے فرمایا کہ "مولوی" تو اسلام کا ایک پاک لفظ ہے یہ ہم کسی غیر مسلم کے لئے نہیں لکھ سکتے ہاں آپ کو مسٹر گل محمد کر کے لکھ دیں گے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 142-143)(الفضل انٹرنیشنل 16 نومبر 2007ء)

احمدی کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمدؐ کے ساتھ اتصال ہے

ایک مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک دفعہ سوال کیا کہ خدا نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔آپؑ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ حضورؑ نے اس موقع پر جو جواب دیا وہ اپنی ذات میں احمدیت کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔جس کے لفظ لفظ سے آپؑ کی اسلام اور بانی اسلامؐ سے محبت عیاں ہے۔آپؑ نے مولوی صاحب کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"جو لوگ سلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں۔میں کوئی بدعت نہیں لایا جیسا کہ حنبلی،شافعی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمدی کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال ہے اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں۔احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے۔بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔احمدی نام ایک امتیازی نشان ہے۔آج کل اس قدر طوفان زمانہ میں ہے کہ اول آخر کبھی نہیں ہوا اس واسطے کوئی نام ضروری تھا۔خدا کے نزدیک جو مسلمان ہیں وہ احمدی ہیں۔"

(بدر 3 نومبر 1905ء)

مذہبی کانفرنس میں سیکرٹری آریہ سماج کی تقریر کے دعاوی کا رد

آریہ سماج نے اپنی مذہبی کانفرنس میں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بے بنیاد اور ناپاک الزامات لگائے اور قرآن کریم کو نشانہ تضحیک بنایا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شروع جنوری 1908ء میں ہی اس کے جواب میں "چشمہ معرفت" کے نام سے ایک مبسوط اور جامع کتاب تالیف فرمادی جو 15 مئی 1908ء کو شائع ہوئی۔

اس کتاب کے پہلے حصہ میں حضور علیہ السلام نے ان دعاوی کا رد فرمایا ہے جو ڈاکٹر بھاردواج سیکرٹری آریہ سماج لاہور نے اپنی تقریر میں وید کے بارے میں کئے تھے۔دوسرے حصہ میں ان حملوں کا رد ہے جو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے گئے تھے۔

کتاب کے آخر میں حضورؑ کا وہ معرکہ آراء مضمون ہے جو آریہ سماج کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا گیا تھا۔

غیر مذاہب کو چیلنج

حضور علیہ السلام نے اس میں اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے متعلق تمام غیر مذاہب کو چیلنج کیا اور لکھا کہ "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار روئے زمین دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا۔مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں۔" (چشمہ معرفت از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 339-340)

فنانشل کمشنر پنجاب کی قادیان آمد اور اسلام کا پیغام

1908ء میں فنانشل کمشنر پنجاب سر جیمز ولسن اور چند امریکن سیاح قادیان آئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر دو موقعوں کو غنیمت جانتے ہوئے اسلام کا حقیقی پیغام ان کو پہنچایا۔حضورؑ ملاقات کے بعد بہت ہشاش بشاش تھے۔حضورؑ نے ملاقات میں اسلام کے پیغام کو یوں بیان فرمایا۔

"ہم نے خوب کھول کھول کر فنانشل کمشنر کو اسلام کی خوبیاں سنائیں اور اپنی طرف سے حجت پوری کردی۔مہدی خونی کے بارے میں بھی صاحب نے سوال کیا ہم نے بتایا کہ ہمارے فلاں فلاں رسالہ کو دیکھو۔ہم خونی مہدی کے عقیدہ کو غلط سمجھتے ہیں ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ دین اسلام دلائل قویہ اور نشانات آسمانی سے پھیلا ہے اور اسی سے آئندہ پھیلے گا اور جو جنگیں اسلام میں ہوئیں وہ سب دفاعی تھیں۔اسلام کا تلوار سے پھیلنے کا غلط عقیدہ مخالفوں کی اختراع ہے۔صاحب فنانشل کمشنر نے اور بھی باتیں کرنا چاہیں وہ دنیاوی باتیں تھیں۔میں نے کہا۔آپ دنیاوی حاکم ہیں خدا

نے ہمیں دین کے لئے روحانی حاکم بنایا ہے۔جس طرح آپ کے وقت کاموں کے مقرر ہیں اسی طرح ہمارے بھی کام مقرر ہیں اب ہماری نماز کا وقت ہو گیا ۔ہم کھڑے ہو گئے ۔فنانشل کمشنر بھی کھڑے ہو گئے اور خوش خوش ہمارے ساتھ خیمہ تک باہر آئے اور ٹوپی اُتار کر سلام کیا اور ہم چلے آئے ۔" (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 518)

آریہ سماج کے عقائد کے ابطال کے لئے کتب کی تحریر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ہوشیار پور میں چِلّہ کشی کے بعد پسر موعود کی پیشگوئی فرمائی ۔تو اس کے بعد ہوشیار پور میں آریہ سماج کے ممتاز رکن ماسٹر مرلی دھر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلامی تعلیمات پر چند سوالات پیش کرنے کی درخواست کی ۔خدا کے اس پہلوان نے اسے بسر و چشم اس لئے قبول فرمایا کہ یوں اسلام کی حقانیت اور پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ کا عالی شان مقام بیان کرنے کا موقع ملے گا ۔اس مباحثہ کے لئے دو نشستیں طے پائیں ۔پہلی نشست میں ماسٹر مرلی دھر نے اسلام کے بارے میں سوال کرنے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواب دینے تھے ۔جبکہ دوسری نشست میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریہ سماج کے مسلمات پر سوال کرنے تھے اور ماسٹر صاحب نے ان کے جواب دینے تھے ۔ 11 مارچ 1886ء کی تاریخ مقرر ہوئی ۔ہر دو نشستوں میں ماسٹر مرلی دھر صاحب اپنے رفقاء سمیت اٹھ کر چلے گئے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند ماہ بعد ہی یہ مباحثہ سرمہ چشم آریہ کے نام سے شائع کر دیا ۔جس میں آپ نے ان تمام سوالوں کے تفصیل سے جواب دیئے جو مباحثہ میں نا تمام رہ گئے تھے ۔اس میں حضورؑ نے اسلامی تعلیمات کو کھول کھول کر بیان فرمایا اور آریوں کے عقائد کا رد لکھا ۔اور اس کتاب کا رد لکھنے کا 500 روپے کا انعامی اشتہار بھی دے دیا ۔

اس کتاب نے اپنوں اور غیروں میں شہرت پائی ۔اہل حدیث کے عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنہ" میں اس کتاب پر ایک طویل ریویو لکھا ۔جس میں سے صرف وہ حصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر غیرت کا اعتراف ہے ۔

آپ تحریر کرتے ہیں ۔

"ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصول اسلام کی خوبی اور اصول مذہب آریہ کی بُرائی زیادہ شیوع پائے گی اور اس سے آریہ سماج کی ان مخالفانہ کارروائیوں کو جو اسلام کے مقابلہ میں وہ کرتے ہیں روک ہوگی ......ایک شخص (مرزا غلام احمد) اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کر کے وقف اور فدا ہو رہا ہے"

(اشاعۃ السنہ جلد 9 نمبر 6 صفحہ 145-158 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 300)

"شحنہ حق" کی اشاعت

براہین احمدیہ اور سرمہ چشمہ آریہ کی اشاعت نے آریوں میں ایک کھلبلی مچا دی تھی۔ آریوں نے حق وصداقت کی تاب نہ لاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ملک میں مخالفت کی آگ لگا دی۔ پنڈت لیکھرام نے لاجواب ہو کر تکذیب براہین احمدیہ اور دوسرے آریہ ساجیوں نے نہایت اشتعال انگیز گندے اور گالیوں سے بھرے اشتہارات اور رسالوں سے ملک کی فضاء مکدر کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گندی زبان استعمال ہونے لگی اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں ملنے لگیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ آپؑ ایسے گندے الزامات پر خاموش رہیں۔ آپؑ نے اس باطل فرقے کی ان جارحانہ سرگرمیوں کو بے نقاب کرنے، ویدوں کی ماہیت بتانے اور تکذیب براہین احمدیہ پر کاری ضرب لگانے اور اسلام کی پاکیزہ تعلیم بیان کرنے کے لئے قلم اٹھایا اور باوجود دیگر دینی مصروفیات کے چند ہی گھنٹوں میں "شحنہ حق" ایسی بلند پایہ کتاب تصنیف کر کے آریہ سماج کے عقائد کا قلع قمع کر دیا۔ اس سے قبل تکذیب براہین احمدیہ میں درج اسلام سے متعلق غلط عقائد کے تدارک کے لئے آپؑ کی نظر انتخاب حضرت مولانا نورالدین پر پڑی۔ جس کے جواب میں آپ نے تصدیق براہین احمدیہ کے نام سے دندان شکن کتاب تحریر فرمائی جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

نورالحق کی تصنیف

"جنگ مقدس" میں عیسائیت کو جو شکست فاش ہوئی اس نے عیسائیوں کی کمر توڑ دی اور نہ صرف ہندوستان کے پادری اس سے گھبرا گئے بلکہ یورپین مشن کو فکر لاحق ہوئی کہ آئندہ اسلام کا مقابلہ کیسے ہوگا۔ چنانچہ اپنی ناکامی اور خفت پر پردہ ڈالنے کے لئے مشہور دریدہ دہن اور زبان دراز پادری عمادالدین نے "توزین الاقوال" کے نام سے ایک نہایت دلآزار اور اشتعال انگیز کتاب لکھی جس میں قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت پر اعتراض کئے اور فخر کائنات رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نہایت درجہ ناپاک، بودے، رکیک اور شرمناک گندے حملے کئے۔ اس کتاب نے ہندوستان میں بڑا اشتعال پیدا کر دیا۔ مگر اس کا جواب دینے کی توفیق کسی اور مسلمان کو تو نہ ہوئی البتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند دنوں میں اس کا ناقابل تردید جواب لکھا۔ جس میں حضورؑ نے پادری عمادالدین سمیت مرتدین از اسلام پادریوں کو میدان مقابلہ میں آنے کے لئے للکارا۔ اور اعلان کیا کہ اگر وہ سب مل کر بھی اس کتاب کا حقیقی جواب تین ماہ میں لکھ دیں تو انہیں پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا لیکن اگر وہ نہ تو جواب لکھیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے باز آئیں تو خدا کی ان پر لعنت ہو۔ حضورؑ کا یہ جواب 1894ء کے آغاز میں "نورالحق" حصہ اول کے نام سے طبع ہوا جو نہایت مقفّٰی و مسجع اور فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔

حضورؑ نے اس کتاب کے آخر میں صلیبی فتنہ کی تباہی اور اس کے بداثرات سے بچنے کے لئے دردانگیز دعا بھی کی جواب شاندار طریق سے پوری ہو رہی ہے چنانچہ جس وقت آپ نے یہ دعا کی، عیسائیت کا خوفناک طوفان ہر طرف چھایا ہوا تھا مگر ایک ماہ کے اندر اندر کسوف وخسوف کا نشان ظاہر ہوا۔

"توزین الاقوال" میں پادری عمادالدین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف گورنمنٹ کو اکسایا۔ اس کے بالمقابل آپؑ نے اسلام سے مرتد ہو کر پادری بن جانے کے بعد حضرات کو مولوی کا لفظ اپنے ساتھ استعمال کرنے پر انگریزی گورنمنٹ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کذابوں کو مولوی کہلانے سے منع کرے کیونکہ اُن کے اپنے ساتھ مولوی لکھنے سے اسلام کی بے عزتی ہوتی ہے۔

نورالقرآن نمبر 2

پادری فتح مسیح نے فتح گڑھ ضلع گورداسپور سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دو خطوط لکھے جن میں اس بد باطن نے رسول کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہوئے امام الطیبین وسیّد المعصومینؐ پر شرمناک تہمتیں بھی لگائیں۔ ان دشنام آلود خطوط کے جواب میں حضورؑ نے "نورالقرآن" (حصہ دوم) لکھا۔ پادری لوگ چونکہ اس عرصہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس وحرمت پر بے دریغ حملے کر رہے تھے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالخصوص نورالقرآن حصہ دوم کی تالیف سے ان کی گستاخیوں اور بدزبانیوں کی روک تھام کرنے کے لئے الزامی رنگ کے جوابات کی ضرورت محسوس کی اور انجیل کے بیان کردہ "یسوع مسیح" کا فوٹو پیش کرنا شروع کر دیا۔ علم الکلام کا یہی الزامی طریق تھا۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آقا کی توہین کو برداشت نہ کرتے ہوئے اپنے لٹریچر میں جابجا استعمال فرمایا۔

پادری فتح مسیح نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آج ایسا شخص گورنمنٹ انگریزی کے زمانہ میں ہوتا تو گورنمنٹ اس سے کیا سلوک کرتی۔

حضورؑ نے اس سوال کا جو پُرشوکت جواب دیا وہ تاریخ میں ہمیشہ آب زر سے لکھا جائے گا۔ حضورؑ نے لکھا۔ "اگر وہ سید الکونینؐ اس گورنمنٹ کے زمانے میں ہوتے تو یہ سعادت مند گورنمنٹ اُن کی کفش برداری اپنا فخر سمجھتی جیسا کہ قیصر روم صرف تصویر دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔" (نورالقرآن نمبر 2 از روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 382)

آریہ دھرم میں اسلامی تعلیمات کا دفاع

قادیان کے آریہ سماجیوں نے پادری فتح مسیح جیسے پادریوں کی نقل کرتے ہوئے اسلام اور سید المعصومین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر نہایت گندے اور ناپاک الزامات لگائے اور انہیں ایک اشتہار کی شکل میں شائع کیا جس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قلم اٹھایا اور ان کے مذہب کی قلعی کھولنے کے علاوہ اسلامی نظام اخلاق وتمدن کی فضیلت روز روشن کی طرح آریہ دھرم میں ثابت کر دکھائی۔

ناموسِ مصطفویؐ کے دفاع میں مذہبی مباحثات کے لئے آئینی تحریک

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات پر ملک میں چاروں طرف جو حملے ہو رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے دفاع کے لئے اب تک پوری قوت سے لڑ رہے تھے اور ملک میں جہاں بھی کوئی شخص سید المعصومین امام المتقین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بد زبانی کرتا آپؑ کا قلم فوراً حرکت میں آجاتا۔ لیکن 1895ء کے آخر میں آپؑ کے اس دفاع نے ایک نئی شکل اختیار کر لی۔ یعنی آپؑ نے 22 ستمبر 1895ء کو بذریعہ اشتہار مذہبی مناظرات کی اصلاح کے لئے وائسرائے ہند سے درخواست کرتے ہوئے یہ آئینی تحریک اٹھائی کہ حکومت تعزیرات ہند کی دفعہ 298 میں توسیع کرتے ہوئے قانون پاس کرے۔ اس ضمن میں آپؑ نے ایک نوٹس میں تحریر فرمایا:۔

"ہمیں اپنے دلآزار ہمسایوں، مخالفوں سے ایک اور شکایت ہے اگر ہم اس شکایت کے رفع کے لئے اپنی محسن اور مہربان گورنمنٹ کو اس طرف توجہ نہ دلاویں تو کس کو دلاویں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مذہبی مخالف صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتبِ مسلّمہ اور مقبولہ کی رو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کے مفتریات ہیں ہمارا دل دکھاتے ہیں اور ایسی باتوں سے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری معتبر کتابوں میں نام و نشان نہیں۔ اس سے زیادہ ہمارے دل دکھانے کا اور کیا موجب ہوگا کہ چند بے بنیاد افتراؤں کو پیش کر کے ہمارے اس سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا اور بدکاری کا الزام لگانا چاہتے ہیں جس کو ہم اپنی پوری تحقیق کی رو سے سید المعصومینؐ اور ان تمام پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے نکلے اور اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔ اس صورت میں صرف یہی ظلم نہیں کہ ناحق اور بے وجہ ہمارا دل دکھایا جاتا ہے اور اس انصاف پسند گورنمنٹ کے ملک میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں اور بڑے بڑے پیرایوں میں ہمارے اس مقدس مذہب کی توہین کی جاتی ہے۔ بلکہ یہ ظلم بھی ہوتا ہے کہ ایک حق اور راست امر کو محض یاوہ گوئی کے ذخیرہ سے مشتبہ اور کمزور کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے اگر گورنمنٹ کے بعض اعلیٰ درجہ کے حکام دو تین روز اس بات پر بھی خرچ کریں کہ ہم میں سے کسی منتخب کے روبرو ایسے بیجا الزامات کی وجہ ثبوت ہمارے مذکورہ بالا مخالفوں سے دریافت فرماویں تو زیرک طبع حکام کو فی الفور معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر یہ لوگ بے ثبوت بہتانوں سے سرکار انگریزی کی وفادار رعایا اہل اسلام پر ظلم کر رہے ہیں۔ ہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی جناب میں یہ عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان احسانوں کو یاد کر کے جواب تک ہم پر کئے ہیں ایک یہ بھی ہماری جانوں اور آبروؤں اور ہمارے ٹوٹے ہوئے دلوں پر احسان کرے کہ اس مضمون کا ایک قانون پاس کر دیوے یا کوئی سرکلر جاری کرے کہ آئندہ جو

مناظرات اور مجادلات اور مباحثات مذہبی امور میں ہوں ان کی نسبت ہر یک قوم مسلمانوں اور عیسائیوں اور آریوں وغیرہ میں سے دو امر کے ضرور پابند رہیں۔

اول یہ کہ ایسا اعتراض جو خود معترض کی ہی الہامی کتاب یا کتابوں پر جن کے الہامی ہونے پر وہ ایمان رکھتا ہے وارد ہو سکتا ہو یعنی وہ امر جو بنا اعتراض کی ہے ان کتابوں میں بھی پایا جاتا ہو جن پر معترض کا ایمان ہے ایسے اعتراض سے چاہئے کہ ہر یک ایسا معترض پرہیز کرے۔

دوم اگر بعض کتابوں کے نام بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے کسی فریق کی طرف سے اس غرض سے شائع ہو گئے ہوں کہ در حقیقت وہی کتابیں ان کی مسلّم اور مقبول ہیں تو چاہئے کہ کوئی معترض ان کتابوں سے باہر نہ جائے اور ہر یک اعتراض جو اس مذہب پر کرنا ہو انہیں کتابوں کے حوالہ سے کرے اور ہرگز کسی ایسی کتاب کا نام نہ لیوے جس کے مسلّم اور مقبول ہونے کے بارے میں اشتہار میں ذکر نہیں۔ اور اگر اس قانون کی خلاف ورزی کرے تو بلا تامل اس سزا کا مستوجب ہو جو دفعہ 298 تعزیرات ہند میں مندرج ہے۔ یہ التماس ہے جس کا پاس ہونا ہم بذریعہ کسی ایکٹ یا سرکلر کے گورنمنٹ عالیہ سے چاہتے ہیں اور ہماری زیرک گورنمنٹ اس بات کو سمجھتی ہے کہ اس قانون کے پاس کرنے میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں بلکہ ہر یک قوم پر اس کا اثر مساوی ہے اور اس قانون کے پاس کرنے میں بے شمار برکتیں ہیں جن سے عامہ خلائق کے لئے امن اور عافیت کی راہیں کھلتی ہیں اور صدہا بیہودہ نزاعوں اور جھگڑوں کی صف لپیٹی جاتی ہے اور آخر نتیجہ صلح کاری اور ان شراتوں کا دور ہو جانا ہے جو فتنوں اور بغاوتوں کی جڑھ ہوتے ہیں اور دن بدن مفاسد کو ترقی دیتے ہیں۔" (آریہ دھرم از روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 84-86)

پھر آگے چل کر آپؑ نے مخالف فریقوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"پھر ہم اپنے مخالف فریقوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی برائے خدا ایسی تدبیر کو منظور کریں جس کا نتیجہ سراسر امن اور عافیت ہے اور اگر یہ احسن انتظام نہ ہوا تو علاوہ اور مفاسد اور فتنوں کے ہمیشہ سچائی کا خون ہوتا رہے گا اور صادقوں اور راستبازوں کی کوششوں کا کوئی عمدہ نتیجہ نہیں نکلے گا اور نیز رعایا کی باہمی نا اتفاقی سے گورنمنٹ کے اوقات بھی ناحق ضائع ہوں گے اس لئے ہم مراتب مذکورہ بالا کو آپ سب صاحبوں کی خدمت میں پیش کر کے یہ نوٹس آپ صاحبوں کے نام جاری کرتے ہیں اور آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ ہماری کتب مسلّمہ مقبولہ جن پر ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور جن کو ہم معتبر سمجھتے ہیں بہ تفصیل ذیل ہیں:

اوّل۔ قرآن شریف۔ مگر یاد رہے کہ کسی قرآنی آیت کے معنے ہمارے نزدیک وہی معتبر اور صحیح ہیں جس پر قرآن کے دوسرے مقامات بھی شہادت دیتے ہوں کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں اور نیز قرآن کے کامل اور یقینی معنوں کے لئے اگر وہ یقینی مرتبہ قرآن کے دوسرے مقامات سے میسر نہ آ سکے یہ بھی شرط ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل بھی اس کی مفسر ہو غرض ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے ہرگز جائز نہیں پس ہر یک معترض پر

لازم ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت اس طریق سے باہر نہ جائے۔

دوم۔ دوسری کتابیں جو ہماری مسلّم کتابیں ہیں ان میں سے اول درجہ پر صحیح بخاری ہے اور اس کی وہ تمام احادیث ہمارے نزدیک حجت ہیں جو قرآن شریف سے مخالف نہیں اور ان میں سے دوسری کتاب صحیح مسلم ہے اور اس کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیح بخاری سے مخالف نہ ہو اور تیسرے درجہ پر صحیح ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مؤطا۔ نسائی۔ ابن داؤد۔ دارقطنی کتب حدیث ہیں جن کی حدیثوں کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیحین سے مخالف نہ ہوں یہ کتابیں ہمارے دین کی کتابیں ہیں اور یہ شرائط ہیں جن کی رو سے ہمارا عمل ہے اب ہم قانونی طور پر آپ لوگوں کو ایسے اعتراضوں سے روکتے ہیں جو خود آپ کی کتابوں اور آپ کے مذہب پر وارد ہوتے ہیں کیونکہ انصاف جن پر قوانین مبنی ہیں ایسی کارروائی کو صحت نیت میں داخل نہیں کرتا اور ہم ایسے اعتراضوں سے بھی آپ لوگوں کو منع کرتے ہیں جو ان کتابوں اور ان شرائط پر مبنی نہیں جن کا ہم اشتہار میں ذکر کرتے ہیں کیونکہ ایسی کارروائی بھی تحقیق حق کے برخلاف ہے۔ پس ہر یک معترض پر واجب ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت ان کتابوں اور ان شرائط سے باہر نہ جائے اور ضروری ہوگا کہ اگر آئندہ آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ہماری کسی تالیف کا رد لکھے یا رد کے طور پر کوئی اشتہار شائع کریں یا کسی مجلس میں تقریری مباحثہ کرنا چاہیں تو ان شرائط مذکورہ بالا کی پابندی سے باہر قدم نہ رکھیں یعنی ایسی باتوں کو بصورت اعتراض پیش نہ کریں جو آپ لوگوں کی الہامی کتابوں میں بھی موجود ہوں اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو ان کتابوں کی پابندی اور اس طریق کی پابندی سے نہیں ہیں جو ہم اشتہار میں شائع کر چکے ہیں۔ غرض اس طریق مذکورہ بالا سے تجاوز کر کے ایسی بیہودہ روایتوں اور بے سروپا قصوں کو ہمارے سامنے ہرگز پیش نہ کریں اور نہ شائع کریں جیسا کہ یہ خائنانہ کارروائیاں پہلے اس سے ہندوؤں میں سے اندرمن مرادآبادی نے اپنی کتابوں تحفہ اسلام و پاداش اسلام وغیرہ میں دکھلائیں اور پھر بعد اس کے یہ ناپاک حرکتیں مسمّی لیکھرام پشاوری نے جو محض نادان اور بے علم ہے اپنی کتاب تکذیب براہین اور رسالہ جہاد اسلام میں کیں اور جیسا کہ یہی بیہودہ کارروائیاں پادری عمادالدین نے اپنی کتابوں میں اور پادری ٹھاکرداس نے اپنے رسائل میں اور صفدر علی وغیرہ نے اپنی تحریروں میں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیں اور سخت دھوکے دے دے کر ایک دنیا کو گندگی اور کیچڑ میں ڈال دیا اور اگر آپ لوگ اب بھی یعنی اس نوٹس کے جاری ہونے کے بعد بھی اپنی خیانت پیشہ طبیعت اور عادت سے باز نہیں آئیں گے تو دیکھو ہم آپ کو ہلا ہلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ اب یہ حرکت آپ کی صحت نیت کے خلاف سمجھی جائے گی اور محض دلآزاری اور توہین کی مد میں متصور ہوگی۔ اور اس صورت میں ہمیں استحقاق ہوگا کہ عدالت سے اس افتراء اور توہین اور دلآزاری کی چارہ جوئی کریں اور دفعہ 298 تعزیرات ہند کی رو سے آپ کو ماخوذ کرائیں اور قانون کی حد تک سزا دلائیں۔"

(آریہ دھرم از روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 86-88)

مسلمانوں کی طرف سے اس اقدام کا خیر مقدم

برصغیر میں ایک زبردست رسہ کشی جاری تھی جس میں اسلام کی مخالف سبھی طاقتیں متحد تھیں اور مسلمان بالکل بے دست وپا تھے اور کسی ایسی آواز کے منتظر تھے جوانہیں ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے متحد کر دے چنانچہ جونہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے یہ آئینی تحریک شروع ہوئی ۔ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بسنے والے ہر خیال کے مسلمانوں نے آپؑ کی پُرزور تائید کی اور مختصر وقت میں ملک کے نامی گرامی علماء، سرکاری افسر، وکلاء، تجار وغیرہ ہر طبقہ کے لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے درخواست پر دستخط کر دیئے ۔ آریہ دھرم میں حضوؑر نے 704 ناموں کی فہرست بھی دی ہے ۔(آریہ دھرم از روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 97) برطانوی ہند کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب کہ مسلمان اختلاف مسلک کے باوجود ایک قومی مسئلہ پر مجتمع ہوئے اور اتحاد کا انتہائی خوشکن نظارہ دیکھنے میں آیا ۔

نواب محسن الملک کا مکتوب

اس موقع پر سرسید احمد خاں کے سیاسی جانشین، علی گڑھ کالج اور ایجوکیشنل کانفرس کے مہتمم اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے سیکرٹری نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں نے حضوؑر کو مخاطب کر کے آپؑ کی اسلامی خدمات سراہتے ہوئے 2 اکتوبر 1895ء کو بمبئی سے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ۔" آپ کا چھپا ہوا خط مع مسودہ درخواست کے پہنچا ۔میں نے اسے غور سے پڑھا اور اس کے تمام مالہ وماعلیہ پر خیال کیا ۔درحقیقت دینی مباحثات ومناظرات (میں) جو دل شکن اور جیسی دردانگیز باتیں لکھی اور کہی جاتی ہیں وہ دل کو نہایت بے چین کرتی ہیں ۔اور ایسے ہر شخص کو جسے ذرا بھی اسلام کا خیال ہوگا ۔روحانی تکلیف پہنچتی ہے ۔خدا آپ کو اجر دے کہ آپ نے دلی جوش سے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا ہے ۔یہ کام بھی آپ کا منجملہ اور بہت سے کاموں کے ہے ۔جو آپ مسلمانوں کے بلکہ اسلام کے لئے کرتے ہیں ۔یہ تجویز جو آپ فرماتے ہیں گورنمنٹ سے منظور ہو جاوے تو اس میں شبہ نہیں کہ وہ مہلک بیماری جو وبا کی طرح پھیل رہی ہے اور جس سے ایک مذہبی آدمی کو بہت تکلیف پہنچتی ہے جاتی رہے ...... آپ یقین رکھیے کہ میں ایسے کاموں میں جن سے اسلام پر جو حملے ہوتے ہیں وہ روکے جائیں اور مسلمان کو جو تکلیف پہنچائی جاتی ہے اس میں تخفیف ہو دل وجان سے مدد کرنے کے لئے موجود ہوں ۔" (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 540)

اس کے بالمقابل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تنہا وہ انسان تھے جنھوں نے مخالفت کا برملا اور تحریری اظہار کیا اور بجائے تائید کرنے یا کم از کم خاموش رہنے کے "دجال کادیانی کی نئی چال" کے عنوان سے ایک ٹریکٹ شائع کر ڈالا جس میں یہ مخالفانہ پراپیگنڈا کیا کہ " کادیانی کا مقصود اس تجویز سے مسلمانوں کو اپنی خیر خواہی جتانا اور اس ذریعہ سے ان کا مال مارنا ہے ۔اور اس تجویز کا اس کے ہاتھ سے انجام پذیر ہونا دو وجہ سے ناممکن ہے ۔اول یہ کہ وہ خود اس جرم کا مرتکب ہے جس کو اس درخواست سے ہٹانا چاہتا ہے ۔دوم یہ کہ اس کی لائلٹی (وفاداری) مشتبہ ہے ۔کوئی

مسلمان وفادار گورنمنٹ یہ کام کرے تو یہ انجام پذیر ہوسکتا ہے۔" (اشاعۃ السنۃ جلد 16 نمبر 12 صفحہ 361)

نیز لکھا کہ یہ کام فقط مجھ ہی سے کامیاب طریق پر انجام پذیر ہوگا۔ کسی دوسرے سے نہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا یہ بیان حضورؑ کی خدمت میں 21/اکتوبر 1895ء کو پہنچا۔ حضورؑ کے پیش نظر تو اپنے آقا و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا کام تھا۔ کوئی کریڈٹ لینا مقصود نہیں تھا۔ چنانچہ آپؑ نے اسی دن اشتہار شائع کرتے ہوئے اعلان کر دیا۔ کہ میں یہ مقدس ذمہ داری مولوی صاحب موصوف کو سونپتا ہوں۔ یہ اعلان اس وقت کیا گیا تھا جب کہ یہ تحریک پنجاب اور ہندوستان کے کونے کونے میں پورے زور شور سے جاری تھی اور اس پر دستخط کر کے بھجوانے والوں کی تعداد دو ہزار پچھتر تک پہنچ چکی تھی۔ اور ابھی بہت سے شہروں سے اطلاعات آنا باقی تھیں اور اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 512-519)

مگر افسوس مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جنہیں یہ اہم دینی خدمت سپرد کی گئی تھی اس تحریک سے کھلی غداری کی اور ایک اہم کام کھٹائی میں پڑ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی فضا بد سے بدتر صورت اختیار کر گئی اور معاندین اسلام پہلے سے بھی زیادہ بے باکی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ چنانچہ 1897ء میں ایک متعصب عیسائی احمد شاہ شائق نے "امہات المومنین" جیسی اشتعال انگیز کتاب لکھ کر مسلمانوں میں آگ لگا دی۔ حضورؑ نے یہ صورت دیکھ کر حکومت کو پھر توجہ دلائی کہ وہ مذہبی مباحثات کی اصلاح کے لئے قانون کی توسیع کرے بلکہ ہنگامی حالات کے پیش نظر یہ بھی تجویز پیش فرمائی کہ وقتی طور پر یہ قانون بنا دیا جائے کہ کوئی فریق کسی دوسرے فریق پر حملہ کرنے کا مجاز نہیں اسے محض اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی اجازت ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 188) لیکن حکومت اب بھی اس طرف متوجہ نہ ہوئی۔ اور اصلاح احوال کے لئے اس نے کوئی قدم نہ اٹھایا۔ جس کا خمیازہ مسلمانوں کو آگے چل کر کتاب "رنگیلا رسول" اور رسالہ "ورتمان" کی شکل میں بھگتنا پڑا۔ اور فرقہ وارانہ کشیدگی خطرناک شکل اختیار کر گئی۔

عیسائیت کی کتب کے مقابل پر اسلام کی تائید میں آپؑ کے درد بھرے اقتباسات

ہندوستان بالخصوص پنجاب میں تیرھویں صدی کے آغاز سے اسلام کے مخالف، تعلیمات اسلامی کے رد اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشنام دہی پر مشتمل کتب، پمفلٹس، رسالے اور بروشر کروڑوں کی تعداد میں شائع ہوئے۔ اسلام کا درد اور محبت رکھنے والے کے لئے یہ کتب پڑھنا تو کجا دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانے کا مامور ان تکلیف دہ کتب اور رسالوں کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس کا دل تو پیدائشی طور پر ہی محبت رسولؐ سے گندھا ہوا تھا۔ یہاں اغیار کے حملوں اور اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن جذبات کا اظہار فرمایا اس کی چند تحریریں اس غرض سے دی جا رہی ہیں تا ایک منصف کو یہ بخوبی

اندازہ ہوسکے کہ اس زمانہ کے مامور، محبّ رسول، عاشق محمدؐ کے دل میں اپنے محبوب اپنے معشوق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر محبت موجزن تھی۔خادم اپنے مخدوم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ادب واحترام کا کیسا جذبہ رکھتا تھا۔افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کی طرف سے اس عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام پر گستاخی رسولؐ، ہتک رسولؐ اور ناموس رسالت پر حملوں کاالزام لگایا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دلوں کو چھلنی کر دینے والے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس بات کو کون نہیں جانتا کہ ہندوستان اور پنجاب میں کم سے کم 45 برس سے یہ بے اعتدالیاں شروع ہیں۔ ہمارے سید ومولیٰ حضرت خاتم الانبیاء سیّد المطہرین افضل الاوّلین والآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر گالیاں دی گئی ہیں اور اس قدر قرآن کریم کو بیجا ٹھٹھے اور ہنسی کا نشانہ بنایا گیا ہے کہ دنیا میں کسی ذلیل سے ذلیل انسان کے لئے بھی کسی شخص نے یہ لفظ استعمال نہیں کئے۔یہ کتابیں کچھ ایک دو نہیں بلکہ ہزار ہا تک نوبت پہنچ گئی ہے اور جو شخص ان کتابوں کے مضمون پر علم رکھ کر اللہ جلشانہ اور اس کے رسول پاکؐ کے لئے کچھ بھی غیرت نہیں رکھتا۔وہ ایک لعنتی آدمی ہے، نہ مولوی اور ایک پلید حیوان ہے نہ انسان۔

اور یاد رہے کہ ان میں بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو میرے بلوغ کے ایام سے بھی پہلے کی ہیں اور کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ ان کتابوں کی تالیف کا یہ موجب تھا کہ میں یا کسی اور مسلمان نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دی تھیں جس سے مشتعل ہو کر پادری فنڈل اور صفدر علی اور پادری ٹھاکر داس اور عماد الدین اور پادری ڈیمس ریواری نے وہ کتابیں تالیف کیں کہ اگر ان کی گالیاں اور بے ادبیاں جمع کی جائیں تو اس سے سوجز کی کتاب بن سکتی ہے۔اور ایسا ہی کوئی اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ جس قدر گالیاں اور بے ادبیاں پنڈت دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں ہمارے سید ومولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں اور دین اسلام کی توہین کی۔یہ کسی ایسے اشتعال کی وجہ سے تھیں جو ہماری طرف سے ہوا تھا۔ایسا ہی آریوں میں سے لیکھرام وغیرہ جواب تک گندی کتابیں چھاپ رہے ہیں۔اصل موجب اس کا ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم نے وید کے رشیوں کو گالیاں دی تھیں بلکہ اگر ہم نے کچھ وید کی نسبت براہین میں لکھا تو نہایت تہذیب سے لکھا اور اس وقت لکھا گیا کہ جب دیانند اپنے ستیارتھ پرکاش میں اور کنہیالعل الکھ دھاری لدھیانوی اپنی کتابوں میں اور اندر من مرادآبادی اپنی پلید تالیفوں میں ہزار ہا گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے چکے تھے اور ان کی کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور بعض بد بخت اور آنکھوں کے اندھے مسلمان آریہ بن چکے تھے اور اسلام سے نہایت درجہ ٹھٹھا کیا گیا تھا اور پھر بھی ہم نے براہین میں تہذیب کو ہاتھ سے نہ دیا۔گو ہمارا دل دکھایا گیا اور بہت ہی دکھایا گیا مگر ہم نے اپنی کتاب میں ہرگز ناراستی اور سختی کو اختیار نہ کیا اور جو واقعات دراصل صحیح اور محل پر چسپاں تھے وہی بیان کئے۔ہم بمقابل آریوں کی گالیوں کے ویدوں کے رشیوں کو کیونکر گالیاں دیتے......اسلام کا طریق گالی دینا نہیں ہے مگر ہمارے مخالفوں نے ناحق بے وجہ اس قدر گالیوں سے بھری ہوئی کتابیں لکھی ہیں کہ اگر ان کا ایک جگہ ڈھیر

لگایا جائے تو ان کی بلندی ہزار فٹ سے کچھ کم نہ ہو۔ اور ابھی تک بس کب ہے ہر ایک مہینہ میں ہزاروں رسالے اور کتابیں اور اخبار تو ہین اور سب وشتم سے بھرے ہوئے نکلتے ہیں۔ پس ہمیں ان مولویوں کی حالت پر افسوس تو یہی ہے کہ ایسے مولوی جو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر ان کی ماں کو کوئی ایسی گالی دی جاتی جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہے۔ یا اگر ان کے باپ پر وہ بہتان لگایا جاتا جو سید الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگایا جاتا ہے تو کیا یہ ایسے ہی چپ بیٹھے رہتے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ فی الفور عدالت تک پہنچتے اور جہاں تک طاقت ہوتی کوشش کرتے کہ تا ایسا دشنام دہ اپنی سزا کو پہنچے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ان کے نزدیک کچھ چیز نہیں۔ غضب کی بات ہے کہ مخالفین کی طرف سے تو چھ کروڑ کتاب اب تک اسلام کے رد اور توہین میں تالیف ہو چکیں اور سب وشتم کا کچھ انتہا نہ رہا۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کچھ مضائقہ نہیں ہونے دو جو کچھ ہوتا ہے۔ عنقریب ہے جو ان گالیوں سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں مگر ان مولویوں کو کچھ پروا نہیں۔ حیف ہے ایسے اسلام اور مسلمانی پر۔ کہ کہتے ہیں کہ کچھ بھی حرج نہیں۔ ہزارہا آدمی ان جھوٹے بہتانوں کو سن کر مرتد ہو گئے مگر ان کے خیال میں ہنوز کسی احسن انتظام کی ضرورت نہیں۔ یا الٰہی! یہ لوگ کیوں اندھے ہو گئے۔ مجھے کچھ سبب معلوم نہیں ہوتا کیوں بہرے ہو گئے۔ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔ اے قادر خدا۔ اے حامی دین مصطفیٰؐ! تو ان کے دلوں کے جذام کو دور کر۔ ان کی آنکھوں کو بینائی بخش کہ تو جو چاہتا ہے کرتا ہے تیرے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں! ہم تیری رحمتوں پر بھروسہ رکھتے ہیں تو کریم اور قادر ہے۔" (نور القرآن نمبر 2 از روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 397۔400)

۞" کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہمارے آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی دکھا۔ پس کیا ابھی اس آخری مصیبت کا وہ وقت نہیں آیا جو اسلام کے لئے دنیا کے آخری دنوں میں مقدر تھا۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور زمانہ بھی آنے والا ہے جو قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ان موجودہ فتنوں سے کچھ زیادہ فتنے رکھتا ہوگا۔ سو بھائیو! تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور خوب سوچ لو کہ وقت آ گیا ہے اور اندرونی اور بیرونی فتنے انتہا کو پہنچ گئے۔ اگر تم ان تمام فتنوں کو ایک پلہ میزان میں رکھو اور دوسرے پلہ کے لئے تمام حدیثوں اور سارے قرآن کریم میں تلاش کرو تو ان کے

برابر کیا ان کا ہزارم حصہ بھی وہ فتنے قرآن اور حدیث کی رو سے ثابت نہیں ہوں گے۔ پس وہ کون سا فساد کا زمانہ اور کس بڑے دجال کا وقت ہے جو اس زمانہ کے بعد آئے گا اور فتنہ اندازی کی رو سے اس سے بدتر ہوگا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ ان فتنوں سے بڑھ کر قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ایسے اور فتنوں کا پتہ ملتا ہے جن کا اب نام ونشان نہیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم ان فتنوں کی نظیر تلاش کرنے کے لئے کوشش کرو یہاں تک کہ اس کوشش میں مر بھی جاؤ تب بھی قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوگا کہ کبھی کسی زمانہ میں ان موجودہ فتنوں سے بڑھ کر کوئی اور فتنے بھی آنے والے ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد5 صفحہ 51-52)

۞ پھر آپؑ ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے پادریوں کی اسلام کے خلاف ناپاک کارروائیوں کی وجہ سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے بلحاظ قلم کے۔ پادری لوگوں نے اسلام کے خلاف ایک خطرناک جنگ شروع کی ہوئی ہے۔ اس میدان جنگ میں وہ تیز ہائے قلم لے کر نکلے ہیں نہ سنان وتفنگ لے کر۔ اس لئے اس میدان میں ہم کو جو ہتھیار لے کر نکلنا چاہیے۔ وہ قلم اور صرف قلم ہے۔ ہمارے نزدیک ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس جنگ میں شریک ہوجائے۔ اللہ اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دلآزار حملے کیے جاتے ہیں کہ ہمارا تو جگر پھٹ جاتا اور دل کانپ اٹھتا ہے کیا امہات المومنین یا دربار مصطفائی کے اسرار جیسی گندی کتاب دیکھ کر ہم آرام کر سکتے ہیں جس کا نام ہی اس طرز پر رکھا ہے۔ جیسے ناپاک ناولوں کے نام ہوتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ دربار لندن کے اسرار جیسی کتابیں تو گورنمنٹ کے اپنے علم میں بھی اس قابل ہوں کہ ان کی اشاعت بند کی جائے، مگر آٹھ کروڑ مسلمانوں کی دلآزاری کرنے والی کتاب کو نہ روکا جائے۔ ہم خود گورنمنٹ سے اس قسم کی درخواست کرنا ہرگز ہرگز نہیں چاہتے بلکہ اس کو بہت ہی نامناسب خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اپنے میموریل کے ذریعہ سے واضح کر دیا، لیکن یہ بات ہم نے محض اس بنا پر کہی ہے کہ بجائے خود گورنمنٹ کا اپنا فرض ہے کہ وہ ایسی تحریروں کا خیال رکھے۔ بہرحال گورنمنٹ نے عام آزادی دے رکھی ہے کہ اگر عیسائی ایک کتاب اسلام پر اعتراض کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں تو مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ اس کا جواب لکھنے اور عیسائی مذہب کی تردید میں کتابیں لکھنے کا اختیار ہے۔

میں حلفاً کہتا ہوں کہ جب کبھی ایسی کتاب پر نظر پڑتی ہے تو دنیا ومافیہا ایک مکھی کے برابر نظر نہیں آتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ جس کو وقت پر جوش نہیں آتا کیا وہ مسلمان ٹھہر سکتا ہے۔ کسی کے باپ کو بُرا بھلا کہا جائے تو وہ مرنے مارنے کو تیار ہو جاتا ہے، لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جائیں تو ان کی رگ حمیت میں جنبش بھی نہ آوے اور پرواہ بھی نہ کریں۔ یہ کیا ایمان ہے؟ پھر کس منہ سے مر کر خدا کے پاس جائیں گے۔ اگر مسلمانوں کا نمونہ دیکھنا چاہو تو صحابہ کرامؓ کی جماعت کو دیکھو۔ جنہوں نے اپنے جان ومال کے کسی قسم کے نقصان کی پرواہ نہیں کی۔ اللہ

اوراس کے رسولؐ کی رضا کومقدم کرلیا۔خدا تعالیٰ کی رضاپر راضی ہوجانا ہی ایک فعل تھا جو سارا قرآن شریف ان کی تعریف سے بھرا ہوا ہےاور رضی اللّٰہ عنہم کا تمغہ ان کو مل گیا۔پس جب تک تم اپنے اندر وہ امتیاز، وہ جوش حمیت اسلام کے لئے محسوس نہ کرو۔ہرگز اپنے آپ کو کامل نہ سمجھو۔

ہماری جماعت یاد رکھے کہ ہم ہندوستان کو بلحاظ حکومت ہرگز ہرگز دارالحرب قرار نہیں دیتے بلکہ اس امن اور برکات کی وجہ سے جو اس حکومت میں ہم کو ملی ہیں اور اس آزادی سے جو اپنے مذہب کے ارکان کی بجا آوری اور اس کی اشاعت کے لئے گورنمنٹ نے ہم کو دے رکھی ہے۔ہمارا دل عطر کے شیشہ کی طرح وفاداری اور شکرگزاری کے جوش سے بھرا ہوا ہے لیکن پادریوں کی وجہ سے ہم اس کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔پادریوں نے چھ کروڑ کے قریب کتابیں اسلام کے خلاف شائع کی ہیں۔میرے نزدیک وہ لوگ مسلمان نہیں ہیں جو ان حملوں کو دیکھیں اور سنیں اور اپنے ہی ہَم وغم میں مبتلا رہیں۔اس وقت جو کچھ کسی سے ممکن ہو، وہ اسلام کی تائید کے لئے کرے اور اس قلمی جنگ میں اپنی وفاداری دکھائے، جبکہ خود عادل گورنمنٹ نے ہم کو منع نہیں کیا ہے کہ ہم اپنے مذہب کی تائید اور غیر قوموں کے اعتراضوں کی تردید میں کتابیں شائع کریں، بلکہ پریس، ڈاک خانے اور اشاعت کے دوسرے ذریعوں سے مددوی ہے تو ایسے وقت میں خاموش رہنا سخت گناہ ہے۔ہاں ضرورت ہے اس امر کی کہ جوبات پیش کی جاوے، وہ معقول ہو۔اس کی غرض دلآزاری نہ ہو۔جو اسلام کے لئے سینہ بریاں اور چشم گریاں نہیں رکھتا، وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسان کا ذمہ وار نہیں ہوتا۔اس کو سوچنا چاہیے کہ جس قدر خیالات اپنی کامیابی کے آتے ہیں اور جتنی تدابیر اپنی دنیوی اغراض کے لئے کرتا ہے، اسی سوزش اور جلن اور درد دل کے ساتھ کبھی یہ خیال بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر حملے ہو رہے ہیں۔میں ان کے دفاع کی بھی سعی کروں؟اور اگر کچھ اور نہیں ہوسکتا تو کم از کم پُرسوز دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کروں؟اگر اس قسم کی جلن اور درد دل میں ہو تو ممکن نہیں کہ سچی محبت کے آثار ظاہر نہ ہوں۔اگر ٹوٹی ہانڈی بھی خریدی جائے تو اس پر بھی رنج ہوتا ہے۔یہاں تک کہ ایک سوئی کے گم ہوجانے پر بھی افسوس ہوتا ہے۔پھر یہ کیسا ایمان اور اسلام ہے کہ اس خوفناک زمانہ میں کہ اسلام پر حملوں کی بوچھاڑ ہورہی ہے۔امن اور آرام کے ساتھ خواب راحت میں سو رہے ہیں۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہفتہ وار اور ماہواری اخباروں اور رسالوں کے علاوہ ہر روز وہ کس قدر ردو ورقہ اشتہار اور چھوٹے چھوٹے رسالے تقسیم کرتے ہیں جن کی تعداد پچاس پچاس ہزار اور بعض وقت لاکھوں تک ہوتی ہے؟اور کئی کئی مرتبہ ان کو شائع کرنے میں کروڑہا روپیہ پانی کی طرح بہا دیا جاتا ہے۔

یہ خوب یاد رکھو کہ پادریوں کے ذہن اور تصور میں ہندو کچھ چیز نہیں ہیں اور نہ دوسرے مذاہب وغیرہ کی ان کو چنداں پرواہ ہے۔چنانچہ کبھی نہیں سنا ہوگا کہ جس قدر کتابیں اسلام کی تردید میں یہ لوگ شائع کرتے ہیں، اس کے مقابلہ میں آدھی بھی ہندو مذہب کے خلاف لکھتے ہوں۔یہ لوگ دوسرے مذاہب سے چنداں غرض نہیں رکھتے اس لئے کہ ان میں بجائے خود کوئی حقانیت اور صداقت کی روح نہیں ہے۔وہ عیسویت کی طرح خود مُردہ مذاہب ہیں، لیکن

اسلام جو ایک زندہ مذہب ہے، جو حی و قیوم خدا کی طرف سے ہے۔ اس کے خلاف سر توڑ کوشش کر کے اس کو بھی مُردہ ملت بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کے اعتراضوں کو ایک وقت شمار کیا تھا۔ ان کی تعداد تین ہزار تک پہنچ چکی ہے اور اب تو اس میں اور بھی اضافہ ہوا ہوگا۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 141 تا 143)

۞ "اسلام کی تکذیب اور رد میں اس تیرھویں صدی میں بیس کروڑ کے قریب کتاب اور رسالے تالیف ہو چکے ہیں اور ہر ایک گھر میں نصرانیت داخل ہو گئی ہے تو کیا اس سو سال کے حملہ کے بعد خدا کے ایک حملہ کا وقت اب تک نہیں آیا اور اگر آ گیا تو اب تم آپ ہی بتلاؤ کہ صلیب پر فتح پانے کے لئے یا حسب اصطلاح قدیم، صلیب کی کسر کے لئے اس صدی پر مجدد آتا اس کا نام کیا چاہیے تھا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاسر الصلیب کا کیا نام رکھا ہے؟ کیا کاسر الصلیب کا نام مسیح موعود اور عیسیٰ بن مریم نہیں ہے؟ پھر کیوں کر ممکن تھا کہ اس صدی کے سر پر بجز مسیح موعود کے کوئی اور مجدد آ سکتا۔ (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 266-267)

۞ "پھر جب پادری فنڈل صاحب نے 1849ء میں کتاب میزان الحق تالیف کر کے ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں شائع کی اور نہ فقط اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی نسبت توہین کے کلمے استعمال کئے بلکہ لاکھوں انسانوں میں یہ شہرت دی کہ اسلام میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بڑا ثواب ہے۔ ان باتوں کو سن کر سرحدی حیوانات جن کو اپنے دین کی کچھ بھی خبر نہیں جاگ اُٹھے اور یقین کر بیٹھے کہ درحقیقت ہمارے مذہب میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا بڑے ثواب کی بات ہے۔ میں نے غور کر کے سوچا ہے کہ اکثر سرحدی وارداتیں اور پُر جوش عداوت جو سرحدی لوگوں میں پیدا ہوئی اس کا سبب پادری صاحبوں کی وہ کتابیں ہیں جن میں وہ تیز زبانی اور بار بار جہاد کا ذکر لوگوں کو سنانے میں حد سے زیادہ گزر گئے، یہاں تک کہ آخر میزان الحق کی عام شہرت اور اس کے زہریلے اثر کے بعد ہماری گورنمنٹ کو 1867ء میں ایکٹ نمبر 23-67ء سرحدی اقوام کے غازیانہ خیالات کے روکنے کے لئے جاری کرنا پڑا۔ یہ قانون سرحد کی چھ قوموں کے لئے شائع ہوا تھا اور بڑی امید تھی کہ اس سے وارداتیں رُک جائیں گی لیکن افسوس کہ بعد اس کے پادری عماد الدین امرتسری اور چند دوسرے بدزبان پادریوں کی تیز اور گندی تحریروں نے ملک کی اندرونی محبت اور مصالحت کو بڑا نقصان پہنچایا اور ایسا ہی اور پادری صاحبوں کی کتابوں نے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں دلوں میں عداوت کا تخم بونے میں کمی نہیں کی۔ غرض یہ لوگ گورنمنٹ عالیہ کی مصلحت کے سخت حارج ہوئے۔ ہماری گورنمنٹ کی طرف سے یہ کارروائی نہایت قابل تحسین ہوئی کہ مسلمانوں کو ایسی کتابوں کے جواب لکھنے سے منع نہیں کیا۔"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد از روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 21)

۞ "پادری عماد الدین کی کتابیں اور پادری ٹھاکر داس کی کتابیں اور صفدر علی کی کتابیں اور امہات المومنین اور پادری ریواڑی کا رسالہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت درجہ کی توہین اور تکذیب سے پُر ہیں۔ یہ ایسی کتابیں ہیں کہ جو شخص مسلمانوں میں سے ان کو پڑھے گا اگر اس کو صبر اور حلم سے اعلیٰ درجہ کا حصہ نہیں تو بے اختیار جوش میں

آجائے گا کیونکہ ان کتابوں میں علمی بیان کی نسبت سخت کلامی بہت ہے جس کی عام مسلمان برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ایک معزز پادری صاحب نے اپنے ایک پرچہ میں جولکھنؤ سے شائع ہوتا تھا لکھتے ہیں کہ اگر 1857ء کا دوبارہ آنا ممکن ہے تو پادری عمادالدین کی کتابوں سے اس کی تحریک ہوگی۔ اب سوچنے کے لائق ہے کہ پادری عمادالدین کا کیسا خطرناک کلام ہے جس پر ایک معزز مشنری صاحب یہ رائے ظاہر کرتے ہیں اور گزشتہ دنوں میں میں نے بھی مسلمانوں میں ایسی تحریروں سے ایک جوش دیکھ کر چند دفعہ ایسی تحریریں شائع کی تھیں جن میں ان سخت کتابوں کا جواب کسی قدر سخت تھا۔ ان تحریروں سے میرا مدعا یہ تھا کہ عوض معاوضہ کی صورت دیکھ کر مسلمانوں کا جوش رُک جائے۔ سو اگرچہ ان حکمت عملی کی تحریروں سے مسلمانوں کو فائدہ تو ہوا اور وہ ایسے رنگ کا جواب پاکر ٹھنڈے ہوگئے لیکن مشکل یہ ہے کہ اب بھی آئے دن پادری صاحبوں کی طرف سے ایسی تحریریں نکلتی رہتی ہیں کہ جوزودرنج اور تیز طبع مسلمان ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔" (ضمیمہ رسالہ جہاد از روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 30-31)

❁ اس سبّ وشتم، بے جا بہتان اور گندی گالیوں کے روک تھام کے لئے آخر میں ایک ایسا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جس میں آپؑ نے دردمندانہ دل رکھتے ہوئے ایک تجویز یوں پیش کی:۔

"یورپ کے ملاؤں پر بھی جو پادری ہیں ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے ناحق تیز اور خلاف واقعہ تحریروں سے نادانوں کو جوش دلائے۔ ہزاروں دفعہ جہاد کا اعتراض پیش کر کے وحشی مسلمانوں کے دلوں میں یہ جما دیا کہ اُن کے مذہب میں جہاد ایک ایسا طریق ہے جس سے جلد بہشت مل جاتا ہے۔ اگر ان پادری صاحبوں کے دلوں میں کوئی بد نیتی نہیں تھی تو چاہیئے تھا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع کے جہادوں کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے مقابلہ کر کے اندر ہی اندر سمجھ جاتے اور چپ رہتے۔ اگر ہم فرض کرلیں کہ اس فتنۂ عوام کے جوش دلانے کے بڑے محرک، اسلامی مولوی ہیں تاہم ہمارا انصاف ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اقرار کریں کہ کسی قدر اس فتنہ انگیزی میں پادریوں کی وہ تحریریں بھی حصہ دار ہیں جن سے آئے دن مسلمان شاکی نظر آتے ہیں۔ افسوس کہ بعض جاہل ایک حرکت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور گورنمنٹ انگلشیہ کو مشکلات پیش آتی ہیں۔ اِن مشکلات کے رفع کرنے کے لئے میرے نزدیک احسن تجویز وہی ہے جو حال میں رومی گورنمنٹ نے اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ امتحاناً چند سال کے لئے ہر ایک فرقہ کو قطعاً روک دیا جائے کہ وہ اپنی تحریروں میں اور نیز زبانی تقریروں میں ہرگز ہرگز کسی دوسرے مذہب کا صراحتاً یا اشارۃً ذکر نہ کرے ہاں اختیار ہے کہ جس قدر چاہے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے۔ اس صورت میں نئے نئے کینوں کی تخم ریزی موقوف ہوجائے گی اور پرانے قصے بھول جائیں گے اور لوگ باہمی محبت اور مصالحت کی طرف رجوع کریں گے اور جب سرحد کے وحشی لوگ دیکھیں گے کہ قوموں میں اس قدر باہم انس اور محبت پیدا ہوگیا ہے تو آخر وہ بھی متاثر ہو کر عیسائیوں کی ایسی ہی ہمدردی کریں گے جیسا کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی کرتا ہے۔"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد از روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 22)

مندرجہ بالا حوالہ جات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند ایسی کتب کی نشان دہی کر کے اپنے پاک جذبات کا اظہار فرمایا جن کی اشاعت سے وہ ہتک رسولؐ کے مرتکب ہوئے اور ان کے مطالعہ سے اسلام کے لئے درد دل رکھنے والے مسلمانوں کے دل دکھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان میں سے بعض کتب کے دفاع میں قلم اٹھایا اور اسلام کی تائید میں کئی ایک معرکہ آراء کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔

یہاں یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قلمی جہاد میں 83 سے زائد کتب جو تصنیف فرمائیں وہ تمام کی تمام اسلام کے دفاع، اس کی تائید میں تحریر فرمائیں۔ چند ایک کا ذکر تو مشتے نمونہ از خروارے اوپر ہوا ہے، تاہم اگر دیگر کتب، رسائل اور آپؑ کی تقاریر کو دیکھا جائے تو ان میں اسلام کی خوبیاں اور اسلام کی حقانیت وصداقت بیان ہوئی ہے۔ براہین احمدیہ، آئینہ کمالات اسلام، حقیقۃ الوحی، فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، انوار الاسلام، الحق مباحثہ لدھیانہ و دہلی، کے علاوہ تمام لیکچرز جیسے لیکچر لاہور، لیکچر سیالکوٹ، لیکچر لدھیانہ اور بالخصوص وہ پبلک لیکچر جو آپ نے رؤسائے لاہور کو مخاطب ہو کر اس وقت دیا جب آپؑ اپنی وفات سے قبل لاہور میں مقیم تھے اور اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ کے الفاظ میں آپؑ کو اس دنیا سے کوچ کر جانے کے الہامات ہو چکے تھے۔ 17 مئی 1908ء والے اس لیکچر میں اسلام کی تائید میں وہ دلائل بیان فرمائے کہ سامعین مبہوت ہو گئے۔ اس موقعہ پر معزز سامعین کے لئے کھانے کا بھی انتظام تھا۔ جب دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا اور تقریر ابھی جاری تھی۔ سامعین سے کہا گیا کہ اب کھانا کھالیں۔ تمام معزز سامعین نے بیک زبان ہو کر کہا

"نہیں آپ تقریر جاری رکھیں وہ کھانا تو ہم روز کھاتے ہیں مگر یہ روحانی غذا پھر کہاں میسر آئے گی۔"

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 530)

آنحضورؐ کی اولاد سے محبت اور دینی غیرت

ایک دفعہ کسی نے حضورؑ سے پوچھا کہ کیوں نہ ہم آپؑ کو مدارج میں شیخین (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) سے افضل سمجھا کریں۔ اس کے جواب میں حضورؑ نے چھ گھنٹے تک ایک پُرجلال تقریر فرمائی اور بتایا کہ "میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہؓ) کا مداح اور خاک پا ہوں جو جزئی فضیلت خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک کوئی اور شخص پا نہیں سکتا۔ کب دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین علیہما السلام کو ملا۔" (الحکم 17 اگست 1899ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 443)

اسی طرح پنج تن پاک کے متعلق تو آپؑ کا مشہور شعر ہے۔ ؎

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است

یعنی میرے جان و دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال پر فدا ہیں اور میری خاک کوچہ آل محمدؐ پر نثار!!

اسی الفت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے حضورؑ نے 18 /اکتوبر 1905ء کو" تبلیغ الحق "کے عنوان سے ایک مفصل اشتہار دیا۔فرمایا:۔

"اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہ تھے......بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں؟ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زُہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔دنیا کی آنکھ وہ شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کی جاتی۔غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔" (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 653-654)

پھر لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔آپ نے مبارکہ بیگم سلمہا اور مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا "آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں" پھر آپ نے بڑے دردانگیز انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔آپ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا "یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔"اس وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 579)

حضرت سید تاج حسین صاحب بخاری سیدانوالی ضلع سیالکوٹ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا:۔

"ہم اولادِ رسولؐ کو اپنی عزیز متاع تصور کرتے ہیں اور ان کے لئے ہمارے دل میں بڑا احترام ہے۔"

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 12 صفحہ 153)

مذہبی بزرگوں کا احترام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے آپؑ کے دل میں دوسرے پاک نفس بزرگوں کی محبت کو بھی ایک خاص جلا دے دی تھی اور آپؑ کسی بزرگ کی ہتک گوارا نہیں کرتے تھے۔ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنھما سے پیار کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ صحابہؓ کے پاک نفوس کے متعلق فرماتے ہیں۔

إِنَّ الصَّحَابَةَ كُلُّهُمْ كَذُكَاءِ

قَدْ نَوَّرُوْا وَجْهَ الْوَرىٰ بِضِيَاءِ

(سر الخلافہ از روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 397)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ سورج کی طرح روشن تھے۔ انہوں نے ساری دنیا کو اپنے نور سے روشن کر دیا۔

ناموسِ رسالت، حضرت مرزا غلام احمدؑ کی تحریرات کی روشنی میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ اسلام کے قلمی جہاد میں فتح نصیب جرنیل کی حیثیت سے دنیا میں آئے۔ اس لئے قدرت نے ابتداء ہی سے آپؑ کو قلم کی لازوال قوتوں سے مسلح کر کے بھیجا تھا۔ آپؑ نثر نگاری اور شاعری ہر دو میدانوں کے شہسوار تھے۔ آپؑ نے توحید کے قیام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و فدائیت، اسلام کے دفاع اور قرآن کریم کی تعلیم کے فروغ کے لئے تاریخ ساز کام کئے۔ آپؑ کی تحریروں کے الفاظ نے جہاں اسلام کی عظمت اور اس کے عروج کے لئے بڑا اہم کام کیا وہاں اس کے دفاع میں یہ تحریریں اندرون و بیرون میں کمال شہرت کی حامل ٹھہریں۔ اندرون جماعت ان تحریروں نے مسیحائی انفاس میں وہ روح پھونکی کہ جماعت کا ہر بطل جلیل ان تحریروں کو لے کر میدان میں اُترا اور مخالفین و معاندین کے دانت کھٹے کرتا رہا اور اس نے حضور علیہ السلام کے تخیلات و تفکرات اور تصورات کے اس روحانی اسلحہ کو خوب استعمال کیا۔

اور بیرون جماعت ان سحر انگیز تحریروں نے جادو کا سا اثر کیا کہ غیر بھی اس عاشق صادق کی اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور غیرت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ جس کی ایک جھلک کتاب کے اگلے حصہ میں دکھلائی جا رہی ہے۔ یہاں ان تحریرات کے چند نمونے پیش کئے جا رہے ہیں جن میں ایک محبّ کے اپنے محبوب کے

بارے میں جذبات کا ذکر ہے۔

❀ آپؑ فرماتے ہیں۔

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی ...... ہر ایک روشنی ہم نے رسولؐ نبی امی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں رہے گی۔ زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اس کا خدا ہوگا۔" (سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82۔83)

❀ پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں۔ ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے۔ ناپاک حملے کرتے ہیں۔"
(پیغام صلح از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

"بات یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے۔ پس وہ موسیٰ بھی ہے اور عیسیٰ بھی ہے اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اشارہ فرماتا ہے۔ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یعنی اے رسول اللہ تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر یک نبی خاص طور پر ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمدؐ کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔" (آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 343)

❀ "اس تمام تقریر کا مدعا و خلاصہ یہ ہے کہ عندالعقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر منقسم ہیں اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسلّم ہے جس کی شعاعیں ہزار ہا دلوں کو منور کر رہی ہیں اور بے شمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کر کے نور قدیم تک پہنچا رہی ہیں۔ وَلِلّٰهِ دَرُّ الْقَائِلِ

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دوسرا | کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں | کہ اس کے مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کیا۔

تا بہ دلم نظر شد از مہر ماہ مارا　　　کردست سیم خالص قلب سیاہ مارا "

(سرمہ چشم آریہ از روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 299-300)

❁ "میرا ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا انس وشوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے۔ تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے اور اس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذبات نفسانیہ پر وہ غالب آ جاتا ہے اور اس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی از روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 67-68)

❁ "خدا کے رسول کو ماننا توحید کے ماننے کے لئے علت موجبہ کی طرح ہے اور ان کے باہمی ایسے تعلقات ہیں کہ ایک دوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتے اور جو شخص بغیر پیروی رسولؐ کے توحید کا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس صرف ایک خشک ہڈی ہے جس میں مغز نہیں اور اس کے ہاتھ میں محض ایک مُردہ چراغ ہے جس میں روشنی نہیں ہے اور ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو وہ نجات پائے گا یقیناً سمجھو کہ اس کا دل مجذوم ہے اور وہ اندھا ہے اور اس کو توحید کی کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے اور ایسی توحید کے اقرار میں شیطان اس سے بہتر ہے۔ کیونکہ اگرچہ شیطان عاصی اور نافرمان ہے لیکن وہ اس بات پر تو یقین رکھتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ مگر اس شخص کو تو خدا پر یقین بھی نہیں۔"　(حقیقۃ الوحی از روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 122)

❁ "اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا۔ کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندان کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آل رسولؐ کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور

اس توہین سے جو ہمارے رسول کریمؐ کی گئی دُکھا۔" (آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 50-51)

❁"میرے دل کو کسی چیز نے اتنی تکلیف نہیں دی جتنی ان دشمنوں کے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے استہزاء کرنے نے دی ہے۔خدا کی قسم! اگر میرے سارے لڑکے اور اولاد اور پوتے میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھیں نکال دی جائیں اور مجھے میری تمام مرادوں اور معین و مددگاروں سے محروم کر دیا جائے تو تب بھی یہ تمام امور مجھ پر، اُن کے آپؐ سے استہزاء سے زیادہ گراں نہیں۔" (ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 15)

❁"میں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپؐ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپؐ کی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمہ نبوت کو چھوڑتا ہے۔میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپؐ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپؐ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا جس کے پاس وہی مہر نبوت محمدیؐ نہ ہو۔ہمارے مخالف الرائے مسلمانوں نے یہی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اُتارتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور آپؐ کی ابدی نبوت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی آپ ہی کی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعود آپ کی امت میں وہی مہر نبوت لے کر آیا ہے۔اگر یہ عقیدہ کفر ہے تو پھر میں اس کفر کو عزیز تر رکھتا ہوں لیکن یہ لوگ جن کی عقلیں تاریک ہو گئی ہیں، جن کو نُورِ نبوت سے حصہ نہیں دیا گیا اس کو سمجھ نہیں سکتے اور اس کو کفر قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپؐ کی زندگی کا ثبوت ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 468 تا 469)

❁"مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میرا عقیدہ ہے۔اور لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں...... میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا۔" (کرامات الصادقین از روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 67)

سرورِ کونینؐ کی شانِ اقدس میں پُر کیف مدحیہ قصیدہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایک معجزنما عربی قصیدہ رقم فرمایا جو چودہ سو سال کے اسلامی لٹریچر میں اپنی نظیر آپ ہے۔آپؑ کو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

اس قدر پیار کا رشتہ تھا کہ جب حضورؑ یہ قصیدہ لکھ چکے تو آپؑ کا روئے مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا اور آپ نے فرمایا یہ قصیدہ جناب الٰہی میں قبول ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ جو شخص یہ قصیدہ حفظ کر لے گا اور ہمیشہ پڑھے گا میں اس کے دل میں اپنی اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دوں گا اور اپنا قرب عطا کروں گا۔ (درثمین عربی مترجم صفحہ 1)

مرزا صاحب کا یہ مشہور قصیدہ 69 اشعار پر مشتمل ہے اپنے تمام لسانی محاسن اور فنی خصوصیات کے لحاظ سے ایسی عجیب وغریب چیز ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک ایسا شخص جس نے کسی مدرسہ میں زانوئے ادب تہہ نہ کیا تھا کیونکر ایسا فصیح و بلیغ قصیدہ لکھنے پر قادر ہو گیا۔ یہ قصیدہ اس والہانہ محبت کے لحاظ سے جو مرزا صاحب کو رسول اللہؐ سے تھی بڑی پُر اثر چیز ہے۔ یہ قصیدہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ
يَسْعٰى اِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمْاٰنِ

اور اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

جِسْمِيْ يَطِيْرُ اِلَيْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
يَا لَيْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّيَرَانِ

(آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 590)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ والہانہ محبت محض کاغذی یا نمائشی محبت نہیں تھی بلکہ آپؑ کے ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون میں اس کی ایک زندہ اور زبردست جھلک نظر آتی تھی۔

ایک دفعہ آپؑ علیحدگی میں ٹہلتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت کا یہ شعر تلاوت فرما رہے تھے اور ساتھ ساتھ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے جا رہے تھے۔ ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میری آنکھ کی پتلی تھا پس تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے سو اب تیرے بعد جس شخص پر چاہے موت آجاوے مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی۔"

آپؑ اپنے ایک اور عربی قصیدہ میں اپنے محبوب رسول کو یوں خراج عقیدت ادا کرتے ہیں۔ ؎

يَا قَلْبِيَ اذْكُرْ اَحْمَدَا عَيْنَ الْهُدٰى مُفْنِي الْعِدٰى
بَدْرٌ مُنِيْرٌ زَاهِدٌ فِيْ كُلِّ وَصْفٍ حُمِّدَا
نُوْرٌ مِنَ اللّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَى الْعُلُوْمَ تَجَدُّدَا
بَرًّا كَرِيْمًا مُحْسِنًا بَحْرَ الْعَطَايَا وَالْجَدَا

فارسی نعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "آئینہ کمالات اسلام" میں ایک بلند پایہ مدحیہ فارسی نعت بھی رقم فرمائی اس نعت کا مطلع یہ ہے۔ ؎

عجب نوریست در جانِ محمد
عجب لعلیست در کانِ محمد

یہی وہ نعت ہے جس کے ایک شعر سے متعلق جماعت احمدیہ کا ایک شدید مخالف اخبار "آزاد لاہور 29"دسمبر 1950ء کے شمارہ میں یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں گزشتہ انبیاء و مرسلین سے لے کر صلحائے امت تک نے بہت کچھ کہا ہے مگر حقیقی تعریف اسی شعر میں بیان کی گئی ہے کہ ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمد ہست برہان محمد

(آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 649)

آپ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت و عشق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است
دیدم بعینِ قلب شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است

یعنی میرے جان و دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خدا داد پر قربان ہیں اور میں آپؐ کے آل و عیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں۔ میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سنا ہے کہ ہر کون و مکاں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کی ندا آ رہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود بہرِ دین مصطفیٰ
ایںست کامِ دل اگر آید میسرم

یعنی خدا سے اُتر کر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی شراب سے متوالا رہا ہوں اور اگر یہ بات کفر میں داخل ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ میرے دل کا واحد مقصد یہ ہے کہ میری جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے

راستے میں قربان ہو جائے۔خدا کرے کہ مجھے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔

اردو منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے — اس پہ ہر اک نظر ہے بدرالدجیٰ یہی ہے
وہ یارِ لا مکانی وہ دلبر نہانی — دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے — وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
اس نور پہ فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاید ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے — کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے — یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا — نور ہی نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے — لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبرؐ سے ہمیں — ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت — اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام — دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں — لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے — تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چُھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات — لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی — آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام — مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

پھر فرمایا۔

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے — قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

عشق رسول کے حوالہ سے اپنوں کے تاثرات

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اپنے احمدی ہونے سے قبل اپنے والد محترم حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے بارے فرماتے ہیں۔

"ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔" (تاریخ احمدیت جلد2 صفحہ 578-579)

❁ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ مرحوم نے ایک بار آپ کے اخلاق واوصاف اور شمائل پر ایک جامع مضمون تحریر فرمایا۔ اس کے اخیر پر آپ فرماتے ہیں:۔

''میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپ سے بہتر، آپ سے زیادہ خلیق، آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگ، آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ "کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ" تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ کَانَ خُلُقُهُ حُبَّ مُحَمَّدٍ وَّ اِتِّبَاعَهُ۔ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (تاریخ احمدیت جلد2 صفحہ 597)

ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور آپ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا اور حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہئے۔ اس وقت زیارت حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا "یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا۔"

یہ ایک خالصتہً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشق رسولؐ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے قلب صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کس

سچے مسلمان کو خواہش نہیں مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤ جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسول پاک (فداہٗ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے اور وہاں اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 579)

آپؑ کی اپنی اطاعت کا یہ عالم تھا کہ گورداسپور میں جب کہ مولوی کرم دین جہلمی کی طرف سے آپؑ کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر تھا۔ ایک گرمیوں کی رات میں جب کہ سخت گرمی تھی اور آپ اس روز قادیان سے گورداسپور پہنچے تھے آپؑ کے لئے مکان کی کھلی چھت پر پلنگ بچھایا گیا۔ اتفاق سے اس مکان کی چھت پر صرف معمولی منڈیر تھی اور کوئی پردہ کی دیوار نہیں تھی۔ جب حضرت مسیح موعودؑ بستر پر جانے لگے تو یہ دیکھ کر کہ چھت پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں ہے ناراضگی کے لہجہ میں خدام سے فرمایا کہ "میرا بستر اس جگہ کیوں بچھایا گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔" اور چونکہ اس مکان میں کوئی اور مناسب صحن نہیں تھا آپؑ نے باوجود شدت گرمی کے کمرہ کے اندر سونا پسند کیا مگر اس کھلی چھت پر نہیں۔ آپؑ کا یہ فعل اس خوف کی وجہ سے نہیں تھا کہ ایسی چھت پر سونا خطرے کا باعث ہے بلکہ اس خیال سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 585)

زندگی کے آخری لمحات میں اپنے محبوب سے کمال کی محبت، عشق اور دینی غیرت کا اظہار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور محبّ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تمام زندگی اپنے معشوق اور محبوب کے ناموس کی حفاظت، آپؐ کے نام کو زندہ جاوید کرنے اور آپؐ کے مذہب اسلام و کتاب قرآن کو زندہ تر کرنے کے لئے صرف کر دی۔ حتٰی کہ آپؑ نے اپنی عمر کے آخری حصہ کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً آپؑ کو وفات کی خبر مل چکی تھی اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دوبالا کرنے میں صرف کیا۔ زندگی کے آخری لمحات میں "پیغام صلح" جیسی معرکہ آراء کتاب تحریر کی۔ جس میں آپؑ نے ملک کی دو بڑی قوموں یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کو صلح و آشتی کا پیغام دے کر اتحاد و اتفاق قائم کرنے اور ہندو مسلم کشمکش کے مسئلہ کے خاتمہ کے لیے ایک نیا دروازہ کھول دیا۔ حضورؑ نے ہندوؤں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ:۔

"ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان تیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرارنامہ پر دستخط کرنے کو تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی

رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہو گی ہندو صاحبان کی خدمت میں ادا کریں گے اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہو گا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپؐ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپؐ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہو گی احمدی سلسلہ کے پیش رو کی خدمت میں پیش کریں گے۔"

(پیغام صلح از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 455)

کوئی دشمن کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی آخری عمر میں غیر اقوام کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ آپؑ نے اس سمجھوتہ والی عبارت کے معاً بعد بہت ہی جلالی الفاظ میں فرمایا۔ ان الفاظ کو جماعت احمدیہ کی ناموس رسالت کی خاطر کاوشوں کے خلاصہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے، ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔"

(پیغام صلح از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

آپؑ کے وصال پر غیروں کی طرف سے

آپؑ کی اسلامی خدمات کا اقرار

❁ اخبار "وکیل" امرتسر

مسلمان اخبارات میں سب سے زوردار، موثر اور حقیقت افروز ریویو اخبار "وکیل" امرتسر کا تھا جو مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے نکلا۔ آپ نے لکھا۔

"ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں......اس (کی وفات) کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا۔ آئندہ بھی جاری رہے.... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں

آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جب کہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرراہ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا..... **کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا..... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہیگا۔**

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب نے اس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی مفلسی کی نوحہ خوانی جا بجا آغاز کی تھی، ان کا تعاقب شروع کر دیا۔ ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ رکھا۔ جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اُتارنے میں مصروف رہے۔ ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں..... اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعداد کا، ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔ آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے"

(بدر 18 جون 1908ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 560-562)

باب دوم

ناموس رسالتؐ پر حملوں کا دفاع

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

کی کاوشیں

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی سب سے بڑی خواہش

"میں تم میں ایسی جماعت دیکھوں جو اللہ تعالیٰ کی محبّ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع ہو۔ قرآن سمجھنے والی ہو میں اپنے مولیٰ پر بڑی بڑی امید رکھتا ہوں کہ وہ یہ آرزو بھی پوری کرے گا کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کی محبت کرنے والے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے محبت رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اس کے خاتم النبیین کے سچے متبع ہوں اور تم میں سے ایک جماعت ہو جو قرآن مجید اور سنت نبوی پر چلنے والی ہو اور میں دنیا سے رخصت ہوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور میرا دل ٹھنڈا ہو"

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 554)

آپ کی ایک دردانگیز دعا

5 جون 1913ء کو حضرت خلیفہ اول کی طبیعت بہت علیل تھی آپ نے سمجھا کہ اب میں دنیا میں نہیں رہوں گا۔ سو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور.... یہ دعا فرمائی

"الٰہی اسلام پر بڑا اتہر چل رہا ہے مسلمان اول تو سست ہیں۔ پھر دین سے بے خبر ہیں۔ اسلام قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر ہیں۔ تو ان میں ایسا آدمی پیدا کر جس میں قوت جاذبہ ہو وہ کاہل وسست نہ ہو۔ ہمت بلند رکھتا ہو "باوجود ان باتوں کے وہ کمال استقلال رکھتا ہو۔ دعاؤں کا مانگنے والا ہو، تیری تمام رضاؤں یا اکثر کو پورا کیا ہو۔ قرآن وحدیث سے باخبر ہو پھر اس کو ایک جماعت بخش اور وہ جماعت ایسی ہو جو نفاق سے پاک ہو، تباغض ان میں نہ ہو۔ اس جماعت کے لوگوں میں بھی جذب، ہمت اور استقلال ہو قرآن وحدیث سے واقف ہوں اور ان پر عامل ہوں اور دعاؤں کے مانگنے والے ہوں۔ ابتلاء تو ضرور آویں گے، ابتلاؤں میں ان کو ثابت قدمی عنایت فرما اور ان کو ایسے ابتلاء نہ آویں جو ان کی طاقت سے باہر ہوں۔ آمین" (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 444)

آپؓ کی حضرت مرزا غلام احمدؑ سے رابطہ کی وجہ غیرت اسلامی بنی

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ دینی علوم کے بہت بڑے عالم اور حاذق حکیم تھے۔ حضرت مسیح موعود کے ساتھ آپ کی وابستگی اور وارفتگی کا آغاز بھی ایک ایسے واقعہ سے ہوا جس کا تعلق بلاواسطہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت اور غیرت رسولؐ سے ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جموں میں ملازمت کرتے تھے کہ ایک صاحب شیخ رکن الدین صاحب (جن کا تعلق ضلع گورداسپور سے تھا اور جموں میں کسی کے ہاں ملازم تھے) نے آپ کو بتایا کہ گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے اسلام کی حمایت میں رسالے اور کتب لکھی ہیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب جو خود بھی اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی پیار رکھتے تھے اور ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو پیشگوئیوں کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہو اور اسلام کے نام کا بول بالا کرنے والا ہو۔ آپ نے حضورؑ کی خدمت میں خط لکھ کر کتابیں منگوائیں اور ان کا مطالعہ کیا۔

اُدھر آپ کا کشمیر میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان افسر سے ختم نبوت پر مباحثہ ہوا۔ اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار آپ کے ہاتھ لگا جو حضورؑ نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ایشیا، امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی عمائدین ومنکرین کو بھجوایا تھا۔

چونکہ عیسائیت، آریہ سماج اور برہموسماج کے فتنے اسلام کو نڈھال کر رہے تھے اور مسلمان علماء ولیڈروں میں ان

کے مقابلے کا دم خم نہ تھا۔اس لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب پہلا اشتہار دیکھتے ہی پروانہ وار جموں سے قادیان پہنچے اور فراست وبصیرت کی باطنی آنکھ سے جو صرف صدیقوں کا خاصہ ہے خدا کے اس برگزیدہ کو پہچان لیا جس کے انتظار میں لاکھوں اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی محبت وعقیدت میں ایسے کھو گئے کہ سچ مچ سب آپؑ کے قدموں پر قربان اور نثار کر دیا۔

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے اگست 1893ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں عربی میں ایک مضمون اور قصیدہ رقم فرمایا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے اپنی عربی تصنیف کرامات الصادقین (روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 149-153) میں شائع کر دیا۔جس کا خلاصہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 151 میں ان الفاظ میں شائع کیا۔

"جب میں نے موجودہ زمانہ کے مفاسد دیکھے تو مجدد الزمان کی تلاش میں بیت اللہ شریف تک پہنچا اس مقدس سرزمین میں کئی بزرگوں کو زہد وتقویٰ میں بہت بڑھا ہوا پایا۔مگر ان میں سے کسی کو بھی مخالفین اسلام کے مقابلہ کی طرف توجہ نہ تھی حالانکہ میں خود ہندوستان میں دیکھ چکا تھا کہ لاکھوں طلباء علوم دین کو چھوڑ کر اس کے مقابل انگریزی علوم کو ترجیح دے رہے ہیں۔کروڑوں کتابیں دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں شائع ہو چکی تھیں۔میں کسی صادق کی آواز کا منتظر تھا کہ ناگاہ حضرت مولف براہین احمدیہ (مہدی الزمان ومسیح دوران) کی بشارت پہنچی۔پس میں حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ آپ ہی موعود اور حکم عدل ہیں اور آپ ہی کو خدا نے تجدیدامت کے مقام پر کھڑا کیا اور اس پر میں نے خدا کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے اس احسانِ عظیم پر سجدات شکر بجا لایا اور آپ کے غلاموں میں کھڑا ہو گیا۔اور خود حضرت مسیح موعودؑ ماموریت کے وقت سے ہی دین اسلام کی خدمت کے لئے مددگار اور ناصر دین کے لئے دعا کر رہے تھے۔آپ کی دعاؤں اور التجاؤں کے طفیل ربّ العزت نے کشمیر سے حضرت مولانا نورالدین جیسا عظیم الشان انسان بھیج دیا اور وہ خبر پوری ہو گئی کہ مہدی کے انصار کشمیر سے آئیں گے۔اس اعتبار سے حضرت مولوی صاحب کی آمد لازماً ایک عظیم الشان نشان تھی اور آپ بلا شبہ آیت اللہ تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین دین کا خلاصہ ہے اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے وہ مولد کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے اعتبار سے ہاشمی قریشی ہے وہ اسلام کے سرداروں میں سے ہے اور بزرگوں کی نسل سے ہے۔مجھے آپ کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ جسم کا ٹکڑا مل گیا اور ایسا مسرور ہوا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاروقؓ کے ملنے سے ہوئے تھے۔مجھے سارے غم بھول گئے ...... جب وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے ملاقات کی اور میری نگاہ ان پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ میرے رب کی آیات میں سے ہیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہیں جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا اور میری فراست

نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ کے منتخب بندوں میں سے ہیں

(ترجمہ عربی عبارت از آئینہ کمالات اسلام از روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 581-583)

اسلام دشمن کتب سے نفرت کا اظہار

1858ء کی بات ہے جب آپ راولپنڈی میں طالب علم تھے اور آپ کی عمر 18 برس تھی۔ایک دن آپ کو ایک شخص آپ کی رہائش گاہ کے قریب ہی واقع ایک انگریز پادری انگلیز بنڈر ڈوئی کی کوٹھی پر لے گیا۔جہاں اس نے رسوائے عالم پادری فنڈل کی کتب میزان الحق اور طریق الحیاۃ پڑھنے کے لئے آپ کو دیں۔آپ کو قرآن کریم سے اس زمانہ میں بھی بہت محبت تھی اس لئے آپ نے ان دونوں کتابوں کو بہت لچر پایا۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ 203)

صحیح بخاری کی خاطر غیرت

آپؓ جب 1871ء میں ہندوعرب سے دینی تعلیم حاصل کر کے بھیرہ واپس تشریف لائے تو آپ کے واپس آنے کی خبر شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بجلی کی طرح پھیل گئی اور مسلمان اور ہندو بڑی کثرت سے آپ کے استقبال کے لئے جمع ہو گئے۔عین اس موقع پر ایک حنفی عالم نے یہ کہہ ڈالا کہ بخاری ایک ایسی کتاب ہے جو ہزار سال سے گوشہ گمنامی میں پڑی تھی اسے دلی کے ایک شخص نے جس کا نام اسماعیل تھا شائع کیا۔بخاری شریف کی شان اقدس میں جسے اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ کا مرتبہ حاصل ہے کے متعلق گستاخانہ کلمات گویا تیر و نشتر بن کر آپ کے سینہ میں پیوست ہو گئے۔اور دل و دماغ میں سخت غیظ وغضب پیدا ہوا۔وطن میں آنے کا یہ پہلا دن اور ملاقات کا یہ پہلا نازک موقع تھا اور طالب علمی کے دور کے بعد اب اپنے شہر میں زندگی کے نئے دور کا آغاز کر رہے تھے۔مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم عاشق اور حق وصداقت کا یہ علمبردار یہ بے ادبی اور جسارت کیسے گوارا کر سکتا تھا۔چنانچہ آپ نے بھری مجلس میں جواب دیا کہ اول تو میں ابھی طالب علمی سے آیا ہوں نہ میرا مطالعہ نہ میری وسعت نظر نہ مجھے تجربہ،لیکن بخاری کے ساتھ شروع کے نام اس وقت مجھے یاد ہیں اگر ایک شرح کو سلہ برس کے قریب قریب ختم کر لیا جائے تو کچھ زیادہ مدت معلوم نہیں ہوتی تو اس ہزار برس میں ہر روز بخاری شریف کی شرح لکھی گئی ہے اور یہ شرحیں شافعی مذہب کی بھی،حنفیوں کی بھی،مالکیوں کی بھی اور حنبلیوں کی بھی ہیں۔میں نے خود بخاری کو بڑے حنفی مذہب مولوی عبدالقیوم صاحب سے بھوپال میں پڑھا ہے۔پھر شاہ عبدالغنی صاحب سے بھی۔ان دونوں کی صحبت میں میں نے کبھی ایسے الفاظ نہیں سنے۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 71-72)

انجمن اشاعت اسلام اور انجمن حمایت اسلام میں شمولیت

1880ء کے اواخر کی بات ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے علمائے ہند کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ دنیا بھر میں اسلام کی منادی اور اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے ملک بھر میں مسلمانوں کی مشترکہ انجمن ہونی چاہئے۔جس کے تحت عیسائی مبلغین کی طرح واعظوں کو اندرون وبیرون ملک بھجوایا جائے۔اسلامی لٹریچر شائع کیا جائے اور اسلامی

مدارس کھولے جائیں۔اس انجمن کا نام انہوں نے از خود انجمن اشاعت اسلام رکھا حضرت مولوی نورالدین صاحب کو چونکہ اسلام سے محبت اور بانی اسلام سے عقیدت واحترام کا رشتہ تو پیدائش سے ہی تھا اس لئے آپ نے دیگر مشاہیر اسلام کی طرح اس کی پر زور تائید فرمائی اور گرانقدر سالانہ چندہ بھی اس کے استحکام کے لئے اپنے ذمہ فرض کرلیا۔

گو یہ انجمن پروان نہ چڑھ سکی لیکن اسلام کے دفاع کے لئے کسی انجمن کی بہر حال ضرورت محسوس ہو رہی تھی اس کی ناکامی کے بعد انہی اغراض ومقاصد کو لے کر لاہور ہی کے چند مسلمان جن کے دل قومی درد اور اسلامی جذبہ سے معمور تھے، اکٹھے ہوئے اور ایک دوسری انجمن انجمن حمایت اسلام کے نام سے مارچ 1884ء میں قائم کرنے کا اعلان کردیا تا کہ اس کے ماتحت عیسائی مبلغین کی اسلام مخالف ریشہ دوانیوں اور آریہ سماج کی معاندانہ سرگرمیوں کی روک تھام کا انتظام کیا جا سکے اور اس کے تحت اسلام کی ترویج کا انتظام بھی ہو سکے اور مخالفین اسلام کے جواب تحریری وتقریری تہذیب کے ساتھ دیئے جاسکیں۔حضرت مولانا نورالدین صاحب جو پہلے اشاعت اسلام کے نام پر دیوانہ وار آگئے بڑھے تھے اب کی بار بھی حمایت اسلام کے نام پر دل وجان سے لبیک کہتے ہوئے میدان عمل میں آئے اور انجمن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر ممکن سعی وجد وجہد سے نہ صرف کام لیا بلکہ مالی اعانت بھی کی، اس کی خاطر مضامین بھی لکھے۔قرآنی علوم ومعارف پر درس دیئے۔یہ صرف اس لئے تھا کہ کوئی دشمن اسلام، اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی نہ کرے۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 97-99)

چنانچہ مشہور اسلامی مبلغ مولوی حسن علی مونگھیری صاحب نے آپ کی 1893ء کے جلسہ انجمن حمایت اسلام میں شمولیت کا ذکر کیا ہے اور اسلام کی حمایت میں آپ کی تقریر کو بہت سراہتے ہوئے کہا کہ مجھ کو فخر ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اتنے بڑے عالم اور مفسر کو دیکھا اور اہل اسلام کو جائے فخر ہے کہ ہمارے درمیان اس زمانے میں ایک ایسا عالم موجود ہے۔
(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 137)

اسلام مخالف کتب کے جواب میں لکھی گئی حضرت مسیح موعودؑ، کی کتب کی اشاعت میں حضرت مولوی صاحب کی مالی اعانت

جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے بارے میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ آپ کی تمام تر کتب اعلائے کلمہ اسلام اور مخالفین ومعاندین اسلام کی اسلام کے خلاف زبان درازیوں، ہرزہ سرائیوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں جس کو آپ کے مرید حضرت مولوی نورالدین صاحب بخوبی جانتے تھے اس لئے آپ نے اپنے پیر ومرشد حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی کتب کی اشاعت وترسیل میں دل کھول کر مالی طور پر حصہ لیا تا یہ کتب زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچیں اور اسلام کا بول بالا ہو جیسے براہین احمدیہ کی اشاعت کی جب خبر ملی تو آپ نے ایک عریضہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کی خدمت میں تحریر کیا۔جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب فتح اسلام میں شائع فرمایا۔

اسی طرح سرمہ چشمہ آریہ کی سو جلدیں خرید کر مفت تقسیم کیں اور رسالہ سراج منیر کے لئے چندہ دیا۔ جس کی ایک قسط 50 روپے کا دینا حضرت مسیح موعودؑ کے ایک خط سے بھی ثابت ہے۔ (مکتوبات احمد جلد 2 صفحہ 18)

ازالہ اوہام کی اشاعت میں قابل قدر قربانی کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک اشتہار میں فرمایا۔
(تبلیغ رسالت جلد 2 صفحہ 73)

عیسائیت کے جواب میں "فصل الخطاب" کی تصنیف

1886ء کے آغاز میں ایک حافظ قرآن عیسائیت سے متاثر ہو کر اسلام کو خیر باد کہنے کو تیار تھے۔ آپ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ کا اسلام کی خاطر درد رکھنے والا دل تڑپ اٹھا اور آپ نے حافظ قرآن سے رابطہ کر کے اسے بپتسمہ لینے سے روک دیا اور اُس پادری سے ملاقات کی خواہش کی جس پر اس نے پنڈ دادنخان کے انگریز پادری تھامس ناول سے ملاقات کروائی۔ اسلام کی غیرت رکھنے والا یہ محب رسولؐ شیر بن کر پادری کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اسلام کے حوالہ سے جو بھی اعتراضات آپ کے دل میں ہیں کریں میں اس کا جواب دوں گا۔ پادری صاحب نے لکھ کر سوال کئے اور آپ نے چار جلدوں میں اس کا جواب تیار کیا جو بعد میں "فصل الخطاب" کے نام سے شائع ہوا۔ فصل الخطاب اپنی نوعیت کی نرالی اور لاجواب تصنیف ہے۔ جسے پڑھ کر عیسائیت سے متاثر حافظ اور اس کے دوسرے ساتھی ارتداد سے بچ گئے اور کہا اب ہم سچے دل سے مسلمان ہو گئے ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں اسلام پر اٹھنے والے تمام اعتراضات کے مسکت اور مدلل جواب دیئے ہیں اسلام بزور شمشیر پھیلنے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں، اسلام کے مخالفوں نے اکثر یہ طعن کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بزور شمشیر شائع ہوا ہے اور تلوار ہی کے زور سے قائم رہا۔ جن مورخین عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ یعنی لائف لکھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا انہوں نے اپنا شعار کر لیا ہے اور ان کے طعن کی وجہ فقط یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ نے اپنے تئیں اور اپنے رفقاء کو دشمنوں کے حملوں سے بچایا.....قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی آزادی مذہبی اور مذہب والوں کو بخشی گئی جو سلطنت اسلام کے مطیع ومحکوم تھے۔ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ 257) دین میں کوئی جبر نہیں یہ آیت کھلی دلیل اس امر کی ہے کہ اسلام میں اور اہل مذاہب کو آزادی بخشنے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔'' (فصل الخطاب صفحہ 98-99)

مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا

"اس عمدہ کتاب میں پرجوش تحریر کے ساتھ اکثر نئی تحقیق کا دریا موجزن ہے۔ اسلام کی خوبی کو مختصر طور سے خوب دکھایا ہے اور غالباً عیسائیوں کے کل اعتراضوں کے جواب الزامی اور تحقیقی خوش اسلوبی سے دیئے ہیں اور نبوت سرور انبیاء اور ضرورت قرآن مجید کو عمدہ طرز سے ثابت کیا ہے" (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 116)

اس کے علاوہ اس 480 صفحے کی مبسوط کتاب میں عورتوں سے سلوک، جہاد، ازواج مطہرات پر ہونے والے

اعتراضات، قرآن کریم پر ہونے والے اعتراضات پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔
مکرم عبدالحکیم صاحب کاتب کتاب ہذا نے اس کتاب کے آخر پر ایک قطعہ تحریر کیا جس میں اس کتاب کی تاریخ اور مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں

رد نصاری کا ہوا جبکہ ہو زاذ اسلام
کفر گرجا میں چھپا جب یہ چھپی عمدہ کتاب
سال طبع اس کا لکھا اے عبد حکیم کاتب
واہ کیا رد نصاریٰ میں لکھی عمدہ کتاب (1305ھ)

(فصل الخطاب اشاعت اول صفحہ 448)

تصدیق براہین احمدیہ کی تصنیف واشاعت

ردعیسائیت کے لئے آپ کی تصنیف فصل الخطاب کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہوئی اور رد آریہ دھرم کے لئے آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریک پر تصدیق براہین احمدیہ تحریر فرمائی۔
آپؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔
" آج ہمارے مخالف ہمارے مقابلہ پر ایک جان کی طرح ہو رہے ہیں اور اسلام کو صدمہ پہنچانے کے لئے بہت زور لگا رہے ہیں میرے نزدیک آج جو شخص میدان میں آتا ہے اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے فکر میں ہے وہ پیغمبروں کا کام کرتا ہے۔" (مکتوبات احمد جلد 2 صفحہ 43)
اگر اس کتاب کو اول سے اخیر تک پڑھا جائے تو ایک ایک لفظ سے اسلام کا دفاع معلوم ہوتا ہے اور بانی اسلامؐ کی شان دوبالا ہوتی ہے۔

کتاب نورالدین کی تصنیف

اسلام سے ارتداد کر کے آریہ مذہب اختیار کرنے والے عبدالغفور آریہ نام دھرم پال نے ترک اسلام کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں دھرم پال نے یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی کہ اسلام نعوذ باللہ دنیا کا سب سے بُرا مذہب ہے۔ اس میں درج اعتراضات کے جواب میں حضرت مولوی نورالدین صاحب نے نورالدین کے نام سے ایک مفصل معرکہ آرا کتاب تصنیف فرمائی جس میں اسلامی تعلیم کی خوبیاں بیان فرمائیں۔
حضرت مولوی صاحب نے خوابوں اور رؤیا کی بناء پر اس کی خوب تشہیر فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف اسلام کے خلاف فتنہ دب گیا بلکہ دھرم پال نئے سرے سے مسلمان ہو کر اسلام کی تعریف میں رطب اللسان ہو گیا اور اسلام کے خلاف لکھی ہوئی کتابیں اپنے ہاتھ سے جلا دیں۔ حضرت مولوی صاحب نے اسلام دشمن کتاب ستیارتھ پرکاش کا جواب لکھنے کا بھی ارادہ فرمایا مگر دوسرے دینی مشاغل کی وجہ سے لکھ نہ پائے۔
(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 164-165)

اسی سال آپ کا ایک رسالہ ردعیسائیت میں بعنوان ابطال الوہیت مسیح بھی شائع ہوا۔
(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 166)

اسلام کی خاطر غیرت دکھلانے اور ناموس رسالت کی حفاظت کی خاطر آپ کی اکثر کاوشوں کا ذکر پہلے حصہ میں ہو چکا ہے۔ یہاں اس تکرار کی چنداں ضرورت نہیں۔ جیسے آریہ سماج وچھووالی لاہور کے جلسہ دسمبر 1907ء میں آپ کا حضرت مسیح موعودؑ کا مضمون پڑھنا گو یہ مضمون آپ کے پیرومرشد کا تھا اور آپ کو اس لحاظ سے کوئی کریڈٹ نہیں جاتا۔ لیکن جس زوردار پُراثر آواز میں آپ نے یہ مضمون پڑھا جس سے حاضرین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ یہ آپ کی اسلام سے محبت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر غیرت کی عکاسی کر رہی ہے۔ آپ کی رعب دار آواز نے آریہ سماج پر سکتہ کی سی کیفیت پیدا کر دی۔

انجمن دیانندمت کھنڈن سبھا دہلی اور حضرت خلیفہ اول کی معاونت

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دورِ خلافت میں دہلی اور اس کے ماحول میں آریہ سماج نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زبردست فتنہ برپا کیا۔ جماعت احمدیہ دہلی کے نامور ممبر حضرت میر قاسم علی صاحب نے ان دشمنانِ اسلام کے تحریری اور تقریری دفاع کے لئے اپنی زندگی وقف کر کے دیانندمت کھنڈن سبھا کے نام سے ایک انجمن قائم کی اس انجمن نے آریوں کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں بڑا بھاری کام کیا جس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول نوراللہ مرقدہٗ نے اس انجمن کے استحکام کے لئے یکصد روپیہ اپنی جیب سے عطا فرمایا۔
(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 302)

مسیحی لیکچروں کے جواب میں اسلامی لیکچرز

اواخر 1909ء میں عیسائیوں نے فورمین کالج میں مسلمانوں کے خلاف تقریروں کا ایک سلسلہ شروع کیا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے 5 نومبر 1909ء کو یہ اعلان فرمایا کہ ہم بھی لاہور میں اسلامی لیکچروں کا سلسلہ شروع کریں گے۔ چنانچہ 29 دسمبر 1909ء تا یکم جنوری 1910ء چار روز احمدیہ بلڈنگس میں جوابی لیکچرز ہوئے جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا نجات کے موضوع پر مدلل لیکچر شامل ہیں۔
(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 305)

مدرسہ الٰہیات کے لئے مالی اعانت

کان پور میں مدرسہ الٰہیات کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہوا جس کی غرض اشاعت وحفاظت اسلام تھی آپ کو چونکہ ایسی انجمنوں سے شروع سے ہی گہری دلچسپی رہی ہے اس لئے آپ نے اس کے سیکریٹری کو جہاں عمدہ مشورے دیئے وہاں اشاعت اسلام کے لئے بھی ایک معقول رقم ان کو بھجوائی۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 315)

نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے میموریل کے ذریعہ رخصت کی درخواست

اس سلسلہ میں مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کی کاوشوں کا ذکر یوں کیا ہے

شہنشاہ جارج پنجم کا دربار تاجپوشی عنقریب دہلی میں ہونے والا تھا۔اس اہم واقعہ پر حضرت خلیفہ اولؓ کے دل میں تحریک ہوئی کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جس میموریل کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے توجہ دلائی تھی اور جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی غفلت سے درمیان میں ہی رہ گیا تھا۔اسے اس خوشی کی تقریب پر وائسرائے ہند کی خدمت میں بھیجا جائے تو کامیابی کی امید ہوسکتی ہے۔چنانچہ آپ نے سلسلہ احمدیہ کے امام کی حیثیت سے مسلمانان ہند کے نام ایک مفصل اعلان شائع کیا۔تا مسلمان پبلک اور مسلمان اخبارات اور مسلمان انجمنیں بھی اپنی قراردادوں کے ذریعہ اس حق میں آواز اٹھائیں۔نیز لکھا کہ یہ غرض نہیں کہ ضرور ہم ہی اس کو پیش کرنے والے ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے اسے ہم نے پیش کر دیا ہے اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش ہوتا ہے تو ہم بڑی خوشی سے اپنے میموریل کو گورنمنٹ کی خدمت میں نہیں بھیجیں گے بشرطیکہ اس کے بھیجنے کا کوئی مناسب انتظام کرلیا جائے

اس اعلان کا ہر مکتبہ فکر کے مسلمانوں نے پر جوش خیر مقدم کیا اور مسلمان مقدس اسلامی شعار کے تحفظ کے لئے پھر سے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے۔چنانچہ مسلم پریس نے اس کے حق میں پرزور آواز اٹھائی اور پر جوش الفاظ میں اداریے لکھے۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 379)

۞ اخبار الاسلام لاہور نے لکھا کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کے دل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیارے دین اسلام کی سچی محبت ہو اور وہ اس میموریل کی مخالفت کرے یا اسے ناپسند کرے۔کیا کوئی مسلمان ایسا کرسکتا ہے، ہرگز نہیں۔آل انڈیا مسلم لیگ کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ کو ہاتھ میں لے اور ایک میموریل تیار کرے۔تمام انجمنوں و ڈسٹرکٹ لیگوں کا فرض ہے کہ وہ اس میموریل کی تائید میں ریزولیوشن پاس کریں۔تمام رسالوں اور اخباروں کا فرض ہے کہ اس معاملہ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک اس میں کامیابی نہ ہوجائے۔

۞ اخبار اہلحدیث امرتسر نے لکھا:۔

"حکیم صاحب نے ایک اشتہار سب مسلمانوں کی اتفاق رائے اور تائید کے لئے اس امر کے متعلق دیا ہے کہ دربار تاجپوشی دہلی کے موقعہ پر گورنمنٹ سے ایک میموریل کے ذریعہ جمعہ کی نماز کے لئے دو گھنٹہ کی تعطیل حاصل کی جائے اور بذریعہ سرکلر سرکاری دفاتر، سکولوں اور کالجوں میں یہ تعطیل ہونی چاہئے۔حکیم صاحب کی رائے سے ہم متفق ہیں۔تمام مسلمانوں کی معرفت بھیجنا چاہئے۔

۞ مسلمان اخبارات اور دوسرے عام مسلمانوں نے عموماً اور علی گڑھ تحریک سے وابستہ لوگوں نے خصوصاً یہ

رائے دی کہ یہ میموریل دربار تاجپوشی کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے پیش ہولہٰذا حضرت خلیفہ اول نے بھی اس سے اتفاق فرمایا اور احمدی جماعتوں کو اس سے مطلع کر دیا گیا کہ وہ اس معاملہ میں مسلم لیگ کی ہر طرح تائید و معاونت کریں۔

❁ مسلم لیگ کے ہاتھ میں لے لینے کے بعد جس شخص نے سب سے زیادہ اس کی تائید میں منظم کوشش کی وہ شمس العلماء مولانا شبلی تھے جنہوں نے اس غرض کے لئے چندہ جمع کیا۔انگریزی میں میموریل لکھوا کر مسلمانوں کے دستخط کروائے اور ندوۃ العلماء کے اجلاس منعقدہ 6,7,8اپریل 1912ء میں ریزیلوشن پیش کر کے اس تحریک کی تائید میں ایک مختصر اور پر دلائل تقریر فرمائی اس اجلاس میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب بھی موجود تھے آپ نے بھی اس کی تائید کی اور مسلمانوں کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے رخصت ملنے لگی۔

(تاریخ احمدیت جلد3 صفحہ 380-381)

انجمن مبلغین کے قیام کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی تحریک پر 1912ء کے ابتداء میں قادیان کے بعض نوجوانوں نے یادگار احمد کے نام سے مبلغین کی ایک انجمن بنائی جس کی غرض اسلام کی تائید اور باقی مذاہب کے ابطال میں چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ شائع کرنا تھا۔اس انجمن کے تحت پہلا ٹریکٹ کسر صلیب کے نام سے شائع ہوا۔ (تاریخ احمدیت جلد3 صفحہ 429)

اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے آپ کی غیرت

خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی غیرت آپ کے دین وعقیدہ کا جزو اعظم تھی۔جو آپ کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکی تھی آپ کوئی ایسی بات جس سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر حرف آئے یا اس کی شان کو داغدار کرے آپ کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتی تھی۔طالب علمی کے زمانہ میں ایک دفعہ آپ کے ایک استاد کے ہاں پیران پیر کی گیارہویں شریف کی جلیبیاں آئیں۔استاد نے کہا کہ ان کا کھا لینا جائز ہے مگر آپ نے یہ کہتے ہوئے کھانے سے صاف انکار کر دیا کہ مَـآ اُهِـلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا آپ کو خیال نہیں۔فرماتے تھے کہ ڈاکٹروں اور حکیموں میں یہ مرض ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے شفا دی اور اگر مریض اچھا نہ ہو تو کہتے ہیں خدا کی مرضی۔آپ شافی مطلق صرف خدا کو سمجھتے تھے اور اس حقیقت کی طرف بڑے لطیف رنگ میں آپ دوستوں کو توجہ دلاتے رہتے تھے۔

❁ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آپ کو بے حد غیرت تھی۔مولوی ریاض احمد بریلوی کے نام ایک خط میں لکھا:۔

حضرت شاہ ولی اللہ مجدد حکیم الامت نے بھی زینت کے قصہ میں لغزش کھائی ہے اور حجۃ اللہ البالغہ میں ایک لفظ لکھ دیا ہے جس سے ایک مومن رنج اٹھاتا ہے۔ایک شخص نے قاضی مبارک پڑھنے کی درخواست کی فرمایا پہلے ایک صفحہ مشکوۃ شریف کا پڑھ لیا کرو مگر وہ آمادہ نہ ہوا اس لئے آپ نے بھی پڑھانے سے انکار کر دیا۔ایک دفعہ آپ نے

علی گڑھ کالج کے بعض طلباء کو ایک خط میں لکھا کیمرج آکسفورڈ کی ہوا چل رہی ہے ہم لوگ وادی غیر ذی زرع کی ہوا کے گرویدہ ہیں۔فرماتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لڑائیوں میں اپنی بیوی عائشہ صدیقہؓ اور اپنی بیٹی فاطمہ کو بھی لے جاتے تھے کسی تاریخ میں نہیں لکھا کہ یہ دونوں پکڑی گئی ہوں۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکست نہیں کھائی۔میں ایسی کہانیوں کو جھوٹ سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست بھی کھائی۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 550)

❁ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کیوں کرتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ زمین گول ہے نماز کا وقت زمین پر ہر جگہ ہوتا ہے ہر وقت سینکڑوں لوگ نمازیں پڑھتے ہیں پھر ہر نماز میں درود پڑھی جاتی ہے اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا تم بتاؤ کوئی رسول بھی ایسا ہے جس کے لئے اس قدر دعائیں مانگی جاتی ہوں اور مانگی گئی ہوں۔درود شریف کی تاثیرات و برکات کو آپ بڑے شرح وسط سے بیان فرمایا کرتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 550)

❁ ایک دفعہ فرمایا

خدا تعالیٰ نے مجھے رسولؐ سے ایسی محبت بخشی ہے کہ میرے کسی گوشہ میں آپ کی تعلیم، آپ کی اولاد، آپ کی آل سے ذرا بغض نہیں رہا۔میں نے اتنی تاریخیں پڑھی ہیں۔خارجی، شیعہ، رافضی کی مگر پھر بھی کسی صحابی سے مجھے رنج نہیں۔نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے نہ کسی آل و اولاد سے رنج ہے اور خدا کا فضل ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 550)

آپ مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر دعا کر رہے تھے کہ یکایک خیال آیا کہ اصل چیز تو توحید ہے اس لئے خانہ کعبہ جا کر دعا کرنی چاہئے۔اور اپنی دعاؤں کے لئے آنحضرت کے مزار کو واسطہ نہیں بنانا چاہئے۔یہ خیال آنا تھا کہ آپ نے مکہ کی تیاری کر لی۔

خدا کی طرف منسوب ہونے والے ہر الہامی کلام کی خاص عزت وعظمت آپ کے دل میں تھی۔ایک مرتبہ شیخ محمد تیمور صاحب نے الماری پر رکھی ہوئی بائبل پر کوئی اور کتاب رکھ دی۔حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ بائبل ہزار مبدل محرف سہی پھر بھی یہ خدا کی کتاب ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 551)

❁ پھر آپ نے فرمایا

اس وقت ہم پر ظلم ہو رہا ہے کہ اللہ پر، اس کے رسول پر، اس کی مطہر بیبیوں پر خطرناک حملے ہوتے ہیں۔اول عیسائیوں کی طرف سے پھر برہموں کی طرف سے پھر آریوں کی طرف سے ان کی تردید کی جاوے۔

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 274)

❁ پھر فرمایا

ہندوستان میں 12 ریاستیں ہمارے دیکھتے دیکھتے تباہ ہوگئی ہیں۔کئی معزز گھرانے مرتد اور بے دین ہوگئے ہیں

اسلام پر اعتراضات کا آرہ چلتا ہے مگر کسی کو گھبراہٹ نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ لوگ اپنے اپنے نفسانی ہم و حزن میں مبتلاء ہیں اور سچے اسباب اور ذرائع ترقی کی تلاش سے محروم و بے نصیب ہیں۔ (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 549)

۞ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے آپ کی سیرت کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفہ المسیح اول نے ایک موقع پر فرمایا کہ فلاں معاند اسلام سے میری گفتگو ہوئی اور اس نے اسلام کے خلاف یہ اعتراض کیا اور میں نے سامنے سے یہ جواب دیا اس پر تلملا کر کہنے لگا میری تسلی نہ ہوئی گو آپ نے میرا منہ بند کر دیا فرمانے لگے تسلی دینا خدا کا کام ہے میرا کام چپ کرا دینا ہے تا کہ تمہیں بتا دوں کہ اسلام کے خلاف تمہارا کوئی اعتراض چل نہیں سکتا۔ یہ درست ہے کہ ان معاملات میں حضرت مسیح موعودؑ کا طریق اور تھا یعنی آپؑ مخالف کو چپ کرانے کی بجائے اس کی تسلی کرانے کی کوشش فرماتے تھے اور گفتگو میں مخالف کو خوب ڈھیل دیتے۔ مگر ہر ایک کے ساتھ خدا کا جداگانہ سلوک ہوتا ہے اور یہ بھی ایک شان خداوندی ہے کہ خصم تسلی پائے یا نہ پائے۔ مگر ذلیل ہو کر خاموش ہو جائے اسی لئے کسی کہنے والے نے کہا ہے۔ ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 571)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے آپؓ کی غیرت اسلامی کا اظہار

۞ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمہ اسلام کیلئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

(فتح اسلام از روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35)

۞ پھر آپؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مولوی حکیم نورالدین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور للّٰہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی

میں عجیب شان رکھتے ہیں کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی ۔یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے ۔"

(نشان آسمانی از روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 407)

باب سوم

ناموس رسالتؐ پر حملوں کا دفاع
حضرت مصلح موعودؓ
کی کاوشیں

ناموس رسالتؐ کی خاطر محمدؐ کا تخت مسیح سے چھین کر دوبارہ محمدؐ کے آگے پیش کرنا ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک کشف کی بناء پر "سیر روحانی" کے نام سے خطابات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جو اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم اور اسلام کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ 1953ء میں 25 دسمبر کے لیکچر کے آخر میں جلالی رنگ میں آپ نے فرمایا۔

"اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو! اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں۔ میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو! خدا تمہارے ساتھ ہو!! خدا تمہارے ساتھ ہو!!! اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ"

(سیر روحانی صفحہ 619-620)

حضرت مصلح موعودؓ کا مقام

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ خاندان اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وہ مبارک نشانی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا تھا ۔ کہ آپؑ کے اس موعود، مصلح موعود بیٹے کی ولادت کی خبر اس لئے دی گئی ہے کہ :۔

" تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے " (اشتہار 20 فروری 1886ء از مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 95)

دراصل آپ کا وجود "رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ فَارِس " کی پیشگوئی کا بھی مصداق ہے جو ثریا سے ایمان کو دوبارہ لوگوں کے دلوں میں جاگزین کرنے کا موجب ہوا ۔ آپ نے اپنے والد مکرم حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی وفات پر آپ کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عہد کیا تھا کہ

"اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا ہی رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا ۔" (تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 71)

اسلام کی تبلیغ، اس کی حفاظت اور دفاع کے لئے آپ بچپن سے ہی دعا کیا کرتے تھے کہ "اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو پھر اتنا ہو اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں"
(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 144)

آپؓ نے اسلام کے شرف اور کلام اللہ کے مرتبہ کو بلند کرنے کے لئے تاریخی کام کئے ۔ آئندہ صفحات پر اس کی ایک جھلک ہم ملاحظہ کریں گے ۔ آپؓ خود اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

" جب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مورخ اس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ اس تاریخ میں میرا ذکر بھی کرے ۔ اگر وہ میرے نام کو اس تاریخ میں سے کاٹ ڈالے گا تو احمدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ کٹ جائے گا، ایک بہت بڑا خلاء واقع ہو جائے گا ۔ جس کو پُر کرنے والا اسے کوئی نہیں ملے گا ۔"
(تقریر جلسہ سالانہ 28 دسمبر 1961ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 112)

مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو

آپؓ جب 11 برس کے تھے تو آپؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں ۔

اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟۔آپؓ فرماتے ہیں کہ

میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔آخر .... میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی۔جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے۔اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا .... میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہوا.......... تب میں اس کوٹھڑی کا جس میں، میں رہتا تھا دروازہ بند کرلیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اور میں اس میں خوب رویا، خوب رویا، خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ (الحکم جوبلی نمبر دسمبر 1939 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 42-43)

اسلام کو دنیا میں زندہ ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے لگاؤ، اس کی طرف جھکاؤ اور اس سے زندہ تعلق ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ نے چھوٹی عمر میں ہی اپنے سے مثالی لگاؤ اور محبت عطا فرمادی تھی۔آپؓ نے "محبت الٰہی" کے عنوان پر ایک لطیف اور مبسوط مضمون شائع فرمایا۔اسی طرح جلسہ سالانہ 1906ء پر پہلی دفعہ پبلک سطح پر ایک پُر معارف تقریر "چشمۂ توحید" کے عنوان پر کی۔اس تقریر کے آغاز پر آپؓ نے عیسائیت کے زوال اور اسلام کی ترقی کی خبریوں دی۔

"اب وہ وقت ہے کہ عیسائیت کا بلند اور مضبوط مینار گرا دیا جائے۔یہ مذہب عیسوی کا قلعہ جس کی دیواریں لوہے کی تھیں اب گرنے کو ہے کیونکہ اس کو زنگ لگ گیا ہے .... اب یہ عیسائی سلطنتیں خود بخود اسلام کی طرف رجوع کریں گی اور وہ یورپ جو عیسائیت کا گھر ہے اسلام کا مرکز ہوگا .... یہ احمدی جماعت .... ایک دن آنے والا ہے کہ تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔" (چشمۂ توحید صفحہ 20-21 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 63)

ہم نے پھر محمدؐ کا نام عزت و آبرو کے ساتھ دنیا میں پہنچانا ہے

پاکستان بننے کے بعد رتن باغ میں پہلی مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔جس کے ایجنڈا میں تبلیغ کے ذرائع تلاش کرنا بھی تھا۔چونکہ ابھی پاکستان کا وجود عمل میں آیا ہی تھا اس لئے حضور جماعت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا چاہتے تھے۔اسے ظلی جلسہ سالانہ بھی قرار دیا گیا جس میں آپ نے اس کے مختلف اجلاسات میں جلالی تقاریر فرمائیں۔آخری خطاب میں حضور نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام کو قائم رکھنے کے حوالہ سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اصل چیز دنیا میں اسلامستان کا قیام ہے۔ہم نے پھر سارے مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے۔ہم نے پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام ممالک میں لہرانا ہے۔ہم نے پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عزت اور آبرو کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔ہمیں پاکستان کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ہمیں مصر کے

جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں عرب کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں ایران کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ مگر ہمیں حقیقی خوشی تب ہوگی جب سارے ملک آپس میں اتحاد کرتے ہوئے اسلامستان کی بنیاد رکھیں۔ ہم نے اسلام کو اس کی پُرانی شوکت پر قائم کرنا ہے۔ ہم نے خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے۔ ہم نے عدل وانصاف کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور ہم نے عدل وانصاف پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے۔ یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کرے گا اور ہر ایک کو اس کا حق دلائے گا۔ جہاں روس اور امریکہ فیل ہوا صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ یہ چیزیں اس وقت ایک پاگل کی بَڑ معلوم ہوتی ہیں۔ مگر دنیا میں بہت سے لوگ جو عظیم الشان تغیر کرتے رہے ہیں وہ پاگل ہی کہلاتے رہے ہیں۔ اگر مجھے بھی لوگ پاگل کہہ دیں تو میرے لئے اس میں شرم کی کوئی بات نہیں میرے دل میں ایک آگ ہے، ایک جلن ہے، ایک تپش ہے۔ جو مجھے آٹھوں پہر بے قرار رکھتی ہے۔ میں مسلمانوں کو ان کی ذلت کے مقام سے اٹھا کر عزت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا چاہتا ہوں۔ میں پھر قرآن کریم کی حکومت دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ میں اسلام کی بلندترین عمارت میں اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ لگانا چاہتا ہوں۔ یا اتنی اینٹیں لگانا چاہتا ہوں جتنی اینٹیں لگانے کی خدا مجھے توفیق دے دے۔ میں اس عظیم الشان عمارت کو مکمل کرنا چاہتا ہوں یا اس عمارت کو اتنا اُونچا لے جانا چاہتا ہوں جتنا اونچا لے جانے کی اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے دے اور میرے جسم کا ہر ذرہ اور میری روح کی ہر طاقت اس کام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خرچ ہوگی اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی میرے اس ارادے میں حائل نہیں ہوگی۔" (تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 455-456)

ظہور مصلح موعود کا دعویٰ اور اسلام کی عزت کو قائم رکھنے کا عزم

1944ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 28 دسمبر کو قادیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک پُرشوکت تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے دلائل اور واقعات سے روزِ روشن کی طرح ثابت فرمایا کہ میں ہی اس کا مصداق ہوں۔ آپؓ نے چار گھنٹے پر محیط اپنے اس انقلاب آفریں لیکچر کے آخر میں جلالی رنگ میں بعض امور کی طرف توجہ دلائی۔ یہ الفاظ آج تاریخ احمدیت میں آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں اور یہ الفاظ اپنی ذات میں اس امر کی عکاسی کر رہے ہیں کہ آپؓ کا دل دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کا جواب دینے اور اسلام کی عزت کے قیام کے لئے کس قدر بے چین رہتا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے کا ایک لمبے عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنے الہام اور اعلام کے ذریعہ مجھے بتا دیا ہے کہ وہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو

چکی ہے اور اب دشمنان اسلام پر خدا تعالیٰ نے کامل حجت کر دی ہے۔ ان پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو اسلام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کاذب ہیں وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب کہتے ہیں۔ خدا نے اس عظیم الشان پیشگوئی کے ذریعہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔" (المو عود از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 646)

پھر فرمایا۔

"میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھلایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علمِ قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں۔ یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقت ور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبے اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔

اے میرے دوستو! میں اپنے لئے کسی عزت کا خواہاں نہیں، نہ جب تک خدا تعالیٰ مجھ پر ظاہر کرے کسی مزید عمر کا امیدوار۔ ہاں خدا تعالیٰ کے فضل کا امیدوار رہوں اور میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عزت کے قیام میں اور دوبارہ اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور مسیحیت کے کچلنے میں میرے گزشتہ یا آئندہ کاموں کا انشاء اللہ بہت کچھ حصہ ہوگا اور وہ ایڑیاں جو شیطان کا سر کچلیں گی اور مسیحیت کا خاتمہ کریں گی ان میں سے ایک ایڑی میری بھی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں اس سچائی کو نہایت کھلے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ یہ مشیّت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیّت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی، نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔ اسلام دنیا پر غالب آ کر رہے گا۔ مسیحیت دنیا میں مغلوب ہو کر رہے

گی۔اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا اور یا تو میری زندگی میں ہی اس کو اس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ وہ سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی اور یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہوگا جس کے سامنے عیسائیت ایک خشک جھاڑی کی طرح مرجھا کر رہ جائے گی اور دنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اڑتا ہوا دکھائی دے گا۔"

(الموعود از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 647-648)

مقامات مقدسہ کی بے حرمتی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا احتجاج

1925ء میں جب یہ خبر آئی کہ محمد بن عبدالوہاب کے معتقدین کی گولہ باری سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے گنبد کو نقصان پہنچا ہے تو اس دلخراش خبر پر آپؓ نے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مورخہ 4 ستمبر 1925ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپؓ نے فرمایا:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا ابنیت کا تعلق ہے وہ ہمارے روحانی باپ ہیں اور ہم ان کے روحانی بیٹے ہیں۔دوسرے مسلمان بھی آپ سے یہ تعلق رکھتے ہیں اور وہ صحیح معنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی بیٹے ہیں یا نہیں۔بہر حال وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی بیٹے ہیں۔پس اگر کسی باپ کے بیٹے آپس میں لڑیں تو جب آپ کی عزت اور حرمت خطرہ میں ہو اس وقت آپس کی لڑائی کی کوئی پرواہ نہیں کی جا سکتی۔

چند دن ہوئے ایک سوال پیدا ہوا ہے اور وہ مدینہ منورہ کی لڑائی کے متعلق ہے۔اس میں ہمارے دخل دینے سے ممکن ہے مسلمان ناراض ہوں لیکن ہمیں ان کی اس قسم کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں۔ہمارا حق ہے کہ ہم اس معاملہ میں دخل دیں کیونکہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر کوئی قوم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی فرمانبردار ہے تو وہ ہماری جماعت ہے اگر کوئی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی روحانی اولاد اس وقت ہے تو وہ ہماری جماعت ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہو جانے والے کوئی لوگ ہیں تو وہ ہم ہی ہیں۔پس ہم جو خیالات ظاہر کریں وہ اس حق کی وجہ سے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کے باعث ہمارا ہے اور آپؐ کے احترام و ادب کی ذمہ داری اگر کسی پر ہے تو وہ ہماری ہی جماعت پر ہے۔پس ان لوگوں کے کہنے سے ہمارا یہ حق زائل نہیں ہو جاتا اور ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے۔

بہت سے لوگ واقف ہوں گے کہ نجدیوں کی شریفیوں کے ساتھ جو لڑائی ہو رہی ہے اس میں نجدیوں کی طرف سے مقامات مقدسہ کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے بعض مقامات کی دیواریں شکستہ ہو گئی ہیں اور بعض کے قبے گر گئے ہیں مسجد نبوی کو بھی نقصان پہنچا ہے۔حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی عمارت پر بھی اثر پڑا ہے........ لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے پارٹیوں، گروہوں اور فرقہ بندیوں کا سوال بنا لیا

ہے۔ایک فریق مقامات مقدسہ کی توہین کے خلاف اس لئے آواز اٹھا رہا ہے کہ اسے نجدیوں سے عداوت ہے اور دوسرا فریق مقامات مقدسہ کو نقصان پہنچنے سے آگاہ ہوتا ہوا اس لئے نجدیوں کی حمایت کر رہا ہے کہ اسے خاندان شریف مکہ سے عداوت ہے جس کے خلاف نجدی برسرپیکار ہیں اور جس کی بجائے خود مدینہ پر قابض ہونا چاہتے ہیں اس طرح یہ لوگ اس نہایت اہم اور ضروری معاملہ میں دخل دے رہے ہیں اور وہ چیز جو ان دونوں گروہوں کے مدنظر ہونی چاہئے تھی وہ ان میں نہیں ہے، وہ چیز ہے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔اب یہ لڑتے تو ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے نہیں بلکہ اپنی اپنی ذاتی عداوت کے لئے۔حالانکہ ایسے موقع پر ان کی یہ روش نہایت ہی معیوب ہے۔دیکھو ایک باپ کے بیٹے آپس میں تو لڑ سکتے ہیں لیکن وہ باپ سے نہیں لڑ سکتے اور جب باپ کی عزت اور حرمت کا سوال ہو تو اس وقت ان کی لڑائی نہایت ہی شرمناک ہے۔نجدی شریفیوں کے ساتھ تو جنگ کر سکتے ہیں اور ان پر گولہ باری بھی کر سکتے ہیں لیکن وہ یہ کسی طرح نہیں کر سکتے کہ مقامات مقدسہ کو اس گولہ باری سے نقصان پہنچائیں اور خاص کر مسجد نبوی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی ہتک کریں اور دوسرے لوگ بھی اگر ان کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہوتی تو وہ یہ روش اختیار نہ کرتے۔اپنی پرانی عداوتوں کی بناء پر ایک دوسرے کے خلاف اظہار غصہ کرنے لگ جاتے اور اصل معاملہ کی کوئی پرواہ ہی نہ کرتے۔

یہ تو مانا نہیں جا سکتا کہ نجدیوں نے جان بوجھ کر روضہ مبارک، مسجد نبوی اور دیگر مقامات مقدسہ پر گولے مارے ہوں گے۔کیونکہ آخر وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور آپؐ کی عزت و توقیر کا بھی دم بھرتے ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے جو کچھ ہوا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں نے جنگ میں صرف اسی بات کو مدنظر رکھا ہے کہ مدینہ ہم نے لینا ہے اور یہ مدنظر نہیں رکھا کہ کسی مقدس مقام کو نقصان نہ پہنچے۔انہوں نے یہی خیال کیا کہ ہاشمیوں کو یہاں سے نکال دیں لیکن یہ خیال نہ کیا کہ ہمارے بے تحاشا گولہ باری سے روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد نبوی کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے اور دوسرے مقامات پر بھی ضربیں لگ سکتی ہیں اس طرح گو انہوں نے دیدہ دانستہ مقامات مقدسہ کو نقصان نہ پہنچایا ہو مگر ان کی بے احتیاطی سے نقصان ضرور پہنچا۔" (خطبات محمود جلد 9 صفحہ 246-248)

پھر آپ نے اس مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

ان نجدیوں سے تو ترک ہی ہزار درجہ بہتر تھے۔انہوں نے جب شریف کے بغاوت کرنے کی وجہ سے مکہ پر گولہ باری کی اور ایک گولہ حرم کے قریب جا گرا اور اس کے پردے کو آگ لگ گئی تو اس پر انہوں نے فی الفور ہتھیار ڈال دیئے اور کہہ دیا کہ ہم حملہ نہیں کرتے۔تم ہی قابض رہو لیکن نجدیوں نے جو حملہ کیا وہ نامعقول سے نامعقول آدمی کے نزدیک بھی کوئی عمدہ کام نہیں اور پھر ان کی اس گولہ باری کو دیکھ کر جس سے مقامات مقدسہ، مسجد نبوی و مزار سیدنا حمزہؓ اور پھر سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔کوئی شخص نہیں جو انہیں اچھا

سمجھ سکے یا ان کے حملے کو مناسب خیال کرے۔

پس نجدیوں کے حملے نے ایک نازک حالت پیدا کر دی ہے اور اس قسم کے خطرہ کی صورت ہوگئی ہے کہ زیادہ نقصانات ہو جانے پر اگر دشمنوں کی طرف سے اعتراض ہوا تو ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ پس میں اس موقع پر خاموش رہنا پسند نہیں کرتا اور اس خطبہ کے ذریعے یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم نجدیوں کے اس فعل کو نہایت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جو لوگ ان کی تائید کر رہے ہیں ان کے سینے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی سمجھتے ہیں...... ہماری ان باتوں کو دیکھ کر نجدیوں کے حامی کہیں گے کہ یہ بھی شریف علی کے آدمی ہیں لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر کے متعلق آواز اٹھاتے ہوئے شریف کا آدمی چھوڑ کر شیطان کا آدمی بھی کہہ دیں تو کوئی حرج نہیں۔ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سب سے محبت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی اگر کوئی محبت رکھتے ہیں تو صرف اس لئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور آپ کو جو کچھ حاصل ہوا۔ اسی غلامی کی وجہ سے حاصل ہوا۔ حضرت مسیح موعود آپؐ کی ظلیت اور صفات سے ایسا حصہ رکھتے تھے کہ دنیا کے سردار بن گئے۔ بے شک ہم قبوں کی یہ حالت دیکھ کر خاموش رہتے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عزت کی خاطر ہم آواز بلند کرنے کے لئے مجبور ہو گئے ہیں۔ آج اگر ہماری حکومت ہوتی تو ایک دن کے لئے بھی ہم خاموش نہ رہتے اور فوراً ہم ان لوگوں کو روکتے جو مقامات مقدسہ کی ہتک کر رہے ہیں ہم ان کی لڑائی میں دخل نہ دیتے لیکن انہیں مساجد کے منہدم کرنے اور مقامات مقدسہ کے مسمار کرنے سے باز رکھنے کی ضرور کوشش کرتے...... پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس اور مسجد نبوی اور دوسرے مقامات کو اس ہتھیار سے بچائیں۔ ہماری جماعت کے لوگ راتوں کو اٹھیں اور اُس بادشاہوں کے بادشاہ کے آگے سر کو خاک پر رکھیں۔ جو ہر قسم کی طاقتیں رکھتا ہے اور عرض کریں کہ وہ ان مقامات کو اپنے فضل کے ساتھ بچائے۔ دن کو گڑ گڑائیں تا کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو اس بات کی سمجھ عطا فرمائے کہ ان کے انہدام سے ہاتھ کھینچ لیں کیونکہ ان کے ساتھ روایات اسلامی کا تعلق ہے۔" (خطبات محمود جلد 9 صفحہ 252-258)

پھر حضورؓ نے معاملات حجاز بارے اپنے موقف کو کھول کر بیان کرتے ہوئے 27 نومبر 1925ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"یہ درخت جس کے نیچے صلح حدیبیہ کے سے اہم موقع پر بیعت لی گئی۔ معمولی درخت نہیں بلکہ شعائر اللہ میں سے تھا اور شعائر اللہ سے جس حد تک ایمان میں تازگی اور دلوں میں روحانیت پیدا ہوتی ہے اس کا اعتراف اہل حدیث گروہ کو بھی ہوگا۔ پس جو شخص اس کے پاس اس نیت سے جاتا ہے کہ ایمان میں مضبوطی پیدا ہو اور خدا تعالیٰ کے جلال کے ظاہر ہونے کی جگہ کو دیکھنے سے روحانیت پیدا کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک نیک کام کرتا ہے۔ پس میں یقین کرتا ہوں کہ جو کوئی بھی اس درخت کے پاس اسے شعائر اللہ سمجھ کر جاتا ہوگا وہ ایمان سے بھرے ہوئے دل کے

ساتھ لوٹتا ہوگا نہ کہ شرک کرتا ہوگا ۔

صفا اور مروہ اور بعض دوسرے مقامات شعائر اللہ میں سے ہیں اور جو ان پر اعتراض کرتا ہے وہ ان پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ قرآن کریم پر کرتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ صفا اور مروہ کے متعلق فرماتا ہے کہ ان پر میرا نشان ظاہر ہوا اور یہ شعائر اللہ میں سے ہیں ۔" (خطبات محمود جلد 9 صفحہ 252-258)

پھر اسی خطبہ کے آخیر پر فرمایا :۔

"ہمارا فرض ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کی حفاظت کریں ۔ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں اور دعا کرتے رہیں گے کہ خدا تعالیٰ اس کی حفاظت کرے اور ہر اس ہاتھ کو روک دے جو مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کے لئے اٹھے ۔ اگر حنفیوں کا ہاتھ بے حرمتی کے لئے اٹھے تو حنفیوں کے ہاتھ کو روک دے اور اگر وہابیوں کا اٹھے تو ان کے ہاتھ کو روک دے ۔" (خطبات محمود جلد 9 صفحہ 371)

اسرائیل کے وجود میں آنے کی وجہ سے مقامات مقدسہ کے بارے میں خدشات کا اظہار

مشرق وسطی بالخصوص مکہ، مدینہ کے قرب و جوار میں اسلام کے دائمی دشمن یہودیوں نے اسرائیل کے نام سے جو بستی آباد کی ہے ۔ ان کے متوقع شر کو بھانپتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ 1951ء پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

"ہمارے آقا کے جوار میں دشمن اسلام کو بسا دیا گیا ہے ۔ میں نے ابتداء میں ہی اس خدشہ کا اظہار کیا تھا لیکن اب تو یہودی علانیہ اپنی کتابوں میں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر قابض ہونے کے ناپاک عزائم کا اظہار کرنے لگے ہیں ۔ علاوہ ازیں ایران میں تیل کا مسئلہ، مصر کا برطانیہ سے تنازع، سوڈان کی بے چینی اور شام کے فسادات یہ سب ایسے امور ہیں جو مسلمانوں کے لئے تکلیف دہ ہیں ۔ ہم تعداد میں بہت تھوڑے ہیں اس لئے ان مشکلات کے ازالہ کے لئے عملاً زیادہ حصہ نہیں لے سکتے لیکن کم از کم دعا کا ہتھیار تو ہمارے پاس ہے ۔ پس آؤ ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ان مشکلات کو اپنے خاص فضل سے دُور کرے اور نقصان کی بجائے ان مشکلات کو اسلام کی ترقی کا ذریعہ بنائے ۔"

(الفضل 2 جنوری 1952ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 400-401)

مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے دعا کی تحریک

دوسری جنگ عظیم کے دوران وسط 1942ء میں محوری طاقتوں کا دباؤ مشرق وسطی میں زیادہ بڑھ گیا اور جرمن فوجیں جنرل ارومیل کی سرکردگی میں 21 جون کو طبروق کی قلعہ بندیوں پر حملہ کر کے برطانوی افواج کو شکست فاش دینے میں کامیاب ہوگئیں جس کے بعد ان کی پیش قدمی پہلے سے زیادہ تیز ہوگئی ۔ اور یکم جولائی تک مصر کی حدود کے اندر گھس کر العالمین کے مقام تک پہنچ گئیں جو اسکندریہ سے تھوڑی دور مغرب کی جانب برطانوی مدافعت کی آخری چوکی تھی جس سے مصر براہ راست جنگ کی لپیٹ میں آگیا اور مشرق وسطی سے دوسرے اسلامی ممالک خصوصاً حجاز کی

ارضِ مقدس پر محوری طاقتوں کے حملہ کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا۔ ان پُر خطر حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 26 جون 1942ء کے خطبہ جمعہ میں عالم اسلام کی نازک صورت حال کا دردناک نقشہ کھینچتے ہوئے بتایا کہ:

"اب جنگ ایسے خطرناک مرحلہ پر پہنچ گئی ہے کہ اسلام کے مقدس مقامات اس کی زد میں آ گئے ہیں۔ مصری لوگوں کے مذہب سے ہمیں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو وہ اسلام کی جو تو جیہہ اور تفسیر کرتے ہیں ہم اس کے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہوں مگر اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ ظاہری طور پر وہ ہمارے خدا، ہمارے رسولؐ اور ہماری کتاب کو ماننے والے ہیں۔ ان کی اکثریت اسلام کے خدا کے لئے غیرت رکھتی ہے ان کی اکثریت اسلام کی کتاب کے لئے غیرت رکھتی ہے اور ان کی اکثریت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے غیرت رکھتی ہے۔ اسلامی لٹریچر شائع کرنے اور اسے محفوظ رکھنے میں یہ قوم صف اول میں رہی ہے۔ آج ہم اپنے مدارس میں بخاری اور مسلم وغیرہ احادیث کی جو کتابیں پڑھاتے ہیں وہ مصر کی چھپی ہوئی ہی ہیں۔ اسلام کی نادر کتابیں مصر میں ہی چھپتی ہیں اور مصری قوم اسلام کے لئے مفید کام کرتی چلی آئی ہے۔ اس قوم نے اپنی زبان کو بُھلا کر عربی زبان کو اپنا لیا۔ اپنی نسل کو فراموش کر کے یہ عربوں کا حصہ بن گئی اور آج دونوں قوموں میں کوئی فرق نہیں۔ مصر میں عربی زبان، عربی تمدن اور عربی طریق رائج ہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب رائج ہے۔ پس مصر کی تکلیف اور تباہی ہر مسلمان کے لئے دکھ کا موجب ہونی چاہئے خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا ہو اور خواہ مذہبی طور پر اسے مصریوں سے کتنے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں۔ پھر مصر کے ساتھ ہی وہ مقدس سرزمین شروع ہو جاتی ہے جس کا ذرہ ذرہ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ نہر سویز کے ادھر آتے ہی آجکل کے سفر کے سامانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے چند روز کی مسافت کے فاصلہ پر ہی وہ مقدس مقام ہے جہاں ہمارے آقاؐ کا مبارک وجود لیٹا ہے جس کی گلیوں میں محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پڑا کرتے تھے۔ جس کے مقبروں میں آپ کے والا وشیدا خدا تعالیٰ کے فضل کے نیچے میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اس دن کے انتظار میں کہ جب صور پھونکا جائے گا وہ لبیک کہتے ہوئے اپنے رب کے حضور حاضر ہو جائیں گے، دو اڑھائی سو میل کے فاصلہ پر ہی وہ وادی ہے جس میں وہ گھر ہے جسے ہم خدا کا گھر کہتے ہیں اور جس کی طرف دن میں کم سے کم پانچ بار منہ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں اور جس کی زیارت اور حج کے لئے جاتے ہیں، جو دین کے ستونوں میں سے ایک بڑا ستون ہے۔ یہ مقدس مقام صرف چند سو میل کے فاصلہ پر ہے اور آج کل موٹروں اور ٹینکوں کی رفتار کے لحاظ سے چار پانچ دن کی مسافت سے زیادہ فاصلہ پر نہیں اور ان کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں۔ وہاں جو حکومت ہے اس کے پاس نہ ٹینک ہیں، نہ ہوائی جہاز اور نہ ہی حفاظت کا کوئی اور سامان۔ کھلے دروازوں اسلام کا خزانہ پڑا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ دیواریں بھی نہیں ہیں اور جوں جوں دشمن ان مقامات کے قریب پہنچتا ہے ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے۔"

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 231-232)

خطبہ کے آخر میں حضور نے خاص تحریک فرمائی کہ احمدی، ممالک اسلامیہ کی حفاظت کے لئے نہایت تضرع اور عاجزی سے دعائیں کریں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:

"یہ مقامات روز بروز جنگ کے قریب آ رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کی کسی مشیت اور اپنے گناہوں کی شامت کی وجہ سے ہم بالکل بے بس ہیں اور کوئی ذریعہ ان کی حفاظت کا اختیار نہیں کر سکتے۔ ادنیٰ ترین بات جو انسان کے اختیار میں ہوتی ہے یہ ہے کہ اس کے آگے پیچھے کھڑے ہو کر جان دے دیں مگر ہم تو یہ بھی نہیں کر سکتے اور اس خطرناک وقت میں صرف ایک ہی ذریعہ باقی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں کہ وہ جنگ کو ان مقامات مقدسہ سے زیادہ سے زیادہ دور لے جائے اور اپنے فضل سے ان کی حفاظت فرمائے۔ وہ خدا جس نے ابرہہ کی تباہی کے لئے آسمان سے وبا بھیج دی تھی اب بھی طاقت رکھتا ہے کہ ہر ایسے دشمن کو جس کے ہاتھوں سے ان مقدس مقامات اور شعائر کو کوئی گزند پہنچ سکے کچل دے ...... پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں کہ وہ خود ہی ان مقامات کی حفاظت کے سامان پیدا کر دے اور اس طرح دعائیں کریں جس طرح بچہ بھوک سے تڑپتا ہوا چلاتا ہے۔ جس طرح ماں سے جدا ہونے والا بچہ یا بچہ سے محروم ہو جانے والی ماں آہ و زاری کرتی ہے اسی طرح اپنے رب کے حضور رو رو کر دعائیں کریں کہ اے اللہ! تو خود ان مقدس مقامات کی حفاظت فرما اور ان لوگوں کی اولادوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جانیں فدا کر گئے اور ان کے ملک کو ان خطرناک نتائج جنگ سے جو دوسرے مقامات پر پیش آ رہے ہیں بچا لے اور اسلام کے نام لیواؤں کو خواہ وہ کیسی ہی گندی حالت میں ہیں اور خواہ ہم سے ان کے کتنے اختلافات ہیں ان کی حفاظت فرما اور اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ رکھ۔ جو کام آج ہم اپنے ہاتھوں سے نہیں کر سکتے وہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ کر دے اور ہمارے دل کا دکھ ہمارے ہاتھوں کی قربانیوں کا قائم مقام ہو جائے۔"
(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 237-238)

شعائر اللہ کی حفاظت ہمیں وطن کی حفاظت سے زیادہ عزیز ہے

بعض متعصب ہندو ہمیشہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہندوستان کی نسبت مکہ اور مدینہ کی محبت بہت زیادہ ہے۔ اس موقع پر حضور نے اس اعتراض کا بھی نہایت لطیف جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"بے شک دین کی محبت ہمارے دلوں میں زیادہ ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وطن کی محبت نہیں ہے۔ اگر ہمارا ملک خطرہ میں ہو تو ہم اس کے لئے قربانی کرنے میں کسی ہندو سے پیچھے نہیں رہیں گے لیکن اگر دونوں خطرہ میں ہوں یعنی ملک اور مقامات مقدسہ تو موخر الذکر کی حفاظت چونکہ دین ہے اور زندہ خدا کے شعائر کی حفاظت کا سوال ہے اس لئے ہم اسے مقدم کریں گے۔ بیشک ہم عرب کے پتھروں کو ہندوستان کے پتھروں پر فضیلت نہ دیں گے لیکن ان پتھروں کو ضرور فضیلت دیں گے جن کو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے فضیلت کا مقام بنایا ہے .... ایک مادہ پرست ہندو کیا جانتا ہے کہ وطن اور خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ شعائر میں کیا فرق ہے۔ وہ عرفان اور نیکی نہ ہونے کی وجہ سے اس فرق کو سمجھ نہیں سکتا .... حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ ہمارے ایمان کا جزو ہے مگر وہ گلیاں جن میں ہمارے پیارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے ہیں۔ وہ پتھر جنہیں خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے عبادت کا مقام بنایا

ہمیں وطن سے زیادہ عزیز ہیں اس پر کوئی ہندو یا عیسائی حاسد جلتا ہے تو جل مرے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ۔"

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 241)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس مرحلہ پر غیرت اسلامی کا جو اظہار فرمایا اسے مخالفین احمدیت نے بھی بہت سراہا ۔چنانچہ احراری اخبار "زمزم" نے اپنی 19 جولائی 1942ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"موجودہ حالات میں خلیفہ صاحب نے مصر اور حجاز مقدس کے لئے اسلامی غیرت کا جو ثبوت دیا ہے وہ یقیناً قابلِ قدر ہے اور انہوں نے اس غیرت کا اظہار کر کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے ۔"

آنحضرتؐ کی ناموس وعزت کے تحفظ

اور مسلمانانِ ہند کی ترقی و بہبود کے لئے تحریک

پنڈت شردھانند صاحب کے قتل نے ہندو قوم میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف زبردست آگ لگا دی اور پشاور سے لے کر کلکتہ کے تمام ہندوؤں نے عزم کرلیا کہ وہ پنڈت شردھانند کا کام بہر کیف جاری رکھیں گے اور اپنی جان اور اپنا مال تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے ۔اس غرض کے لئے ایک "شردھانند میموریل فنڈ" قائم کیا گیا اور ہندو شدھی سبھا نے اپنی سرگرمیاں اور زیادہ تیز کردیں تو 1927ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس وعزت کے تحفظ اور مسلمانانِ ہند کی ترقی و بہبود کے لئے ایک زبردست تحریک شروع کی جس نے دوسرے مسلمانوں میں بھی ایک نئی زندگی ،ایک نیا جوش اور ایک نیا ولولہ پیدا کردیا اور وہ بھی متحد ہو کر جماعت احمدیہ کے دوش بدوش اسلام کی حفاظت کے لئے تیار ہو گئے ۔ایک جھنڈے تلے جمع ہونے لگے ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کے سامنے ایک خطبہ جمعہ میں بڑے درد کے ساتھ یہ تشویشناک صورت رکھتے ہوئے بتایا کہ اب اسلام پر جو حملہ ہوگا ۔اس کا دفاع ہمیں کرنا ہوگا ۔چنانچہ حضورؓ نے فرمایا:

"دیکھو ہندوستان میں آج کل اسلام پر خطرناک وقت آیا ہوا ہے ۔دشمن چاہتا ہے کہ اسلام کو مٹا دے اور توحید کو مٹا کر شرک کی بنیاد رکھ دے اور اسلام کی جگہ ہندو مذہب قائم کردے ۔وہ بت پرست اقوام جن کی گھٹی میں شرک ملا ہوا ہے آج وہ خدائے واحد کی توحید کے مٹانے کے درپے ہیں............پس میں آج ہر اس شخص سے جس کے دل میں اسلام کا درد ہے، ہر اس شخص سے جو اسلام کی ترقی اور عظمت کا خواہاں ہے، ہر اس شخص سے جس نے اقرار کیا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے گا یہ بات بڑے درد سے کہتا ہوں کہ اس کا فرض ہے کہ اس نازک وقت میں بیدار ہو جائے ۔"

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 69-70)

ہندوستان میں اسلام کی کیفیت کا آگے چل کر حضور یوں ذکر فرماتے ہیں :

"ہندوستان میں سپین کی طرح کا مشکل وقت اسلام کے لئے آیا ہوا ہے۔سپین مسلمانوں کا ملک تھا اس میں سینکڑوں سال تک مسلمانوں نے اسلام کا جھنڈا بلند رکھا۔سپین وہ ملک تھا جو ان ملکوں کے لئے جو آج متمدن اور مہذب ملک کہلاتے ہیں مسلمانوں کی وجہ سے بڑی بھاری درس گاہ تھا۔ان کے لئے یونیورسٹی کا کام دیتا تھا۔اور یہ وہ ملک تھا جس کے باشندے یورپ کے ملکوں کے باشندوں کو ان کی غیر مہذب حالت کی وجہ سے وحشی جاہل اور غیر متمدن کہتے تھے۔اور یورپ کے لوگ اس جگہ کے مسلمانوں سے سبق لیتے تھے۔اور ان سے علم پڑھتے تہذیب سیکھتے اور تمدن کے اصول حاصل کرتے تھے۔لیکن آج اس سپین میں ایک بھی مسلمان نہیں۔یہ نہیں ہوا کہ وہاں کے مسلمانوں کی نسل قطع ہوگئی ہو۔یہ بھی نہیں ہوا کہ وہاں کے مسلمان اس ملک کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں جا بسے۔بلکہ یہ ہوا کہ سب نے عیسائی مذہب قبول کرلیا۔وہ سپینی قوم جس کے باپ دادوں نے خون میں غوطے کھا کھا کر اسلام کو اس ملک میں قائم کیا تھا۔وہ مسلمان جو توحید کے نام پر اپنا ذرہ ذرہ قربان کرنے پر آمادہ تھے۔وہ مسلمان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جان و مال نثار کردینے پر تیار تھے۔آج ان کی اولاد توحید کی بجائے تثلیث پرست ہے آج ان مسلمانوں کی اولاد کے دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہیں۔اور صرف خالی ہی نہیں بلکہ گالیاں دیتے ہیں۔ان میں لاکھوں آدمی ایسے ہیں جنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہماری رگوں میں مسلمانوں کا خون دوڑ رہا ہے۔ کیا مسلمان چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی ان کی یہی حالت ہو؟

وہ قوم جو تعداد میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔وہ قوم جو مال میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔وہ قوم جو انتظام میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔وہ قوم جو استقلال میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔وہ قوم جو ذرائع میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔وہ قوم جو اسباب میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔وہ قوم جو طاقت اور علم میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔وہ ارادہ کر چکی ہے کہ جس طرح ہو لالچ سے، پیار سے، دھمکی دے کر، مار کر، سختی سے، نرمی سے غرض کسی طرح بھی ہو ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو بنا لے۔اور اگر وہ ہندو نہ بنیں تو ان کو جس طرح ہو ہندوستان سے نکال دے۔ یہ وہ ارادہ ہے جو ہندو قوم نے جو توحید سے بالکل خالی ہے۔مسلمانوں کے متعلق کیا ہے۔اگر کوئی جماعت اس کے برخلاف آواز اٹھا سکتی ہے۔اگر کوئی جماعت سینہ سپر ہو کر اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں آسکتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت ہے۔پس یہ جو ہندوؤں کی طرف سے چیلنج دیا گیا ہے اگر احمدی جماعت اس کے جواب کے لئے میدان میں نکل کھڑی ہو تو یقیناً اسلام کی فتح ہے۔اور یہ آخری جنگ ہوگی۔ جس کے ذریعہ شرک ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے گا اور توحید ہمیشہ کے لئے قائم کردی جائے گی۔لیکن اگر احمدی جماعت نے اس زور کے ساتھ شرک کا مقابلہ نہ کیا اور اس جوش کے ساتھ توحید کی اشاعت کے لئے اٹھ نہ کھڑی ہوئی جو نبیوں کی جماعت کا خاصہ ہے تو ہمیشہ کے لئے توحید مٹ جائے گی۔اور دنیا سے خدا کا نام محو ہو جائے گا۔پس میں احمدی دوستوں سے کہتا ہوں خواہ وہ قادیان کے رہنے والے ہوں خواہ باہر کے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور اسلام کے

لئے اس مقابلہ کے میدان میں نہیں اُتر سکتے تو فیصلہ کر دیں کہ ہم اس جنگ کے لئے تیار نہیں۔ لیکن اگر وہ اس جنگ کے لئے تیار ہیں تو میں انہیں کہتا ہوں کہ وہ ایک جان ہو کر مضبوط عزم کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور ایسی بلند آواز اٹھائیں کہ ہر ہندو کے کان میں وہ پہنچے۔ اور کوئی شخص اس آواز کو دبا نہ سکے" (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 71-73)

اپنی جماعت کو مخاطب کرنے کے بعد حضور نے خواب غفلت میں پڑے مسلمانوں کو آنے والے عظیم خطرہ سے ہوشیار اور بیدار کرتے ہوئے اشتراک عمل کی دعوت دی اور فرمایا:۔

"وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم ان کے ہونٹوں سے تو یہ بات نکلتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے اندر ہے اور پھر ان میں سے بعض تو اسلام کا درد بھی رکھتے ہیں۔ پس جب یہ بات ان میں پائی جاتی ہے تو میں ان الفاظ کا ہی واسطہ دے کر انہیں کہتا ہوں کہ وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے الفاظ بولتے ہیں۔ ان کا لحاظ کر کے ہی وہ اس نازک وقت میں اسلام کی مدد کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس وقت یقیناً وہی براہین اور دلائل کارگر ہو سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتائے ہیں مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ گھر کی لڑائی چھوڑ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ غیر احمدی ہمارا مقابلہ نہ کریں۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمارا مقابلہ نہ کریں۔ جس جگہ احمدیت کی تبلیغ ہو۔ بے شک اس جگہ وہ اپنا سارا زور لگائیں۔ ہاں اتنی بات میں پھر بھی کہوں گا کہ دیانت کے ساتھ زور لگائیں۔ کیونکہ بہت سی ہماری مخالفت ذاتی عداوت پر مبنی ہوتی ہے۔ اور لوگ کسی مسئلے یا عقیدے کی بناء پر ہماری مخالفت نہیں کرتے۔ بلکہ بسا اوقات بعض ذاتی دشمنیوں کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ اس لئے میں جہاں یہ کہوں گا۔ کہ دشمن کے مقابلہ میں ہمارا مقابلہ نہ کریں اور جہاں احمدیت کی تبلیغ ہو وہاں پورا زور لگائیں۔ وہاں میں یہ بھی کہوں گا کہ وہ دیانت کے ساتھ زور لگائیں اور ایمان کو مدنظر رکھتے ہوئے اور خدا کا خوف دلوں میں رکھتے ہوئے زور لگائیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ ذاتی مخالفت کی وجہ سے وہ اپنے موجودہ ایمان کو بھی کھو بیٹھیں۔ وہ احمدیت کے برخلاف زور لگائیں۔ لیکن جہاں آریہ اور عیسائیوں سے مقابلہ ہو وہاں یہ ثابت کر دیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے اور ان کی عزت کرنے والے اچھے ہیں۔ یہ کوئی بڑا مطالبہ نہیں۔ وہ بے شک ہمیں دکھ دیں۔ بے شک ہمیں نقصان پہنچائیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ کے وقت یہ بتا دیں کہ اسلام سے محبت کرنے والوں کو بہر حال ہم اسلام کے دشمنوں سے اچھا سمجھتے ہیں۔ اور ہم ان کی پیٹھ میں خنجر مارنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ کوئی ایسا بڑا مطالبہ نہیں کہ جس کا پورا کرنا ایسے نازک وقت میں ان کے لئے مشکل ہو۔ اس موجودہ مشکل کا علاج یہی ہے کہ وہ ان لوگوں کے مقابلہ کے وقت ہم سے متحد ہو جائیں۔ اور اگر اس ذمہ داری کو سمجھ لیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ نازک وقت قائم نہیں رہ سکتا۔" (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 73-74)

گویا اس سلسلہ میں حضور نے مسلمانان ہند سے تین باتوں کی خواہش کی۔

1۔ دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم آپس میں متحد ہو جائیں اور ایک دوسرے کے مددگار بنیں۔

2۔ مسلمان اپنے ماحول کے حالات سے باخبر رہیں اور جس جگہ وہ ہندوؤں کے حملہ کا دفاع نہیں کر سکتے وہ ہمیں اطلاع دیں۔ہم اپنے آدمی بھیج دیں گے۔

3۔ جہاں جہاں آریوں اور عیسائیوں کا زور ہو۔وہاں مسلمان تبلیغی جلسے کر کے ہمارے واعظ بلوائیں۔

اس اعلان پر اسلام کا درد رکھنے والا طبقہ احمدی واعظوں کو اپنے جلسوں میں بھی بلانے لگا اور احمدی مسلمان اور غیر احمدی مسلمان دونوں ایک پلیٹ فارم پر اسلام کا دفاع کرنے لگے۔چنانچہ اس زمانہ کے اخبارات میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں کہ دوسرے مسلمانوں کو جہاں بھی اور جس وقت بھی آریوں یا عیسائیوں کے خلاف جلسہ کرنے یا مناظرے کرنے کی ضرورت پیش آئی احمدی مبلغ دعوت ملتے ہی وہاں بلا تامل پہنچے اور انہوں نے مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔چنانچہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی کتاب "مسلمان مہارانا" میں اعتراف کیا کہ

"اگر چہ میں قادیانی عقیدہ کا نہیں ہوں، نہ کسی قسم کا میلان میرے دل میں قادیانی جماعت کی طرف ہے۔لیکن میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ قادیانی جماعت اسلام کے حریفوں کے مقابلہ میں بہت مؤثر اور پر زور کام کر رہی ہے"

(الفضل 31 مئی 1927 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 574)

سید کشفی شاہ نظامی صاحب سیکرٹری پراونشل تنظیم کمیٹی برما نے (حضور کی خدمت میں) لکھا۔

"آپ نہایت غیرت کے ساتھ اس حملہ کے روکنے میں آگے بڑھے ہیں اور میں مسلمانان برما کی طرف سے بغیر مبارکباد دیئے ہوئے نہ رہوں گا کہ یقیناً آپ پُر جوش مقابلہ کے لئے آمادہ ہیں۔میں امید کرتا ہوں کہ آپ کے مرید بھی آپ کے صحیح جذبات کا اندازہ کرتے ہوئے آپ کے اس کار خیر میں اسی اخلاص کے ساتھ کار بند ہوں گے۔"

(جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 575)

حضورؓ اسلام کی فتح کی سکیم دے کر خود چین سے نہیں بیٹھے بلکہ مختلف مقامات کا دورہ کر کے جہاں مسلمانان ہند کی رہنمائی فرمائی وہاں اسلام کے لئے غیرت وحمیت کو جگانے کے لئے پر جوش ولولہ انگیز لیکچرز بھی دیئے۔چنانچہ آپؓ کے 2 مارچ 1927ء کے لیکچر لاہور نے پورے ہندوستان کو ہلا کر رکھ دیا اور اس تقریر کا چرچا ہندو مسلم پریس میں یکساں طور پر ہوا۔اخبار "تنظیم" نے مسلمانوں کو متحد کرنے اور رکھنے کے لئے آپ کی ایک تجویز کا ذکر کیا۔اگر مسلمان اس تجویز پر متحد ہو جاتے تو آج جا بجا کفر کی فیکٹریاں نظر نہ آتیں اور اس حوالہ سے اسلام بدنام نہ ہوتا۔چنانچہ اخبار "تنظیم" نے لکھا:۔

"آپ کی تجویز ہے کہ مسلمان سیاسی معاملات میں سیاسی اتحاد کو پیش نظر رکھیں اور ان تمام فرقوں کو مسلمان سمجھ لیں جو اسلام کے دعویدار ہیں اور جنہیں غیر مسلم مسلمان کہتے ہیں۔کیونکہ غیر مسلم کسی فرق و امتیاز کے بغیر تمام

مسلمانوں کونقصان پہنچانے کے درپے ہیں ۔مسلمانوں کوچاہیئے کہ وہ تمام فرقوں کے حقوق کالحاظ رکھیں اوراپنے بچوں کے لئے اس قسم کی تاریخیں لکھیں جس میں سلاطین اسلام کے متعلق صحیح واقعات پیش کیے جائیں اورانہیں معلوم ہو کہ ان کا ماضی کس قدر شاندار تھا۔" (اخبار تنظیم امرتسر 14مارچ 1927 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 576)

رنگیلارسول اوررسالہ ورتمان میں

حضرت محمدؐ کی تضحیک اور جماعت کادفاع وزبردست ردعمل

1927ء کا سال مسلمانوں پربالخصوص احمدیوں پرایک بھاری سال بن کرآیا جب بعض بدزبان اوردریدہ دہن آریوں نے ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پرزبردست غلیظ حملے کئے اور راجپال نے "رنگیلا رسول "نامی کتاب لکھ کرمسلمانوں کے جذبات کومجروح کیا۔جس میں مصنف نے بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نہایت دریدہ دہن دلخراش اوراشتعال انگیز باتیں لکھیں۔جبکہ دوسری جانب امرتسر کے ہندورسالہ "ورتمان" میں ایک آریہ دیوی شرن شرمانے "سیردوزخ "عنوان سے افسانوی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دل دکھا دینے والاایک مضمون تحریر کیا۔یہ بے حددلآزار مضمون مئی 1927ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔اس شرمناک افسانہ میں حضورؐ اورآپؐ کے مقدس اہل بیت کے نام بھی بگاڑ کرپیش کئے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کازبردست ردعمل

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ اشتعال انگیز مضمون دیکھتے ہی ایک پوسٹرشائع فرمایا جس کا عنوان تھا۔"**رسول کریمؐ کی محبت کادعویٰ کرنے والے کیااب بھی بیدارنہ ہوں گے**"

اس پوسٹر میں حضور نے نہایت پُرشوکت اورپُرجلال انداز میں تحریرفرمایا۔

" کیااس سے زیادہ اسلام کے لئے کوئی اورمصیبت کادن آسکتا ہے؟ کیااس سے زیادہ ہماری بیکسی کوئی اور صورت اختیار کرسکتی ہے؟ کیا ہمارے ہمسایوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی واہلی کواپنی ساری جان اورسارے دل سے پیار کرتے ہیں اورہمارے جسم کا ذرہ ذرہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پربھی فدا ہے اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھراس قسم کی تحریرات سے سوائے اس کے اورکیاغرض ہوسکتی ہے کہ ہمارے دلوں کوزخمی کیا جائے اورہمارے سینوں کوچھیدا جائے اورہماری ذلت اوربے بسی کونہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اورہم پر ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے احساسات کی ان لوگوں کو اس قدربھی پرواہ نہیں جس قدر کہ ایک امیرکبیرکوایک ٹوٹی ہوئی جوتی کی ہوتی ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیامسلمانوں

کوستانے کے لئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔ جس قدر رچاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن **خدا رانبیوں کے سردار کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم بھی صلح نہیں کر سکتے ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہرگز صلح نہیں ہو سکتی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔** بیشک وہ قانون کی پناہ میں جو کچھ چاہیں کر لیں اور پنجاب ہائیکورٹ کے تازہ فیصلہ کی آڑ میں جس قدر چاہیں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے لیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا اور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے وہ اپنی طاقت کی بنا پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں لیکن قانون قدرت کی زد سے نہیں بچ سکتے اور قانون قدرت کا یہ اٹل اصل پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوتی ہے اس کو بُرا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا۔" (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 597)

پھر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے بھائیو! اسلام کی ترقی کے لئے اپنے دل میں تینوں باتوں کا عہد کر لو۔ اول یہ کہ آپ خشیت اللہ سے کام لیں گے اور دین کو بے پرواہی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ تبلیغ اسلام سے پوری دلچسپی لیں گے اور اس کام کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور تیسرے یہ کہ آپ مسلمانوں کو تمدنی اور اقتصادی غلامی سے بچانے کے لئے پوری کوشش کریں گے اور اس وقت تک بس نہیں کریں گے جب تک کہ مسلمان اس کچل دینے والی غلامی سے بکلی آزاد نہ ہو جائیں اور جب آپ یہ عہد کر لیں تو پھر ساتھ ہی اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے لگیں۔ یہی وہ سچا اور حقیقی بدلہ ہے ان گالیوں کا جو اس وقت بعض ہندو مصنفین کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی وابلی کو دی جاتی ہیں اور یہی وہ سچا اور حقیقی علاج ہے جس سے بغیر فساد اور بدامنی پیدا کرنے کے مسلمان خود طاقت پکڑ سکتے ہیں اور دوسروں کی مدد کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں ورنہ اس وقت تو وہ نہ اپنے کام کے ہیں نہ دوسروں کے کام کے اور وہ قوم ہے بھی کس کام کی جو اپنے سب سے پیارے رسولؐ کی عزت کی حفاظت کے لئے حقیقی قربانی نہیں کر سکتی؟ کیا کوئی دردمند دل ہے جو اس آواز پر لبیک کہہ کر اپنے علاقہ کی درستی کی طرف توجہ کرے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہو۔" (الفضل 10 جون 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 597-598)

اس پوسٹر نے جو پورے ہندوستان میں ایک ہی تاریخ کو راتوں رات چسپاں کر دیا گیا تھا۔ ملک بھر میں زبردست ہیجان کی صورت پیدا کر دی اور حکومت کو انتہائی جدوجہد کے ساتھ امن قائم رکھنا پڑا۔ اگرچہ پوسٹر ضبط کر لیا گیا مگر یہ ضبطی غیرت رسولؐ اور عشق رسولؐ کے طوفان کو بھلا کیا روکتی اس سے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانی اور فدائیت کے جذبات پہلے سے بھی زیادہ شدت سے موجزن

ہونے لگے اور خود حکومت کو بھی "ورتمان" کا ناپاک اور گندہ پرچہ ضبط کرنے اور اس کے ایڈیٹر اور مضمون نگار پر مقدمہ چلانے کی فوری توجہ پیدا ہوئی۔

ہندوؤں نے یہ صورت دیکھی تو سر میلکم ہیلی (SIR MALCOLM HAILEY) گورنر پنجاب کے نام کھلی چھٹی لکھی۔

اس رسالہ "ورتمان" میں جو مضمون قابل اعتراض سمجھا گیا ہے اس کے جواب میں ایک نہایت گندہ دل آزار اور اشتعال دلانے والا پوسٹر مرزا بشیر ...... قادیان کی طرف سے شائع کیا گیا اور اس کی ہزارہا کا پیاں چھاپ کر ملک کے ہر حصہ میں تقسیم اور چسپاں کرائی گئیں۔ رسالہ ورتمان کا وہ پرچہ جس پر قابل اعتراض مضمون چھپا چند سو سے زیادہ نہ چھپا ہوگا اور اسے ایک آدھ مسلمان کے سوا اور کسی مسلمان نے نہیں پڑھا ہوگا لیکن مرزا کا پوسٹر جہاں لاکھوں مسلمانوں نے پڑھا وہاں لاکھوں ہندوؤں کی بھی نظر سے گزرا۔ اور اس طرح پر اس کے ذریعہ زیادہ زہر پھیلایا گیا۔ مگر سرکار نے مرزا کی اس شرارت کا اس کے سوا اور کوئی نوٹس نہ لیا کہ اس کا پوسٹر ضبط کر لیا گیا۔ کیا اس امر کی ضرورت نہ تھی کہ جس طرح لالہ گیان چند (ایڈیٹر ورتمان۔ ناقل) کے خلاف مقدمہ چلایا گیا ہے اس طرح مرزا کے خلاف بھی قانون کو حرکت دی جاتی۔

کتاب "رنگیلا رسول" سے متعلق عدالت پنجاب کا فیصلہ

اس ناپاک کتاب کے مقدمہ میں راجپال کو زیر دفعہ 153۔ الف تعزیرات ہند چھ ماہ قید با مشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کی سزا ہوئی تھی۔ راجپال نے پنجاب ہائیکورٹ میں اپیل دائر کی اور اس کے جج کنور دلیپ سنگھ نے فیصلہ دیا کہ:۔

میری رائے میں دفعہ 153۔ الف اس قدر وسیع معانی کے لئے نہیں بنایا گیا تھا۔ میرے خیال میں اس دفعہ کے وضع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو کسی ایسی قوم پر حملہ کرنے سے روکا جائے جو موجود ہو نہ کہ اس سے گزشتہ مذہبی رہنماؤں کے خلاف اعتراضات اور حملوں کو روکنا مقصود تھا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس امر پر اظہار افسوس کرتا ہوں کہ ایسی دفعہ کی تعزیرات میں کمی ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مقدمہ دفعہ 153۔ الف کی زد میں آتا ہے اس لئے میں نظر ثانی کو بادل ناخواستہ منظور کرتا ہوں اور مرافعہ گزار کو بری کرتا ہوں۔

اس فیصلہ کے خلاف اخبار مسلم آؤٹ لک (Muslim Out Look) کے احمدی ایڈیٹر سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے 14 جون 1967ء کو "مستعفی ہو جاؤ" کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا۔ جس پر پنجاب ہائیکورٹ کی طرف سے اخبار کے ایڈیٹر اور اس کے مالک و طابع (مولوی نور الحق صاحب) کے نام توہین عدالت کے جرم میں ہائیکورٹ کی طرف سے نوٹس پہنچ گیا۔

حضورؓ کا سید دلاور شاہ بخاری کو مشورہ

سید دلاور شاہ صاحب بخاری ہائیکورٹ کا نوٹس لے کر حضورؓ کی خدمت میں بغرض مشورہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ مضمون پر اظہار افسوس کر دینا چاہیے مگر حضورؓ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ صوبہ کی عدالت کا مناسب احترام کریں لیکن جبکہ ایک مضمون آپ نے دیانتداری سے لکھا ہے اور اس میں صرف ان خیالات کی ترجمانی کی ہے جو اس وقت ہر مسلمان کے دل میں اٹھ رہے ہیں تو اب آپ کا فرض سوائے اس کے کہ اس سچائی پر مضبوطی سے قائم رہیں اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سوال ہے اور ہم اس مقدس وجود کی عزت کے معاملہ میں کسی کے معارض بیان پر بغیر آواز اٹھائے نہیں رہ سکتے ہیں......... میری طرف سے آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ اپنے جواب میں لکھوا دیں کہ اگر ہائیکورٹ کے ججوں کے نزدیک کنور دلیپ صاحب کی عزت کی حفاظت کے لئے تو قانون انگریزی میں کوئی دفعہ موجود ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے کوئی دفعہ موجود نہیں تو میں بڑی خوشی سے جیل خانہ جانے کے لئے تیار ہوں۔"
(الفضل یکم جولائی 1927ء)

چنانچہ اس مقدمہ کی سماعت 22 جون 1927ء میں ہائیکورٹ کے فل بنچ کے سامنے سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے مومنانہ غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے درج ذیل نہایت ایمان افروز بیان دیا کہ :۔

مسلمان کا سب سے زیادہ محبوب اور مطلوب جذبہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے پیغمبر پاک سے عقیدت وافر اور ارادت کامل رکھتا ہے۔ مسلمان کے لئے خواہ وہ کسی طبقہ یا درجہ سے تعلق رکھتا ہو۔ عام اس سے کہ وہ امیر ہو یا غریب و نادار یہ ناممکن ہے کہ پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر کسی قسم کا حملہ گوارا کر سکے......... یہی وجہ ہے کہ رنگیلا رسول کی اشاعت سے ہر ایک قلب مسلم پر یاس و ہیجان مستولی ہو گیا۔ ہر مسلمان مضطرب نظر آنے لگا۔ لیکن اس اشتعال انگیز کتاب کی اشاعت سے مشتعل شدہ جذبات کو ملت اسلامیہ کے ہر فرد نے دبائے رکھا۔ اور اس امید سے دل کو تسلی دے لی کہ اس کی اشاعت کے ذمہ دار کو قانون کے ماتحت واجب اور منصفانہ سزا دی جائے گی اور کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ آنریبل مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ نے امیدوں کے قصر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس وسیع ملک کے طول و عرض میں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو نہایت سخت صدمہ پہنچا۔ (انقلاب 23 جون 1927ء ضمیمہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 600)

چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی فاضلانہ بحث

اس مقدمہ میں وکالت کے لئے مسلمان وکلاء نے متفقہ طور پر جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کا نام تجویز کیا اور آپ نے مقدمہ میں ایسی قابلیت اور عمدگی سے وکالت کی کہ سب مسلمانوں نے آپ کو خراج تحسین ادا کیا۔ چنانچہ اخبار "دور جدید" لاہور نے 16 اکتوبر 1933ء کو لکھا۔

مسلم آؤٹ لک کےاس کیس کے سلسلہ میں جو درحقیقت راجپال کے مقدمہ تحقیر نبی کریمؐ کا ایک شاخسانہ تھا۔ شفیع مرحوم و مغفور کی کوٹھی پر پنجاب کے بہترین وکلاءاس غرض کے لئے جمع ہوئے تھے کہ اس مقدمہ کو ہائیکورٹ میں ججوں کے سامنے کون پیش کرے تو ان چوٹی کے آٹھ دس وکلاء نے (جو سب کے سب لیڈر اور قومی رہنما اور سردار سمجھے جاتے ہیں) متفقہ طور پر فیصلہ کیا تھا کہ اس کام کو چوہدری ظفر اللہ خان کے علاوہ اور کوئی شخص کامیابی کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا۔ چوہدری صاحب موصوف نے اگرچہ اس بات پر بہت زور دیا اور فرمایا کہ آپ حضرات تجربہ، قابلیت، شہرت اور استعداد میں مجھ سے بڑھ کر ہیں۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ دار کارکن آپ میں سے کوئی بزرگ ہو جائے اور میں بطور اسسٹنٹ ممکن خدمت اور مدد کرتا رہوں لیکن اس کو کسی ایک نے بھی منظور نہ کیا۔

چوہدری صاحب نے ہائیکورٹ میں یہ کیس بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا اور اپنی سحر بیان تقریر کے آخری فقروں میں فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے احکام کے سامنے دنیا کی چالیس کروڑ آبادی کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں جن کی غلامی پر دنیا کے جلیل القدر شہنشاہ، عظیم الشان وزراء، مشہور عالم جرنیل اور کرسی عدالت پر رونق افروز ہونے والے جج (جن کی قابلیت پر زمانہ کو ناز ہے) فخر کرتے ہیں ایسے انسان کامل کے متعلق راجپال کی ذلیل تحریر کو کسی جج کا یہ قرار دینا کہ اس سے نبی کریمؐ کی کوئی ہتک نہیں ہوئی تو پھر مسلم آؤٹ لک کے مضمون سے بھی یہ فیصلہ قرار دینے والے کہ اس سے کسی کی کوئی تحقیر نہیں ہوئی صاحب الرائے ٹھہرتے ہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 600-601)

اخبار "سیاست" لاہور نے 23 جون 1927ء کو لکھا۔

اگرچہ فیصلہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے خلاف ہوا تاہم ان کی قابلیت اور ان کے فاضلانہ خطاب کا ہر شخص معترف تھا اور اپنے اور بیگانے وکلاء نے بھی ان کو ان کی تیاری اور قابلانہ تقریر پر مبارک باد دی ....
... مسٹر ظفر اللہ نے ثابت کیا کہ کسی جج سے استعفاء کا مطالبہ کرنا اس کی ہتک کرنا نہیں ہے اس کو عدالت نے تسلیم کیا آپ نے کہا کہ ملزمین نے نہایت دلیرانہ جواب دیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ جھوٹ بولنے والے نہیں ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد یہ نہ تھا کہ جج کی نیت پر حملہ کریں تو ہمیں ان کے بیان پر اعتماد کرنا چاہئے اور اس امر کی تحقیقات چاہتے تھے کہ آیا اس مقدمہ میں سرکاری وکیل نے خوب بحث کی یا نہ کی اور جج نے اس کو دو ججوں کے سپرد کیوں نہ کر دیا اکیلے کیوں فیصلہ کیا وغیرہ وغیرہ آپ نے کہا کہ ایک فقرہ کے بھلے اور بُرے دو معنی ہو سکتے ہیں اس کے جو بھلے معنی ہیں عدالت ان کو اختیار کرے۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 601-602)

عدالت نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے فاضلانہ دلائل سننے کے باوجود ملزمان سید دلاور شاہ بخاری اور مولوی نور الحق صاحب کو قید اور جرمانے کی سزا سنا دی اور جیل بھجوا دیا۔

تحفظ ناموس رسولؐ کے لئے مسلمانان ہند کی رہنمائی اور ملک گیر تحریک کا آغاز

عدالتی فیصلہ پر مسلمانان ہند کا قومی دماغ سخت پریشان ہوگیا اور مسلمان اس وقت متفق طور پر یہ فیصلہ نہ کر سکے

کہ اب انہیں کیا اقدام کرنا چاہئے۔ایک فریق نے یہ علاج سوچا کہ عدالتوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔دوسرے فریق نے کہا کہ مسلم آؤٹ لک کے ایڈیٹر کی طرح دوسرے مسلمان بھی توہین عدالت کے جرم کا تکرار کریں آخر کتنے مسلمانوں کو جیل خانہ میں ڈالا جا سکے گا۔تیسرے فریق نے یہ تجویز بتائی کہ ملک میں سول نافرمانی شروع کردی جائے۔

مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ نے ان سب تدبیروں کو پرزور دلائل سے بے فائدہ اور بے سود بلکہ مسلم مفادات کے اعتبار سے انتہائی نقصان دہ اور ضرر رساں ثابت کیا اور اس نازک ترین وقت میں جبکہ مسلمانوں اور اسلام کی زندگی اور موت کا سوال درپیش تھا مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور تحفظ ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک پُرامن مگر مؤثر عملی تحریک کا آغاز کردیا۔

22 جولائی 1927ء کے دن جلسوں کی تجویز

اس سلسلہ میں حضور نے ابتدائی مرحلہ پر فوری رنگ میں یہ تجویز کی کہ "مسلم آؤٹ لک" کے مدیر و مالک کی قید کے پورے ایک ماہ بعد یعنی 22 جولائی 1927ء کو جمعہ کے دن ہر مقام پر جلسے کئے جائیں جن میں مسلمانوں کو اقتصادی اور تمدنی آزادی سے متعلق آگاہ کیا جائے اور سب سے وعدہ لیا جائے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں تبلیغ اسلام کا کام جاری کریں گے۔اور ہندوؤں سے ان امور میں چھوت چھات کریں گے جن میں ہندو چھوت چھات کرتے ہیں اپنے قومی حقوق قوانین حکومت کے ماتحت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔اس دن ہر مقام پر ایک مشترکہ انجمن بنائی جائے جو مشترکہ فوائد کا کام اپنے ہاتھ میں لے۔اسی طرح تمام مسلمان حکومت سے درخواست کریں کہ ہائی کورٹ کی موجودہ صورت مسلمانوں کے مفاد کے خلاف اور ان کی ہتک کا موجب ہے (پنجاب میں) پچپن فیصد آبادی والی قوم کے کل دو جج ہیں۔اس لئے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ کم سے کم ایک مسلمان جج پنجاب کے بیرسٹروں میں سے اور مقرر کیا جائے اور اسے نہ صرف مستقل کیا جائے بلکہ دوسرے ججوں سے اسے اس طرح سینئر کیا جائے کہ موجودہ چیف جسٹس (سر شادی لال) کے بعد وہی چیف جج ہو۔

حضور نے مزید فرمایا کہ 22 جولائی کے جلسوں میں مسلمانوں سے دستخط لے کر ایک محضر نامہ تیار کیا جائے کہ ہمارے نزدیک "مسلم آؤٹ لک" کے ایڈیٹر اور مالک نے ہرگز عدالت عالیہ کی ہتک نہیں کی بلکہ جائز نکتہ چینی کی ہے جو موجودہ حالات میں ہمارے نزدیک طبعی تھی اس لئے ان کو آزاد کیا جائے اور جلد سے جلد جسٹس کنور دلیپ سنگھ کا فیصلہ مسترد کر کے مسلمانوں کی دلجوئی کی جائے۔ (الفضل یکم جولائی 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 603-604)

انگریزی حکومت نے چاہا کہ آپ یہ مہم جاری نہ کریں۔لیکن حضور نے حکومت کو صاف صاف کہہ دیا کہ
مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ گورنمنٹ کی خاطر قوم کو قربان کردوں اس وقت قوم کی حفاظت کا سوال ہے۔

(لیکچر شملہ صفحہ 33 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 604)

22 جولائی 1927ء کو جلسے کا شاندار منظر اور قومی و ملی اتحاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اس آواز پر جو آپ نے قادیان سے بلند کی تھی پورا ہندوستان گونج اٹھا اور ایک آپ کی تحریک پر 22 جولائی کو مسلمانان ہند نے ہر جگہ کامیاب جلسے کئے اور ایک متحدہ پلیٹ فارم سے نہ صرف مسلم آؤٹ لک کے مالک اور مدیر کی گرفتاری پر احتجاج کیا گیا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی سکیم کے مطابق مسلمانوں نے مشترکہ انجمنیں قائم کر کے دوکانیں کھلوائیں، تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دی اور اپنے سیاسی حقوق کے لئے اپنی جدوجہد تیز تر کر دی اور ایک محضرنامہ تیار کیا جس پر پانچ لاکھ مسلمانوں کے دستخط تھے۔ (الفضل 25 اکتوبر 1927ء)

لندن میں مسلم پولیٹیکل لیگ کا قیام

ناموس رسالت کی خاطر جماعت احمدیہ کی کوششوں کا دائرہ صرف اندرون ملک تک ہی نہیں رہا بلکہ بیرونی مما لک تک ممتد ہوا اور جماعت احمدیہ کی کوشش سے لندن میں مسلم حقوق کی تائید کے لئے ایک مسلم پولیٹیکل لیگ قائم کی گئی اور انہی دنوں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر مسلمانان پنجاب کے نمائندہ کی حیثیت سے لندن تشریف لے گئے آپ نے دارالعوام اور دارالامرا کے ممبروں انڈیا آفس کے عہدیداروں سابق وائسرائے، گورنروں، پارلیمنٹ کے کارکنوں اور پریس کے نمائندوں سے ملاقاتیں کیں۔ کئی مجالس کو خطاب کیا اور مشہور برطانوی اخبارات میں مضمون لکھے جن کے نتیجہ میں پبلک حلقوں میں مسلمانوں کے حقوق کی نسبت اور زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 604)

ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش

اُدھر ہندوؤں نے جب دیکھا کہ قادیان سے بلند ہونے والی تحریک نے مسلمانوں میں زبردست ہیجان پیدا کر دیا ہے تو انہوں نے مسلمانوں کو احمدیوں کے خلاف اکسانا شروع کیا اور دونوں میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک ہندو اخبار نے لکھا۔

اس وقت لاہور کے بدنام اخبار "مسلم آؤٹ لک" کے ایڈیٹر اور پرنٹر پبلشر کے قید ہونے پر تمام ہندوستان کے مسلمان ایک غیر معمولی مگر فرضی جوش کا اظہار کر رہے ہیں اور "مسلم آؤٹ لک" کی پیروی کے لئے بے قرار ہوئے پھرتے ہیں اخبار "مسلم آؤٹ لک" کے متعلق ہمیں یہ معلوم کر کے از حد حیرت ہوئی ہے کہ اس کے ایڈیٹر مسٹر دلاور شاہ بخاری احمدی تھے اور جب ہائیکورٹ کا نوٹس ان کے نام آیا تو وہ مرزا قادیان کے پاس گئے تاکہ اپنے ڈیفنس یا طرز عمل کے متعلق اس کی رائے لیں۔ مرزا نے انہیں مشورہ دیا کہ معافی مانگنے کے بجائے قید ہو جانا بہتر ہے غرضیکہ ہر پہلو سے یہ ایک احمدی تحریک ہے اور احمدیوں کی چالاکی پر ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح انہوں نے تمام مسلمانوں کو اپنے آگے لگایا ہوا ہے اور تو اور جو مسلمان لیڈر انہیں کافر قرار دیتے تھے وہ بھی اس وقت انہیں لیڈر تسلیم کرتے اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا اسلام کی بہت بڑی خدمت خیال کرتے ہیں۔

(گورو گھنٹال لاہور 11 جولائی 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 605-606)

رنگیلارسول کے مصنف کوسزا ملنے کے بعد کالائحہ عمل

یہ زمانہ اسلام پر بہت نازک زمانہ ہے اس میں خصوصیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے ہورہے ہیں۔ جس طرح بھی ممکن ہو دشمن آپ کی ہر بات پر اعتراض کر کے اسے بری شکل میں پیش کر رہے ہیں۔ رنگیلا رسول کے مصنف کو اگر 18 ماہ کی قید ہو گئی تو کیا اور اگر دس سال کی قید ہو جائے تو کیا۔ کیا اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ محمود پر کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ تو ایک سرکاری جج نے فیصلہ کیا ہے کہ رنگیلا رسول کے مصنف کو سزا دے کر ظاہر کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کے مستحق نہیں جو آپ کے متعلق کہی گئیں۔ مگر یاد رکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انگریزوں کی یا کسی اور کی دی ہوئی تعریف کے ذریعہ مقامِ محمود نہیں پا سکتے۔ سینکڑوں ہزاروں گالیاں دینے اور مذمت کرنے والوں میں سے اگر ایک شخص کو سزا مل گئی تو کیا ہوا۔ اس کا تو ایک ہی ذریعہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے طریق سے یہ بات ثابت کر دیتے۔ اپنے چال چلن سے یہ بات ثابت کر دیتے ہیں۔ اپنے تقویٰ اور دینداری سے یہ بات ثابت کر دیتے کہ وہ متقی اور پرہیزگار ہیں۔ وہ دیانتدار ہیں، محنتی ہیں، کوشش کرنے والے ہیں اور علوم وفنون میں ترقی کرنے والے ہیں۔ تو لوگ خود ہی تعریف کرتے اور خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں بیان کرتے۔ پھر اگر ہزار رنگیلا بھی نکلتے تو ان کا کوئی اثر نہ ہوتا یا اگر مسلمان تبلیغ کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان لوگوں میں سے جو اعتراض کرتے ہیں لاکھوں کو مسلمان بنا لیتے۔ تو مذمت کرنے والے کم اور مدح کرنے والے زیادہ ہو جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد پڑھنی شروع ہو جاتی۔

میں اس موقع پر خصوصیت سے اپنی جماعت کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ وہ کھڑے ہو جائیں۔ ایک مکمل نداا ور ایک کامل عبادت ان کو دی گئی ہے جس کے نتائج یقینی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ کیونکہ ان سے اگر فائدہ اٹھایا جائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرنے والوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور مدح کرنے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ یہی وہ طریق ہے جس سے تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر کھڑا کر سکتے ہو اور یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ چاہو تو آپؐ کو اس منبر پر کھڑا کر دو جس پر آپؐ کی تعریف ہو اور چاہو تو اس جگہ پر آپؐ کو لے آؤ جہاں آپ کی مذمت ہو۔ لیکن اس صورت میں تمہارا یہ دعا مانگنا کہ اے خدا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر کھڑا کر، تمسخر ہو گا ہتک ہو گی اور بے عزتی ہو گی۔

میں اپنی جماعت کے سوا باقی مسلمانوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ پہلے نہیں سمجھے تو آج میرے ذریعے اس دعا کو سمجھ لیں اور اس شخص کے ذریعے اس دعا کو سمجھ لیں جسے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کا مطلب سمجھایا اور جس کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ اس میں ان کی کوئی ہتک نہیں۔ (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 85-86)

رسالہ ورتمان کے مضمون نگار کوسزا دلوانے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی کوششیں

رسالہ ورتمان میں شائع ہونے والے مضمون کے حوالہ سے قائم ہونے والا مقدمہ چیف جسٹس نے ایک جج کے سپرد کردیا۔لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حکومت کو بذریعہ تار توجہ دلائی کہ یہ مقدمہ ایک سے زیادہ ججوں کے سامنے پیش ہونا چاہئے تا دفعہ 153الف سے متعلق جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کی تحقیق ہو جائے۔یہ معقول مطالبہ حکومت نے منظور کرلیا اور مقدمہ ورتمان ڈویژن بنچ کے سپرد ہوگیا۔جس نے 16اگست 1927ء کو فیصلہ سنایا کہ مذہبی پیشواؤں کے خلاف بدزبانی 153الف کی زد میں آتی ہے اور بانی اسلام کو اسلام سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اور بنابریں ڈویژن بنچ نے ورتمان کے مضمون نگار کو ایک سال قید بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ اور ایڈیٹر کو چھ ماہ قید سخت اور اڑھائی سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے جذبات

اس فیصلہ پر مسلمان خوش ہوگئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بہت سے لوگوں نے مبارکباد کے تار بھی دیئے مگر آپ نے فرمایا۔"میرا دل غمگین ہے کیونکہ میں اپنے آقا اپنے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت کی قیمت ایک سال کے جیل خانہ کونہیں قرار دیتا۔میں ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی سزا قتل ہے ایک آدمی کی جان کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔میں ایک قوم کی تباہی کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔میں دنیا کی موت کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔بلکہ میں اگلے پچھلے سب کفار کے قتل کو بھی اس کی قیمت نہیں قرار دیتا۔کیونکہ میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دیا جائے .... کیونکہ کیا یہ سچ نہیں کہ میرا آقا دنیا کو جلا دینے کے لئے آیا تھا نہ کہ مارنے کے لئے وہ لوگوں کو زندگی بخشنے کے لئے آیا تھا نہ کہ ان کی جان نکالنے کے لئے۔غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا کے احیاء میں ہے نہ اس کی موت میں۔پس میں اپنے نفس میں شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص جو ایک قسم کی موت کا شکار ہوئے ہیں اور بدبختی کی مہر انہوں نے اپنے ماتھوں پر لگائی ہے اس صداقت پر اطلاع پاتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی تو کیوں گالیاں دے کر برباد ہوتے کیوں اس کے زندگی بخش جام کو پا کر ابدی زندگی نہ پاتے اور اس صداقت کا ان تک نہ پہنچنا مسلمانوں کا قصور نہیں تو اور کس کا ہے۔پس میں اپنے آقا سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سستی کا نتیجہ ہے۔قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا اور میرے لئے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک کہ تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض نکل کر اس کی جگہ آپ کی محبت قائم نہ ہو جائے۔ (الفضل 19اگست 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 606-607)

حضرت امام جماعت احمدیہ کی مساعی پر مسلم اخبارات کا اظہار تشکر

ناموس رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور دشمنان اسلام کے فتنہ کی سرکوبی کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جو عظیم الشان جہاد کیا وہ اس دور کے اسلامی کارناموں میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ چنانچہ اخبار مشرق (گورکھپور) نے حضرت امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات کے عنوان پر مندرجہ ذیل نوٹ شائع کیا۔

جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے "ورتمان" پہ مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے "رنگیلا رسول" کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل خانہ جانے سے خوف نہیں کھایا آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف وعدل کی طرف مائل کیا۔ آپ کا پمفلٹ ضبط کر لیا مگر اس کے اثرات کو زائل نہیں ہونے دیا۔ اور لکھ دیا کہ اس پوسٹر کی ضبطی محض اس لئے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے اور اس کا تدارک نہایت ہی عادلانہ فیصلہ سے کر دیا اور اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں۔ سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے۔ مسلم پولیٹیکل جماعت جو لندن میں بنائی گئی ہے یہ مسلم لیگ کی طرح مٹ جانے والی اور تباہ ہو جانے والی چیز نہ ہوگی۔ (اخبار مشرق 23 ستمبر 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 607)

❁ اس اخبار نے اپنی ایک اور اشاعت میں لکھا۔

یہ واقعہ ہے اس پر کوئی پردہ نہیں ڈال سکتا کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے صرف احمدی جماعت ہی اس بات کا دعویٰ کر سکتی ہے کہ اس نے فتنۂ ارتداد کا مقابلہ بہ حیثیت اچھا کیا اور خوب کیا اور اس سے زیادہ بہتر اور صحیح طریق پر ناموس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے جہاد اکبر بھی کسی دوسری جماعت نے نہیں کیا........ اس موقعہ پر قابل تحسین تمام فرقوں کے مسلمان ہیں جنہوں نے اختلاف کو چھوڑ کر خدا کے حکم پر تمسک کیا اور رہنمائے اسلام امین کامل صادق پاک باز حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت کے لئے ایک مرکز پر جمع ہو گئے اور یہی خدا کا حکم ہے۔ قرآن پاک میں برابر اس کی تاکید مسلمانوں کو ہے کہ تفرقہ نہ پیدا کرو۔ فرقہ بندی کو چھوڑ دو اور سب ایک ہو جاؤ گے تو غیر مسلم فرقے تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ہم جماعت احمدیہ کو مبارک باد دیتے ہیں کہ وہ سچا کام خدمت اسلام کا انجام دے رہی ہے اور اس وقت ہندوستان میں کوئی جماعت اتنا اچھا اور ٹھوس کام نہیں کرتی کہ وہ ہر موقعہ پر مسلمانوں کو حفاظت اسلام اور بقائے اسلام کے لئے توجہ دلاتی رہتی ہو۔ باوجود اختلاف عقائد کے ہمارے دل پر اس جماعت کی خدمات کا گہرا اثر ہے۔ اور آج سے نہیں۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے زمانہ سے اس وقت تک ہم نے کبھی اس کے خلاف کوئی حرف زبان اور قلم سے نہیں نکالا۔ (اخبار مشرق یکم ستمبر 1927ء بحوالہ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات صفحہ 57-58)

ﷺ اسی طرح اخبار "انقلاب" لاہور نے اپنی اشاعت 3 اگست 1927ء کو "احمدیوں کی قابل قدر خدمات اسلامی" کے عنوان لکھا۔

احمدی فرقے سے بہ اعتبار عقائد ہمیں جو اختلاف ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔علاوہ بریں مطالبات اسلامی کی تکمیل کے طریقہ ہائے کار میں بھی ہمارے اور ان کے درمیان بڑی حد تک فرق و تفاوت موجود ہے لیکن ان اختلافات کے باوجود ہم اس فرقہ کی بعض قابل قدر خدمات اسلامی کا تہ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مقدمہ راجپال کے فیصلہ کے متعلق نہ صرف ہندوستان میں ہی مسلمانوں کی ہم آہنگی اختیار کی بلکہ مسجد لندن کے امام مولوی عبدالرحیم درد کو اس قسم کی ہدایات بھی بھیج دیں کہ جہاں تک ہو سکے اس سلسلہ میں مسلمانوں کی شکایات کو پارلیمنٹ تک پہنچا دو اور انگلستان میں بھی اس جدوجہد کی بنیا درکھ دو۔جس نے آج مسلمانان ہند کو آتش زیرپا کر رکھا ہے ان ہدایات کا نتیجہ یہ ہوا کہ درد صاحب نے نہایت ہی دردمندی اور انہماک سے کام شروع کر دیا اور اب تک جو اطلاعات موصول ہو چکی ہیں۔ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بعض معززین انگلستان اور مسلمانان مقیم برطانیہ کے دستخطوں سے وزیر ہند کو بھیجنے کے لئے ایک محضر نامہ تیار ہو رہا ہے۔جس پر دوسو سے زائد دستخط کرنے والوں میں چینی، ہندوستانی، ایرانی، افغانی اور برطانوی مسلمانوں کے علاوہ سر آرتھر کانن ڈائل اور سر ولیم سمپسن جیسے معزز اور نامور انگریز بھی شامل ہیں اور محضر نامہ میں راجپال کی کتاب اور مقدمہ راجپال کے خلاف شدید نفرت اور حقارت کا اظہار کیا گیا۔اس کے علاوہ "مانچسٹر گارڈین" نے اس مسئلہ پر ایک افتتاحیہ لکھا ہے جس میں بتایا ہے کہ حالات موجودہ میں اس قسم کی قابل اعتراض تحریروں کی اشاعت سخت خطرناک فسادات کا باعث ہو سکتی ہے یہ بھی مولوی عبدالرحیم صاحب درد اور سردار اقبال علی شاہ صاحب احمدی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔تازہ خبر یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے کسی رکن نے راجپال کے مقدمہ کے متعلق ایک سوال بھی کر دیا ہے جس کے جواب میں ارل ونٹرٹن نے اعلان کیا ہے کہ عدالت عالیہ اس قسم کے مقدمہ کی سماعت کر رہی ہے اگر اس کا فیصلہ خاطر خواہ نہ ہوا تو اس قسم کی مطبوعات کے انسداد کے لئے قانون میں ترمیم کی جائے گی۔ہمیں یقین ہے کہ احمدیوں کی مساعی جمیلہ جاری رہیں گی اور دوسرے مسلمان بھی اس کام میں احمدیوں کی اعانت کریں گے۔یہاں تک کہ پارلیمنٹ میں ایک ایسی قوی جماعت پیدا ہو جائے جو مسلمانوں کے مطالبات کی پورے زور سے حمایت کر سکے ہم ان بروقت خدمات کے لئے امام جماعت احمدیہ اور مولوی عبدالرحیم درد صاحب کے بہت شکر گزار ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 608-609)

رنگیلا رسول کے مصنف راجپال کا قتل اور مسلمانوں کو متحد رکھنے کے لئے حضورؓ کی کاوشیں

6 اپریل 1929ء کے شروع میں ایک مسلمان نوجوان علم الدین نے بدنام زمانہ کتاب "رنگیلا رسول" کے دریدہ دہن اور بدباطن مصنف راجپال کو موقع پا کر لاہور میں قتل کر دیا۔جس پر آریہ دھرم والوں اور آریہ اخباروں نے

اسلام اور مسلمانوں پر الزام لگانا شروع کر دیئے کہ اسلام میں جواب دینے کی سکت نہیں اور ملکی فضا مکدر ہو کر رہ گئی۔ اس پر اسلام کے لئے درد رکھنے والے دل حضرت مصلح موعودؓ ایک دفعہ پھر میدان میں آئے۔ اپنے خطبات وتقاریر کے ذریعہ اسلام کا دفاع فرمایا۔ اور حکومت، عوام اور مسلمانوں کو قیمتی مشورے دینے کے علاوہ ہندو اور مسلمانوں دونوں سے اپیل کی کہ ایک دوسرے کے بزرگوں کا احترام کریں کہ یہی طریق قیام امن کا موجب ہو سکتا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 133-134)

تحفظ ناموس پیشوایان مذاہب کے لئے مکمل قانون کا مطالبہ

مقدمہ "ورتمان" کے فیصلہ سے یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے دفعہ 153 الف کی جو تشریح کی ہے بالکل غلط ہے اس امر کی فوری ضرورت تھی کہ بزرگان مذاہب کی توہین کے انسداد کے لئے پہلے سے زیادہ واضح اور زیادہ مکمل قانون کا مطالبہ حکومت سے کیا جاتا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 10 راگست 1927ء کو فیصلہ ورتمان کے بعد "مسلمانوں کا اہم فرض" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس کے ابتدا میں یہ بتایا کہ جماعت احمدیہ اس قانون کے نامکمل ہونے کی دیر سے شاکی ہے۔ حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

1897ء میں بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ مذہبی فتن کو دور کرنے کے لئے اسے ایک زیادہ مکمل قانون بنانا چاہئے لیکن افسوس کہ لارڈ الجن نے جو اس وقت وائسرائے تھے اس تجویز کی طرف مناسب توجہ نہ کی۔ اس کے بعد سب سے اول 1914ء میں میں نے سر اڈوائر کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ کا قانون مذہبی فتن کے دور کرنے کے لئے کافی نہیں اور جب تک اس کو مکمل نہ کیا جائے ملک میں امن قائم نہ ہوگا۔ انہوں نے مجھے اس بارہ میں مشورہ کرنے کے لئے بلایا لیکن جس تاریخ کو ملاقات کا وقت تھا اس سے دو دن پہلے استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ فوت ہو گئے۔ اور دوسرے دن مجھے امام جماعت منتخب کیا گیا۔ چنانچہ وہ جماعت کے لئے ایک سخت فتنہ کا وقت تھا۔ میں سر اڈوائر سے مل نہ سکا اور بات یونہی رہ گئی۔ اس کے بعد 1923ء میں میں میکلیگن سابق گورنر پنجاب سے ملا اور انہیں اس قانون کے نقصوں کی طرف توجہ دلائی مگر باوجود اس کے کہ میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلائیں انہوں نے یہ معذرت کر دی کہ اس امر کا تعلق گورنمنٹ آف انڈیا سے ہے اس لئے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں نے پچھلے سال ہز ایکسیلینسی گورنر جنرل کو ایک طویل خط میں ہندوستان میں قیام امن کے متعلق تجاویز بتاتے ہوئے اس قانون کی طرف بھی توجہ دلائی لیکن افسوس کہ انہوں نے محض شکریہ تک ہی جواب کو محدود رکھا اور باوجود وعدہ کے کہ وہ ان تجاویز پر غور کریں گے غور نہیں کیا۔ میرے اس خط کا انگریزی ترجمہ چھ ہزار کے قریب شائع کیا گیا اور تمام حکام اعلیٰ سیاسی لیڈروں، اخباروں، پارلیمنٹ کے ممبروں اور دوسرے سربرآوردہ لوگوں کو جا چکا ہے اور کلکتہ کے مشہور اخبار "بنگالی" نے جو ایک متعصب اخبار ہے لکھا ہے کہ اس میں پیش کردہ بعض تجاویز پر ہندو مسلم سمجھوتے کی بنیاد رکھی

جا سکتی ہے ۔سر مائیکل اڈوائر اور ٹائمز آف لنڈن کے مسٹر براؤن نے ان تجاویز کو نہایت ہی ضروری تجاویز قرار دیا اور بہت سے ممبران پارلیمنٹ اور دوسرے سربرآوردوں نے ان کی اہمیت کو تسلیم کیا۔لیکن افسوس کہ ان حکام نے جن کے ساتھ ان تجاویز کا تعلق تھا ان کی طرف پوری توجہ نہ کی جس کا نتیجہ وہ ہوا جو نظر آ رہا ہے ملک کا امن برباد ہو گیا اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی ۔

یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد حضورؓ نے حکومت اور مسلمانوں کو مروجہ قانون (153 ۔الف) کی چار واضح خامیوں کی طرف توجہ دلائی ۔

1 ۔ موجودہ قانون صرف اس شخص کو مجرم گردانتا ہے جو فسادات کی نیت سے کوئی مضمون لکھے ۔ براہ راست توہین انبیاء کو جرم نہیں قرار دیتا ۔

2 ۔ اس قانون کے تحت صرف حکومت ہی مقدمہ چلا سکتی ہے ۔

3 ۔ اس قانون میں یہ اصلاح کرنا ضروری ہے کہ جوابی کتاب لکھنے والے پر اس وقت تک قانونی کارروائی نہ کی جائے جب تک کہ اصل مؤلف پر مقدمہ نہ چلایا جائے بشرطیکہ اس نے گندہ ذہنی سے کام لیا ہو ۔

4 ۔ یہ قانون صوبائی ہے لہٰذا اصل قانون یہ ہونا چاہئے کہ جب ایک گندی کتاب کو ایک صوبائی حکومت ضبط کرلے تو باقی صوبائی حکومتیں بھی قانوناً پابند ہوں کہ وہ اپنے صوبوں میں اس کتاب کی طباعت یا اشاعت بند کردیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس قانون پر عمل درآمد گورنمنٹ آف انڈیا کے اختیار میں ہو جو کسی صوبہ کی حکومت کے توجہ دلانے پر ایک عام حکم جاری کردے جس کا سب صوبوں پر اثر ہو ۔

(الفضل 19 اگست 1927 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 610-611)

ہندوستان سے یہ آواز بلند کرنے کے بعد حضورؓ نے لندن کے مبلغ مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم ۔اے کے ذریعہ انگلستان میں بھی کوشش کر کے وہاں کے پریس میں یہ سوال اٹھا دیا کہ موجودہ قانون ناقص ہے اور اسے جلد بدلنا چاہئے اور پارلیمنٹ میں بھی بعض ممبروں نے یہ معاملہ رکھا اور خود آپ تحفظ ناموس رسولؐ اور مسلمانوں کے ملکی و قومی حقوق کی نگہداشت کے لئے جدوجہد کو آخری شکل دینے اور اس کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے ہندوستان کے مشہور مسلم و غیر مسلم زعماء سے تبادلہ خیالات کرنے کے علاوہ حکومتی حلقوں سے رابطہ پیدا کرنے کے لئے بنفس نفیس 13 اگست 1927ء کو شملہ تشریف لے گئے اور قریباً ڈیڑھ ماہ تک دن رات مصروف رہنے کے بعد 2 اکتوبر 1927ء کو قادیان واپس تشریف لائے ۔

ناموس پیشوایان مذاہب کے تحفظ کے لئے نیا قانون

حضور نے شملہ میں نہ صرف حکومت کو ملکی اور جدید قانون کی ضرورت کا قائل کرنے کی کوشش کی بلکہ اسمبلی کے مسلمان ممبروں سے تبادلہ خیالات کے علاوہ ہندو لیڈروں سے بھی اپنے مجوزہ مسودہ قانون پر گفتگو فرمائی چنانچہ مسلمانوں کے مشہور لیڈر جناب محمد علی جناح (قائد اعظم)، مولوی محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریذیڈنٹ اسمبلی، سرعبدالقیوم صاحب، خان محمد نواز خان صاحب، مولوی محمد شفیع صاحب داؤدی اور مولوی محمد عرفان صاحب گاہے گاہے آپ کی فرودگاہ پر تشریف لائے اور انہوں نے اس کے تمام پہلوؤں پر گھنٹوں بیٹھ کر تبادلہ خیالات کیا اور آپ کے مسودہ کی نہ صرف تائید کی بلکہ تعریف بھی۔ یہ مسودہ شائع ہوا تو ہندوستان ٹائمز نے اسے نہایت اہم اور ضروری قرار دیا۔

حضور کی اس شبانہ روز جدوجہد کا اثر یہ ہوا کہ قیام شملہ کے صرف نو دن بعد حکومت ہند نیا قانون اسمبلی میں پیش کرنے پر رضامند ہوگئی۔ چنانچہ 22 اگست 1927ء کو شملہ سے یہ سرکاری اعلان ہوا کہ مذاہب کی توہین یا دوسروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لئے شرانگیز مضامین کی افسوس ناک اشاعت کے پیش نظر حکومت ہند نے موجودہ قانون کی دفعات کو محض اس لئے بنظر امعان ملاحظہ کیا کہ ان میں سے کسی کو قوی بنانے کی ضرورت ہے یا نہیں لیکن قانون پر غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کی تحریرات تعزیرات ہند کے باب پانزدہم کی گرفت میں نہیں آتی ہیں۔ کیونکہ یہ باب محض ان جرائم پر حاوی ہے جو مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کی تمام تحریرات دفعہ 153۔ الف تعزیرات ہند کے رو سے قابل مواخذہ ہیں کیونکہ ایسا تو بہت شاذ و نادر ہوتا ہے کہ اس سے دو مختلف جماعتوں کے درمیان نفرت وحقارت کے جذبات کو ترقی دینے کی کوشش کا اظہار نہ ہوتا ہو۔ لیکن یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ طریقہ ایسے افعال کو قابل مواخذہ قرار دینے کے لئے ایک ٹیڑھا سا طریقہ ہے جنہیں خود ہی مورد تعزیر ہونا چاہئے عام اس سے کہ ان افعال سے مختلف جماعتوں کے درمیان منافرت ومغایرت کے جذبات کو ترقی ہوتی ہے یا نہیں۔ لہٰذا حکومت ہند نے فیصلہ کرلیا ہے کہ لیجسلیٹیو اسمبلی میں فوراً ایک مسودہ قانون پیش کردیا جائے تاکہ تعزیرات ہند کے باب پانزدہم میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ ہوجائے جس کے رو سے کسی مذہب کی عمداً توہین یا توہین کی کوشش یا ملک معظم کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے یا مجروح کرنے کی کوشش کو بذات خود ایک جرم قرار دیا جاسکے۔ اس دفعہ کو کتاب الآئین پر لانے کے لئے ضابطہ فوجداری میں بھی بعض ترمیمات کی جائیں گی جو اس اجلاس میں پیش ہوں گی۔ (الفضل 30 اگست 1927ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 612-613)

چنانچہ اسمبلی نے اس معاملے کے پیش ہونے پر ایک نئی دفعہ کا اضافہ منظور کرلیا اور پیشوایان مذہب کی عزت کے تحفظ کا قانون پہلے سے بھی زیادہ معین صورت اختیار کرگیا۔

ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ کا اجراء

تحفظ ناموس رسالت کی تحریک اور بدنام زمانہ کتاب "رنگیلا رسول" اور رسالہ "ورتمان" کی زبان درازی پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے درج بالا جو ولولہ انگیز اقدام 1927ء میں اٹھائے تھے وہ کوئی معمولی ہستی کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے نہ تھے بلکہ اس عظیم ہستی کے جلال و جمال کے اظہار کے لئے تھے جن کے بارہ میں خود اللہ تعالیٰ یوں گویا ہوا۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اس لئے ان مبارک اقدام کا تسلسل نہ صرف 1927ء میں جاری وساری رہا بلکہ 1928ء اور 1929ء میں سیرت النبیؐ کے عالمگیر جلسوں کی صورت میں نقطہ عروج تک پہنچتا ہوا دکھائی دیا۔ کیونکہ ہندوؤں کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کے خلاف گستاخیاں انتہاء کو پہنچ گئیں اور ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی نہایت خطرناک شکل اختیار کر گئی تو حضورؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس وحرمت کی حفاظت کے لئے نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ انٹرنیشنل سطح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے حالات اور آپؐ کے عالمگیر احسانات کے تذکروں کے لئے "سیرت النبیؐ" کے جلسوں کی تجویز فرمائی۔

آپ نے فرمایا:۔

"لوگوں کو آپؐ پر حملہ کرنے کی جرات اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ آپؐ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اسی لئے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپؐ کے حالات زندگی اور آپؐ کی پاکیزگی سے آگاہ ہو جائے۔ اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرات نہ رہے جب کوئی حملہ کرتا ہے تو یہی سمجھ کر کہ دفاع کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ واقف کے سامنے اس لئے کوئی حملہ نہیں کرتا کہ وہ دفاع کردے گا۔ پس سارے ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے واقف کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کے لئے بہترین طریق یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم شعبوں کو لے لیا جائے۔ اور ہر سال خاص انتظام کے ماتحت سارے ہندوستان میں ایک ہی دن ان پر روشنی ڈالی جائے تا کہ سارے ملک میں شور مچ جائے اور غافل لوگ بیدار ہو جائیں۔" (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 29-30)

نیز فرمایا:۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اسی طرح حملے کئے جاتے ہیں ایسے حملوں کے دفاع کا بہترین طریق یہ نہیں ہے کہ ان کا جواب دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کو توجہ دلائیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات خود پڑھیں اور ان سے صحیح طور پر واقفیت حاصل کریں۔ جب وہ آپؐ کے حالات پڑھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ آپؐ کی ذات نور ہی نور ہے اور اس ذات پر اعتراض کرنے والا خود اندھا ہے۔" (خطبات محمود جلد 11 صفحہ 362)

اس وسیع پروگرام کے لئے جولائحہ عمل آپ نے تجویز فرمایا

1 اس کے تحت 1928ء کے جلسوں کے لئے درج ذیل تین عناوین تجویز فرمائے۔

i۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی نوع انسان کے لئے قربانیاں

ii۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی

iii۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا پر احسانات

2 ایک ہزار مقامات پر جلسہ کرنے کے لئے ایک ہزار فدائی مقررین کا مطالبہ جو ایک ہزار مضامین تیار کر سکیں۔

3 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات چونکہ عالمی ہیں اس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کچھ کہنا چاہیں تو ضرور موقع دیا جائے۔

4 جو مضامین آئیں ان میں اول، دوم، سوم پوزیشنز پر آنے والوں کو انعامات دیئے جائیں۔

ان جلسوں کے لئے 17 جون کی تاریخ مقرر ہوئی۔اس روز ہندوستان کے طول وعرض میں 1419 مقامات پر جلسے ہوئے۔(لیکچراروں کی رہنمائی کے لئے 72 صفحات پر مشتمل الفضل کا خاتم النبیین نمبر 7000 کی تعداد میں شائع ہوا)ایک ہی سٹیج پر ہر فرقہ کے مسلمانوں نے سیرت رسولؐ پر اپنے دلی جذبات عقیدت کا اظہار کیا۔قادیان کے ممتاز احمدی علماء اور سکالرز مختلف مقامات پر تقاریر کرنے گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بذات خود قادیان کے عظیم الشان جلسہ میں شمولیت فرما کر اڑھائی گھنٹے تک "دنیا کے محسن" کے عنوان پر ایک تقریر دل پذیر فرمائی۔جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ میں مسلمانوں کے علاوہ سینکڑوں معزز مشہور غیر مسلم لیڈروں نے تقریریں کیں اور دنیا کے سب سے بڑے محسن سب سے بڑے پاکباز اور سب سے بڑے ہمدرد کے متعلق اپنی عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا۔یہ ایک ایسا روح پرور نظارہ تھا جو اس سے قبل دیکھنے کو نہ ملا تھا۔ان جلوس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پبلک پر یہ بات کھل گئی کہ ہندوؤں کا ایک بڑا طبقہ بانی اسلامؐ کے خلاف ناپاک لٹریچر کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بانی اسلامؐ کو دنیا کا بہت بڑا مصلح تسلیم کرتا ہے۔

ہندوستان کے علاوہ سماٹرا، آسٹریلیا، سیلون، ماریشس، عراق، ایران، عرب، دمشق (شام)، حیفا (فلسطین) گولڈکوسٹ (غانا) نائیجیریا، جنجہ، ممباسہ (مشرقی افریقہ) اور لندن میں بھی سیرت النبیؐ کے جلسے ہوئے۔اس طرح خدا کے فضل سے عالمگیر پلیٹ فارم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں محبت وعقیدت کے ترانے گائے گئے۔

جلسوں کی کامیابی پر تبصرے

مجالس سیرت النبیؐ کی کامیابی ایسے شاندار رنگ میں ہوئی کہ بڑے بڑے لیڈر دنگ رہ گئے اور اخباروں نے اس پر بڑے عمدہ تبصرے شائع کئے۔ اور اس کی غیر معمولی کامیابی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی مثلاً

❁ اخبار مشرق گورکھپور (21 جون 1928ء) نے لکھا۔

ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اس لئے کہ اس تاریخ میں اعلیٰ حضرت آقائے دوجہاں سردار کون و مکان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کسی نہ کسی پیرایہ میں مسلمانوں کے ہر فرقہ نے کیا اور ہر شہر میں یہ کوشش کی گئی کہ اول درجے پر ہمارا شہر رہے .... بہرحال 17 جون کو جلسے کی کامیابی پر ہم امام جماعت احمدیہ جناب مرزا محمود احمد کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اگر شیعہ و سنی اور احمدی اسی طرح سال بھر میں دو چار مرتبہ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں گے تو پھر کوئی قوت اسلام کا مقابلہ اس ملک میں نہیں کر سکتی۔ (الفضل 29 جون 1928ء)

❁ "مخبر "اودھ نے "انسان اعظم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر شاندار لیکچر "اور "ہندوستان کے جلسے" کے دوہرے عنوان سے ایک مفصل مضمون شائع کیا۔ جس میں لکھا۔

"دور حاضرہ کے مسلمانوں میں جماعت احمدیہ ایک پُر جوش جماعت ہے جس کے زبردست لیکچروں کی آواز یورپ سے امریکہ تک گونج رہی ہے اور یہ ہر موقع پر معترضین اسلام کی تسلی کرنے کو آمادہ رہی ہے۔ اس طبقہ نے بحث و مباحثہ کے ضمن میں بہترین خدمات انجام دیئے ہیں اور علم کلام میں جو عظیم الشان تبدیلیاں پیدا کی ہیں ان سے کسی انصاف پسند کو انکار نہیں۔ کچھ دنوں سے غیر اقوام کے مقررین اور جرائد و رسائل نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے جلسوں میں ایسے حالات بیان کرتے ہیں جس کا مستند تواریخ میں پتہ نہیں اور اپنے اخبارات میں ان غلط روایات پر الٹی سیدھی رائے زنی کرتے ہیں جن سے سیرت نبویؐ کا لٹریچر نا آشنا ہے۔ جماعت احمدیہ نے اس بات کا بیڑہ اٹھایا کہ 17 جون کو ہندوستان کے ہر حصہ میں مسلمانوں کے عام جلسے کئے جائیں۔ جن میں آنحضرتؐ کی سیرت مبارک پر شاندار لیکچروں کا سلسلہ شروع ہو۔ اور اس میں نہ صرف ہر فرقہ اسلامیہ کے ممتاز افراد شریک ہوں بلکہ غیر مذاہب کے اشخاص کو بھی دعوت دی جائے۔ (الفضل 3 جولائی 1928)

❁ اخبار" کشمیری" لاہور (28 جون 1928ء) نے 17 جون کی شام کے عنوان سے یہ تبصرہ شائع کیا:۔

"مرزا بشیر الدین محمود احمد جماعت احمدیہ قادیان کی یہ تجویز کہ 17 جون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت پر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں لیکچر اور وعظ کئے جائیں باوجود اختلافات عقائد کے نہ صرف مسلمانوں میں مقبول ہوئی بلکہ بے تعصب امن پسند صلح جو غیر مسلم اصحاب نے 17 جون کے جلسوں میں عملی طور پر حصہ لے کر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ 17 جون کی شام کیسی مبارک شام تھی کہ ہندوستان کے ایک ہزار سے زیادہ مقامات پر بیک وقت و بیک ساعت ہمارے برگزیدہ رسولؐ کی حیات اقدس، ان کی عظمت، ان کے احسانات و اخلاق اور ان کی

سبق آموز تعلیم پر ہندو، مسلمان اور سکھ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ اگر اس قسم کے لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری رکھا جائے تو مذہبی تنازعات وفسادات کا فوراً انسداد ہو جائے۔

17 جون کی شام صاحبان بصیرت وبصارت کے لئے اتحاد بین الاقوام کا بنیادی پتھر تھی ہندو اور سکھ مسلمانوں کے پیارے نبی کے اخلاق بیان کر کے ان کو ایک عظیم الشان ہستی اور کامل انسان ثابت کر رہے تھے۔ بلکہ بعض ہندو لیکچرار تو بعض منہ پھٹ معترضین کے اعتراضات کا جواب بھی بدلائل قاطع دے رہے تھے۔

آریہ صاحبان عام طور پر نفاق وفساد کے بانی بتائے جاتے ہیں اور سب سے زیادہ یہ گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی پر اعتراض کیا کرتا ہے۔ لیکن 17 جون کی شام کو پانی پت، انبالہ اور بعض اور مقامات میں چند ایک آریہ اصحاب نے ہی حضورؐ کی پاک زندگی کے مقدس مقاصد پر دل نشین تقریریں کر کے بتا دیا کہ اس فرقہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دوسرے مذاہب کے بزرگوں کا ادب واحترام اور ان کی تعلیمات کے فوائد کا اعتراف کر کے اپنی بے تعصبی اور امن پسندی کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ (الفضل 10 جولائی 1928ء)

❁"اردو اخبار" ناگپور (5 جولائی 1927ء) نے "جماعت احمدیہ کی قابل قدر خدمات" کی سرخی دے کر مندرجہ ذیل نوٹ لکھا۔

"جماعت احمدیہ ایک عرصہ سے جس سرگرمی سے اسلامی خدمات بجا لا رہی ہے وہ اپنے زریں کارناموں کی بدولت محتاج بیان نہیں ہے۔ یورپ کے اکثر ممالک میں جس عمدگی کے ساتھ اس نے تبلیغی خدمات انجام دیں اور دے رہی ہے سچ یہ ہے کہ یہ اسی کا کام ہے۔ پچھلے دنوں جبکہ یکا یک شدھی کا ایک طوفان عظیم امنڈ آیا تھا۔ اور جس نے ایک دو آدمیوں کو نہیں بلکہ گاؤں کے گاؤں مسلمانوں کو متاثر بنا کر مرتد کر لیا تھا۔ یہی ایک جماعت تھی جس نے سب سے پہلے سینہ سپر ہو کر اس کا مقابلہ کیا اور وہ کچھ خدمات انجام دیں اور کامیابی حاصل کی کہ دشمنان اسلام انگشت بدندان رہ گئے۔ اور ان کے بڑھے ہوئے حوصلے پست ہو گئے۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقع ہے کہ جس ایثار و انہماک سے یہ مختصری جماعت اسلام کی خدمت انجام دے رہی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے اور بلاشبہ اس کے یہ تمام کارنامے تاریخی صفحات پر آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ پچھلے دنوں اس کی یہ تحریک کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر 17 جون کو ہندوستان کے ہر مقام پر عام مجمع میں جس میں مسلم وغیر مسلم دونوں شامل ہوں تقریریں کی جائیں اور جس کے لئے اس نے صرف تحریک ہی پیش نہیں کی بلکہ صدہا روپے بھی خرچ کر کے مقررین کے لئے ہزارہا کی تعداد میں لیکچر طبع کرا کر مفت تقسیم کئے۔ اور جس کا اثر یہ ہوا کہ 17 جون کو مسلم اور غیر مسلم دونوں جماعتوں نے شاندار جلسے کر کے سیرت نبویؐ پر کمال حسن وخوبی سے اظہار خیالات کئے ہمارا تو خیال ہے کہ اگر اس تحریک پر آئندہ بھی برابر عمل کیا گیا تو یقیناً وہ ناپاک حملے جو آج برابر غیر مسلم اقوام ذات فخر موجودات پر کرتی رہتی ہیں۔ ہمیشہ کے لئے مٹ جائیں گے اور وہ ناگوار واقعات جو آئے دن پیش آتے رہتے ہیں اس مبارک تحریک کی بدولت نیست ونابود ہو جائیں گے" (الفضل 17 جولائی 1928)

1929ءکو جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ

1929ءکو بھی اس طریق پر جلسے منعقد کرنے کی درخواست کی گئی،تقاریر کے عناوین تبدیل کر دیئے جو یہ تھے۔

1۔رسول کریمؐ کا غیر مذاہب سے معاملہ بلحاظ تعلیم وتعامل

2۔توحید باری تعالیٰ کے متعلق رسول کریمؐ کی تعلیم

سیرت النبیؐ جلسوں کی غرض وغایت

ایک اشتہار "دنیا کے محسن" کے نام سے جاری ہوا۔جس میں ان جلسوں کی غرض وغایت یوں بیان ہوئی۔

ان جلسوں کی غرض وغایت یہ ہے کہ لیکچروں اور خوش آئند تقریروں کے ذریعہ لاکھوں ان پڑھ یا غفلت اور سستی کی وجہ سے خود مطالعہ سے معذور مسلمان اس دن تھوڑا سا وقت صرف کر کے رسول کریمؐ کی ذات والا صفات کے متعلق کافی واقفیت حاصل کر لیں گے۔اور ضمناً غیر مسلم صاحبان پر جب آنحضرتؐ کے صحیح حالات واضح ہوں گے تو سلیم الفطرت اور شریف الطبع اصحاب اپنے ایسے ہم مذہبوں کو جو تعصب سے اندھے ہو رہے ہیں گالیاں دینے سے روکیں گے۔اسی طرح بعض مفسد جو رسول کریمؐ کی شان میں خلاف واقعہ اور گندے مضامین لکھ لکھ کر آئے دن ملک کا امن برباد کر رہے ہیں۔اپنے کئے پر پشیمان ہو کر آئندہ کے لئے اصلاح پا جائیں گے۔اور ہندو مسلم اتحاد کے راستہ سے جس کے بغیر ملک کی ترقی سراسر محال ہے،ایک بڑی رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ (تاریخ احمدیت جلد5 صفحہ 47-48)

1927ء سے شروع ہونے والے سیرۃ النبیؐ کے جلسوں کا سلسلہ جاری رہا اور ہر سال میں بڑی شان وشوکت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح پر مختلف مقامات پر عظیم الشان جلسے ہوتے رہے۔جیسے 1930ء میں اندرون وبیرون ملک پُرشوکت جلسے منعقد ہوئے اور 26 اکتوبر 1930ءکو خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قادیان میں عرفان الٰہی اور محبت باللہ کے عالی مرتبہ پر پُر معارف تقریر فرمائی۔جس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو قائم کرنا چاہتے تھے۔اور 8 نومبر 1931ءکو بریڈلا ہال میں حضور نے لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ کی نہایت ہی لطیف تفسیر کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ ایسی خوصیات بیان فرمائیں جن میں آپؐ منفرد و یکتا تھے۔ان ہر دو سالوں میں الفضل خاتم النبیین نمبر بھی شائع ہوئے۔

اب یہ سلسلہ الحمدللہ ساری دنیا میں پھیل چکا ہے اور ہر چھوٹی اور بڑی سطح پر جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ منعقد ہوتے ہیں۔

یوم پیشوایان مذاہب

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سیرۃ النبیؐ کے مبارک جلسوں کی بنیاد کے بعد 1939ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دیرینہ خواہش کو مدنظر رکھ کر سال میں ایک دن کو پیشوایان مذاہب کے طور پر منانے کا اعلان

فرمایا جس میں مختلف مذاہب کے نمائندے اپنے اپنے مذہب کے بانی کی سیرت بیان کریں چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا جلسہ 3 دسمبر 1939ء کو منعقد ہوا۔ جس میں غیر مسلم معززین نے شمولیت کر کے اپنے بزرگ رہنماؤں کی سیرت بیان کی۔ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنے کا موقع میسر آیا۔

ان جلسوں کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ 1992ء میں قادیان جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپس کی نفرتیں دور کرنے کے لئے ان اہم جلسوں کو دوبارہ کثرت سے منعقد کرنے کی تحریک فرمائی تا مذاہب میں آپس میں محبت بڑھے۔ ایک دوسرے کے قریب آئیں اور ایک دوسرے کے بانیان کا احترام کرنا سیکھیں۔ (الفضل 3 فروری 1993ء)

اب یہ سلسلہ بین الاقوامی صورت اختیار کر گیا ہے اور آج ساری دنیا میں پیشوایان مذاہب کے جلسے منعقد ہوتے ہیں اور اسلام کی حسین تعلیم، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں بیان ہوتی ہے۔

ستیارتھ پرکاش کے مکمل جواب کی تجویز

1944ء میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آریہ سماج کے بانی دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کا مکمل جواب شائع کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اس سکیم کا اظہار آپؓ نے 2 مئی 1944ء کو مجلس عرفان میں مکرم ملک فضل حسین صاحب کو مخاطب ہو کر یوں فرمایا:۔

"میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ "ستیارتھ پرکاش" کا مکمل جواب لکھا جائے۔ اس وقت تک اس کے جس قدر جواب دیئے گئے ہیں وہ سب دفاعی رنگ رکھتے ہیں۔ زیادہ تر لوگوں نے "ستیارتھ پرکاش" کے چودھویں باب کو اپنے سامنے رکھا ہے اور اسی کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ ضرورت ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے پہلے باب سے شروع کر کے آخر تک مکمل جواب لکھا جائے اور اس جواب میں صرف دفاعی رنگ نہ ہو بلکہ دشمن پر حملہ بھی کیا جائے۔ کیونکہ دشمن اس وقت تک شرارت سے باز نہیں آتا جب تک اس کے گھر پر حملہ نہ کیا جائے۔ اس کا ایک طریق تو یہ ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے جتنے نسخے شروع سے لے کر اب تک چھپے ہیں ان سب کو جمع کیا جائے اور پھر ان نسخوں میں جو جو اختلافات ہیں یا جہاں جہاں آریوں نے ستیارتھ پرکاش میں تبدیلیاں کی ہیں وہ سب اختلافات واضح کیے جائیں اور کتاب کا ایک باب اس غرض کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ گویا ایک باب ایسا ہو جس کا عنوان مثلاً یہی ہو کہ "ستیارتھ پرکاش میں تبدیلیاں" اور پھر بحث کی جائے کہ آریوں نے اس میں کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں۔ پھر جہاں جہاں وہ بہانے بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاتب کی غلطی سے ایسا ہو گیا وہاں بھی بحث کر کے واضح کیا جائے کہ یہ کتابت کی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر پنڈت دیانند نے علمی طور پر ہندو کے متعلق جو باتیں لکھی ہیں ان کے

متعلق ویدوں اور ہندوؤں کی پُرانی کتابوں سے یہ ثابت کیا جائے کہ پنڈت جی کا بیان غلط ہے۔اسی طرح ستیارتھ پرکاش کے ہر باب میں جو کوتاہیاں یا غلطیاں پائی جاتی ہیں۔الف سے لے کر ی تک ان سب کو واضح کیا جائے۔ اسلام پر جو حملے کئے گئے ہیں ان کا بھی ضمنی طور پر جواب آجانا چاہئے۔اس طرح ستیارتھ پرکاش کے رد میں ایک مکمل کتاب لکھی جائے جو کم سے کم سات آٹھ سو صفحات کی ہو اور جس طرح ستیارتھ پرکاش ایک معیاری کتاب کے طور پر پیش کی جاتی ہے اسی طرح یہ کتاب نہایت محبت سے معیاری رنگ میں لکھی جائے۔بعد میں ہر زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کر کے تمام ہندوستان میں پھیلائی جائے۔ (تاریخ جلد9 صفحہ 230-231)

اس سکیم کے مطابق ستیارتھ پرکاش کے مختلف ابواب جوابات تیار کرنے کے لئے علمائے سلسلہ کے سپرد ہوئے اور چودھویں باب (جو اسلام کے خلاف گند اور غلاظت سے بھرا پڑا ہے) کا حضورؓ نے اپنے ذمہ لیا۔حضورؓ نے 2فروری 1945ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

"میں نے ستیارتھ پرکاش کا جواب شائع کرنے کا اعلان کیا تھا۔چنانچہ اس کا جواب قریباً سات آٹھ بابوں کا ہو چکا ہے اور بقیہ تیار ہو رہا ہے۔جو نوجوان اس کام کو کر رہے ہیں مجھے خوشی ہے کہ وہ محنت کے ساتھ کر رہے ہیں اور مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ ہماری جماعت میں ایسے نوجوان پیدا ہو رہے ہیں جو ہندو لٹریچر کو اس کی اپنی زبان میں پڑھ کر غور کر سکتے ہیں۔اس کام کے لئے میں نے مولوی ناصر الدین صاحب عبداللہ اور مہاشہ محمد عمر صاحب اور مہاشہ فضل حسین صاحب کو مقرر کیا ہوا ہے اور یہ تینوں بہت جانفشانی سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں اور میں سرِ دست ایڈیٹنگ کرتا ہوں۔وہ نوٹ لکھ کر مجھے دے دیتے ہیں اور میں جرح کر کے واپس بھیج دیتا ہوں۔پھر وہ اصل مضمون لکھ کر بھیج دیتے ہیں اور میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔اس میں میرا اپنا کام صرف اتنا ہی ہے کہ جو دلائل کمزور ہوں ان کی طرف انہیں توجہ دلا دیتا ہوں کہ یہ یہ دلائل کمزور ہیں یا تمہارا یہ اعتراض ان معنوں پر پڑتا ہے اور ان معنوں پر نہیں پڑتا یا یہ کہ بعض دفعہ ان کی عبارتوں میں جوش ہوتا ہے کیونکہ ستیارتھ پرکاش میں سخت سخت حملے کئے گئے ہیں۔اس لئے اس کا جواب دیتے وقت جذبات کو روکنا مشکل ہوتا ہے۔اس لئے میں اس بات کی بھی نگرانی کرتا ہوں کہ ایسے سخت الفاظ استعمال نہ کئے جائیں جن سے کسی کی دل شکنی ہو۔یا اس بات کو بھی میں مدنظر رکھتا ہوں کہ یہ کتاب آریہ سماج کی ہے۔ لیکن ہمارے نوجوان بعض دفعہ نا تجربہ کاری کی وجہ سے اس بات کو بھول کر کہ ہمارے مخاطب تمام ہندو نہیں بلکہ صرف آریہ سماجی ہیں،مضمون زیر بحث میں سناتن دھرم کی بعض باتوں کی بھی تردید شروع کر دیتے ہیں تو میں اس بات میں بھی اُن کی نگرانی کرتا ہوں کہ وہ صرف آریہ سماج کو ہی مخاطب کریں اور ایسی باتوں کا ذکر نہ کریں جو براہ راست ویدوں یا سناتن دھرم کے لٹریچر کے متعلق ہوں۔جس حد تک میرے پاس مضمون آچکا ہے اور غالباً اکثر آچکا ہے اس کو دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا ہے کہ بہت محنت اور جانفشانی سے لکھا گیا ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد9 صفحہ 231)

گو اس کتاب پر کام تقسیم ملک کی وجہ سے درمیان میں رہ گیا اور مکمل نہ ہو سکا تاہم حکومت سندھ نے نومبر

1944ء کو حکم دیا کہ ستیارتھ پرکاش کی کوئی کتاب اس وقت تک نہ چھاپی جائے جب تک چودھواں باب حذف نہ کر لیا جائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک محفل میں 21 نومبر 1944ء کو اس کتاب سے شدید نفرت وحقارت کا اظہار کرتے ہوئے انگریزی حکومت کو اس لحاظ سے تنقید کا نشانہ بنایا کہ حکومت سندھ نے ایسا قدم اٹھانے میں بہت تاخیر کی ہے۔آپ نے فرمایا:۔

"میرے نزدیک ستیارتھ پرکاش اس وقت ہی قابل ضبطی تھی جب وہ شائع کی گئی۔ہم یہ نہیں کہتے کہ اسے ضبط کیوں کیا گیا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس کے ضبط کرنے میں گورنمنٹ اتنی دیر کیوں خاموش رہی۔پھر جس قانون یعنی ڈیفنس آف انڈیا رولز کے ماتحت ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کو ضبط کیا گیا ہے یہ ایک عارضی قانون ہے۔اس کا نتیجہ صرف یہی ہوگا کہ مسلمانوں اور آریوں میں لڑائی جھگڑا اور شورش تو پیدا ہو جائے گی مگر جب جنگ کے خاتمہ پر ڈیفنس کا قانون منسوخ ہوگا ساتھ ہی ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کی ضبطی کا حکم بھی منسوخ ہو جائے گا۔پس ایسے قانون کے ماتحت اس کتاب کو ضبط کرنا جو عارضی ہے صرف فساد پیدا کرے گا اور نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے گا۔

پس اول تو گورنمنٹ کو چاہئے تھا کہ اس کتاب کو اس وقت ضبط کرتی جب یہ شائع کی گئی تھی۔اتنی دیر کیوں کی گئی۔پھر اگر اب ضبط کرنا تھا تو عام قانون کے ماتحت ضبط کرتی اور جس طرح میں نے بتایا ہے کہ گورنمنٹ یہ دلیل دیتی کہ ہم اس وجہ سے کتاب کو ضبط کرتے ہیں کہ اس میں ایسی باتیں دوسرے مذاہب کی طرف منسوب کی گئی ہیں جو ان مذاہب میں نہیں پائی جاتیں اور ایسی باتیں کہہ کر دوسرے مذاہب کا مذاق اڑایا گیا ہے اور اشتعال دلایا گیا ہے جو خود کتاب لکھنے والے کے مذہب میں بھی پائی جاتی ہے۔

اگر سندھ گورنمنٹ اس طرح کرتی کہ عام قانون کے ماتحت اس کتاب کو ضبط کرتی اور اس میں یہ دلیل دیتی جو میں نے بیان کی ہے تو آریوں نے جواب اینٹی قرآن تحریک شروع کر رکھی ہے۔یہ تحریک جاری کرنے کی انہیں کبھی جرات نہ ہوتی۔کیونکہ سارے آریہ تو کیا سارے ہندو، سارے جینی، سارے عیسائی اور سارے یہودی مل کر قرآن مجید کی کوئی ایک آیت تو ایسی دکھائیں جس میں قرآن مجید نے کسی مذہب کی طرف کوئی بات منسوب کی ہو اور وہ بات اس مذہب میں نہ پائی جاتی ہو۔قرآن مجید نے عیسائیوں کے متعلق کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں کہی جو عیسائیوں میں نہ پائی جاتی ہو۔قرآن مجید نے کوئی ایک بات بھی یہودیوں کے متعلق ایسی نہیں کہی جو یہودیوں میں نہ پائی جاتی ہو۔نہایت دیانت داری سے وہی باتیں ان کی طرف منسوب کی ہیں جو ان کے مذہب میں پائی جاتی ہیں۔بے شک آج کل یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہماری موجودہ کتابوں میں وہ باتیں نہیں پائی جاتیں جو قرآن مجید ہماری طرف منسوب کرتا ہے لیکن ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر یہ باتیں آج کل تمہاری کتب میں نہیں پائی جاتیں تو اس کا قرآن ذمہ دار نہیں کیونکہ تمہاری کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے۔یہ باتیں اس وقت تمہاری کتابوں میں پائی

جاتی تھیں جب قرآن مجید نازل ہوا تھا۔پس قرآن مجید وہی باتیں دوسرے مذاہب کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے متعلق یا تو ہم نے ثابت کردیا ہے کہ جس زمانہ میں قرآن مجید نازل ہوا اس وقت یہ باتیں ان مذاہب میں پائی جاتی تھیں اور یا ایسی باتیں دوسرے مذاہب کی طرف منسوب کرتا ہے جن کو وہ لوگ اب بھی مانتے ہیں اور وہ باتیں اسی رنگ میں ان کے اندر پائی جاتی ہیں جس رنگ میں قرآن مجید پیش کرتا ہے۔

اسی طرح مخالف قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی ایسی پیش نہیں کرسکتا جس میں کوئی ایسی بات کہہ کر دوسرے مذاہب پر اعتراض کیا گیا ہو جس کو قرآن مجید خود بھی مانتا ہو بلکہ دیانت داری سے قرآن مجید دوسرے مذاہب کی انہی باتوں پر اعتراض کرتا ہے جن کو خود نہیں مانتا۔پس یہ دو اصول مدنظر رکھتے ہوئے اگر عام مقررہ قانون کے ماتحت گورنمنٹ ضبطی کا حکم لگاتی تو آریہ سماج کوئی وجہ شور پیدا کرنے کا نہ پاسکتی اور یہ اینٹی قرآن ایجی ٹیشن کا ڈھکوسلہ چل ہی نہ سکتا۔ (تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 238-239)

ستیارتھ پرکاش میں دیگر مذاہب کے بانیوں کے متعلق بے حرمتی پر آپ کا اقدام

پھر آپؓ نے اس مجلس عرفان میں نہایت ہی پیارا اور اچھوتا یہ نکتہ بھی بیان فرمایا کہ اسلام کے خلاف چودھواں باب ہی کیوں ضبط کیا گیا ہے۔باقی ابواب جن میں ہندو مذہب، عیسائی مذہب، سکھ مذہب اور جین مذہب کے خلاف باتیں بیان ہوئی ہیں ان کی ضبطی کیوں نہیں اور یوں آپ نے حقیقی اسلام کی تعلیم کا حسین نقشہ بیان فرمایا۔

آپؓ فرماتے ہیں:۔

"نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ وہی حصہ ستیارتھ پرکاش کا ضبط نہ ہونا چاہئے تھا جو اسلام کے خلاف ہے بلکہ وہ حصہ بھی ضبط ہونا چاہئے تھا جو عیسائیت کے خلاف ہے، جو ہندو مذہب کے خلاف ہے، جو جین مذہب کے خلاف ہے، جو سکھ مذہب کے خلاف ہے۔کیونکہ ستیارتھ پرکاش میں ان مذاہب کی طرف بھی وہ باتیں منسوب کی گئی ہیں جو ان میں نہیں پائی جاتیں یا جو خود آریہ سماج کے مسلمات میں بھی ہیں۔اگر دل دکھنا ضبطی کی دلیل ہے تو کیا سکھ کا دل نہیں دکھتا؟ کیا عیسائیوں کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچتی؟ جس طرح مسلمانوں کا دل دکھتا ہے اسی طرح سکھوں کا دل بھی دکھتا ہے۔اسی طرح عیسائیوں کا دل بھی دکھتا ہے۔پس گورنمنٹ کو چاہئے تھا کہ اگر ضبط کرنا تھا تو ایسے سب بابوں کو ضبط کرتی جو دوسرے مذاہب کے بارہ میں ہیں اور ان دو باتوں پر اس کی بنیاد رکھتی۔محض دکھنے پر بنیاد نہ رکھتی۔"

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 239-240)

کتاب "مذہبی رہنماؤں کی سوانح عمریاں" کی اشاعت پر حضرت مصلح موعودؓ کی بروقت رہنمائی

نیویارک کی ایک فرم نے "مذہبی رہنماؤں کی سوانح عمریاں" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ہندوستان میں اس کا اردو ترجمہ بھارت کے ایک صوبہ کے گورنر مسٹر منشی بمبئی نے کیا۔ترجمہ کی اشاعت پر معلوم ہوا کہ اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے۔جس پر بھارت میں زبردست شورش ہوئی اور سخت فساد برپا ہوا۔سینکڑوں مسلمان شہید کر دیئے گئے اور ہزاروں کو جیل خانوں میں ڈال دیا گیا جن کے خلاف عرصہ تک مقدمے چلتے رہے اور ان کو گرفتاریوں کی سزا بھگتنا پڑی۔یہ شورش دیکھ کر پہلے پاکستانی گورنمنٹ نے اور بعد ازاں ہندوستانی گورنمنٹ نے بھی یہ کتاب ضبط کر لی۔اس پر حضرت مصلح موعود نے 5؍اکتوبر 1956ء کو ایک پُر جلال خطبہ دیا اور فرمایا کہ یہ ضبط کرنے والا طریق ٹھیک نہیں۔تب تو ان لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہوگا کہ ہماری باتوں کا جواب کوئی نہیں۔واقعہ میں معاذاللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ہوں گے۔تبھی تو کتاب ضبط کرتے ہیں اس کا جواب نہیں دیتے۔ اصل طریق یہ تھا کہ اس کا جواب امریکہ میں اور اس کا ترجمہ ہندوستان میں شائع کیا جاتا۔چنانچہ حضورؓ نے فرمایا۔

" کہا جاتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے احتجاج کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب تو 29 سال ہوئے امریکہ میں چھپی تھی۔گویا اس کتاب کا لکھنے والا کوئی عیسائی ہے۔ہندو نہیں۔اگر یہ درست ہے تو اس صورت میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کتاب کا جواب امریکہ میں شائع کیا جائے اور اس کا ترجمہ ہندوستان میں پھیلایا جائے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم کوئی ایسی بات دیکھو جو ناپسندیدہ ہو تو اگر تمہارے ہاتھ میں طاقت ہو تو تم اسے ہاتھ سے مٹا دو اور اگر تمہارے ہاتھ میں طاقت نہ ہو لیکن تم زبان سے اس کی برائی کا اظہار کر سکتے ہو۔تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کرو اور اگر تم میں زبان سے اظہار کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو تم دل ہی میں اسے بُرا سمجھو۔یہ نکتہ بہت لطیف ہے اس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پاکستان گورنمنٹ چونکہ پروٹسٹ کر سکتی ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ ہندوستان کی حکومت سے پروٹسٹ کرے کہ اس نے ہمارے آقاؐ کی ہتک کروائی ہے۔اور ہندوستانی مسلمان جو مظلوم ہیں اور وہ اس کے متعلق کوئی آزادانہ کارروائی نہیں کر سکتے۔ان کے متعلق یہ حکم ہے کہ وہ دل میں ہی اس پر بُرا منائیں اور چونکہ پاکستانی گورنمنٹ نے اس کتاب کو ضبط کر لیا ہے۔اس لئے پاکستان سے باہر کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کو جواب لکھیں اور اسے امریکہ اور ہندوستان میں شائع کروائیں۔اگر یہ جواب امریکہ میں شائع کیا جائے تو وہاں کے رہنے والے لوگوں کے سامنے بھی کتاب کے مصنف کا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا۔پھر اس کا ترجمہ ہندوستان

میں شائع کیا جائے تو ہندو بھی ڈر جائیں گے اور وہ آئندہ مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کی طرف کنکر پھینکا تو اس کے جواب میں پتھر پڑے گا۔ اس سے نہ صرف ہندوستانی مسلمان خوش ہو جائیں گے بلکہ قرآنی آیت وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کی صداقت بھی واضح ہو جائے گی۔ اخبارات سے پتہ لگتا ہے کہ جب سعودی عرب کے بادشاہ سے پنڈت نہرو ملنے گئے اور اس کتاب کے متعلق باتیں ہوئیں تو انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ایسا اقدام کریں گے کہ اس قسم کی کوئی دلآزار کتاب شائع نہ ہو۔ لیکن مجھے یقین نہیں کہ پنڈت نہرو اپنے وعدہ پر عمل کریں وہ صرف سعودی عرب کے بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے یہ باتیں کہہ آئے ہیں، کیونکہ خواہ پنڈت نہرو کے دل میں نیکی ہو ان کے اردگرد جو لوگ ہیں وہ کٹر ہندو ہیں انہوں نے اپنے وعدے کے مطابق کوئی عمل کیا تو ان کے ساتھیوں نے شور مچا دینا ہے کہ تم کون ہو جو ہمیں اس بات سے روک سکتے ہو۔ پس میرے نزدیک اصل طریق یہ ہے کہ چونکہ اس کتاب کا مصنف عیسائی ہے اور امریکہ کا رہنے والا ہے اس لئے اس کے جواب میں جو کتاب لکھی جائے اس کا ایک ایڈیشن انگریزی میں ہو جو امریکہ میں شائع کیا جائے۔ اس میں ایک طرف تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ہو یعنی ان اعتراضات کا جواب ہو جو اس کتاب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے گئے ہیں اور دوسری طرف عیسائیوں کو الزامی جواب دیا جائے۔ اور پھر اس کا دوسرا ایڈیشن ہندوستان میں شائع کیا جائے۔ اس میں ایک طرف تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ہو یعنی ان اعتراضات کا جواب ہو جو آپ کی ذات پر اس کتاب میں کئے گئے ہیں اور دوسری طرف ہندو مذہب کو مدنظر رکھتے ہوئے الزامی جواب ہو، تا ہندوؤں کو بھی ہوش ہو جائے اور آئندہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے میں احتیاط سے کام لیں۔ پھر اگر اس کتاب کا مصنف زندہ ہو (ممکن ہے وہ مر گیا ہو کیونکہ اس کتاب کو شائع ہوئے 29 سال کا عرصہ گزر چکا ہے) تو ہمارے مبلغ اُسے مباہلہ کا چیلنج دیں اور کہیں کہ اگر وہ سچا ہے اور عیسائی اس کے ساتھ ہیں تو وہ پچاس عیسائی اپنے ساتھ لے آئے ہم بھی اپنے پچاس نومسلم لے آتے ہیں اور پھر وہ ہم سے مباہلہ کرے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں طاقت ہوئی تو وہ انہیں بچا لیں گے اور اگر ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والے خدا میں طاقت ہوئی تو وہ انہیں تباہ کر دے گا۔ اس مباہلہ کے بعد جب عیسائیوں پر خدائی عذاب نازل ہوا تو ثابت ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی خدائی طاقت نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے والا خدا اب بھی زندہ ہے گو آپؐ کی وفات پر 1300 سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر وہ اب بھی آپؐ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ مباہلہ کے لئے نہ آئیں تو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈوئی کے متعلق پروپیگنڈا کیا تھا۔ اس کے متعلق بھی ملک بھر میں پروپیگنڈا کیا جائے، اسلام کی عظمت ظاہر ہو گی اور لوگوں پر واضح ہو جائے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ کرنے والے جھوٹے ہیں۔ مباہلہ کا ہتھیار عیسائیت میں موجود نہیں لیکن اسلام میں موجود ہے اور اس موقع پر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ڈوئی کے اعلان کی وجہ سے امریکہ بھر میں

شور پڑ گیا تھا اور بیسیوں اخباروں اور رسالوں نے ان خبروں کو شائع کیا تھا۔ اب بھی اس طرح اس کتاب کے مصنف کو مباہلہ کا چیلنج دیا جائے تو ملک میں پھر زندگی پیدا ہو جائے گی۔ اور وَ اللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس کی صداقت کا ایک اور ثبوت مل جائے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے اس لئے عیسائیوں سے کہو کہ ہم قرآن کریم کا یہ دعویٰ تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تم پہلے ہم سے مباحثہ کر لو اور اپنے اعتراضات پیش کرو ہم ان باتوں کا رد کریں گے اور بتائیں گے کہ ان سے بھی بدتر باتیں تمہارے ہاں موجود ہیں۔ پھر تم ان کا جواب دے لینا اور اگر مباحثہ کے بعد بھی تم اپنے دعویٰ پر قائم رہو تو ہم سے مباہلہ کر لو۔ خدا تعالیٰ خود جھوٹے کو تباہ کر دے گا اور دوسرے فریق کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔ یہ طریق ایسا ہے کہ اس سے امریکہ اور ہندوؤں دونوں پر اسلام کا رعب قائم ہو جائے گا۔ ہندوؤں کو اس الزامی جواب دینے کے لئے میں نے اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے اس امریکن کی کتاب کو شائع کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو تیر مارے اور وہ تیر اسے زخمی نہ کرے لیکن ایک دوسرا آدمی جو تیر اٹھالائے اور اسے دوسرے کے سینہ میں پیوست کر دے تو زیادہ ظالم وہ ہے جس نے گرا ہوا تیر اٹھایا اور دوسرے کے سینہ میں چبھو دیا۔ یہ کتاب بھی، امریکہ کی کتاب تو امریکہ کے کسی عیسائی نے شائع کی تھی مگر امریکہ میں رہ گئی ہندوؤں نے اس کا ترجمہ کر کے مسلمانوں تک پہنچایا اور اس طرح ان کی تکلیف کا موجب ہوئے۔ پس یہ گالیاں ہندوؤں نے مسلمانوں تک پہنچا کر اپنے ذمہ لے لی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کتاب کے ایک ایڈیشن میں جو ہندوستان میں شائع ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے ساتھ ساتھ ہندو مذہب کے پول بھی کھولے جائیں اور دوسرے ایڈیشن میں دفاع کے ساتھ ساتھ عیسائیت کے پول کھولے جائیں کیونکہ اس کتاب کا اصل مصنف عیسائی ہے۔ اس کے بعد اس کتاب کے لکھنے والوں اور شائع کرنے والوں کو چیلنج کیا جائے کہ وہ ہمارے ساتھ بحث کر لیں۔ اور اس کے بعد اگر ان میں طاقت ہو تو ہم سے مباہلہ کر لیں تا کہ خدا تعالیٰ کی طاقت انہیں نظر آجائے اگر یہ طریق اختیار کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یورپ، امریکہ اور ہندوستان تینوں کے لئے یہ طریق ہدایت کا موجب ہوگا۔ ہندوستان بے شک آزاد ہو گیا ہے مگر اب بھی وہ یورپ کی طرف میلان رکھتا ہے۔ اگر یورپ اور امریکہ میں شور مچ گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والوں کو احمدیوں نے خوب لتاڑا ہے اور انہیں مباحثہ اور مباہلہ کا چیلنج دیا ہے تو ہندوستان کے اخبارات بھی شور مچانے لگ جائیں گے اور وہ بھی وہی باتیں شائع کرنے لگ جائیں گے جو یورپ اور امریکہ کے اخبارات میں شائع ہو رہی ہوں گی۔ اور اس سے ہندوؤں کے کان کھڑے ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ احمدی پیچھا نہیں چھوڑا کرتے۔ اگر ان کے رسول پر حملہ کیا گیا تو اس وقت تک حملہ کرنے والوں کو نہیں چھوڑتے جب تک انہیں گھر نہ پہنچا لیں۔ اس طرح آئندہ کے لئے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے میں احتیاط سے کام لیں گے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 213 تا 216)

احرار کی طرف سے ہتک رسول کے الزام کے جواب میں جوابی کارروائی اور مباہلہ کا چیلنج

جماعت احمدیہ کے آغاز سے ہی احرار نے جماعت کی مخالفت کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ آغاز پر اس کی مخالفت عمومی رہی اور جماعت احمدیہ کے عقائد و تعلیمات پر اعتراض کر کے مسلمانوں کو احمدیت کے خلاف اکٹھا کرنے کی کوشش میں رہے۔ لیکن جب مسلمانوں نے ان کی آواز پر کان نہ دھرے تو انہوں نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر اشتعال دلانے اور جماعت کی مخالفت میں ابھارنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ:۔

اول۔ یہ کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کو بانی سلسلہ احمدیہ کے درجہ سے (نعوذباللہ) ادنیٰ سمجھتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ احمدیوں کے نزدیک قادیان کی بستی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے افضل ہے۔

چنانچہ شیخ حسام الدین صاحب نے منصوری میں مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی صدارت میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے تو مرزائی لوگ اس کی کوئی پرواہ نہ کریں گے۔ بلکہ خوش ہوں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ کا پُر شوکت جواب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ان الزامات کے جواب میں 30 اگست 1935ء کو ایک پُر جلال خطبہ جمعہ دیا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت احمدیہ کی محبت و شیدائیت کا واضح ثبوت دیتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمارے عقائد بالکل واضح ہیں اور ہماری کتابیں بھی چھپی ہوئی موجود ہیں ان کو پڑھ کر کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ ہم نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں ہاں دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ گو الفاظ میں یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہیں مگر ان کے دلوں میں آپ کا ادب نہیں۔ مگر اس صورت میں ہمارا یہ پوچھنے کا حق ہوگا کہ وہ کون سے ذرائع ہیں جن سے کام لے کر انہوں نے ہمارے دلوں کو پھاڑ کر دیکھ لیا اور معلوم کر لیا کہ ان میں حقیقتاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم .... کی ہتک کے جذبات ہیں ......اگر احمدی بالفرض عام مسلمانوں کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے سے اس خیال سے بچتے ہیں کہ اس طرح مسلمان ناراض ہو جائیں گے تو ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے سامنے تو وہ نڈر ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذباللہ

ہتک کرتے ہوں گے .... پس میں کہتا ہوں تصفیہ کا آسان طریق یہ ہے کہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں میں سے ایک ہزار آدمی چنا جائے اور وہ موکد بعذاب حلف اٹھا کر بتائیں کہ احمدی عام مسلمانوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کے متعلق زیادہ جوش رکھتے ہیں یا کم۔ اگر ایک ہزار سارے کا سارا اس کا بیشتر حصہ۔ کیونکہ ایک دو جھوٹ بھی بول سکتے ہیں۔ یہ گواہی دے کہ اس نے احمدیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرنے والا اور آپ کے نام کو دنیا میں بلند کرنے والا پایا تو اس قسم کا اعتراض کرنے والوں کو اپنے فعل پر شرمانا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں وہ لوگ جو ہمارے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں وہ بار بار ہمارے متعلق اس اتہام کو دُہرا کر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی کو گالی دینے کا ایک طریق یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ دوسرے کی طرف گالی منسوب کرکے اس کا ذکر کیا جائے .... پس اگر یہ تصفیہ کا طریق جو میں نے بیان کیا ہے۔ اس پر مخالف عمل نہ کریں تو میں کہوں گا ایسے اعتراض کرنے والے درحقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خود ہتک کرتے ہیں گو اپنے منہ سے نہیں بلکہ ہماری طرف ایک غلط بات منسوب کرکے۔"

جہاں تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی نسبت احمدیوں کے عقیدہ کا تعلق ہے حضور نے واضح لفظوں میں اعلان فرمایا کہ:

"خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا تو الگ رہی ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرسکتے کہ خانہ کعبہ کی کسی اینٹ کو کوئی شخص بدنیتی سے اپنی انگلی بھی لگائے اور ہمارے مکانات کھڑے رہیں .... بیشک ہمیں قادیان محبوب ہے اور بے شک ہم قادیان کی حفاظت کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں مگر خدا شاہد ہے خانہ کعبہ ہمیں قادیان سے بدرجہا زیادہ محبوب ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ خدا وہ دن نہیں لاسکتا۔ لیکن اگر خدانخواستہ کبھی وہ دن آئے کہ خانہ کعبہ بھی خطرہ میں ہو اور قادیان بھی خطرہ میں ہو اور دونوں میں سے ایک کو بچایا جاسکتا ہو تو ہم ایک منٹ بھی اس مسئلہ پر غور نہیں کریں گے کہ کس کو بچایا جائے بلکہ بغیر سوچے کہہ دیں گے کہ خانہ کعبہ کو بچانا ہمارا اولین فرض ہے۔ پس قادیان کو ہمیں خدا تعالیٰ کے حوالہ کردینا چاہئے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مکہ وہ مقدس مقام ہے جس میں وہ گھر ہے جسے خدا نے اپنا گھر قرار دیا اور مدینہ وہ بابرکت مقام ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری گھر بنا جس کی گلیوں میں آپ چلے پھرے اور جس کی مسجد میں اس مقدس نبی نے جو سب نبیوں سے کامل نبی تھا اور سب نبیوں سے زیادہ خدا کا محبوب تھا۔ نمازیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں اور قادیان وہ مقدس مقام ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مقدسہ کا خدا تعالیٰ نے دوبارہ حضرت مرزا صاحب کی صورت میں نزول کیا۔ یہ مقدس ہے باقی سب دنیا سے مگر تابع ہے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے۔

پس وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے تو احمدی خوش ہوں گے وہ جھوٹ بولتا ہے وہ افتراء کرتا ہے اور وہ ظلم اور تعدی سے کام لے کر ہماری طرف وہ بات منسوب کرتا ہے جو عقائد میں داخل نہیں اور

ہم اس شخص سے کہتے ہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ہم تو سمجھتے ہیں کہ عرش سے خدا مکہ اور مدینہ کی حفاظت کر رہا ہے۔کوئی انسان ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ہاں ظاہری طور پر ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی دشمن ان مقدس مقامات پر حملہ کرے تو اس وقت انسانی ہاتھ کو بھی حفاظت کے لئے بڑھایا جائے۔لیکن اگر خدانخواستہ کبھی ایسا موقع آئے تو اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حفاظت کے متعلق جو ہماری ذمہ داری خدا تعالیٰ نے انسانوں پر عائد کی ہے اس کے ماتحت جماعت احمدیہ کس طرح سب لوگوں سے زیادہ قربانی کرتی ہے۔ہم ان مقامات کو مقدس ترین مقامات سمجھتے ہیں۔ہم ان مقامات کو خدا تعالیٰ کے جلال کے ظہور کی جگہ سمجھتے ہیں اور ہم اپنی عزیز ترین چیزوں کو ان کی حفاظت کے لئے قربان کرنا سعادت دارین سمجھتے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو شخص ترچھی نگاہ سے مکہ کی طرف ایک دفعہ بھی دیکھے گا خدا اس شخص کو اندھا کر دے گا اور اگر خدا تعالیٰ نے کبھی یہ کام انسانوں سے لیا تو جو ہاتھ اس بدبین آنکھ کو پھوڑنے کے لئے آگے بڑھیں گے ان میں ہمارا ہاتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے سب سے آگے ہوگا۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ ان مخالفین میں سے وہ علماء جنہوں نے سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہو پانچ سو یا ہزار میدان میں نکلیں، ہم میں سے بھی پانچ سو یا ہزار میدان میں نکل آئیں گے۔دونوں مباہلہ کریں اور دعا کریں کہ وہ فریق جو حق پر نہیں خدا تعالیٰ اسے عذاب سے ہلاک کرے۔ہم دعا کریں گے کہ اے خدا تو جو ہمارے سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔اگر تو جانتا ہے کہ ہمارے دلوں میں واقعی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت نہیں اور ہم آپ کو سارے انبیاء سے افضل وبرتر یقین نہیں کرتے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں نجات سمجھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم اور غلام نہیں جانتے بلکہ درجہ میں آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند سمجھتے ہیں تو اے خدا! ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو اس جہان میں ذلیل ورسوا کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک کر۔اس کے مقابلے میں وہ دعا کریں کہ اے خدا ہم کامل یقین رکھتے ہیں کہ احمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے آپ کی تحقیر وتذلیل پر خوش ہوتے اور آپ کے درجہ کو گرانے اور کم کرنے کی ہر وقت کوشش کرتے ہیں۔اے خدا اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے تو تو اس دنیا میں ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو ذلیل ورسوا کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک کر یہ مباہلہ ہے جو ہمارے ساتھ کر لیں اور خدا پر معاملہ چھوڑ دیں۔"

خانہ کعبہ کی حرمت وعظمت کا فیصلہ کرنے کے لئے بھی حضورؓ نے دعوت مباہلہ دی چنانچہ فرمایا:۔

"اس کے لئے بھی وہی تجویز پیش کرتا ہوں جو پہلے امر کے متعلق پیش کر چکا ہوں کہ اس قسم کا اعتراض کرنے والے آئیں اور ہم سے مباہلہ کر لیں کہ اے خدا مکہ اور مدینہ کی عظمت ہمارے دلوں میں قادیان سے بھی زیادہ ہے ہم ان مقامات کو مقدس سمجھتے اور ان کی حفاظت کے لئے اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔لیکن اے خدا! اگر ہم دل سے یہ نہ کہتے ہوں بلکہ جھوٹ اور منافقت سے کام لے کر کہتے ہوں اور ہمارا اصل عقیدہ یہ ہو کہ مکہ اور مدینہ کی کوئی

عزت نہیں یا قادیان سے کم ہےتو تُو ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر عذاب نازل کر۔اس کے مقابلہ میں احرار اٹھیں اور وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ احمدی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے دشمن ہیں۔اوران مقامات کا گرنا اوران کی اینٹ سے اینٹ بجائی جانا احمدیوں کو پسند ہے۔پس اے خدا!اگر ہمارا یہ یقین غلط ہےاوراحمدی مکہ ومدینہ کی عزت کرنے والے ہیں تو تو ہم پراور ہمارے بیوی بچوں پرعذاب نازل کر۔وہ اس طریق فیصلہ کی طرف آئیں اور دیکھیں کہ خدا اس معاملہ میں اپنی قدرت کا کیا ہاتھ دکھاتا ہے لیکن اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں تو یاد رکھیں۔جھوٹ اور افتراء دنیا میں کبھی کامیاب نہیں کرسکتا۔"

حضرت مصلح موعودؓ جماعت احمدیہ پر ہتک رسولؐ کے الزام کو کیسے برداشت کرسکتے تھے۔احرار جب مباہلہ کے لئے سامنے نہ آئے اور حیلوں بہانوں سے کام لے کر مختلف شرائط لگانا چاہتے تھے تو حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت احمدیہ پر اس بھیانک الزام کو دھونے کے لئے ان کی یہ شرط بھی قبول کرلی کہ:۔

اپنی تقریر مباہلہ میں حضرت مسیح موعود الصلوۃ والسلام کی وہ تحریرات پڑھیں گے جن میں ان کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہےاور پھر قسم کھا کر کہیں گے کہ ان سے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ثابت نہیں ہوتی تو ان پرعذاب نازل ہو۔

حضورؓ نے اس مطالبہ کی معقولیت کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے نزدیک یہ بالکل درست بات ہےاوران کا حق ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اس قسم کی تحریریں پڑھیں۔بیس پچیس منٹ میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی تحریرات پڑھ سکتے ہیں جن سے ان کے خیال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ثابت ہوتی ہے۔ہم بیس پچیس منٹ میں ان تحریروں کا جواب دیں گے یا ایسی تحریریں پڑھ دیں گے جن سے ان کی پیش کردہ تحریروں کی تشریح ہوتی ہو۔پس یہ ان کا حق ہے جسے ہم تسلیم کرتے ہیں وہ انہی تحریرات کو سامنے رکھ کر مگر ان کے سیاق وسباق کو ساتھ ملا کر موکد بعذاب قسم کھاسکتے ہیں۔مگر یہ ضروری ہے کہ تحریریں صرف حضرت مسیح موعود السلام کی ہوں کسی اوراحمدی کی نہ ہوں۔کیونکہ اوراحمدیوں سے بعض دفعہ غلطی بھی ہوجاتی ہےاور پھر ان غلطیوں کی اصلاح بھی ہوجاتی ہے لیکن بہرحال دوسروں کی تحریر حجت نہیں ہوسکتی صرف وہی تحریریں پیش ہونی چاہئیں۔جو حضرت مسیح موعود السلام کی ذاتی ہوں۔کیونکہ ان کے متعلق ایک لحظہ کے لئے بھی ہمیں یہ خیال نہیں آسکتا کہ ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے۔ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں خود اپنے کانوں سے سنیں۔آپ کے طریق عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کی پاکیزہ زندگی کا روز وشب مشاہدہ کیا۔پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریرات پڑھی جائیں۔یا نہ پڑھی جائیں۔ہم تو ہر تحریر کو مدنظر رکھتے ہوئے بلکہ حضرت مسیح موعود السلام کے ان خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جن کو ظاہر ہونے کا موقع نہیں ملا ہر وقت قسم کھانے کے لئے تیار ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں

کی ۔ بھلا ان آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی کوئی شبہ رہ سکتا ہے۔منشی روڑے خان صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور صحابی گزرے ہیں کپورتھلہ میں تحصیلدار تھے ۔ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی ثناءاللہ صاحب کپورتھلہ یا کسی قریب کے مقام پر گئے تو ان کے دوست انہیں بھی مولوی صاحب کی تقریر سنانے لے گئے ۔مولوی ثناءاللہ صاحب نے اپنی تقریر میں جب مسیح موعود علیہ والسلام پر اعتراضات کیئے تو منشی روڑے خان صاحب کے ساتھی بہت خوش ہوئے اورانہوں نے بعد میں انہیں کہا آپ نے دیکھا مرزا صاحب پر کیسے کیسے اعتراض پڑتے ہیں ۔منشی صاحب کہنے لگے تم ساری عمر اعتراض کرتے رہو میں نے تو اپنی آنکھوں سے مرزا صاحب کو دیکھا ہے ۔انہیں دیکھنے کے بعد اوران کی سچائی کا اپنی انکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد میں کس طرح تمہاری باتیں مان سکتا ہوں ۔ ہماری جماعت میں ابھی سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے اس عشق کا معائنہ کیا جو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا ۔سینکڑوں نہیں ہزاروں وہ لوگ زندہ ہیں جن کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعشق کی لہریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام اور آپ کی قوت قدسیہ سے پیدا ہوئیں ۔اس کے بعد اگر ساری دنیا بھی متفق ہوکر یہ کہتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی تو بجز اس کے ہمارا کوئی جواب نہیں ہوسکتا کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔اورہم ہر وقت ہر میدان میں یہ قسم کھانے کے لئے تیار ہیں کہ خدا تعالیٰ کی شدید سے شدید لعنت ہم پر اور ہمارے بیوی بچوں پر نازل ہو ۔اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شمہ بھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہو یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کو کبھی برداشت کیا ہو یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی عاشق اس امت میں پیدا ہوا ہو ۔پس اس کے لئے ہمیں کسی قسم کی شرط کی ضرورت نہیں ۔لمبی بحثیں کرنے کی حاجت نہیں ۔اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے پڑھنا چاہتے ہیں تو بیس پچیس منٹ اس کے لئے کافی ہیں اور اتنا وقت انہیں دے دیا جائے گا ۔اور اتنے ہی وقت میں ہم جواب دے دیں گے اور اگر وہ زیادہ وقت کی خواہش کریں تو جس قدر مناسب وقت کی ضرورت ہو ان کو دے دیا جائے گا اور اسی قدر وقت میں ہم جواب دے دیں گے ۔" (تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 263۔273)

حضورؓ کی طرف سے ان کی یہ شرط منظور کر لینے کے بعد بھی احرار میدان میں نہ آئے ۔تب حضورؓ نے 15 نومبر 1935ء کو فرمایا:۔

"اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اتنا یقین ہوتا کہ سمجھتے ہم سچے ہیں اور مباہلہ کر سکتے ہیں تو جس طرح میں نے قسم کھا کر مباہلہ کر ہی دیا ہے ۔یہ لوگ بھی اس طرح کیوں نہ کر دیتے ۔ وہ اخباروں میں اعلان کر رہے ہیں کہ احمدی مباہلہ سے ڈر گئے ۔حالانکہ میں نے پہلے ہی قسم کھائی تھی اور کیا ڈرنے والا پہلے ہی قسم کھالیا کرتا ہے۔ جو الزام وہ لگاتے تھے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اوران کے مطابق الفاظ میں میں نے قسم شائع کر دی ہے ۔تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مباہلہ سے ڈر گئے ہیں ۔اسی طرح اگر وہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ پر ایمان نہ رکھتے تھے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت آپ کے دل میں نہ تھی۔ اور آپ چاہتے تھے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی نعوذ باللہ من ذالک اینٹ سے اینٹ بج جائے (نصیب دشمناں) اور یہ کہ جماعت احمدیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے تو کیوں احرار کے لیڈروں نے میرے الفاظ کے مترادف الفاظ میں بالمقابل قسم شائع نہیں کر دی۔ اگر وہ بھی قسم کھاتے تو لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ وہ بھی مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ یا پھر پیش کردہ شرائط ہی شائع کر دیتے اور لکھ دیتے کہ ہمیں یہ منظور ہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 283-284)

احرار کا اپنا رویہ ہتک رسول کا موجب ہے

احرار کی طرف سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور توہین کا جماعت احمدیہ پر الزام کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت کی مخالفت میں احرار جلوس بھی نکال رہے ہیں، گلیوں میں احمدیوں کے خلاف شور بھی مچا رہے ہیں جبکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ فساد نہ کرو۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کے اس غیر اسلامی فعل کے حوالہ سے لکھا کہ اگر یہ لوگ عاشق رسول ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے ہیں تو پھر اسلامی تعلیم کے منافی گلیوں، بازاروں میں جماعت کے خلاف ہلہ گلہ کیسا۔ اس طرح کے فساد تو ڑپھوڑ تو اسلامی تعلیم نہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

"اے اسلام کی غیرت رکھنے والو! اور اے وہ لوگو! جن کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرا بھی عشق ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ان مجالس اور ان جلوسوں کو رسولؐ پسند کر سکتے تھے؟ کیا اگر کوئی دشمن ایسے جلوس کا نقشہ کھینچ کر یہ کہے کہ نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کسی جلوس کو پسند فرمایا تھا۔ تو کیا آپ کے جسم پر لرزہ طاری نہ ہو جائے گا؟ کیا آپ اسے غلط بیانی کرنے والا نہیں کہیں گے؟ پھر آپ یہ کس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی تقریریں کرنے والے اور ایسے جلوس نکلوانے والے احترام رسولؐ کی خاطر ایسا کر رہے ہیں؟ کیا سچ جھوٹ سے قائم ہوتا ہے؟ کیا احترام اور اعزاز گالی گلوچ کے ذریعہ سے قائم کیا جاتا ہے؟ کیا یہ مظاہرات دنیا کی نگاہ میں اسلام کی عزت کو بڑھانے والے ہیں یا گھٹانے والے؟ کیا اگر اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نظارہ دکھا دے تو آپ فخر کریں گے کہ ان کے نام پر تقریریں کرنے والے امن کا نام لے کر فساد کی تعلیم دے رہے ہیں۔ کیا وہ اس جلوس کو دیکھ کر خوش ہوں گے؟ جس میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ جس میں ماتم کیا جاتا ہے۔ جس میں کتوں کو جوتیاں مار کر اپنے ملک کا وزیر خارجہ قرار دیا جاتا ہے۔ کیا اگر صحابہؓ یہ نظارہ دیکھیں تو وہ خوش ہو کر ایک دوسرے سے کہیں گے کہ یہ ہیں ہمارے سچے پیرو۔ یہ وہی کام کر رہے ہیں جس کا کرنا ہم پسند کرتے تھے؟ اگر ایسا نہیں بلکہ آپ کا دل گواہی دیتا ہے کہ نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام پسند کر سکتے تھے نہ صحابہؓ ان کاموں کا کرنا پسند کر سکتے تھے تو بتائیں کہ حرمت رسول کا دعویٰ کرنے والے اگر سچے ہیں تو یہ کام کیوں کرتے ہیں؟"

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 338)

ویمبلے (انگلستان) کانفرس کے ذریعہ اسلام کا بول بالا

1924ء میں انگلستان کے مشہور و معروف پارک ویمبلے میں عالمی نمائش کا پروگرام تھا۔ جس میں ایک مذاہب کانفرس بھی منعقد کرنا تھی ۔ جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے شامل ہو کر اپنے اپنے مذہب کے اصولوں پر روشنی ڈالنی تھی ۔ اس سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اسلام کا نقطۂ نظر بیان کرنے کی دعوت ملی ۔ تبلیغ اسلام کا ایک اچھا موقع جانتے ہوئے احباب جماعت کے مشورہ کے ساتھ حضور نے یہ دعوت قبول فرمائی اور اس کے لئے "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کے عنوان پر مضمون لکھنا شروع کر دیا ۔ جس میں اسلام کی دلکش اور جامع تصویر پیش فرمائی ۔ اس کے ساتھ ہی ایک مختصر مضمون سلسلہ احمدیہ کے نام سے تیار فرمایا ۔

حضورؓ نے اس مبارک سفر کے دوران بعض عرب مما لک میں قدم رنجہ فرمایا ۔ روم میں پوپ سے ملاقات کا بھی پروگرام تھا ۔ جو پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا ۔ تاہم روم کے سب سے مشہور اور کثیر الاشاعت اخبار "لاٹریبونا" کے نمائندہ نے انٹرویو کے دوران سوال کیا کہ آپ پوپ کو ملتے تو کیا کہتے ۔

حضورؓ نے جواب دیا سب سے بہترین تحفہ جو میرے پاس ہے میں اسے پیش کرتا اور وہ یہ ہے کہ میں اسے دعوت اسلام دیتا اور اس نور کی طرف بلاتا جو انسانوں کو خدا تک پہنچا دیتا ہے ۔ (الفضل 23 ستمبر 1924ء)

اپنے لندن قیام کے دوران حضورؓ نے اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف رکھا اور کئی ایک اہم لیکچرز بھی دیئے ۔ ویمبلے کانفرس میں حضورؓ کا مضمون جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے آپ کی موجودگی میں پڑھ کر سنایا جو بہت پسند کیا گیا ۔ خود صدر اجلاس نے خوب تعریف کی اور کہا "مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے ۔"

مولوی عبدالقادر دانش صاحب دہلوی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں 45-1944ء اٹلی میں مقیم رہے ۔ آپ نے پوپ (پاپائے روم) پیئس دواز دہم کارڈینل پیسلی سے ملاقات کی اور اسلام کا پیغام ان کو دیا ۔ جو ان الفاظ میں تھا ۔

اگر تم محمدؐ پر حملہ جاری رکھو گے یسوع بارے باتیں بھی سننی پڑیں گی

آپؓ خود فرماتے ہیں : ۔

" مجھے ایک دفعہ انگلستان میں ایک دہریہ ڈاکٹر ملنے کے لئے آیا اور میں نے دیکھا کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیتا ۔ میں نے اسے سمجھایا کہ یہ طریق درست نہیں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تمہیں حملہ نہیں کرنا چاہیے مگر وہ آریوں کی طرح برابر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کرتا چلا گیا ۔ آخر جب میں نے دیکھا کہ وہ میرے صبر سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ کرنے میں بڑھ رہا ہے تو میں نے یسوع کی حقیقت اس کے سامنے کھولنی شروع کر دی ۔ ابھی میں نے چند ہی باتیں کی تھیں کہ اس کا رنگ سرخ ہو گیا اور کہنے لگا ۔ آپ مسیح کا ذکر کیوں کرتے ہیں ۔ میں نے کہا میں سمجھ گیا ہوں کہ گو تم دہریہ ہو مگر تمہارے

دل میں عیسائیت باقی ہے اس لئے میں مسیح کا ضرور ذکر کروں گا۔وہ کہنے لگا میں مسیح کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا۔ میں نے کہا تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا۔اگر تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ جاری رکھو گے تو تمہیں مسیح کے خلاف بھی میری زبان سے باتیں سننی پڑیں گی۔اس پر غصہ میں اس نے بات بند کر دی اور چلا گیا۔" (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 248)

یسوع کے مقابل پر آنحضورؐ کے لئے غیرت

عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح نے ایک دفعہ صلیب پر چڑھ کر سب گنہگاروں کا کفارہ ادا کر دیا تھا۔مگر مسیح کو تو ساری عمر میں صرف وہی ایک واقعہ پیش آیا۔لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے ہر لحہ میں لوگوں کے لئے صلیب پر چڑھے اور آپ نے ان کے لئے ہزاروں نہیں لاکھوں موتیں قبول کیں۔ (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 63)

دنیا میں آخری جھنڈا محمدؐ کا گاڑا جائے گا

26 دسمبر 1947 کو پُرشوکت الفاظ میں تقریر کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا۔

"عیسائیت نے سر اٹھایا اور ایک لمبے عرصہ تک اس نے حکومت کی مگر اب عیسائیت کی حکومت اور اس کے غلبہ کا خاتمہ ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ عیسائیت کے خاتمہ کے ساتھ ہی دنیا کا بھی خاتمہ ہو جائے تا وہ کہہ سکیں کہ دنیا پر جو آخری جھنڈا لہرایا وہ عیسائیت کا تھا۔مگر ہمارا خدا اس امر کو برداشت نہیں کر سکتا۔ہمارا خدا یہ پسند نہیں کرتا کہ دنیا پر آخری جھنڈا عیسائیت کا لہرایا جائے۔دنیا میں آخری جھنڈا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گاڑا جائے گا اور یقیناً یہ دنیا تباہ نہیں ہوگی جب تک محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ساری دنیا پر اپنی پوری شان کے ساتھ نہیں لہرائے گا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 782)

سپین میں اسلام پر پابندی اور مصلح موعودؓ کی دینی غیرت کا اظہار

50ء کی دہائی جماعت احمدیہ میں وہ مبارک دہائی ہے جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدا داد فراست و بصیرت نے یورپ میں اسلام کا علم بلند کرنے کا نہ صرف فیصلہ فرمایا بلکہ مختلف ممالک میں مبلغین بھی بھجوائے۔سپین میں مکرم کرم الٰہی ظفر صاحب اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے پہنچے۔آپ نے گلیوں کوچوں اور بازاروں میں کھڑے ہو کر اسلام کا پیغام پہنچانا شروع کیا جس سے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا نفوذ بڑھنے لگا اور کیتھولک پادریوں نے سرکاری حلقوں سے گٹھ جوڑ کر کے تبلیغ اسلام پر پابندی لگوا دی۔جو فی الواقع اپنی ذات میں ایک تکلیف دہ امر تھا۔حضرت مصلح موعودؓ نے 20 اپریل 1956ء کو ایک پُر جلال خطبہ ارشاد فرمایا جس میں پاکستان میں عیسائی پادریوں اور یہودی منادوں کی کھلے عام تبلیغ کا ذکر کیا کہ ہماری حکومت تو اس کی اجازت دیتی ہے۔اگر آپ اس حرکت سے باز نہ آئے تو پھر ہماری حکومت کو بھی سوچنا چاہئے۔آپؓ نے اسلامی حکومتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

"یہ ایک نہایت ہی افسوسناک امر ہے کہ بعض عیسائی ممالک میں اب اسلام کی تبلیغ پر بھی پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ پہلے عیسائی ممالک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف رات اور دن جھوٹ بولتے رہتے تھے ہم نے ان افتراؤں کا جواب دینے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان دنیا میں ظاہر کرنے کے لئے اپنے مبلغ بھیجے تو اب ان مبلغوں کی آواز کو قانون کے زور سے دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اسلام کی تبلیغ سے انہیں جبراً روکا جاتا ہے۔ مسلمان حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی بلندی کے لئے عیسائی حکومتوں پر زور دیں کہ وہ سپین کو اس سے روکیں ورنہ ہم بھی مجبور ہوں گے کہ ہم عیسائی مبلغوں کو اپنے ملکوں سے نکال دیں۔

دیکھو سویز کے معاملہ میں مصر کی حکومت ڈٹ گئی اور آخر اس نے روس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اگر سویز کے معاملہ میں مصر ڈٹ سکتا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی بلندی کے لئے پاکستان کی حکومت اگر ڈٹ جائے تو کیا وہ دوسری اسلامی حکومتوں کو اپنے ساتھ نہیں ملا سکتی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت یقیناً کروڑ سویز سے بڑھ کر ہے۔ اگر ایک سویز کے لئے امریکہ اور برطانیہ کے مقابلہ میں مصر نے غیرت دکھائی اور وہ ڈٹ کر کھڑا ہو گیا تو کیا دوسری اسلامی حکومتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتنی غیرت بھی نہیں دکھا سکتیں۔ انہیں عیسائی حکومتوں سے صاف صاف کہہ دینا چاہئے کہ یا تو تم اسلامی مبشرین کو اجازت دو کہ وہ تمہارے ملکوں میں اسلام کی اشاعت کریں ورنہ تمہارا بھی کوئی حق نہیں ہوگا کہ تم ہمارے ملکوں میں عیسائیت کی تبلیغ کرو۔ اگر تم ہمارے ملک میں عیسائیت کی تبلیغ کر سکتے ہو تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم کہو کہ ہم اسلام کی باتیں نہیں سن سکتے۔ بے شک ہمارے مذہب میں رواداری کی تعلیم ہے مگر ہمارے مذہب کی ایک یہ بھی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ بے انصافی کرے تو تم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔ یہ ایک نہایت صاف اور سیدھا طرز ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمان حکومتوں کا ذہن ادھر نہیں جاتا اور وہ اسلام کے لئے اتنی بھی غیرت نہیں دکھاتیں جتنی کرنل ناصر نے سویز کے متعلق غیرت دکھائی۔ اگر مسلمان حکومتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سویز جتنی غیرت بھی دکھائیں تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں اور اسلام کی تبلیغ کے راستے کھل جائیں۔ اور جب اسلام کی تبلیغ کے راستے کھل گئے تو یقیناً سارا یورپ اور امریکہ ایک دن مسلمان ہو جائے گا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 48۔50)

مشرقی افریقہ میں توہین رسالت کے مقابل پر ناموس رسالت کے لئے علم بلند کرنا

حضرت مصلح موعودؓ نے مبلغین کا جال تمام دنیا میں پھیلا دیا۔ ان مبلغین کے ذریعہ سے اپنے امام کی رہنمائی اور قیادت میں ناموس رسالت کا علم بلند ہوا اور آج بھی بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔

جولائی، اگست 1950ء میں ٹبورہ کے ایک رومن کیتھولک پادری نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے رسالہ "KIONGOZI" میں بہت کچھ لکھا۔ جس پر مبلغ اسلام مکرم مولانا جلال الدین قمر صاحب نے مکرم امری عبیدی کی معاونت سے ایک مختصر سا اشتہار راتوں رات تیار کر کے اور چھپوا کر منظر عام پر لے آئے۔ جس

میں نہ صرف پادریوں کے الزامات کا مختصر جواب تھا بلکہ ان کو پبلک مناظرہ کی دعوت بھی دے دی۔جس نے عیسائیوں میں کھلبلی مچادی اور مسلمانوں کی طرف سے خوشی اور مسرت کے خطوط آنے شروع ہوگئے ۔چنانچہ زنجبار کے مشہور و معروف عالم شیخ عبداللہ صالح نے مکرم جلال الدین قمر صاحب کے نام سواحیلی زبان میں لکھے گئے خط میں مبارک باد دینے کے بعد لکھا کہ :۔

اگر چہ میں احمدیوں کی بعض باتوں سے اتفاق نہیں رکھتا لیکن خدا تعالیٰ اور اس کے مقدسوں کے سامنے اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ احمدیوں کے اندر حفاظت اسلام کے لئے جو غیرت ہے وہ مجھے بے حد محبوب ہے۔ احمدی قطعاً اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ اسلام کے خلاف کچھ لکھا یا کہا جائے اور جب تک اس کا شافی جواب دے کر دشمن اسلام کو خاموش نہ کر دیں دم نہیں لیتے ۔ (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 257)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی تصویر پر احتجاج

وسط 1957ء کا یہ افسوس ناک واقعہ ہے کہ جنوبی بھارت میں نذیب فوٹو پبلشر کمپنی حیدرآباد دکن کی طرف سے آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہ کی فرضی تصویر شائع ہوئی ۔اس شرمناک حرکت کا مکرم ناظر صاحب دعوت وتبلیغ قادیان نے فوری نوٹس لیا اور اس پر احتجاج کرتے ہوئے لکھا:۔

"اس قسم کا فرضی فوٹو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شائع کرنا اور پھر اس کے لئے نذرانہ طلب کرنا بہت معیوب، قابل اعتراض اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانے کا باعث ہے اور ہم اس کی اشاعت پر سخت نفرت اور دکھ کا اظہار کرتے ہیں ۔" (تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 733-734)

اسلام کے دفاع میں مباحثات ومناظرات

اسلام پر اٹھنے والے اعتراضات کے جوابات کے لئے ایک طریق مباحثوں اور مناظروں کا بھی ہے ۔جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور سے جاری ہے ۔لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس میں بہت تیزی آئی اور ہزاروں کی تعداد میں مخالفین اسلام کے ساتھ مباحثے بھی ہوئے اور مناظرے بھی ۔جن میں سے بعض میں تو حضورؓ نے خود شرکت فرمائی اور باقیوں میں علمائے سلسلہ نے حصہ لے کر کامیابی سمیٹی ۔یہ مباحثے و مناظرے پنڈتوں، بھکشوؤں اور پادریوں سے ہوئے ۔ان کی فہرست بہت طویل ہے ۔صرف 1933ء میں تاریخ احمدیت نے 178 مباحثات ومناظرات ریکارڈ کئے ہیں ۔ (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 158)

بادشاہوں کو اسلام کا پیغام

جون 1914ء میں ایک خواب کی بناء پر شاہ دکن کو پیغام حق پہنچانے کے لئے آپ نے "تحفۃ الملوک" کتاب تصنیف فرمائی ۔قادیان سے تین افراد یکے بعد دیگرے ان کتابوں کی تقسیم کے لئے حیدرآباد دکن بھجوائے

گئے ۔حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب کی قبولیت احمدیت اس کتاب کی روحانی تاثیرات وبرکات کا نتیجہ ہے ۔
(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 155)

ii۔ 16 ستمبر 1914ء کو نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ والئی بھوپال کو ایک تبلیغی خط تحریر فرمایا ۔

iii۔ ایک فرمانروائے ریاست کو ایک تبلیغی خط کے ساتھ "تحفۃ الملوک" اور "حقیقۃ الندوۃ" اپنی تصانیف بھجوائیں ۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 174-175)

iv۔ افغانستان کے بادشاہ پر اتمام محبت کے لئے "دعوۃ الامیر" تحریر فرمائی ۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 492)

تحفہ شہزادہ ویلز اور اسلام کی برتری

شہزادہ ویلز (ولی عہد برطانیہ) دسمبر 1921ء میں جب ہندوستان آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے "تحفہ شہزادہ ویلز" کے نام پر ایک عظیم الشان کتاب تصنیف فرمائی ۔جس میں حضورؓ نے اسلام کی سچائی نہایت واشگاف الفاظ میں بیان فرمائی ۔

اخبار "ذوالفقار" (24 اپریل 1922ء) نے اس کتاب کے حوالہ سے لکھا کہ :

ہم خلیفہ ثانی کی سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے .... تحفہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی ضرور رشک کریں گے یہ ضروری ہے کہ ہم اخبار نویسی کے میز پر تعصب کی مالا گلے سے اتار کر رکھ دیتے ہیں ۔اس واسطے اس تحفہ کو دیکھ کر ہم عش عش کر اٹھے ۔اس تحفہ میں فاضل مصنف نے سنت رسولؐ پر پورا پورا عمل کیا ہے ۔دعوت اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت وتاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے ۔یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقہ کا کوئی فرد یا موجودہ زمانے کا کوئی شورش پسند اخبار حسد اور بغض کی راہ سے اس تحفہ پر کوئی حملہ کرے ..... ہمیں اس تحفہ میں کوئی ایسا مقام دکھائی نہیں دیا کہ جس میں خوشامد سے کام لیا گیا ہو ۔

(الفضل 8 مئی 1922ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 293-294)

ترک موالات معاہدہ میں اسلام کی خاطر بروقت مشورہ

فاتح اتحادی ممالک نے ترکی سے جو شرائط صلح طے کیں وہ انتہا درجہ کی ذلت آمیز تھیں ۔ترکی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے علاوہ اور کئی ایسی تجاویز تھیں جو اسلام کو نیچا دکھانے اور بدنام کرنے کے لئے کافی تھیں ۔اس پر حضورؓ نے "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" کے عنوان سے ایک کتابچہ تحریر فرمایا ۔جس میں حضورؓ نے واضح طور پر لکھا کہ میرے نزدیک اس معاہدہ کی کئی شرائط میں حقوق کا اتلاف ہوا ہے ۔مسلمانوں کے سامنے ہجرت کرنے، جہاد کرنے کی جو تجاویز رکھی ہیں وہ شرعاً اطلاق نہیں پاتیں ۔نیز اس مضمون کے آخر میں حضورؓ نے نہایت جلالی انداز میں تحریر فرمایا کہ :

اب سب دنیا دیکھ لے گی کہ آئندہ اسلام مسیحیت کو کھانا شروع کر دے گا اور دنیا کا آئندہ مذہب وہی مذہب ہو گا جو اس وقت سب سے کمزور سمجھا جاتا ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 257-258)

حضورؓ نے مسلمانوں کو بھی تحریک عدم موالات اور ہجرت کے نقصانات سے ایک اور رسالہ میں بروقت انتباہ فرما دیا تھا۔ مگر مسلمان لیڈروں نے مسٹر گاندھی کا ساتھ دیا۔

اس کتاب لاجواب میں حضورؓ نے نہایت غیرت دلانے والے لفظوں میں لکھا کہ اگر یہ درست ہے کہ ترک موالات سے ایک دو سال میں تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاؤ گے تو اسلام کی دوبارہ زندگی یقیناً مسٹر گاندھی کے ہاتھوں ہوگی اور نعوذ باللہ من ذالک ابدالآباد تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بار احسان سے ان کے سامنے جھکا رہے گا............ حضرت مسیح تو خیر ایک نبی تھے۔ اب جس شخص کو تم نے اپنا مذہبی راہنما بنایا ہے وہ تو ایک مومن بھی نہیں پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہتک کا نتیجہ پہلے سے بھی زیادہ سخت دیکھو گے اور اگر باز نہ آئے تو اس جرم میں مسٹر گاندھی کی قوم کی غلامی اس سے زیادہ تم کو کرنی پڑے گی جتنی کہ حضرت مسیح کی امت کی غلامی تم کہتے ہو کہ ہمیں کرنی پڑی ہے۔ (ترک موالات واحکام اسلام صفحہ 85-86)

مگر افسوس کہ حضورؓ کی یہ آواز بہرے کانوں سے سنی گئی۔ عوام تو رہے ایک طرف مسلمانوں کے قومی لیڈروں نے اس امید خام کی وجہ سے کہ اتحادیوں کے ہاتھوں ترکی حکومت کو جو مشکل پیش آگئی ہے وہ حل ہو جائے گی۔ اور ہم انگریز کی غلامی سے بھی آزاد ہو جائیں گے مسٹر گاندھی اور کانگریس کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور بعض ممتاز لیڈروں نے تو ان کے لئے وہ کچھ کہا کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح کہا گیا۔ چنانچہ ظفر الملک صاحب علوی نے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوتے تو میں ضرور کہتا کہ اس زمانے کے نبی مہاتما گاندھی ہیں۔ جناب ڈاکٹر آصف علی نے اپنی تقریر میں کہا کہ میں صدق دل سے یقین کرتا ہوں کہ اس صدی کے مجدد مہاتما گاندھی ہیں۔ مولانا شوکت علی نے کہا۔ میں کہتا ہوں امام مہدی گاندھی جی ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر کا مریڈ نے جیل سے پیغام بھیجا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بے سوچے سمجھے مہاتما گاندھی کی پیروی کرتا ہوں۔ امیر شریعت احرار سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے مسجد خیر الدین امرت سر میں کہا کہ میں مسٹر گاندھی کو نبی بالقوہ مانتا ہوں۔
(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 261-262)

ہزاروں کی تعداد میں مسلمان اونے پونے جائیدادیں بیچ کر افغانستان ہجرت کر گئے۔ واپسی کا ارادہ کیا تو تباہ حال، خستہ، مفلس، قلاش اور تہی دست گھر بار سے بھی گئے اور سینکڑوں کی تعداد میں راستہ میں ہی مر کھپ گئے۔

انجمن ترقی اسلام کے ذریعہ اسلام کی ترقی وترویج

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد 1914ء میں "انجمن ترقی اسلام" قائم فرمائی۔ یہ انجمن بھی اپنے نام کی طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی ترقی واشاعت کا نہایت مؤثر

ذریعہ ثابت ہوئی ۔یہی وہ بابرکت ادارہ تھا جس نے ایک عرصہ تک دنیا میں تبلیغ اسلام کی ذمہ داری نہایت خوش اسلوبی سے سنبھالے رکھی ۔

حضورؓ نے اپریل 1914ء میں جب اس انجمن کے مقاصد پورے کرنے کے لئے مالی تحریک فرمائی تو مخلصین جماعت مردوں اور عورتوں نے اسلام کی اشاعت کے لئے یکساں قربانی کی ۔بعض مخلصین نے تبلیغ اسلام کے لئے اپنی ساری زمین وقف کردی اور بعض مستورات نے اپنے زیور پیش کردیئے ۔ (تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 143 تا 153)

اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے مجلس مذہب و سائنس کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فروری 1945ء میں جماعت احمدیہ میں اعلیٰ علمی، مذہبی اور سائنٹفک تحقیق کا ذوق پیدا کرنے کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی زیر صدارت "مجلس مذہب و سائنس" کے نام سے ایک مجلس کی بنیاد رکھی ۔

جس کا بنیادی مقصد سائنس، فلسفہ، اقتصادیات، عمرانیات اور دوسرے علوم جدیدہ کی طرف سے مذہب پر عموماً اور اسلام پر خصوصاً ہونے والے اعتراضات کی اعلیٰ سطح پر تحقیق اور ان کے جوابات تیار کرنا تھا ۔

چنانچہ ابتداء میں اسلام اور مذہب پر وارد ہونے والے اعتراضات کی مکمل فہرست تیار کی گئی اور ایک سال کے اندر اندر مختلف طبقوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے نوسکالرز نے مختلف عناوین پر مضامین پڑھ کر سنائے ۔ ان میں سے بعض میں حضور نے بنفس نفیس شرکت فرمائی ۔اس کام کو مزید وسعت دینے کے لئے تعلیم الاسلام کالج میں بھی ریسرچ سوسائٹی قائم فرمائی جس نے اپنی سطح پر درج بالا مقصد کے حصول کے لئے کام کیا ۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ۔

"اس وقت ہمارے لئے معین مذہبی تعلیمات کو چھوڑ کر تین مقابلے درپیش ہیں ۔ان میں سے بعض تو حقیقی ہیں اور بعض خیالی ۔لیکن بہر حال ان تینوں کا مقابلہ کرنا اس مجلس کا کام ہے ۔پہلا دائرہ جو اقتصادیات کا دائرہ ہے ایک عملی دائرہ ہے جس کا اسلام اور احمدیت سے بھاری مقابلہ ہے ۔ہمیں اس کے مقابلہ پر وہ نظام پیش کرنا ہے جو اسلام پیش کرتا ہے اور اسے غالب کر کے دکھانا ہے ۔دوسرا دائرہ جو فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے ایک قولی مقابلہ ہے ۔یہ لوگ فلسفے کے چند نظریئے پیش کرتے ہیں جو بعض صورتوں میں اسلامی تعلیموں کے ساتھ سخت ٹکراتے ہیں ۔ہمیں اس کے مقابلہ میں اسلام کے نظریئے پیش کرنے اور ان کی فوقیت ثابت کرنی ہے ۔تیسرا حلقہ سائنس کا ہے ۔اس حلقہ کا مذہب کے ساتھ کوئی حقیقی ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے سائنس خدا کا فعل ہے اور مذہب خدا کا قول ہے مگر چونکہ بعض لوگ کوتاہ بینی کی وجہ سے غیر ثابت شدہ حقائق کو ثابت شدہ حقائق سمجھ کر اعتراض کردیتے ہیں ۔اس لئے اس کے مقابلہ کی بھی ضرورت ہے تو یہ تین دائرے ہیں ۔ایک عملی دوسرا قولی تیسرا خیالی یعنی غیر حقیقی جن کے مقابلہ کے لئے یہ مجلس مذہب و سائنس قائم ہوئی ہے ۔" (تاریخ احمدیت جلد9 صفحہ 70-71)

مسئلہ قتل مرتد اور اسلام کو بدنام کرنے کی سازش

1924ء میں کابل میں ایک دفعہ پھر مولوی عبدالحکیم صاحب اور قاری نور علی صاحب کی سنگساری سے ظلم کی داستان دہرائی گئی۔ تو تنگ نظر علماء نے امیر امان اللہ خان کے اس فعل کو مستحسن قرار دیا۔ جس سے دشمنان اسلام کے ہاتھ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے کا ایک اور ہتھیار آ گیا۔ انہوں نے قتل مرتد پر اداریے لکھے اور مضامین شائع کئے۔ اس پر بعض علمائے اسلام نے ان کا دفاع بھی کیا مگر مسلسل غیر مسلموں کی طرف سے اسلام کو بدنام کیا جا رہا تھا۔ اس وقت آپ نے قلم ہاتھ میں لیا اور ایسے مدلل، متین اور زوردار رنگ میں اس نازک مسئلہ پر قلم اٹھایا کہ اپنوں اور بے گانوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں ہی کا ازالہ نہیں ہوا بلکہ اسلام کا مذہب امن وصلح ہونا بھی پورے طور پر عیاں ہو گیا۔ ان مضامین کو قتل مرتد اور اسلام کے نام سے کتابی شکل دے دی گئی۔ جماعت احمدیہ کے اس موقف پر مولوی ثناء اللہ نے بھی تائید کی۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 514)

جماعتی آرگنز کا گستاخیٔ رسولؐ کے سدِّ باب کے لئے ایک مثالی کردار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور کے جماعتی اخبار الحکم، بدر اور پھر حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں الفضل اور بعد ازاں ذیلی تنظیموں کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد ان تنظیموں کے آرگنز نے ناموس رسالت کے حق میں خوب آواز بلند کی اور اس حوالے سے جماعت احمدیہ کی کاوشوں کے عَلم کو بلند سے بلند تر کئے رکھا۔ ان اخبارات و رسالہ جات نے مسلمانان ہند کی ترقی و بہبود کے لئے مسلسل آواز اُٹھائی اور ان کے خلاف ملک میں اٹھنے والے ہر فتنہ کے خلاف پُر زور طریق سے اور بڑی جرأت کے ساتھ قلم اٹھایا۔ اور گستاخی رسولؐ ، توہین رسالت اور حرمت رسولؐ پر مضامین کا سلسلہ جاری رکھا۔ جس سے ناموس رسالت کا واضح اظہار ہوتا رہا۔ اس سلسلہ میں یہ تمام آرگنز اپنے سالانہ یا سہ ماہی نمبرز بھی نکالتے رہے۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی جو مسلسل حق تلفی دیکھنے میں آ رہی تھی اور ہر اہم عہدہ پر کسی ہند، وسکھ یا انگریز کی تعیناتی دیکھنے کو ملتی تھی۔ جس سے ایک مسلمان کی اسلام کی محبت میں، اسلام کی خاطر غیرت جوش میں آتی رہی۔ اس حوالہ سے اخبار "الفضل" نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں بے شمار، ان گنت واقعات کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن طوالت سے بچتے ہوئے صرف ایک دو واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ردعیسائیت کے لئے اخبار صادق کا اجراء

جون 1916ء میں ردعیسائیت کے لیے اخبار صادق جاری کیا گیا جو چند اشاعتوں کے بعد بند ہو گیا تاہم جتنے پرچے اس کے شائع ہوئے۔ ان میں اسلام کا بول بالا ہونے کے لئے مضامین شائع ہوئے اور اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات میں تقابلی موازنہ بھی شائع ہوتا رہا۔ جس سے عیسائیت کے دانت کھٹے ہوئے۔

اخبار "سن رائز" اوراخبار "مصباح" کا اجراء بھی اسلام کی دیگر مذاہب کے ساتھ جاری جنگ میں معاون اور تائید کے لئے ہوا۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 566)

انجمن ہمدردان اسلام اور تشحیذ الاذہان کے ذریعہ ناموس رسالت کا دفاع

1897ء میں جبکہ حضرت مصلح موعودؓ ابھی صرف آٹھ نو برس کے تھے قادیان کے احمدی نو جوانوں نے ایک انجمن "انجمن ہمدردان اسلام" قائم کی آپ اس کے ایک سرگرم رکن تھے۔حضرت بھائی عبدالرحمٰنؓ قادیانی بیان فرماتے ہیں کہ:۔

" کھیل کود اور بچپنے کے دوسرے اشغال میں انہماک کے باوجود آپ کے دل میں خدمت اسلام کا ایسا جوش اور جذبہ نظر آیا کرتا تھا۔جس کی نظیر بڑے بوڑھوں میں بھی شاذ ہی ہوتی۔آپ کی ہر ادا میں اس کا جلوہ اور ہر حرکت میں اس کا رنگ غالب ونمایاں ہے........الغرض ایسے ہی مشاغل اور مصروفیتوں کے نتائج میں سے ایک انجمن ہمدردان اسلام کا قیام بھی ہے جو آپ کی خواہش،مرضی اور منشاء کے ماتحت قائم کی گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 39-40)

جیسا کہ اس انجمن کے نام سے ہی یہ بات عیاں ہے کہ یہ خدمت اسلام اور ہمدردی اسلام کے لئے وجود میں آئی تھی۔دراصل تشحیذ الاذہان کا پہلا اور ابتدائی نام "انجمن ہمدردان اسلام" ہی تھا۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 39)

کچھ عرصہ تک اس کی سرگرمیاں تیزی سے جاری رہنے کے بعد رفتہ رفتہ جب کم ہوئیں تو 1900ء میں انجمن تشحیذ الاذہان کا نام دیا گیا جس کا مقصد نوجوانان احمدیت کو تبلیغ اسلام اور اسلام پر ہونے والے اعتراضوں کا جواب دینے کے لئے تیار کرنا تھا۔دسمبر 1905ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے ذریعہ اس میں ایک دفعہ پھر جان پڑی اور مارچ 1906ء میں آپ کی ادارت میں رسالہ تشحیذ الاذہان نکلنا شروع ہوا۔

ویسے تو جماعت کے تمام اخبارات ورسائل نے اسلام کی حمایت میں اسلام کے دفاع میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے تاہم رسالہ تشحیذ الاذہان نے اسلام کا درد رکھنے والے نوجوانوں میں خدمت اسلام اور اشاعت اسلام کی ایک نئی روح پھونک دی۔آپ کے قلم مبارک سے اسلام کی تائید وحمایت میں اور دشمنوں کے اسلام کے خلاف اعتراضات کے جواب میں معرکہ آراء مضامین اس میں شائع ہوئے۔آپ کے دل میں خدمت دین کا اتنا جوش موجزن تھا کہ اپنی نوعمری کی حالت میں ترجمتی اور اصلاحی مضامین لکھنے کے علاوہ مخالفین اسلام کے ساتھ گویا چومکھی جنگ جاری کر رکھی تھی۔ تشحیذ الاذہان کے ابتدائی حالت میں ہی ایک مسلمان گریجوایٹ کے ارتداد پر آمادہ ہونے کی اطلاع ملی تو اس دردمند دل میں باوجود آنکھوں کی تکلیف کے ایک جوش پیدا ہوا اور خود اس کے سوالات کے مفصل جوابات تحریر فرمائے۔
(تشحیذ الاذہان 1906ء صفحہ 93 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 61-62)

ii۔اسی طرح ایک پادری ڈاکٹر ایچ وائٹ بریخٹ کے مصر قاہرہ کے ایک مشنری کانفرس میں اسلام کے خلاف لیکچر کے رد میں ایک پرزور مضمون تشحیذ الاذہان اپریل 1908ء کے صفحہ 125 تا 144 میں شائع ہوا۔

iii۔ایک مسلمان کے مضمون "جوازسود" کے جواب میں اور پادری اکبر مسیح کے "پیغام صلح" پر اعتراضات کے جواب میں آپ نے قلم اٹھایا۔ (تشحیذالاذہان جلد3 نمبر13 صفحہ 487 تا 490)

iv۔ 1909ء کے تشحیذ میں "نجات" بجواب لیکچر پادری میکیملن اور تبلیغ اسلام کے عنوان پر مضامین شائع ہوئے۔

v۔اسلام کے خلاف بدنام زمانہ کتاب ستیارتھ پرکاش پر ایک ریویو تحریر فرمایا جو تشحیذالاذہان 1911ء میں طبع ہوا۔

اخبار الفضل کے ذریعہ ناموس رسالت کی حفاظت

جون 1913ء میں "الفضل" کے نام سے قادیان سے ایک نیا اخبار جاری ہوا۔ تشحیذ کی طرح الفضل نے بھی اسلام کی تعلیم کی اشاعت اور ناموس رسالت کی حفاظت میں اہم کردار ادا کیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زمانہ ادارت میں قیمتی اداریوں کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی کی گئی۔سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر آپ نے نئے اور اچھوتے انداز سے قلم اٹھایا۔اس کے علاوہ "میرا محمدؐ" کے نام پر آپ کے مضمون نے خاص شہرت حاصل کی۔

تحریر وتقریر کے ذریعہ جواب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اسلام کے دفاع اور حرمت رسولؐ کے لیے احباب جماعت کو جہاں اور بہت سے امور کی طرف دعوت دی وہاں اہل قلم وعلم دوست احباب کو تحریر وتقریر میں اسلام کے دفاع کی طرف بُلایا۔چنانچہ آپؓ نے اپنی خلافت کی ابتداء میں ہی 1915ء کے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"اس زمانہ میں جو اسلام کے لئے تلوار اٹھائے گا اور تلوار سے اسلام کے مخالفوں کا مقابلہ کرنا چاہے گا، وہ اسلام کی حفاظت کرنے کی بجائے خود ذلیل ہو جائے گا۔پس اس وقت اسلام کی حفاظت کا ایک ہی جائز ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کر دیا ہوا ہے اور وہ یہ کہ ہم تحریر سے،تقریر سے اور دعاؤں سے دشمنوں کا مقابلہ کریں۔"
(خطبات محمود جلد4 صفحہ 320)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کتب (سیرت خاتم النبیینؐ)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب کے قلم سے لکھی یہ کتاب تین جلدوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں شائع ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس زبردست علمی کارنامہ پر فرمایا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی سیرتیں شائع ہو چکی ہیں ان میں سے یہ بہترین کتاب ہے۔اس تصنیف میں ان علوم کا بھی پرتو ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حاصل ہوئے ہیں۔اس کے ذریعہ انشاءاللہ اسلام کی تبلیغ میں بہت آسانی پیدا ہوگی۔" (تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 260)

"ٹیچنگ آف اسلام" نے ایک پنڈت کے نظریات تبدیل کر دیئے

1932ء کے آغاز میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو نہایت جوش کے ساتھ اپنوں اور غیروں یعنی غیر مسلم افراد کو تبلیغ کرنے کی تحریک فرمائی اور اس سال مجلس مشاورت میں سال میں کم از کم دو یوم التبلیغ منانے کی طرف توجہ دلائی۔ اس طرح جب اسلام کا پیغام زبانی و تحریری طور پر وسیع پیمانہ پر لوگوں تک پہنچا۔ تو غیروں میں ایک حرکت پیدا ہوئی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان کامیاب کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ایک پنڈت کرتا رسنگھ فلاسفر کے ان خیالات کا ذکر فرمایا کہ اسلامی اصول کی فلاسفی کے انگریزی ترجمہ "دی ٹیچنگ آف اسلام" نے میرے خیالات کی کایا پلٹ دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"امرتسر میں ہمارے دوست ایک سکھ عالم کے پاس گئے تو انہوں نے نہایت تکریم کے ساتھ بٹھایا اور اس امر پر افسوس کیا کہ آپ تبلیغ تو ہم لوگوں کو کرتے ہیں۔ اور ان مولویوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ آپ کی خواہ مخواہ مخالفت کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں اسلام کا سخت مخالف تھا اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ڈاکو سمجھتا تھا مگر مرزا صاحب کی کتب کے مطالعہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میں سخت غلطی پر تھا اور اس دن سے میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ خدا جانے ان مولویوں کو کیا ہو گیا اور یہ آپ لوگوں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ میرے دل میں اگر اسلام کی عزت ہے تو محض مرزا صاحب کے طفیل ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 17)

9 مارچ 1921ء کو مالیر کوٹلہ کے مقام پر موازنہ مذاہب کے نام پر لیکچر دیا اور صداقت اسلام پر دلائل دیئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو نبی تسلیم کرنے سے قطعاً ہتک رسولؐ نہیں ہوتی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے، مولوی محمد علی صاحب کی تصنیف "القول الفصل کی ایک غلطی کا اظہار" کے جواب میں ایک معرکتہ الآراء کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کے نام سے شائع کروائی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام پہلوؤں پر نہایت جامعیت سے بڑی سیر کن اور تسلی بخش بحث کی ہے۔ اس میں آپ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم؟ اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا

محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں ۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں ۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے کلی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 185-186 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 172)

شرک فی النبوۃ میں کیا آنحضورؐ کی عزت ہے؟

آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ جو بات تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے یا ذلت اس نقطہ نگاہ سے بھی اگر غور کیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال ہی نہیں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے سے خدا تعالیٰ کی عزت ہو تب بھی ہم ان کے دوبارہ آنے کو تسلیم کر سکتے ہیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ خدا کی عزت دنیا میں قائم ہو لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ تسلیم کرنے میں نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی بھی ذلت ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس عقیدہ سے بڑھ کر خطرناک اور کوئی عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا تعالیٰ کی عزت کا سوال لو تو سیدھی بات ہے کہ اس عقیدہ کی رُو سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ انیس سو سال سے خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے کہ کہیں وہ ضائع نہ ہو جائے اور اصلاحِ خلق کا کام رُک نہ جائے گویا جس طرح غریب آدمی اپنی چیزوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے اسی طرح خدا نے بھی اپنی اس چیز کو خوب حفاظت سے رکھا ہوا ہے۔ آخر امیر اور غریب میں کیا فرق ہوتا ہے یہی فرق ہوتا ہے کہ غریب آدمی اگر صبح کی دال بچ جائے تو بیوی سے کہتا ہے اسے سنبھال کر رکھ دینا رات کو کام آئے گی۔ یا سردیوں میں اگر اسے کوئی گرم کپڑا ملتا ہے تو سردیاں ختم ہونے پر نہایت حفاظت سے گٹھڑی باندھ کر رکھ دیتا ہے یا صندوقوں میں حفاظت سے اسے بند کرتا ہے کہ اگلی سردیوں میں وہ کپڑے کام آئیں........ مگر اللہ تعالیٰ جو قادر ہے اور جس کی قدرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جب بھی دین کے لئے کسی نئی چیز کی ضرورت ہو وہ اپنی قدرت سے اس نئی چیز کو مہیا کر دے۔ اس کے متعلق مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس نے انیس سو سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سنبھال کر آسمان پر زندہ رکھا ہوا ہے محض اس لئے کہ امتِ محمدیہ کو جب آخری زمانہ میں دینی لحاظ سے نقصان پہنچا تو میں اس کے ازالہ کے لئے اسے آسمان سے نازل کروں گا۔ گویا وہی کنگالوں والی بات ہوئی جو صبح کی دال بچا کر شام کے لئے رکھ لیتے ہیں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کون سے کارنامے سرانجام

دیئے تھے کہ آخری زمانہ میں بھی انہی کا بھیجا جانا خدا کو پسند آیا۔انہوں نے دنیا میں یہی کام کیا کہ چند روز لوگوں کو تبلیغ کی اور جب یہود نے صلیب پر لٹکانا چاہا تو آسمان پر چلے گئے۔اس میں انہوں نے کونسی ایسی کامیابی حاصل کی تھی کہ آخری زمانہ میں بھی ان کا نزول ضروری تھا۔جو شخص آسمان پر چلا گیا اس نے بالفاظِ دیگر دنیا کو پیٹھ دکھا دی۔اب وہ شخص جو دنیا کو پیٹھ دکھا چکا ہے اور جس نے اپنے زمانہ کا کام بھی پورا نہیں کیا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا کیا کام کرے گا اور کس کامیابی کی اس سے توقع رکھی جا سکتی ہے۔پس یہ اللہ تعالیٰ کی شدید ہتک ہے اور اس عقیدہ کو تسلیم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بہت بڑا حرف آتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا قادر نہیں اور ضرورت پر وہ امتِ محمدیہ میں سے کسی نئے آدمی کو تیار نہیں کر سکتا............

اب دیکھو کہ اس عقیدہ کو تسلیم کرنے میں نہ خدا کی عزت ہے اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت۔پھر یہ عقیدہ رکھنے میں حضرت مسیح کی بھی تو کوئی عزت نہیں۔ہمارے نزدیک تو حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے بچ گئے تھے مگر دوسرے مسلمانوں کے نزدیک آسمان پر بھاگ گئے تھے۔اور یہی ایک نبی کی سب سے بڑی توہین ہے کہ جو کام اس کے سپرد تھا وہ تو اُس نے نہ کیا اور آسمان پر جا بیٹھا۔پھر خدا نے تو حضرت مسیح کو نبی قرار دیا ہے مگر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ آخری زمانہ میں جب وہ نازل ہوں گے تو نبی نہیں ہوں گے بلکہ امتی ہوں گے گویا جسے خدا نے مستقل نبی قرار دیا تھا اسے وہ تابع نبی بنا دیتے ہیں اور اس طرح اس کی ہتک کے مرتکب ہوتے ہیں۔اگر تو یہ کہا جاتا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میدان چھوڑ کر چلے گئے تھے اس لئے اس کی سزا میں انہیں امتی بنا دیا جائے گا تو گو پھر بھی ایک نبی کی تذلیل ہوتی مگر یہ بات کسی حد تک معقول قرار دی جا سکتی تھی۔لیکن بغیر کوئی قصور بتائے مولویوں کی طرف سے یہ مسئلہ پیش کیا جاتا ہے کہ خدا انہیں مستقل نبی کی بجائے تابع نبی بنا دے گا اور اس طرح وہ اپنے عمل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہتک کرتے ہیں۔پھر یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ جو شخص بنی اسرائیل میں ایک چھوٹے سے فتنہ کا مقابلہ نہ کر سکا وہ امت محمدیہ میں آ کر اس دجالی فتنے کا کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے۔جس فتنہ سے بڑا فتنہ آج تک دنیا میں کوئی ہوا ہی نہیں۔پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر سمجھا جائے تو اس میں خدا کی بھی ہتک ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہتک ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہتک ہے.......غرض حیاتِ مسیح کا عقیدہ ایسا خطرناک ہے کہ خدا کی اس میں عزت نہیں، رسول کریم کی اس میں عزت نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں عزت نہیں صرف مولویوں کی عزت ہے مگر خدا اور اس کے رسولوں کے مقابلہ میں ان مولویوں کی عزت کی کیا حقیقت ہے کہ کوئی باغیرت مسلمان اس کا خیال رکھ سکے۔مگر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی اصلاح کر لی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دے دی اور اب اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کیلئے انہیں ہی اُمتی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے ایک شخص کو اصلاحِ خَلق کیلئے کھڑا کر دے گا، وہ آپؐ کے نور میں سے نور لے گا اور آپؐ کی معرفت میں سے معرفت اور اس طرح وہ آپؐ کا غلام اور خادم بن

کر لوگوں کو پھر اسلام پر قائم کرے گا اور آپؐ کسی موسوی نبی کے شرمندہ احسان نہیں ہوں گے۔ یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن سے یہ مسئلہ آسانی کے ساتھ حل ہو جاتا ہے۔ باقی رہا نبوت کا مسئلہ سو اس کے متعلق بھی مخالف علماء لوگوں کو سخت مغالطہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شرک فی النبوۃ ہے۔ ان کا مفہوم اس اصطلاح سے یہ ہوتا ہے کہ گویا ہم نے حضرت مرزا صاحب کو نبوت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک بنا لیا ہے حالانکہ یہ بھی درست نہیں کیونکہ نبوت کو جس رنگ میں وہ پیش کرتے ہیں اس رنگ میں ہم اسے مانتے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی نبوت کے مدّعی ہیں جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے اس لئے وہ آپ کی نبوت کو شرک فی النبوۃ قرار دیتے ہیں اور چونکہ شرک کا لفظ ایک مسلمان کیلئے ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بیل کیلئے سُرخ چیتھڑا، اس لئے شرک فی النبوۃ کے الفاظ سنتے ہی مسلمان کہنے لگ جاتے ہیں کہ دیکھو کتنا بڑا اندھیر ہے کہ احمدی شرک فی النبوۃ کرتے ہیں .... ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہر روز بڑھتا ہے اور کوئی دن آپؐ پر ایسا نہیں آتا جب آپؐ پہلے مقام سے اور زیادہ آگے نہیں نکل جاتے۔ چنانچہ میں نے جس وقت یہ تقریر شروع کی تھی اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس مقامِ قُرب پر فائز تھے میں یقین رکھتا ہوں کہ اس وقت وہ اس مقام سے بہت زیادہ آگے نکل چکے ہیں۔ کوئی لحہ ایسا نہیں جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں ترقی نہیں ہوتی اور کوئی وقت ایسا نہیں جب آپ کے مدارج بلند نہیں ہوتے مگر ہمارے مخالف کنوئیں کے مینڈک کی طرح یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سَو سال سے ایک مقام پر بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ آپؐ روز بروز درجہ میں بڑھ رہے ہیں اور جب ہر لحہ آپؐ کے درجات میں ترقی ہو رہی ہے تو لازماً آپ کا پَیرو بھی درجات میں ترقی کرتا جائے گا۔ اور آپ کے نقش قدم پر چلتا ہوا اِن مقامات سے گزرتا جائے گا جن مقامات سے آپ گذر چکے ہیں لیکن آپ کا پیرو اور نقش قدم پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہوئے وہ کبھی آپ کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ آپ سے آگے بڑھ سکتا ہے کیونکہ آپؐ کے درجات میں ہر لحہ ترقی ہو رہی ہے اور آپ کا متبع اور پیَرو جتنا بھی آگے بڑھے گا وہ بہر حال آپ کے پیچھے ہی رہے گا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام باوجود نبوت کے مقام پر فائز ہونے کے کبھی آپ کے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ نے یہ مقام آپؐ کی کامل پیروی سے حاصل کیا ہے۔ یہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شعر میں بیان فرمایا۔ ؎

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو نبی کس طرح ہو گیا میں تو نبی اس لئے ہوا کہ تو خیرِ رُسلؐ ہے تو جتنا جتنا آگے بڑھتا ہے اتنا اتنا میں بھی بڑھتا چلا جاتا ہوں۔ پس تو آگے ہے اور میں پیچھے۔ مگر مولوی کہتے ہیں کہ یہ شرک فی النبوۃ ہو گیا۔ حالانکہ یہ شرک کس طرح ہو گیا۔ جب کہ تیرے مقام کو میں حاصل ہی نہیں کر سکتا

اور جبکہ میری ترقی تیری ترقی پر منحصر ہے ۔پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر روز بلکہ ہر لحہ اپنے درجہ میں بڑھ رہے ہیں مگر یہ مخالف وہیں ہاتھ مار رہے ہیں ....

......آپؐ کی فرمانبرداری، آپؐ کی غلامی اور آپؐ کی کامل اتباع میں اگر کوئی شخص نبوت کا مقام حاصل کر لے تو اس میں آپؐ کی ہتک نہیں کیونکہ وہ بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوگا۔پس یہ مسائل ایسے نہیں کہ جن میں کوئی پیچیدگی ہو۔سیدھی سادی باتیں ہیں لیکن اگر یہ باتیں بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو وہ ایک موٹی بات دیکھ لے کہ اس وقت دنیا میں اسلام کو عزت اور شان وشوکت حاصل ہے یا وہ کسمپرسی کی حالت میں ہے ۔اگر اسلام اس وقت اسی شان اور اسی شوکت کے ساتھ قائم ہے جس شان اور شوکت کے ساتھ وہ آج سے تیرہ سَو برس پہلے قائم تھا تو بیشک علاج کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر یہ دکھائی دے رہا ہو کہ مسلمان قرآن سے بے بہرہ ہیں، اس کی تعلیم سے غافل ہیں، بادشاہتیں مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہیں، حکومتیں ضائع ہو گئیں تو ہر شخص اپنے دل میں خود ہی سوچے اور غور کرے کہ خدا نے اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بلند کرنے کا کیا سامان کیا ہے ۔وہ اسلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا اس پر حملے پر حملے ہو رہے ہیں مگر مسلمان کہتے ہیں کہ اس کے علاج کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خدا اگر کہے کہ میں کسی کو اصلاح کیلئے بھیجتا ہوں تو یہ مولوی کہنے لگ جاتے ہیں کہ نہ نہ ہمیں کسی مصلح کی ضرورت نہیں ۔پس اگر اسلام اچھی حالت میں ہے تو بے شک کہہ دو کہ حضرت مرزا صاحب نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹے تھے لیکن اگر قرآن کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ چکی ہے ۔اسلام سے وہ غافل ہو گئے ہیں اور عملی حالتوں میں وہ بالکل سُست ہو گئے ۔تو پھر ماننا پڑے گا کہ آپ سچے تھے اور آپ نے عین وقت پر آ کر اسلام کو دشمنوں کے نرغہ سے بچایا۔ورنہ اگر اس زمانہ میں بھی اسلام کی مدد کیلئے خدا تعالیٰ نے توجہ نہیں کی تو وہ کب کرے گا۔ آج خود مسلمان کہلانے والے اسلامی تعلیموں پر عمل چھوڑ چکے ہیں اور وہ خدا کا محبوب جو اوّلین و آخرین کا سردار ہے اس پر عیسائی ہیں تو وہ حملے کر رہے ہیں، ہندو ہیں تو وہ حملے کر رہے ہیں ۔سکھ ہیں تو وہ حملے کر رہے ہیں، وہ خدا کا رسول جو سارے انسانوں میں سے مقدس ترین انسان ہے جو سید ولد آدم ہے اور جس کی بلند شان تک نہ کوئی پہنچا اور نہ کوئی آئندہ پہنچ سکتا ہے اس کی عزت کو اس طرح پارہ پارہ کیا جا رہا ہے کہ گویا اس کی کوئی قیمت ہی نہیں یہی وہ حالات تھے جن کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑکی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہر اس ہاتھ کو توڑ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُٹھا، ہر اس زبان کو کاٹ دیا جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی اور بد گوئی کا ارادہ کیا اور آئندہ بھی ہر وہ ہاتھ توڑ دیا جائے گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُٹھے گا اور ہم جانتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں رسول کریمؐ کی ایک ذرہ بھر بھی محبت ہے وہ آج نہیں تو کل ہمارے پاس آئے گا ہم سپاہی ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی حفاظت کے لئے کھڑے ہیں جس طرح انصار نے کہا تھا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی

لڑیں گےاور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کوروندتا ہوا نہ گزرے اسی طرح ہم آپ کے آگے بھی لڑرہے ہیں اور آپ کے پیچھے بھی لڑرہے ہیں، آپؐ کے دائیں بھی لڑرہے ہیں اور آپؐ کے بائیں بھی لڑرہے ہیں۔ہمارے آدمی دنیا کے ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اوراس لئے پھیلے ہوئے ہیں کہ تا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم کریں۔پس وہ لوگ جو ہم پر تیر چلاتے ہیں ہم انہیں کہتے ہیں کہ وہ بے شک تیر چلاتے چلے جائیں ہم ان کے تیروں سے ڈرنے والے نہیں۔بیشک وہ اس وقت زیادہ ہیں اور ہم تھوڑے مگر ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر بھی محبت ہے وہ آج نہیں تو کل ہم سے ضرور آملے گا اور جو ہم سے نہیں ملتا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق نہیں کہلا سکتا۔اس کا دل مُردہ ہے اور مُردہ کولیکر ہم نے کیا کرنا ہے۔" (انوارالعلوم جلد 15 صفحہ 238-248)

دوسروں کی نقل کر کے اسلام کی ذلت کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہمیشہ ہی مختلف طریق سے جماعت کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے تھے کہ جماعت احمدیہ کسی انجمن کا نام نہیں یہ ایک مذہبی نظام ہے جس کا مقصد دنیا میں اسلامی شریعت کا قیام واحیاء ہے۔

حضور نے 19 جون 1942ء کو ایک خطبہ میں شعارِ اسلامی کی پابندی کی از حد تاکید کی اور بتایا کہ داڑھی منڈوانے والے احمدی شکست خوردہ ذہنیت رکھتے ہیں۔انہیں جماعت کے کسی عہدہ کے لئے منتخب نہ کیا جائے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا

"جہاں شریعت کے احکام کا سوال آجائے وہاں اگر ہم دوسروں کی نقل کریں تو یقیناً ہم اسلام کی ذلت کے سامان کر کے دشمنوں کی مدد کرنے والے قرار پاتے ہیں۔انہی نقلوں میں سے ایک نقل داڑھی منڈوانا ہے۔اور داڑھی منڈوا کر کوئی خاص فائدہ انسان کو نہیں پہنچتا .... جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی چھوٹی سی بات بھی نہیں مان سکتا اس سے یہ کب توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر اس کے سامنے کوئی بڑی بات پیش کی جائے تو وہ اسے مان لے گا۔"

نیز فرمایا:۔

"میں نے متواتر جماعتوں کو توجہ دلائی ہے اور ہمارے ہاں قانون بھی ہے کہ کم سے کم جماعت کے عہدیدار ایسے نہیں ہونے چاہئیں جو داڑھی منڈواتے ہوں اوراس طرح اسلامی احکام کی ہتک کرتے ہوں۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب بھی دنیا داری کے لحاظ سے جس کی ذرا تنخواہ زیادہ ہوئی یا چلتا پرزہ ہوا یا دنیوی لحاظ سے اسے کوئی اعزاز حاصل ہوا اسے جماعت کا عہدیدار بنا دیا جاتا ہے خواہ وہ داڑھی منڈواتا ہی ہو۔حالانکہ دنیوی لحاظ سے ہماری جماعت کے بڑے سے بڑے آدمی بھی ان لوگوں کے پاسنگ بھی نہیں جو اس وقت دنیا میں پائے جاتے ہیں۔اور اگر دنیوی لحاظ سے ایسے لوگوں کو عہدیدار بنایا جاسکتا ہے تو عیسائیوں اور ہندوؤں کو کیوں نہیں بنایا جاسکتا۔وہ بہت زیادہ دولتمند اور دنیوی لحاظ سے بہت زیادہ معزز ہوتے ہیں۔مگر درحقیقت یہ کام وہی کرسکتا ہے جسے اسلام اور احمدیت کے جیتنے کی

امید نہیں اور جو اسلام اور احمدیت کو ایک شکست خوردہ مذہب سمجھتا ہے۔ ورنہ جو شخص اسلام اور احمدیت کو جیتنے والا مذہب سمجھتا ہے س کے سامنے تو اگر کروڑ پتی بھی آ جائیں تو وہ ان کو حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے اور دنیا کے تمام بادشاہوں کو بھی ایک سچے مومن کے مقابلہ میں ذلیل سمجھتا ہے۔ دنیا آخر ہے کیا چیز! کیا یہ خدا کے نبیوں کے مقابلہ میں کھڑی ہوئی اور کامیاب ہوئی؟ آخر ہزاروں نبی دنیا میں آئے ہیں۔ ان ہزاروں نبیوں میں سے کب کوئی ایسا نبی آیا کہ اسے دنیوی لحاظ سے کوئی عزت حاصل تھی لیکن کب اس کا سلسلہ ختم ہوا اور وہ فاتح اور حکمران نہیں تھا۔ یہی حال احمدیت کا ہے۔ پس ایسی شکست خوردہ ذہنیت کے لوگ جنہوں نے مغربیت کے آگے اپنے ہتھیار ڈال رکھے ہیں وہ ہرگز کسی عہدہ کے قابل نہیں ہیں۔ وہ بھگوڑے ہیں اور بھگوڑوں کو حکومت دے دینا اول درجہ کی حماقت اور نادانی ہے......... پس میں ایک دفعہ پھر جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہاں سوال چند بالوں کا نہیں بلکہ یہاں سوال اس ذہنیت کا ہے جو مغربیت کے مقابلہ میں اسلام اور احمدیت نے پیدا کرنی ہے اور جس ذہنیت کو ترک کر کے انسان مغربیت کا غلام بن جاتا ہے.......... تمہارا ایمان تو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر دس کروڑ بادشاہ بھی آ کر کہیں کہ ہم تمہارے لئے اپنی بادشاہتیں چھوڑنے کے لئے تیار ہیں تم ہماری صرف ایک بات مان لو جو اسلام کے خلاف ہے تو تم ان دس کروڑ بادشاہوں سے کہہ دو کہ تف ہے تمہاری اس حرکت پر میں تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات کے مقابلہ میں تمہاری اور تمہارے باپ دادا کی بادشاہتوں کو جوتی بھی نہیں مارتا۔ یہ ہے ایمان کی کیفیت۔ جو شخص یہ کیفیت اپنے دل میں محسوس نہیں کرتا اس کا یہ دعویٰ کہ اس کا ایمان پکا ہے ہم ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔"

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 218-221)

جماعت کے نوجوانوں کو اس غرض سے شعار اسلامی اپنانے کی تلقین تا لوگ حضرت محمدؐ کے خلاف بات نہ کریں

3 اکتوبر 1930ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے شعار اسلامی (داڑھی) کی پابندی کی طرف پُرزور توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

"احباب کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو شعارُ اسلامی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عادی بنائیں۔ کیا یہ کوئی کم فائدہ ہے کہ ساری دنیا ایک طرف جا رہی ہے اور ہم کہتے ہیں ہم اس طرف چلیں گے جس طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے جانا چاہتے ہیں اس سے دنیا پر کتنا رعب پڑے گا دنیا رنگا رنگ کی دلچسپیوں اور ترغیبات سے اپنی طرف کھینچ رہی ہو مگر ہم میں سے ہر ایک یہی کہے کہ میں (اس) راستہ پر جاؤں گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ ہے تو لازماً دنیا کہے گی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس کے متبعین اس کے گرویدہ اور جاں نثار ہیں۔ لیکن جو شخص فائدے گن کر مانتا ہے وہ دراصل مانتا نہیں۔ مانتا وہی ہے جو ایک دفعہ یہ سمجھ کر کہ میں جس کی اطاعت اختیار کر رہا ہوں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے آئندہ کے لئے عہد کر لیتا ہے کہ جو نیک بات

یہ کہے گا اسے مانوں گا اور اطاعت کی اس روح کو مدنظر رکھتے ہوئے سوائے ان صورتوں کے کہ گورنمنٹ کے کسی حکم یا نیم حکم سے داڑھی پر کوئی پابندی عائد ہو جائے سب کو داڑھی رکھنی چاہئے۔" (الفضل 9 اکتوبر 1930ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی غیرت دینی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید ہ اللہ تعالیٰ نے 10 دسمبر 2004ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

"آج مخالف اٹھ کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ تو نعوذباللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو کم رہے ہیں۔ آج اگر اس مقام کو کسی نے پہچانا ہے اور اس کو بلند کرنے کی کوشش کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی غیرت رکھی ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ آپ کی غیرت کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میری عمر اس وقت 17 سال کی تھی کہ کسی جلسہ میں بھیجا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک وفد کی صورت میں ۔ فرمایا میری عمر اس وقت 17 سال کی تھی مگر وہاں مخالفین نے کچھ باتیں کیں۔فرمایا کہ مَیں اس بدگوئی کو سن کر برداشت نہ کر سکا اور اور مَیں نے کہا کہ میں تو ایک منٹ کے لئے بھی اس جلسہ میں نہیں بیٹھ سکتا۔ مَیں یہاں سے جاتا ہوں۔اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی مجھے کہنے لگے کہ مولوی صاحب تو یہاں بیٹھے ہیں اور آپ اٹھ کر باہر جا رہے ہیں۔اگر یہ غیرت کا مقام ہوتا تو کیا مولوی صاحب کو غیرت نہ آتی۔مَیں نے کہا کچھ ہو مجھ سے تو یہاں بیٹھا نہیں جاتا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ سخت کلامی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔وہ کہنے لگے کہ آپ کو کم سے کم نظام کی اتباع تو کرنی چاہئے۔مولوی صاحب اس وقت ہمارے لیڈر ہیں اس لئے جب تک وہ بیٹھے ہیں اس وقت تک نظام کی پابندی کے لحاظ سے آپ کو اٹھ کر باہر نہیں جانا چاہئے۔ان کی یہ بات اس وقت کے لحاظ سے مجھے معقول معلوم ہوئی اور میں بیٹھ گیا۔جب یہ وفد واپس قادیان پہنچا اور حضرت اقدس کی خدمت میں اس جلسہ کی رپورٹ پیش کی تو حضور کو اس قدر رنج پہنچا کہ الفاظ میں اسے بیان کرنا مشکل ہے۔جو صحابہ اس موقع پر موجود تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی زبان فیض ترجمان سے بار بار یہ الفاظ نکلتے تھے کہ "تمہاری غیرت نے یہ کیسے برداشت کیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گالیاں سنتے رہے۔تم لوگ اس مجلس سے فوراً اُٹھ کر باہر کیوں نہ آ گئے"۔(حیات نور صفحہ 308) تو یہ ہے آپ کی تعلیم، آپ کے دلی جذبات اور آپ کا عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہونے کا اور آپ کی خاطر غیرت دکھانے کا۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 896-897)

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے دل کا درد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اید ہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ 17 فروری 2012ء میں فرمایا:

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی باون سالہ خلافت .... کی تحریرات، آپ کی تقریریں اُس درد سے

بھری ہوئی ہیں جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے آپ کے دل میں تھا..... اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے دل کا درد آپ نے ایک جگہ (اسلام کے نام کی مناسبت سے) فرمایا:۔

"اصل چیز دنیا میں اسلامستان کا قیام ہے۔ہم نے پھر سارے مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے۔ہم نے پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام ممالک میں لہرانا ہے۔ہم نے پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عزت اور آبرو کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔ہمیں پاکستان کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ہمیں مصر کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہے۔ہمیں عرب کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ہمیں ایران کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے مگر ہمیں حقیقی خوشی تب ہوگی جب سارے ملک آپس میں اتحاد کرتے ہوئے اسلامستان کی بنیاد رکھیں۔ہم نے اسلام کو اُس کی پرانی شوکت پر پھر قائم کرنا ہے۔ہم نے خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے۔ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے۔ہم نے عدل اور انصاف کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور ہم نے عدل و انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے۔یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کرے گا۔اور ہر ایک کو اُس کا حق دلائے گا۔جہاں روس اور امریکہ فیل ہوا،صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاءاللہ کامیاب ہوں گے (فرماتے ہیں کہ) یہ چیزیں اس وقت ایک پاگل کی بڑ معلوم ہوتی ہیں مگر دنیا میں بہت سے لوگ جو عظیم الشان تغیر کرتے ہیں وہ پاگل ہی کہلاتے رہے ہیں۔اگر مجھے بھی لوگ پاگل کہہ دیں تو میرے لئے اس میں شرم کی کوئی بات نہیں۔میرے دل میں ایک آگ ہے،ایک جلن ہے،ایک تپش ہے جو مجھے آٹھوں پہر بے قرار رکھتی ہے۔مَیں اسلام کو اُس کی ذلّت کے مقام سے اُٹھا کر عزت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہوں۔مَیں پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا چاہتا ہوں۔مَیں پھر قرآنِ کریم کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔مَیں نہیں جانتا کہ یہ بات میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد۔لیکن مَیں یہ جانتا ہوں کہ مَیں اسلام کی بلند ترین عمارت میں اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ لگانا چاہتا ہوں یا اتنی اینٹیں لگانا چاہتا ہوں جتنی اینٹیں لگانے کی خدا مجھے توفیق دیدے۔میں اس عظیم الشان عمارت کو مکمل کرنا چاہتا ہوں یا اس عمارت کو اتنا اونچا لے جانا چاہتا ہوں جتنا اونچا لے جانے کی اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے۔اور میرے جسم کا ہر ذرہ اور میری روح کی ہر طاقت اس کام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خرچ ہوگی اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی میرے اس ارادہ میں حائل نہیں ہوگی۔"

(تقریر جلسہ سالانہ 28دسمبر 1947ء انوار العلوم جلد 19 صفحہ 387-388)
(الفضل انٹرنیشنل 9مارچ 2012ء)

باب چہارم

ناموس رسالتؐ پر حملوں کا دفاع

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

کی کاوشیں

غلبہ اسلام کی خواہش

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 8 مارچ 1974ء میں فرماتے ہیں۔

"میری تو یہ دُعا ہے اور ہر احمدی کی یہ دُعا ہونی چاہئے کہ اے خدا! تو نے ہی اپنے قادرانہ تصرف سے غلبۂ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے۔ اب اس غرض کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہو۔ مادی ذرائع ہوں یا غیر مادی ذرائع ہوں اے خدا! تو اپنے فضل سے ان کے حصول کے سامان پیدا کر دے اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم تیری منشاء کے مطابق اسلام کو ساری دُنیا پر غالب کر دیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیار بنی نوع انسان کے دل میں پیدا کر دیں۔ ہم نے ایک عظیم منصوبہ کی ابتدا کی ہے۔ اے خدا! تو اپنے فضل سے اس منصوبہ کی کامیابی کے لئے جو سامان درکار ہیں وہ ہمیں مہیا فرما۔ ہم نہ تو غیب کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہماری نگاہیں اس دُنیا کی زندگی کی وسعتوں کا احاطہ کر سکتی ہیں۔ ہماری تو کوتاہ نگاہیں ہیں لیکن اے ہمارے رب! تو علام الغیوب ہے۔ تیری نظر سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ تو اپنی متصرفانہ قدرتوں سے ایسے تغیرات رونما فرما جو غلبہ اسلام کے لئے ضروری ہیں۔ اسلام کا عالمگیر غلبہ ہماری زندگی کا منتہائے مقصود ہے۔ ہم میں سے ہر ایک آدمی کی بچہ ہو یا جوان، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت یہی خواہش ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے غلبۂ اسلام کو دیکھ لے۔"

(خطبات ناصر جلد 5 صفحہ 451-452)

حضرت محمدؐ کی عظمتِ شان کے قیام کے لئے دعاؤں کی تلقین

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 14 فروری 1969ء میں فرماتے ہیں۔

"اسلام کی قوت کم کرنے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے مٹانے کے لئے دنیا میں ظاہری طور پر بھی اور باطنی طریقوں سے بھی منصوبے ہو رہے ہیں اور سازشیں کی جا رہی ہیں اور ان تمام منصوبوں اور ان تمام سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا گیا ہے۔ جب ہم اپنے نفسوں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو خود کو بے کس اور کمزور پاتے ہیں۔ سوائے توکل کے کوئی پناہ نہیں پاتے۔ سوائے دعا کے کوئی چارہ نہیں دیکھتے۔ سوائے عاجزانہ راہوں کے اختیار کرنے کے نجات کی کوئی راہ نہیں پاتے۔ اسی لئے گزشتہ سال میں نے جماعت میں یہ تحریک کی تھی کہ دوست کثرت سے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کا ورد کریں..... میں نے یہ تحریک مارچ کے وسط میں کی تھی اور مارچ کے آخر کسی وقت محرم شروع ہو رہا تھا۔ میں نے تحریک کی تھی کہ یکم محرم سے ایک سال تک کے لئے دوست یہ دعا کرتے رہیں۔ اس کے بعد میں نے جون میں احباب جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ ہمارے ذمہ جو کام ہے وہ بڑا سخت ہے وہ بڑا مشکل ہے۔ ہم کمزور ہیں۔ اسلام کا مخالف ظاہری اور مادی اور دنیوی لحاظ سے ہر قسم کی طاقتیں رکھنے والا ہے اور اس کے پاس تمام اسباب موجود ہیں۔ ظاہر پر نگاہ ڈالیں تو ہم مقابلہ کرنے کے قابل نہیں لیکن ہمیں اپنی قوتوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنی بشری کمزوریوں سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو ہم اپنی بشری کمزوریوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خود کو محروم کر دیں اور اس طرح اسلام کی فتح کا دن قریب لانے کی بجائے ہماری ہستیاں انہیں دور لے جائیں۔ اس لئے بڑی عمر کے احباب جماعت جو 25 سال سے زائد عمر کے ہیں وہ سَو بار استغفار پڑھا کریں اور ان میں سے جو چھوٹی عمر کے ہیں 15 سے 25 سال کی عمر کے 33 بار اور اور 15 سے کم عمر والے 11 بار استغفار پڑھا کریں۔ اس کے بعد میں نے جماعت کو کم از تعداد مقرر کئے بغیر یہ تحریک کی تھی کہ یہ دعا کثرت سے پڑھیں۔ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنَا وَانْصُرْنَا وَارْحَمْنَا ..... اس کے علاوہ میں آج ایک نئی دعا بھی ان دعاؤں میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ دوست اس دعا کو بھی کثرت کے ساتھ پڑھیں اور وہ یہ ہے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝ (البقرہ 251)

یہ دعا قرآن کریم میں روایتاً ہی بیان ہوئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہی انبیاء علیہم السلام کو دعائیں سکھاتا رہا ہے اور جب ان کو قرآن کریم میں دُہرایا گیا ہے تو اسی غرض سے دُہرایا گیا ہے کہ ایک مسلمان بھی ان دعاؤں کی طرف متوجہ ہو اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دعا میں یہ سکھایا ہے کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے خدا! ہمیں کمال صبر عطا کر اور ہمیں ثبات قدم

بخش ۔پاؤں میں کبھی لغزش نہ آئے اور وہ جو تیرے اور تیرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور مخالف اور تیری توحید کے خلاف اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے خلاف منصوبے باندھنے والے اور سازشیں کرنے والے ہیں ان کے مقابلہ میں خود ہماری مدد کو آ تا کہ تیری توحید قائم ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت کو انسان کا دل تسلیم کرنے لگے اور وہ آپ کی برکات اور فیوض سے حصہ لے ..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم میری شریعت پر عمل کرو گے اور منکر سے بچو گے ۔ جب تم میری بتائی ہوئی تعلیم کی دنیا میں اشاعت کرو گے ۔ جب وہ دنیا جو نفس پرستی اور عیش پرستی میں محو ہے ان کو ان کی برائیوں سے روکو گے تو یقیناً وہ تمہارے خلاف ہر قسم کے منصوبے کریں گے ۔ سازشیں کریں گے ان کے شر سے بچنے کیلئے مجھ سے دعا کرو ۔ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا کہ اے ہمارے ربّ! ہم تیرے منہ کی خاطر تیرے حکم پر کاربند ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور تیری ناراضگی کے خوف سے تیری بتائی ہوئی نواہی سے بچتے ہیں لیکن ہمیں یہ اندھی دنیا ستانے لگ جاتی ہے ۔ ہمیں دکھ دینے لگ جاتی ہے یہ نہیں چاہتی کہ تیرا بول بالا ہو ۔ تیری شریعت قائم ہو ۔ یہ اندھی دنیا نہیں چاہتی کہ اسلام کی جو مسرتیں ہیں وہ انہیں ملیں کیونکہ اس طرح انہیں دنیا کی مسرتیں اور لذتیں اور عیش چھوڑنے پڑتے ہیں ۔ ہم تجھ سے یہ التجا کرتے ہیں کہ اگر اس راہ میں مصائب آئیں جیسا کہ الٰہی جماعتوں پر آیا کرتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے فضل سے یہ توفیق دینا کہ ہم ان مصائب کے مقابلہ میں صبر سے کام لیں اور ہمارے دل گھبرا نہ جائیں اور ہم ان مصائب کے وقت ایسا نمونہ دکھائیں کہ دنیا پر ان کا اچھا اثر ہو اور دنیا یہ سمجھنے لگے کہ جب خدا کے اتنے کمزور بندے ہر قسم کے مصائب کو برداشت کر رہے ہیں تو ضرور کوئی بات ہے ۔ ان کی توجہ اس طرف پھرے کہ یہ تہی دست اور قوتوں سے خالی ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیچھے کوئی ایسی قوت اور طاقت ہے جس قوت اور طاقت کا انسان مقابلہ نہیں کر سکتا ۔

پس صبر کے ایک معنی ہیں دشمن کے منصوبوں اور سازشوں کا حوصلے اور جرأت کے ساتھ مقابلہ کرنا ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ دعا کرتے رہا کرو کہ اے ہمارے ربّ! اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا جو منصوبے اسلام کے خلاف باندھے جائیں، جو سازشیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی جائیں تو ہمیں حوصلہ اور جرأت عطا کر کہ ہم ان کا مقابلہ کریں اور انہیں تیرے فضل سے ناکام بنا دیں .... اے خدا! ایسا نہ ہو بلکہ ہمیں صبر کے ساتھ انتظار کرنے کی توفیق عطا کر اور ہمیں اس میں بھی کمال بخش تا ہم بے صبری کی مضرات سے بچنے والے ہوں اور صبر کے ساتھ تیرے وعدوں کا انتظار کرنے والے ہوں کیونکہ تو اپنے وعدوں کا سچا ہے تو نے آسمانوں پر یہ فیصلہ کیا کہ اسلام کو تمام دنیا میں غالب کرے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت سب انسانوں کے دلوں میں بٹھائے گا ۔ اس آسمانی فیصلے کا اس دنیا میں اجراء تو ضرور ہوگا لیکن اپنے وقت پر ہوگا ۔ اس کیلئے ہمارے امتحان لئے جائیں گے اس کیلئے ہم سے مجاہدے طلب کئے جائیں گے ۔ اس کے لئے ہمیں مصائب میں سے گزرنا پڑے گا ۔ اس کیلئے ہمیں ان منصوبوں اور سازشوں کے خلاف تدابیر کرنی پڑیں گی جو اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی جا رہی ہیں ۔ اے خدا تو ہمیں ہر حالت

میں اور ہر معنی میں صبر کی توفیق عطا کر...... فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ دشمن طعنہ دے گا۔دشمن زبان سے سختی کرے گا، افتراء کرے گا، اتہام لگائے گا، سینوں کو چھلنی کر دے گا لیکن تمہاری زبان ان زبانوں کا مقابلہ کرنے کیلئے نہیں بنائی گئی بلکہ تمہارے منہ میں زبان اس لئے رکھی گئی ہے کہ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ کہ خدا کی حمد کرتے رہو اور اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔پس جب غیر کی زبان، مخالف کی زبان اسلام پر ناجائز اعتراض کر کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے ہودہ افتراء باندھ کر تمہارے دلوں کو دُکھائے تو تمہاری زبان اپنے قابو میں رہے اور اس کو قابو میں رکھنے کیلئے اس زبان سے خدا کی حمد اور اس کی تسبیح کے ترانے گانے شروع کر دو۔ہمیں بعض دوسری آیات سے بھی پتہ لگتا ہے کہ صبر کا حمد اور تسبیح سے بڑا تعلق ہے جیسا کہ آیہ مذکورہ یعنی فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ میں بھی بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔

(خطبات ناصر جلد2 صفحہ 504-511)

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض نبی کریمؐ کی عزت دنیا میں قائم کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 19 ستمبر 1969ء میں فرماتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ فرمایا کہ میری بعثت کی اصل غرض یہ ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کروں تو آپ نے دوسرے الفاظ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے ایک ایسی جماعت دی جائے گی جو توحید حقیقی پر قائم ہوگی اور جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو جاننے اور پہچاننے والی ہوگی اور اس عزت کے لئے ساری ذلتیں قبول کرنے کیلئے تیار ہوگی۔قرآن کریم فرماتا ہے۔وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون:9) کہ حقیقی عزت کا سچا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ساری عزتوں کا سرچشمہ اسی کی ذات ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ عزت حاصل کی کہ کسی ماں جائے نے نہ ایسی عزت حاصل کی اور نہ کبھی حاصل کر سکتا ہے۔پس سب سے معزز خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس عالمین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور آپؐ کی ذات سب سے معزز اس لئے ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہرِ اتم ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق میں انسانوں کے لئے اور ان کی روحانی ارتقاء کے لئے اپنی جن صفات کے جلوے دکھائے آپؐ نے ان صفات کو کامل طور پر اپنے اندر جذب کر لیا اور یہ کام کامل فنا کے بغیر ممکن نہیں تھا۔غرض آپؐ نے اللہ تعالیٰ میں ہو کر زندگی ڈھونڈنے کے لئے اور اس سے حیات پانے کے لئے اپنے اوپر ایک کامل فنا اور ایک کامل موت طاری کی۔تب آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقی اور ایک کامل زندگی عطا کی اور چونکہ فنا اور عبودیت کے اس ارفع مقام کو آپ کے سوا اور کسی نے نہیں پایا تھا اور اسی کے نتیجہ میں چونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ معزز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور آپ کے فیوض کے نتیجہ میں پھر

مومنوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس عزت کو حاصل کیا جیسا کہ اس آیت میں جو میں نے ابھی پڑھی ہے اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اصل عزت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پھر اس کا مظہر اتم ہونے کی حیثیت میں اس کامل اور مکمل رسولؐ کی ہے جو کامل اور مکمل شریعت لے کر آیا جو تمام انبیاء کا فخر اور تمام مخلوقات کا شرف ہے۔ پھر اس رسولؐ کے طفیل ان لوگوں کو عزت ملتی ہے جو اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر عمل کرتے اور اس سے تعلقِ محبت کو جوڑتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ اگر تم میری نگاہ میں محبوب بننا چاہتے ہو تو تم میرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرو...... محسن حقیقی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جسمانی اور دنیوی طور پر بھی اور روحانی اور اُخروی لحاظ سے بھی آپؐ ہی کی ذات محسن اعظم ہے اور آپ ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو انسان نے اس رنگ میں اور اس شان میں اور اس حسن میں اور اس احسان میں پہچانا اور اس سے تعلق رکھا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ذات کے لحاظ سے بھی اور اپنی صفات کے لحاظ سے بھی بے مثال و مانند ہے لیکن اس کے قریب تر اور اس کے مشابہ تر جو وجود پیدا ہوا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا۔ میری صفات کے مظہر اتم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں اگر ہم آپؐ کی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے لئے اُسوہ اور نمونہ سمجھیں اور بنائیں تو اپنی استعداد کے مطابق ہم بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہوں گے اور ایک لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کرنے کا موجب بنیں گے اور دوسرے لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو دنیا میں قائم کرنے کا وسیلہ بنیں گے۔

پس جماعت کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ دنیا میں توحید کو قائم کیا جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کیا جائے۔ یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لیکن اس چھوٹے سے فقرہ میں جیسا کہ میں نے ابھی مختصراً بیان کیا ہے ہم پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھ کر اپنے نفسوں میں انہیں پیدا کرنا (2) ان صفات کا اپنے نفسوں میں جلوہ دکھا کر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعارف کروا کر انہیں اس طرف لے کر آنا کہ وہ بھی اپنی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات پیدا کریں (3) تیسری ذمہ داری ہم پر یہ عائد ہوتی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو اپنے نفسوں میں قائم کرنے والے ہوں یعنی ہمارے ہر قول اور ہر فعل سے یہ ثابت ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اب بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری عزتوں کا سرچشمہ ہیں اور ہر فیض کی کنجی آپ کو عطا کی گئی ہے۔ آپ کا وجود خدا نما ہے اور اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنے اور اس کے قرب کو پا لینے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی اطاعت ضروری ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہمارا ہر فعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے مطابق ہو ورنہ دنیا یہ کہے گی کہ تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فلاں اُسوہ کی پیروی نہ کر کے آپ کی عزت پر یہ دھبہ لگایا ہے۔ تمہارے نزدیک وہ فعل خدا کی نگاہ میں اتنا معزز

نہیں تھا کہ اس کی پیروی کی جائے ۔غرض ہمارے فعل کے نتیجہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر دنیا کی نگاہ میں نعوذ باللہ ایک داغ پیدا ہوتا ہے ۔حقیقتاً تو وہ داغ نہیں ہوتا کیونکہ اس داغ کے ہم ذمہ دار ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذمہ دار نہیں لیکن دنیا کی نگاہ میں ایک داغ پیدا ہوتا ہے ۔دراصل یوں سمجھنا چاہئے کہ اس کے نتیجہ میں دنیا کی آنکھ میں ایک دھبہ پیدا ہوتا ہے ۔جب کوئی دنیا دار اپنی اس داغدار آنکھ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے تو وہی دھبہ جو اس کی آنکھ کا ہے آپ کی شخصیت پر بھی اسے نظر آتا ہے ۔جیسے بڑی عمر کے اور بوڑھے لوگ بعض دفعہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری نظر دُھندلا گئی ہے یعنی ہر چیز ہمیں دُھندلی دُھندلی نظر آتی ہے حالانکہ وہ چیز دھندلی نہیں ہوتی بلکہ جو آنکھ دھندلا گئی ہے اس کا اثر اس کے نفس پر یہ پڑا کہ وہ چیز اُسے دھندلی نظر آئی ۔پس ہماری غلطی کے نتیجہ میں یہ نگاہ جس کو ہم نے داغدار کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک داغ دیکھتی ہے ۔گو یہ حقیقت ہے کہ وہ داغ وہاں نہیں ہے بلکہ اس آنکھ میں داغ ہے لیکن اس کا نتیجہ تو اتنا ہی بھیانک اور خطرناک ہے جتنا نعوذ باللہ اس صورت میں ہوتا کہ اگر ممکن ہوتا تو اس کی نظر کی طرح آپ کی شخصیت پر بھی داغ ہوتا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جس کو ہماری آنکھ داغدار دیکھتی ہے اس کی ہم پیروی کیوں کریں اور قصور ہمارا ہوتا ہے کیونکہ ہم نے اپنی غفلت اور بے توجہی کے نتیجہ میں اور اپنی سستیوں اور اُن وساوس کے نتیجہ میں جو شیطان نے ہمارے دل میں پیدا کئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو چھوڑ دیا، ہم نے آپ کے بعض نمونوں کو چھوڑ دیا اور اس طرح پر ہم اس چیز میں کامیاب نہ ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم کریں ۔یہ ایک بڑا نازک معاملہ ہے ۔بڑی اہم ذمہ داری ہے جو ہم پر عائد کی گئی ہے ۔

ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اپنی زندگیوں کے ہر پہلو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کا حسن و احسان پیدا کرنے کی کوشش کریں تا اس کے نتیجہ میں یہ اندھی دنیا خدا کے فضل سے روشنی حاصل کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو پہچاننے لگے اور اس طرح پر وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی عزت کا مالک بنایا تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں عزتوں کی تقسیم کیلئے ایک منبع قرار دیا تھا اس کو پہچاننے لگیں اور اس کے طفیل اور اس کے ذریعہ سے اور اس کی قوت قدسی کے نتیجہ میں اور اس کے افاضۂ روحانی کے بعد اللہ تعالیٰ کی عزت کو پہچاننے لگیں جو اصل عزتوں کا مالک ہے ۔آمین"

(خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 868-878)

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے اسلام کی غیرت کے لئے ہمارے سر بلند ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اختتامی خطاب جلسہ سالانہ 28 دسمبر 1973ء میں فرماتے ہیں: ۔

"ہم احمدیت کے ممنون ہیں ۔اس لئے کہ ان کے آنے سے پہلے اسلام کا نام لیتے ہوئے ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی تھیں ۔کیونکہ اسلام پر حملہ بڑا سخت تھا اور مسلمان دینی لحاظ سے بہت کمزور ہو گئے تھے ۔پھر انہوں نے کہا ۔پھر جماعت احمدیہ کے مبلغ آئے اور انہوں نے ہمیں قرآن عظیم کی صحیح تفسیر سمجھائی ۔اب ہم گردنیں اونچی کر

کے اسلام کا نام لیتے ہیں۔ بہر حال یہ تو اُس زمانہ کے بعد کے زمانہ کی باتیں ہیں۔ اُس زمانہ میں تو دشمن یہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ بس ہم نے اسلام کو مغلوب کر لیا ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں ہندوستان میں پادریوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ ہندوستان میں دیکھنے کو کوئی مسلمان باقی نہیں رہ جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ افریقہ ہماری جھولی میں پڑا ہے۔ پھر انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ مسلمان ممالک کو ہم فتح کرتے ہوئے خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا خانہ کعبہ پر لہرائیں گے۔ یہ وہ اعلانات تھے جو اس زمانہ میں عیسائی پادریوں کی طرف سے کئے گئے تھے اور اس زمانہ میں کوئی عالم، کوئی پڑھا لکھا، ان کے مقابلہ میں آواز اٹھانے والا تاریخ انسانی نے کوئی نہ دیکھ پایا۔ پھر اس وقت خدا تعالیٰ سے پیار کرنے والا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مست ایک انسان پیدا ہوا اور اس کا نام مسیح (علیہ السلام) بھی رکھا گیا۔ اور اس کا نام منصور بھی رکھا گیا اور اس کا نام محمد بھی رکھا گیا اور اس کا نام احمد بھی رکھا گیا اور اس کا نام محمود بھی رکھا گیا اور اس کا نام مہدی بھی رکھا گیا۔ اور وہ مسیح اور مہدی خدا تعالیٰ کی طرف سے نوع انسانی کی بھلائی کے لئے اور قرآن کریم کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے کھڑا ہوا اور اس نے ساری دنیا کی دولتوں کو اور ان ساری دنیوی طاقتوں کو اور ان سارے دنیوی اثر ورسوخ اور اقتدار کو للکارا۔ انہوں نے لوگوں سے کہا تم دنیا کے مال و دولت کی وجہ سے اور دنیا کی جاہ وحشمت کے برتے اور سیاسی اقتدار کی وجہ سے اور ان ہتھیاروں کی وجہ سے جو تم نے ایجاد کر لئے ہیں یہ سمجھتے ہو کہ تم اسلام کو مغلوب کر لو گے لیکن انہوں نے کہا مہدی کو خدا نے زبردست روحانی ہتھیار دیا ہے اس لئے اسلام کو ایٹم بموں کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ توپوں کی ضرورت ہے اور نہ رائفلوں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں وہ حسن کے جلوے رکھے ہیں اور احسان کی طاقتیں رکھی ہیں کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ ہم تمہارے دلوں کو خدا تعالیٰ اور اس کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیت نہ لیں۔"

(خطابات ناصر جلد 1 صفحہ 650-651)

اسلام کی غیرت میں حضرت مسیح موعودؑ کی پانچ گھنٹے تقریر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اختتامی خطاب جلسہ سالانہ 28 جنوری 1967ء میں فرماتے ہیں۔

"ایک موقع پر عیسائیت کے لاہور کے بشپ صاحب نے آپ ہی ایک دن مقرر کر دیا اور کہا کہ اس دن مسلمانوں کا کوئی عالم اگر وہ واقعہ میں عالم ہے اور جرأت اور دلیری اس کے دل میں ہے تو وہ آجائے اور مقابلہ اس بات میں ہوگا کہ معصوم نبی کون ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب علم ہوا تو آپؑ نے ان کو لکھا کہ اوّل تو یہ طریق ہی غلط ہے۔ جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ آپ کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ تم ہم سے آکر مقابلہ کرلو۔ پھر جب شرائط ہوتیں جو وقت، جو دن، جو جگہ مقرر ہوتی۔ وہاں مقابلہ ہوتا آپ ہی جگہ مقرر کر دی ہے۔ آپ ہی دن مقرر کر دیا، اور

آپ ہی وقت مقرر کر دیا اعلان کر دیا اور یہ آواز سب تک پہنچ بھی نہیں سکتی۔ جو تم نے اٹھائی ہے اور بعد میں آپ کہہ دیں گے کہ کوئی میرے مقابلہ میں نہیں آیا۔ اس لئے عیسائیت جیت گئی ہے اور اسلام ہار گیا۔ یہ غلط طریق ہے۔ اور جو موضوع تم نے لیا ہے بھی غلط ہے۔ اول تو یہ ثابت کر دینا کہ فلاں شخص سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اس کی بزرگی کو ثابت نہیں کرتا۔ دنیا میں لاکھوں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی چوری نہیں کی، کبھی اور اس قسم کی بدیاں نہیں کیں۔ اس سے ان کی کوئی بزرگی ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے جو عنوان آپ نے انتخاب کیا ہے وہ بھی غلط ہے لیکن اب میں تمہیں یہ کہتا ہوں اگر واقع میں تم اسلام سے عیسائیت کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے بشپ آف لاہور موثر کی دعوتِ فیصلہ کو منظور کرتے ہوئے ایک بہت زیادہ معقول اور موثر ذریعہ فیصلہ ان کے سامنے رکھا اور وہ یہ ہے۔

"اگر بشپ صاحب تحقیق حق کے درحقیقت شائق ہیں۔ تو وہ اس مضمون کا اشتہار دے دیں کہ ہم مسلمانوں سے اسی طریق سے بحث کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نبیوں (حضرت مسیح علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کمالاتِ ایمانی واخلاقی وبرکاتی وتاثیراتی وقولی وفعلی وایمانی وعرفانی وعلمی وتقدسی اور طریق معاشرت کے رُو سے کون نبی افضل واعلیٰ ہے۔ اگر وہ ایسا کریں اور کوئی تاریخ مقرر کر کے ہمیں اطلاع دیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص تاریخ مقررہ پر ضرور جلسہ قرار دادہ پر حاضر ہو جائے گا۔ ورنہ یہ طریق محض ایک دھوکہ دینے کی راہ ہے۔ جس کا یہی جواب کافی ہے اور اگر وہ قبول کرلیں تو یہ شرط ضروری ہوگی کہ ہمیں پانچ گھنٹہ سے کم وقت نہ دیا جائے"

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 383)

اس طریق پر عمل کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ کامل نبی وہ ہے جس نے کامل زندگی اس دنیا میں گزاری اور ایک مفلوج جس کا آدھا جسم مارا ہوا ہو۔ اس کے متعلق کوئی عقلمند انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ فالج کی حالت میں ایک کامل زندگی گزار رہا ہے۔ وہ شخص یقیناً ایک کامل زندگی نہیں گزار رہا۔ اسی طرح اگر ایک شخص نابینا ہے تو وہ بھی کامل زندگی نہیں گزار رہا۔ ایک شخص پاگل ہے تو وہ بھی کامل زندگی نہیں گزار رہا۔ آپؑ نے بیان فرمایا کہ روحانی اور اخلاقی لحاظ سے مقابلہ یہ ہونا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کامل نبی اور زندہ نبی ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل نبی اور زندہ نبی ہیں۔ آپ نے کمالاتِ تاثیراتی اور تقدسی کا اس لئے ذکر فرمایا ہے اور اگر عیسائی مقابلہ کے لئے تیار ہوں۔ تو آپؑ نے فرمایا وہ کوئی تاریخ مقرر کر کے ہمیں اطلاع دیں تا ان کی دعوتِ فیصلہ کچھ تبدیلی کے ساتھ یا بہتر رنگ اور بہتر شکل میں ہم منظور کرلیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تاریخ مقررہ پر اور جلسہ قرار دادہ پر ضرور کوئی نہ کوئی شخص حاضر ہو جائے گا پھر آپؑ نے فرمایا کہ اگر ہمارا بیان کردہ طریق مقابلہ منظور ہو تو یہ شرط ضروری ہوگی کہ ہمیں پانچ گھنٹہ کے لئے تقریر کا وقفہ دیا جائے یہ نہیں کہ دونوں فریق نے پانچ پانچ منٹ تقریر کی اور چلے گئے یا آپ نے دو گھنٹہ تقریر کر لی اور ہم نے اپنی باری پر ابھی بیس منٹ ہی تقریر کی اور آپ نے دیکھا کہ بات نہیں بنتی تو گڑبڑ کی اور اٹھ کر چلے گئے۔ بلکہ نہایت شرافت کے ساتھ (چونکہ بحث مفصل ہونی تھی) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا کہ ہم

پانچ گھنٹے ضرور بولیں گے لیکن تمہارے لئے یہ شرط نہیں ہوگی ۔اس لئے کہ یہ بھی بڑا ظلم ہے کہ ایک شخص کو کہا جائے تم ضرور پانچ گھنٹے تو بولو۔ جب کہ وہ خود اس نتیجہ پر پہنچا ہو کہ ان تمام عنوانات کے متعلق وہ اپنی کتاب کی رو سے صرف بیس منٹ گفتگو کر سکتا ہے۔اس سے زیادہ اس کتاب میں دلائل ہیں ہی نہیں ۔اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔میری شرط یہ ہے کہ میں پانچ گھنٹے تک بولوں گا۔تمہیں اجازت ہے کہ جتنا چاہو بولو۔تم چاہے پانچ منٹ بولو یا بیس منٹ بولو۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن مقابلہ مجموعی طور پر ہوگا تا یہ دیکھا جائے کہ کامل نبی کون ہے اور زندہ نبی کون ہے اور کس نبی کی قوت قدسیہ اب بھی جاری ہے۔

یہ دعوتِ فیصلہ بشپ آف لاہور کے ساتھ ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ بشپ آف لاہور کے تمام بشپ بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ دعوتِ فیصلہ ہے کہ جو بشپ بھی ۔جس ملک میں بھی ،جس جگہ بھی ہو۔ وہ ان شرائط کے ساتھ اس دعوتِ فیصلہ کو قبول کر لے اور امن اور شرافت کی مجلس میں تبادلہ خیالات ہو تو اس کا نتیجہ خود ہی نکل آئے گا کہ کامل اور زندہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامل اور زندہ نبی ہیں۔"

(خطابات ناصر جلد 1 صفحہ 165-167)

آنحضورؐ کو گالیاں دینے والی زبانیں احمدیوں کے ذریعہ درود پڑھنے لگیں گی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اختتامی خطاب جلسہ سالانہ 21 دسمبر 1965ء میں فرماتے ہیں۔

"اسلام ساری دنیا پر غالب آئے گا اور دنیا کی کوئی طاقت بلکہ دنیا کی سب طاقتیں مل کر بھی اس الٰہی تقدیر کے، راستہ میں روک نہیں بن سکتیں ۔ ہر طاقت جو اسلام کی بڑھتی ہوئی عزت کے راستہ میں حائل ہوگی ذلیل کر دی جائے گی اور اگر دنیا کے تمام اموال بھی اکٹھے کر کے عیسائیت اور دوسرے ادیان باطلہ کے پھیلانے اور اسلام کی مخالفت پر خرچ کئے جائیں ۔تو بھی ان کا نتیجہ مٹی کی اس چٹکی سے زیادہ نہیں نکلے گا جو آپ اپنے پاؤں کے نیچے سے اٹھاتے ہیں اور جو حقیر اموال خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں اور اپنے فضل سے جن قربانیوں کی توفیق اس نے ہمیں عطا کی ہے ۔کسی فرد بشر یا تمام بنی نوع انسان کی جرأت نہیں کہ ان کے مقابلہ میں آئے یا ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔خدا کی توحید دنیا میں قائم ہو کر رہے گی ۔شرک دنیا سے مٹایا جائے گا۔مسیح کے پجاری یا پتھروں کے سامنے اپنی جبینوں کو جھکانے والے یا درختوں کی عبادت کرنے والے اپنی اسباب اور سامانوں پر بھروسہ کرنے والے یا دوسری اقسام کے شرکوں میں مبتلا لوگوں کے شرکوں کو اس طرح کاٹ دیا جائے گا جس طرح ایک تیز دھار والی تلوار شیر کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیتی ہے جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم کمزور ہیں لیکن جس خدا کی طرف ہم منسوب ہوتے ہیں ۔وہ کمزور نہیں پھر ہم مایوس کیوں ہوں ۔ بے شک ہم گنہگار ہیں ۔خطا کار ہیں ہم غلطیاں بھی کرتے ہیں لیکن ہم اپنے ربّ سے مایوس نہیں ۔ ہمارے کانوں میں اس کی میٹھی آواز ہمیشہ آتی رہتی ہے کہ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ο (الزمر:54) ہماری لغزشوں کو ہمیں یقین ہے وہ اس لئے معاف کر دے گا کہ ہماری حرکت جس جہت کی

طرف ہے ۔وہ جہت وہ ہے جہاں ہم نے اسلام کا جھنڈا گاڑنا ہے۔ہمارے قدموں کو وہ اپنے فضل سے تیز تر کر دے گا اور ہمارے نفوس واموال میں وہ برکات دے گا جن برکات کا وعدہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا ہے اور وہ ہمیں توفیق دے گا کہ اپنے نفوس واموال کی ان برکات اور بڑھوتی کو جو محض اس کے فضل سے عطا ہوئی ہے ساری کی ساری اس کی راہ میں خرچ کرنے والے ہوں اور وہ ہماری ان حقیر کوششوں کو کبھی ناکام نہیں ہونے دے گا۔ بلکہ وہ ہمیں کامیاب کرے گا اور میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ ساری جماعت کو جو یہاں بیٹھی ہوئی ہے اور تمام دنیا کو جہاں کہ آج کی آواز پہنچے یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال کے اندر دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس روحانی انقلاب کو روک نہیں سکتیں۔شاید وہ دن قریب ہے جب کہ دنیا کے ممالک کی اکثریت اسلام کو قبول کر چکی ہو گی اور وہ لوگ جواب خدا تعالیٰ کے مامور اور ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں۔ان کی زبانیں آپؐ پر درود بھیجتے ہوئے خشک ہو رہی ہوں گی اور ان کے دلوں کی یہ تمنا ہو گی کہ ان کی پہلی زندگی کے مقابلہ میں ان کی اس زندگی کے دن چوبیس گھنٹے کی بجائے اڑتالیس گھنٹے کے ہو جائیں تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ایک دن میں درود پڑھ کے اپنی پرانی خطاؤں کو خدا تعالیٰ سے معاف کرا سکیں۔غرض یہ دن آنے والا ہے مگر جو ذمہ داری خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد کی گئی ہے اسے بھی ہم نے بہر حال پورا کرنا ہے۔ہمیں بھی اس عظیم روحانی انقلاب کے قرب کی وجہ سے عظیم قربانیاں دینی پڑیں گی اور یہ کام ظاہری اصطلاح کی رو سے خالی ہاتھ سے نہیں ہو گا بلکہ جب ہم اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیں گے تو خدا تعالیٰ کہے گا میرے بندے نے جب اپنا سب کچھ میری راہ میں دے دیا تو میں بھی اپنا سب کچھ جو ان کے لئے ضروری ہے کیوں بچائے رکھوں اور جب خدا تعالیٰ کی ساری طاقتیں اور اس کے سارے خزانے ہمارے ساتھ ہو جائیں گے تو پھر تم خود ہی سوچ لو۔ہمیں کس چیز کی کمی محسوس ہو گی۔"

(خطابات ناصر جلد 1 صفحہ 74-75)

عیسائیت کا اسلام کے خلاف دجل

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 10 نومبر 1972ء میں فرماتے ہیں

ایذاء پہنچانے کا دوسرا حصہ دجل سے تعلق رکھتا ہے۔جس میں عیسائیت نے بڑی مہارت حاصل کر رکھی ہے۔ عیسائیت نے تاریخی واقعات اور حقائق کو توڑ مروڑ کر اسلام کے خلاف اتنا دجل کیا ہے اور اسلام کی ایک ایسی بھیانک شکل پیش کی ہے اور اسلام اور بانی اسلام حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایسا زہر پھیلا دیا ہے کہ جس سے بہت سے جاہل اور نادان آدمی اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔پس ایک طرف تو گالیاں ہیں جو اسلام کے خلاف ہمیں سننی پڑتی ہیں اور دوسری طرف افتراء پردازی اور دجل ہے جو ہمارے کانوں میں پڑتا ہے۔اسلام کے خلاف یہ دونوں حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔عیسائی اور بعض دوسری مخالف قومیں اسلام کو اتنا بدل دیتی ہیں کہ جو لوگ اصل حقیقت کو نہیں جانتے وہ فوراً متاثر ہو جاتے ہیں۔اُن کے تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ یہ کس قسم کا دجل ہے جو محمد رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے خدا قرآن کریم اور اسلام کے خلاف لوگوں نے استعمال کیا ہے۔

غرض یہ دو بڑی بڑی ایذاء رسانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور ان کی جماعتوں کو زبان اور تحریر کے ذریعہ پہنچائی جاتی ہیں۔ یہ دکھ دہی کے دو حربے ہیں جو الٰہی جماعتوں کے خلاف استعمال کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کا سب سے زیادہ استعمال اس محسنِ انسانیت کے خلاف رونما ہوا جو افضل الرسلؐ تھا اور ابدی صداقتوں پر مشتمل ایک عظیم ہدایت لے کر بنی نوع انسان کی طرف مبعوث ہوا تھا۔ جس نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ اس میں یعنی قرآن کریم میں تمہاری عزت اور شرف کا سامان ہے۔ پس یہ امر بڑا حیران کن ہے کہ بعض لوگ اس چیز سے بے اعتنائی برت رہے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے جو اُن کے لئے عزت اور شرف کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔

(خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 481-482)

محمدؐ کو ساری دنیا میں غالب کرنے والی جنگ لڑنی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 18 اگست 1972ء میں فرماتے ہیں

"پس ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے خصوصاً نوجوانوں کو یہ بات کبھی بھولنی نہیں چاہئے کہ آج دنیا میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر و حضرت محمد رسول اللہ کی خاطر اور اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کی خاطر جو جنگ لڑنی ہے وہ کوئی معمولی جنگ نہیں ہے وہ بڑی زبردست جنگ ہے۔ دہریت (جسے ہم اشتراکیت اور کمیونزم بھی کہتے ہیں) دنیا کی آدھی آبادی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ حصے پر چھائی ہوئی ہے۔ دوسری طرف مذہب کے نام پر زندہ رہنے والی قومیں خواہ کتنی ہی کمزور ایمان والی کیوں نہ ہوں یا بد مذہب جن میں کسی نبی کی تعلیم کا ایک معمولی سا عکس نظر آتا ہے اور اسے بھی وہ اب بھول چکے ہیں لیکن بہرحال وہ لامذہب نہیں کہلا سکتے۔ (بدمذہب کی اصطلاح نئی نہیں ہے اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال فرمایا ہے۔) انہوں نے آدھی دنیا کی دولت سنبھالی ہوئی ہے اور دنیوی لحاظ سے ان کی بہت بڑی طاقت ہے اور اسلام دشمنی میں بھی یہ لوگ بہت نمایاں ہیں۔" (خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 355)

ایک انتباہ

عیسائیت کے مقابلہ کے لئے عالم اسلام کا متحد ہونا ضروری ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 19 اکتوبر 1973ء میں فرماتے ہیں:

"اس وقت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جنگ لڑی جارہی ہے۔ عیسائی طاقتیں اور یہودی روپیہ اور اثر و رسوخ ایک ایسے خطۂ ارض پر مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں جس کے متعلق شروع ہی میں یعنی 1948ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے دنیائے اسلام کو ایک انتباہ کیا تھا۔ جب دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تو اتحادیوں نے اپنے مفاد کی خاطر مسلم

ممالک سے بہت سے وعدے کیے اور اس طرح اپنے وعدوں کی آڑ میں مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کیا اور دوسری طرف یہودی دولت کی لالچ میں اُن سے وعدے کیے۔ان ہر دو وعدوں میں تضاد تھا جو 1948ء میں اسرائیل کی حکومت کے قیام کی شکل میں ظاہر ہوا۔اس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ کے نام سے ایک مضمون میں (جو بعد میں ٹریکٹ کی صورت میں شائع بھی کردیا گیا تھا) مسلمانوں کو یہ بتایا کہ ان کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ بنایا گیا ہے۔اب وقت ہے کہ مسلمان متحد ہو جائیں اور اس طاقت کو جو مستقبل میں بڑی بن سکتی ہے اور کسی وقت خطرناک شکل اختیار کر سکتی ہے اس کو شروع ہی میں کچل دیا جائے۔

چنانچہ آپ نے اپنے مضمون میں تمہید اً بتایا کہ کس طرح یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہر قسم کے گھٹیا اور ظالمانہ منصوبے بنائے۔آپ کو قتل کرنے اور صلح کے بہانے گھر پہ بلا کر چکی کا پاٹ کوٹھے پر سے گرا کر مارنے کی سازشیں کیں وغیرہ۔

پھر اس کے بعد آپؓ فرماتے ہیں:۔

یہی دشمن ایک مقتدر حکومت کی صورت میں مدینہ کے پاس سر اٹھانا چاہتا ہے شاید اس نیت سے کہ اپنے قدم مضبوط کر لینے کے بعد وہ مدینہ کی طرف بڑھے۔جو مسلمان یہ خیال کرتا ہے کہ اس بات کے امکانات بہت کمزور ہیں اس کا دماغ خود کمزور ہے۔عرب اس حقیقت کو سمجھتا ہے عرب جانتا ہے کہ اب یہودی عرب میں سے عربوں کو نکالنے کی فکر میں ہیں۔اس لئے وہ اپنے جھگڑے اور اختلافات کو بھول کر متحدہ طور پر یہودیوں کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا ہے مگر کیا عربوں میں یہ طاقت ہے؟ کیا یہ معاملہ صرف عرب سے تعلق رکھتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہ عربوں میں اس مقابلہ کی طاقت ہے اور نہ یہ معاملہ صرف عربوں سے تعلق رکھتا ہے۔سوال فلسطین کا نہیں سوال مدینہ کا ہے۔سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے۔سوال زید اور بکر کا نہیں **سوال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا ہے**۔دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے۔کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہوگا...... پس مَیں مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس نازک وقت کو سمجھیں اور یاد رکھیں کہ آج اُسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ لفظ بلفظ پورا ہو رہا ہے۔یہودی اور عیسائی اور دہریہ مل کر اسلام کی شوکت کو مٹانے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔پہلے فرداً فرداً یورپین اقوام مسلمانوں پر حملہ کرتی تھیں مگر اب مجموعی صورت میں ساری طاقتیں مل کر حملہ آور ہوئی ہیں۔آؤ ہم سب مل کر ان کا مقابلہ کریں کیونکہ اس معاملہ میں ہم میں کوئی اختلاف نہیں۔دوسرے اختلافوں کو ان امور میں سامنے لانا جن میں اختلاف نہیں نہایت ہی بے وقوفی اور جہالت کی بات ہے۔ (اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ صفحہ 4 تا 7)

پس یہ وہ زبردست انتباہ ہے جو اس فتنہ کے آغاز میں کیا گیا تھا یعنی 1948ء میں جب کہ اسرائیل کی حکومت معرضِ وجود میں آئی تھی۔اس میں ایک عظیم منصوبے کی طرف رہنمائی کی گئی تھی جس کے لئے تمام مسلم اقوام اور مسلم

گروہوں میں اتحاد کی ضرورت تھی۔پھر اس میں مسلمانوں کو عقلاً سمجھایا گیا تھا کہ تم اس وقت اختلافات کو زیر بحث نہ لاؤ اور جو عقائد اور عادات اور روایات اور بدعات کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں اُن کو بھول جاؤ کیونکہ جو مسئلہ ہمارے سامنے ہے، وہ اختلافی نہیں ہے۔وہ اسلام کی عزت کی حفاظت کا سوال ہے۔کوئی مسلمان یہ کبھی نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کے دل میں یہ خیال ہی پیدا ہو سکتا ہے کہ جہاں اسلام کی عزت اور اس کی حفاظت کا سوال ہو وہاں اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔

غرض آپ نے عالم اسلام پر یہ واضح کیا کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جس میں کوئی اختلاف ہو،اس لیے ایک ایسے مسئلے میں جس میں اختلاف کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ اختلاف کا کوئی تصور پیدا ہو سکتا ہے، تم ایسے مسائل کو بیچ میں کیوں گھسیٹتے ہو جو اختلافی ہیں۔اس وقت تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب متحد ہو کر عزت وحفاظتِ اسلام کی خاطر قربانیوں کے لئے تیار ہو جائیں۔"

(خطبات ناصر جلد 5 صفحہ 259-261)

اسلام اور حضرت محمدؐ کے خلاف منصوبوں کا ردّ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 11 دسمبر 1970ء میں فرماتے ہیں۔

"قریش مکہ نے بھی مسلمانوں کے خلاف منصوبے کئے۔عرب کے دوسرے قبائل جن کی لاکھوں کی تعداد تھی انہوں نے بھی بعض چھوٹے چھوٹے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے خلاف منصوبے باندھے۔پھر یہود کی سازش ساتھ مل گئی۔یوں سمجھنا چاہئے کہ اس وقت کی دنیا کا Spear Head (سپئیر ہیڈ) یعنی نیزہ کی اَنی جو تھی وہ اسلام کے خلاف نظر آتی تھی پھر پیچھے تو نیزے کا پھل یا دو بھلہ کہنا چاہئے یعنی کسریٰ اور قیصر کی شوکت اور دنیوی طاقت اسلام کے مقابلے پر آئی لیکن نیزے کی اَنّی جو تھی وہ کفارِ مکہ یا عرب کے دوسرے قبائل کے حملہ آور ہونے کی شکل میں ظاہر ہوئی۔چنانچہ انہوں نے منصوبے کئے اور ہر قسم کے منصوبے کئے قرآن کریم میں سورۂ طارق میں اسی طرف اشارہ ہے فرمایا اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں گے۔داؤ پیچ سے کام لیں گے۔ان سے ہم انہیں نہیں روکیں گے۔ویسے اللہ تعالیٰ کو تو یہ بھی طاقت ہے کہ کسی کو منصوبہ ہی نہ کرنے دے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت کو ظاہر کرے تو پیار کے وہ جلوے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھانا چاہتا ہے یعنی اس کی حفاظت کے جلوے، اس کی قدرتوں کے جلوے، اس کے حسن واحسان کے جلوے دنیا کس طرح دیکھے؟ مخالفین تو دیکھ لیں گے لیکن دنیا کو نظر نہیں آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخالفین اسلام جو بھی مکر اور سازش کرنی چاہیں وہ کریں میں انہیں اس سے نہیں روکوں گا بلکہ اس میں انہیں مہلت بھی دوں گا لیکن جب ان کی سازشیں زور پکڑیں گی تو میں ابھی کچھ عرصہ اپنی قدرت نہیں دکھاؤں گا اور اپنے کمزور بندوں سے کہوں گا کہ تم صبر اور دعا سے کام لو چنانچہ خدا کے بندوں کے خلاف جب بھی

منصوبے کئے گئے وہ صبر سے کام لے رہے ہوں گے وہ گالیاں سن کر دعا دے رہے ہوں گے۔انہیں زہر دیا جائے گا اور وہ میٹھا شربت پلا رہے ہوں گے۔ان کے لئے قحط کے سامان پیدا کئے جارہے ہوں گے اور جب وقت آئے گا تو یہ قحط دور کرنے کے سامان پیدا کریں گے۔مسلمانوں کو اغوا کیا جائے گا اور اسلام اغوا کے سارے راستوں کو بند کر رہا ہوگا۔مسلمان مخالفین کے ہر مکر کا جواب صبر اور تقویٰ کی راہوں پر چل کر اور دعا کے ساتھ دے رہے ہوں گے۔مگر اندھی دنیا سمجھے گی کہ اس بے کس قوم کا کوئی سہارا نہیں ہے لیکن بینا آنکھ اور وہ جس کی آنکھ ہمیشہ ہی کھلی رہتی ہے اور جو علّام الغیوب ہے وہ کہے گا کہ تم صبر کرو۔وقت آنے پر تم دیکھ لو گے میں کیا کرتا ہوں۔فرماتا ہے اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّ اَکِیْدُ کَیْدًا یعنی میں اپنی منشاء اور مرضی کے مطابق اپنی تدبیر کروں گا جو اپنے وقت پر ظاہر ہوگی۔غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک عرصہ ایسا آئے گا کہ میرے ماننے والے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے فدائی دنیا کی نگاہ میں بے سہارا ہوں گے لیکن میں ان کا سہارا ہوں گا اور میں ان سے کہوں گا کہ میں تمہارا سہارا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے متبعین کے خلاف یہ منصوبے اس لئے کئے جائیں گے کہ وہ خدا کے بندوں کو توحید خالص کی طرف بلا رہے ہوں گے اور انہیں ان کے انسانی حقوق دلوا رہے ہوں گے اور اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُم کا عظیم نعرہ بلند کر کے وہ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ انسان،انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان کسی ماں نے نہ اب تک جنا اور نہ آئندہ جن سکتی ہے۔ایسا عظیم الشان وجود جو اللہ تعالیٰ کا حقیقی محبوب ہے اور باقی ہر ایک نے اسی کے طفیل خدا کی محبت کو پایا ہے اس کی زبان سے یہ عظیم کلمہ نکلوا دیا کہ میں تمہارے جیسا انسان اور تم میرے جیسے انسان ہو۔جب یہ مساوات اور برابری کا عظیم الشان اعلان ہوا تو مکہ کے سرداروں نے کہا کہ یہ کہاں کی آواز اٹھی؟ کیا ہم اور ہمارے غلام برابر ہیں؟ کیا ہمارا قبیلہ جو خانہ کعبہ کا محافظ ہے یہ اور عرب کے دوسرے قبائل برابر ہو گئے؟ کیا عرب کے رہنے والے اور حبشہ اور دوسرے افریقی ممالک کے رہنے والے برابر ہو گئے؟ یہ کیسی آواز ہے؟ ہم تو اسے نہ سمجھ سکتے ہیں،نہ اسے برداشت کر سکتے ہیں۔چنانچہ انہوں نے اس پاک اور بلند اور عظیم آواز کے خلاف منصوبے بنانے شروع کر دیئے جن کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی طاقت کے زور سے اپنی برتری کو قائم رکھیں گے اور مساوات کو قائم نہیں ہونے دیں گے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب کا یہ فرمان ہے کہ اس نے ہر انسان کو پیدا کیا اور اس کے اندر تمہیں جو بھی قوت اور استعداد نظر آتی ہے وہ اس کی پیدا اور عطا کردہ ہے اور فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ ہر فردِ واحد کی تمام قوتوں کی نشو ونما کو کمال تک پہنچایا جائے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رب العالمین کی حیثیت سے ہر فردِ واحد کی تمام قوتوں اور استعدادوں کی نشو ونما کو کمال تک پہنچانے کے لئے جس مادی اور غیر مادی چیز کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی ہے۔انسان کی قوتیں اور استعدادیں جسمانی بھی ہوتی ہیں اور اخلاقی اور روحانی بھی ہوتی ہیں۔ان قوتوں اور استعدادوں کی نشو ونما کے کمال تک پہنچنے کے وسائل اور ذرائع مادی اور غیر مادی دو حصوں میں منقسم ہوتے ہیں ......

شرف انسانیت کی آواز اٹھانے پر آنحضور ؐ کی مخالفت

.....غرض جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز اٹھائی کہ انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں ہے تو دشمنانِ اسلام نے سمجھا کہ ہم تو مارے گئے ہم بڑی طاقت رکھتے ہیں اور اپنی اس طاقت کے بل بوتے پر اپنے آپ کو دوسروں کی نسبت زیادہ ارفع اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ ہمارے دماغ میں برتری کے خیالات رچے ہوئے ہیں اگر ہم سب برابر ہو گئے تو ہم تو مارے گئے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حبشی بلالؓ اور ابوجہل برابر ہو گئے؟ یہ تو نہیں ہوسکتا چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مساوات انسانی کی اس عظیم آواز کے اٹھانے پر دنیا مخالف ہو گئی۔ جب آپ نے عزتِ انسانی کی آواز اٹھائی (جو دراصل مساوات ہی کا ایک پہلو ہے) اور فرمایا سب لوگوں کی عزت کرنی پڑے گی۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی آدمی حقیر نہیں ہے ورنہ خدا تعالیٰ پر یہ اعتراض آتا ہے کہ اس نے حقیر انسان بھی پیدا کیا ہے حالانکہ اسلام کہتا ہے کہ جس کو خدا نے پیدا کیا ہے وہ خدا کی نگاہ میں حقیر نہیں ہوسکتا اور جو خدا کی نگاہ میں حقیر نہیں ہوسکتا وہ خدا کے بندوں کی نگاہ میں بھی حقیر نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عزت انسانی کی یہ آواز اٹھائی تو مخالفین نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تم ہمیں اس بات سے روکتے اور منع کرتے ہو کہ ہم دوسرے لوگوں کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں یہ نہیں ہوسکتا۔ ہم طاقت رکھتے ہیں اور تمہیں کچل کر رکھ دیں گے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے خلاف منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق جب یہ فرمایا کہ ہر فرد کی برابری اور اس کی عزت کے قیام کے بعد جہاں تک ممکن ہو (یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ بعض دفعہ ابتلا بھی آیا کرتے ہیں) انسانی قوتوں اور استعدادوں کو نشو ونما کے کمال تک پہنچنا چاہئے تو مخالفینِ اسلام نے کہا کہ یہ بات تو ہمارے اموال لوٹنے کے مترادف ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ انہیں جو مال و دولت ملی ہے یہ اللہ کی عطا کردہ نہیں بلکہ اسے انہوں نے اپنی محنت، کوشش اور عقل کے استعمال کے علاوہ دوسروں کی مدد سے اکٹھا کیا ہے۔ ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں سے خدا کے بندوں پر خرچ کرو۔ یہ تو نہیں ہوسکتا.......

پس یہ دو عظیم نعرے تھے۔ ایک توحید کے قیام کا نعرہ اور دوسرا حقوقِ انسانی کے قیام کا نعرہ۔ حقوقِ انسانی کے قیام کے نعرہ میں بنیادی طور پر دو چیزیں تھیں ایک مساواتِ انسانی اور شرفِ انسانی کا نعرہ اور اعلان اور دوسرے انسانی قویٰ اور استعداد کی کامل نشو ونما کا نعرہ اور اسلام نے مسلمانوں کو حقوقِ انسانی کے قیام کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں قیادت بخشی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں سمجھ عطا کی ہے اور ہمارے لئے ایک کامل اور مکمل تعلیم اتاری ہے اور ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اس تعلیم کے ذریعے ساری دنیا میں ایک Revolution (ریولوشن) یعنی ایک انقلاب بپا کر دو۔ قوموں کی زندگی ان کے خیالات اور فکر و تدبر کی کایا پلٹ کر رکھ دو اور اس طرح ثابت کر دو کہ انسان، انسان برابر ہیں۔ یہی پیغام میں افریقہ کے دورے میں لوگوں کو دے کر آیا ہوں کہ اب وہ دن چڑھ گیا ہے کہ آئندہ کوئی انسان

تمہارے ساتھ نفرت اور حقارت کا سلوک نہیں کرے گا۔اسلام کی یہ اتنی عظیم تعلیم تھی اور اس کے خلاف اتنے عظیم منصوبے باندھے گئے چنانچہ جب ہم ان منصوبوں کی تفصیل میں جاتے ہیں تو ہمیں ان کی عجیب شکلیں نظر آتی ہیں۔

(خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 411,405)

یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے پر غیرت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 25 مارچ 1966ء میں فرماتے ہیں:

پھر انگلستان ہے، امریکہ ہے، ان کے رہنے والوں کی بڑی اکثریت اگر چہ زبان سے خدا تعالیٰ کے وجود کا اقرار کرتی ہے لیکن ساتھ ہی وہ ایک اور لعنت میں گرفتار ہے۔اس نے انسان کے ایک بچے کو خدا تسلیم کر لیا ہے اور وہ نہیں سمجھتی کہ وہ ہستی جو ایک عورت کے پیٹ میں نو ماہ کے قریب نہایت گندے ماحول میں پرورش پاتی رہی ہو اس کو انسانی عقل، خدا کیسے تسلیم کر سکتی ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دینی لحاظ سے بالکل اندھے ہیں کوئی معقول دلیل ان کے دماغ میں نہیں۔بہر حال انہوں نے ایک انسان کی جس کو وہ خدائے یسوع مسیح کہتے ہیں پرستش شروع کی اور اس سے اتنی محبت اور پیار کیا کہ اپنی تمام دنیوی طاقتیں اس گمراہ عقیدہ کے پھیلانے میں خرچ کر دیں اور وہ جوان کا حقیقی ربّ تھا اور وہ جوان کا سچا نجات دہندہ تھا یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ان کی طرف وہ متوجہ نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی تمام طاقت، اپنا سارا زور، اپنے تمام حیلے اور ہر قسم کا دجل خدا تعالیٰ کی اس سچی تعلیم اور صداقت کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا جو بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے بھیجی گئی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل بہت حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے۔لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلائلِ حقہ دیئے، معجزات اور روشن نشانات بھی عطا فرمائے تو اس وقت ان کی ترقی دجل کے میدان میں کافی حد تک رُک گئی لیکن ابھی بہت سا کام کرنے والا باقی ہے۔غرض ہمارا دعویٰ ہے اور اپنے ربّ سے ہمارا عہد ہے کہ ہم ایک دن ان تمام اقوام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار کر کے چھوڑیں گے۔

(خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 190-191)

بین الاقوامی کسر صلیب کانفرس اور مسیح ناصری کی صلیب سے نجات کے حوالے سے اعتراضات کا جواب

1978ء تاریخ احمدیت کا وہ روشن اور تابناک سال ہے جس کے وسط میں عالمی شہرت کے حامل شہر اور عیسائیت کے مرکز لندن (جو عیسائیت کا بہت بڑا گڑھ ہے اور جہاں عیسائیت کے متعلق بین الاقوامی اور عالمی نوعیت کی بہت بڑی بڑی کانفرنسیں ہوتی ہیں، جہاں گلی گلی، کوچہ کوچہ، اور ہر علاقہ میں عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے کلیسیا اور

چرچ ہیں) عیسائیت کے بنیادی عقیدہ کفارہ پر کاری ضرب لگانے کے لئے جماعت احمدیہ نے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جو اپنی ذات میں ایک بہت بڑا اور عظیم واقعہ ہی نہیں بلکہ حیرت انگیز اور انقلاب انگیز باب ہے ۔

یہ کانفرنس کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ آف لندن کے آڈیٹوریم میں 2-3-4 جون 1978ء کو بعنوان مسیح کی صلیبی موت سے نجات منعقد ہوئی ۔ اس تاریخی کانفرنس میں احمدی سکالرز کے علاوہ عیسائی اور ہندو سکالرز بھی شامل تھے ۔ سب سے بڑھ کر جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا رونق افروز ہونا تھا ۔ اس کانفرنس میں تمام احمدی سکالرز کو اسلام کا حقیقی پیغام مختلف انداز میں پہنچانے کی توفیق ملی ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے بہت پیار بھرے انداز میں اسلام کی حقانیت ثابت فرمائی اور حضرت مسیح ناصریؑ کی صلیب سے نجات اور کفن مسیح پر مذہبی اور تاریخی رنگ میں روشنی ڈالی ۔ آپؒ کے خطاب کا ایک ایک لفظ اسلام کے زندہ ہونے اور حرمت رسول کے اعلان کا منہ بولتا ثبوت تھا ۔

❁ آپؒ نے فرمایا :۔

"میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑی عاجزی اور پیار کے ساتھ یہ پیغام پہنچاتا ہوں ۔ خوش ہو اور خدا کی حمد کے ترانے گاؤ کہ مسیح جس کے ظہور کی خبر صحف سابقہ میں اور قرآن کریم میں دی گئی تھی اور جس کے ظہور کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ روحانی فرزند ظاہر ہو چکا ہے ۔ میں جو آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور آپ سے مخاطب ہوں اس کا نائب اور تیسرا خلیفہ ہوں ۔ میرے دل میں آپ لوگوں کے لئے سچی ہمدردی اور محبت کا ایک سمندر موجزن ہے ۔ مجھے آپ کی تکلیف اور دکھ نے بے چین اور مضطرب کر رکھا ہے ۔ آپ کا اصل دکھ اپنے رحمان اور رحیم رب کی معرفت کی کمی ہے ۔ میں آپ کو اس سچے واحد خدا کی طرف بلاتا ہوں جس نے ہماری تمام ضروریات ہماری پیدائش سے بھی قبل مہیا فرمائیں اور ہماری سچی خوشحالی کے سامان پیدا فرمائے ۔ اس نے ہمارے قویٰ اور ہماری طاقتوں کی نشو و نما کے لئے تمام ضروری سامان مہیا فرمائے تا کہ اس کے ساتھ زندہ تعلق قائم کرنے میں ہمیں کوئی کمی نہ رہے، لیکن ہم نے ناشکر گزاری کا ثبوت دیا اور جو کچھ ہمیں امن اور سکون قائم کرنے کے لئے دیا گیا تھا اس کو ہم نے فساد اور تباہی لانے کے لئے استعمال کیا ۔ جو کچھ ہمیں اپنی صحت اور اپنی ذہنی اور اخلاقی اور روحانی سربلندی کے لئے عطا ہوا تھا اس کا ہم نے غلط استعمال کیا ۔ اور اس طرح ہم خدا سے دور ہو گئے اور تباہی کے عمیق غاروں میں جا پڑے ۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم رک جائیں اور اپنے رب کو پہچان لیں اور اس کی طرف رجوع کریں ۔ وہ ہمارے تمام گناہ اور ہماری تمام خطائیں بخش دے گا ۔ وہ ہمیں محبت کے ساتھ اپنی طرف اٹھائے گا اور ہمیں اپنی رضا کی جنتوں کی طرف لے جائے گا ۔ ہمارے اپنے آنسو اور خدا سے ملنے کے لئے ہمارے دلوں کی تڑپ ہی ہمارا کفارہ ہیں ۔ ہمیں کسی اور کفارہ کی ضرورت نہیں ۔ میں آپ کو خدائے واحد لاشریک کی طرف رجوع کرنے اور اس کی اطاعت میں اپنی گردنیں جھکانے کی تلقین کرتا ہوں کہ اسی میں آپ کی بھلائی ہے ۔

میں آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لئے بلاتا ہوں ۔وہ راہیں جن پر چل کر آپؐ نے اپنے رب کو پایا اور جس کے نتیجہ میں آپؐ کو دونوں جہان کی نعمتیں ملیں ان پر آج بھی آپ کے قدموں کے نشان موجود ہیں ۔ان نقوشِ پا کی پیروی کریں ۔اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ خدا کی محبت جیتنے والے ہوں گے اور آپ اس کی وہ آواز سننے والے ہوں گے جو آپ کو تسلی دے گی ۔ "جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو "اس فانی دنیا کی غیر حقیقی خوشیوں اور مسرتوں کا مقابلہ خدا کی محبت سے نہیں کیا جا سکتا ۔میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ خدا کی محبت کے حصول کے لئے کوشاں ہوں ۔وہ دروازہ صدیوں سے لاکھوں دستک دینے والوں کے لئے کھولا جاتا رہا ہے ۔آپ کیوں مایوس ہوتے ہیں کہ یہ آپ کے لئے کھولا نہ جائے گا۔آگے آئیں اور مسیح موعود کے جانشین کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کریں کیونکہ اسلام میں ہی آپ کی اور آپ کی آنے والی نسلوں کی بھلائی ہے ۔اگر آپ اس آواز پر دھیان نہ دیں گے تو ایک خطرناک تباہی آپ کی منتظر ہے ۔وہی تباہی جس کے متعلق آج سے گیارہ سال قبل میں نے آپ کو خبردار کیا تھا"

(ضمیمہ خالد جون 1978ء صفحہ 31-32)

ڈنمارک کے پادری کی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی اور حضورؒ کا چیلنج

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ یکم ستمبر 1972ء میں فرماتے ہیں

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں ایک جگہ ایک بڑا ہی عجیب فقرہ لکھا ہے ۔آپ فرماتے ہیں کہ ایک وہ وقت تھا کہ پادری ہر نکڑ پر اور ہر چوراہے پر کھڑے ہو کر مسلمانوں پر آوازے کسا کرتے تھے کہ کہاں ہیں وہ اسلام کے معجزات جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دکھائے تھے ۔وہ ہمارے سامنے پیش کرو ۔مگر اب یہ حال ہے کہ وہی پادری میرے ساتھ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں، مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہیں ۔غرض دلائل کے میدان میں اہل مذہب کی پسپائی کا دَور آپ علیہ السلام کی زندگی میں شروع ہو گیا تھا ۔ اب مثلاً وفات مسیح کا مسئلہ ہے ۔اندرونی طور پر مسلمان کہلانے والوں کے ساتھ ایک وقت میں یہ ایک بہت بڑا مسئلہ تھا ۔اس مسئلہ پر بڑی سر پھٹول ہوا کرتی تھی ۔بڑی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں ۔اسی بناء پر قتل کی کوششیں ہوئیں کہ ہم حضرت مسیح علیہ السلام (جو ایک عاجز انسان تھے ان) کو آسمان پر زندہ کیوں نہیں مانتے؟ اس مسئلہ پر لوگ ہمارے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے ۔وہ ہمیں کہتے تھے تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے ۔ایک طرف عیسائی تھے ۔وہ ہمیں کہتے تھے کہ تم اُس مسیح کو خدا کیوں نہیں مانتے اور دوسری طرف مسلمان کہہ رہا تھا تم اسے آسمان پر زندہ کیوں نہیں مانتے ۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک عاجز انسان تھے جو ماں کے پیٹ کے اندھیروں میں نو مہینے رہنے کے بعد اس دُنیا میں پیدا ہوئے تھے وہ نہ تو خدا بن سکتے تھے اور نہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ رہ سکتے تھے ۔

چنانچہ ہم نے حیات مسیح کے عقیدہ کے خلاف عقلی اور نقلی اور تاریخی دلائل کے ذریعہ لوگوں کو لاجواب کر دیا ۔

اب اسّی نوے فی صد مسلمان یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ غلطی کرتے تھے جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتے تھے۔ بمشکل دس بیس فی صد لوگ ایسے رہ گئے ہیں جو حیات مسیح کے قائل ہیں۔ ان میں سے بھی ایک حصہ ایسا ہے جو مانتا تو ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں لیکن وہ اس بات کا اعلان کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تاہم ایک وقت آئے گا کہ وہ لوگ بھی وفات مسیح کا اقرار کر لیں گے۔

دوسری طرف عیسائی کہتے ہیں کہ مریم کا بیٹا (علیہ السلام) آسمان پر زندہ ہے اور خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھا خدائی کر رہا ہے، تین مل کر ایک بن گئے ہیں یعنی تثلیث عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ ہے، حالانکہ بائیبل نے حضرت مسیح کو SON OF MAN (سن آف مین) یعنی ابن آدم کہا ہے۔ یہ بڑی موٹی بات ہے پھر بھی آدمی حیران ہوتا ہے کہ اس کے باوجود عیسائی حضرت مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ آخر وہ ان کی خدائی کو کس طرح اور کس دلیل کی بناء پر مانتے ہیں۔ عیسائیوں نے بائیبل میں دجل کر کے جو حصہ ملایا ہے وہ علیحدہ ہے۔ اس کے باوجود بائیبل نے کئی جگہ حضرت مسیح کو ابن آدم کہہ کر پکارا ہے۔

میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ ڈنمارک میں ایک عیسائی پادری نے بدتمیزی کی تھی۔ اس نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بات کی تھی۔ اس کا میں نے جو جواب دیا تھا وہ ان کے لئے پریشان کن تھا۔ میں نے اپنے جواب میں جان بوجھ کر حضرت مسیح کے لئے ابن آدم کا لفظ استعمال کیا تھا۔ وہ چونکہ پڑھے لکھے اور ہوشیار لوگ ہیں اس لئے وہ فوراً سمجھ گیا اور بڑا تلملایا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ ابن آدم کے معنے وہ نہیں جو آپ سمجھتے ہیں۔ میں نے اس کو جواب دیا (دوست یاد رکھیں کہ ایسے وقت میں اپنی جگہ کو بالکل نہیں چھوڑنا چاہئے) کہ ابن آدم کے معنے سوائے ابن آدم کے کوئی اور ہو ہی نہیں سکتے۔ اس واسطے تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ میں ابن آدم کے جو معنے سمجھتا ہوں وہ درست نہیں۔ سن آف مین یعنی ابن آدم کے معنے ابن آدم ہی کے ہوتے ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ یہ تو ہماری مذہبی اصطلاح ہے۔ میں نے کہا میں جانتا ہوں۔ یہ تمہاری مذہبی اصطلاح ہے لیکن دُنیا کے سارے علوم اور دُنیا کے سارے مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ کسی لفظ کے یا کسی جملے کے اصطلاحی معنے لغوی معنے کو محدود کرتے ہیں، اس میں وسعت پیدا نہیں کرتے۔ اس لئے یہ نہیں ہو سکتا کہ لُغت کوئی اور معنے کر رہی ہو اور اصطلاحی معنے کچھ اور ہوں۔ مثلاً گھوڑا ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ عربی میں گھوڑے کے کئی سو نام ہیں۔ اب ایک خاص قسم کا گھوڑا ہے (جس کا ایک خاص نام ہے) تو اس کے متعلق اگر کوئی کہہ دے کہ یہ گھوڑا نہیں، اس کے معنے گدھے کے ہیں تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ گھوڑا، گھوڑا ہی رہے گا گدھا نہیں بن جائے گا۔

اسی لئے ساری دُنیا کے عالم اور مذہبی لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ اصطلاحی معنے لغوی معنوں کو محدود کرتے ہیں ان میں وسعت پیدا نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے ابن آدم کے معنے ابن آدم ہی کے ہوتے ہیں یعنی اس کا مفہوم کچھ محدود ہو جائے گا۔ ابن آدم سے بڑھ کر کچھ نہیں بنے گا۔ جب اُس نے یہ کہا تو چونکہ اس کے ساتھ کج بحثی نہیں کرنا

چاہتا تھا نہ یہ میرا مقام ہے۔ میں نے بڑے وثوق سے اُن کے لیڈر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کا جواب میں نہیں دوں گا ۔یہ دیں گے۔کوئی کہہ سکتا تھا کہ میں نے ایسا کر کے خطرہ مول لیا تھا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ دل میں خواہش پیدا کرتا ہے اس کو پورا بھی کرتا ہے۔ چنانچہ اُن کا لیڈر اس پادری سے کہنے لگا۔تم غلط کہتے ہو، یہ ٹھیک کہتے ہیں۔

پس عیسائیوں کو بھی حضرت مسیحؑ کا ابن آدم ہونا تو ماننا پڑ گیا۔میں اس وقت بتا یہ رہا ہوں کہ ادیان باطلہ کے ساتھ ہماری دلائل کی جو جنگ تھی اُسے ہم نے قریباً قریباً جیت لیا ہے۔مَیں یہ نہیں کہتا کہ ہم نے یہ جنگ پوری جیت لی ہے۔ہم نے یہ جنگ دلائل کے میدان میں جیت لی ہے۔بعض لوگ بیس فیصد احمدی ہو چکے ہیں۔بعض پچاس فیصد احمدی ہو چکے ہیں،بعض ساٹھ فیصد احمدی ہو چکے ہیں۔

غرض غلبۂ اسلام کی راہ میں روک بننے والی دو بنیادی طاقتیں تھیں۔ایک ادیان باطلہ کی مجموعی طاقت۔چنانچہ جب اسلام کا سوال پیدا ہو تو یہودی اور عیسائی ایک بن جاتے ہیں۔جب اسلام کا سوال نہ ہو تو عیسائی یہودیوں سے کہتا ہے تم نے خداوند یسوع کو صلیب پر لٹکا دیا تھا۔تم سخت ظالم ہو لیکن جس وقت اسلام کا سوال ہو تو اس وقت یہودی اور عیسائی ایک ہو جاتے اس وقت یہودی۔عیسائی اور آریہ ایک ہو جاتے ہیں۔دوسرے سب مذاہب والے ایک ہو جاتے ہیں۔جس وقت اسلام کا سوال ہو تو مذہب اور فلسفہ ایک ہو جاتے ہیں یعنی ایک فلسفی بڑے آرام سے اسلام پر وار کر دیتا ہے مگر دوسرے مذاہب پر وار کرنے کی متحدہ جرأت نہیں کرتا۔گو اس کی دلیل غلط ہوتی ہے یہ ہم مانتے ہیں۔ یہ رجحان اب آہستہ آہستہ دُور ہو رہا ہے۔مذہبی دلائل کے میدان میں ہم نے اُن کو لاجواب کر دیا ہے۔یہ جنگ ابھی شدت سے جاری ہے۔اور ان کو حلقہ بگوش اسلام کرنا ابھی رہتا ہے۔لیکن ہمیں اس کی فتح کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ تاہم یہ جنگ مزید 20-25 سال تک جاری رہے گی۔

اسلام کے خلاف دوسری طاقت لامذہبیت یعنی دہریت کی تھی جسے اشترا کیت بھی کہتے ہیں۔یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر لامذہبیت کے نام پر انسانی معاشرہ کو خوشحال بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ہمارے نزدیک اسلامی ہدایت اور قرآنی شریعت کو چھوڑ کر انسانی معاشرہ نہ حقیقی طور پر خوش حال بن سکتا ہے اور نہ با اخلاق اور باخدا بن سکتا ہے۔یہاں تک کہ دُنیوی لذتوں کا جتنا احساس ایک مسلمان کو ہے اتنا اُن کو نہیں ہے۔ہم اس وقت ایسے موڑ پر کھڑے ہیں کہ جس طرح نشأۃ اولیٰ میں اسلامی ترقی کے چوتھے دَور میں پہلے تو کسریٰ اور بعد میں قیصر کے ساتھ مقابلہ تھا۔اسی طرح ہمارا بھی پہلے مذاہب کے ساتھ اور اب لامذہبیت یعنی دہریت کے ساتھ مقابلہ ہے۔اس کے لئے ہمیں دو ہتھیار ملے ہیں ایک دلائل کا ہتھیار اور دوسرا آسمانی نشانات یعنی معجزات کا ہتھیار چنانچہ اس دَور کے پہلے حصہ میں ہم دلائل پر زور دیتے رہے ہیں۔کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ پہلے ہمارا مقابلہ تھا وہ مذہب کو ماننے والے تھے اس واسطے ہم انہیں اسلام کا قائل کرنے کیلئے عقلی اور نقلی دلائل قاطعہ دیا کرتے تھے جن کا وہ جواب نہیں دے سکتے تھے۔دلائل کے علاوہ

انہیں آسمانی نشانات سے بھی قائل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔اس میں ہم قریباً قریباً کامیاب ہو چکے ہیں۔"
(خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 384-387)

حضرت محمدؐ کا باغی بن کر عزت حاصل نہیں ہو سکتی

محبت رسولؐ

ناموس رسالت کی حفاظت اور اس پر حملوں کے دفاع میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت عقیدت کے پھول نچھاور کرنا ضروری ہے اور اس حوالہ سے اپنے دل کے جزبات کا اظہار ضروری ہے یہاں چند ایک ایسے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 30 اپریل 1976ء میں فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ اسلام کے دامن کو چھوڑ کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی بن کر عزت حاصل کرے گا تو یہ اس کی غلطی ہے اور یہ سمجھنا بھی اس کی غلطی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ غلطی ہے کہ اس کے بعد پھر وہ احمدیت کے ساتھ وابستہ بھی رہ سکتا ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ بعض احمدی کہلانے والے صوبائی اسمبلیوں میں اچھوتوں کی اور غیر مسلموں کی جوائیکشن ہوگی اس میں حصہ لینے کی خواہش رکھتے ہیں۔ میں نے کہا ان کی یہی خواہش بتاتی ہے کہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ خواہش بتاتی ہے کہ ان کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی پیار نہیں، یہ خواہش بتاتی ہے کہ اگر کبھی وہ اسلام کا نام اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے اور خود کو مسلمان کہتے تھے تو اب وہ خود ہی غیر مسلم بن گئے ہیں اور اعلان کر رہے ہیں کہ اُس پاک وجود سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس نے مہدی کی بشارت دی اور جس کے حکم پر ہم مہدی پر ایمان لائے۔ تو پھر ایسے شخص کا اسلام کو چھوڑنے کے بعد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنے کے بعد مہدی علیہ السلام یا اُس کی جماعت سے تعلق کیسے رہ گیا یا وہ مہدی کی جماعت کا فرد کیسے؟"

(خطبات ناصر جلد 6 صفحہ 415-416)

حضرت محمد مصطفیٰؐ سے دوری ہم اپنے لئے موت سمجھتے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اختتامی خطاب جلسہ سالانہ 12 دسمبر 1976ء میں فرماتے ہیں

"ایک احمدی ہی ہے جس کا ایک زندہ تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے محبوب مہدی علیہ السلام کے طفیل اپنے زندہ خدا سے ہے۔ یہ چیزیں اس زمانہ میں پھر مہدی نے ہمیں دیں۔ ہم اُس مہدیؑ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ جس نے زندہ خدا سے ہمیں متعارف کروایا۔ جس نے ہمیں اسلام کی وہ راہیں بتائیں جن کے نتیجہ میں خدا سے ہمارا زندہ تعلق پیدا ہو گیا اور خدا تعالیٰ کے پیار کے زندہ جلوے ہم نے اپنی زندگیوں میں دیکھے ہم

اس خدا کو نہیں چھوڑ سکتے ۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُوری ہم اپنے لیے موت سمجھتے ہیں اور مہدی علیہ السلام کی جماعت سے باہر نکلنے کا تصور ہی نہیں کر سکتے ۔ٹھیک ہے گردن پر چھری رکھ کر بعض لوگوں سے انکار بھی کروا دیا لیکن یہ بھی درست ہے کہ انکار کروانے والوں کی طرف سے ہمیں اطلاع بعد میں ملی اور وہ روتے ہوئے ہمارے پاس پہلے پہنچ گئے کہ مجبوری تھی اس لیے اعلان کر دیا۔ہم نے کہا ٹھیک ہے خدا تمہیں معاف کرے گا۔کوئی فکر نہ کرو لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (الزمر:54) کا اعلان ان حالات کے لیے بھی کیا گیا ہے۔

مَیں بتا یہ رہا ہوں کہ دنیا میں ایک فساد برپا ہے۔نوعِ انسانی کے لیے دعائیں کرنا جماعت احمدیہ کا کام ہے بلکہ اس کا یہ فرض ہے ۔حضرت مہدی علیہ السلام نے جماعت کی یہ ڈیوٹی لگائی ہے۔چنانچہ آپ نے فرمایا میں دُنیا کی فلاح و بہبود کے لیے اور اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کے لیے آیا ہوں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنا اور دوسرا بنی نوع انسان کے حقوق کو ادا کرنا ۔ظاہر ہے نوعِ انسانی میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو خدا تعالیٰ کے منکر اور اس کو گالیاں دینے والے اور اُس کے خلاف جنگ کرنے والے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے علی الاعلان کہا کہ وہ زمین سے خدا کے نام کو اور آسمانوں سے اُس کے وجود کو مٹا دیں گے خدا نے ہمیں کہا تم اُن کے لیے بھی دعائیں کرو۔اس لیے ہم ان کی ہدایت کے لیے بھی دعائیں کرتے ہیں کیونکہ وہ لوگ خدا کے حقیقی پیار سے محروم ہیں ۔دنیا کی یہ عارضی ترقیات تو کوئی معنی نہیں رکھتیں انسان نے پہلی دفعہ تو یہ ترقی نہیں کی، اصطلاحاً بڑے بڑے "فراعنہ" دُنیا میں پیدا ہوئے اور ان میں ایک وہ بھی تھا جس کا نام بھی فرعون تھا جس کی قوم بڑی شاندار اور مہذب کہلاتی تھی دُنیا میں اُس نے بڑا رعب قائم کیا مگر کہاں گئے وہ لوگ؟ اور کہاں گئیں سرمایہ دارانہ حکومتیں؟ ایک وقت میں سرمایہ دار دُنیا پر چھائے ہوئے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان کے اوپر سوائے سرمایہ داری کے اور کوئی چیز حکومت نہیں کر سکتی۔وہ پیچھے چلے گئے دوسرے نمبر پر کمیونزم آ گیا۔یہ بھی پیچھے چلا جائے گا۔صدیوں کی بات نہیں ۔دوست میری بات یاد رکھیں ۔یہ صدیوں کی بات نہیں درجنوں سالوں کی بات ہے کہ اشتراکی نظام بھی پیچھے چلا جائے گا اور پھر دوسری طاقتیں آگے آ جائیں گی اور ایک وقت میں وہ بھی پیچھے چلی جائیں گی ۔پھر خدا اور اس کا نام لینے والی جماعت،حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والی جماعت،قرآن کریم کے احکام کا سکہ دنیا میں قائم کرنے والی جماعت اور اسلام کا جھنڈا دُنیا کے گھر گھر میں گاڑنے والی جماعت آگے آئے گی اور پھر اس دنیا میں اُخروی جنت سے ملتی جلتی ایک جنت پیدا ہو گی اور ہر انسان کی خوشی کے سامان پیدا کئے جائیں گے اور تلخیاں دور کر دی جائیں گی اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کا انسان اپنی زندگی کی شاہراہ پر خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا اور خدا تعالیٰ کے قُرب اور اُس کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرتا چلا جائے گا اور اس طرح وہ اپنی زندگی کے آخر میں اپنی منزل، اپنے مقدر یعنی خاتمہ بالخیر تک پہنچ جائے گا۔یہ عمل نسلاً بعد نسلٍ رونما ہو گا اور پھر قیامت آ جائے گی۔" (خطابات ناصر جلد 2 صفحہ 10-12)

احمدیت کے اندر اسلام کا درد ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 18 اگست 1972ء میں فرماتے ہیں

"ہماری جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کے دل میں یہ تڑپ ہے کہ اسلام ساری دنیا پر غالب آ جائے۔ اسلام کے مقابلے میں تمام ادیانِ باطلہ مٹ جائیں۔ سارے اندھیرے جاتے رہیں۔ اسلام کا نور ساری دنیا میں پھیل جائے۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مگن ہیں کسی کو اسلام کی اشاعت کا فکر نہیں اور نہ اسلام کا درد ہے۔ یہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس کے دل میں اسلام کا درد ہے اس لئے ہمارا فکر اور ہمارا تدبر ہمارا پڑھنا اور ہمارا سننا، ہمارا سونا اور ہمارا جاگنا اسلام کی ترقی کے لئے وقف ہے۔ لیکن دشمن یہ سمجھتا ہے کہ وہ طاقتور ہے۔ دشمن یہ سمجھتا ہے کہ وہ طاقتور ہے ملک کے حاکموں کے مقابلے میں۔ دشمن یہ سمجھتا ہے کہ وہ طاقتور ہے پاکستان کے مقابلہ میں، اس لئے وہ اسے مٹانا چاہتا ہے۔ غرض اس وقت کئی خیالات ہیں جو لوگوں میں چکر لگا رہے ہیں۔"

(خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 347-348)

❁ پھر آپؒ خطبہ جمعہ 25 مارچ 1966ء میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس غرض کیلئے مبعوث فرمایا تھا وہ یہ تھی کہ تمام دنیا میں اسلام کو غالب کیا جائے اور تمام اقوامِ عالم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر دیا جائے سو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامور کر کے دنیا کی طرف مبعوث فرمایا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لئے بھیجا ہے کون ہے جس کے دل میں اسلام کا درد ہے؟ جس کے دل میں اسلام کا درد ہے وہ میری طرف آئے اور اس کام میں میرا ممد اور معاون ہو۔ تب ہم نے "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ" کا نعرہ لگاتے ہوئے آپ کی طرف دوڑنا شروع کیا اور آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور ہم نے عہد کیا کہ جس غرض اور مقصد کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ہیں۔ اس غرض اور مقصد کے حصول کے لئے آپ کے ساتھ مل کر ہم کوشش کرتے رہیں گے۔

(خطبات ناصر جلد نمبر 1 صفحہ 188)

غلبہ اسلام کیلئے جسموں کے قیمہ بنائے جانے کیلئے بھی تیار ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 8 فروری 1974ء میں فرماتے ہیں۔

"دعاؤں کے ساتھ دعاؤں میں مشغول رہ کر ان دُعاؤں کو بھی پڑھتے ہوئے اس طریق پر جو میں نے بتایا اور اپنی زبان میں بھی ہر شخص اپنے فہم اور اپنی قوت کے مطابق اپنے علم اور اپنی فراست کے مطابق خدا تعالیٰ کے حضور جھکے اور ایک چیز سامنے رکھے کہ غلبۂ اسلام کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے اگر ہمارے

جسموں کا قیمہ بنا دیا جاتا ہے تو ہم اُس کے لئے بھی تیار ہیں اور دُنیا کو ایک نہایت بھیانک ہلاکت سے بچانے کی خاطر ہم اپنے پر ہر قسم کا دُکھ اور ظلم سہنے کے لئے تیار ہیں۔" (خطبات ناصر جلد 5 صفحہ 424-425)

جماعت احمدیہ کے ذریعہ عظمت رسول کو قائم کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 15 مارچ 1968ء میں فرماتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں جبکہ ایک نہایت ہی اہم اور مقدس فریضہ ہمارے ذمہ لگایا گیا ہے اور وہ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہر انسانی دل میں پیدا کرنا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ وہ اسلام کو تمام دنیا پر غالب کرے گا انشاء اللہ۔ یہ اس کی تقدیر ہے جو ہمارے ذریعہ یا ایک اور ایسی احمدی قوم کے ذریعہ سے جو ہم سے زیادہ اپنے اللہ کی آواز پر لبیک کہنے والی ہو پورا کرے گا" (خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 78)

اللہ نے احمدیت کے ذریعہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کا فیصلہ کر رکھا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 4 مئی 1973ء میں فرماتے ہیں:۔

"خدا نے احمدیت کے ذریعہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ آسمانوں پر خدا کا یہ فیصلہ ہے اور زمین پر جاری ہو چکا ہے۔ جماعت احمدیہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیار ساری دنیا پر غالب آئے گا۔ خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے جس طرح ہم دیکھتے ہیں اسی طرح دنیا کے تمام ممالک اور اقوام بھی دیکھیں گی۔ خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے یہ تو ضرور پورا ہوگا البتہ جماعت احمدیہ کو قربانیاں دینی پڑیں گی۔ بعض افراد کو شاید جان کی قربانی دینی پڑے، بعض کو مال کی قربانی دینی پڑے یہ تو ضرور ہوگا لیکن جس مقصد کے لئے جماعت کو پیدا کیا گیا ہے اس مقصد میں انشاء اللہ ناکامی نہیں ہوگی۔" (خطبات ناصر جلد 5 صفحہ 138)

اسلام کی عزت بچانے کے لئے قرآن کی تلاوت کثرت سے کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 26 جون 1981ء میں فرماتے ہیں:۔

أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰن اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت اس مہینے میں کی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت تھی اور جیسا کہ میں نے بتایا حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان میں دور کیا کرتے تھے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے صرف یہی کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔"

اس واسطے میں کہتا ہوں جماعت کو کہ آپ کثرت سے قرآن کریم پڑھیں خصوصاً رمضان کے مہینے میں بہت

زیادہ زور تلاوت قرآن کریم کے اوپر ڈالیں۔ایک محدث یا فقیہ تھے (مجھے یاد نہیں رہا امام بخاریؒ تھے یا دوسرے) ان کے متعلق آتا ہے کہ رمضان کا جب مہینہ شروع ہوتا تھا تو ساری کتابیں بند کر کے رکھ دیتے تھے اور صرف قرآن کو پکڑ لیتے تھے، سارے رمضان میں سوائے قرآن کریم کے اور کچھ نہیں پڑھتے تھے۔

(خطبات ناصر جلد 9 صفحہ 166-167)

احباب جماعت میں بدعات آنے پر غیرت اسلامی کا اظہار

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 13 مارچ 1981ء میں احباب جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

یہ بدعات نہ گھسنے دیں اپنے اندر۔ورنہ میں مجبور ہوں گا کہ اپنے اندر سے آپ کو نکال دوں۔اگر آپ بدعات میں ملوث ہونا چاہتے ہیں تو جماعتِ احمدیہ کی حدود سے باہر نکل کے ہوں شامل، جماعت احمدیہ میں رہ کر نہیں۔آپ اس قسم کی بدعات میں آہستہ آہستہ خرابی ہو کے وہ حشر ہو گیا اسلام کا کہ آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔قرآن کریم نے وارننگ (Warning) دی تھی، انتباہ کیا تھا وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف:107) کہ ایسے لوگ بھی امت مسلمہ میں پیدا ہو جائیں گے کہ جو ایمان کا دعویٰ بھی کریں گے اور شرک کی حرکات والے اعمال بھی بجا لائیں گے۔قبروں پر سجدے ہو گئے، ادھر منہ کر کے نمازیں پڑھنی شروع کر دیں ناسمجھ لوگوں نے لیکن ان کے لئے کوئی عذر تھا۔کوئی ان کو ڈانٹنے والا، سمجھانے والا، کوئی پیار سے ان کو راہِ راست کی طرف لانے والا نہیں تھا۔یہ قصہ ختم ہو گیا ہے اب۔اب تو مہدی آ گئے۔اب تو مہدی کے نائبین کا، خلفاء کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور جب تک خدا چاہے اور ہماری دعا ہے کہ خدا قیامت تک یہی چاہے یہ سلسلہ جاری رہے اور امتِ مسلمہ نوع انسانی کی شکل میں خالص اسلام پر قائم رہتی ہوئی اس دنیا میں ایک جنت پیدا کرنے والی اور اس دنیا کی جنت کے پھل کھانے والی ہو۔آمین۔ (خطبات ناصر جلد 9 صفحہ 53)

خلاف اسلام حرکتیں کرنے والوں کے لئے دعا کرو

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 26 مارچ 1976ء میں فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ تم خدا کو نہ مانو تو اس کو یہ کہنا چاہئے کہ ہمارے ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نمائندہ اس زمانہ میں ہے اُس نے تو مجھے یہ سبق دیا ہے کہ قرآن کریم کے ایک حکم کی بھی بغاوت کرو گے تو تم خدا کے غضب کی جہنم خریدو گے مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اُسی سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تم یہ کہو ہم قرآن کریم کے کسی حکم کو نہیں مانتے ورنہ ہم تمہیں یہ دُکھ دیں گے اور وہ دُکھ دیں گے۔یہ تو گویا ایک صریح جبر ہے جو اس وقت ہمیں نظر آنے لگا ہے، لیکن نہ جبر کے مقابلے میں ہمیں جبر کی اجازت ہے اور نہ جبر کے مقابلے میں ہمیں بددعا کرنے کی اجازت ہے۔

ہمیں حکم ہے کہ اس قسم کی جب خلاف اسلام حرکتیں دیکھو اور قرآن کریم میں لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کے اس عظیم اعلان کے خلاف باتیں دیکھو تو تم ایسے لوگوں کے لئے دُعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ اُن کی ہدایت کے سامان پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی ھُدًی لِّلنَّاس اور بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی میں جن زبردست دلائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اُن کو سمجھنا اور اُن سے فائدہ اُٹھانے اور اپنے نفوس کو اُن کے ذریعہ منور کرنے اور نوعِ انسانی کے لئے نور اور برکت اور خیر کے سامان پیدا کرنے کی توفیق عطا کرے اور اُن سے پہلے ہمیں عطا کرے کیونکہ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُم (المائدۃ:106) سب سے زیادہ ہم محتاج ہیں کہ شیطان ہمارے نفسوں پر حملہ نہ کرے۔ شیطان ہمیں بے راہ نہ کردے۔ شیطان ہمیں اللہ سے دُور نہ لے جائے۔ شیطان ہمارے دلوں میں اس محبت کو قائم رکھنے میں روک نہ بنے جو محبت کہ ہمارے دلوں میں مہدی علیہ السلام نے پیدا کی ہے اور یہ محبت جو ہمارے دلوں میں خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن عظیم کے لئے پیدا کی گئی ہے، خدا کرے اس میں کبھی ذرّہ بھر کمی واقع نہ ہو بلکہ یہ محبت بڑھتی ہی چلی جائے۔ اور یہ نور اتنا پھیلے کہ ساری نوعِ انسانی کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور ساری دُنیا کو اپنے احاطہ میں لے لے اور سب لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں۔ اسلام کے نام پر جو جبر کا دھبہ لگا ہے وہ یکسر اور ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے اور آئندہ قیامت تک کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو اور نہ ہی وہ اسلام پر یہ الزام لگا سکے کہ اسلام جبر کی کسی رنگ میں بھی اجازت دیتا ہے۔" (خطبات ناصر جلد6 صفحہ 364-365)

اللہ کے خلاف باغیانہ خیالات رکھنے والے اللہ کے مطیع بندے بن جائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے یکم اپریل 1966ء کے خطبہ جمعہ میں اپنے ربّ کے حضور ایک دعا کی ہے جو اپنی ذات میں آپ کی دینی غیرت کا اظہار کر رہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اے خدا! تو ہم پر ایسا فضل کر کہ آسمان سے فرشتوں کی افواج نازل ہوں اور بنی نوع انسان کے دلوں پر ان کا تصرف ہوجائے حتیٰ کہ وہ ان دلوں کو تبدیل کردے تا تیرا جلال اور کبریائی، تیری عظمت اور تیری توحید دلوں میں پیدا ہوجائے اور وہ جو آج تیرے خلاف باغیانہ خیالات رکھتے ہیں وہ تیرے مطیع بندے بن جائیں اور اے خدا! جیسا کہ تیرا وعدہ ہے غلبہ اسلام کے دن ہمیں جلد دکھا، تا ہم تمام اکناف عالم میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدا سننے لگیں اور تمام بنی نوع انسان اپنے مُحسنِ حقیقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے لگیں۔ خدا کرے کہ اس کے سامان جلد پیدا ہوجائیں۔" (خطبات ناصر جلد1 صفحہ 201-202)

باب پنجم

ناموس رسالتؐ پر حملوں کا دفاع

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

کی کاوشیں

حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے فرمایا:

"وہ مخلصین جن تک میری آواز پہنچتی ہے قرآنی تعلیم کے پیش نظر ایسی جگہوں سے جہاں خدا تعالیٰ کے احکامات کی بے حرمتی ہو رہی ہو اُٹھ کر آجایا کریں"

(الفضل 29 جنوری 2003ء)

ناموس رسالت کا قانون اور اس کی شرعی حیثیت

پاکستان میں توہین رسالت پر قانون سازی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 18 جولائی 1986ء کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔جس میں قرآن کریم کے حوالہ سے اسلامی تعلیم بیان فرما کر جماعت احمدیہ کی طرف سے جہاں ردعمل ظاہر فرمایا۔وہاں احباب جماعت کو اس حوالہ سے اسلامی تعلیم سے آگاہ بھی کیا۔آپؒ فرماتے ہیں:۔

" آج کل پاکستان میں اسی قسم کا ایک نیک دعویٰ کیا جا رہا ہے۔عشق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین نام پر اور اس دعویٰ کے نتیجہ میں ایک قانون بھی اس ملک میں پاس کیا گیا ہے جو ناموس رسولؐ کی حفاظت کا قانون ہے۔ بیان یہ کیا گیا ہے کہ ہمیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا عشق ہے کہ آپؐ کی کسی قسم کی بھی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔اس لئے جو بھی ایسی گستاخی کا مرتکب قرار پائے اسے موت کی سزا دی جائے یا کم سے کم عمر قید کی سزا دی جائے۔

اس دعویٰ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن اور سنت کی روشنی میں یہ فیصلہ جو بھی اختیار کیا گیا ہے اس کی کیا حیثیت ہے۔اس پہلو سے جب میں نے قرآن کریم پر غور کیا تو سب سے پہلے تو میری توجہ اس آیت کی طرف مبذول ہوئی جس کی میں نے آج کی آیات میں سے پہلے تلاوت کی تھی۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الانعام:109)

کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لانے والے ہو! اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو! جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہ دو اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے ردعمل میں مشتعل ہو کر وہ تمہارے سچے خدا کو بھی گالیاں دینے لگیں گے۔اس طرح اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ان کے اعمال حسین کر کے دکھاتا ہے جبکہ واقعۃً وہ حسین نہیں ہوتے اور حقیقت میں تمہارے اعمال کا فیصلہ تو اسی وقت ہوگا جب تم خدا کے حضور لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں مطلع فرمائے گا کہ تمہارے اعمال کی حیثیت کیا تھی۔گویا یہ فیصلہ کہ نیتیں صاف تھیں یا نہیں، دعوے سچے تھے یا جھوٹے تھے اور ان کے نتیجہ میں حسین اعمال پیدا ہوئے یا بد اعمال نے جنم لیا، اس فیصلہ کا دن قیامت کا دن مقرر فرمایا گیا اور اس فیصلہ کا اختیار اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔لیکن جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے وہ بالکل واضح ہے اور حیرت انگیز تعلیم ہے کہ سب سے پہلے اللہ کی عزت اور احترام کے قیام کے لئے یہ تعلیم دی گئی کہ ان جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہ دو جن کا یا تو وجود کوئی نہیں یا وہ خواہ مخواہ خدا کی خدائی پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں اور قابل نفرت وجود ہیں۔دونوں صورتوں میں خواہ وہ فرضی خدا ہوں یا

دنیا کے کیڑے مکوڑے جنہیں خدا بنا دیا گیا ہو۔دونوں صورتوں میں اگر گالیاں کھانے کا حق ہے تو ان کا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو بھی گالیاں نہیں دینی اور یہ گالیاں نہ دینے کی وجہ اللہ کی محبت بیان فرمائی ۔کیسا گہرا فلسفہ ہے،کیسی گہری حکمت ہے جو محبت کے پس منظر میں کارفرما ہے اور محبت کی سچائی کا مظہر بن جاتی ہے ۔اگر کسی کو اللہ سے محبت ہے تو اس کی محبت کی خاطر غیر اللہ کو بھی گالیاں نہ دے کیونکہ اگر غیر اللہ کو گالیاں دے گا تو اشتعال پیدا ہوگا اور غیر اللہ اس کے بدلے میں اس کے پیارے،اس کے محبوب آقا کو گالیاں دینے لگے گا۔کیسی عجیب تعلیم ہے کہ اللہ کی ناموس کی حفاظت غیروں کی ناموس کی حفاظت کے ذریعہ کرائی جارہی ہے ۔اس سے زیادہ شاندار،اس سے زیادہ عالمگیر امن کی متحمل تعلیم کا تصور ہی ممکن نہیں اور جس چیز کو اوّلیت ہے اسے اوّلیت دی جارہی ہے ۔رسول کی عزت تو خدا سے مشتق ہے ۔رسول کا وجود تو خدا کی محبت کے نتیجہ میں متشکل ہوتا ہے ۔اگر خدا کی محبت نہ ہو اور خدا کی عزت اور خدا کا احترام نہ ہو تو رسالت کا کوئی وجود نہیں ہے ۔پس قرآن کریم نے جہاں ناموس کا ذکر فرمایا اور اس کی خاطر دل آزاری سے روکا وہاں اللہ کی ذات کو پکڑا جو ہر چیز کی بنیاد ہے، جو ہر روح کا سرچشمہ ہے اور ہر سچائی اس سے پھوٹتی ہے،سب عزتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں اور اس کے سوا کوئی بھی حقیقت نہیں ۔

ناموس رسول سے زیادہ اللہ کی ناموس ہے جس کا اس قانون میں کوئی ذکر نہیں

پس یہ قانون مجھے عجیب لگا کہ ناموس رسولؐ کی باتیں تو ہورہی ہیں مگر وہ رسولؐ جس کا سارا وجود اللہ کی ناموس کے قیام کی خاطر تھا جس کی ساری محبتیں اللہ کی خاطر تھیں اس رسولؐ کے محبوب کا کوئی ذکر ہی نہیں ۔اس آقا و مولیٰ واحد خدا کی عزت و احترام کے لئے کوئی قانون نہیں اور پھر اس آیت سے یہ حکمت بھی نہ سیکھی کہ اگر قرآنی تعلیم کی روشنی میں اور قرآنی اصول کی روشنی میں تم حقیقتاً حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہوئے آپؐ کے احترام کا قیام چاہتے ہو تو اس طرح بات شروع کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر جتنے بھی غیر مذاہب کے انبیاء موجود ہیں، مقابل پر ان معنوں میں کہ آج کل کی دنیا میں مقابل پر ہیں ورنہ حقیقت میں تو کوئی بھی نبی دوسرے نبی کے مقابل پر نہیں ہوا کرتا ۔مگر آج کے زمانہ میں دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں، سچے مذاہب تو الگ رہے جن کو تم یقیناً جھوٹا سمجھتے ہو ان کے سربراہوں کی بھی عزت کی تعلیم دو،ان کی ناموس کے متعلق قانون پاس کرو،اس بناء پر کہ تمہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہے اور تم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کہیں کوئی شخص کسی مذہب کے راہنما کا دل دکھائے اور اس کے نتیجہ میں وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے پر آمادہ ہوجائے ۔یہ ہے قرآنی تعلیم ،یہ ہے اس کا عالمگیر حسن ۔اس کی کوئی مثال دنیا میں کہیں نظر نہیں آسکتی۔

کسی مذہبی رہنما کو بے عزت کرنے کا قانون پہلے پاس ہونا چاہیے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ اگر سچا ہے تو قرآنی اصول کے مطابق پہلے یہ قانون پاس ہونا چاہئے کہ اس ملک میں ہم کسی مذہب کے رہنما کو بے عزت کرنے کی اجازت نہیں دیں گے اور وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم اس رہنما

کو سچا سمجھتے ہیں، خواہ وہ سچا ہو خواہ وہ جھوٹا ہو، جھوٹے خداؤں سے بدتر وہ بہر حال نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ اسے ایک جھوٹا خدا کہہ سکتے ہو۔ قرآنی تعلیم کے مطابق ہم ہرگز اس ملک میں اجازت نہیں دیں گے کہ کسی مذہب کے راہنما، کسی مذہب کے سردار، کسی مذہب کے بانی کی کسی رنگ میں بھی بے عزتی کی جائے کیونکہ اس کے نتیجہ میں یہ خدشہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جذبات مشتعل ہو جائیں اور کوئی گستاخی کا کلمہ منہ سے نکل جائے۔ اگر فطرتاً دیکھیں تب بھی یہی قانون ہے جو دراصل کام کرسکتا ہے اور محبت کے تقاضوں کو اگر کسی طرح کوئی قانون پورا کرسکتا ہے تو یہی قانون ہے جو پورا کرسکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس سے پیار ہو، جس سے محبت ہو، انسان یہ تو نہیں چاہتا صرف کہ وہ اس کے خلاف منہ سے کچھ نہ بولے اور دل میں اس کو گالیاں دیتا رہے۔ دل کی گالیوں کو کیا کریں گے۔ جب تک ان موجبات اور محرکات کو دور نہ کریں جو دل میں اشتعال پیدا کرتے ہیں اور دلوں میں گالیاں بناتے ہیں۔ تو جس سے سچا عشق ہو اس کی خاطر انسان ہر وہ کام کرتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں اس محبوب کی دشمنی کم ہو جائے۔ شریفانہ تہذیب کی حدود کے اندر آ جائے۔ جس کے بعد مخالفت گالی گلوچ پر منتج نہیں ہوا کرتی۔ ایسی حیرت انگیز تعلیم ہے کہ اگر آج اسے دنیا اپنا لے تو مذہبی لحاظ سے ساری دنیا میں امن کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

جماعت کی طرف سے پیشوایانِ مذاہب کے جلسوں کا انعقاد

یہی وجہ ہے کہ قادیان میں جماعت احمدیہ کی طرف سے پیشوایان مذاہب کے جلسوں کا انعقاد کیا گیا۔ اس زمانہ میں ہندو اکثریت کے علاقوں میں جہاں صرف یہی نہیں کہ ہندو اکثریت میں تھے بلکہ عیسائی راج ہونے کی وجہ سے عیسائیوں کی بھی زبانیں کھلی ہوئی تھیں، سکھ بھی بعض علاقوں میں بڑے متشدد تھے اور وہ ان محدود علاقوں میں مسلمانوں پر غالب اکثریت بھی رکھتے تھے۔ بعض علاقوں میں بدھ غالب تھے، بعض علاقوں میں اور دیگر مذاہب کے لوگ غالب تھے۔ جس طرح چاہتے وہ اسلام کی ہتک کرتے اور رسولؐ اسلام کے خلاف گستاخی سے پیش آتے تھے اور کتاب اللہ کی بے عزتی سے بھی نہیں چوکتے تھے اور اسلام کے خدا کا بھی تمسخر اڑاتے تھے۔

جماعتی کاوشوں سے ہندوستان میں بانیان مذاہب کی عزت کا دن منایا جانے لگا

جماعت احمدیہ کو چونکہ اللہ اور رسول اور کتاب اور ملائکہ اور ان سب مقدس باتوں سے حقیقی پیار تھا جو ہمارے ایمان کا جزو ہیں اس لئے وہی ترکیب سوجھی جماعت احمدیہ کے خلیفہ کو جو قرآن نے سکھائی تھی، وہی اصول تھا جو قرآن سے لیا اور اس کی روشنی میں ایک لائحہ عمل طے کیا گیا اور تمام ہندوستان میں بانیان مذاہب کی عزت کا دن منایا جانے لگا۔ مسلمان دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی تعریف کرتے تھے اور دوسرے مذاہب کے بزرگ مسلمان بزرگوں کی تعریف کرتے تھے اور ایسا لطف آتا تھا کبھی عیسائی کے منہ سے کبھی ہندو کے منہ سے، کبھی سکھ کے منہ سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیرت کا کلام سن کر روح وجد میں آجاتی تھی اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ آپ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے گن گاتے ہیں، ہم حضرت کرشن کے حسن اخلاق پر روشنی ڈالیں گے یا حضرت بابا گرو نانک کی اعلیٰ سیرت بیان کریں گے تو پھر وہ لوگ محنت کرتے تھے ہاتو جہ سے، غور سے سیرت کا مطالعہ بھی کرتے تھا اور اس زمانہ میں ان جلسوں کی جو روئیداد موجود ہے، پڑھ کر دل درود بھیجتا ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ کیسی عظیم کتاب آپ کو اللہ نے عطا فرمائی، اس کتاب کی روشنی ہی میں یہ ساری روشنی جماعت احمدیہ کو دنیا میں پھیلانے کی توفیق مل رہی ہے۔ نہایت ہی پیارا ماحول تھا امن اور آشتی کا اور محبت کا۔ ہماری نظر تو اس بات پر رہتی تھی کہ کب کوئی غیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرے۔

یہ دن بھی آج دیکھنے پڑے ہیں کہ جو محبت کرنے والے ہیں ان کے منہ سے بھی تعریف لوگوں کو تکلیف دینے لگی ہے۔ عجیب عشق ہے یہ کہ عشق کے سارے پیمانے الٹ دیئے گئے ہیں، عشق کے سارے اسلوب بدل دیئے گئے ہیں۔ اب تو عشق کے تقاضے ان لوگوں کے یہ رہ گئے ہیں کہ جس سے ہمیں محبت ہے اس کا تم محبت سے نام لو گے تو ہمیں اتنا طیش آئے گا کہ ہم تمہیں رسوا کریں گے، ہم تمہیں گلیوں میں گھسیٹیں گے، ہم تمہیں قید کریں گے، اگر بس چلے گا تو ہم تمہیں خنجر ماریں گے اور جب تک تمہیں ذلیل اور رسوا اور نیست و نابود نہ کرلیں ہمارے دل کو ٹھنڈ نہیں پڑے گی کہ تم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اظہار کیا ہے.....

قرآن میں انبیاء کی گستاخی کی سزا کا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں

...جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک یا گستاخی کا تعلق ہے اس ضمن میں بھی قرآن کریم میں آیات موجود ہیں اور کثرت سے آیات موجود ہیں۔ صرف آپؐ ہی کی گستاخی کا ذکر نہیں آپؐ سے قبل گزشتہ انبیاء کو دکھ دینے کا اور ان کی گستاخیوں کا بھی ذکر ہے۔ مگر یہ عجیب بات ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے کہ کسی ایک جگہ بھی انسان کو یہ اختیار نہیں دیا کہ ان گستاخیوں کی سزا اس دنیا میں ان گستاخوں کو دے۔ گستاخیوں کا ذکر ہے، دل دکھانے کا ذکر ہے، شدید اذیت پہنچانے کا ذکر ہے لیکن ایک مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ اختیار نہیں دیا کہ میرے محبوب بندوں کی گستاخی کے نتیجہ میں تم ان کو سزا دو۔ صبر کی تعلیم دی ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ میں ان کی گستاخی کی سزا دوں گا۔ اگر یہ بات تمہیں تسلی نہیں دیتی کہ قیامت کے دن دوں گا تو میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس دنیا میں بھی ان کو ذلیل کروں گا اور آخرت میں بھی ذلیل کروں گا لیکن یہ فیصلہ میں اپنے ہاتھ میں رکھوں گا، اس پر عمل درآمد میں اپنے ہاتھ میں رکھوں گا، تمہیں کوئی اختیار نہیں تو جب قرآن اختیار نہیں دیتا تو پھر غیر اللہ کو اختیار کیسے حاصل ہو گیا کہ جو قرآن نے اختیار نہیں دیا وہ اپنے ہاتھ میں لے لیں؟ ......

کسی کو خود سزا ہاتھ میں لینے کا اختیار نہیں

......یہ تعلیم ہے اور اس سارے عرصہ میں کہیں بھی بندوں کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ ایسے موقع پر تم فرمانروائی کے اختیار اپنے ہاتھ میں لے لو اور خود میری طرف سے ایسے لوگوں کو سزائیں دینی شروع کرو۔

پھر فرمایا:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ:61-63)

فرماتا ہے وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ اس آیت میں ان اعتراض کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والوں کو جو آپؐ کے دور میں زندہ موجود تھے جن کا صحابہؓ کو علم تھا، ان کی نشاندہی مزید فرمادی۔ گویا کہ اب یہ ابہام نہیں رہا کہ وہ کون لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی سے پیش آتے ہیں اور اس کے باوجود ان کے لئے کوئی دنیا کی سزا ایسی تجویز نہ فرمائی جس کا جاری کرنا انسان کے اختیار میں ہو۔ بلکہ دوبارہ اس عہد کو دہرایا کہ میں ضامن ہوں ان کا اور میں ان کے لئے غیرت رکھتا ہوں، میں ان کے لئے سزا تجویز کروں گا اور میں ہی اس سزا پر عمل کرواؤں گا۔

فرمایا ایسے لوگ بھی تھے بدبخت جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عام پروپیگنڈا کرتے تھے۔ هُوَ اُذُنٌ کہ یہ تو ہر وقت لوگوں کی باتیں سنتا رہتا ہے اور کان کا کچا ہے۔ عربی میں محاورہ ہے اُذُنٌ جس کا مطلب ہے کان ہے، مجسم کان ہے اردو میں ہم کہتے ہیں کان کا کچا ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منافقین یہ کہتے تھے کہ ایسا کان کا کچا ہے نعوذ باللّٰہ من ذالك کہ جو چغلی کھائے اس کی بات سن کر دوسرے پر ناراض ہو جاتا ہے۔ ہمارا قصور ہو یا نہ ہو ہمارے خلاف یک طرفہ باتیں سن کر بعض فیصلے صادر فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں کان تو ہے لیکن اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ تمہارے لئے بدی کا کان نہیں بھلائی کا کان ہے۔ جب اچھی باتیں سنتا ہے تو بڑی محبت سے جھک کر سنتا ہے اور بہت پیار سے ان کو قبول فرماتا ہے لیکن جب بدی کی باتیں سنتا ہے تو اس کان میں یہ فطرت ہی نہیں ہے کہ ان کو قبول کر لے۔ صرف اُذُنُ خَیر ہے اُذُن بد نہیں ہے......

آنحضورؐ پر صدقات کھانے اور اپنوں کو دینے کا الزام

......پھر فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ (التوبہ:59)

ایک اور گروہ کا ذکر فرمایا کوئی طریق ایسا نہیں تھا جو دکھ دینے کا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف استعمال نہ کیا گیا ہو۔ ایک الزام آپؐ پر یہ لگاتے تھے کہ یہ نعوذ باللّٰہ من ذٰلك صدقات کھا جاتا ہے یا اپنوں کو دے دیتا ہے اور جن سے تعلق نہ ہو ان کو نہیں دیتا، انصاف سے تقسیم نہیں کرتا۔ حیرت انگیز بات ہے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم تو نبوت کے دعویٰ سے پہلے بھی عرب میں امین کہلاتے تھے، گندے سے گندا دشمن بھی انگلی نہیں رکھ سکتا کہ ایک موہوم سا واقعہ بھی ایسا گزرا ہو جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت پر الزام لگایا جا سکے اور یہ بد بخت دعویٰ نبوت کے بعد جبکہ امین کو اپنی امانت میں اور زیادہ محتاط ہونا پڑتا ہے پھر یہ الزام لگانے سے نہیں چوکتے تھے کہ نعوذ باللہ من ذلك اموال کی تقسیم میں امین نہیں ہیں، خیانت کرنے والے ہیں۔ فرمایا ان کا تو یہ حال ہے، یہ کمینے لوگ ہیں، جب ان کو کچھ مل جاتا ہے تو راضی ہو جاتے ہیں اور جب نہیں ملتا تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ان سے کیا معاملہ کرنا ہے اس دنیا میں اور یہ کہہ کر اس مضمون کو چھوڑ دیا گیا۔

ویسے نہ بن جاؤ جیسے موسیٰ کی قوم تھی

......پھر کچھ اور قسم کے بھی الزام لگاتے تھے جن کا بڑی لطافت سے ذکر فرمایا گیا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کے متعلق وہ الزام دُہرائے نہیں گئے لیکن ایک ماضی کے شیشہ میں ان کی Reflection دکھائی گئی ہے۔یہ بھی قرآن کی فصاحت و بلاغت کا ایک کمال ہے فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًاo(الاحزاب:70)

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی ہرگز ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے موسیٰؑ کو تکلیفیں دی تھیں۔فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ان تمام الزامات سے بری فرما دیا جو اس پر لگائے جاتے تھے۔وَ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا اور اللہ کے نزدیک وہ بہت صاحب مرتبت انسان تھا۔حضرت موسیٰؑ پر جو الزام لگائے گئے ان کی تفصیل بائیبل میں ملتی ہے اور وہ کئی قسم کے گندے الزام تھے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان الزامات کو دُہرانے کی بجائے ایک ماضی کے شیشہ میں ان الزامات کی تصویر اتار دی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس زمانہ میں لگائے جا رہے تھے اور مومنوں کو نصیحت فرمائی کہ ویسے نہ بن جانا جیسے موسیٰ کی قوم تھی۔

اب ان سب جگہوں میں عجیب بات ہے، صاحب ایمان لوگ مخاطب ہیں اور مسلمان سوسائٹی کا ذکر ہو رہا ہے اور عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سے باز رہو۔جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان سوسائٹی کے اندر ایسے منافق لوگ موجود تھے جن کے متعلق مسلمان سوسائٹی کو علم تھا کہ یہ بدخلق لوگ ہیں، بدتمیز لوگ ہیں اور ان کے ایمان کھوکھلے ہیں اور اس قدر بے حیا ہیں کہ دنیا کے سب سے زیادہ مقدس وجود پر الزام تراشی سے بھی باز نہیں آتے۔ان سب باتوں کا ذکر ہے لیکن ایک جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ ان کا قتل و غارت شروع کر دو، ان کو تباہ کر دو، ان کے گھر لوٹ لو، ان کے اموال چھین لو، ان کو زندہ رہنے کا حق نہ دو کیونکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تو کائنات بنائی گئی ان لوگوں کا کیا حق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کریں اور آپؐ کو کسی قسم کا دکھ پہنچائیں۔

ایک منافق کا آنحضورؐ پر سب سے سنگین الزام

ان سب کے علاوہ ایک عجیب ذکر قرآن کریم میں یہ بھی ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غزوہ سے لوٹتے ہوئے ایک بدبخت انسان نے دنیا کا سب سے ذلیل انسان کہا۔ اتنا شدید لفظ ہے کہ اس سے زیادہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے عزتی اور گستاخی کا کوئی تصور ممکن ہی نہیں۔ قرآن کریم اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔(المنافقون:9) یعنی وہ یہ کہتے ہیں لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹیں لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ تو مدینہ سے سب سے زیادہ معزز انسان سب سے زیادہ ذلیل انسان کو نکال دے گا اور یہ بھی قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے کہ یہاں نام نہیں لیا بلکہ اس الزام کو بغیر واضح کئے اسی طرح پیش فرمادیا۔ اس میں حکمت کیا تھی۔

اس حکمت کے متعلق واقعہ بھی آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں فرمایا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ غزوہ بنی مصطلق کے بعد مدینہ واپس آتے ہوئے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا ہوا تھا وہاں حضرت عمرؓ کے ایک غلام کی انصار کے حلیف قبیلہ کے ایک شخص سے تُوتُو مَیں مَیں ہوگئی۔ پانی پر عربوں کے جھگڑے چل پڑا کرتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر۔ وہ چونکہ انصار کے حلیف قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے عرب دستور کے مطابق دہائی دی کہ اے انصار میں دہائی دیتا ہوں کہ تمہارے حلیف قبیلے کی بے عزتی ایک ایسے شخص نے کی ہے جو ہمارا حلیف نہیں ہے یعنی مکہ کا رہنے والا ہے۔ وہ تو مسلمان نہیں تھا۔ اس نے تو پرانے عرب طریق کے مطابق اس غیرت کو اکسایا جو عربوں میں معروف تھی اور جس کے نتیجہ میں بڑی تیزی کے ساتھ عرب قبائل مشتعل ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہی نتیجہ نکلا۔ انصار بڑی تیزی سے اس آواز کو سن کر دوڑتے ہوئے اس پانی پلانے کی جگہ پر اکٹھے ہوگئے اور جب مہاجرین کو پتہ چلا کہ اس طرح انصار اپنے حلیف قبیلہ کی مدد کے لئے پہنچے ہیں تو بطور مسلمان کے نہیں بطور مہاجرین کے وہ حضرت عمرؓ کے غلام کے گرد اکٹھے ہونا شروع ہو گئے اور قریب تھا کہ شدید کشت و خون ہو جائے۔ اس وقت بعض صاحب فہم، صاحب ادراک اعلیٰ درجہ کے مومنین نے ہوش سے کام لیتے ہوئے لوگوں کو سمجھایا کہ تم جاہلیت کی باتوں کی طرف لوٹ رہے ہو۔ اسلام اس قسم کی تعلیم نہیں دیتا۔ چنانچہ انصار اور مہاجرین کی یہ لڑائی جس کا شدید احتمال تھا اس طرح ٹل گئی۔

لیکن اس واقعہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر بھی بہت اثر پڑا اور منافقین نے بھی اس سے استفادہ کی کوشش کی۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی بن سلول جو منافقوں کا سردار تھا وہ بھی اس غزوہ میں اپنے ایک ٹولے کے ساتھ شامل تھا۔ اس کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا اور اس نے یہ باتیں شروع کر دیں کہ دیکھو یہ نتیجہ نکلا ہے غیروں

کو پناہ دینے کا۔ ہمارے پرانے دوستوں سے ہمیں الگ کر دیا اور پھر باہر سے آ کر ہمارے دوستوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے، گویا ہمیں ذلیل کیا جا رہا ہے۔ عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بات عبد اللہ نے کہی لیکن قرآن کریم یہاں جمع کا صیغہ استعمال فرما رہا ہے اور یہ بات بھلا دی جاتی ہے۔ فرمایا یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ نہیں فرمایا یَقُول بلکہ فرمایا وہ لوگ کہہ رہے ہیں یعنی ایک سے زیادہ آدمی یہ کہنے لگ گئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک پورا جتھا تھا۔ ابتداءً تو عبد اللہ ہی نے یہ بات کہی مگر اس بات میں اتنی طاقت پیدا ہو گئی تھی نعوذ باللّٰہ من ذلك کہ وہ بات عام لوگوں میں کہی جانے لگی تھی۔ منافقین کا ایک گروہ تھا جو اس بات کو لے اڑے اور یہ کہنے لگ گئے اور کھلم کھلا گستاخی کا کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استعمال کرنے لگے کہ جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو جو ہم میں سے سب سے معزز ہے وہ نعوذ باللّٰہ من ذلك آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے، ہم میں سے جو سب سے ذلیل ہے اس کو مدینہ سے نکال دے گا۔

عبد اللہ بن ابی بن سلول کے رویہ پر بیٹے کا اخلاص

یہ بات سن کر صحابہؓ میں شدید ردّ عمل پیدا ہوا اور بعض صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی پیشکش کی کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اسے قتل کر دیں۔ یہ تو خیر ایک لمبا واقعہ ہے اس کا دلچسپ حصہ یہ ہے کہ عبد اللہ کا بیٹا اپنے باپ کی طرح منافق نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت رکھتا تھا اور اخلاص رکھتا تھا۔ اس نے جب یہ باتیں سنیں کہ اتنا بڑا جرم میرے باپ سے سرزد ہوا ہے، ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قتل کا حکم دے دیں تو وہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے باپ سے ایک ایسی بڑی بدبختی ہوئی ہے کہ اس کے نتیجہ میں بعید نہیں ہے کہ آپؐ اس کے قتل کا حکم صادر فرما دیں۔ یہ درست ہوگا، اس فیصلہ پر مجھے کوئی اعتراض نہیں، میری صرف یہ خواہش ہے کہ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے باپ کا سر اتار کر آپؐ کے قدموں میں لا کے رکھ دوں۔ ایسی غیرت، ایسی جوش میں آئی تھی اس کے ایمان کی، کہ ایسا عظیم اس نے اخلاص کا نمونہ دکھلایا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں بھی صبر کی تلقین فرمائی، اس کے جرم سے اعراض فرمایا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ کہیں کہ محمدؐ ایسا نبی تھا کہ اپنے ساتھیوں کو قتل کروا تا رہتا تھا۔ عجیب ہے کہ جس کے متعلق خدا بھی گواہی دیتا ہے کہ وہ منافق ہے اور ذلیل ترین انسان ہے۔ جس کے منافقوں کا سردار ہونے کے بارے میں بھی کوئی شک نہیں ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ متنبہ فرماتا ہے کہ اگر تو اس کے بارہ میں ستر دفعہ بھی استغفار کرے گا تب بھی میں نہیں سنوں گا۔ ایسے شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اتنا نرم اور اتنا گداز ہے کہ شدید ترین گستاخی کا مرتکب ہونے کے باوجود، طلب کے ہوتے ہوئے بھی کہ اس کا سر اڑا دینا چاہئے پھر بھی آپؐ انکار فرماتے ہیں اس کا اور شفقت اور رحمت کی انتہاء دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگ یہ نہ کہیں

اپنے ساتھیوں کو مرواتا ہے۔وہ اس لائق نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی کہلائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی جو صفات قرآن میں بیان فرمائی گئی ہیں ان میں سے تو کوئی ایک صفت بھی اس شخص میں پائی نہیں جاتی تھی۔یہ صرف رحمت اور شفقت کا ایک انتہائی اظہار تھا۔فرمایا کہ کہیں یہ نہ کہیں لوگ کہ اپنے ساتھیوں کو مروادیا کرتا تھا۔

اگر قرآن کا کوئی حکم ہوتا، اگر خدا کا کوئی واضح حکم ہوتا کہ نبی کی گستاخی پر اس کی قوم پر لازم ہے کہ وہ اسے قتل کرے تو کیا اس حکم کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اطلاع نہیں ہوئی تھی اور آج چودہ سو سال کے بعد پاکستان کے ملاؤں کو یہ اطلاع ملی ہے۔یعنی شارع نے تو محمدؐ کو اطلاع دے دی آپؐ کو اس کا علم بخشا، آپؐ کو اس کی حکمت عطا فرمائی لیکن آپؐ تو اس بات کو سمجھ نہیں سکے نعوذ باللّٰہ من ذالک اور آج چودہ سو سال کے بعد آج کے ملاں یہ سمجھ گئے کہ نہیں، اصل شریعت یہی ہے اور یہی شریعت کا حکم ہے۔یہ ہے گستاخی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی، اگر گستاخی کی سزا ہے تو ان گستاخوں کو ملنی چاہئے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے قدم رکھا ہے۔آپؐ سے آگے تو کوئی قدم نہیں رکھ سکتا لیکن آپؐ سے آگے قدم رکھنے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعویٰ ہی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید گستاخی ہے۔پس سب سے پہلے تو ان گستاخوں کو سزا ملنی چاہئے جنہوں نے شریعت کے کاروبار اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور اپنے آپ کو خدائی کا مقام بھی دے دیا کہ جس طرح چاہیں ہم شریعت میں تبدیلی پیدا کریں۔

گستاخیوں کی سزا دینے سے دنیا سے امن اٹھ جائے

حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء تھے ان کے گستاخوں کا تعلق ہے قرآن کریم میں ہر جگہ جہاں جہاں بھی ذکر ملا ہے وہاں خدا کی طرف سے ان کو سزا دینے کے عہد کی تکرار کی گئی ہے اور کسی جگہ بھی بندوں کو اس بات پر مامور نہیں فرمایا گیا کہ اس سزا کے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لو۔کیا وجہ ہے جبکہ دوسرے ادنیٰ جرائم کے نتیجہ میں حدود قائم کر دی گئیں، کھلی کھلی تعلیم دے دی گئی۔چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، زنا کی سزا سو کوڑے لگانا ہے غرضیکہ اور اس قسم کی حدود قائم فرما دی گئیں ہیں۔اتنے بڑے جرم کے متعلق کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی۔اس کے پیچھے حکمت ہے، حکمت یہ ہے کہ اس قسم کی سزا کا اختیار دینا اصلاح کی بجائے فساد کو بڑھانے کا موجب بن جاتا۔جرائم میں ایک بات واقعہ ہوتی ہے اور گستاخی کا جو فعل کسی کی طرف منسوب ہوتا ہے اس میں عملاً کچھ واقعہ نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص کو یہ اختیار رہے کہ بجائے کسی واقعہ کا ثبوت پیش کئے کسی کی طرف کوئی گستاخی منسوب کر دے۔دنیا سے امن اٹھ جائے اگر اس قسم کی گستاخیوں کی کوئی بھی سزا مقرر کی جائے۔جتنی سوسائٹی گندی ہو اتنا ہی زیادہ بدامنی کا موجب ہو جائے گی یہ سزا۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے۔ان کی کمزوریوں پر بھی اس کی نظر ہے۔وہ جانتا ہے کہ خواہ میری یا میرے نبی کی ناموس کی خاطر ان کو اجازت دی جائے نگران کے دل اس

اجازت سے استفادہ کرنے کے اہل نہیں ہیں، اگر آج ہیں تو کل نہیں رہیں گے اور ہو سکتا ہے کہ میری ناموس کے نام پر بالکل برعکس نتائج بھی نکالے جائیں یا میرے رسولؐ کی ناموس کی حفاظت کی خاطر گستاخان رسول ، ناموس رسول کی حفاظت کرنے والوں کو سزائیں دینے لگیں۔ یہی وہ خطرہ تھا جو آج حقیقت بن چکا ہے پاکستان میں اور دن بدن اس کی بھیانک صورت مزید ظاہر ہوتی چلی جائے گی۔

گستاخ رسول کی سزا دراصل احمدیوں کے خلاف ایک سازش ہے

جہاں تک پاکستان کے فرقوں کا تعلق ہے اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ آج اس قانون کو پاس کرتے وقت آپس میں انہوں نے یہی باتیں کی ہیں کہ ہم نے تو احمدیوں کو جھوٹا کرنے اور ذلیل کرنے کی خاطر ایک ہتھیار بنایا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، تمہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے ہمیں نپٹنے دو۔ احمدیوں کی جان، مال اور عزت تمام پاکستان کے مسلمانوں پر اس قانون کے ذریعہ ہم حلال کر دیں گے۔ ہر کس و ناکس جو چاہے گا جس عاشق رسول پر جب چاہے گا الزام لگائے گا کہ اس نے نعوذ باللّٰہ من ذالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تھی اور اس کے نتیجہ میں یا اسے موت کی سزا دی جائے گی یا اسے بیس سال قید کی سزا دی جائے گی اور اگر کوئی خود اپنے ہاتھ میں یہ قانون لے بیٹھے گا تو اسے معمولی سی سرزنش کے بعد معاف کر دیا جائے گا کہ عملاً اس نے قانون کی روح کے مطابق کام کیا ہے۔

یہ سازش ہے جو انہوں نے آپس میں پکائی ہے۔ مگر اس سازش نے یہاں تو نہیں ٹھہرنا ۔ انہی فرقوں کا جب آپ جائزہ لیں تو بہت کھلی ہوئی ایسی حقیقت ہے جس پر پردہ ڈالا ہی نہیں جا سکتا کہ بریلوی شدت کے ساتھ اس وہابی فرقے پر جو اس قانون کے بنانے میں سب سے زیادہ عمل پیرا رہا ہے یہ الزام لگاتے رہے ہیں اور آج بھی لگا رہے ہیں کہ تمام اسلامی فرقوں میں سب سے زیادہ گستاخ رسول یہ لوگ ہیں۔ بعض جگہ تو ذکر کر کے باقی فرقوں کا پھر نام لیا گیا ہے۔ احمدیوں کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے کہ یہ سارے فرقے نعوذ باللہ من ذالک گستاخ رسول ہیں۔ لیکن ان کی گستاخی سب سے بڑھ کر ہے اور واقعہ یہ ہے کہ بعض ایسے ایسے کلمات ان کے علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے مناظروں میں استعمال کئے ہیں کہ ان کو پڑھ کر دل دہل جاتا ہے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا شخص ایسی زبان استعمال کر سکتا ہے۔ اسے یہاں دہرانا تو مناسب نہیں، یہاں اس کا موقع نہیں ہے لیکن یہ ساری کتابوں میں لکھی ہوئی باتیں ہیں اور عام عوام میں مشہور بھی ہیں۔ ان کے علماء جہاں جہاں جوش دکھاتے ہیں ایک دوسرے کے خلاف وہاں ان باتوں کو بڑی کثرت سے دہراتے ہیں اور لہلہا لہلہا کر دہراتے ہیں۔ ہم تو کفر کی بات کو دہراتے ہوئے بھی حیا محسوس کرتے ہیں مگر ان کی تقریریں سنیں بعض ان میں سے ٹیپ ریکارڈ ہو کر میرے پاس پہنچتی ہیں، میرے پاس موجود بھی ہیں۔ اس قدر لہک لہک کر بار بار گستاخی رسول کی باتیں دہراتے ہیں، بکثرت بار بار کہ دل بلا اٹھتا ہے کہ کاش اب بس کریں اس بات کو، ایک دفعہ کہہ دیا کہہ دیا اب کیوں بار بار اس

گستاخی کے کلمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کرتے ہیں اور وہ اس لئے کرتے ہیں تا کہ لوگوں میں اشتعال پیدا ہو کہ فلاں دیوبندی نے یہ کہا، فلاں دیوبندی نے یہ کہا، فلاں دیوبندی نے یہ کہا اور ہم کسی قیمت پر بھی اس گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتے۔

اس قانون کے نفاذ سے مزید قباحتیں پیدا ہوں گی

ہمارا تو ایک ولی ہے ہمارا تو ایک مولا ہے یعنی اللہ۔ جو خدا سے ہٹ چکے ہوں ان کا تو کوئی مولا نہیں ہوتا۔ جہاں تک ہماری حفاظت کا تعلق ہے وہ خدا کے ذمہ ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کا یہ ذمہ قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گا اور خدا کی راہ میں جو تکلیفیں پہنچیں گی ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے اور اس تعلیم کو ہماری فطرت میں رچا دیا گیا ہے کہ ہم ہنستے ہوئے صبر و شکر اور رضا کے ساتھ ہر اس تکلیف کو برداشت کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہمیں اٹھانی پڑے۔ مگر ان کا کیا بنے گا جب یہ آپس میں لڑیں گے۔ اس ملک میں اس قدر بدامنی پھیلے گی اس قانون کے نتیجے میں کہ آئے دن فسادات کا محور یہ قانون بن جائے گا کہ فلاں نے گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ مسجدیں جلائی جائیں گی، گھر لوٹے جائیں گے، عورتیں بیوائیں بنائی جائیں گی، بچے یتیم کئے جائیں گے محض اس لئے کہ ایک مولوی نے اپنی مخالفت کے نتیجہ میں دوسرے مولوی پر یہ الزام لگا دیا کہ اس نے گستاخی رسول کا کلمہ بولا تھا اور ایسا ملک جہاں سچائی عنقا ہو چکی ہو، جہاں سربراہ سے لے کر ادنیٰ چپڑ اسی تک سارے جھوٹ بولتے ہوں اور بے دھڑک بولتے ہوں اور اس میں حیا بھی محسوس نہ کرتے ہوں، جہاں نوے دن کے وعدے کئے جائیں اور نو سال گزرنے پر بھی کہیں ابھی کچھ سال باقی ہیں نوے دن پورے نہیں ہوئے۔ وہاں عوام الناس کے جھوٹ کا کیا حال ہوگا۔ وہاں عدالتوں میں کیا کارروائیاں ہوتی ہیں؟ کیا یہ بات لوگوں کو معلوم نہیں ہے؟ کیا اہل پاکستان اس سے باخبر نہیں ہیں؟ کوئی دو جھوٹے شخص اکٹھے ہو کر کسی ایک شریف النفس انسان کے متعلق یہ الزام لگا سکتے ہیں کہ اس نے گستاخی رسول کی تھی۔

اب یہ شرعی عدالت کے اوپر منحصر ہے کہ یہ دیکھے کہ دونوں میں کس کا کس فرقے سے تعلق ہے، قطع نظر اس کے کہ ان گواہوں کی کیا حیثیت ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ شخص بشدت احتجاج کرے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو میرے رگ و ریشہ میں پیوست ہے، میری جان کا جز و ہے۔ ان سب باتوں سے قطع نظر فیصلہ اس بات پر کیا جائے گا کہ الزام کس فرقے پر لگایا جا رہا ہے اور الزام لگانے والے کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور جج خود کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں یا ان کی ہمدردیاں کس فرقے سے ہیں اور اس طرح ناموس رسولؐ کے نام پر ہرگز بعید نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عشق رکھنے والے اور محبت کرنے والوں کو گستاخی رسول کے خنجر سے ذبح کیا جا رہا ہو۔ اس سے زیادہ بدامنی کا تصور ممکن نہیں ہے کہ رحمۃ للعالمین کے نام پر دنیا میں ظلم کے چشمے جاری کر دئے جائیں۔ سورج کے نام پر دنیا میں اندھیرے اتار دیئے جائیں۔ یہ ہونے والا ہے اس ملک میں اور یہ ہو رہا ہے اس

کے لئے بنیادیں قائم کی جارہی ہیں اور نام رکھا گیا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مجبور ہو کر ہم یہ ایک قانون بنا رہے ہیں۔

ایک اور پہلو سے بھی آپ دیکھیں تو حقیقی محبت کے تقاضے تو قربانی پیدا کرتے ہیں۔حقیقی محبت کے تقاضے ایک ایسی غیرت پیدا کرتے ہیں جس میں کمزور یا طاقتور کا فرق باقی نہیں رہتا پھر اگر کسی شخص میں کسی شخص کے لئے حقیقی محبت اور غیرت ہے اور اس کا مزاج ایسا ہے کہ وہ اس کی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔تو جب گستاخی ہو،اس وقت وہ تھانے میں رپورٹ درج کروانے کے لئے نہیں دوڑے گا اور نہ یہ دیکھے گا کہ جو گستاخی کرنے والا ہے وہ طاقتور ہے یا وہ کمزور ہے،میرے ملک کا باشندہ ہے یا کسی اور ملک کا باشندہ ہے۔اگر اس کی جبلت ایسی ہے اس کی سرشت ایسی ہے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتا تو اس کے عواقب سے بے نیاز ہو کر ایک قدم اٹھا لے گا۔

انگلستان وغیرہ میں گستاخی رسولؐ پر ان غیرت مند مسلمانوں نے کبھی قتل کا منصوبہ نہیں بنایا

اب بھی انگلستان میں بارہا ایسے واقعات ہوتے ہیں،ایسی فلمیں بنائی جاتی ہیں،ایسے ریڈیو پروگرام ہوتے ہیں،ایسی کتابیں چھپتی ہیں جن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید گستاخی کی جاتی ہے اور اس گستاخی پر فخر کیا جاتا ہے کوئی معذرت نہیں ہوتی اور وہ سارے غیرت مند جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم گستاخی برداشت نہیں کرسکتے اور اس گستاخی کی سزا موت ہے اپنے اپنے وطنوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں۔ان کے ہمنوا یہاں بھی موجود ہوتے ہیں اور کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔اس کا مطلب ہے کہ یہ غیرت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔غیرت کا دعویٰ ہو اور ساتھ یہ بھی شرط ہو کہ غیرت تب دکھائیں گے کہ دوسرا شخص انتہائی کمزور ہو اور چڑیا کے بچہ کی طرح ہمارے پنجہ میں آجائے۔اس کی گردن تو ہم مسلیں گے اپنی غیرت کے اظہار کے طور پر۔اگر ہم خود کسی کے پنجہ میں چڑیا کے بچہ کی طرح ہوں گے تو ہم ہرگز غیرت نہیں دکھائیں گے،ہم چوں بھی نہیں کریں گے اس وقت۔یہ کون سی غیرت ہے،یہ کون سی محبت ہے؟ دوسرے غیرت کا سچا تقاضہ تو خود قربانی دینا ہے نہ کہ کسی کو قتل کرنا۔محبت کے نتیجہ میں انسان کا دل کٹتا ہے اور دردمند ہوتا ہے۔وہ دردمندی نہ ہو تو محبت کا دعویٰ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا گستاخی رسول کے قانون پر رویہ

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کسوٹی پر اس چودہ سو سال میں جس شان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پورے اُترے ہیں اس کی کوئی نظیر آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ادنیٰ سی بھی گستاخی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سے سرزد ہوتی تھی تو آپ کا دل کٹ جاتا تھا،شدید دکھ محسوس کرتے تھے۔جتنے آپ نے غیروں سے مقابلے کئے ہیں ان میں بنیادی وجہ محبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔امریکہ بیٹھے اتنی دور ڈوئی نے گستاخی کی اور یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بے قرار اور بے چین ہو گئے اور اس کو مقابلے کا چیلنج دیا اور صرف چیلنج ہی نہیں دیا بلکہ راتوں کو اٹھ کر خدا کے حضور روئے اور گڑگڑائے اور نہیں چین پایا جب تک کہ خدا کی غیرت کی چھری نے

ڈوئی کو ذلیل ورسوانہیں کر دیا۔ یہ ہے محبت۔ لیکھرام نے گستاخی کی، دیکھیں خدا کا یہ شیر کس طرح للکارتا ہوا اس پر ٹوٹ پڑتا ہے اور دعائیں کرتا ہے، اپنے خنجر سے نہیں، اپنی غیرت کو خدا کی غیرت کے خنجر میں تبدیل کر کے اس کو ہلاک کرتا ہے اور اس سارے عرصہ میں خود غم کا شکار رہتا ہے۔

یہ ہے سچی محبت اور یہ ہے سچی غیرت اور یہ ہے سچی محبت کا اظہار اور سچی غیرت کا اظہار۔ یہ تو کر کے دکھائے کوئی؟ مگر کسی میں ہو تو کر کے دکھائے۔ یہ ہے اسلام، کیسی حسین تعلیم ہے کہ انسان کو انسان پر محبت کے دعویٰ کے نتیجہ میں یا غیرت کے دعویٰ کے نتیجہ میں جبر کا اختیار نہیں دیا گیا مگر چونکہ خدا خود ضامن بن گیا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فراست کو دیکھیں کہ اس خدا کی ضمانت کو آکسایا ہے۔ فرمایا اے اللہ! میرے بس میں تو کچھ نہیں تو نے چھوڑا، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ہرگز پرواہ نہ کرتا جو کچھ میری جان پر گزر جاتی میں اس کا انتقام لیتا مگر تیری اعلیٰ اور پاک تعلیم نے مجھ سے یہ قدرت چھین لی۔ ہاں میں یہ ضرور دیکھتا ہوں کہ تو عہد کرتا ہے اور بار بار اس عہد کو دہراتا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں اور آپؐ کے گستاخوں کو میں ذلیل کروں گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، میں اس تیرے عہد کی پاک یاد تجھے دلاتا ہوں اور دیکھ میری جان ہلاک ہو رہی ہے اس غم میں کہ کیوں تو اس عہد کو پورا نہیں کر رہا۔ اس قدر دردناک دعائیں کی ہیں یہاں تک کہ خدا کی غیرت وہ خنجر بن کر اتری جس نے لیکھرام کا پیٹ پھاڑ دیا اور گوسالہ کی طرح اس کے منہ سے وہ آوازیں نکلیں جو اس کی ذلت اور رسوائی کو بڑھانے والی تھیں۔ اس پاک تعلیم پر یہ عمل کیوں نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عشق کا تو یہ حال تھا کہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ 52,51 پر یہ عبارت ہے۔

اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربّانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا۔ کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟

اس زمانہ میں چونکہ انگریز کی غالب حکومت تھی اس لئے دوسرے مسلمان علماء کو تو نہ یہ توفیق ملی کہ ارتداد کا کوئی قانون پاس کرواسکیں نہ غیرت رسول ان کی اس طرح جوش میں آئی کہ ان کا مقابلہ کرتے۔ وہ ایک شخص جس کو نعوذ باللّٰہ من ذٰلک آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ قرار دیا جا رہا ہے اس کے دل کی یہ آواز ہے، سنیں اور غور سے سنیں، آپؑ فرماتے ہیں:۔

" کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے۔ یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے

سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی دُکھا۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 51-52)

محبِّ رسول حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اسلام کا مکمل دفاع

تو محبت تو جبر کا انتظار نہیں کیا کرتی۔ محبت کے نتیجہ میں تو انسان سب سے پہلے محبت کی چھری سے اپنے آپ کو ذبح کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں پھر وہ پاک قوتیں جوش میں آتی ہیں جن کے نتیجہ میں یہ محبت پاکیزہ راہیں اختیار کرتی ہے اور نیک تبدیلیوں پر منتج ہوتی ہے۔ یہ کوئی دنیا کی محبت تو نہیں ہے کہ جو دل میں ولولہ اٹھائے اور جوش دکھائے اور اس کے بعد ختم ہو جائے۔ پاک وجودوں کی محبت پاک نتائج پیدا کیا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت چونکہ سچی تھی اس لئے اس محبت کے نتیجہ میں کثرت کے ساتھ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پاک دین کا دفاع کیا۔ کثرت کے ساتھ کتابیں لکھیں اور سب دشمنوں کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔ کثرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور درود بھیجنے والے پیدا کئے۔ تمام دنیا میں تبلیغ کا جال بچھا دیا اور عیسائی ہونے والے مسلمانوں کا انتقام اس طرح لیا کہ کلیساؤں کے گھروں میں اذانیں دلوادیں اور عیسائیوں کو جو کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا اور آپؐ کی محبت میں آنسو بہانے والا بنا دیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ یہ محبت کا ہی فیض تھا کہ آپ کو اس مقام پر مامور فرمایا گیا جس مقام پر خدا نے آپ کو مامور فرمانے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کشف جو آپ کو ماموریت کی وجہ بتاتا ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان فرشتوں کو دیکھتے ہیں جو فرشتے دنیا میں مامور کی تلاش کے لئے بھیجے گئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر وہ ٹھہر جاتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ہے وہ شخص جو اس زمانہ کا مامور بنائے جانے کے لائق ہے اس لئے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ ھٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ سب سے زیادہ کا لفظ استعمال نہیں فرمایا لیکن اس میں بھی ایک عظیم خراج ہے گویا ایک ہی شخص ہے يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ گویا ساری دنیا میں تلاش کیا مگر محبت کرنے والا صرف ایک ہی نکلا۔ یہ تو مراد نہیں کہ اس وقت کسی اور کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں تھی مگر آپ کی محبت کو نمایاں کرنے کے لئے ایک نہایت ہی حسین، فصیح و بلیغ طریق اختیار فرمایا گیا ہے کہ مسیح موعود کی محبت کو اگر باقی محبتوں کے مقابل پر رکھا جائے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ محبت ہی کوئی نہیں تھی۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے وہ شعر اس مضمون کو بیان کرتا ہے۔

رات محفل میں تیرے حسن کے شعلہ کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

کہ تیرا حسن ایسا حسن ہے ایسا فراواں حسن ہے کہ وہ شمع جو تیرے حسن کو دیکھنے سے پہلے روشن نظر آیا کرتی تھی تیرے آنے کے بعد وہ شمع پھیکی پڑ گئی اور اس کے چہرے پر کوئی نور کا نشان باقی نہ رہا۔ اتنا بڑا خراج تحسین ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عشق کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں موجزن تھا کہ فرشتوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ شخص سب سے زیادہ محبت کرتا ہے بلکہ فرمایا کہ اس کو دیکھا تو یوں لگا کہ ایک ہی ہے جو محبت کرتا ہے اور کوئی باقی نہیں رہا۔

دنیا کی کوئی طاقت محبت رسولؐ سے ہمیں جدا نہیں کر سکتی

پس آپ کی ماموریت کی بنا ہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں اور یہی ہماری گھٹی میں ہمیں پلائی گئی ہے، یہی ہماری سرشت ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت ہمیں اس محبت سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اگر اس محبت کے جرم میں گستاخی رسول کی چھری سے ہی ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ تو میں آج تمام جماعت کی طرف سے بانگ دہل یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو چاہو کرتے پھرو۔ محبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے دلوں سے نہیں نوچ سکتے اور نہیں نوچ سکتے اور نہیں نوچ سکتے اور میں یہ بھی بتاتا ہوں کہ یہ محبت زندگی کی ضامن ہے۔ یہ محبت رکھنے والوں کو کبھی تم دنیا میں ناکام و نامراد نہیں کر سکو گے۔ تمہاری ہر کوشش خائب و خاسر رہے گی۔ تمہارا ہر ذلیل الزام تمہارے منہ پہ لوٹایا جائے گا اور محبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہنے کے لئے بنائی گئی ہے اور زندہ رکھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے جو زندگی ہم حاصل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کوئی تمہاری طاقت نہیں، کوئی تمہاری استطاعت نہیں ہے کہ اس زندگی کے دل پر پنجہ مار سکو۔ (خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 499-520)

سب سے زیادہ ناموس رسولؐ کی محافظ اور علمبردار جماعت احمدیہ ہے

پاکستان میں جب ناموس رسالت کے قانون کی آواز بلند ہوئی اور دوسری طرف جماعت احمدیہ پر یہ گھناؤنا الزام لگایا گیا کہ احمدی ناموس رسالت کے (نعوذ باللہ) پاسدار نہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناموس رسالت کا پہلے سے بڑھ کر علم بلند کرنے کے لئے 1994ء میں خطبات کی ایک سیریز کا آغاز فرمایا۔ آپ نے اس سلسلہ میں پہلے خطبہ جمعہ 15 جولائی میں فرمایا۔

"آج کل جو آپ آئے دن ایسے ہنگاموں کی باتیں سنتے ہیں جن میں انبیاء کی عصمت اور عزت اور احترام کے نام پر بنائے جانے والے قانون زیر بحث ہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ عصمتِ انبیاء اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہتک اور گستاخی کے نتیجے میں جو موت کی سزا پاکستان میں مقرر کی گئی ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی برداشت نہیں کی جائے گی۔ گویا محض للہ یہ کارروائی تھی اور اس کے خلاف کوئی حرکت، کوئی قانون، کوئی کوشش قابلِ

برداشت نہیں، یہ جو ہنگامہ آرائیاں پاکستان میں ہوتی رہی ہیں اور بنگلہ دیش میں بھی چلائی جارہی ہیں اور بعض ملکوں میں بھی یہ تحریک اسی طرح آہستہ آہستہ آگے بڑھائی جائے گی۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اس کے تمام پہلوؤں پر ایک خطبات کے سلسلے میں روشنی ڈالوں۔ متفرق مواقع پر سوال و جواب کی مجالس میں یہ باتیں زیر بحث لائی جا چکی ہیں۔ جب سلمان رشدی کا قصہ ہوا تھا اس وقت بھی جماعت کے موقف کے طور پر میں نے یہ باتیں بیان کی تھیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ قوم پر حجت تمام کرنے کے لئے ایک دفعہ اس مضمون کے ہر پہلو سے پردہ اٹھا دوں تا کہ بات اتنی کھل جائے کہ کوئی شخص پھر خدا کے حضور یہ عذر نہ پیش کر سکے کہ ہمیں معاملے کی سمجھ نہیں آئی تھی، ہم تو ان باتوں سے واقف نہیں تھے.....

اسلام ہی تمام نبیوں کی عصمت کا اعلان کرتا ہے

.....توہین رسالت کی بحث میں اب میں براہ راست مذہبی پہلو سے داخل ہوتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ صرف توہین رسالت کا سوال ہے یا توہین خداوندی کا بھی کوئی سوال ہے۔ یا ملائک کی توہین کا بھی سوال ہے یا کتب کی بھی توہین کا سوال ہے۔ توہین رسالت سے صرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی توہین کی مذموم کوشش ہے یا دیگر انبیاء کی توہین کا بھی کوئی سوال ہے۔ یہ بھی سوال اٹھتا ہے کہ کیا وہ انبیاء جو کسی قوم کے نزدیک سچے ہیں انہی کی توہین کا مسئلہ ہے یا ان کی توہین کا بھی مسئلہ ہے جن کو لوگ جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ان کے متعلق قرآن کیا اجازت دیتا ہے؟

اگر قرآن یہ کہے کہ جن نبیوں کو تم سچا سمجھتے ہو ان کی عزت کی خاطر کھڑے ہو جاؤ اور ان کی توہین کرنے والوں کے خلاف سخت سے سخت قوانین بناؤ اور جن کو تم جھوٹا سمجھتے ہو ان کی تذلیل کی کھلی اجازت دو تو پھر ساری دنیا میں مذہب کے نام پر فساد پھیل جائے گا کیونکہ تمام دنیا میں بکثرت ایسے ہیں جو اکثر نبیوں کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ یہ علماء کی جہالت کی حد ہے کہ اس بات کو سمجھتے نہیں کہ اسلام کے سوا کوئی بھی ایسا مذہب نہیں جس نے تمام دنیا کے انبیاء کی عصمت کی حفاظت کی ہو اور انہیں سچا قرار دیا ہو۔ اگر ہے تو کوئی نکال کے دکھائے۔ اور ایسی جاہل قوم ہے کہ پاکستان کے علماء نے اخباروں میں جو بیان دیئے ہیں ان کی شہ سرخیاں لگی ہیں کہ صرف ایک اسلام ہے جس نے عصمت رسالت کا تصور پیش کیا ہے اور کسی قوم، کسی مذہب میں یہ تصور نہیں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کی بات کرتے ہیں اور باقی انبیاء کی نہیں۔ حالانکہ صرف ایک اسلام ہے جس نے تمام دنیا کے مذاہب کے نبیوں کی عصمت کا اعلان کیا ہے اور ان کی توہین کو کراہت کی نظر سے اور ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ باقی سب مذاہب دوسرے تمام انبیاء کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

اس لئے اگر علماء کی یہ مراد ہے کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ جن کو تم سچا سمجھو ان کی توہین کے خلاف قانون سازی کرو جن کو تم جھوٹا سمجھو ان کے متعلق کھلی چھٹی دو کہ جو چاہے جتنی چاہے سر بازار گالیاں دیتا پھرے تو پھر ساری دنیا میں مسلمانوں کے لئے تو موقع نہیں ہوگا لیکن تمام مذاہب کو کھلی چھٹی ہوگی کہ اسلام کے خلاف جتنی چاہیں گندی زبان

استعمال کریں اور نعوذ باللہ من ذلک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلاف جتنی چاہیں گندی زبان استعمال کریں اور اس پر ان کے خلاف تمہیں کوئی عذر نہیں ہوگا۔

توہین رسالت سے بڑھ کر توہین خداوندی ہے

کیونکہ قرآن کریم نے یہ مسئلہ اللہ کے حوالے سے اٹھایا ہے اور اصل بات اللہ کے حوالے سے ہی شروع ہونی چاہئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ مولوی تو ہین رسالت کی باتیں کرتے ہیں تو ہین خداوندی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ اس لئے بات وہاں سے شروع ہوگی جہاں سے قرآن شروع کرتا ہے، جہاں سے عقل کا تقاضا ہے کہ بات شروع کرو۔ انبیاء کوئی عزتیں گھر سے تو نہیں لے کے آئے، انبیاء کو تو تمام تر عزت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوئی ہے۔ اگر اللہ ہی کی عزت باقی نہ رہے تو انبیاء کی عزت کو کسی نے کیا کرنا ہے۔ اس لئے بات اللہ کے حوالے سے شروع ہوگی۔

پہلا سوال یہ اٹھتا ہے اور قوم کو چونکہ علم نہیں کہ مذہب کیا ہے یا قرآن کیا کہتا ہے۔ اس لئے میں ان کو یہ حوالہ دے کر سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کو کم سے کم مولویوں سے یہ پوچھنا تو چاہئے کہ اللہ کی عصمت کا بھی قرآن کریم میں کہیں ذکر ہے کہ نہیں؟ کہیں اللہ کی توہین کا مضمون بھی بیان ہوا ہے کہ نہیں؟ اگر ہوا ہے تو دکھاؤ کہاں ہوا ہے! اور پھر وہاں وہ جگہ بھی بتاؤ جہاں اس کے خلاف کسی سزا کا اعلان کیا گیا ہو۔ یہ سوال کیوں نہیں اٹھایا جاتا!؟ اسمبلی کے کسی ممبر نے کسی ملاں سے مڑ کے یہ سوال نہیں کیا لیکن ملاں نے تو آپ کو جواب نہیں دینا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًام بِغَيْرِ عِلْمٍ کتنا عظیم جواب ہے اس سوال کا! اس سوال کا بھی حل آ گیا جو میں نے فرضی طور پر اٹھایا تھا کہ کسی کو سچا سمجھو تو عزت کرو یا جھوٹا سمجھنے کے باوجود بھی تمہارا فرض ہے کہ عزت کرو اور قوم کا دل نہ دکھاؤ۔ قرآن کریم اللہ کے حوالے سے یہ مسئلہ اٹھا رہا ہے۔ فرماتا ہے اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تمہیں ہم اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ ان جھوٹے خداؤں کو گالیاں دو جن کو وہ خدا کے سوا معبود بنائے بیٹھے ہیں یہ اللہ کی تعلیم ہے۔ اس کے مقابل پر ملاں کی بدبخت تعلیم کے منہ پر تھوکنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ کتنی عظیم تعلیم ہے۔ مسلمانوں کو روکا جا رہا ہے کہ تمہارا فرض ہے کہ جس کو کوئی خدا سمجھتا ہے اس سے بحث نہیں ہے کہ وہ سچا ہے کہ جھوٹا ہے، ہم جانتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے، ہم تمہیں اجازت نہیں دیتے کہ ان جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں دو۔ نتیجہ پھر کیا نکلے گا فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًام بِغَيْرِ عِلْمٍ پھر ان کو حق حاصل ہو جائے گا کہ وہ اللہ کو گالیاں دیں اور علم نہ ہو کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ پس روکا ہے تو مسلمانوں کو روکا ہے۔ غیروں کو نہ روکا ہے نہ ان کے لئے کوئی سزا مقرر فرمائی ہے بلکہ یہ کہا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو غیروں کو حق حاصل ہو جائے گا۔ ایک عقلی انسانی سطح پر حق حاصل ہو جائے گا کہ وہ بھی جوابی کارروائی کریں تم جھوٹے خدا کو گالیاں دے کر اپنے منہ گندے کرو گے اور اس سے ان خداؤں کو کچھ پہنچے گا بھی نہیں۔ وہ ہیں ہی نہیں۔ جو فضا میں چیز ہی نہیں اس پر فائر کرنے سے وہ مرے گی کہاں سے۔ لیکن تم اپنے خدا پر وہ فائر

کروالوگے۔اسے ان کی بدبختیوں کے تیروں کا نشانہ بنادوگے ۔پس کتنی پاکیزہ،کتنی گہری،کتنی عقل پر مبنی تعلیم ہے۔نہ قوم کو پتہ، نہ مولویوں سے اس قسم کے سوال کئے جاتے ہیں بلکہ ڈر کے مارے جان نکلی جاتی ہے ۔اوہو!ہو! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا کی اور رسولوں کی عزت کا معاملہ ہواور ہم کوئی اور کارروائی کر بیٹھیں ۔پتہ ہی نہیں عزت ہوتی کیا ہے۔ پتہ نہیں قرآن کیا کہہ رہا ہے۔اللہ کے حوالے سے بات شروع ہونی چاہئے ۔قرآن نے اللہ ہی کے حوالے سے بات شروع کی ہے اور یہ تعلیم دی ہے۔اب یہ سوال ہے کہ ہیں تو وہ جھوٹے، ہم تو جانتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں،تو پھر خدا یہ کیوں کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کہنا۔وجہ بیان فرمائی كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ کہ تم لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ نفسیاتی لحاظ سے ہر شخص اپنے اعمال کو اچھا سمجھ رہا ہوتا ہے۔وہ لوگ جو جھوٹے خداؤں کی عبادت کرتے ہیں ان کے دل میں واقعی ان خداؤں کی محبت ہوتی ہے اور ہر شخص اپنے عمل اور اپنے عقیدے کو خوب صورت بنا کے دیکھ رہا ہوتا ہے پس اگر وہ لوگ جو ان کو بدنظر سے دیکھتے ہیں یا حقیقت میں مکروہ سمجھتے ہیں وہ ان پر کھلے حملے کرنے شروع کریں تو مذہب کی دنیا میں ایک عام خانہ جنگی شروع ہو جائے گی جس کا کوئی نیک انجام نہیں ہو سکتا۔تو پھر حل کیا ہے؟فرمایا ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ گھبراہٹ کیا ہے،جلدی کیا ہے۔تم سب نے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ ان سب کا بالآخر انجام یہ ہے کہ خدا کے حضور لوٹائے جائیں گے فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ ان کو بتائے گا کہ ان کے اعمال کیسے تھے،حسین تھے یا بد تھے۔پس اگر خدا نہیں ہے تو پھر مولویوں کی جلدی اور گھبراہٹ قابلِ فہم ہے۔پھر اس دنیا میں اگر ان کی سزا سے کوئی بچ کے نکل گیا تو پھر کسی کے ہاتھ بھی نہیں آئے گا۔اس لئے ان کی گھبراہٹ واقعۃً قابلِ فہم ہے۔جب خدا ہی کوئی نہیں تو جو سزا دینی ہے اس دنیا میں دے لو مرنے کے بعد پھر کیا ہونا ہے۔لیکن اگر خدا ہے اور خدا ہے اور خدا ہی کے نام پر سارے قصے ہیں تو پھر انسان کو کسی گھبراہٹ اور تکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔ہر ایسے بد بخت کو خدا خود سزا دے گا جو اللہ تعالیٰ کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا۔اور اس ساری آیت میں کہیں اشارۃً یا کنایۃً بھی بندوں کو اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ قانون اپنے ہاتھ میں لے کر اللہ کی ناموس کے نام پر ایک دوسرے پر تلوار چلانا شروع کر دیں۔" (الفضل انٹرنیشنل 19 اگست 1994)

❁ خطبہ جمعہ 22 جولائی 1994ء

ناموسِ رسولؐ پر فدا ہونے والی صرف جماعت احمدیہ ہے

"......جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے اور میں اب بھی آگے جا کے ثابت کروں گا سب سے زیادہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ناموس پر فدا ہونے والی جماعت احمدیہ ہے۔سب سے زیادہ ناموس مصطفیٰ میں فدا اور عاشق اور دن رات درود بھیجنے والی اور تمام دنیا میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اعلیٰ اور برتر مقام کو ثابت کرنے اور قائم کرنے والی جماعت احمدیہ ہے۔اس لئے جو مرضی کہتے پھریں یہ تو فرضی باتیں کر رہے ہیں۔جماعت احمدیہ کو تو ان قوانین سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں اور آگے جا کر جیسے بات کھلے گی یہ سب

فرضی قصے ہیں۔مگر مولویوں کے ہاتھ میں حکومت نے جماعت احمدیہ کی گردن تھمادی تھی یہ کہہ کر کہ مرتد کا قانون تو ہم بنا نہیں سکتے، مجبوری ہے، بین الاقوامی قوانین اجازت نہیں دیتے اس لئے اس قانون کو استعمال کرتے ہوئے جتنے احمدیوں کو چاہو متہم کر کے ان کو تختہ دار پہ چڑھادو۔اس میں حکومت تم سے تعاون کرے گی۔ یہ سازش تھی جس کے متعلق ان کو وہم پیدا ہوا کہ کہیں حکومت اس سازش سے پھر نہ گئی ہو یعنی اپنا کردار ادا کرنے سے پھر نہ گئی ہو۔اس پرانہوں نے شور ڈالا......

شرک فی اللہ کی کوئی پرواہ نہیں شرک فی الرسالت برداشت نہیں

پہلا تو اس کا حصہ ہے اللہ کا شرک برداشت ہو جائے گا رسول کا شرک برداشت نہیں کریں گے ۔اللہ اس بارے میں کیا کہتا ہے، فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿النساء:49﴾

کہ اللہ تعالیٰ اپنا شریک بنانا کسی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتا ۔خدا فرماتا ہے کہ جو میرا شرک کرے گا میں اسے معاف نہیں کروں گا ۔اس کے سوا جو بھی گناہ ہو میں وہ معاف کرسکتا ہوں اور میں بہت بخشنے والا اور مہربان ہوں ۔ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ بخشتا ہے اس کے سوا (یعنی اللہ کے شرک کے سوا) ہر چیز بخش سکتا ہے لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لئے چاہے وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا اور جو اللہ کا شرک کرے وہ بہت ہی بڑا افتراء، بہت ہی کھلا کھلا افتراء کرنے والا ہے۔

لیکن ان علماء نے پاکستان کے دماغ اور سوچ اور کردار کو اس حد تک ذلیل اور رسوا کر دیا ہے کہ خدا کے اس دعوے کے برعکس یہ اعلان کیا جارہا ہے اور عدالتوں میں اعلان کیا جارہا ہے کہ ہم رسالت کا شرک برداشت نہیں کریں گے ۔خدا کا شرک ہوتا ہے تو ہوتا پھرے اور کر ہی رہے ہیں سارے، ایک دوسرے کو خدا بنائے بیٹھے ہیں، قبروں کی پوجا ہو رہی ہے کون سا شرک ہے جو وہاں جاری نہیں ہے اور جس کے خلاف کسی قسم کا کوئی احتجاج پایا جاتا ہو۔مردہ پرستی تو اتنی عام ہوتی جارہی ہے کہ اس پر چادر چڑھانا یوں لگتا ہے کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے خدا کی مغفرت کی چادر کی لپیٹ میں آ گئے ۔کسی نے خوب کہا تھا کوئی غریب، فقیر ایک قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو کوئی صاحبہ آئیں اور بہت بڑی چادر اس کو پہنائی ۔اس نے کہا مُردوں کو پہنا رہی ہے یہ غریب ننگا بیٹھا ہوا ہے اس کو چادر نہیں پہناتیں ۔یہ اس قوم کا حال ہے عورتوں کے سروں سے چادریں اتر گئی ہیں ۔غریبوں کو تن ڈھانپنے کے لئے چار بالشت کپڑا میسر نہیں آتا اور قبروں پر بڑی بڑی چادریں پہنانے والے وزراء اعظم اور گورنر اور بڑے بڑے مشاہیر پہنچتے ہیں اور تصاویر کھچوا لیتے ہیں اور ان کی بخشش کے سامان ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مسلک یہ ہے کہ اللہ کے شرک کا تو کوئی حرج ہی نہیں ہے شرک فی الرسالت برداشت نہیں ہوگا ۔اور شرک فی الرسالت ہے کیا!؟ یہ بھی تو سمجھا جائے ۔لیکن اس سے پہلے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اپنا موقف بھی آپ کو بتادوں آپؐ اس موضوع پہ کیا کہتے تھے،

آپ کا دل تو وہی تھا جو خدا کا دل تھا جو خدا کی باتیں تھیں وہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے منہ کی باتیں بن جایا کرتی تھیں۔

اللہ کی توہین بارے آنحضرتؐ کا کردار

جنگ احد کے موقع پر جب ابوسفیان بار بار نام پکار پکار کر غیرت دلا رہا تھا کہ ہو زندہ تو آؤ میدان میں نکلو۔ وہ چاہتا تھا کہ پتہ چلے مسلمان کہاں چھپے بیٹھے ہیں تو اس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نام سے مسلمانوں کی غیرت کو للکارا اور کہا کہاں ہے محمد اگر وہ زندہ ہو تو سامنے آئے۔ اس پر صحابہؓ جواب دینے لگے مگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے اور زور سے ان کو دبا دیا کہ نہیں کوئی جواب نہیں دینا۔ پھر یکے بعد دیگرے مختلف صحابہؓ کے انہوں نے نام لئے۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں ابوبکرؓ کا نام لیا عمرؓ کا نام لیا اور دوسروں کے نام لئے۔ ہر دفعہ جو غیرت میں کوئی صحابیؓ اٹھتا تھا تو اس کو دبا دیا جاتا تھا کہ نہیں، کچھ نہیں کہنا۔ یہاں تک کہ اس نے اعلان کیا اعل ھبل۔ اعل ھبل کہ ھبل ذات کی جے ہو۔ ھبل کا نعرہ لگاؤ وہ بلند ہو۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہ نعرہ سن کے بے چین ہو گئے اور فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے، جواب کیوں نہیں دیتے۔ وہ خدا پر ھبل بت کی برتری کا اعلان کر رہا ہے اب کیوں جواب نہیں دیتے، اب کیوں خاموش ہو۔ انہوں نے کہا یا رسولؐ اللہ ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ، اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ اور احد کی وادی اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ کے نعروں سے گونج اٹھی (بخاری کتاب المغازی غزوۃ احد)۔ وہ چند صحابہؓ زخمی صحابہؓ تھے جو ایک غار کی پناہ میں بیٹھے ہوئے تھے مگر جب خدا کی غیرت کا سوال آیا، جب شرک خداوندی کا سوال آیا تو نہ ناموس مصطفوی خاموش رہ سکتی تھی، اس وقت نہ محمد رسول اللہ کی جان کی کوئی قیمت آپ کے اپنے نزدیک باقی رہی، نہ صحابہؓ کی عزتوں اور ان کی جانوں کی کوئی قیمت باقی رہی کیونکہ یہ سارے سلسلے اللہ ہی کی محبت اور اس کے عشق میں تھے اور اگر یہ نہ ہو تو رسالت کی حیثیت ہی کوئی نہیں۔ اگر توحید نہیں تو رسالت کی کوئی بھی حیثیت نہیں، کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ مگر اس قدر جاہل بنا دیا گیا ہے اس قوم کو کہ جیسا کہ میں نے وہ آیت پڑھی تھی کہ جب خدا تعالیٰ انسانوں پر شریعت کا بوجھ لادتا ہے اور وہ اس بوجھ کو اتار پھینکتے ہیں جیسا کہ قومیں اتار پھینکتی ہیں تو پھر وہ بوجھ گدھوں پر لاد دیا جاتا ہے۔ اور گدھے ان کے سردار بنا دیئے جاتے ہیں...... یہ صورت حال ہے جو بعینہٖ ہمارے پیارے وطن، بدنصیب پاکستان پر صادق آ رہی ہے۔

تمام انبیاء کو عزت دینا اسلامی تعلیم ہے

جہاں تک اللہ کی توہین کا تعلق ہے وہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ جہاں تک شرک خداوندی کا تعلق ہے یہ اور بات ہے لیکن شرک کا مطلب خدا کی توہین نہیں لیا گیا یہ جو بحث کا اختلاط ہے اس کو اب میں کھول کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں یہ بات شروع کروں یہ میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ جب کہتے ہیں شرک فی الرسالت برداشت نہیں تو مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نبی برداشت نہیں۔ اتنا جاہلانہ نعرہ

ہے کہ وہ لوگ جن کو اسلام کی ادنیٰ بھی شدھ بدھ ہو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نعرے میں کوئی جان نہیں بالکل اسلام کے برعکس ہے۔ سارے عالم پر نگاہ دوڑا کر دیکھ لیجئے، تمام مذاہب کی کتب کا مطالعہ کیجئے، ایک بھی ایسا نبی نہیں ہے، جس نے کسی اور نبی کی تصدیق کو اپنے ایمان کی تصدیق میں شامل کیا ہو۔ بدھ اپنے کو منواتا ہے اور مطمئن ہو کر چلا جاتا ہے۔ کرشن آتا ہے اور اپنے آپ کو منوا کر مطمئن ہو کے چلا جاتا ہے۔ رام نازل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو منوا کر چلا جاتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنی منوا کر چلے گئے۔ اور موسیٰ نے بھی یہ شرط نہیں داخل کی اپنے ایمان میں کہ جب تک دوسرے انبیاءؑ کو بھی نہ مانو مجھے تم تسلیم نہیں کر سکتے۔ ایک ہی وہ رسول تھا یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپؐ کی تفہیم توحید کا ایک عظیم جلوہ ہے کہ خدا نے آپؐ کو یہ تعلیم بخشی کہ جب تم کہتے ہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو خدا کا کوئی شریک نہیں لیکن نبی بہت ہوں گے اور ہر ایک کی تمہیں عزت کرنی ہوگی اور ہر ایک کو بعض پہلوؤں سے برابر دیکھنا ہوگا چنانچہ یہ اعلان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف منسوب فرمایا گیا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یہ رسول ان سب باتوں پر ایمان لے آیا ہے جو اللہ کی طرف سے اس رسول پر اتاری گئیں۔ (ان باتوں کی خبر ابھی پاکستان کو نہیں پہنچی)۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور سارے مومن جو محمد رسولؐ اللہ کے مومن ہیں وہ ایمان لے آئے ہیں ان باتوں پر کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ ایک رسول پر ایمان نہیں لائے۔ تمام کے تمام، اللہ پر ایمان لے آئے ہیں، فرشتوں پر ایمان لے آئے ہیں، ایک کتاب نہیں تمام کتابوں پر ایمان لے آئے ہیں (شرک فی القرآن بھی اب اس کو آپ کہہ دیجئے)۔ وَرُسُلِہٖ اور اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لے آئے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ اور کہتے ہیں ہم عہد کرتے ہیں اے خدا کہ ہم تیرے بھیجے ہوؤں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کریں گے اور ایک ہو یا لاکھوں ہمارے نزدیک یہ شرک فی النبوۃ نہیں ہے، یہ توحید ہی کا کرشمہ ہے کہ اس توحید سے جتنے جلوے پھوٹیں گے وہ سارے سر آنکھوں پر، ان سب کے سامنے ہم سر تسلیم خم کریں گے۔ یہ ہے قرآن کا بیان۔ یہ ہے قرآن کی رو سے توحید فی اُلُوہیّت اور توحید فی الرسالت۔ پھر کہتے ہیں لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ o (البقرہ:286) اے خدا ہمارے لئے اس کے سوا اب رہا کیا ہے کہ سنیں اور اطاعت کریں اور وہ آواز جس رسول کی طرف سے آئے اگر وہ تیری آواز ہے اور تبدیل نہیں ہوئی تو ہر آواز سر تسلیم خم کرنے کے لائق ہے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پرانے انبیاءؑ کی باتیں بیان کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ اے محمدؐ ان سب رسولوں کی ہدایت کے مطابق تو بھی پیروی کر۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ محمد رسولؐ اللہ جو سب ہدایتوں سے بڑھ کر ہدایت لانے والے تھے ان کو حکم ہو کہ ان کی ہدایتوں کی پیروی کر۔ مراد وہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں کہ ان کی ہدایت کی کوئی بھی قیمت نہیں اگر وہ خدا کی طرف سے نہیں تھیں اور اگر خدا کی طرف سے تھیں تو کون ہے جو اس ہدایت کے سامنے سر بلند کر سکے۔ یہ وہ توحید فی الرسالت ہے جس کی یہ باتیں کر رہے ہیں۔

کیا عیسیٰ کے آنے سے شرکت فی الرّسالت نہیں ہوگی

اور پھر یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پہلے سارے شریک منظور، آپؐ کے وصال کے بعد شریک منظور نہیں تو اس بات کو تو ان کے عقیدے کھلم کھلا جھٹلا رہے ہیں۔ اس قدر دوغلا پن، اس قدر منافقت، اتنا جھوٹ۔ قوم کو بتاتے نہیں یہ دوسرے سانس میں کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوگا اور نبی اللہ کے طور پر نازل ہوگا!۔ اور کیا ان کے فتوے شائع ہوئے نہیں ہیں کہ وہ امت میں آئے گا اور امت میں نبوت کرے گا اور جو اس کی نبوت سے انکار کرے گا وہ امت محمدیہ سے باہر نکل جائے گا۔ پکا کافر اور پکے سے پکا کافر ہو جائے گا!!۔ تو نبوت کے تو خود قائل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد آنے والے کے قائل ہیں لیکن شرکانہ نبوت کے یہ قائل ہیں، ہم نہیں۔ ہم جس نبوت کے قائل ہیں وہ یہ ہے کہ امت محمدیہ میں مسیح پیدا ہوگا آپؐ کے غلاموں میں سے اٹھے گا اور آپؐ کی غلامی میں ہر شرف پائے گا۔ یہ شریک کو بلاتے ہیں۔ آج سب سے بڑی شریک مسلمانوں کی عیسائیت ہے اور عیسائیت کے رسول کو امت محمدیہ میں نازل کرتے ہیں اور کہتے ہیں شرک فی الرسالت برداشت نہیں کر سکتے۔ اور پھر شرک کیا ہوتا ہے!۔ اس کے سر پر سینگ ہوتے ہیں؟ یہ ایسے نبی کی رسالت اور نبوت کو تسلیم کریں گے، اس کے کہے میں چلیں گے، نبی اس کو کہا کریں گے، اس کی نبوت کا کلمہ پڑھیں گے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (آل عمران:50) یہ جو عیسیٰ تھا اس کو ہم نے بنی اسرائیل کا نبی بنا کے بھیجا تھا امت محمدیہ کا نبی کبھی نہیں بنایا۔ قرآن کہے گا بنی اسرائیل کا نبی۔ مولوی کہیں گے نہیں، بنی اسرائیل ہی کا منظور ہے کیونکہ ہم تو مرے جاتے تھے امت محمدیہ میں تو ناممکن تھا کہ کوئی پیدا ہو جائے اس لئے شکر کرو خدا کا۔ غیر قوموں سے ہی، آیا تو سہی اور اس بے چارے نے دو ہزار سال قید تنہائی کاٹی ہے اب اس کا انکار کرو گے، ظلم نہ کرو، جیسا کیسا بھی ہے قبول کر لو، چاہے امت موسوی کا ہو، اس سے کیا غرض ہے، نبی چاہئے تھا نبی آ گیا۔ پر نبی چاہئے کیوں تھا؟ نبوت تو بند ہے۔ بند کیوں ہوئی اگر چاہئے تھا!؟ پہلے ان تضادات کو تو حل کر لو پھر یہ بڑھکیں مارو جو تم مارتے ہو اور کہو کہ شرک فی النّبوۃ منظور نہیں، مشرک خود ہو، نبی کے قائل ہو، لیکن غیر نبی کے قائل ہو۔ اس نبی کے قائل ہو جس کی امت نے سب سے زیادہ اسلام کی رقابت کی ہے، اسلام کے خلاف حسد کیا ہے۔ اسے اپنا سردار ماننے کے لئے تیار بیٹھے ہو اور ابھی کہتے ہو شرک فی الرسالت کے ہم قائل نہیں۔ شرک فی اللہ کے تو قائل ہیں ہی، وہ تو تم مان بیٹھے ہو۔ اب شرک فی الرّسالت والا قصہ بھی ساتھ ہو گیا۔ نہ وہ رہا نہ وہ رہا۔ تمہاری مثال تو اس بے وقوف تیل ڈلوانے والے کی سی بن گئی ہے جو چھوٹا برتن لے کر زیادہ تیل کے پیسے لے کے گھر سے نکلا اور برتن کے پیندے میں بھی تھوڑی سی جگہ بنی تھی، کپ الٹا سا بنا ہوتا ہے۔ اس نے جب تیل خریدا تو کچھ تیل، چونکہ پیسے زیادہ دے بیٹھا تھا، بچ گیا تو اس نے اس کو الٹا دیا اور کہا باقی اس طرف ڈال دو۔ دکاندار نے کہا ہیں، ہیں! یہ کیا کرتے ہو وہ تو گر گیا۔ اس نے فوراً سیدھا کر دیا اور جو تھا وہ بھی گیا۔ ان کی تو شرکوں کا یہ حال ہے وہ بڑا برتن تو خدا والا خود الٹا بیٹھے۔ کہہ دیا یہ نہیں ہمیں اس کی پرواہ کوئی نہیں اللہ کا شرک کیا

فرق پڑتا ہے اور وہ جو شرک رسالت تھا وہ بھی ہاتھ سے گیا، وہ معاملہ بھی ہاتھ سے گیا۔ ثابت کر بیٹھے ہیں اپنے عمل اور اپنے عقیدوں سے کہ شرک فی الرسول کے اگر قائل ہیں تو یہ قائل ہیں اور جماعت احمدیہ کا بلا استثناء، بلا شک یہ عقیدہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد آپ کے غلاموں میں سے خدا کسی کو شرف بخشے تو بخشے غیر کی مجال نہیں ہے کہ امت محمدیہ میں دخل دے۔ پس شرک فی الرسالت کس کا ہے اور کس کا نہیں، کوئی تو عقل کرو۔ مگر جب عقل رہے ہی نہ باقی تو پھر قرآن کے اس فتوے نے صادر ہونا ہی ہونا ہے کہ اپنا بوجھ تم اتار بیٹھے ہو اور گدھوں کی پیٹھوں پہ لاد دیا ہے جن کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا لدا ہوا ہے۔" (الفضل انٹرنیشنل 26 اگست 1994ء)

۞ خطبہ جمعہ 29 جولائی 1994ء

ہتک رسول کا مضمون اللہ کی ہتک سے شروع ہوتا ہے

"میں نے مضمون کا آغاز اس بات سے کیا تھا کہ سب سے اہم توہین تو اللہ کی ہے۔ اللہ ہی کی ذات سے تعلق میں ہر نیکی کا وجود ہوتا ہے، ہر نیک شخص وجود میں آتا ہے خواہ وہ رسول ہو یا غیر رسول ہو۔ تمام عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ کی عزت کو چھوڑ کر پھر کوئی عزت بھی باقی نہیں رہتی۔ پس ہتک رسول کا مضمون اللہ کی ہتک سے شروع ہوتا ہے۔ اس کو نظر انداز کر کے تم کن باتوں میں پڑ گئے ہو اور اللہ کی ہتک کا جہاں تک تعلق ہے قرآن کریم نے اس مضمون کو مختلف پیرایوں سے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے اور ایک بھی جگہ اللہ تعالیٰ کی ہتک کے نتیجے میں انسان کو اختیار نہیں بخشا کہ وہ اس کو کسی قسم کی کوئی سزا خود دے۔ ایک آیت میں اس سے پہلے پڑھ چکا ہوں اس کے حوالے سے بات کر چکا ہوں اب ایک اور پہلو سے، قرآن کریم کا اسلوب بڑا عجیب ہے، ایک اور پہلو سے اس مضمون کو چھیڑتا ہوں جس کا قومی عقائد سے تعلق ہے قومی عقائد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ بعض مذاہب کے عقائد ایسے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی توہین پائی جاتی ہے اور ان میں سب سے زیادہ توہین آمیز عقیدہ عیسائیت کی طرف منسوب فرمایا گیا۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (مریم: 89) یہ اعلان کرتے ہیں کہ رحمٰن خدا نے بیٹا بنالیا ہے۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا دیکھو تم بہت ہی سخت بہت بری بات کر رہے ہو۔ اتنی بری بات ہے کہ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (مریم: 90) یہ بات اتنی خطرناک ہے کہ اس سے آسمان پھٹ سکتے ہیں اور زمین دو نیم ہو سکتی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتی ہے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو سکتے ہیں۔ جس کا خدا پہ ایمان ہو اس کی طرف سے اس سے بڑی گستاخی نہیں ہو سکتی کہ اس نے اپنے بیٹے بنا لئے ہیں یا اس کی کوئی اولاد ہے اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کس بات سے آسمان پھٹ سکتے ہیں، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں، زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتی ہے، دوبارہ دُہرایا ہے اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کہ انہوں نے رحمٰن کی طرف اولاد منسوب کر دی ہے۔ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا حالانکہ اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنالے۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ

اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے وہ اللہ کے حضور ایک غلام کی صورت میں حاضر ہوگا۔ ایک مخلوق، ایک بندے کی صورت میں حاضر ہوگا اور کوئی شخص اس کے بیٹے کے طور پر اس کے حضور حاضر نہیں ہوگا لَقَدْ اَحْصٰھُمْ وَعَدَّھُمْ عَدًّا اللہ تعالیٰ نے ان کا گھیرا ڈال رکھا ہے اور ان کی گنتی سے خوب باخبر ہے، جانتا ہے کہ یہ کتنے لوگ ہیں، کون ہیں، کیا کچھ کرتے ہیں وَکُلُّھُمْ اٰتِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَرْدًا ان میں سے ہر ایک، ایک ایک کر کے، انفرادی طور پر خدا کے حضور حاضر ہوگا۔ یہ ہے وہ توہین خداوندی جو ایک مذہبی عقیدے کی بنیاد کے طور پر قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے اور اتنا سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے کہ قریب ہے اس عقیدے سے آسمان اور زمین اور پہاڑ پھٹ پڑیں لیکن اس کے باوجود انسان کو اختیار نہیں بخشا کہ وہ خدا کی گستاخی کرنے والوں کو کوئی بدنی سزا دے۔ (مریم: 89 تا 96)

پھر سورۃ کہف (آیات 6,5) میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے اور فرماتا ہے کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ بہت ہی خطرناک بات، بہت ہی ظالمانہ بات ہے کَبُرَتْ حد سے بڑھی ہوئی، حد سے تجاوز کی ہوئی بات ہے اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا سوائے جھوٹ کے یہ لوگ اور کچھ نہیں کہتے۔ یہ تو قرآن کریم کا بیان ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی توہین کا تعلق ہے اور مختلف جگہوں میں، مختلف صورتوں میں جہاں تاریخ انبیاء کا ذکر ہے وہاں ان کے معاندین کا، خدا تعالیٰ کا تحقیر سے ذکر کرنا بھی بیان ہوا ہے۔ ایک کے بعد دوسرے نبی کی تاریخ آپ پڑھتے چلے جائیں قرآن سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام قرآن میں اس بات کی قطعی گواہیاں موجود ہیں کہ انبیاء کے مخالفین نے اللہ تعالیٰ کی گستاخیاں کیں اور اسی وجہ سے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو ان کی باتوں سے دل آزار مت ہو، یہ ظالم تو اللہ کے خلاف بھی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اور اللہ اور رسولؐ کی ہتک کو اس طرح ایک جگہ باندھ دیا اور نصیحت صبر کی فرمائی، نصیحت اعراض کی فرمائی۔ کہیں یہ نہیں کہا کہ اس کے نتیجے میں تلوار ہاتھ میں لو اور ان کی گردنیں اڑا دو۔ جہاں تک عمومی تکذیب کا تعلق ہے میں نے وہ سب آیات اس لئے چھوڑ دی ہیں کہ ہر قرآن کا قاری جانتا ہے، بہت زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وقت تھوڑا ہے لیکن کوئی دنیا کا مولوی ایک بھی ایسا نہیں جو اس اعلان کا جو میں یہاں کر رہا ہوں، اس کا انکار کر سکے۔ قرآن کریم کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خلاف گستاخانہ جملوں کا ذکر فرماتا ہے، خدا کی تضحیک، خدا کے ساتھ تمسخر کا ذکر فرماتا ہے اور کسی ایک جگہ بھی انسان کو اجازت نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کی ان گستاخیوں کا بدلہ اپنے ہاتھ میں لے۔

آیات اللہ کی گستاخی کی سزا اس محفل سے اٹھ جانا ہے

کتاب اللہ کی تضحیک کا جہاں تک تعلق ہے صرف قرآن ہی کی نہیں، اس سے پہلے تمام کتب کی تضحیک کی گئی اور قرآن کی بطور خاص تضحیک کی گئی۔ سورۃ نساء آیت 141 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُبِهَاوَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کتاب میں یہ تعلیم نازل فرمائی ہے، یعنی عرش سے یہ تعلیم اُتاری ہے۔تمہارے لئے کہ جب بھی تم سنو، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جائے اوران سے تمسخر کیا جائے۔اوریادرکھیں کہ "آیات اللہ" کامضمون بہت ہی وسیع ہے۔تمام انبیاء بھی آیات اللہ میں شامل ہیں اورتمام کتب آیات اللہ میں شامل ہیں تو فرمایا کہ تمہارے لئے ہم نے آسمان سے اس کتاب یعنی قرآن میں یہ تعلیم نازل فرمائی ہے کہ جب بھی تم سنو کہ اللہ کی آیات کاانکار کیا جاتا ہے یاان سے تمسخر کیا جاتا ہے تو کیا کرو؟ تلواریں لے کران لوگوں کی گردنیں اڑادو؟ ہرگز نہیں۔فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ ان کے پاس نہ بیٹھا کرو۔ہمیشہ کے لئے بائیکاٹ ہے! وہ بھی نہیں۔فرمایا حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ہاں جب وہ دوسری باتیں شروع کریں تو معاشرے کے جو ملنے جلنے کے آداب ہیں ان کے مطابق ان سے بے شک ملنا جلنا رکھو لیکن اس مجلس میں نہیں بیٹھنا جس میں خدا تعالیٰ کی آیات کی گستاخی ہورہی ہو۔یہ قرآنی تعلیم اورقرآنی سزا ہے جواتنی وضاحت سے پیش کی گئی ہے کہ فرمایا ہے کہ آسمان سے ہم نے تمہارے لئے بطورِخاص یہ تعلیم اتاری ہے۔اگر تم بیٹھوگے ان کے ساتھ تو کیا ہوگا؟ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں، اس کے رسولوں کو، اس کی آیات کا تو کوئی نقصان نہیں، فتویٰ یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو ضائع کر بیٹھوگے۔اورتم ان جیسے نہ ہوجاؤ اس لئے ہم تمہیں بچانے کی خاطر یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اس موقعہ پر ان سے اٹھ کر الگ ہوجایا کرو۔جہاں تک ان کی سزا کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا اس کی پرواہ نہ کرو۔یہ اللہ کا کام ہے تمام منافقین اورتمام کافروں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔پھر فرمایا وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ (الانعام:69)۔

اوراے مخاطب! اول مخاطب چونکہ واحد ہے اس لئے اول مخاطب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں تمسخر کرتے ہیں، تضحیک سے کام لیتے ہیں اورکئی کئی قسم کی باتیں بناتے ہیں۔فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ان سے اعراض کر، ان سے منہ پھیر لے۔حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ یہاں تک کہ وہ کسی اوربات میں مصروف ہوجائیں پھر ان سے دنیاوی روابط رکھے جاسکتے ہیں۔

یہ ہے عظمتِ قرآن۔یہ ہے کلام اللہ کا حوصلہ اورجگرا۔یہ وہ تعلیم ہے جو مسلمانوں کے علاوہ بطورِخاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دی گئی۔ان آیات کے ہوتے ہوئے اس کے مخالف کوئی معنی نشر کرنا یا قبول کرنا سراسر قرآن اورخدا کی گستاخی ہے۔پس اگر گستاخی کی کوئی سزا ہے تو ان لوگوں کو ملنی چاہئے جو واضح طور پر قرآن کریم کی کھلی کھلی تعلیم کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اوراس تعلیم کا انکار کرتے ہیں جو اللہ نے بطورِخاص آسمان سے ان کے لئے نازل کی ہے اوراپنے من مانے معانی قرآن کو پہنانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب بھی اپنے حق میں کوئی دلیلیں

پیش کرتے ہیں تو ان آیات پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔ذکر تک نہیں ملتا ان آیات کا ان کی باتوں میں۔حالانکہ انصاف کا تقاضا، تقوی کا تقاضا یہ تھا کہ اگر ایک مضمون کو چھیڑا گیا ہے اور اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں تو ان کو نظر انداز کر کے تم کوئی استدلال کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ان کو لو، اکٹھا کرو، پھر دیکھو کہ قرآن کریم کی کھلی کھلی محکمات کیا تعلیم دے رہی ہیں اور کیا بات تم پر کھول رہی ہیں۔اس کے خلاف جو کچھ بھی ہے وہ رد کرنے کے لائق ہے......

ملاں مسلمانوں کا مزاج بگاڑ کر ایک خوفناک مزاج پیدا کر رہا ہے۔جو گستاخی رسولؐ ہے

......یہ وہ ظالمانہ کردار ہے جس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف، قرآن کی طرف منسوب کرنا اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اگر کسی گستاخی کی کوئی سزا ہے تو اس گستاخی کی سزا ہونی چاہئے۔قرآن تو سزا نہیں پیش کرتا۔حدیث سے تو کوئی سزا ثابت نہیں۔لیکن جن لوگوں کے نزدیک ہے انہوں نے مولویوں کا منہ کیوں کالا نہیں کیا، کیوں ان کو نہیں پکڑا کہ تم نے بڑی بدبختی کی ہے، انصاف کے سارے تقاضے بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کو پارہ پارہ کرتے ہوئے تم نے قرآن کی طرف غلط تعلیم منسوب کی۔محمد رسول اللہؐ کے کردار کی طرف غلط تعلیم منسوب کی اور پھر اپنی طرف سے خود ہی منصف اور خود ہی عادل بن بیٹھے اور فیصلہ وہ کیا جس کا عدل سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔جن ملکوں میں یہ خوفناک مزاج پیدا کیا جا رہا ہے اس کی پہچان اس سے بڑھ کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ کوئی مولوی، بدبخت سے بدبخت مولوی اگر اس کو کہا جائے کہ خدا کی قسم کھا کے یہ اعلان کرو کہ میرے نزدیک حضرت محمدؐ رسول اللہ کے وقت میں ایسا واقعہ ہوتا تو محمدؐ رسول اللہ اور آپؐ کے ساتھی یہ حرکتیں کرتے؟ کبھی ایسی قسم کھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے، جانتا ہے کہ قرآن اور محمدؐ رسول اللہ کی سنت سے ان باتوں کا کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

مخالفین انبیاء کے الفاظ قرآن نے استعمال فرمائے

جہاں تک انبیاء کی توہین کا تعلق ہے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔چند آیات نمونۃً میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس میں مسلسل انبیاء کی توہین کا ذکر چلتا ہے اور کسی ایک جگہ بھی انسان کو اس توہین کے نتیجے میں، توہین کرنے والے کو سزا دینے کا اختیار نہیں دیا گیا۔فرماتا ہے: كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (الذاریات: 53) اسی طرح ان سے پہلے جو رسول آتے رہے ہیں یعنی پہلے رسولوں کا ذکر ہے ان کا ذکر کر کے فرمایا: اسی طرح ان سے پہلے بھی جو رسول آتے رہے ہیں یعنی پہلے جب بھی آتے تھے اُن کو اُن کے مخالفین نے کہا، یا ان کو جادوگر کہا یا پاگل قرار دیا۔اور پاگل اور جادوگر قرار دینا، کیا مولویوں کے نزدیک عزت کے کلمات ہیں یا تذلیل کے کلمات ہیں۔اگر تذلیل کے کلمات ہیں تو بتائیے ان کی کہاں سزا قرآن کریم نے مقرر فرمائی ہے۔یہ آیت سورہ الذاریات سے لی گئی ہے۔

سورۃ یٰسین آیت 31 میں ہے۔مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ایک بھی رسول ان

بد بخت دنیا والوں کے پاس نہیں آیا مگر ضرور اس سے وہ ٹھٹھا کرتے رہے اور تمسخر اڑاتے رہے۔ کیا اس کا نام ہتک رسالت ہے یا نہیں ہے؟ یہ سوال اٹھتا ہے۔ اگر رسولوں کا مذاق اڑانا گستاخی نہیں ہے اور ہتک نہیں ہے تو پھر ہتک کا تمہارا تصور کیا ہے؟ اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو اس کی سزا قرآن کریم نے کہاں مقرر فرمائی ہے؟

پھر فرمایا: وَ مَا يَاْتِيْهِم مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (زخرف :8) میں بھی یہی مضمون ہے۔

سورۃ الاعراف آیت 61 کے حوالے سے ہے نوحؑ کو ان کی قوم نے کہا اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ہم تمہیں اول درجے کا گمراہ پاتے ہیں، کھلا کھلا ضلالت والا، راہِ راست سے ہٹا ہوا۔ مولویوں کے نزدیک پتہ نہیں یہ ہتک ہے یا نہیں ہے، مگر میں عام انسان کو جس کی عقل اس قدر مسموم نہیں ہو چکی کہ اپنے عقائد کے چکر میں پڑ کر اس میں سوچنے کی طاقت بھی نہ رہی ہو، ان کو مخاطب کرتے ہوئے میں بتاتا ہوں کہ یہ مسلسل ہتک کی باتیں ہیں اور شدید گستاخی کے واقعات ہیں جو قرآن کریم کی رُو سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پیش آتے رہے۔ پھر حضرت نوحؑ کو کہا قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ (القمر:10) کہ یہ شخص مجنون ہے اور ایسا دھتکارا ہوا ہے جو چاہے اس کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کا سلوک کرے اسے ذلیل و رسوا کرے، کھلی چھٹی ہے۔ حضرت نوحؑ کے متعلق کہا اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ (المومنون:26) اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ اس کو تو جن چڑھ گیا ہے اور جن چڑھنا، شیطان چڑھنا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ (الانبیاء:69) کہ یہ ایسا شخص ہے کہ اس کی سزا آگ میں جلائے جانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اگر تم اپنے معبودوں کی مدد کرنا چاہتے ہو تو اس کو آگ میں جلا دو۔ یہ عزت افزائی کے کلمات ہیں جو قرآن کریم نے ابراہیمؑ کے واقعات میں بیان فرمائے ہیں!؟

پھر لوطؑ کے متعلق کہا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ (الشعراء:168) انہوں نے لوطؑ سے کہا کہ اگر تو باز نہیں آئے گا تو ہم تجھے ضرور دیس نکالا دے دیں گے، اپنے ملک سے نکال باہر کریں گے۔

اور حضرت صالحؑ سے کہا قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (الشعراء:154) کہ تجھ پر تو جادو ہو چکا ہے، اپنے ہوش، عقل ٹھکانے نہیں رہے جادو والے سے ہم کیا بات کریں۔ پھر مزید اس پر یہ بات بڑھائی بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (القمر:26) وہ بہت سخت جھوٹا اور حد سے بڑھا ہوا ہے اپنی بے راہ روی میں۔

حضرت ہودؑ کے متعلق الاعراف :67 میں لکھا ہے قوم نے کہا اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ اے ہود! ہم تو تجھے بہت ہی بیوقوف دیکھ رہے ہیں، پرلے درجے کا احمق انسان ہے وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ صرف یہی نہیں ایک بیوقوف، اوپر سے جھوٹا یعنی جیسے کہتے ہیں کریلا اور نیم چڑھا تو کہتے ہیں بیوقوف تو خیر ہے ہی، اوپر سے جھوٹا بھی نکلا ہے۔ یہ عزت افزائی کے کلمات مولویوں کے نزدیک ہوں گے کیونکہ ان میں کوئی سزا مقرر نہیں اگر ہتک رسول ہوتی تو سزا بھی تو ہونی چاہئے تھی۔

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کے متعلق فرعون نے کہا اور فرعون کی قوم نے: اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا

عٰبِدُوْنَ (المومنون:48) کیا ان جیسے عام انسانوں کی ہم اطاعت کریں جب کہ ان کی قوم ہماری عبادت کر رہی ہے۔ عٰبِدُوْنَ کا مطلب غلام ہے اور چونکہ اس میں عبادت کا مفہوم بھی ہے تو غلامی اس حد تک پہنچ جائے کہ گویا کسی مالک کی کسی آقا کی پرستش شروع ہو جائے۔ یہ دونوں مضمون اس ایک لفظ میں داخل ہیں۔ ہمارے غلام، ہمارے نوکر چاکر، ان کی مجال کیا ہے؟ یہ تو گویا ہماری عبادت کرتے ہیں اور ان لوگوں میں سے یہ موسیٰ ہو اور ہارون، اور ہم ان کی اطاعت کرنی شروع کر دیں یہ کیسے ممکن ہے؟

حضرت شعیبؑ کے متعلق قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ وہی مُسَحَّرِیْنَ کا الزام جو حضرت صالحؑ پر لگایا گیا تھا شعراء آیت 185 میں درج ہے کہ حضرت شعیبؑ پر بھی لگایا گیا۔ الشعراء 187 میں ہے وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ۔ ہم تو سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے کہ تو یقیناً جھوٹا ہے۔ انبیاء پر الزام کی تو یہ داستان ہے۔

انبیاء کے مقدس خاندان، اہلِ بیت سے تعلق رکھنے والوں اور ان کی ماؤں پر بھی تو الزام لگائے گئے اور وہ بھی ایسی چیز ہے جس سے بہت اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ عام دنیا دار، اللہ کی ہتک پر اتنے مشتعل نہیں ہوا کرتے جتنے اپنے انبیاء اور ان کے رشتے داروں کی گستاخی پر مشتعل ہو جاتے ہیں۔ تو ایک طرف تو عیسائیوں کا وہ عقیدہ بیان کیا گیا جو موحدین کو مشتعل کرنے والا تھا۔ اب یہودی موحدین کا وہ عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے جو عیسائیوں کے لئے جائز وجہِ اشتعال رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کسی سزا کا کوئی اعلان نہیں فرمایا۔ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (النساء:157) کہ یہود ایسے ظالم لوگ ہیں کہ صرف کفر نہیں کیا بلکہ مسیح کی ماں پر نہایت ناپاک الزام لگایا جس کے نتیجے میں مسیح بھی ایک جائز انسان کہلانے کا مستحق نہیں رہا۔ کیا یہ ہتکِ عزت نہیں ہے؟ کیا یہ رسول اور اس کی ماں اور ان دونوں کی ایسی ہتک نہیں ہے کہ اگر کوئی سزا مقرر ہونی چاہئے تو یہاں اعلان ہو جانا چاہئے تھا کہ اس کی یہ سزا ہے! تو پھر تم ان باتوں کو کس کھاتے میں ڈالو گے۔ کیسے ان آیات کے ہوتے ہوئے ان قوموں سے سلوک کرو گے۔ اگر اپنی من مانی کرنی ہے تو ہر ہتک کے نتیجے میں قتل لازم ہے اس لئے اگر تقویٰ کا ادنیٰ سا بھی شائبہ تمہارے اندر پایا جاتا ہے تو اس اعلان کے بعد ایک طرف عیسائیوں کے قتل وغارت کے لئے تلواریں سونت لو اور نکل کھڑے ہو دوسری طرف یہود کو فنا کرنے کے لئے ان پر حملہ آور ہو جاؤ اور یہ نہ دیکھو کہ اس راہ میں تمہاری جان جاتی ہے کہ ان کی جاتی ہے۔ اگر یہ دیکھنا ہے تو پھر غیرت کون سی ہوئی؟ غیرت تو وہ ہوا کرتی ہے کہ جب مثلاً ماں کی بے عزتی ہو تو بچے خواہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، بڑے سے بڑے ظالم کے سامنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ غیرت تو مرغی سے سیکھو کہ جب اس کے بچوں پر چیل جھپٹتی ہے تو وہ تن جاتی ہے اور چیل کے سامنے اٹھتی ہے اور اس کے مقابلے کے لئے اڑانیں کرتی ہے۔ جب خون خوار کتا جس کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں اس کے چوزوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو قطعِ نظر اس کے کہ اس کی جان پر کیا بنے گی وہ بپھرتی ہوئی اس کتے پہ جا پڑتی ہے۔ یہ عام جانوروں کی غیرت ہے، تم ایسے ظالم لوگ ہو کہ خدا اور رسول کی عزت کی غیرت کے حوالے دیتے ہو اور قرآن میں جہاں جہاں ان کی

بے عزتیوں کا ذکر ہے ان سے آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہاں نہیں ۔عیسائی بہت طاقتور لوگ ہیں، ان کو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ۔یہودی بہت طاقتور ہیں، ان کو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ہم تو وہیں اپنی غیرت کا مظاہرہ کریں گے جہاں ہم اتنے طاقتور ہوں کہ ہمارے قتل کے نتیجے میں ہمارے منہ پر خراش بھی نہ آ سکے ۔اسلامی غیرت کا یہ تصور ہے!؟ کس کس جگہ انہوں نے اسلام کو بدنام کیا ہے وہ شمار میں نہیں آ سکتیں باتیں ۔اب آگے چلئے یہ بھی کہتے ہیں کوئی ایسی بات نہیں ۔حضرت مریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہود، رکھتے پھریں ہمیں کیا اس سے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں کہ سب بے عزتیاں برداشت، خدا کی بے عزتی برداشت مگر محمد رسول اللہ کی بے عزتی ہم برداشت نہیں کر سکیں گے ۔

آنحضورؐ کے بارہ میں دشمنوں کے الفاظ کا قرآن میں تذکرہ

آیئے ۔اب قرآن کریم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہتک کے واقعات کا اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں ۔قرآن کریم فرماتا ہے :وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْا ظُلْمًا وَّزُوْرًا (الفرقان:5) یہ کہتے ہیں کہ یہ سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں جو محمدؐ نے خود گھڑ لیا ہے اور یہی نہیں یہ ایک اور قوم کا ایجنٹ بھی ہے وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ اس جھوٹ، افتراء باندھنے میں اور گھڑنے میں ایک دوسری قوم نے اس کی مدد کی ہے، اپنے لوگ نہیں ہیں ۔اٰخَرُوْنَ سے مراد ہے کوئی باہر کی قوم ہے جو اس کی مدد کے لئے آئی ہے فَقَدْ جَآءُوْا انہوں نے مل کر یہ شرارت کی ہے جَآءُوْا ظُلْمًا وَّزُوْرًا بہت بڑا ظلم کمایا ہے ان لوگوں نے مل کر اور بہت بڑا جھوٹ گھڑا ہے ۔کیا یہ ہتک رسول ہے یا نہیں؟! اگر نہیں تو تمہاری منطق کیا ہے تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے ۔ہتک اور کس کو کہتے ہیں ۔اور اگر ہے تو اس کی سزا بتاؤ قرآن کریم میں کہاں لکھی ہے؟ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الفرقان:6)

اور اسی پر بس نہیں کی، انہوں نے کہا یہ تو پرانے لوگوں کی باتیں ہیں ۔اِكْتَتَبَهَا محمد رسول اللہؐ نے، رسول اللہ تو میں کہہ رہا ہوں یعنی ان کے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) نے اِكْتَتَبَهَا اسے لکھوا رکھا ہے، کسی کی مدد سے لکھوا لیا ہے فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا یہ جانتے تھے اور اقرار کرتے تھے کہ پڑھے ہوئے نہیں ہیں اس لئے لکھوایا بھی کسی سے اور کوئی اور پڑھنے والا صبح شام ان پر یہ باتیں پڑھ کے سناتا ہے تا کہ یہ بھول نہ جائیں ۔

پھر سورۃ المومنون کی آیات ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان ظالموں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو کیا کیا کہہ کر اذیتیں پہنچائیں کہا، اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا انہوں نے کہا کہ ایسا شخص ہے جس نے خدا پر جھوٹ کا طومار باندھ رکھا ہے وَمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ہم ایسے شخص پر ایمان ہرگز نہیں لا سکتے ۔محمد رسول اللہ نے کیا جواب دیا اپنے غلاموں کو یہ تلقین فرمائی کہ اٹھو تلواریں سونتو اور ان کے سرتن سے جدا کر دو! ہرگز نہیں ۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ اے میرے رب تو میری مدد فرما اس وجہ سے کہ لوگ مجھے جھٹلا چکے ہیں میرا

کوئی اختیار نہیں ۔تو ہی ہے جو میری مدد فرما سکتا ہے ۔(المومنون: 40-39)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیوانہ کہا گیا ۔سورۃ الحجر میں فرماتا ہے:

وَقَالُوْا یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (الحجر:7)انہوں نے کہا اے وہ شخص !اور خطاب دیکھیں کیسا تحقیر کا ہے ۔اے وہ شخص جس پر ذکرا تارا جارہا ہے تو یقیناً پاگل ہے اس کے سوا ہم اور کچھ نہیں کہہ سکتے لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَةِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (الحجر:8)اگر تو سچا ہوتا تو ہمارے پاس فرشتے لے کے کیوں نہ آتا مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ (الحجر:9)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سزا تو دینی ہے ۔ہم ہی دیں گے،مگر جب حق پوری طرح ثابت ہو جائے ان پر ۔پھر خدا فرشتے بھیجتا ہے اور جب فرشتے بھیجتا ہے،تو ان لوگوں کو پھر کوئی مہلت نہیں دی جاتی ۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بار بار مجنون کہا گیا ۔الحجر:7 میں لکھا ہوا ہے پھر سبا:48 میں ہے ۔القلم کی آیت 52 میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں (جس میں کچھ تھوڑا تھوڑا مضمون کا اضافہ ہے میں وہی آیات لے رہا ہوں ورنہ آیات تو بہت کثرت سے ہیں)وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ایک طرف تو ذکر کا یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے کلام کا حوالہ دیتے ہیں تحقیر کے ساتھ اور طعنوں کے ساتھ کہ گویا وہ جس پر ذکر اتارا جارہا ہے ۔تیرا یہ حال ہے کہ اللہ نے چنا بھی تو کس شخص کو چنا جو مجنون ہے ۔پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس ذکر کو وہ طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں جب وہ سنتے ہیں تو غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے اس ذکر میں کوئی ایسی طاقت ہے،ایسی شان ہے جس سے ان کے سینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے ورنہ پاگلوں والی باتوں پر تو کوئی بھڑکا نہیں کرتا ۔پاگلوں والی باتوں پر تو ہم نے سوائے اس کے کہ کوئی پاگل ہو کسی کو غصہ میں آتے نہیں دیکھا وہ ہنستے ہیں مذاق اڑاتے ہیں پتھر بھی مار دیتے ہیں مگر پاگل کی بات، پاگلوں والی سن کر کوئی بھڑک اٹھے، یہ نہیں ہو سکتا ۔تو قرآن کریم کا انداز بیان دیکھیں،اسی بیان میں اس کا توڑ بھی رکھ دیا، بتا بھی دیا کہ تم جھوٹے ہو اگر یہ ایسا ذکر تھا جو تمہارے سامنے پیش کرتا ہے جو پاگلوں والی باتیں ہیں، تمہیں غصہ کس بات کا آجاتا ہے؟فرماتا ہے ۔وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ پاگل ایسے ہیں کہ جب ذکر کو سنتے ہیں تو غیظ وغضب سے ان کی آنکھیں لال ہو جاتی ہیں یعنی آنکھیں لال ہونے کا تو اردو محاورہ ہے،قرآن کریم فرماتا ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے ذکر سنتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ ابھی تجھے غضب آلود نظروں سے پھسلا دیں گے ۔اب پاکستان سے آئے ہوئے لوگ تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں ۔مولوی

جن آنکھوں سے ان کو دیکھتا ہے وہ لگتا ہے کہ غضب ناک نظروں ہی سے ان کے پاؤں تلے سے زمین نکال دے گا اور وہی فطرت انسان کی قدیم سے اسی طرح چلی آرہی ہے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں بھی یہی حال تھا ان لوگوں کا ۔اس سے پہلے زمانوں میں بھی یہی حال تھا کہ بات سنتے تھے اور غصہ آجاتا تھا اور غضب آلود نگاہیں ڈال ڈال کر ڈرانے کی کوشش کرتے تھے ۔وہ کہتے تھے یہ شخص تو محض دیوانہ ہے اگر دیوانہ ہے تو دیوانے کی بڑ پر غصہ کس بات کا آتا ہے؟

پھر فرمایا وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (الفرقان:42) کہ جب تجھے دیکھتے ہیں تو تمسخر اور ٹھٹھوں کا نشانہ بنا لیتے ہیں، جب دیکھتے ہیں تیرا مذاق اڑاتے ہیں اور بات اس طرح کرتے ہیں اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا دیکھو دیکھو یہ وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے! کیسا تکبر، کیسی تحقیر اور ان سب گستاخیوں کا ذکر کرتے کرتے ایک جگہ بھی اللہ تعالیٰ تلوار پکڑ کر ان کے سر اڑانے کی تعلیم نہیں دے رہا۔ مولویوں کے کان میں اگر کسی نے پھونک دیا تو وہ اللہ نہیں ہے جس نے محمد رسول اللہ پر کلام نازل فرمایا تھا کوئی اور روح ہے جو یہ باتیں پھونک رہی ہے کیونکہ اس خدا کو اس وقت یاد نہیں تھا کہ آئندہ زمانوں میں گستاخی کی سزا موت اور موت کے سوا کوئی مقرر نہیں کرنی اور وہ بھی انسانی ہاتھوں سے ۔پس قرآن کے نزول کے وقت تو اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں یاد نہیں اب مولویوں کو کہاں سے سجھائی دے گئیں ۔صاف پتہ چلتا ہے کہ کوئی اور چیز ہے جو ان کے کانوں میں یہ باتیں گھول رہی ہے یا پھونک رہی ہے ۔پھر فرمایا:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (الانبیاء:42) اور یقیناً تجھ سے پہلے بھی تمام رسولوں کی تضحیک کی گئی یا رسولوں کی تضحیک کی گئی پس جس چیز سے وہ تضحیک کیا کرتے تھے اس تضحیک نے خود ان کو گھیرے ڈال لئے یعنی خدا کی تقدیر نے ان سے سزا دینے کے لئے وہ ساری باتیں ان کے خلاف پیدا کر دیں جو انبیاء کے خلاف وہ استعمال کیا کرتے تھے ۔

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ (الانبیاء:37) کہ یہ لوگ جب تجھے دیکھتے ہیں تجھ سے مذاق کرتے ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں اور باتیں اس طرح کرتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو ہمارے معبودوں کے تذکرے کرتا ہے دیکھو دیکھو اس کی صورت دیکھو۔

آنحضرتؐ نے کبھی بھی تضحیک کی بدنی سزا کا اعلان نہیں کیا بلکہ معاف فرمایا:

کیا یہ سب عزت افزائی کے کلمات ہیں؟ اگر نہیں تو قرآن کریم نے کہاں ان کی سزا مقرر فرمائی اور ان سب باتوں کو سن کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خود کیا نمونہ دکھایا۔ یہ آیات تو مسلسل ایک سلسلہ ہے تمام انبیاء کی تضحیک کا تذکرہ ایک طرف اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلاف گستاخیوں اور تمسخر کا تذکرہ ایک طرف۔ قرآن کریم میں یہ مضمون پہلے تمام انبیاء کے مضمون پر بھاری ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام انبیاء سے جو مذاق کئے گئے جو ان کی رسوائیاں کرنے کی کوشش کی گئی وہ سارے ایک طرف، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے جو بدسلوکی کی گئی، وہ پھر ان سب انبیاء سے کی گئی بدسلوکیوں پر بھاری ہوتی ہے۔

پھر یہ بھی کہا گیا کہ ہم اس لئے اس کی دشمنی کرتے ہیں کہ آباؤ اجداد کے مذہب سے ہٹانے والا ہے۔ پھر کہا گیا کہ یہ شاعر ہے ہم تو انتظار کر رہے ہیں کہ زمانے کی آفات اس کو کچل کے رکھ دیں گی۔ (الطور: 31) پھر کہا گیا کہ پراگندہ خیالات اور خوابوں ہی کو اپنا الہام بنا بیٹھا ہے۔ پراگندہ خوابیں ہیں نفسانی خیالات ہیں۔ (الانبیاء: 6) اور آج کل کے مولوی الہام سے ملتا جلتا ایک اور غلیظ لفظ استعمال کرتے ہیں تو ترقی یافتہ ہیں کافی، وہی طرز ہے وہی نہج ہے جو پہلوں کی تھی، صرف بدکرداریوں میں اور بدزبانیوں میں ان سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ کہتے ہیں اس نے تو اپنی طرف سے بات بنالی ہے (الطور: 34) پھر معجزات کا انکار اور یہ کہنا کہ کہتے ہیں بڑے معجزات آئے ہیں ایک بھی لا کے دکھائے معجزہ تب ہم مانیں گے، یہ تو ایک بھی معجزہ پیش نہیں کر سکتا (الروم: 59) اب یہ باتیں میں پرانے زمانے کی کر رہا ہوں جن کو قرآن کا زیادہ علم نہیں ہے وہ شاید یہ سمجھ رہے ہوں میں اس زمانے کی بات کر رہا ہوں، بعینہٖ یہی بات پاکستان کے مولوی، احمدیوں سے کہتے اور ان سے مطالبے کرتے ہیں کہتے ہیں تم کہتے ہو مرزا صاحب نے بڑے معجزے دکھائے، ایک لا دو۔ ایک بھی آیا تو ہم مان جائیں گے اور جو معجزوں کا سردار تھا، جس سے معجزوں کے سمندر پھوٹے، جس کے کلام کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر ان نشانات کو لکھ لیں، ان آیات کو جو قرآن میں نازل ہو رہی ہیں اور ان کے معانی کو۔ سمندر سیاہی بن جائیں اور درخت قلم بن جائیں تو ایک کے بعد سمندر پر سمندر ختم ہوتے چلے جائیں اور نئے ان کی مدد کو آتے چلے جائیں تب بھی آیاتِ الٰہی، کلمات اللہ کا مضمون ختم نہیں ہوگا اور سب سے بڑا کلمات کا مضمون قرآن کریم میں بیان ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت بھی یہی کہا کرتے تھے کہ ایک دکھا دو، ایک نشان لاؤ اور ہم ایمان لے آئیں گے اللہ تعالیٰ اس کا بھی جواب دے چکا ہے اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ وہ خدا کی قسمیں کھا کھا کر یہ اعلان کرتے ہیں لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا اگر وہ ایک بھی محمد رسول اللہ آیت لا دیں تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَا اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (الانعام: 110) اللہ کے پاس تو بے شمار آیات ہیں مگر کیسے تمہیں سمجھا دیں کہ جھوٹے ہیں بدبخت، ساری آیات بھی آجائیں تب بھی یہ نہیں مانیں گے، پہلے تھوڑی آیات ہیں جن کا انکار کر بیٹھے ہیں اور کون سی آیت ان کو

منوا لے گی ۔تو ان کا یہ سلوک تھا انبیاء سے، یہ سلوک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ تھا اور پھر یہ کہ تیری باتیں سننے کی ٹوہ رکھتے ہیں اور جب تو ان سے باتیں کرتا ہے تو پھر نظر انداز کر دیتے ہیں، بے عزتی کرتے ہیں گویا ان کے کانوں میں بوجھ پڑ گیا ہے (الانعام:26) یہ سارے طریق انہوں نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جھٹلانے اور آپؐ کی تکذیب کے اور آپؐ کی تذلیل کے اختیار کئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کہیں اس کے جواب میں سوائے اس کے کہ ان کو ہدایت کی دعائیں دی ہوں ان کے خلاف کوئی بدنی کارروائی نہیں فرمائی نہ آپؐ کو اس کی تعلیم دی گئی۔ (الفضل انٹرنیشنل 2 ستمبر 1994ء)

خطاب جلسہ سالانہ 29 جولائی 1994ء

حضور نے تین مسلسل خطبات کے بعد جلسہ سالانہ یو کے کے افتتاحی خطاب میں بھی اسی مضمون کو جاری رکھا اور فرمایا:۔

بعض فقہاء نے قرآن مخالف احادیث پیش کر کے ایک بھیانک تصویر اسلام کی پیش کی ہے

"بہت سے ظالموں نے قرآن کریم کی حقیقی تعلیم سے منہ پھیر کر ازمنہ وسطیٰ کے بعض فقہاء اور بعض حدیثیں جمع کرنے والوں کی ایسی حدیثوں پر بنا کرتے ہوئے جن کی کوئی اصل نہیں ہے اور جو قرآن کریم کے مضمون سے واضح طور پر ٹکرانے والی ہیں۔ایسے مفتی پیدا ہوئے جن مفتیوں نے اپنی عقل وفہم کے مطابق بظاہر اسلام کی خدمت کی مگر ایسا بھیانک تصور اسلام کا پیش کیا کہ اس تصور کی رو سے اسلام دنیا پر فتح یاب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تصویر انسانی فطرت کے خلاف ہے اور قرآن کا دعویٰ ہے کہ قرآنی تعلیمات فطرت کے مطابق ہیں۔فطرت پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور فطرت ہی کی تعلیم ہے جو اسلام نے دی ہے۔پس ہر وہ تعلیم جس سے فطرت مناسبت نہیں رکھتی۔ہر وہ تعلیم جو انسان کی سچی فطرت کے معاند اور مخالف ہے وہ کسی صورت میں بھی اسلام کی سچی تعلیم نہیں کہلا سکتی۔یہ ایک ایسا دائمی، بنیادی، قطعی اصول ہے جس میں آپ کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔

اسلام کی جو تصویر ان لوگوں نے پیش کی ہے وہ نہ صرف یہ کہ بھیانک ہے بلکہ ان کا عمل اس تصویر کو خود جھٹلا رہا ہے۔اسلام کے نام پر جبر اور ظلم اور زبردستی اور کسی گستاخی کی خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو انسانی سزا کا کوئی تصور پیش نہیں کیا گیا۔لیکن ان مفتیوں نے اور آج بھی جو آج کے مفتیوں کی لگامیں تھامے ہوئے ہیں انہوں نے کھلم کھلا یہ فتوے دیئے ہیں کہ کفر کی سزا قتل ہے۔اس کے سوا اور کوئی سزا نہیں ہے اور جہاں جہاں گستاخی کے حوالے سے قتل کے فتوے دیئے ہیں وہاں یہ استنباط قائم کیا ہے کہ چونکہ گستاخی رسول کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کفر کی سزا قتل کے سوا اور کچھ نہیں اس لئے لازماً ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام کوئی علاقائی مذہب ہے یا جغرافیائی یا قومیائی مذہب ہے؟ یا بین الاقوامی اور

کل عالم کا مذہب ہے؟ اگر کل عالم کا مذہب ہے تو اس کا فتویٰ یکساں ہر ملک میں برابر صادق آنا چاہئے اور برابر چلنا چاہئے۔ وہ مسلمان جو غیر مسلم حکومتوں میں بستے ہیں ان کا کوئی حق نہیں کہ اسلام کی ایک تعلیم کو سچا سمجھتے ہوئے اپنی جان بچانے کی خاطر اس تعلیم سے وہاں روگردانی کریں جہاں ان کو طاقت نہیں ہے کہ وہ اس تعلیم پر عمل کر سکیں۔

ہتک رسول کی کسی سزا کا قرآن میں ذکر نہیں

ہتک رسول کی سزا موت قرار دینے سے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تعلیم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کی حفاظت کے لئے جاری کی گئی ہے اور کوئی دوسرا نبی اس میں شریک نہیں ہے حالانکہ قرآن کریم اس مضمون کو بالکل جھٹلاتا ہے۔ بار بار سب نبیوں کے حوالے سے ہتک اور گستاخی کے نمونے پیش کرتا ہے اور آنحضرتؐ سے بھی یہی سلوک دکھلاتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ صبر کر اور ان لوگوں سے اعراض کر اور اللہ ان سے نپٹنے والا ہے۔ پس جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گستاخی رسولؐ کی سزا قرآن کریم نے اور صرف قرآن کریم نے دوسرے مذاہب کے برعکس یہ تجویز کی ہے کہ ایسے شخص کو مہلت بھی نہ دی جائے۔ اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے۔ اس کا خون تم پر مباح ہوگا۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس پر چڑھ دوڑے اور اسے قتل کردے۔

اگر یہ تعلیم تمام دنیا سے تعلق رکھتی ہے تو ہر ملک میں تمہارا بھی فرض ہے کہ اس تعلیم کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کردو اور ہر دشمن پر چڑھ دوڑو اور کفر کے نام پر قتل کا بازار گرم کردو مگر تم جانتے ہو اور خوب جانتے ہو اگر ایسی گستاخی کروگے یعنی قرآن اور اسلام اور حدیث اور نبیؐ کی گستاخی کروگے اور اپنی تعلیمات اس پاک مذہب کی طرف منسوب کروگے تو تمہارے خون کا بازار گرم ہوگا۔ تم صفحۂ ہستی سے نابود کردیئے جاؤ گے۔ تمہیں طاقت نہیں ہے کہ تم اس بات پر عمل کرکے دکھلاؤ جس بات کا تم دعویٰ کرتے ہو۔

گستاخی کا کیا مطلب ہے؟

پھر گستاخی کا کیا مطلب ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا یقین کرنا گستاخی ہے کہ نہیں؟ کیا یہودی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانتے ہیں؟ ان کا مذہب ان کو مجبور کرتا ہے یہ کہنے پر کہ آنحضرتؐ مفتری ہیں (نعوذباللہ)۔ جیسا کہ قرآن بتاتا ہے کہ اس زمانہ میں یہود کا بھی یہی دعویٰ تھا اور یہی مسلک تھا۔ کیا عیسائی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانتے ہیں؟ اگر نہیں اور تم جانتے ہو کہ نہیں تو کیا یہ گستاخی رسول نہیں کہ عیسائی آنحضورؐ کو مفتری قرار دیتے ہیں۔ کیا ہندو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانتے ہیں؟ کیا دنیا کے دیگر مذاہب والے آپؐ کو سچا جانتے ہیں؟ اگر وہ سچا جانتے تو آپؐ کی صداقت کا اقرار کرتے۔ پس ان لوگوں کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہنے والا گستاخ رسول ہے یا نہیں؟ کسی کو جھوٹا کہنا بہت بڑی گستاخی ہے اور تم جانتے ہو کہ تمام غیر مسلم اقوام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری اور جھوٹا قرار دیتے ہیں اور تمہارا کوئی بس، کوئی پیش نہیں جاتی۔ اس لئے کہ تمہارا دین اسلام کا دین نہیں۔ یہ دین دین فطرت نہیں ہے۔ دین فطرت وہی ہے جو

خدا نے ہر روح میں اس طرح داخل فرمایا کہ اس دین فطرت سے انسان کا خمیر اٹھایا گیا ہے۔اس خمیر کے خلاف تم کوئی دین دنیا میں رائج نہیں کر سکتے ۔دین وہی رائج ہوگا اور فتح یاب ہوگا جس کا خمیر انسانی فطرت میں گوندھا گیا ہے اور وہ بین الاقوامی انسانیت کا تصور ہے۔اسلام کا کوئی حکم بھی اس بین الاقوامی انسانی تصور سے ٹکرا نہیں سکتا۔

مولویوں کو انتباہ

توہین رسالت کی سزا کے قائل مولوی قرآن کریم کی جن آیات سے اپنے موقف کے حق میں استنباط کرتے ہیں ان آیات سے ہرگز وہ استدلال نہیں ہوتا جو یہ لوگ کرتے ہیں اور قرآن کریم کی دیگر متعدد آیات ان کے اس استنباط کو بڑی قوت سے رد کرتی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا ایسے خیالات کا قرآنی آیات کی طرف منسوب کرنا ہی قرآن کی گستاخی ہے۔

انہی آیات کو پیش کرتے ہوئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تم اس ظالم مسلک سے باز نہ آئے تو خدا کا وعدہ ہے کہ وہ تمہیں ضرور ذلیل ورسوا کرے گا اور اسلام کو تمہارے ہاتھوں ذلیل ورسوا نہیں ہونے دے گا۔

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے دو ایسے واقعات ہیں جنہیں یہ علماء اپنے حق میں پیش کرتے ہیں۔ایک کعب بن اشرف اور دوسرا ابو رافع دو یہودیوں کے قتل کے واقعات،مستشرقین نے بھی ان واقعات کو بہت اچھالا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بدنما دھبہ کے طور پر ظاہر کر کے اعتراض کئے ہیں ....ان واقعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر کوئی داغ نہیں لگتا اور ان سے گستاخ رسول کو سزا کے طور پر قتل کرنے کا استنباط کرنا بھی سراسر ظلم ہے۔جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے اور قرآن کریم نے بھی بعض واقعات کا ذکر فرمایا ہے۔مدینہ کی گلیوں میں آپؐ کی اور ازواج مطہرات کی گستاخی کی جاتی تھی مگر اس کے مقابل پر جوابی حملہ کے طور پر مسلمانوں کو ہرگز ایسے لوگوں کے قتل کی اجازت نہیں دی گی۔پس سنت رسولؐ کو سنت رسولؐ کے خلاف کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔یہ ناممکن ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار میں تضاد ہو۔نہ آپؐ کے کلام میں کوئی اختلاف ہے، نہ آپؐ کی سنت میں کوئی اختلاف ہے اور نہ آپؐ کا قرآن کریم کی تعلیم سے کوئی اختلاف ہے اور ہر وہ تاریخی واقعہ جس سے یہ استنباط کیا جائے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی حالات میں ایک جگہ اور حکم جاری فرما رہے تھے اور دوسری جگہ اور حکم جاری فرما رہے تھے بالکل غلط اور جھوٹا الزام ہے۔آنحضورؐ کا کردار وہی پاک یکساں کردار ہے جس کا ظاہر وباطن ایک تھا۔ظاہر بھی نور تھا اور باطن بھی نور تھا۔آپ کے کردار میں کوئی تضاد دکھائی نہیں دے گا۔

ملاں کی طرف سے پیش کی گئی روایات کے راوی کمزور ہیں

ازمنہ وسطی کے جن علماء کی بیان کردہ روایتوں اور فتاوی پر بنیاد رکھتے ہوئے توہین رسالت کی سزا موت تجویز کی جاتی ہے۔ان فتاوی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ...... محققین کے نزدیک ان کے راوی ضعیف، نا قابل اعتماد اور جھوٹے تھے۔ان لوگوں نے بعض نہایت خبیثانہ روایات کو رسول اللہؐ کی طرف منسوب کر کے اپنی کتب میں جگہ دی ہے۔

شاتم رسول کی سزا قتل پر تمام علماء متفق نہیں

یہ کہنا کہ شاتم رسول کو قتل کرنے پر علماء کا اتفاق ہے ہرگز درست نہیں ہے۔اس سلسلہ میں حضور نے حضرت امام ابوحنیفہ اور بعض دیگر علماء کے حوالے دیئے۔اسی طرح ان احادیث کا ذکر فرمایا جن میں واضح طور پر بعض یہود اور مشرکین اور منافقین کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی گستاخی کا ذکر ملتا ہے لیکن اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے قتل کا کوئی فتویٰ جاری نہیں ہوا۔صحیح بخاری میں ذکر ہے کہ کفار آپؐ کو مذمم کہتے تھے۔آپؐ فرماتے۔اللہ نے میرا نام محمد رکھا ہے یہ کسی مذمم کو گالیاں دیتے ہوں گے۔اس طرح اللہ نے مجھے ان کے بُرا بھلا کہنے سے بچالیا ہے۔حضور نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے آپ کو بچایا ہے۔اللہ نے آپ کا نام محمدؐ رکھا ہے۔ایک کیا کروڑوں،اربوں بد بخت بھی تمام عمر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے چلے جائیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام ہمیشہ سچا رہے گا کہ خدا نے خود آپؐ کا نام محمدؐ رکھ کر ہر بد بخت کی بدزبانی سے آپ کو بچالیا ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک اور روایت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ایک دفعہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے اعلانیہ اعتراض کیا کہ آپؐ نے عدل سے کام نہیں لیا۔حضور اکرمؐ نے اسے خدا کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی۔حضرت خالد بن ولیدؓ نے اجازت طلب کی کہ اس گستاخ رسولؐ کو قتل کر دیں مگر رسول اللہؐ نے فرمایا نہیں ایسا مت کرو شاید کہ وہ نماز پڑھتا ہو۔یہ وہ اسلام ہے جو اپنے حسن کے ساتھ تمام دنیا پر غالب آنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔کون ہے جو اس اسلام کی راہ روک سکے۔وہ اسلام تم نے کہاں سے سیکھا ہے جو من وعن اسلام کے دشمنوں پر صادق آرہا ہے۔جو ابوجہل،عتبہ اور شیبہ کا کردار پیش کر رہا ہے۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر تم کن اندھیروں میں بھٹکتے پھر رہے ہو۔اگر بخاری کی یہ روایت سچی ہے تو ناممکن ہے کہ وہ روایتیں سچی ہوں جن سے یہ لوگ قتل کے جواز نکالتے ہیں۔

سورۃ منافقون ان لوگوں کے خلاف بہت بڑی گواہ ہے جو توہین رسالت کی سزا قتل تجویز کرتے ہیں اور قیامت تک یہ ان کے خلاف گواہ بن کر کھڑی رہے گی۔

ہمیں تو ہین رسالت کا مرتکب قرار دینے والے خود کس کس طرح کی بیہودہ سرائی کرتے ہیں اور خدا اور رسول کی گستاخی کے مرتکب ہیں۔اور احمدیوں کی حمد اور درود بھی انہیں تکلیف پہنچاتا ہے۔حضور نے چار اسیران کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ دس سال انہوں نے جو اذیتیں برداشت کی ہیں وہ اتنی دردناک ہیں کہ خدا کی قسم مہینوں میں روزانہ ان کے لئے رویا کرتا تھا۔ان کا جرم کیا تھا اور کیا جرم ہے ان کا جو آج کال کوٹھڑیوں میں زندگی کے سانس لے رہے ہیں۔وہ جرم یہ ہے کہ انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور سیرت رسولؐ پر مضمون شائع کرنے کی جرات کی۔قرآنی آیات اور درود شریف پڑھنے کی وجہ سے احمدیوں پر گستاخی رسولؐ کے مقدمے درج ہوئے۔حضور نے بعض مقدمات کا قدرے تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح جھوٹے طور پر احمدیوں کے خلاف مقدمات

درج کئے جا رہے ہیں۔

کون سچا ہے جو اس وُرُود کی خاطر اپنی جان و مال اور عزتوں کو قربان چلا جا رہا ہے۔ وہ سچے ہیں یا تم سچے ہو جو جھوٹے الزام لگا کر اسلام کے چہرہ کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ مگر احمدی اپنے سینوں پر یہ داغ لیں گے اور اسلام کا چہرہ داغدار نہیں ہونے دیں گے۔

حضور نے بڑے جلال سے فرمایا کہ یہ وہ جنگ ہے اور آخری جنگ جو حق و باطل کے درمیان لڑی جا رہی ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ بات خدا کی ضرور پوری ہوگی کہ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا حق ضرور جیتے گا اور باطل بھاگ جائے گا کیونکہ اس منحوس باطل کے مقدر میں بھاگنے کے سوا اور کچھ نہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 19 اگست 1994ء)

ہندوستان میں تحریک شدھی کے خلاف

اعلان جہاد اور پاکستان میں حملوں کی اسلام مخالف حرکات کا تذکرہ

1986ء میں ایک بار پھر انڈیا میں شدھی تحریک نے سر اٹھایا اور بعض انتہا پسند آریوں اور مذہبی جنونیوں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ ادھر پاکستانیوں میں بھی ایک سربراہ مملکت کے جھنڈے تلے احمدیت کے خلاف معاندین اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اسلام سے محبت کے پیش نظر 22 اگست 1986ء کو ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں شدھی تحریک کی تفصیل

1922ء، 23ء اور 24ء کے دور میں جو مسلمانوں کے لئے ہندوستان میں ایک انتہائی دردناک دور تھا۔ ملکانے کے علاقہ میں ایک شدھی کی تحریک چلائی گئی تھی اور کثرت سے راجپوتوں کو یہ کہہ کر دوبارہ ہندو بنایا جا رہا تھا کہ تمہارے آباؤ اجداد تو ہندو تھے اور تمہیں مسلمان بادشاہوں نے زبردستی مسلمان بنا لیا تھا اس لئے تمہارا اصل مقام، تمہارا دائمی مقام ہندو سوسائٹی میں ہے اور اگر تم دوبارہ ہندو بن گئے تو تمہیں اور بہت سی ایسی مراعات حاصل ہو جائیں گی جو اس سے پہلے حاصل نہیں ہیں۔ روپیہ کا بھی لالچ دیا گیا اور روپیہ خرچ بھی کیا گیا اور بعض جگہ جبر سے بھی کام لیا گیا اور ایسے تنگ حالات کر دیئے گئے ہندوؤں کی طرف سے اس علاقہ میں کہ بہت سے مسلمان مجبور ہو کر اس دباؤ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ پا کر ہندو ہونے شروع ہوئے۔

اس وقت جماعت احمدیہ ہی کو یہ توفیق ملی کہ اس انتہائی خوفناک سازش کو بے نقاب کرے اور حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس شدھی کی تحریک کے خلاف ایک انتہائی کامیاب جہاد شروع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ تمام ہندوستان کے مسلمان علماء کو خطوط بھی لکھے گئے، وفود بھیج کر ان سے ملاقاتیں کی گئیں، ان کی غیرت کو ابھارا گیا، ان کی

حمیت کو اکسایا گیا، ان کی منتیں بھی کی گئیں، ان کو طرح طرح سے اسلام کی محبت کے واسطے دے کر اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ اپنے وقتی اختلافات کو چھوڑ دو اور سارے مل کر اسلام کے خلاف اس انتہائی خوفناک سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہو جاؤ۔ کچھ عرصہ تک یہ کام بہت اچھا چلا اور چونکہ اس وقت کے اہل بصیرت مسلمان علماء یہ سمجھتے تھے کہ جماعت احمدیہ جب تک اس تحریک میں مرکزی کردار ادا نہ کرے یہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی اس لئے انہوں نے جماعت احمدیہ کی تائید کی اور ہر طرح سے اس معاملہ میں جماعت سے تعاون بھی کیا بلکہ حضرت مصلح موعود کو خطوط لکھ کر کھلم کھلا اس بات کا بھی اقرار کیا کہ اگر آپ نے اس تحریک کی پشت پناہی نہ کی اور بھرپور حصہ نہ لیا تو ہمیں ڈر ہے کہ یہ تحریک مر جائے گی۔

اس کی تفصیل دہرانے کا تو وقت نہیں، یہ تاریخ کی باتیں ہیں اور مختلف اخبارات اور رسائل اور کتب کی زینت بن چکی ہیں۔ آج میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حال ہی میں ہندوستان میں دوبارہ ایک نہایت ہی خوفناک شدھی کی تحریک شروع کی گئی ہے اور وہی ملکانے کا علاقہ اس کے لئے منتخب کیا گیا ہے اور اس دفعہ غالباً ہندوستان کے بعض انتہا پرست ہندوؤں کو جن میں آریہ بھی پیش پیش ہیں یہ شبہ ہے کہ وہ جماعت جو اس معاملے میں اسلام کا فعال دفاع کر سکتی تھی، جو مسلسل بے خوف قربانیاں دے سکتی تھی، اس کی اکثریت تو یہاں سے ہجرت کر کے پاکستان جا چکی ہے اور پاکستان میں وہ خود ایسے مصائب میں مبتلا ہے کہ اسے اس بات کی ہوش ہی نہیں ہو سکتی کہ ہندوستان کی سرزمین میں آ کر یہاں اس شدھی کی تحریک کے خلاف کسی جہاد کا آغاز کرے۔ اور جہاں تک ہندوستان کی جماعتوں کا تعلق ہے وہ جانتے ہیں کہ اس زمانے کی نسبت جب یہ شدھی کی تحریک بائیس، تئیس، چوبیس کے سالوں میں آغاز پائی اور پھر انجام کو پہنچی۔ اس زمانے میں ہندوستان میں جماعت کو جو طاقت حاصل تھی اب اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہے۔ اس وجہ سے بھی ان کی حوصلہ افزائی ہوگئی۔

انتہا پسند آریوں اور مذہبی جنونیوں کو انتباہ

اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کچھ پاکستان میں جماعت کے حالات کی بنا پر ان کو اس بات کی جرأت ہوئی لیکن میں ہندوستان کے ان انتہا پسند آریوں اور دیگر مذہبی جنونیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ کسی قیمت پر بھی جماعت احمدیہ اس جہاد سے باز نہیں آئے گی۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی سنت، آپ کا اسوۂ ہمارے لئے کافی ہے۔ اس معاملہ میں وہ سنت اور وہ اسوۂ بعینہٖ ان حالات پر چسپاں ہو رہا ہے۔ جب ہر طرف اسلام کے خلاف، اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت پھیل گئی اور تمام عرب میں قبائل نہ صرف مرتد ہونے لگے بلکہ مرکز اسلام پر حملہ آور ہونے لگے۔ بہت ہی دردناک طریق پر مسلمانوں کو جو چند مسلمان ان کے علاقوں میں ایسے تھے جنہوں نے ارتداد کا انکار کیا، ان کو قتل کیا گیا، ان کے گھر جلائے گئے، ہر طرح کی اذیتیں دی گئیں یہاں تک کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سارا عرب اسلام کا باغی ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہو گا۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے جو حیرت انگیز اسلامی حمیت اور غیرت کا نمونہ دکھایا اور

انتہائی کمزور ہونے کے باوجود بڑی کامیابی اور عزم کے ساتھ اور کامل توکل کے ساتھ، دعاؤں کیساتھ، اس تحریک کے مقابلہ پر مسلمانوں کو صف آراء کیا اور انتہائی کامیابی کے ساتھ اس مہم کو آخر تک پہنچایا، یہاں تک کہ سارے عرب میں ایک بھی باغی باقی نہیں رہا۔ اور یہ عظیم الشان واقعہ چند سالوں کے اندر اندر ہوا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی طبیعت کا حلم اور بظاہر جو کمزوری تھی اور نرمی اور رقت پایا جاتا تھا اس کے پیش نظر آپ کا یہ اسوہ اور بھی زیادہ حیرت انگیز دکھائی دینے لگتا ہے۔ کیسا عزم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا، کیسی ہمت بخشی کہ اتنے زیادہ غالب دشمن کے مقابل پر اتنے تھوڑے مسلمانوں کے ساتھ جن کی لڑنے کی اہلیت رکھنے والی اکثریت ایک ایسے سریہ پر بھجوائی جا رہی تھی جو عرب کے شمال میں عالم اسلام کی سرحدوں پر واقع ہونے والا تھا۔ اور باوجود اس کے کہ اس کی شدید ضرورت تھی مدینہ میں چونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سریہ مقرر فرمایا تھا اس لئے آپ نے اس لشکر کو بھی نہیں روکا۔ گویا کمزوری کی حالت اس سے بہت زیادہ خطرناک تھی جو ویسے بھی مؤرخین کو صاف دکھائی دیتی ہے۔ اگر وہ لشکر باہر نہ بھی بھجوایا جاتا تو مدینہ کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں تھی کہ سارے عرب کے قبائل کا مقابلہ کر سکے۔ اگر وہ لشکر نہ بھی بھجوایا جاتا تب بھی ان عرب قبائل کے مقابلہ کے لئے صف آراء ہو جانا ایک عظیم ہمت کا مظہر ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اکثر لڑنے والے بہادر جنگجو جوان عمر سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام کو سریہ پر بھجوایا جا رہا تھا تو پیچھے بظاہر کچھ بھی باقی نہیں رہتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ آپ کو عظیم الشان کامیابی عطا فرمائی۔

شدھی تحریک کے خلاف جہاد کا اعلان

پس قطع نظر اس کے کہ جماعت احمدیہ ہندوستان میں اس سے بھی بہت ہی زیادہ کمزور ہے جتنی عرب کے دل میں مدینہ کی کیفیت تھی۔ باوجود اس کے کہ پاکستان میں بھی جماعت احمدیہ کو عظیم الشان مسائل اور مصائب کا سامنا ہے۔ میں ہندوستان میں شدھی کی تحریک کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں اور اس سلسلہ میں پہلے ہی ناظر صاحب اعلیٰ قادیان کو ہدایات دی جا چکی ہیں اور وہ طریق جو پہلے رائج تھے اگر سو فیصدی ان کی پیروی نہیں ہو سکتی تو نئے طریق سوچے جائیں۔ بہر حال جب تک یہ شدھی کی تحریک وہاں چلتی رہے گی اس کے دفاع کا جھنڈا انشاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں رہے گا......

ہندوستان میں شدھی تحریک کے جواب میں احمدیوں کا ردِّ عمل

......اس لئے میں ہندوستان میں شدھی کی تحریک کے خلاف جہاد کا ایک عام اعلان کر رہا ہوں۔ اور اس وقت ناظر صاحب اعلیٰ بھارت حسن اتفاق سے یہیں موجود ہیں اور ایڈیشنل ناظر صاحب امور عامہ بھی یہاں موجود ہیں اس لئے ان کو اب جلد سے جلد واپس چلے جانا چاہئے مجھ سے ہدایات لے کر اور بڑی تیزی کے ساتھ اتنا نمایاں خدمت کا کام کرنا چاہئے کہ دشمن کی زبان سے اسکی پکار ہم سننے لگیں۔ دشمن کے قلم سے ان واقعات کو پڑھنے لگیں اور اس کی گونج سارے بھارت میں سنائی دینے لگے۔ اس شدت کے ساتھ اس تحریک کے خلاف جماعت احمدیہ نے انشاء اللہ تعالیٰ

مقابلہ کرتا ہے اور باقی ساری دنیا کی جماعتیں جس طرح دعاؤں کے ذریعہ پاکستانی جماعتوں کی مدد کر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے سہارے ان کو اپنی دعاؤں کے ذریعہ مہیا کرنے میں اپنی پوری سعی کر رہی ہیں اور ہم ان دعاؤں کے اثرات دیکھ بھی رہے ہیں ۔

خدا کے فضل تو ویسے بھی نازل ہوتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عجیب خاص بندے سے پیار کا سلوک ہے کہ جب ان کاموں میں بھی جن کاموں میں خدا نے بہر حال یہ فیصلے کئے ہوتے ہیں کہ میں ان کو کرکے رہوں گا ان کاموں میں بھی بندہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں بھی چاہتا ہوں کہ یہ ہو جائے تو وہ اور زیادہ شان کے ساتھ ان کاموں کو کرتا ہے، یہ بتانے کے لئے کہ ہاں میں نے تیری آواز کو بھی سنا تیری کوشش کا بھی دخل ہو گیا ہے ۔ جب آپ دھکیل رہے ہوتے ہیں کار کو تو ایک کمزور اور ناتوان آدمی اور لنگڑا بھی ہو بے چارہ وہ بھی اگر ہاتھ لگا دے تو لوگ یہ تو نہیں کہا کرتے کہ جاؤ بھاگو تمہاری ضرورت نہیں ہے ۔ اگر شرافت ہو، اگر حیاء ہو تو کہتے ہیں ہاں ہاں ہم تمہیں جگہ دیتے ہیں آؤ تم بھی شامل ہو اور تحسین سے اس کو دیکھتے ہیں ۔ اللہ تو سب شکریہ ادا کرنے والوں سے زیادہ شکریہ ادا کرنے والا ہے ۔ ہر خدمت کرنے والے کو زیادہ احسان مندی کی نگاہ سے دیکھنے والا ہے ۔

آنحضورؐ پر درود پڑھنے کی تاکید

یہ حکمت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں تاکید فرمائی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو ۔ اب یہ ظاہری بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں اور شفقتیں فرمانے کے لئے اور فضل نازل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو ہماری پکار کی کیا ضرورت تھی کہ تم دعائیں کرو گے تو میں بھیجوں گا ورنہ نہیں بھیجوں گا ۔ وہ تو خدا نے بھیجنا ہی بھیجنا تھا اس پر رحمتوں اور فضلوں اور برکات کو ۔ اس کثرت سے کہ جس کثرت سے خدا تعالیٰ کسی بندے پر فضل نازل فرما سکتا ہے، ان فضلوں نے بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا ہے ۔ پھر یہ کیا حکمت ہوئی کہ تم بھی درود بھیجو اور خدا بھی بھیجتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں ۔ اس کے بعد کیا ضرورت ہے بندوں کے درود بھیجنے کی؟ اور حکمتوں کے علاوہ ایک یہ بھی ہے تا کہ خدا آپ کی دعاؤں کو سنے، آپ کے درود کو قبول فرمائے اور، اور زیادہ فضل یہ کہہ کر نازل فرمائے کہ دیکھو میں نے تمہارا حصہ بھی ڈال لیا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یک طرفہ احسانات اتنے تھے تم پر کہ کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی تمہیں کہ کسی طرح بھی ان احسانات کو ادا کرنے کا تصور بھی باندھ سکو لیکن ہماری معرفت، ہماری رحمت کے صدقے تمہیں یہ موقع مل گیا کہ کم سے کم احسان مندی کا اظہار تو کرو اور درود بھیجو ۔ اور خدا فرماتا ہے میں اسے قبول کروں گا، میں فضلوں کو اور بھی بڑھاؤں گا ۔

پس جب میں کہتا ہوں کہ بیرونی جماعتوں کی دعاؤں سے لازماً فائدہ پہنچ رہا ہے تو یہ مراد نہیں ہے کہ اگر یہ دعائیں نہ ہوتیں تو نعوذ باللہ پاکستان کی جماعت برباد ہو جاتی ۔ وہ تو خدا کا وعدہ ہے، قول ایسا ہے جو کسی قیمت پر بدل نہیں سکتا ۔ ممکن نہیں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو خواہ کسی ملک میں کوئی ابتلا پیش آئے اور

خدا اسے چھوڑ دے۔ اس لئے پاکستان کی جماعت نے بہر حال برومند اور فتح مند ہونا ہے۔ ہاں آپ کی دعائیں ان کو پھر بھی لگتی ہیں اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں مزید فضل ان پر نازل ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں جہاد کے لئے دنیا بھر کے احمدیوں کو دعاؤں کی تحریک

پس ہندوستان کی جماعت کے لئے بھی اس عظیم دور میں جس جہاد کے دور میں داخل ہونے لگی ہے آپ کثرت سے دعائیں کریں اور یہ دعا کریں کہ اے خدا! پہلے بھی ہم کمزور تھے بظاہر آج کے مقابل پر طاقتور تو تھے مگر دشمن کے مقابل پر اتنے کمزور تھے کہ اگر تیرا فضل اُس وقت بھی نہ ہوتا تو تب بھی ہم لازماً ناکام ہو جاتے تو تیرے فضل کے مقابل پر یہ کمزوری اور طاقتوں کی نسبتیں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ آج بھی ہم کمزور ہی ہیں۔ یہ تو انسان دیکھ رہا ہے کہ اس کی نسبت پہلے سے زیادہ کمزور ہیں مگر جہاں تک تیرے حصہ کی شمولیت کا تعلق ہے تیری مدد کا، تیری نصرت کا حصہ جب شامل ہو جائے تو پھر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کتنا کمزور تھا اور کتنا طاقتور تھا۔ وہ ہر کمی کو پورا کرنے والا حصہ بن جاتا ہے اور غلبے کی یقینی خوشخبری لے کر آتا ہے۔ اس لئے میں ہندوستان کی جماعتوں کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز خوف نہ کھائیں، ہرگز اپنی کمزوری پر نظر نہ رکھیں۔ وہ قادر اور قدیر اور توانا خدا جس نے پہلے جماعت احمدیہ کے اس جہاد میں مدد فرمائی تھی آج بھی وہ مدد فرمائے گا اور یقیناً آپ ہی فتح مند ثابت ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ جائیں اور اس میدان میں سب کچھ جھونک دیں اور اسلام کا دفاع کریں کیونکہ جماعت احمدیہ کا قیام اسی غرض سے ہے۔"

(خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 561-569)

ہندوستان میں شدھی تحریک کو روکنے کے لیے وقف جدید کو عالمی حیثیت دینا

"آج سے تین چار سال پہلے کی بات ہے غالباً تین سال پہلے کی بات ہے جب شدھی کے خلاف جہاد کی میں نے تحریک کی ہے تو اُس وقت شدھی کے لئے وقتی روپے کی کچھ ضرورت تھی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری ہو گئی لیکن یہ ایک ایسا کام نہیں ہے جسے ہم تھوڑا بہت کرنے کے بعد بھلا دیں۔ ہندوستان میں وسیع پیمانے پر مختلف صوبوں میں مسلمانوں کو مرتد کر کے دوبارہ ہندو بنانے کی منظم کوششیں جاری ہیں اور جتنی زیادہ میں تحقیق کروا رہا ہوں اُتنا ہی زیادہ ہولناک منظر سامنے آ رہا ہے۔ علی گڑھ جو مسلم یونیورسٹی کا مرکز ہے اور اسلامی تعلیم کا ہندوستان میں ایسا مرکز ہے گویا ایک روشنی کا مینار ہے وہاں۔ اُس کے اردگرد ہزاروں گاؤں ایسے ہیں جو مسلمان ہوئے تھے چند نسلیں پہلے اور اب دوبارہ ہندو بنا لئے گئے ہیں۔ یو پی (U.P) میں مسلمان مراکز کے اردگرد مشہور شہروں مثلاً لکھنؤ کے اردگرد، شاہجہانپور کے اردگرد، مختلف جگہوں میں یہی قصہ جاری ہے، آندرا پردیش میں راجستھان کو لے لیں، کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں منظم طریق پر یہ تحریک جاری نہ ہو اور پنجاب میں بھی اب یہ ممتد کر دی گئی ہے۔ قادیان سے باہر ہم نے یہ تحریک چلائی تھی کہ گرتے ہوئے مسلمانوں کو سنبھالیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی مسجدیں واگزار کروائی گئیں، جہاں اذانیں نہیں ہوتی تھیں اذانیں دلوائی گئیں۔ باقاعدہ نمازیں شروع کی گئیں اور مسجدوں کو آباد کیا گیا۔ بہت

بھاری کام ہوا ہے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ۔ پچھلے دنوں چونکہ سیاسی حالات بگڑے ہیں اس لئے اس کام میں ویسی تیزی نہیں رہی لیکن جہاں تک مخالفانہ کوششوں کا تعلق ہے وہ بھی جاری ہیں اُسی طرح اور پنجاب میں اب گزشتہ ایک دو سال کے اندر خصوصیت کے ساتھ شدھی کی تحریک منظم طور پر داخل ہوئی ہے۔ ان سب تحریکات کے مقابلے کے لئے ہندوستان کی جو وقف جدید ہے اُس کی یہ استطاعت نہیں ہے، مالی لحاظ سے جتنی ضرورت ہے ہندوستان کی جماعتیں چونکہ چھوٹی رہ گئی ہیں اُن میں یہ طاقت نہیں ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر میں نے وقف جدید کو مستقلاً تمام دنیا میں جاری کرنے کا فیصلہ کیا اور مقصد یہی تھا کہ یہ سارا روپیہ جب تک ضرورت پیش آتی ہے ہندوستان کے لئے وقف کیا جائے اور اگر یہ ضرورت پوری ہو گئی یعنی ضرورتیں تو دین کی ویسے کبھی پورا نہیں ہوا کرتیں مگر اگر ایسا وقت آیا کہ ہندوستان کی جماعتیں اپنی کوششوں کے لئے اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکیں اور اللہ کرے کہ جلد وہ وقت آئے تو پھر اسی روپے کو آپ کے بچوں کی تربیت کے لئے استعمال کیا جائے گا اور جس طرح معلمین تیار کئے جاتے ہیں، مدرس کے طور پر جگہ جگہ بیٹھ کر چھوٹی جماعتوں میں پورے مربی کی تعلیم تو وہ نہیں پاتے لیکن اتنا علم ضرور رکھتے ہیں کہ ابتدائی قرآن کی تعلیم، نماز، روزے کی تعلیم دے سکیں تو اس قسم کے معلم پھر غیر ملکوں میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ تو یہ تحریک انشاء اللہ تعالیٰ ایک لمبی چلنے والی تحریک ہے اور بہت ہی نتیجہ خیز ثابت ہو گی لیکن سر دست تو فوری ضرورت ہمیں ہندوستان کے لئے ہے۔

میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ وہ جماعتیں بھی جب تک اس تحریک کے فوائد سے غافل رہنے کی وجہ سے اس میں ہلکا حصہ لیتی رہی ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جب جماعت کو احساس ہو جائے کہ اس چیز کی ضرورت ہے تو پھر وہ ہلکا حصہ نہیں لیا کرتی بلکہ بعض دفعہ تو روکنا پڑتا ہے، سمجھا کر کہنا پڑتا ہے کہ اس سے زیادہ نہ بڑھو۔ اس لئے یہ تو ناممکن ہے کہ جماعت میں وقف جدید کی طرف اس لئے توجہ نہ دی ہو کہ اُن کے اندر اخلاص میں کمی آ گئی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالِک۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ وقف جدید کے فوائد اور اس کے عالمی اثرات سے ناواقفیت کے نتیجہ میں جماعت کا ردِ عمل نسبتاً نرم ہوا ہو۔ اس لئے میں آپ کو یاد کرا رہا ہوں کہ یہ اس کے مقاصد ہیں، یہ اس کے فوائد ہیں، ضروریات ہیں۔ اس لئے جہاں تک توفیق ہو آپ اس تحریک میں پہلے سے بڑھ کر حصہ لیں اور آخر پر جماعت یا دہانی کے طور پر کہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو کثرت سے اس میں شامل کریں۔" (خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 14-15)

سلمان رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب

satanic verses پر تبصرہ

رسوائے زمانہ رشدی نے اپنے اندر اسلام کے متعلق خبیثانہ خیالات کو ایک کتاب satanic verses میں بیان کیا۔ جو نہایت ہی غلیظ، بیہودہ اور اخلاقیات سے گرا ہوا ایک ناول تھا۔ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بھر میں

خصوصاً مسلم ممالک میں آگ لگادی۔اس میں مسلمانوں کی مقدس ہستی اور عظیم رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناروا،فرضی اور بے سروپا روایات پر مشتمل الزامات لگائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس بدنام زمانہ کتاب پر خطبات جمعہ کی ایک سیریز میں نہ صرف تبصرہ فرمایا بلکہ احباب جماعت اور مسلمانوں کی رہنمائی بھی فرمائی ۔آپ فرماتے ہیں۔

۞ خطبہ جمعہ 24 فروری 1989ء

سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کا پس منظر

"آج کے خطبے میں مَیں سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کے متعلق احباب جماعت کو صورت حال سے مطلع کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں وہ لائحہ عمل بھی پیش کروں گا جو اسلامی تعلیم کی رو سے مسلمانوں کو ایسی صورت حال سے نپٹنے کے لئے اختیار کرنا چاہئے۔

اس کتاب کا پس منظر کیا ہے؟ پہلی نظر تو فوری پس منظر پر جاتی ہے اور جیسا کہ مختلف صائب الرائے دوستوں نے ،لوگوں نے اظہار کیا ہے۔یہ کتاب کوئی انفرادی خباثت نہیں بلکہ اس کے پیچھے اسلام کے خلاف سازش کارفرما نظر آتی ہے لیکن اس سے بھی دور کے پس منظر میں اس سازش کی جڑیں پیوستہ ہیں اور بات وہاں سے شروع ہونی چاہئے ۔اس زمانے کا مستشرق ایک تہذیب کی ملمع کاری کے پردے میں اسلام پر اب اس رنگ میں حملے کرتا ہے کہ جس سے تہذیبی دائروں کو پامال کئے بغیر وہ اسلام پر چرکے لگاتا رہے اور معصومیت اور نادانی میں بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو یہ سمجھ بھی نہیں سکتے کہ وہی شرارت اور وہی خباثت جو گزشتہ تاریک صدیوں میں عیسائی مستشرقین کی طرف سے اسلام کے خلاف جاری تھی اس نے نیا رنگ بدلا ہے لیکن خباثت وہی ہے اور دشمنی وہی ہے۔چنانچہ اس پہلو سے جب ہم اس دور کے پس منظر پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کئی سو سال تک مغربی دنیا میں مستشرقین زیادہ تر وہی لوگ تھے جو عیسائی پادری تھے اور عیسائی مذہب سے براہ راست اُن کا ایک خادمانہ تعلق تھا۔اس دور میں اسلام کے خلاف جو کچھ بھی لکھا گیا وہ ننگے حملے تھے۔بڑے گندے تھے لیکن ننگے اور واضح اور کھلے حملے تھے اور اُن کا طریقہ کار یہ تھا کہ کمزورترین روایات جو مسلمانوں ہی کی کتب میں موجود ہیں اُن کو اُٹھا کر اُن کو واقعاتی صورت میں پیش کیا جائے اور یہ تأثر دیا جائے کہ ہم محققین ہیں اپنی طرف سے ہم اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کہتے ہیں، نہ اس کو تعلیمی روایات کے مطابق سمجھتے ہیں یا تصنیفی روایات کے مطابق سمجھتے ہیں۔اس لئے جو کچھ بھی انہوں نے لکھا اس کی بنیادیں اُنہوں نے اسلامی لٹریچر میں سے تلاش کیں۔واقدی مؤرخین میں سے اُن کا بہت مرغوب ہوا۔اسی طرح طبری نے بے احتیاطی سے جو بعض لغو اور بیہودہ روایتیں اکٹھی کیں اُن پر اُنہوں نے بنا کی اور مغربی دنیا کے سامنے یہ تأثر پیش کیا کہ دیکھو مسلمان مصنفین جو بڑے رتبے اور اعلیٰ مقام کے مصنفین ہیں جن کا وقار ہے اسلامی دنیا میں اُن کی کتابوں سے ہم یہ حوالے پیش کر رہے ہیں اس لئے یہ ہے حقیقی تحقیق،اصل تحقیق اور یہی اسلام کی صورت ہے جو اُبھر رہی ہے۔ جو

بد دیانتی انہوں نے کی وہ یہ کہ اُس سے قوی تر روایات زیادہ مستند کتب میں ایسی موجود تھیں جو ان لغو روایات کو کلیۃً ردّ کرتی تھیں، قرآن کریم کی تعلیم اور قرآن کریم میں واضح نصوص اور آیات ایسی موجود تھیں جن کی روشنی میں کوئی دیانتدار محقق ان بیہودہ اور لغو روایات کو نگاہ میں نہیں لا سکتا تھا جو سینکڑوں سال بعد اکٹھی ہوئیں اور جن کے اکثر راوی بالکل جھوٹے تھے اور اسلامی محققین نے جو تحقیقات کیں اسماء الرجال کے سلسلے میں اس میں اُن کا جھوٹ، اُن کا خبث، اُن کا منافق ہونا اور اُن کا بدکار ہونا اس قسم کی بہت سی باتیں اُن کتب میں موجود تھیں جو یہ پڑھتے تھے اور جانتے تھے۔ کیونکہ بڑے بڑے لائق اور قابل آدمی اس پہلو سے موجود تھے کہ اُنہوں نے اسلامی کتب کی خوب ورق گردانی کی لیکن وہی چیز چُنی جو اسلام کے خلاف حملے کے طور پر استعمال ہو سکتی تھی اور بظاہر دیانتداری کا ایک لبادہ اوڑھا لیکن درحقیقت یہ ایک انتہائی بددیانت تصنیفی کوشش تھی یا تحقیقی کوشش تھی جس کو انہوں نے ظاہری طور پر غیر جانبدار تحقیق کی ملمع کاری کے اندر پیش کیا۔ پھر وہ دور بدلا جیسا کہ میں نے گزشتہ بعض خطبات میں بھی بیان کیا تھا۔ 1984ء میں جب میں انگلستان آیا ہوں تو میں نے اس مضمون پر روشنی ڈالی تھی کہ محققین نے پھر اسلامی دنیا کی بڑھتی ہوئی طاقت کے پیش نظر اپنی پالیسی تبدیل کر لی اور حملے چھپے ہوئے اور دبے ہوئے کرنے شروع کئے اور زیادہ تر اُن مسائل کو اُچھالا جن مسائل کو اُچھالنے میں اسلامی ریاستیں یہ سمجھتی تھیں کہ ہماری تائید کی جارہی ہے۔ مثلاً قتل مرتد میں بڑی شدت کے ساتھ ان لوگوں کی تائید کی جو کسی بزرگ کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے اُس کو قتل کر دینا چاہئے اور حوصلہ مخالفت کے مقابل پر نہیں دکھانا چاہئے۔ یہ وہ چند باتیں ہیں بنیادی طور پر یعنی حوصلے کی کمی، برداشت کی کمی اور غیرت کا غلط تصور اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا اور ہر قسم کی مخالفانہ رائے کو شدت کے ساتھ کچلنے کی کوشش کرنا یہ وہ، کچھ بنیادی باتیں ہیں جن پر انہوں نے زور دیا اور یہ ثابت کیا کہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے اور چونکہ اس زمانے کی بعض مسلمان ریاستوں کو اپنے ملک میں جبر و تشدد کے لئے اس قسم کی اسلامی سندات درکار تھیں اور وہ یہی چاہتے تھے کہ اسلام کو اس رنگ میں پیش کیا جائے جس کے نتیجے میں اُن کا استبداد اُن دائروں میں مکمل ہو جائے جن میں وہ حکومت کرتے ہیں اس لئے اُنہوں نے ان چیزوں کو اپنی تائید میں سمجھا۔

اسلامی تواریخ میں درج غلط روایات پر مبنی نہایت غلیظ اور گندی زبان کا ناول ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ہم پر اس دور میں عظیم الشان احسان کیا ہے وہ بہت دائروں پر پھیلا ہوا ہے لیکن یہ دائرہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ تمام ایسی غلط روایات کو تحقیقی طور پر ردّ فرمایا جن کے نتیجے میں اسلام کی تصویر ایک بھیانک مذہب کے طور پر دنیا میں اُبھر رہی تھی اور ایسی تعلیم کے طور پر پیش کیا جو پاک فطری تعلیم تھی جو دلوں میں اپنے ذاتی حسن کی وجہ سے خود بخود جذب ہونے اور دلوں کو قائل کر لینے کی اہلیت رکھتی تھی۔ اس پر سب دنیا میں علماء نے شور مچایا اور مخالفین نے احمدیت کے خلاف مہمات شروع کیں کہ یہ اسلام کو بگاڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ سلمان رشدی کی کتاب میں جو کچھ لیا گیا ہے وہ اُنہی روایات سے لیا گیا ہے جن کو احمدیت نے ردّ کیا تھا اور اس

جرم میں احمدیوں کے خلاف شدید تحریکات چلائی گئیں اور اس کے مقابل پر ان لغو اور بیہودہ روایات کو تسلیم کرلیا گیا۔ اُن روایات پر بنا کر کے اُس نے ایک ناول لکھا اور زبان نہایت غلیظ اور بازاری اور سوقیانہ، ایسی غلیظ زبان کہ جو ہماری بعض گلیوں میں بداخلاق بچے روزمرّہ گندی زبان استعمال کرتے ہیں اُس سے ملتی جلتی زبان ہے۔ جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق، آپ کی ازواج کے متعلق اور دیگر بزرگوں کے متعلق استعمال کی گئی۔ مجھے جو پہلی دفعہ اس کتاب کی طرف متوجہ کیا گیا۔ یہ تو مجھ میں طاقت نہیں تھی کہ ساری کتاب کا مطالعہ کرسکتا لیکن بعض متفرق احمدی دوستوں کو میں نے اس کام پر مقرر کیا کہ وہ ایسے خاص پیراگراف، ایسے خاص حصے کتاب کے نمایاں کر کے، اُن پر نشان لگا کر میرے سامنے پیش کریں جن سے پتہ چلے کہ یہ کیا کہنا چاہتا ہے، کیوں کہنا چاہتا ہے اور اس کتاب کے پس منظر میں کوئی سازش ہے یا کوئی انفرادی کوشش ہے؟ گو اُن حصوں کا مطالعہ بھی ایک روحانی عذاب تھا لیکن اُن کے مطالعہ سے مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ یہ کتاب ایک شخص کی انفرادی کوشش کا نتیجہ یقیناً نہیں ہے۔

سلمان رشدی کو اسلام کے خلاف استعمال کیا گیا ہے

سلمان رشدی جیسا شخص جس کا مذہب سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں جو ایک دہریانہ ماحول میں پیدا ہوا، اُسی ماحول میں اُس نے پرورش پائی اور پھر انگلستان میں کم عمری میں ایسی عمر میں آیا جب یہ دنیا کی بیہودگیوں اور لذتوں میں پوری طرح ملوث ہوگیا۔ مذہب سے اس کا کوئی رشتہ، کوئی تعلق نہیں۔ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ مجھے کوئی ذاتی علم مذہب کے متعلق نہیں ہے۔ اس کا اس باریکی کے ساتھ سارے وہ نکات تلاش کر لینا جو دشمنانِ اسلام، عیسائی دشمنانِ اسلام خصوصیت کے ساتھ اسلام پر حملے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے یہ کوئی انفرادی، اتفاقی واقعہ نہیں ہے۔ اُس سارے زہر کا نچوڑ اس کتاب میں اکٹھا کیا گیا ہے جو گزشتہ کئی صدیوں پہ پھیلا ہوا ہے۔ سارا زہر نہیں تو اُس میں سے بہت سے حصے خصوصیت کے ساتھ جو آج کے مغربی مزاج کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں کیونکہ فحشاء یہاں عام ہے اور اُس کے نتیجے میں جنسی مضمون سے تعلق رکھنے والی کتابیں یہاں زیادہ مقبولیت اختیار کرتی جاتی ہیں۔ اس لئے بعض قسم کی روایات پر بنا کر کے اُس نے اس کتاب کو ایک نہایت گندی، جنسی جذبات اُبھارنے والی کتاب یا جنسی جذبات کو بعض مقدس لوگوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے تصنیف کیا اور رنگ یہ دیا کہ گویا ایک کہانی ہے۔

بہت سے تبصرے اس پر ہوئے ہیں لیکن ان تبصروں کی تفصیل میں تو میں یہاں نہیں جاؤں گا، بعض باتیں اس ضمن میں میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ یہ کتاب سلمان رشدی کی یقیناً نہیں۔ اُس نے اپنے ایمان کا تو نہیں، کیونکہ ایمان اُس کے پاس نہیں تھا اپنی روح کا سودا کیا ہے اور کسی امیر سوسائٹی نے اس کو روپیہ دے کر اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ اس کے بعض قریبی دوستوں نے اس کو مشورہ بھی دیا کہ یہ بہت خطرناک بات ہے اور تم اس میں ملوث نہ ہو اور بعض ٹیلی ویژن پروگراموں میں اُن کا ذکر بھی آیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ روپیہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ اُس کو رد نہیں کرسکا اور چونکہ خود ایک بے دین اور لامذہب انسان تھا اور خود اپنی ذاتی زندگی اس قسم کی نہیں تھی کہ جس میں انسان نفاست اور شرافت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھے۔ اس لئے

بالکل بیباک ہوگیا اور معلوم ہوتا ہے یہی اس کو کہا گیا تھا کہ ایسی کتاب لکھو جو انتہائی بے باکی کے ساتھ مغربی دنیا پر سے اسلام کا ہر قسم کا اچھا تصور مٹا دے اور یہ جو دوبارہ اسلام کا عروج ہو رہا ہے اور اسلام طاقت پکڑ رہا ہے اس کو اس قسم کے لٹریچر کے ذریعے کلیۃً مغربی اثرات سے زائل کر دیا جائے، مٹا دیا جائے اور وہ بھیانک تصور جو اسلام کا گزشتہ صدیوں میں پایا جاتا تھا وہ پوری قوت کے ساتھ دوبارہ واپس آجائے اور اُسی تصور کے نتیجے میں پھر ہم اسلام کی وہ کوششیں جو یورپ اور مغرب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی ہو رہی ہیں اُن کو ناکام اور نامراد کر دیں۔ یہ سازش کا پس منظر معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک بات ایسی ہے جو ایسے اس قسم کے مصنف کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی از خود۔ جو ایسی بات ہے جس کا اسلام اور عیسائیت کے دلائل کے مقابلے میں اُس کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اس کا آغاز ہوتا ہے حضرت اقدس اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے۔

حضرت اسماعیلؑ کے متعلق بیہودہ سرائی

مسلمانوں کا مؤقف یہ رہا ہے ہمیشہ سے چونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اس لئے وہ روحانی ورثہ جس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دی گئی تھی اُس ورثہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُسی طرح شامل ہیں اور آپ کے متعلق وہ مبارک پیشگوئیاں بائبل میں موجود ہیں اُن کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔ یہ مؤقف ہے جو مسلمان ہمیشہ سے آغاز اسلام سے لے کر اب تک لیتے رہے ہیں۔ اس پر عیسائیوں نے بارہا اپنے دلائل میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت ہاجرہؓ چونکہ باقاعدہ منکوحہ بیوی نہیں تھیں اور ایک لونڈی تھیں جن سے ازدواجی تعلقات کی حضرت سارہؓ نے اُن کو اجازت دے دی تھی۔ اس لئے یہ اولاد جائز اولاد نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو اس نوعیت کی جائز اولاد نہیں کہ وہ روحانی ورثہ پا سکے۔ یہ بحث ہے جو لمبے عرصے سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان چلتی چلی آئی ہے اور خصوصیت کے ساتھ احمدی لٹریچر نے جس کا نوٹس لیا اور نہایت قطعی اور مضبوط دلائل سے ہمیشہ عیسائی پادریوں اور محققین کے منہ بند کئے ہیں کہ اُن کی دلیل میں کوئی جان، کوئی قوت نہیں، محض ایک بیہودہ سرائی ہے اس سے بڑھ کر اُس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اب یہ شخص سلمان رشدی دہریہ بھی ہو لیکن پیدائشی طور پر اسلام کا دشمن تو نہیں سمجھا جا سکتا اس کو، اور اتنا گہرا مطالعہ اس کا کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان وہ بنیادی چیزیں کون سی ہیں جن پر اسلام اور عیسائیت کے دلائل کی فتح و شکست کا انحصار ہے۔ یہ ایسے شخص سے توقع نہیں رکھی جا سکتی اور وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اس کا کوئی ایسا مطالعہ نہیں۔ چنانچہ اپنے مطالعہ کی بنیاد کے طور پر طبری کو پیش کرتا ہے اور طبری میں تو ایسا کوئی ذکر نہیں۔ یقیناً ایسے عیسائی گروہوں کی طرف سے اس کتاب کا مواد اس کو مہیا کیا گیا ہے جو اسلام کی جڑوں پر دُور تک حملہ کرنا چاہتے ہیں، جو تاریخ میں بہت دور تک گہری دبی ہوئی ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک وہ اُتر جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ کے متعلق وہ بات اس طرح شروع کرتا ہے کہ ناجائز اولاد کہتا ہے اور پھر نہایت ہی غلیظ ناقابل برداشت لفظ استعمال کرتا ہے اُن کے لئے۔

رشدی کے آنحضرتؐ اور صحابہؓ پر حملے

اگر لامذہب آدمی ہوتو دوسرے انبیاء پر بھی حملے کرتا لیکن اُس کے حملے خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد پر اور اُن بزرگوں پر ہیں جن کی اسلام میں خاص اہمیت ہے۔لیکن آگے جا کر جب صحابہ کے دور میں اس کے حملوں کا میں نے جائزہ لیا تو ایک عجیب یہ بات سامنے آئی کہ اُمہات المؤمنینؓ پر حملے تو سمجھ آتے ہیں یہ خبیث لوگ ہمیشہ اس طرح کرتے چلے آئے ہیں لیکن حضرت سلمان فارسیؓ کو کیوں خاص طور پر اپنی خباثت کا نشانہ بنایا گیا؟ اُس وقت یہ دوسرا نقطہ سمجھ آیا کہ چونکہ ایران کے ساتھ آجکل ان قوموں کی بے انتہاء دشمنی چل رہی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ ایران شکست کھا گیا ہے لیکن اُس نے مغرب کی بالادستی کو تسلیم نہیں کیا۔چاہے احمقانہ طور پر جوابی حملے کئے ہوں، اپنا نقصان کیا ہو، خودکشی کی ہو لیکن چوٹ مارنے سے باز نہیں آیا اور اپنا سر نہیں جھکایا مغرب کے سامنے۔یہ چیز ان کی انا پر ایسے عذاب کا موجب بنی ہوئی ہے کہ ہر دوسری چیز کو معاف کر سکتے ہیں، خمینی کو معاف نہیں کر سکتے اور ایرانی کو معاف نہیں کر سکتے۔اس لئے چونکہ حضرت سلمان فارسیؓ وہ اکیلے صحابی تھے جو ایک بہت صاحب عظمت تھے اور ایرانی تھے اس لئے اُن پر حملہ سے یہ سمجھے، اُن کی سکیم بنانے والے کے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ حملہ جو ہے یہ ایران کو تکلیف پہنچائے گا اور اُس کو خاص طور پر چوٹ لگے گی اور ایسا ہی ہوا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی حملہ ہے لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ حملہ شائد شیعوں کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔اس لئے دوسرا آدمی سلمان فارسیؓ چنا گیا ہے۔ابوبکرؓ بھی چنے جا سکتے تھے، عمرؓ بھی چنے جا سکتے تھے، عثمانؓ اور علیؓ بھی چنے جا سکتے تھے۔ان سب کو چھوڑ کر سلمان فارسیؓ کا انتخاب بتاتا ہے کہ یہ ساری کتاب ایک گہری سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے اور بڑی باریک بینی کے ساتھ یہ ایک ایسا منصوبہ تیار کیا گیا ہے جو وہاں وہاں چوٹ لگاتا ہے جہاں یہ چوٹ لگانا مقصود ہے۔پس یہ کتاب جو ایک غلاظت کی پوٹ ہے، یہ محض ایک غلاظت کی پوٹ نہیں بلکہ نشانے کے ساتھ یہ غلاظت مقدس چہروں پر ماری گئی ہے اور اس نیت، اس ارادے کے ساتھ پھینکی گئی ہے کہ کثرت کے ساتھ اہل اسلام کے دل دکھیں اور بے چین اور بے قرار ہوں اور کچھ نہ کر سکیں۔اس کا ایک ایرانی پس منظر بھی ہے اور کچھ یہ بھی کہ گزشتہ کچھ سالوں سے تقریباً پندرہ بیس سال سے کم سے کم مغربی ملکوں نے ایک دوغلی پالیسی اختیار کی ہوئی ہے۔وہ یہ ہے کہ اُن مسلمان ممالک کے دوست ہیں اور اُن کو تقویت پہنچاتے ہیں جو اسلام کے متعلق ایسے متشددانہ رویے رکھتے ہیں اور جبر اور استبداد کی تعلیم کے قائل ہیں۔یہ اس لئے ہے تا کہ اپنے ملکوں میں وہ اسلامی نظریے کا سہارا لے کر اشتراکیت کو کچلیں اور مغربی دشمن طاقتوں کو بھی اسی تلوار سے قتل کریں اور ختم کریں۔

مغربی طاقتوں کا اسلام پر حملہ کہ یہ جبر وتشدد سے پھیلا ہے

یہ اُن کا منصوبہ ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب وہ اپنے ممالک میں اسلام کے نام پر مظالم کریں تو مغربی دنیا میں بھی ان مظالم کو اچھالا جائے اور اسلام کی ایک نہایت بھیانک تصویر پیش کی جائے۔پس جہاں ایک طرف سعودی

عرب کو پوری امریکہ کی حمایت حاصل رہی وہاں سعودی حکومت نے جب ایک شہزادی کو قتل کروایا، ایک فحاشی کے الزام میں تو اُس کی نہایت ہی مبالغہ آمیز اور خوفناک تصویریں اور فلمیں بنا کر ساری دنیا میں پیش کی گئیں اور سعودی عرب نے اُس کے خلاف بڑا شدید احتجاج کیا۔اسی طرح امریکن اخبار سعودی کردار پر حملہ کرنے سے کبھی بھی باز نہیں آئے اور وہ ساری باتیں وہ تھیں جن کے اوپر امریکہ کی حکومت کی بھی پوری چھتری تھی اور پوری طرح اُس کی پشت پناہی حاصل تھی۔اس لئے یہاں کے لئے ایک مسئلہ بن گیا کہ وہ حکومتیں جو اسلام کے نام پر جبر کرتی ہیں اور جن کی پوری سرپرستی مغرب کو حاصل ہے اُن کی جبر کی عادتیں یا رجحانات اگر اچھل کر مغربی دنیا میں آ گئیں تو پھر ہم کیا کریں گے؟ چنانچہ ایک طرف ان خوفناک طاقتوں کو تقویت دے کر اور نیا خون دے کر اُبھارنے کی کوشش کرتے رہے دوسری طرف مغرب میں ان کو بدنام کرتے رہے اور یہ چاہتے تھے کہ اسلام کا جبر و تشدد عالم اسلام کے خلاف تو استعمال ہو لیکن غیر اسلامی دنیا کی طرف اس کا رجحان نہ ہو۔خمینی نے اس رجحان کو پلٹنے کی کوشش کی لیکن بدقسمتی کے ساتھ وہ کوشش جس رنگ میں ہونی چاہئے تھی اُس رنگ میں نہیں تھی بلکہ ایسے رنگ میں تھی کہ اسلام کے لئے مزید بدنامی کا موجب بنا۔اب سوال یہ ہے کہ خمینی کے ساتھ ہمارا کوئی نظریاتی تعلق تو نہیں ہے بلکہ مسائل پر بنیادی اختلافات ہیں اور وہ بنیادی شیعہ اور سنی جو شیعیت کی ہر قسم کی شیعہ فرقوں کے اندر مشترک ہیں اور شیعیت کی جان ہے اُن میں ہم اُن سے مختلف ہیں اور اہل سنت کے ساتھ ہمارا اتفاق ہے۔اس کے باوجود تقویٰ اور سچائی کا تقاضہ یہ ہے کہ جہاں کوئی بات درست دیکھی جائے اُس کو تسلیم کیا جائے۔

خمینی کے اقدام سے عملاً اسلام کی بدنامی ہوئی

خمینی نے جو کچھ بھی کیا ہے میرا تاثر یہ ہے کہ وہ شخص انتہائی غلطی خوردہ سہی لیکن دیانتدار ہے۔انتہائی بیوقوف سہی ہمارے نقطۂ نگاہ سے اسلام کے لئے لیکن امام خمینی صاحب کے اندر کردار کا دوغلا پن دکھائی نہیں دیا۔چنانچہ ابھی ہالینڈ میں جب نیشنل پریس انٹرویو کے لئے آیا ہوا تھا انہوں نے چاہا اس قسم کا فقرہ میں کہوں کہ خمینی صاحب نے جو بات اُٹھائی ہے یہ صرف سیاسی چال کے طور پر ہے۔میں نے اُن سے کہا کہ نہیں ہرگز ایسی بات نہیں یہ آپ لوگ پراپیگنڈا کر رہے ہیں لیکن میں اسے درست نہیں سمجھتا۔خمینی صاحب کا اسلام کا بگڑا ہوا تصور ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بڑا بھیانک تصور ہے، مجھے اس سے کوئی اتفاق نہیں لیکن خمینی کی شخصیت کے متعلق اب تک میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں کر سکا جس سے میں یہ کہہ سکوں کہ امام خمینی صاحب عمداً جھوٹ بول رہے ہیں اور کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔جس بھیانک اسلام کو انہوں نے پیش کیا اُس پر عمل بھی کر کے دکھایا اور اس کے نتیجے میں اتنا کشت و خون ہوا ہے۔میں اہل مغرب کو یہ کہتا رہا ہوں کہ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ تمہیں خمینی کے خلاف کیوں تکلیف ہے؟ اصل تکلیف خمینی کے خلاف یہ نہیں ہے کہ اُس نے اہل مغرب کو کوئی عملاً نقصان پہنچا دیا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے

خلاف جو یہ ہمیشہ سے پھوڑے دل میں پکتے رہے ہیں کہ اسلام کو نیچا دکھایا جائے اور تیسری دنیا کے ممالک کو خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم اُن کو پوری طرح اپنے استبداد کے نیچے رکھا جائے۔اس بات کو خمینی نے اٹھایا ہے اور یہ ہے اصل راز ان کی تکلیف کا۔ورنہ جہاں تک خمینی صاحب کے بھیانک اسلامی تصور کا تعلق ہے اس کا تمام تر نقصان اسلام کو پہنچا ہے۔میں ان کے سامنے یہ بات بار بار کھولتا رہا ہوں ہر پریس کانفرنس میں کہ جتنا خمینی نے آپ کو فائدہ پہنچایا ہے بڑے ہی آپ ناشکرے ہیں جو اُس بیچارے کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔اس نے وہ جنگ لڑی اور اتنا لمبا عرصہ تک لڑی جس کے نتیجے میں تمام عرب دنیا کی اور ایران کی تیل کی دولت یعنی مسلمان دنیا کی تیل کی طاقت اُس کا اکثر حصہ کہنا چاہئے وہ بیہودہ اور ذلیل ہتھیاروں کے بدلے میں ان کو ملتی رہی دولت، طاقت نہیں کہنا چاہئے تیل کی دولت۔ اسلامی دنیا کے تیل کی دولت مغربی دنیا کو بعض بوسیدہ اور گھٹیا ہتھیاروں کے بدلے عملاً مفت ملتی رہی ہے۔میں جب یہ کہتا ہوں تو علم کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔......

خمینی کی طرف سے رشدی کے قتل کے فتویٰ سے اسلام مزید بدنام ہوا

......چنانچہ جب خمینی صاحب نے اس خبیثانہ کتاب کے اوپر سلمان رشدی کے قتل کا حکم جاری کیا تو ان کا رد عمل غیر متوازن اور نہایت ہی شدید تھا۔ایک تو اسلام کو بدنام کرنے کا موقع ان کو ہاتھ آ گیا دوبارہ،لیکن اُس سے قطع نظر اُنہوں نے ساری دنیا میں شور مچایا کہ انسان کی تقریر کی آزادی کا حق اتنی بڑی عظمت ہے تہذیب نو کی، کہ ہم اس پر حملہ برداشت نہیں کر سکتے۔کون ہوتا ہے زبان کے چرکوں کے نتیجے میں جسم پر چرکے لگانے والا اور پھر اعلان کر رہا ہے ہمارے ملک کے ایک باشندے کے خلاف۔اب سلمان رشدی کے حق میں اتنا شدید ردعمل کہ اچانک سارا یورپ متحد ہو جائے اور امریکہ کی پوری طاقت بھی اس کی پشت پناہی کرنے لگے اور اپنے سیاسی سفارتکار اُن ملکوں سے اچانک بلالیں اور ان کے سفارتکار بھجوا دیں۔یہ سوچنے والی بات ہے کون سی اس بات میں معقولیت ہے۔جبکہ خود ان کے اپنے ملک میں احمدیوں کے خلاف قتل کے اعلانات کئے گئے،اخباروں میں چھپے اور میرے سر کی چالیس ہزار پاؤنڈ قیمت ڈالی گئی اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ابھی حال ہی میں ایک So called عالم یعنی جو عالم کہلاتے ہیں دنیا میں وہ تشریف لائے اور انہوں نے بیان دیا کہ ہر احمدی واجب القتل ہے۔اس لئے ان کا علاج صرف یہی ہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔وہ اخبار میں خبر شائع ہوئی۔کسی احمدی نے ہوم آفس کو بھجوائی اُن کی طرف سے جواب آیا کہ ابھی تک ہم اس بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا کوئی جرم انہوں نے کیا ہے یا نہیں کیا۔جس قوم کے ان اعلانات پر یہ ردعمل ہو جو ان کے ملک میں ایک آدمی کے خلاف نہیں بلکہ پوری جماعت کے خلاف دیئے جا رہے ہیں جو معصوم ہے جس نے کوئی بدی نہیں کی،کوئی قانون نہیں توڑا،کسی کا دل نہیں دُکھایا اُن کا رد عمل خمینی کے متعلق اتنا شدید کہ اُس نے قتل کا فتویٰ دے دیا ہے یہ صاف بتا رہا ہے کہ سیاست کھیلی جا رہی ہے۔اس میں اخلاقیات والا حصہ اور ضمیر کی آزادی والا حصہ محض ایک دکھاوا ہے۔کچھ انتقامات ہیں، کچھ پرانے جذبے اسلام

کے خلاف ہیں، کچھ نفرتیں ہیں جو نئی شکل میں سر اُٹھاتی رہتی ہیں اور اب اس شکل میں اس پرانی دیرینہ نفرت نے دوبارہ سر اُٹھالیا ہے اور خمینی صاحب اس کو انگیخت کرنے میں ایک ذریعہ بن گئے۔

بزرگوں پر حملہ ہو تو اسلام جوابی کارروائی کی اجازت نہیں دیتا

قرآن کریم دفاع کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ ہر مسلمان پر واجب قرار دیتا ہے اور ہر سرحد پر گھوڑے باندھنے کی تلقین کرتا ہے۔خواہ وہ نظریاتی سرحد ہو، خواہ وہ جغرافیائی سرحد ہو لیکن اسلام بعض قسم کی جوابی کارروائیوں کی اجازت نہیں دیتا اور بعض قسم کے حملوں کی اجازت نہیں دیتا۔اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کے بزرگوں کے اوپر حملہ کیا جائے، کسی کا دل دُکھایا جائے۔چنانچہ وہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ اصل اسلامی تعلیم ہے۔ فرمایا وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی آزادی تقریر اپنی جگہ ہے۔لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:257) کا حکم اپنی جگہ ہے لیکن مسلمان کی زبان پر پابندی لگا رہا ہے، اسلام اور غیروں پر حملہ کرنے کے لحاظ سے پابندی لگا رہا ہے۔اس مذہب کو یہ ایک آمرانہ اور بہیمانہ مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔کوئی شرم، کوئی اخلاقی اقدار کا خیال تک نہیں ہے۔ان کو ان کے مستشرق جو واقعۃً اسلام کے نقلی علوم پر دسترس کرتے ہیں اُن کے سامنے ساری باتیں موجود ہیں۔قرآن جانتے ہیں، قرآن کے تراجم کئے ہوئے ہیں ان لوگوں نے لیکن اس آیت کو یہ کبھی بھی اسلام کے دفاع میں پیش نہیں کریں گے۔

آزادی ضمیر و آزادی تقریر کا حق سب سے زیادہ اسلام نے دیا

سوال یہ ہے کہ آزادی ضمیر کا حق سب سے زیادہ اسلام نے قائم کیا ہے اور آزادی تقریر کا حق بھی اسلام بڑی شان کے ساتھ مسلمانوں کو اور ساری دنیا کو دیتا ہے لیکن بعض جگہ شرافت کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔اُن حدود میں آزادی کے نام پر داخل ہونے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور تعلیم ایسے خوبصورت رنگ میں پیش کرتا ہے کہ غیروں کو نہیں روکتا کہ تم حملے نہ کرو بلکہ مسلمانوں کو روکتا ہے کہ تم غیروں کے مقدس لوگوں پر حملے نہ کرو۔اس تعلیم کو اگر مسلمان ممالک نے اپنایا ہوتا تو کبھی یہاں تک نوبت نہ پہنچ سکتی۔اگر پہنچتی بھی تو دنیا کے منہ پر وہ یہ باتیں مار سکتے تھے کہ ہم تو تمہارے مقدس بزرگوں کی عزت کی حفاظت کرتے ہیں۔اُن کی بھی ہم حفاظت کرتے ہیں جن کو ہم سچا سمجھتے ہیں۔وہ تو ہم نے کرنی ہی تھی لیکن اُن کی بھی کرتے ہیں جن کو ہم سچا نہیں سمجھتے اور سینکڑوں ایسے غیر مذاہب کے بزرگ ہیں جن کی احمدیت کی نظر میں تو اس وجہ سے عزت ہے کہ ہم اسلامی عمومی تعلیم کی رو سے اُن کو سچا سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے اکثر فرقے اُن کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور اُن کے لئے بعض دفعہ عزت کا لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔اس قرآنی تعلیم کی رو سے جن کو وہ جھوٹا سمجھتے تھے اُن کی عزتوں کی حفاظت کرتے کیونکہ قرآن کریم نے تو یہاں تک فرمایا کہ جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہ دو۔اس سے زیادہ بہتر اور کیا تصور ہو سکتا ہے۔بزرگوں کی تعلیم ان مذاہب کے بزرگوں کی عزت کرنا تو اس کے نیچے ہے جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہیں دینی۔فرمایا کہ اگر ایسا کرو گے تو پھر اگر انہوں نے

تمہارے خلاف گالیاں دیں پھر تمہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ پھر انہوں نے اگر تمہارے خدا کو، تمہارے بزرگوں کو گالیاں دیں تو تم نے خود اُن کو دعوت دی ہوگی کہ آؤ اور ایسا کرو۔ تو کتنی حسین تعلیم ہے اسلام کی جو ضمیر کو آزاد بھی کرتی ہے لیکن بھٹکنے سے بھی روکتی ہے۔

مغرب والوں کے نزدیک آزادی ضمیر و تقریر کا تصور

اب مغرب نے جو اختیار کیا ہے اپنے دفاع کا طریق وہ یہ ہے کہ ہم آزادی ضمیر اور آزادی تقریر پر کسی قیمت پر حملہ نہیں ہونے دیں گے اور کہتے ہیں کہ سلمان رشدی نے جو کچھ لکھا ہے ہم اس میں اس لئے دخل نہیں دے سکتے کہ ہمارے ملک میں آزادی تقریر ہے۔ تمہارے ممالک میں بد تہذیبیاں ہیں، جہالتیں ہیں، تعصبات ہیں، تمہارا مذہب ایسا ہے کہ جو دوسرے کی زبان بندی کرتا ہے اس لئے تم لوگ یہ سمجھ نہیں سکتے کہ انسانی ضمیر کی آزادی کہتے کس کو ہیں۔ ہمیں دیکھو ہم ان قدروں کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ جن قدروں کا سچا حقیقی علمبردار اسلام تھا ان قدروں کی غلط صورتوں کے یہ علمبردار بنے اور اپنے آپ کو دنیا کی عظیم ترین تہذیب کا محافظ اور پیغامبر بنائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جس چیز کی یہ حفاظت کر رہے ہیں وہ بالکل اس کے برعکس ہے جو اسلام نے تعلیم دی تھی۔ اب تجزیہ کر کے دیکھیں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اے مسلمانو تم دوسروں کے بزرگوں کو خواہ وہ سو فیصدی جھوٹے بھی ہوں بُرا بھلا نہ کہو اور اس میں ہم تمہیں آزادی نہیں دیتے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں آزادی کا تصور یہ ہے کہ دوسروں کے بزرگوں کو خواہ وہ کروڑہا کروڑ انسانوں کے نزدیک صاحب عظمت ہوں بُرا بھلا کہو اور نہایت غلیظ زبان میں بُرا بھلا کہو اور یہ ہے آزادی ضمیر کا تصور اور یہ ہے انسانی آزادی کا تصور۔ کیا دوسری طرف ضمیر کوئی نہیں ہے؟ کیا زبان کو آزادی ہے اور کانوں کو کوئی آزادی نہیں ہے؟ کیا زبان کا حق ہے اور کان کا نہیں؟ کیا یہ حقوق ایک سمت سے دوسری سمت میں روانہ ہوتے ہیں اور دوسری سمت کا کوئی بھی خیال تمہیں نہیں ہے۔ یہ عدم توازن ہے جس کو مسلمانوں کو کھول کر اُن کے سامنے پیش کرنا چاہئے اور پھر یہاں پر ایک دوغلا پن ہے۔ ایک تضاد ہے ان کے اپنے عمل میں۔

بلاسفیمی کا قانون صرف عیسائیوں کے لئے ہے

بلاسفیمی (Blasphemy) کا ایک قانون ہے جو اس ملک میں رائج ہے لیکن وہ صرف عیسائیت کے لئے ہے۔ اب دیکھیں یہاں اسلام اور عیسائیت کا کتنا نمایاں فرق سامنے آتا ہے۔ ان کا جو قانون ہے وہ یہ ہے اور اُس کو جج میڈ لاء (Judge Made Law) کہتے ہیں یعنی پارلیمنٹ نے تو یہ قانون نہیں بنایا مگر روایۃً چلا آ رہا ہے جس کو عدالتوں نے تقویت دی اُس کی توثیق کی۔ وہ قانون یہ ہے کہ عیسائیت کے خلاف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کوئی ایسی زبان برداشت نہیں کی جائے گی جو تضحیک کا رنگ رکھتی ہو تذلیل کا رنگ رکھتی ہو، اُس میں فاسقانہ لفظ استعمال کئے گئے ہوں۔ وہاں آزادی ضمیر کہاں گئی، وہاں آزادی تقریر کہاں چلی گئی؟ اپنے ملک میں قانون رائج ہے، موجود

ہے اُسے ایک طرف چھپائے ہوئے ہیں۔ اسلام یہ قانون دے رہا ہے کہ تم نے دوسرے مذہبوں کی عزت کرنی ہے اور خبردار جو اس قانون کو پامال کیا اور اس مذہب کو کہتے ہیں بہت ہی تنگ نظر اور جاہلانہ اور فرسودہ مذہب ہے اور ان کے ہاں صرف اپنے بزرگوں کی حفاظت کا قانون ہے اور جب اُن سے کہا جائے کہ دوسرے بزرگوں کی عزت کرو تو کہتے ہیں کہ آزادی ضمیر، آزادی تقریر کے مخالف بات ہے۔ مجھ سے جب پریس انٹرویو ہوئے کچھ یہاں۔ یہاں تو بعض معززین کی دعوت میں سوال ہوا تھا۔ ہالینڈ میں کئی پریس انٹرویو ہوئے اُن کے سامنے میں نے یہ مسئلہ رکھا میں نے کہا آزادی تقریر اپنی جگہ درست ہے لیکن آپ کا عمل، یورپ کے سیاستدان کا عمل بتا رہا ہے کہ یہ بے محابا نہیں ہے اور بے حد نہیں ہے۔ جب آزادی تقریر بعض حصوں میں، بعض سرحدوں سے گزرنے کی کوشش کرتی ہے تو آپ اُس پر قدغن لگاتے ہیں، اُس کی راہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا جس انگلستان میں آجکل شدت کے ساتھ سلمان رشدی کی کتاب کی تائید میں باتیں ہو رہی ہیں اور آزادی تقریر کے نام پر ہو رہی ہیں۔ وہاں کی پارلیمنٹ میں اگر مسز تھیچر یا اور پارلیمنٹ ممبروں کے خلاف ویسی ہی حیثاً نہ زبان استعمال کی جائے جیسی اس کتاب کے مصنف نے دنیا کے مقدس ترین بزرگوں کے متعلق استعمال کی ہے تو کیا آزادی تقریر کے نام پر آپ یہ زبان برداشت کریں گے۔ کیا انگلستان کی پارلیمنٹ اس کو اجازت دے گی؟ ایسے شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے گندے الفاظ خود کھا جائے۔ ورنہ اُسے اٹھا کے ایوان سے باہر پھینک دیا جائے گا تو وہاں آزادئ تقریر کا حق کیوں یاد نہیں آتا؟ اس لئے کہ آپ کی عقل آپ کو بتاتی ہے کہ آزادئ تقریر کا حق غیر محدود نہیں ہو سکتا۔ بعض دائروں میں اسے محدود کرنا ہوگا اور اسمبلی کا دائرہ اُن دائروں میں سے ایک ہے۔ مذہب کا دائرہ اس سے زیادہ حقدار ہے کہ وہاں اس حق کو اس حد تک محدود کیا جائے کہ کسی پر ظالمانہ قہقہے نہ لگائے جائیں۔ پس یہ جھوٹ ہے کہ آزادئ ضمیر کی، آزادی تقریر کی حفاظت کی جارہی ہے۔ بیچ میں سے وہ بہت خوش ہیں کہ خوب ہمیں موقع ملا ہے عالم اسلام سے بدلہ لینے کا اور ان کو دُکھ پہنچانے کا اور تہذیب کے نام پر کسی کو دُکھ دینا یہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جس سے عالم اسلام کو دکھ پہنچے۔

مسلمانوں کو کثرت سے اسلام کی تائید سیرت رسولؐ پر مضامین لکھنے کی تحریک

ایک پہلو تو اس کا یہ ہے جو آپ کے پیش نظر رہنا چاہئے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ ہیں جو اس صورتحال کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایسی کثرت کے ساتھ مضامین لکھتے اور صورتحال کو واضح کرتے اور یہ جو درمیانی طبقہ ہے، جو لاعلم طبقہ یہ اس وقت اس جھوٹے پراپیگنڈے کی لپیٹ میں کلیۂ آچکا ہے۔ یہ اس لئے ان باتوں کو نہیں سمجھتے کہ ایک تو جیسا کہ میں نے بیان کیا آزادئ تقریر کا تصور غلط رنگ میں ان کے سامنے رکھا گیا ہے۔ دوسرے دو کمزوریاں اس وقت مغربی قوموں میں جاگزین ہو چکی ہیں۔ گہرے طور پر ان میں جڑیں پکڑ چکی ہیں۔ ایک بے حیائی اور دوسرے مذہب سے دوری۔ چنانچہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے متعلق بھی بعض دفعہ ایسی ایسی لغو باتیں چھپ جاتی ہیں کہ کوئی غیرت مند عیسائی دراصل اُس کو برداشت نہیں کر سکتا مگر غیرت اگر کم ہو جائے تو کیا کیا جائے؟ مسلمان تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ احمدی تکلیف اُٹھاتے ہیں مسلمان کی حیثیت سے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی ملکوں میں بھی گالیاں دی جاتی ہیں۔ ان کا تصور بگڑا ہوا ہے اور پھر جنسیات نے اتنا قبضہ کر لیا ہے ان کے دماغ پر کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ناول میں جنسی چٹکلے چھوڑنا تو ضروری ہو گیا ہے اس کے بغیر ناول مزیدار ہو ہی نہیں سکتا۔ جہاں تقدس کا تصور مٹ چکا ہو، جہاں جنسیات قوم کے مزاج پر غالب آ چکی ہو وہاں ایسی کتاب جس میں مقدس ہستیوں پر حملہ کیا گیا ہے اور جنسی پہلو سے حملہ کیا گیا ہے وہ ان کے نزدیک ایک دلچسپ ناول ہے اس سے زیادہ کچھ بھی حیثیت نہیں۔ ان کو بتانا چاہئے کہ مسلمانوں کی طرز فکر تم سے مختلف ہے۔ ہمارے جذبات اور ہیں، ہماری قدریں اور ہیں۔ ہمیں سمجھنا ہو تو اپنی عیسائیت کی پچھلی صدیوں میں جا کر دیکھو۔ تم انہیں جہالت کی صدیاں کہہ کے رد کر رہے ہو۔ ہم سمجھتے ہیں اس وقت تھوڑی سی غیرت کی روشنی تم میں موجود تھی جواب تم میں نہیں ہے۔ ایک پہلو سے تم روشنی میں داخل ہوئے ہو، دوسرے پہلو سے تاریکی میں قدم بڑھا رہے ہو۔ پس مذہبی پہلو سے اور تقدس کے تصورات کے لحاظ سے تم روشنیوں سے اندھیرے میں سفر کر رہے ہو۔ اس زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس کے ہزارویں حصے کو برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا جتنا اب کھلم کھلا روز ٹیلی ویژن، اخبارات میں کہا جاتا ہے۔ تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خود اپنے بزرگوں کو جسے خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں اُس پہ حملے کی کھلی اجازت دی ہوئی ہے تو مسلمان کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے کہ جن کو ہم نبی بھی نہیں سمجھتے، اُن کے اوپر ہم نہ حملہ کریں۔

مغرب کا دوہرا معیار

یہ وہ تضادات ہیں جو سمجھانے والے ہیں اور بتانے والے ہیں اور خوب بات کھولنی چاہئے کہ یہ وجوہات ہیں جس طرح ان کی پارلیمنٹ کا حوالہ ہے، بعض تہذیبی اقدار کا حوالہ ہے۔ یہ بتانا چاہئے کہ قوموں کے ساتھ مل جل کر رہنے کے لئے بعض تہذیبی تقاضے تمہیں پورے کرنے ہوں گے۔ عالم اسلام ایک بڑی طاقت ہے اور آج جبکہ دنیا بدامنی کا گہوارہ بنی ہوئی ہے یہاں امن پیدا کرنے کے لئے تمہیں عقل اور سلیقہ اختیار کرنا چاہئے اور ایسی طرز اختیار کرنی چاہئیں کہ بلا وجہ کسی قوم کا دل نہ دکھے۔ یہ سمجھانے کا عنصر اس تمام تحریک میں غائب رہا ہے۔ چنانچہ جب ہالینڈ میں مجھ سے پریس انٹرویو لیا گیا اور وہاں اور یہاں میں ایک فرق میں نے یہ دیکھا۔ یہاں آج کل اسلام کے حق میں معقول باتیں اور سمجھانے کی باتیں کی جائیں تو اُن کو پریس والے شائع ہی نہیں کرتے۔ اور ہالینڈ اس لحاظ سے بالکل آزاد تھا۔ اُنہوں نے نہایت عمدگی اور دیانتداری سے اس انٹرویو کو ریڈیو میں بھی مشتہر کیا اور اخبارات میں بھی شائع کیا اور اُنہوں نے بتایا کہ کیا ہمیں اعتراض ہے، کیوں اعتراض ہے، کیا کرنا چاہئے؟ میں نے اُن سے کہا کہ تم لوگ زبان کی آزادی کے علمبردار ہو۔ کیا تمہاری آزاد زبان ایک بیہودہ بات کو رد کرنے کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی تھی؟

اس پہ کیا قدغن لگی تھی؟ کیوں تمہارے سیاسی راہنماؤں نے، کیوں تمہارے دانشوروں نے اُس ظالم انسان کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہا اور اُسے رد نہیں کیا اور کیوں اپنے عوام الناس کے سامنے تم نے یہ بات نہیں اُٹھائی کہ مسلمانوں کے دل بڑے حساس ہیں اس معاملے میں اور یہ شرافت کی اقدار کے خلاف بات ہے کہ ایسے لغو حملے کسی بزرگ کے متعلق کرنا جس کے اوپر قوم کے لکھو کھہا انسان جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور کروڑہا ہیں جو جانیں قربان کرنے کا دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں لیکن لازماً لکھو کھہا ایسے ہیں جو عملاً ہنستے ہوئے اپنی جان فدا کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں ۔ یہ آگ سے کھیلنے والی بات ہے اس کو سمجھو ۔ تمہارے تعلقات ہیں، عالمی تعلقات، مسلمانوں سے اُن کو نقصان نہ پہنچاؤ ۔ اگر شرافت کی خاطر نہیں تو اپنے مفاد کی خاطر اور عقلی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تم اپنے طرز عمل کو تبدیل کرو ۔ اس قسم کی نصیحت کی باتیں کچھ رشدی کے خلاف باتیں کی ہوتیں اور عالم اسلام کو آپ یہ کہتے کہ ہمارے قانون سر دست ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم اس کتاب کو بین (Ban) نہ کریں ۔ عالم اسلام کا ردِ عمل نسبتاً زیادہ سلجھا ہوا ہوتا اور رشدی کی کتاب کے خلاف عیسائی دنیا سے باتیں سُن کر کچھ تو ان کے دل ٹھنڈے ہوتے ۔ لیکن یہاں آزادیٔ زبان استعمال نہیں کی اور غلاظت کو تقویت دینے میں آزادیٔ تقریر کی باتیں ہو رہی ہیں ۔ جس طرف بھی دیکھیں ایک غلط ردِ عمل ہے جس نے صورتحال کو انتہائی بھیانک بنا دیا ہے ۔

مسلمانوں کے غلط ردِ عمل سے اسلام کو بہت نقصان ہوا ہے

مسلمانوں کے غلط ردِ عمل نے اتنا نقصان پہنچایا ہے اسلام کو کہ یہ کتاب اپنی ذات میں کبھی بھی اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی ۔ کتابوں کو جلایا گیا، بھنگڑے ڈالے گئے، گالیاں دی گئیں ۔ اس کے نتیجے میں یہ لوگ اس تاریخی پس منظر میں کہ اسلام جہاد کی تعلیم دیتا ہے، غیر کو قتل کرنے کی تعلیم دیتا ہے، غلط افسانے اپنے ذہنوں میں بنا بیٹھے ۔ یہاں انگلستان میں عامۃ الناس سے آپ بات کر کے دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے اُن کا یہ تصور ہے کہ اسلام، مسلمان یہاں اب ہر غیر کی گردن کاٹنے کے لئے تیار بیٹھا ہوا ہے اور ہماری سوسائٹی میں بدامنی پھیل جائے گی اور عذاب نازل ہو جائے گا اور ہم برداشت نہیں کر سکیں گے حالانکہ کل ایک ملین کی تعداد ہے مسلمان کی اور ان کا جوش جتنی تیزی سے اُٹھتا ہے بدقسمتی سے اُسی تیزی سے بیٹھ بھی جاتا ہے ۔ صرف دائم رہنے والی نفرتیں پیچھے چھوڑ رہے ہیں اور اسلام کے حق میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے ۔

مسلمانوں کے غلط ردِ عمل سے اس کتاب کی تشہیر بہت زیادہ ہوگئی

لیکن اس سے بہت زیادہ نقصان یہ پہنچا ہے کہ وہ کتاب جو اپنی ذات میں شدید پراپیگنڈے کے باوجود بھی مقبول نہیں ہو رہی تھی اور بعض ممالک اس کو رد کر چکے تھے، انگلستان اس کو رد کر چکا تھا بغیر کسی احتجاج کے، جاپان اس کو رد کر چکا تھا بغیر کسی احتجاج کے ۔ اُنہوں نے کہا ہم ہرگز اس کا ترجمہ اپنے ملک میں شائع نہیں ہونے دیں گے اور

اس کتاب کے خلاف قومی طور پر ایسے محرکات تھے جن کے نتیجے میں بعض حکومتیں اس کو اپنے ملک میں شائع کرنے سے خوف کھا رہی تھیں۔ چند لوگ پڑھتے اور کچھ دیر کے بعد کتاب ملک میں غائب ہو جاتی، گر جاتی۔ نہایت فضول قسم کی کتاب ہے۔ شریف لوگوں کو زیادہ اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اب اتنی دلچسپی پیدا ہو رہی ہے کہ کروڑہا مغربی دنیا کا انسان اس کتاب کو لینے کے لئے ترس رہا ہے۔ پورا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح وہ مہیا ہو جائے۔ جب مسز تھیچر نے Spycatcher کے خلاف مہم چلائی تھی تو اُن کے ناقدین نے یہی بات کہی تھی کہ تم تو اس کتاب کو انگریز کی نظر سے اوجھل رکھنا چاہتی تھی یہ تمہاری مہم ہی ہے جس نے اس کو اتنی تقویت بخشی ہے لیکن وہ مہم تو پھر ایک معقول دائرے سے تعلق رکھتی تھی جو آپ مہم بے سروپا کریں تو وہ زیادہ تر آپ کو نقصان پہنچاتی ہیں دشمن کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔

امریکہ میں ریڈیو اور ٹی وی پر اس گندی کتاب کے اقتباسات پڑھ کر سنائے گئے

پس ایک نہایت غلیظ کتاب یہاں تک شہرت پا گئی کہ امریکہ میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اب اُس کے نہایت گندے اقتباسات جو دراصل مسلمان کی دلآزاری کا موجب تھے پڑھ کر سنائے جا رہے ہیں۔ یعنی کتاب خریدنے کی بھی ضرورت نہیں رہی وہ غلاظت اور وہ خباثت کروڑہا انسانوں تک گھر بیٹھے پہنچ رہی ہے۔ تو انسان کو تو جوابی کارروائی حکمت سے کرنی چاہئے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں کوئی معقول سلجھی ہوئی لیڈرشپ نہیں ہے اور وہ مولوی ہے اُس کو اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ اسلام کے حق میں کس قسم کی تحریکات چلانی چاہئیں اور کس قسم کی تحریکات سے احتراز کرنا چاہئے اور سارا عذاب اس زمانے میں مسلمان پر یہ ملاں ہے۔ جس کو دنیا کے حالات کی، دنیا کی سیاست کی، دنیا کی خدمتوں کی ہوش ہی کوئی نہیں ہے وہ صرف وقتی طور پر، ہر اس تحریک میں حصہ لیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بے چینی پھیلے، Blood shed ہو، خون ہو، قتل و غارت ہو، گالیاں دی جائیں اس کے سوا اس کو کوئی اہلیت نہیں رہی۔ اس کا جو ردعمل یہاں پیدا ہو چکا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ابھی ہوگا۔ وہ Rationalism کو تقویت ملے گی اور آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کے خلاف دیر تک اب وہ لوگ اس ناکام کوشش کے نتیجے میں جو انہوں نے کی ہے سازشیں کرتے رہیں گے، نئی قسم کی مصیبتیں کھڑی کرتے رہیں گے اور جو کچھ بھی سوسائٹی میں مسلمان نے ایک مقام حاصل کیا تھا اُس مقام سے گر کر کہیں پہنچ گیا ہے اور بے مقصد۔ اگر کسی تحریک کے نتیجے میں مقام چھوڑ کر قعر مذلّت میں بھی جانا پڑتا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بحال کیا جاتا اور آپ کی حفاظت کی جاتی تو میں اس کے حق میں تھا، اور میں آج بھی اس کے حق میں ہوں، ہمیشہ اس کے حق میں رہوں گا۔

رشدی کی کتاب کے ردعمل پر مسلمانوں میں اختلاف

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کی بجائے آپ کو دنیا میں اور زیادہ اور وسیع طریق پر گندی صورت میں پیش کرنے کے لئے ایک ذریعہ آپ بن جائیں اور خود قومی خودکشی بھی کریں یہ کس اسلام کے نتیجے

میں ہوا، یہ کس حکمت اور کس عقل کے مطابق ہورہا ہے اور اُدھر حالت یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے شرارت کر کے خاص طور پر ایران پر حملہ کیا تھا اور توقع یہ رکھتے تھے جس نے بھی یہ شرارت کی ہے کہ ایران اس کی جوابی کارروائی کرے گا۔ اب جو عرب کا دل ہے یعنی مکہ اور مدینہ اور حجاز کی سرزمین وہاں سے کوئی جوابی کارروائی کا اعلان نہیں ہورہا۔ ایران بول رہا ہے اس لئے مصر سے فتویٰ ہوگیا ہے کہ نہیں بلاسفیمی (Blasphemy) کے اوپر کسی کو قتل کرنے کا فتویٰ دینے کی اجازت نہیں۔ کیسے تضادات پیدا ہوگئے ہیں۔ ایک طرف یہ تعلیم کہ اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر کوئی اشارۃً بھی ایسی بات کہے جو گستاخی سمجھی جائے اس کا قتل فرض ہے اور کہاں خمینی کی دشمنی میں اب یہ فتویٰ کہ اتنی غلیظ کتاب جو سراسر خباثتوں پر مشتمل ہے اُس کے مصنف کے اوپر بھی موت کا فتویٰ جاری نہیں کیا جاسکتا اسلامی تعلیم کی رو سے۔ نہ اس غیر دنیا میں مذہب رہا نہ اپنی دنیا میں مذہب رہا۔ وہاں بھی ایک جھوٹی سیاست اور ملمع کاری ہے یہاں بھی ایک جھوٹی سیاست اور ملمع کاری ہے۔

مسلمانوں سے معافی کا اعلان اور ہٹ دھرمی

وہ دیکھئے پاکستان کے ایک مشہور عالم کہلانے والے مولوی محمد طفیل صاحب جنہوں نے افغان صورتحال سے خوب فائدہ اُٹھایا ضیاء کے زمانے میں۔ اس سلمان رشدی نے معافی کا اعلان کیا کہ مجھے معاف کر دیا جائے اور انہوں نے کہا ہاں ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔ ایک احمدی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا نعرہ بلند کرتا ہے اُس کو تم واجب القتل قرار دیتے ہو اور کسی قیمت پہ معاف کرنے کے لئے تیار نہیں اور بے حیائی کی حد یہ ہے کہ ایک نہایت ہی خبیث مصنف جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگ انبیاء اور صحابہ پر نہایت گندے اور ناپاک حملے کئے جس سے ایک غیر تمند مسلمان کا خون کھولنے لگتا ہے اُس کو تم اس لئے معاف کردیتے ہو کہ وہ کہتا ہے میں معافی مانگتا ہوں اور ساتھ یہ بھی اعلان کرتا ہے۔ انہی ریڈیوز، ٹیلیویژنز کے اوپر کہ کاش میں نے اس سے زیادہ گندی کتاب، اس سے زیادہ سخت کتاب لکھی ہوتی اور ایک لفظ بھی اپنی کتاب کے مضمون کے خلاف نہیں لکھتا اور آپ کہتے ہیں جی اُس نے کہہ دیا ہم دل دکھانے پر بھی معافی مانگ رہے ہیں یہ صاحب۔ اس لئے ہم معاف کردیتے ہیں۔ کمال ہے معافی کا تصور بھی اور انتقام کا تصور بھی۔ جو عشاقِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، وہ تو گردن زدنی ہیں تمہارے نزدیک اور جو خبیث گندے اور ناپاک حملے کرنے والے ہیں اور حدوں سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ ان کے منہ کی جھوٹی معافی پر تم ان کو معاف کرنے کے لئے تیار ہو گویا تم خدا بنے بیٹھے ہو۔ تمہارے ہاتھ میں اس کی معافی اور اس کی اصلاح کا معاملہ ہے۔ ہرگز تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو غیرت ہمارے خدا کے دل میں ہے۔ خدا رکھتا ہے محمد مصطفیٰ کی غیرت۔ وہ کبھی ایسے خبیث کو معاف نہیں کرے گا۔ جس نے اس بے باکی اور بے حیائی کے ساتھ دنیا کے سب سے مقدس انسان پر سب سے غلیظ حملے کئے۔ تم ہوتے کون ہو معاف کرنے والے۔ قطعاً طور پر نہیں دیتا اسلام۔ یہ اسلام، احمدیت کی تعلیم نہیں اس تعلیم کے خلاف، تم

احمدیت کے خلاف ہمیشہ گندی سازشیں کرتے رہے اور تحریکات چلاتے رہے۔ لیکن آج خمینی نے جب یہ قتل کا فتویٰ دیا تو تم اس قتل کے فتویٰ کے بھی خلاف ہو گئے ۔ یہ تمہارا تقویٰ، یہ تمہارا مذہب، یہ تمہاری سیاست ہے ۔اس کو تم اسلام کہتے ہو؟ وہی اسلام پنپے گا دنیا میں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام ہے۔ جس کے ساتھ احمدیت دل و جان کے ساتھ وابستہ ہے اور ہمیشہ وابستہ رہے گی اور اس اسلام سے ہٹنے کے نتیجے میں تم نے خود دشمن کے ہاتھ میں وہ ہتھیار پکڑا دیئے جن کو پکڑ کر وہ اب غلیظ حملے کر رہا ہے اور تمہارے پاس حقیقت میں ان کے جواب کی کوئی کارروائی نہیں رہی، کوئی موقع نہیں رہا، کوئی ہتھیار نہیں رہا۔

آنحضرتؐ کے تقدس کی حفاظت کے لئے احمدی اپنی زندگیاں وقف کر دیں

پس میں احمدیوں کو اب یہ تلقین کرتا ہوں کہ صورتحال کے تجزیہ کے نتیجے میں وہ ایسی مؤثر اور دیرپا کارروائی کریں جو آئندہ نسلوں تک پھیل جائے ۔اگلی صدی، اُس سے اگلی صدی، اُس سے اگلی صدی۔ اب یہ ایک صدی کا معاملہ نہیں ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا زمانہ غلام ہے ۔اپنے پہلے زمانے کے بھی وہ بادشاہ تھے اور آئندہ زمانوں کے بھی وہی بادشاہ ہیں اس لئے ہمیشہ کے لئے جماعت احمدیہ ایسی کوششوں میں وقف ہو جائے جس کے نتیجے میں دشمن کے ہر ناپاک حملے کو ناکام بنایا جائے ۔پس میں جماعت کی اُن نسلوں کو خصوصیت سے مخاطب ہوں جوان ملکوں میں پیدا ہوئے ہیں جہاں اسلام پر حملے ہوتے ہیں کہ اگر چہ ہم ان حملوں کے لئے دفاع کا مضمون جہاں سمجھتے ہیں لیکن یہاں کی زبان کے اسرار ہمیں نہیں آتے ۔وہ لوگ جنہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے ہندوستان میں یا پاکستان میں یا دیگر ممالک میں شاذ اُن میں سے ایسے ہیں جن کا بچپن کا ماحول وہی تھا جو اہل زبان انگریزی دانوں کا ماحول ہوا کرتا ہے ۔جیسے اعلیٰ، اعلیٰ تو نہیں کہنا چاہئے ایسے انگریزی سکولوں میں، Convent سکولوں میں پڑھے جس کے نتیجے میں دین کا بے شک کچھ نہ رہا ہو لیکن انگریزی زبان پر دسترس ہو گئی اور اس محاورے کے واقف ہو گئے جوان کو پسند آتا ہے ۔اس لئے اپنی نئی نسلوں کو مقامی زبانوں میں ماہر بنائیں اور نئی نوجوان نسلوں میں سے کثرت کے ساتھ اخبار نویس پیدا کریں کیونکہ صرف زبان کا محاورہ کافی نہیں اخبار نویسی کی زبان کا محاورہ ضروری ہے اور اس نیت سے کریں کہ ساتھ ساتھ یہ اسلام کا گہرا مطالعہ بھی کریں گے تا کہ ان کی زبان دانی اسلام کے حق میں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں استعمال ہو۔ اس لئے امریکہ ہو یا افریقہ ہو یا چین ہو یا جاپان ہو یا یورپ کے متفرق ممالک ہوں یا ایشیا کے دیگر ممالک جہاں جہاں بھی احمدی خدا کے فضل کے ساتھ موجود ہیں اور مقامی طور پر ایسی پرورش انہوں نے پائی ہے اور ایسی تعلیم حاصل کی ہے کہ اس ملک کے اہل زبان شمار کئے جا سکتے ہیں ۔ان کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے وقف ہو جانا چاہئے اور اس نیت سے ادب اور کلام پر دسترس حاصل کرنی چاہئے اور قادرالکلام بننا چاہئے کہ خود انہی کے ہتھیاروں سے انہی کے انداز سے ہم ان کے متعلق جوابی کارروائی کریں گے اور اسلام کا دفاع کریں گے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کی حفاظت کریں گے اور یہ جنگ آج

کی چند دنوں کی جنگ نہیں ہے ۔یہ لوگ اس حملے کو بھول جائیں گے اور یہ تاریخ کی باتیں بن جائیں گی اور پھر ایک بد بخت اُٹھے گا اور پھر حملہ کرے گا اور پھر ایک بد بخت اُٹھے گا اور پھر حملہ کرے گا۔اس لئے احمدیت کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سینہ تان کے کھڑی ہو جائے ۔جس طرح حضرت طلحہؓ نے کیا تھا کہ جو تیر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر برسائے جارہے تھے اپنے ہاتھ پر لئے اور ہمیشہ کے لئے وہ ہاتھ بے کار ہو گیا اس طرح اپنا سینہ سامنے تان کر کھڑا ہو جائے ۔تمام تیر جو ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلائے جارہے ہیں اپنے سینوں پر لیں ۔یہ اسلام ہے، یہ اسلام کی محبت ہے اس طرح اسلام کا دفاع ہونا چاہئے اور وہ سارے مضامین جو اس کتاب میں چھیڑے گئے ہیں کہانی کے رنگ میں، ان کا محققین اور اہل علم مطالعہ کریں اور ان کے دفاع پر کثرت کے ساتھ مضامین شائع کروائیں اور ایک ایک چیز کو لے کر اب جب کہ یہ دلچسپی قائم ہے اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلام کا پوری طرح دفاع کریں اور یہ فوری کارروائی کا حصہ ہے اور اس کے لئے ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے ۔خوش قسمتی سے میری کتاب "مذہب کے نام پر خون" ایک انگلستان کی کمپنی اس کا انگریزی ترجمہ شائع کر رہی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ جب اس کا انگریزی ترجمہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں 1953ء کے حوالے سے ۔بہت سی باتیں کہی گئی ہیں لیکن Islamic Terrorism پر کچھ نہیں کہا گیا اور Islamic Fundamentalism پر کچھ نہیں کہا گیا اور مرتد کی سزا کے قتل کے موضوع کے اوپر جس طرح بھرپور عالمانہ دفاع ہونا چاہئے تھا اس کی بجائے چند ایک باتوں پر اکتفا کی گئی ہے جبکہ حملے متفرق کئی سمتوں سے ہو رہے ہیں ۔تو ان کا میں ممنون ہوں کہ ان کے اس توجہ دلانے پر میں نے دو نئے باب انگریزی میں اضافہ کئے ہیں جو اردو میں نہیں ہیں اور اس میں منصور شاہ صاحب نے میری مدد کی اور ڈکٹیشن (Dictation) بھی لیتے رہے اور مشورے بھی دیتے رہے اور کافی انہوں نے محنت کی ۔بہر حال یہ کتاب اب تیار ہے چھپنے کے لئے اور اس کمپنی کا مجھے پیغام ملا ہے کہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر یہ مسئلہ اٹھا ہے اور ادھر یہ کتاب ہماری تیار ہے ۔چنانچہ ہم نے سب دنیا میں یہ اشتہار دے دیا ہے کہ اصل اسلامی تعلیم کیا ہے، اس کے متعلق ایک کتاب آنے والی ہے ۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ عاجزانہ خدمت کی توفیق بخشی .....

رشدی کی کتاب کا مکمل جائزہ لینے کے لئے بورڈ قائم کرنے کا اعلان

......اس کتاب (رشدی کی ۔ناقل) کے متعلق چونکہ ایسی غلیظ ہے میں اس کو تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں بورڈ مقرر کروں گا جو تجزیہ کر کے اُن تمام جڑوں تک پہنچے جہاں سے یہ غلط الزامات چلتے ہیں اور پھر بعض احمدی محققین کے سپرد یہ کام کیا جائے گا کہ وہ اس کے جواب لکھیں اور مختلف زبانوں میں ترجمے کر کے ساری دنیا میں پیش کئے جائیں ۔آج کل چونکہ شیطانی کتاب میں دلچسپی ہے اس لئے ہو سکتا ہے اس کے بہانے جواب میں بھی دلچسپی پیدا ہو جائے جو ویسے عام حالات میں نہ ہوتی ۔تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہر میدان جنگ میں جہاں

اسلام کا دفاع ضروری ہے ہر اس سرحد پر جہاں اسلام پر حملے ہو رہے ہیں ہمیشہ احمدی صف اوّل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے دفاع میں سینہ تانے کھڑے رہیں اور کسی شیطان کو یہ طاقت نہ ہو کہ کسی نام پر بھی وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پاک مذہب پر حملہ کر سکے۔" (خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 111-132)

۞ خطبہ جمعہ 3 مارچ 1989ء

" گزشتہ خطبے میں، مَیں نے سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کے متعلق اپنے تأثرات کا اظہار کیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ مضمون ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔ بعض ایسے اہم بنیادی سوال ہیں جن کی طرف توجہ مبذول کرنی ضروری ہے۔

مغربی دنیا میں سب سے اہم سوال جو اس وقت زیر بحث ہے وہ انسانی ضمیر اور انسانی بیان اور انسانی قلم کی آزادی ہے اور وہ تمام تر توجہ سلمان رشدی کی کتاب کے غلیظ حصوں سے ہٹا کر اس بنیادی اصول کی طرف مبذول کروا رہے ہیں۔ گویا کہ دراصل مسلمانوں اور عیسائیوں یا مغربی طاقتوں اور مسلمان مشرقی دنیا کے درمیان دراصل بحث یہی ہے کہ کیا انسانی ضمیر کو آزادی ملنی چاہئے یا نہیں؟ کیا انسان کو قول اور فعل اور قلم کی آزادی نصیب ہونی چاہئے یا نہیں؟ ...."

آیات اللہ کے انکار اور تمسخر پر ایک غیرت مند مسلمان کا ردّ عمل

پھر تیسری ایک آیت میں قرآن کریم نے اس مضمون کی ایک عمومی شکل پیش فرمائی اور ایک غیرت مند مسلمان کے ردّ عمل کا ذکر فرمایا۔ یہ دو آیات ہیں جن میں ایک ہی مضمون بیان ہوا ہے۔ ایک آیت سورۃ نساء آیت 141۔ اس میں فرمایا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًاo

اور خدا تعالیٰ نے تم پر اس کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے۔ بڑا ہی پُر شوکت اور پُر زور کلام ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کتاب میں جو احکام کی کتاب ہے مسلمانوں کے لئے یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جب بھی تم خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار ہوتا ہوا سنو یا دیکھو کہ خدا تعالیٰ کی آیات سے تمسخر کیا جا رہا ہے جیسا کہ بعینہٖ اس وقت سلمان رشدی کی کتاب کا معاملہ ہے تو کیا کرو؟ کیا یہ کرو کہ اس کے قتل کے فتوے دو یا معصوم اور لاعلم مسلمانوں کو بازاروں میں نکال کر گولیوں کا اُن کو نشانہ بناؤ؟ ہرگز نہیں۔

گستاخ باتوں والی مجالس سے اٹھ جانے کا حکیمانہ حکم

فرمایا ایسی صورت میں تمہارے لئے یہ ردّ عمل مقرر ہے۔ فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ کہ ان کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھو لیکن ہمیشہ کی قطع تعلقی پھر بھی نہیں کرنی اگر وہ نصیحت پکڑ جائیں اور ان شرارتوں

سے،ان دکھ کی باتوں سے باز آجائیں تو اس کے بعد پھر تم ان کے ساتھ بیٹھ سکتے ہو لیکن جب تک وہ اس ذلیل طرز عمل پر قائم ہیں اور خدا تعالیٰ کی پاکیزہ آیات کی گستاخی کرتے ہیں اور تمسخر سے کام لیتے ہیں تمہیں ان کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ بیٹھنے کی اجازت نہ دینا اپنی ذات میں ایک بہت بڑا حکیمانہ حکم ہے۔کیونکہ اس کے دو نتیجے نکل سکتے ہیں۔یا تو کچھ کمزور طبیعتیں اپنے پیاروں کے خلاف باتیں سن کر مشتعل ہو جاتی ہیں اور قوانین اور احکام کو پس پشت ڈالتے ہوئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر پھر بعض دفعہ ایسے ظالموں کو قتل تک کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔تو دنیا میں اس سے ہر طرف فساد پھیل سکتا ہے۔دوسرے اپنی غیرت پر حملہ ہوتا ہے اور اگر انسان بیٹھا رہے اور ایسی باتیں سنتا رہے تو اس کی بے غیرتی اس کے ایمان کو ضائع کر سکتی ہے۔پس دونوں صورتوں میں ہلاکتیں ہے۔پس کیسی اعلیٰ اور مہذبانہ تعلیم ہے اور کیسے انسان کا نفس یا انسان کے نفس سے دوسروں کے نفوس کی حفاظت کرتی ہے کہ جب یہ فرمایا جب تم ایسی باتیں گستاخانہ سنو تو ایسی مجالس سے اُٹھ آیا کرو اور مزید نہیں بیٹھا کرو اور جہاں تک ان کی سزا کا تعلق ہے وہ خدا پر چھوڑو۔اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَہَنَّمَ جَمِیْعًا۔خدا تعالیٰ منافقوں کو بھی اور کافروں کو بھی سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ط وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ٥ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰکِنْ ذِکْرٰی لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ٥ (الانعام:69-70)

فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں بے لگام باتیں کرتے ہیں،بہکی ہوئی،ایسی باتیں جن کا نہ سر ہے نہ پیر ہے اور یَخُوْضُوْنَ کے اندر ہر قسم کا تمسخر،ہر قسم کا مذاق،ہر قسم کی لغو باتیں شامل ہیں۔تو فرمایا اگر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ تلواریں نکال کر ان کے قتل کے درپے نہ ہو جاؤ بلکہ ان سے الگ ہو جاؤ ان سے بے تعلقی اختیار کرلو حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ط یہاں پھر یہ شرط لگا دی کہ مستقل بے تعلقی اور مستقل بائیکاٹ کا حکم نہیں ہے بلکہ جب تک شریر اپنی شرارت پر قائم ہے اس وقت تک اس سے قطع تعلقی کرو۔ہاں جب وہ دوسری باتوں میں بہکنے لگے تو پھر ان کو بہکنے دو۔دنیاوی باتوں میں وہ لوگ لغو باتیں کرتے ہی رہتے ہیں لیکن تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں اس معاملے میں۔ہاں دینی معاملہ میں تمہارا غیرت دکھانا فرض ہے اور غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں ان سے الگ ہو جاؤ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اگر تمہیں شیطان بھلا دے پھر اس کے بعد،اس نصیحت کے بعد تم نے ظالموں کے ساتھ کبھی بھی نہیں بیٹھنا۔یہاں وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ سے پھر کیا مراد ہے؟اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کمزور طبیعتیں جو ان لغو باتوں کو سن کر زخمی ہو جاتی ہیں اور متاثر ہو جاتی ہیں ان کو بعد میں بھی ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہیں کیونکہ رفتہ رفتہ پھر ان کا ایمان بالکل

ضائع ہوسکتا ہے ۔دلائل سے بھاگنے کی تعلیم نہیں دی گئی ۔تمسخر اور ذلیل باتوں سے بھاگنے کی تعلیم دی گئی ہے ۔یعنی علیحدہ ہونے کی تعلیم دی گئی ہے اور جہاں تک ایسے لوگوں کے ساتھ سختی کرنے کا تعلق ہے یا ان کی زبانوں کو لگام دینے کا تعلق ہے اس کے متعلق قرآن کریم کی اگلی آیت یعنی اس کے معاًبعد یہ فرماتی ہے وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ کہ یادرکھو وہ لوگ جو خدا کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں ۔ایسے بدکاروں اور بے لگام لوگوں کا حساب ان سے نہیں لیا جائے گا ۔ان کے اوپر کوئی حرف نہیں، وہ ہرگز ذمہ دار نہیں ہیں کہ یہ لوگ کیسی کیسی شیطانی باتیں کرتے ہیں تو جب ذمہ واری تمہاری نہیں ہے، جب تم سے حساب نہیں لیا جائے گا تو پھر تم کیوں قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہو ۔وَلٰكِنْ ذِكْرٰى ہاں ایک فرض تمہارا ضرور ہے کہ نصیحت کرو اور نصائح کے ذریعے ان کو سمجھانے کی جو کوشش ممکن ہو اختیار کرو ۔لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ہوسکتا ہے، بعید نہیں کہ وہ تقویٰ اختیار کریں ۔

خدا تعالیٰ کا گستاخ کی سزا کا معاملہ اپنے پاس رکھنے کی حکمت

پس جن کو قتل کرنے کا حکم ہو ان کے متعلق کہاں سے کہا جاسکتا ہے کہ نصیحت کرو ہوسکتا ہے وہ تقویٰ اختیار کریں ۔انہیں تین آیات میں یا چار آیات میں نہیں قرآن کریم میں جہاں بھی آپ اس مضمون کو براہ راست یا اشارةً موجود پائیں گے وہاں کسی ایک جگہ بھی انسان کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ خدا یا خدا کے برگزیدہ بندوں کی گستاخی کرنے کے جرم میں ایسے لوگوں کو خود سزائیں دیں بلکہ سزا کا معاملہ خدا تعالیٰ نے کلیةً اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور بار بار کھول کر یہ مضمون بیان فرمایا ہے ۔

خدا تعالیٰ نے جو یہ طریق اختیار فرمایا اس میں بہت بڑی حکمت ہے ۔امن عالم کا انحصار اس بات پر ہے، انسانی سوسائٹی میں امن قائم کرنے اور فساد کے خطروں کو دور کرنے کے لئے یہ تعلیم نہایت ضروری تھی ۔وجہ یہ ہے کہ جہاں تک تقدس کا تعلق ہے اس کے تصورات مختلف قوموں میں مختلف ہیں اور ہر قوم نے اپنے ذہن میں کچھ مقدس وجود بنا رکھے ہیں اور جہاں تک ان مقدس وجودوں کا تعلق ہے ان کے اوپر حملے کا تصور بھی جدا جدا ہے ۔بعض جگہ تنگ نظری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے مقدس وجود کا تم نے نام لیا تو یہ بھی ان کی تذلیل اور ان کی گستاخی ہے ۔اگر خدا تعالیٰ ہر انسان کو اپنے ذہن کے مطابق مقدس وجود کی بے حرمتی پر قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت دیتا تو ساری دنیا میں ہر طرف فساد پھیل جاتا ۔کوئی دنیا کا ایسا انسان نہیں جس کے مذہب کی رو سے کسی دوسرے مذہب پر کوئی حملہ نہ ہوتا ہو اور بعض ایسے مذاہب ہیں جو اپنے احساسات میں اتنے تیز ہیں کہ حملہ نہ بھی ہو تو حملے کا تصور کر لیتے ہیں ۔اس لئے خدا تعالیٰ نے انسانی سوسائٹی کو فساد سے بچانے کی خاطر یہ بین الاقوامی تعلیم دی اور یہ بین الاقوامی تعلیم آپ کو دنیا کے کسی اور مذہب میں نظر نہیں آئے گی ۔اس لئے کہ کوئی اور مذہب بین الاقوامی نہیں تھا اور نہ ہے اور اسی مذہب کو یہ تعلیم عطا ہوتی تھی، اسی کو عطا ہوئی جس کو تمام عالم کے لئے بھجوایا گیا ہے ۔پس بجائے اس کے کہ ان تعلیمات کو کھول کھول کر مغربی اور عیسائی دنیا کے سامنے رکھا جاتا اور بتایا جاتا کہ تم ہمیں کیا تہذیب سکھانے لگے ہو تم تو

خوشہ چین ہوا اسلام کے اور ساری تعلیم کے نہیں صرف چند حصوں کے جن باتوں کو تم نے آج اپنے زعم میں ترقی یافتہ زمانے میں جا کر ایک ترقی یافتہ تحریک کی صورت میں پایا ہے قرآن کریم کی تعلیم کے لحاظ سے اس میں بہت بہت رخنے موجود ہیں اور تمہاری تعلیم ناقص ہے اور جو کچھ تم بتا رہے ہو یہ اچھا ہے وہ پہلے سے اسلام میں موجود ہے اور جو تمہارے پاس نہیں ہے وہ بھی اسلام میں موجود ہے اور تمہاری تہذیب کے نام پر جو تم نے اصول پیش کئے ہیں ان میں جو رخنے ہیں ان کی بھی قرآن کریم نے نشاندہی فرما دی ہے۔

پس بنیادی بات یہی ہے کہ قرآن کریم دو دائروں کو الگ الگ کرتا ہے۔ جسمانی دائرے کو الگ کرتا ہے اور کلام کے دائرے کو الگ کرتا ہے۔ جو حملے جسمانی دائرے سے تعلق رکھتے ہیں ان کا جسمانی جواب دینے کی اجازت دیتا ہے۔ جو حملے کلام کے دائرے سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کلام کے ذریعے جواب دینے کی اجازت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بدکلامی کرتا ہے یعنی عام دنیا میں خدا اور مقدس وجودوں کی بات نہیں، عام دنیا میں کسی انسان کے تعلق والے کے خلاف اس کے سامنے بدکلامی کرتا ہے تو عدل کی اعلیٰ تعلیم کے نقطہ نگاہ سے فرماتا ہے کہ ایسا مظلوم اگر بے قابو ہو جائے اور کلام کے ذریعے ویسی بات کرے جو ناپسندیدہ بات ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی حرف نہیں لیکن وہاں پر یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے مقابل پر ہتھیار نکال لے اور اس کے قتل کے درپے ہو جائے یا اسے کوئی جسمانی سزا دے۔

گستاخی کا جواب زبان یا قلم سے دیا جائے

پس یہ دو الگ الگ دائرے ہیں۔ جہاں حملہ تلوار سے کیا گیا ہے وہاں تلوار سے جواب دینے کا مسلمان کو حق ہے بلکہ بعض صورتوں میں فرض ہو جاتا ہے اور جہاں زبان سے یا قلم سے حملہ کیا گیا ہے وہاں زبان اور قلم سے جواب دینے کا نہ صرف حق ہے بلکہ فرض بھی ہو جاتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ مغربی دنیا اسلام کو ایک قدیم جاہلانہ مذہب بنا کر دنیا کو دکھائے اگر زبان سے اس حملے کا جواب دیا جاتا اور قرآن کریم کے دیئے ہوئے ہتھیاروں کو عمدگی سے استعمال کرتے ہوئے جوابی حملے کئے جاتے تو یہ ساری بازی الٹ سکتی تھی۔ یہ جو جنگ ہے اس میں حکمت چاہئے اور حکمت تو عام مادی جنگوں میں یعنی تلوار کی جنگوں میں بھی چاہئے لیکن خصوصیت سے کلام کی جنگ میں حکمت کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت تھی کہ مغرب کے پاس کون سے ہتھیار ہیں جن کے ذریعے وہ آج اسلام پر حملہ آور ہوا ہے۔ ہم کیوں ان ہتھیاروں سے ان پر جوابی حملہ نہیں کر سکتے؟ جہاں تک گستاخی کا تعلق ہے وہ ہم نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وجود جو ان کے ہاں مقدس ہے وہ ہمارے ہاں بھی مقدس ہیں۔ اس لئے بڑی یک طرفہ سی جنگ بن جاتی ہے اور غیر متوازن جنگ بن جاتی ہیں۔ اگر وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات پر حملے کرتے ہیں تو فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا مضمون تو ہم پر صادر ہوتا ہے لیکن جوابی حملہ کرنے کی کوئی جا نہیں پاتے۔ کیونکہ حضرت مریمؑ اسی طرح ہمارے لئے مقدس ہیں بلکہ بعض پہلوؤں سے زیادہ

مقدس ہیں جس طرح عیسائیوں کے نزدیک ہیں۔

اور حضرت مسیحؑ اپنی حقیقی شان میں ہم پر زیادہ روشن ہیں، ہم ان کی زیادہ معرفت رکھتے ہیں جو ایک عیسائی دنیا کے تصوراتی مسیح کے۔ پس یہاں ایک غیر متوازن جنگ میں اور بھی زیادہ حکمت کی ضرورت ہے۔ آخر کس طرح ان باتوں کا جواب دیا جائے؟ پہلی بات تو یہ ہے جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں جماعت کو نصیحت کی تھی کہ اگرچہ یہ کتاب پڑھنا ایک شدید روحانی اذیت ہے لیکن بعض محققین اگر جواب دینے کی خاطر اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ان کی مجبوری ہے۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ والا مضمون یہاں اس غرض سے اطلاق نہیں پاتا کہ یہاں عالم اسلام کے دفاع کے لئے اور اسلام کے روحانی جہان کے دفاع کے لئے ایک کارروائی، ایک تکلیف دہ کارروائی ضروری ہے۔ جب میدان جنگ میں آپ جاتے ہیں تو چرکے بھی لگتے ہیں، آپ زخم بھی کھاتے ہیں، جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں مگر مجبوری ہے۔ پس اس تکلیف کو خدا کی خاطر برداشت کرنا پڑے گا۔

علماء اس کتاب کا مطالعہ کر کے تجزیہ کریں اور ناپاک حملوں کو عقل وحکمت سے رد کریں

بعض علماء کو خصوصیت سے اس کتاب کا مطالعہ کر کے اس کا تجزیہ کرنا پڑے گا، ہر قسم کے الزامات کو الگ الگ کرنا ہوگا، تاریخ اسلام کے حوالوں سے دیکھنا ہوگا کہ آیا کسی الزام کی کوئی بنیاد موجود ہے یا نہیں؟ خواہ وہ کتنی ہی کمزور بنیاد کیوں نہ ہو اور کون سے الزامات ایسے ہیں جو محض فرضی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں اور اس طرح ایک سلسلہ مضامین دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہونا شروع ہو جانا چاہئے۔ جس میں اس گندی کتاب کے ناپاک حملوں کو عقلی لحاظ سے اور حکمت کے لحاظ سے رد کر کے دکھایا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ تم جھوٹے اور بددیانت لوگ ہو اور سوائے دکھ پہنچانے کے تمہارا اور کوئی بھی مقصد نہیں ان حملوں میں۔ چنانچہ وہ تہذیب کا جو لبادہ انہوں نے اوڑھا ہوا ہے وہ تہذیب جو دراصل اسلام نے سکھائی ہے۔ اس کا سارا لبادہ انہوں نے نہیں اوڑھا لیکن کسی نے ٹوپی اوڑھ رکھی ہے، کسی نے پاجامہ پہن رکھا ہے، کسی نے اور کوئی لباس کا ٹکڑا لیا ہوا ہے اور سارے اسلامی تعلیم کے خوشہ چین ہونے کے باوجود جگہ جگہ سے ننگے بدن بھی ہیں۔ اس لئے پورے اسلامی فاخرانہ لباس میں ملبوس ہو کر اسلامی تقویٰ کے لباس پوری طرح اوڑھ کر اور پہن کر اور زیب تن کر کے پھر آپ اس میدان میں مقابلے کے لئے نکلیں اور پھر دیکھیں کہ بفضلہ تعالیٰ کس طرح دشمنوں کو ہر حملے میں ناکام بنایا جا سکتا ہے۔

خمینی کے فتویٰ قتل پر ایران سے لاتعلق ہونے کی خواہش

دوسرا پہلو وہ جواب کا ہے جو زیادہ تر حکومتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلامی حکومتوں کو ایسے موقع پر غیرت دکھانی چاہئے اور ناپسندیدگی کا اس رنگ میں اظہار کرنا چاہئے کہ جس سے ان کو محسوس ہو کہ یہ قوم باغیرت ہے اور حملوں کو برداشت نہیں کرے گی لیکن اس کی ناپسندیدگی کا اظہار اس طریق پر ہے کہ ہم لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور دنیا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اس وقت جو ناپسندیدگی کا اظہار ہے یہ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار تھمانے والی بات ہے اور یہ

دنیا کو اس کی وجہ سے دھوکہ دے رہے ہیں ۔ یہاں تک کہ روس تک پہنچ گئے ہیں، جاپان تک پہنچ گئے ہیں کہ خمینی نے جو قتل کا فتویٰ دیا ہے اس کے خلاف احتجاج کرو۔ یہ پہلی دفعہ شاید واقعہ ہوا ہے کہ قتل کا فتویٰ؟ یہ دراصل مذہبی حیثیت کا فتویٰ ہے اور ایک ایسا فتویٰ ہے جس کی خود اس مذہب میں جس کی طرف وہ فتویٰ منسوب کیا جا رہا ہے کوئی بھی بنیاد نہیں مگر اس کے نتیجے میں یورپ کے بارہ ممالک نے اس ملک کا بائیکاٹ کر دیا اور صدر بش (Bush) کا اعلان آیا ہے کہ ہم پوری طرح یورپ کی پشت پناہی کرتے ہیں اس معاملے میں اور ان کے سفیروں نے روس پر بھی اثر ڈالا اور روس کو بھی اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ قطع تعلق کر لے ایران سے، یہاں تک کہ ملائیشیا پر بھی اپنے اقتصادی تعلقات کی بناء پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی کہ مسلمان ملک ہوتے ہوئے وہ خمینی کے خلاف ردّ عمل دکھائیں اور اس فتوے کے نتیجے میں اپنے سفیر وہاں سے واپس بلوالیں ۔ جاپان تک پہنچے اور جاپان کو بھی اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کی گئی ایسی صورت میں جاپان اپنا سفیر ایران سے واپس بلوائے ۔

تو یہ سارے اسلام کے خلاف ملکوں کا متحد ہو جانا اگرچہ سیاست کے نام پر ہے لیکن کوئی آنکھ ایسی نہیں جو یہ پہچان نہ سکتی ہو کہ اس کے پیچھے درحقیقت اسلام سے نفرت کارفرما ہے یا ایران کی نفرت کارفرما ہے ۔ تو اس نفرت نے جس طرح اپنا سر اُٹھایا ہے یہاں اس سر کے اٹھانے کے نتیجے میں اسلام کی طرف بھی حملہ ساتھ کیا جاتا ہے ۔ یعنی یوں کہہ لینا چاہئے کہ ایران کی نفرت اور اسلام کی نفرت نے گویا ایک اجتماع کر لیا ہے اور اگر ایران کے خلاف نفرت کا اظہار کریں اور دوست مسلمان ممالک پوچھیں تو اُن ممالک سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم اسلام کے خلاف بالکل نہیں ہیں ہم تو ایران سے اپنے بدلے اُتار رہے ہیں اور اگر دوسرے ممالک، اپنے دوست ممالک بات کریں تو ان سے کہیں کہ دیکھیں ہم نے تو اسلام پر حملہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے ہی نہیں دیا۔

اور تیسرا اس طرزِ عمل کا فائدہ یہ اٹھایا انہوں نے کہ سلمان رشدی کی کتاب کی غلاظت سے توجہ اس رنگ میں ہٹائی کہ گویا یہ ثانوی سی بات ہے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، ایک معمولی بات ہے ۔ اصل واقعہ تو یہ ہے کہ سلمان رشدی کے خلاف قتل کا فتویٰ دے دیا گیا ہے اور مسلمان مظاہرے کر رہے ہیں ۔ یہاں تک کہ ایران نے برطانیہ کو یہ پیشکش بھی کی کہ تم کھلم کھلا اس کتاب کو Condemn کرو۔ اس کے خلاف نفرت کا، مذمت کا اظہار کرو۔ تو پھر تو ہمارے تعلقات دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں ۔ مگر انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ کتاب کی مذمت کا ہم اعلان نہیں کریں گے ۔ یعنی تمام دنیا کو یہ کہہ رہے ہیں (یہاں آ کر بات کھل جاتی ہے) کہ دراصل اس موقع پر اصل جھگڑا یہ ہے کہ خمینی کے اس فتوے کے خلاف مذمت کا اظہار ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے؟ خمینی کے فتویٰ کے خلاف تمام دنیا کو مذمت کرنی چاہئے یہ ان کا مطالبہ ہے اور جب کہا جائے کہ جس خباثت کی وجہ سے خمینی نے یہ حرکت کی اس کی مذمت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے تو کہتے ہیں زبان کی اور قلم کی اور ضمیر کی آزادی ہے ۔ اگر آزادی ہے تو مذمت کرتے ہوئے تمہاری زبانوں پر کیوں تالے پڑ جاتے ہیں ۔ ایک بے حیائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور پھر اس کی مذمت نہیں کرتے ۔

یہاں پہنچ کر اسلام کی دشمنی ظاہر ہو جاتی ہے۔ جو میں مضمون بیان کر رہا ہوں ایک فرضی الزام نہیں ہے جو ان پر عائد کیا جا رہا ہے۔ ان کا طرزِ عمل کھول کر بتا رہا ہے کہ محض سیاسی دشمنی نہیں ہے بلکہ اسلام کی دشمنی بھی اس ساری صورتحال میں کارفرما ہے۔ ایسی صورت میں ان سے کیا سلوک ہونا چاہئے؟ جس قسم کے ہتھیاروں سے کوئی دشمن حملہ کرتا ہے اسی قسم کے ہتھیاروں کا استعمال نہ صرف قرآن کریم سے جائز ثابت ہے بلکہ ضروری ہو جاتا ہے۔

مغربی حملوں کیلئے مسلمانوں کو عالمی رائے عامہ اور اقتصادی ہتھیاروں کے استعمال کا مشورہ

اس وقت کی مغربی دنیا کے ہاتھ میں دو بڑے ہتھیار ہیں جن کو یہ اپنے مدمقابل کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ ایک ہے عالمی رائے عامہ کو اپنے حق میں اور دوسرے کے خلاف استعمال کرنا اور دوسرا ہے اقتصادی دباؤ۔ چنانچہ جب بھی یہ کسی ملک کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہیں تو آپ پڑھتے ہوں گے کہ یونا ئیٹڈ نیشن (United Nation) نے، اقوام متحدہ وغیرہ میں یہ کوششیں کی جاتی ہے کہ اس کا اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے۔ یہ جو دو ہتھیار ہیں یہ ان کے نزدیک مہذب ہتھیار ہیں۔ ان کے خلاف آواز نہیں بلند کی جا سکتی۔ ان دو ہتھیاروں کو کیوں عالم اسلام استعمال نہیں کرتا۔ بجائے اس کے کہ معصوم، مظلوم مسلمانوں کو گلیوں میں نکال کر ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح خود اپنے ہاتھوں سے قتل کرواؤ اور ٹکڑے ٹکڑے کرو۔ جس دشمن نے حملہ کیا اس دشمن کے خلاف نبرد آزما ہو اور انہی ہتھیاروں کو اس کے خلاف استعمال کرو جن ہتھیاروں کو وہ خود استعمال کرتا جا رہا ہے اور آج بھی استعمال کر رہا ہے۔

مسلمانوں کے رویہ سے مغربی دنیا ظالم ہوتے ہوئے مظلوم بن گئی

پس سلمان رشدی کی اس کتاب کے نتیجے میں جو عالمی رائے عامہ مسلمانوں کے حق میں ہو سکتی تھی ہمارے غلط ردعمل کے نتیجے میں وہ ساری عالمی رائے عامہ ان لوگوں کے حق میں ہو گئی ہے۔ یعنی ظلم کرنے والے بھی یہ ہیں اور مظلوم بننے والے بھی یہ ہیں۔ آج ساری دنیا ان کے پروپیگنڈے کی وجہ سے، ساری دنیا نہیں تو دنیا کا ایک کثیر حصہ اور طاقتور حصہ ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یہ نتیجہ نکال رہا ہے کہ مسلمان ظالم ہیں اور مغربی ممالک مظلوم ہیں کیونکہ آزادیٔ ضمیر کے جہاد کا معاملہ ہے اور اس معاملے میں مسلمان آزادیٔ ضمیر کو کچلنے کے درپے ہیں جبکہ مغربی دنیا اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ اور کتاب کا گند اور غلاظت اور ناجائز حملہ اور ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے دلوں کے ٹکڑے اُڑا دینا ایسے ظالمانہ حملے سے، ان کے نزدیک اس چیز کی کوئی بھی اہمیت نہیں رہی۔ مسلمان ممالک کے پاس دولت ہے اور اگر وہ چاہیں تو اقتصادی حملے کے ذریعے بھی جواب دے سکتے ہیں اور رائے عامہ کے میدان میں بھی ان سے بڑی قوی جنگ لڑ سکتے ہیں۔ ایسے ایسے لکھنے والے یہاں موجود ہیں جن کو اگر ان کے وقت کی، ان کے قلم کی قیمت دی جائے اور بات سمجھائی جائے تو خود انہی کے اخبار ان کی آواز کو دبا سکتے ہیں۔ بڑے بڑے اعلیٰ پائے کے مصنفین موجود ہیں مغربی دنیا میں جو سمجھدار بھی ہیں۔ اگر عربوں کی تیل کی دنیا، ان لوگوں سے تعلق پیدا کرتی اور فوری طور پر جوابی کارروائی کے لئے ان کو لکھنے پر آمادہ کرتی اور اس معاملہ میں خرچ کرتی تو ہرگز بعید نہیں تھا کہ رائے عامہ

کے میدان میں ایک دفاعی جنگ بڑی شدت کے ساتھ شروع ہو جاتی ۔کتابیں لکھوائی جا سکتی تھیں، اخباروں سے جو طاقتور اخبار ہیں ایسے تعلقات قائم کئے جا سکتے تھے اقتصادی دباؤ کے نتیجے میں کہ وہ اخبارات از خود مسلمانوں کے نقطہ نگاہ کو خوب عمدگی کے ساتھ، وضاحت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتے ۔دنیا کے معاملات میں سیاست کے معاملات میں لوگ اخبارات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض دفعہ ان کو خرید بھی لیتے ہیں اگر وہ تعاون نہ کریں ۔یہیں انگلستان کی بات ہے کہ انیسویں صدی کے آخر پر 1888 میں اس کے لگ بھگ ایک پارسی، ہندوستان کے پارسی کو خیال آیا کہ میں انگلستان کی پارلیمنٹ کا ممبر بنوں چونکہ وہ بڑے اچھے مقرر اور بہت اچھے لکھنے والے اور انہی کی یونیورسٹیوں سے پڑھے ہوئے تھے ۔ان کا خیال تھا کہ میرے علم سے متاثر ہو کر مجھے لوگ ووٹ دیں گے اور میں جیت جاؤں گا ۔اپنے متعلق ان کی یہ حسن ظنی درست تھی لیکن وہ وہم غلط تھا کہ یہ قوم ان کو یہ کرنے دے گی ۔کیونکہ آج کل تو ایسی باتیں عام ہیں لیکن اس زمانے میں یہ سوچنا کہ انگلستان کی پارلیمنٹ میں ایک ہندوستان کا کالا نمائندہ بن جائے یہ ایک بہت بعید کی بات تھی ۔چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ جب انہوں نے اپنے الیکشن میں کھڑے ہونے کا اعلان کیا تو تمام اخبارات نے ان کی خبروں کا بائیکاٹ کر دیا ۔کوئی بھی خبر شائع نہیں کرتا تھا ۔کیونکہ وہ بہت بڑا دولت مند گھر تھا ۔یعنی پارسیوں کا جو گھر تھا مجھے اس وقت ان کا نام یاد نہیں لیکن بہت دولت مند لوگ تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انگلستان کا سب سے زیادہ چھپنے والا اور بااثر اخبار خرید لیا جائے ۔چنانچہ وہ پہنچے ایک اخبار کے پاس اور اس سے کہا کہ تمہارے شیئرز بکتے ہیں تو ہم حاضر ہیں خریدنے کے لئے ۔اتنے شیئرز خرید لئے سارا اخبار نہیں خریدا وہ بھی تاجر لوگ تھے لیکن اس کے نتیجے میں بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ان کو اکثریت حاصل ہو گئی ۔چنانچہ اس دن کے بعد اس اخبار نے مسلسل ان کے حق میں لکھنا شروع کیا اور ان کی خبریں دینی شروع کیں ۔نتیجہ یہ نکلا کہ سترہ ووٹوں سے یہ جیت گئے ۔ اس زمانے میں اس کا اتنا شدید ردّ عمل ہوا کہ ایک ہندوستانی آ کر ہم سے یہ حرکت کر جائے، ہماری پارلیمنٹ کا ممبر، ہمارے علی الرغم بن جائے، ہمارے اخبار خرید کر ۔انہوں نے یعنی مخالف پارٹی نے، جو امیدوار تھے انہوں نے مقدمہ کیا اور کہا کہ ووٹوں کی گنتی میں غلطی ہوئی ہے اس لئے دوبارہ گنے جائیں ۔چنانچہ عدالت نے بڑی احتیاط کے ساتھ جب دوبارہ ووٹ گنے تو ان کو سترہ کی بجائے بائیس ووٹوں کی اکثریت حاصل ہوئی ۔

تو دنیا کی خاطر اپنے سیاسی مفادات کی خاطر لوگ یہ حرکتیں کرتے ہیں اور یہ جائز ہیں ان میں کوئی برائی نہیں ۔کوئی دنیا کا معقول آدمی ایسے طرز عمل پر حملہ نہیں کر سکتا ۔باقی ممالک کو چھوڑیں سعودی عرب کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ چاہے تو سارے انگلستان کے اخبار خرید لے اور اس کو پتا بھی نہ لگے کہ میری دولت میں کوئی کمی آئی ہے ۔اتنا روپیہ ہے کہ اپنے سود سے وہ ان کے اخبار خرید سکتا ہے اور اتنی رقم قائم کر سکتا ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے اقتصادی قومیں ہیں، اقتصادی مفادات کے پیچھے چلنے والی قومیں ہیں جو مرضی دوسرے محرکات ہوں اگر اقتصادی فوائد ان محرکات کے مقابل پر زیادہ اہم دکھائی دیں تو یہ لازماً اقتصادی مفادات کی پیروی کرنے والے لوگ ہیں ۔

تو سعودی عرب اگر چاہے آج بھی یہ کرسکتا ہے۔مغربی ممالک کے بڑے بڑے اخبار خریدے اور ان میں سلمان رشدی والے کیس کے متعلق اسلام کے حملوں کا جواب شروع کرے اور دنیا کو بتائے کہ یہ سب دھوکہ بازی ہورہی ہے حقیقت حال یہ ہے کہ اسلام پر نہایت ظالمانہ حملہ کیا گیا ہے اور حملے کی وہ زبان بے شک نہ شائع کی جائے لیکن جس طرح کہ میں نے بیان کیا ہے ہر اس پہلو سے جس پہلو سے انہوں نے اسلام پر حملہ کیا ہے ایک جوابی کارروائی کی جاسکتی ہے اور مؤثر جوابی کارروائی جاسکتی ہے۔

افسوس رسول کریمؐ پر حملے کی غیرت بھی مسلمانوں کو اکٹھا نہیں کرسکی

لیکن حالت یہ ہے کہ بدقسمتی سے آج عالم اسلام مختلف حصوں میں بٹا ہوا ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کی غیرت بھی ان کو اکٹھا نہیں کرسکتی۔کیونکہ ایران کے امام خمینی صاحب نے ایک غلط فتویٰ دیا اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکالا جاسکتا کہ اس سارے معاملے میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا جائے لیکن ان کے معاملے میں مغرب تو ایک ایسی متحدہ کارروائی کرتا ہے کہ یورپ کے بارہ سفیر آن واحد میں واپس بلا لئے جاتے ہیں اور امریکہ ان کی پشت پناہی کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور کھلم کھلا اعلان کرتا ہے،کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ اس سے عالم اسلام کے دلوں پر کیا برا اثر پڑے گا اور یہاں حال یہ ہے کہ کیونکہ خمینی نے یہ فتویٰ دے دیا ہے بجائے اس کے کہ فتوے کو رد کر کے دیگر معاملات میں ان کے ساتھ ہونے کا اعلان کرتے اور کہتے کہ تم نے اگر خمینی پر اس وجہ سے کوئی حملہ کیا تو ہم اس معاملے میں خمینی کے ساتھ ہوں گے کیونکہ اگر سیاست کی جنگ ہے یہ تو پھر سیاسی طور پر ہماری دنیا،مسلمانوں کی دنیا سے الگ نہیں کی جاسکتی اور اگر یہ مذہبی حملہ ہے تو مذہبی طور پر ہم ویسے ہی مسلمان ہیں تم جانتے ہو۔اسلام کی غیرت ہمیں ایسی جگہ اکٹھے کئے ہوئے ہے جہاں سے ہم کسی قیمت پر الگ نہیں کئے جاسکتے۔

تاریخ اسلام کے ایک واقعہ سے آج تمام مسلمانوں کو سبق لینا چاہئے

مگر افسوس کہ اس معاملے میں بعض عرب ممالک نے نہایت ہی نامناسب ردعمل کا اظہار کیا ہے۔اس سے مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا کہ تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہے۔ایک موقع پر شام کے شمال کی طرف سے (مجھے اب معین یاد نہیں کہ کس سرحد سے لیکن شمالی سرحد کی بات ہے) عیسائی طاقتوں نے حضرت علیؓ کی حکومت پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اس زمانے میں امیر معاویہؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان آپس میں شدید اختلافات تھے۔اس لئے اس زمانے کی عیسائی طاقتوں نے یہ سمجھا کہ اگر ہم علیؓ کی حکومت پر حملہ کریں گے تو معاویہؓ اگر ان کے خلاف ہمارے ساتھ شامل نہ بھی ہو تب بھی ان کے حق میں کوئی کارروائی نہیں کرے گا۔چنانچہ ایک لمبے عرصے تک مسلمانوں کی شمالی سرحدوں پر مخالفانہ فوجوں کا اجتماع ہوتا رہا۔جب امیر معاویہؓ کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے قیصر روم کے نام ایک خط لکھا اور اس خط میں لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؓ کی حکومت کو کمزور سمجھتے ہوئے تم نے علیؓ کی حکومت پر حملہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ معاویہؓ اور علیؓ کی دشمنی ہے اس لئے معاویہ اس صورت

میں علی کی مدد کو نہیں آئے گا لیکن خدا کی قسم تمہارا یہ خیال جھوٹا ہے۔ یہ عالم اسلام کی غیرت کا معاملہ ہے۔ اگر تم نے اس حملے کی جرأت کی تو وہ سپاہی جو علیؓ کی طرف سے لڑنے والے ہوں گے ان میں صف اوّل پہ معاویہ کھڑا ہوگا اور معاویہ کی ساری طاقتیں علیؓ کی خدمت میں پیش کر دی جائیں گی۔

(تاریخ اسلام حصہ دوم صفحہ 46,45 مصنفہ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی)

یہ اتنا عظیم الشان خط تھا، اتنا اس کا رُعب طاری ہوا کہ کسی لڑائی کی نوبت نہیں آئی اور دشمن نے فیصلہ کیا کہ وہ عالم اسلام جو اپنے سیاسی مقاصد میں اور مذہبی مقاصد میں اس طرح متحد ہونے کی طاقت رکھتا ہے اس پر کوئی حملہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

حرمت رسولؐ کے دفاع کے لئے عالم اسلام کو مشاورت کا مشورہ

آج افسوس ہے کہ تاریخ کے اس سنہری باب کو بھلایا جا رہا ہے۔ آج مسلمانوں کی اندرونی دشمنیاں اس بات کی راہ میں حائل ہو رہی ہیں کہ اسلام کے خلاف شدید ترین اور غلیظ ترین حملوں کے مقابل پر بھی اکٹھے ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔ پس ایک ایسی عالمی مشاورت کے بلانے کی ضرورت ہے۔ جو خواہ مکّہ یا مدینہ میں بلائی جائے یا اسلام آباد پاکستان میں بلائی جائے یا ایران میں بلائی جائے یا دنیا کے کسی اور خطے میں بلائی جائے۔ کوئی بلانے والا ہو اور کوئی وہ مقام ہو جہاں اکٹھا ہونے کی دعوت دی جائے۔ آج خدا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کا تقاضا ہے کہ تمام عالم اسلام لبیک لبیک کہتے ہوئے اس مقام پر اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے اکٹھا ہو جائے اور یہ فیصلہ کرے کہ کس طرح ہم نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور عزت کا دفاع کرنا ہے اور اس راہ میں جو بھی تعلیم قرآن کریم نے ہمیں دی ہے اس تعلیم کے اندر رہتے ہوئے دفاع کرنا ہے اس سے ایک قدم باہر نکال کر دفاع نہیں کرنا۔

معاندین کی رائے کو قرآنی تعلیم کے ذریعہ اپنے حق میں تبدیل کیا جاسکتا ہے

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے قرآن کریم کی تعلیم نہایت جامع اور مانع ہے۔ اس رنگ میں آپ کو دفاع کی ہدایت دیتی ہے کہ دشمن نے جو ہتھیار اپنا رکھے ہیں وہ دشمن کے ہاتھ سے چھینے جائیں گے۔ جس طرح تلواروں کے مقابلے میں بعض تلوار کے دھنی اس طرح حملہ کرتے ہیں کہ دشمن کے ہاتھ کی تلوار ہاتھ سے چھٹک کر گر جایا کرتی ہے۔ یہ رائے عامہ کی جو تلوار انہوں نے اٹھا رکھی ہے اگر آپ قرآنی حکمت کے دائروں میں رہتے ہوئے جوابی کارروائی کریں تو ان کے ہاتھ کی یہ تلوار جھٹک کر گر جائے گی۔ آپ آج نہتے نظر آتے ہیں قرآن کی طاقت سے یہ تلوار آپ کے ہاتھ میں تھمائی جائے گی اور دنیا کی ساری رائے عامہ کو آپ مرعوب اور مجبور کر سکتے ہیں یہ بات ماننے پر کہ اسلام مظلوم ہے اور اسلام کے خلاف جو دشمن حملہ آور ہیں ان کو ان حملوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسلامی تعلیم کے اندر رہنے میں ہی ساری عالم اسلام کی طاقت ہے لیکن اسلامی تعلیم سے باہر نکل کر اور بکھر کر انفرادی طور پر وہ جوابی کارروائیاں

کرنا جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یہ جوابی کارروائیاں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ ایسی جوابی کارروائیوں سے دشمن کو مزید اور پھر مزید اور پھر مزید طاقت ملتی چلی جائے گی اور آپ اور زیادہ دُنیا میں خود بھی بدنام ہوں گے اور اسلام کو بھی بدنام کریں گے اور قرآن کو بھی بدنام کریں گے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی بدنامی کا موجب بنیں گے۔ اس لئے قرآن ایک جامع مانع کتاب ہے ایک کامل شریعت ہے۔ ایک اتمام نعمت ہے۔ اس کامل شریعت سے، اس اتمام نعمت سے فائدہ اٹھائیں اور قرآنی تعلیم کے حدود کے اندر رہتے ہوئے قرآنی ہتھیاروں کو ہاتھوں میں تھام کر آج اپنی غیرت کا مظاہرہ کریں۔

بعض عیسائی پادریوں کا مثبت رویہ

بعض عیسائی پادریوں نے جن میں شرافت کا بیج ہے اور شرافت کی خوبو ہے انہوں نے یہاں تک اعلان کیا ہے کہ ہم پنگوئن سیریز Panguin Series کی آئندہ کوئی کتاب بھی کبھی نہیں خریدیں گے۔ یہ ایسا گندا اور ناپاک حملہ ہے۔ اس حملے کے دفاع میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آزادیٔ ضمیر کے حق کو استعمال کیا گیا۔ آزادیٔ ضمیر کے حق کا ناجائز اور نہایت ناپاک اور بہیمانہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے آزادیٔ ضمیر کے حق کو تلوار سے تو نہ کاٹیں لیکن اس حق کو پامال کرنے والے کو اس طرح دنیا کے سامنے ننگا کردیں اور اس طرح اس کی خامیوں کو اُچھال کر دنیا کے سامنے پیش کردیں کہ بجائے اس کے کہ وہ معصوموں پر داغ لگا سکے اس کے جسم کا، اس کے دل کا، اس کی فطرت کا داغ داغ دنیا کے سامنے ننگا ہو کر باہر آجائے۔

احمدیوں کو بعض اقدام اٹھانے کی ہدایت

یہ وہ طریق ہے جس کے مطابق عالم اسلام کو جوابی کارروائی کرنی چاہئے اور میں امید رکھتا ہوں کہ احمدی جہاں جہاں بھی اثر ورسوخ رکھتے ہیں وہ ساری صورتحال کو جس طرح میں آپ کو سمجھا رہا ہوں اور کھول کھول کر قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں دنیا کے سامنے کھول کر پیش کریں گے اور جہاں جہاں حکومتوں میں کسی جگہ بھی احمدیوں کا اثر اور نفوذ ہے کسی رنگ میں بعض ایسے بھی احمدی ہیں جو سعودی عرب میں بڑے ڈاکٹر ہیں، سرجن ہیں اور کیونکہ چھوٹے پاکستانی مُلّاں کی نگاہ وہاں تک نہیں اس لئے وہاں وہ کام کر رہے ہیں اور کیونکہ وہ با اخلاق ہیں اور اپنے فن میں بڑی مہارت رکھتے ہیں اس لئے تمام طاقتور شہزادے ان کی عزت کرتے ہیں۔ اس علم کے باوجود کہ وہ احمدی ہیں ان کو کوئی تکلیف نہیں۔ یہ خیال نہ کریں کہ آپ کمزوروں کی جماعت ہیں جن کا کوئی اثر نہیں۔ احمدی اپنے اخلاق کی طاقت سے، اپنے کردار کی عظمت کی طاقت سے دنیا میں بہت نفوذ رکھتا ہے۔ امریکہ میں بھی بڑے بڑے لوگوں پر احمدی اپنے اخلاق اور کردار کی طاقت سے نفوذ رکھتے ہیں اور اثر رکھتے ہیں اور اسی طرح دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں میں جہاں احمدیوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں اس کا بھی سوواں حصہ ہوگی وہاں بھی بعض احمدی اپنی عظمت کردار کی وجہ سے ایک اثر رکھتے ہیں۔ تو اس سارے اثر کو اسلام کے حق میں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں

استعمال کریں اور دنیا میں ایک شور مچا دیں وہ شور جوان کی آوازوں کو مزید بلند کرنے کا موجب نہ بنیں بلکہ ان کی آوازں کو اس طرح دبا دینے کا موجب بنیں کہ کسی بے غیرت کو آئندہ کے لئے اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

مسلم علماء، ان پڑھ اور معصوم مسلمانوں کو جذباتیت سے ابھار کر گلیوں میں نکالتے ہیں جو اپنے ہی سپاہیوں کی گولیوں کا نشانہ بنتے ہیں

ایک اور پہلو اس مضمون کا یہ ہے جس سے مجھے بہت تکلیف ہے کہ مسلمان علماء بھی اور بعض سیاسی لیڈر بھی جذباتیات کو اُبھار کر بعض مسلمان عوام کو جو لاعلم ہیں جن کو پتا نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ان کو گلیوں میں نکالتے ہیں اور خود اپنے ہی اہل ملک کے سپاہیوں کی گولیوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ایسے واقعات اسلام آباد میں بھی ہوئے، کراچی میں بھی ہوئے، بمبئی میں بھی ہوئے، دوسرے ملکوں میں بھی ہوئے اور بہت سے مسلمان ہیں جو اس دینی غیرت کی وجہ سے شہید ہو گئے ہیں۔یہ درست ہے کہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔اس قسم کے خطرناک اور بیہودہ ردِّ عمل کی اجازت نہیں دیتا لیکن یہ بھی درست ہے کہ جن لوگوں نے اپنی جانیں فدا کیں ہیں ان کو ان باتوں کا کوئی علم نہیں، ان کی اکثریت بالکل معصوم ہے۔اور صرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت پر حملہ ہوتے ہوئے انہوں نے زندہ رہنا پسند نہیں کیا۔وہ گلیوں میں پلنے والے عام غریب اور مزدور لوگ تھے لیکن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دین کی غیرت رکھنے والے تھے۔" (خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 135-153)

۞ خطبہ جمعہ 5 مئی 1989ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 5 مئی 1989ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں سلمان رشدی کی کتاب کے حوالہ سے ڈنمارک کے صحافیوں کے ایک انٹرویو کا ذکر فرمایا۔جس میں حضور نے اسلام کی حسین تعلیم کو نہایت آسان پیرایہ میں اور بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا۔آپ فرماتے ہیں

رشدی کے غلیظ ناول کے سلسلہ میں ڈنمارک کے ایک صحافی کا انٹرویو

"چند دن ہوئے سلمان رشدی کے غلیظ ناول کے سلسلے میں ایک ڈنمارک سے آنے والے صحافی نے میرا انٹرویو لیا۔ضمناً بہت لمبا انٹرویو تھا آج انہی کے ساتھی آئے ہیں اور وہ تصویریں کھینچ رہے ہیں۔اس ضمن میں اسلام کی امانت کی بات بھی آئی اور اسلام کی سلامتی کی بات بھی آئی۔میں نے اس سے کہا کہ یہ ایسا جاہل انسان ہے اور مغرب کی لاعلمی اور جہالت سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔یہ کہہ کر کہ اسلام میں پابندیاں بہت ہیں۔اسلام یہ بھی بتاتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے یہ کرو اور بائیں ہاتھ سے وہ کرو اور یہ تفریق کرتا ہے اور ایسی ایسی باریک باتوں میں دخل دیتا ہے کہ کسی انسان کے لئے زندگی اجیرن ہو جائے، یہ کیا مذہب ہے یہ تو مصیبت ہے۔یہ تاثر آزاد منش مغرب کے ذہن پر جب نقش ہوتا ہے تو اسلام کو قبول کرنے کی راہ میں شدید تردّد پیدا ہو جاتا ہے۔کیونکہ یہ لوگ فرضی آزادیوں کے قائل ہو

چکے ہیں، اخلاقی آزادیوں کے قائل ہو چکے ہیں جسے عام اردو محاورے میں کہتے ہیں مادر پدر آزاد شخص ۔تو اب نئی نسلوں میں خصوصاً مغرب میں مادر پدر آزادی کا ایک تصور قائم ہو رہا ہے کیونکہ اسلام سے متنفر کرنے کے لئے ایک یہ بھی طریق ہے کہ کہا جائے کہ اسلام تو آپ کی روزمرہ کی آزادی میں دخل دیتا ہے ۔آپ کوئی حرکت نہیں کر سکتے جب تک پہلے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیں کہ یہ حرکت کیسے کرنی چاہئے؟ چنانچہ دائیں اور بائیں کا فرق، یہ چیزیں بھی اس نے تمسخر کے ساتھ بیان کی ہیں ۔میں نے کہا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ان کا فلسفہ کیا ہے تب آپ سمجھیں اور غور کریں تب آپ کو پتا چلے گا کہ کیسے مسلم بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں آیا آپ کی آزادی پہ حرف آتا ہے یا آپ کی روزمرہ کی زندگی میں سلاست اور صفائی اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے ۔میں نے کہا آج کی دنیا، سائنس کی دنیا ہے اور یہاں سپیشلائزیشن (Specialisation) کے دور ہیں ......اسلام وہ مذہب ہے اور وہ شاندار مذہب ہے اور تمام مذاہب میں ایک ہے جس نے انسان کو سپیشلائزیشن سکھائی اور اسی میں مسلمان کا مسلمان ہونا دکھائی دیتا ہے ۔یعنی مسلم ہے، اس سے آپ کو امن ہے، اس سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں ۔میں نے کہا جب میں آپ سے دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہوں چونکہ میرے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کوئی گندی چیز نہیں پکڑنی ۔اس لئے میں آپ کے لئے ایک امین کے طور پر ہوں آپ کو مجھ سے کوئی خوف نہیں ہے ۔آپ بے تکلفی سے ہاتھ بڑھا کر میرے دائیں ہاتھ کو تھام سکتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ محمد مصطفیٰ ؐ کا غلام ہے لازماً یہ ہاتھ صاف ہوگا لیکن آپ نے نہ دائیں کی تمیز سیکھی نہ بائیں کی تمیز سیکھی ۔ہو سکتا ہے آپ دائیں ہاتھ سے طہارت کر کے آئے ہوں، دائیں ہاتھ سے ناک صاف کیا ہو، دائیں ہاتھ سے کوئی گند اٹھایا ہو، کسی کتے کے منہ میں ڈالا ہو ۔مجھے تو آپ سے کوئی امن نہیں ہے ۔اخلاق کی خاطر اور تہذیب کی خاطر مصافحے تو میں کرتا ہوں لیکن واپس جا کر میں اس ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکتا جب تک اسے اچھی طرح صاف نہ کر لوں ۔تو یہ ہے مقام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔آپ نے ہمیں انسانیت کی اعلیٰ اقدار سکھائی ہیں، آپ نے ہمیں عظیم الشان تہذیب عطا کی ہے ۔یہ جاہل اور بیوقوف اور سفلی لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے اگر ان باتوں پر ہنستے ہیں تو ان کو ہنسنے دو ۔آپ امین بنائے گئے ہیں اور یہ ہے امانت کا مقام کہ کوئی شخص آپ سے خوف نہیں کھائے گا کیونکہ اس کی عزت آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہوگی، اس کی شرافت آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہے، اس کا نام آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہے، اس کی ملکیت آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہے، اس کے بچے، اس کی بیٹیاں، اس کی بیوی، اس کے اور عزیز سارے آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں، اس کی ملکیتیں ہر قسم کی آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں ۔کوئی خطرہ آپ کی طرف سے نہیں ہے ۔یہاں تک کہ ہاتھ سے ہاتھ جب ملاتا ہے تب بھی وہ جانتا ہے کہ محمد مصطفیٰ ؐ کے غلام کے صاف ہاتھوں سے ہاتھ میں ملا رہا ہوں مجھے اس سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے ۔"

(خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 290-292)

۞ خطبہ جمعہ 6/ اکتوبر 1989ء

حضور نے رشدی کی بدنام زمانہ کتاب میں درج ایک الزام کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا کا جواب دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

رشدی اور دیگر مستشرقین کا اسلام پر خونریزی کرنے کا الزام

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں جماعت احمدیہ جو عالمی جہاد کر رہی ہے اس کا بڑا حصہ اسی میدان سے تعلق رکھتا ہے۔ سلمان رشدی نے جو کچھ گند اُچھالا ہے یا اس سے پہلے دوسرے مستشرقین جو گند اچھالتے رہے ہیں ان میں نمایاں پہلو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر جبر کے الزام سے تعلق رکھتا ہے اور کس طرح آپؐ نے خونریزی سے کام لیا اور کس طرح آپؐ نے دشمنوں کو اپنی قوت بازو سے ذلیل ورسوا کر دیا اور پھر فتوحات کے بعد بہت سی ان کے نزدیک انتقامی کارروائیاں کیں۔ بعض ان کے نزدیک ایسے غزوے بھی آپ کے ہوئے جن میں بظاہر دشمن کی طرف سے پہل نہیں تھی اور آپؐ نے دشمن کے مقابل پر بڑی شدت اختیار کی۔ غزوہ خیبر ہے، اسی طرح مدینے میں یہود کے ایک قبیلے کو سزا دینے کا معاملہ ہے، یہ سارے معاملات وہ ہیں جو اسی میدان جہاد سے تعلق رکھتے ہیں جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور جس پر بعد ازاں دشمن مسلسل حملہ کرتا چلا جاتا ہے اور وہ جہاد ایک نئی شکل میں بعد میں جاری ہو جاتا ہے۔ انبیاء کی جماعتیں پھر اس دفاع میں مصروف ہوتی ہیں اور دشمن کے ہر حملے کو غلط اور بے معنی اور بے حقیقت دکھانے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔

اسلام کی تمام جنگیں دفاعی تھیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بڑی شدت کے ساتھ یہ جہاد کیا تھا اور آپ پر جو حملے ہوئے وہ بھی اسی جہاد پر ہوئے ہیں۔ اس مضمون کو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کے تعلق سے ملا کر دیکھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک عجیب کردار نظر کے سامنے اُبھرتا ہے۔ آپ پر جتنے حملے ہوئے وہ اپنے آقاؐ کے جہاد کے دفاع کے میدان میں ہوئے ہیں اور سب سے زیادہ سخت حملے بدقسمتی سے خود مسلمان علماء نے آپ پر کئے۔ چنانچہ اس کی مثال ایک یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آج دنیا میں حضرت مسیحؑ کی ہتک کرنے والے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اور عیسائی ممالک میں خصوصیت کے ساتھ، بکثرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ اقتباسات پھیلائے جا رہے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بڑے سخت حملے کئے ہیں اور آپ کو نعوذ باللہ من ذالک ایک بدکردار انسان کے طور پر ظاہر کیا ہے۔

یہ وہ میدان جہاد ہے جس کے متعلق کچھ روشنی ڈالنی ضروری ہے اور ایک فرق کر کے دکھانا ضروری ہے تا کہ جب بھی جماعت احمدیہ کو خصوصاً مغرب میں ایسے معاملات سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ اس حقیقت کو خوب اچھی طرح

سمجھ جائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کونسی حکمت عملی استعمال فرمائی، کیوں سختی کی اور اس سختی کی بنیاد کیا ہے؟ بنیاد وہی ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ عیسائی دنیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد پر حملہ آور ہوتی تھی اور اس کے علاوہ آپ کے ذاتی کردار پر حملہ آور ہوتی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ بات برداشت کرنا کسی طرح ممکن نہیں تھی۔ ایسی شدید محبت تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کہ آپؑ کی محبت میں آپ فنا تھے۔ اس کے مقابل پر کوئی دوسری چیز آپ کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔ پس کیسے ممکن تھا کہ ایسے گندے اور شدید حملے دشمن کی طرف سے مسلسل کئے جاتے رہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش رہیں......

حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف علماء کا فتویٰ بھی اسلام کی بدنامی کا موجب ہے

......مسلمان علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو حملے کئے ہیں وہ اسی جگہ کئے ہیں، انہی امور پر کئے ہیں جہاں آپ اسلام کے حق میں جہاد کر رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔ اس مضمون میں آگے بڑھ کر آپ دیکھیں کہ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلسل عیسائیت سے نبرد آزما رہے اور عیسائیت کے متعلق کسی ایک جگہ بھی آپ نے یہ نہیں کہا کہ عیسائی قوم کی موجودہ حالت خدا کا سایہ ہے بلکہ اسے دجل کہا۔ فرمایا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دجال کی پیش خبریاں کی تھیں وہ اسی عیسائیت کے متعلق پیشگوئیاں تھیں جو آج عیسائیت کے عروج کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہو چکی ہیں۔ پس کیسی عظیم الشان حکمت عملی تھی کہ ایک ایسی حکومت کے سائے تلے جس کا ایک خاص مذہب تھا اس کو ناراض کئے بغیر اس کے مذہب پر شدید حملے کئے اور اسلام کا دفاع اس کے سائے میں اس طرح کیا کہ اس کو کوئی عذر نہ دیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسلام کے دفاع کی راہ میں حائل ہو سکے۔ یہ عظیم الشان Strategy ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ اور زیادہ نمایاں اور روشن ہوتی چلی جائے گی۔ اب اسی پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کے تقاضے کے طور پر آپ نے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر حملہ نہیں کیا لیکن اس تصور پر ضرور حملہ کیا ہے جس تصور کی خود عیسائی عبادت کرتے تھے اور یہ بھی ایک ایسا عظیم الشان اور باریک فرق ہے جس کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں بہت سے مسلمان علماء خود بھی مشتعل ہوئے اور آج عیسائی دنیا کو احمدیت کے خلاف مشتعل کرتے ہیں......

جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

......آج جماعت احمدیہ کے اوپر دو ذمہ داریاں ہیں۔ اوّلین ذمہ داری یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد پر جو حملے کئے گئے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متابعت میں مسلسل ان حملوں کے جواب دینے پر ہم مستعد رہیں۔ جہاں دنیا میں کوئی سلمان رشدی پیدا ہو وہاں ہزاروں مسیح موعودؑ کے غلام ایسے کھڑے ہو جائیں جو اس کے حملوں کو رد کریں اور اسلام کے دفاع میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں اپنی تمام

قوتوں کو بروئے کار لے آئیں اور کلیۃً ان حملوں کو کچل کے اور نا کام اور نامراد بنا کر دکھا دیں۔

دوسرا پہلو ہماری ذمہ داری کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا کی محبت میں جو دفاعی کارروائیاں کیں اور پھر ان کارروائیوں کو حملوں کا نشانہ بنایا گیا ان کے دفاع میں بھی ہم مستعد ہو جائیں اور ہمیشہ جس طرح کہ قرآن کریم فرماتا ہے سرحدوں پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو۔ جہاں حملہ ہو وہیں اس حملے کا جواب دیں اور آج بڑی شدّت کے ساتھ ان دونوں پہلوؤں سے احمدیوں کو دفاع کی ضرورت ہے اور دفاع پر تیار ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے خوب غور سے دیکھیں کہ وہ حکمت عملی کیا تھی جس کے تابع آپ نے غیروں سے مقابلے کئے ہیں اور کیوں ان پر سختیاں کیں اور اس سختی کے اندر کون سی حکمتیں پوشیدہ ہیں اور اس کے ساتھ اس لٹریچر کا بھی مطالعہ کریں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں ذکر ملتا ہے یا اس سے آشنا ضرور ہوں، جس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی قدر سختی سے کام لیا۔ اسی طرح جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اسلام کے متعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا دفاع عظیم الشان کر دیا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا وہ حصہ پڑھ لیں تو کوئی غیر اسلامی طاقت آپ پر غالب نہیں آ سکتی۔ ایسا خزانہ ہمارے سپرد کر دیا ہے آپ نے علموں کا کہ جس علمی خزانے کے بعد آپ کو کسی اور خزانے کی تلاش نہیں رہے گی۔ اسی پر آپ عبور حاصل کر لیں تو آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام کے دفاع کے لئے ایک عظیم الشان عالم بن کر ابھریں گے۔ آپ کی شخصیت میں ایک حیرت انگیز علمی جلا پیدا ہو جائے گی۔"

(خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 647-656)

❁ رشدی کی اسلام بارے پھبتیاں اور اسلامی تعلیم کا حسن

حضورؒ نے ایک خطبہ میں سلمان رشدی کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

"نماز میں جب آپ بعض بچوں کو یا بڑوں کو اس طرح دیکھتے ہیں تو صاف مطلب ہے کہ ان کو خدا کی حضوری کا تصور نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تفصیلی تعلیم دی ہے اس کا تمام تر اس حضوری سے تعلق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک پاؤں پر بوجھ ڈال کر نہ کھڑے ہوں (بخاری کتاب الاذان حدیث نمبر: 816) بلکہ سیدھے کھڑے ہوں اور رُشدی جیسے بد بخت ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیسا مذہب ہے؟ چھوٹی چھوٹی تفصیل میں جاتا ہے حالانکہ جب تک یہ آداب سکھائے نہ جائیں آج بھی دنیا کی متمدن قومیں ان آداب کو خود نہیں سیکھ سکتیں جو ادب حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چودہ سو سال پہلے بتایا اور سکھایا جن قوموں کو وہ نہیں سکھایا گیا وہ آج بھی اسی طرح جاہل ہیں۔ تہذیب بہت آہستہ رفتار سے ترقی کرتی ہے لیکن الہام دماغوں کو اور دلوں کو اور طرز زندگی کو نئی روشنی بخشتا ہے اور اس روشنی سے استفادہ کرنا پھر قوموں کا کام ہے۔ وہ اگر باہوش ہوں گی اور زندہ رہنے کی صلاحیت رکھیں گی تو اس روشنی میں لانا ضروری ہے ورنہ قومیں زندہ نہیں رہ سکتیں۔ پس یہ چھوٹی چھوٹی

باتیں جنہیں بعض لوگ چھوٹی سمجھتے ہیں ایک بہت ہی گہرے مرکزی خیال سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ خیال بہت اہم ہے۔وہ صرف نماز پر ہی نہیں زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔خدا کی حضوری کے تصور کے بغیر کوئی مذہبی قوم زندہ نہیں رہ سکتی، لوگوں کو زندگی نہیں بخش سکتی۔" (خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 747-748)

خانہ کعبہ اور دیگر مقدس بستیوں کی حفاظت پر آواز بلند کرنا

خلیج کی جنگ کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے تاریخی معرکۃ آراء خطبات ارشاد فرمائے۔ 11 جنوری 1991ء کے خطبہ جمعہ میں حضورؒ نے اس جنگ میں ارض حجاز اور مقدس بستیوں کو جو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اس پر اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"آج صرف کویت کا مسئلہ نہیں ہے، آج مسئلہ ان بستیوں کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ان بستیوں کے تقدس کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔جن میں کبھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سانس لیا کرتے تھے۔وہاں آپؐ کے قدم پڑا کرتے تھے۔پس اسے بہت ہی تقدس کا رنگ دے کر عام مسلمانوں کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے۔چنانچہ پاکستان کی طرف سے بار بار اسی قسم کے اعلان ہوئے ہیں کہ اب ہم نے ارض مقدس کی حفاظت کے لئے دو ہزار سپاہی بھجوادیئے، تین ہزار سپاہی بھجوادیئے، پانچ ہزار سپاہی بھجوادیئے اور ارض مقدس کے نام پر ہم یہ عظیم قربانی کررہے ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ارض کی اپنی تاریخ کیا ہے؟ اور وہ لوگ جو ارض مقدس کا نام لے کر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کے حوالے دے کر مسلمانوں کی رائے عامہ کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کررہے ہیں، ان کا اپنا کیا کردار رہا ہے؟

امر واقعہ یہ ہے کہ سعودیوں نے یعنی اس خاندان نے سب سے پہلے خود ارض حجاز پر بزور شمشیر قبضہ کیا تھا اور 1801ء میں سب سے پہلے یہ فوجی مہم شروع کی گئی اور اس خاندان کے جو سربراہ تھے ان کا نام عبدالعزیز تھا۔لیکن عبدالعزیز کے بیٹے سعود تھے جو دراصل بڑی بڑی فوجی کارروائیوں میں بہت شہرت اختیار کر گئے اور بڑی مہارت رکھتے تھے۔چنانچہ ان کی سربراہی میں ان حملوں کا آغاز ہوا۔سب سے پہلے انہوں نے عراق میں پیش قدمی کی اور کربلائے معلّی پر قبضہ کیا وہاں کے تمام مقدس مزاروں کو ملیا میٹ کردیا، یہ موقف پیش کرتے ہوئے کہ یہ سب شرک کی باتیں ہیں اور ان میں کوئی تقدس نہیں ہے، اینٹ پتھر کی چیزیں ہیں۔ان کو مٹا دینا چاہئے اور پھر کربلائے معلّی میں بسنے والے مسلمانوں کا جو اکثر شیعہ تھے، قتل عام کیا اور پھر بصرہ کی طرف پیش قدمی کی اور کربلائے معلّی سے لے کر بصرہ تک کے تقریباً تمام علاقے کو تاخت وتاراج کر کے وہاں شہروں کو آگیں لگادی گئیں، قتل عام کئے گئے، لوٹ مار کی گئی۔ہر قسم کے مظالم جو آج عراق کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان سے بہت بڑھ کر، بہت زیادہ وسیع علاقے میں اسی خاندان نے عراق کے علاقے میں کئے، لیکن وہاں سے طاقت پکڑنے کے بعد پھر ارض مقدس کی طرف رخ

کیا اور طائف پر قبضہ کر لیا ارض حجاز میں اور 1903ء میں یہ مکہ اور مدینہ میں داخل ہو گئے اور مکہ اور مدینہ میں داخل ہونے کے بعد وہاں قتل عام کیا گیا اور بہت سے مزار گرا دیئے گئے اور بہت سی مقدس نشانیاں اور مقامات مثلاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مولد وغیرہ اس قسم کے بہت سے مقدس حجرے اور مقامات تھے جن کو یا تو منہدم کر دیا گیا یا ان کی شدید گستاخی کی گئی اور یہ ظاہر کیا گیا کہ اسلام میں ان ظاہری چیزوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ یہ سب شرک ہے اور جو خون خرابہ ہوا ہے اس کا کوئی معین ریکارڈ نہیں لیکن تاریخیں یہ لکھتی ہیں کہ بالکل نہتے اور بے ضرر اور مقابلے میں نہ آنے والے شہریوں کا بھی قتل عام بڑی بے دردی سے کیا گیا ہے۔

1813ء میں شریفان مکہ نے پھر اس علاقے کو سعودیوں سے خالی کروا لیا اور پھر بیسویں صدی کے آغاز میں دوبارہ سعودیوں نے ارض حجاز پر یلغار کی اور اس دفعہ انگریزوں کی پوری طاقت ان کے ساتھ تھی۔ انگریزی جرنیل باقاعدہ ان کی پیش قدمی کی سکیمیں بناتے تھے اور انگریز ہی ان کو اسلحہ اور بندوقیں مہیا کرتے تھے اور انگریز ہی روپیہ پیسہ مہیا کرتے تھے۔ اور باقاعدہ ان کے ساتھ معاہدے ہو چکے تھے چنانچہ 1924ء میں دوبارہ سعودی خاندان ارض حجاز پر قابض ہوا اور اس قبضے کے دوران بھی بہت زیادہ مقدس مقامات کی بے حرمتی کی گئی اور قتل عام ہوا ہے۔ 1924ء میں انگریزوں کی تائید سے چونکہ یہ داخل ہوئے تھے اس لئے حال ہی میں جو BBC نے Documentry دکھائی اس میں 24ء سے پہلے کی بھی انگریزی تائید کا ذکر کرتے ہوئے BBC کے پروگرام پیش کرنے والے نے یہ موقف لیا کہ جس ملک پر سعودیوں نے ہماری تائید سے اور ہماری قوت سے قبضہ کیا تھا اب اس ملک کے دفاع کے لئے ہم پر ہی انحصار کرنے پر مجبور رہیں۔

پس اس نقطہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو بات بالکل اور شکل میں دکھائی دینے لگتی ہے۔ جو بھی حکومت اس وقت مقامات مقدسہ پر قابض ہے وہ انگریز کی طاقت سے قابض ہوئی تھی یا مغربی قوموں کی طاقت سے قابض ہوئی تھی۔ اور اب دفاع کے لئے بھی ان میں یہ استطاعت نہیں ہے کہ ان مقامات کا دفاع کر سکیں اور مجبور ہیں کہ ان قوموں کو واپس اپنی مدد کے لئے بلائیں۔ اب انگریز کا تصور اس طرح کا نہیں جو اس سے پہلے کا تھا۔ تمام دنیا پر انگریز کی ایک قسم کی حکومت تھی۔ اب انگریز اور امریکہ ایک دوسرے کے ساتھ مدغم ہو چکے ہیں۔ ان کے تصورات یکجا ہو چکے ہیں اور عملاً جو امریکہ ہے وہ انگریز ہے اور جو انگریز ہے وہ امریکہ ہے۔ یعنی جو انگلستان ہے وہ امریکہ ہے اور جو امریکہ ہے وہ انگلستان ہے۔ تو اس پہلو سے انگریز نے اپنی تاریخ کا ورثہ امریکہ کے سپرد کیا ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ان کے فیصلے ہمیشہ ایک ہوا کرتے ہیں۔ یورپ اس سے کچھ مختلف ہے لیکن اس تفصیل میں جانے کی بہر حال ضرورت نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ بنتا ہے کہ ارض مقدس اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے احترام کی باتیں کرتے ہوئے جو عالم اسلام کو ان مقدس مقامات کے دفاع کے لئے اکٹھا کیا جا رہا ہے یہ سب محض ایک دھوکہ ہے۔ ان مقدس مقامات کی حفاظت کے

ساتھ دوسرے مسلمان ممالک کی فوجی شمولیت کا کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان کی ضرورت ہے نہ اس کا کوئی تعلق ہے نہ فی الحقیقت کوئی خطرہ لاحق ہے۔ اگر ان علاقوں کو خطرہ لاحق ہے تو غیر مسلموں سے لاحق ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں سے اگر خطرہ لاحق ہو سکتا تھا تو وہ خطرہ تو خود سعودیوں سے لاحق ہو چکا ہے اور اس خطرے میں جب تک انہوں نے غیر مسلموں کی مدد نہیں لی اس وقت تک ان علاقوں پر قبضہ نہیں کر سکے۔ پس امر واقعہ یہی ہے کہ اب ان علاقوں کا دفاع بھی غیر مسلموں کے سپرد ہی ہوا ہے اور مسلمان ریاستیں شامل ہوں یا نہ ہوں اس دفاع سے اس کا کوئی تعلق نہیں یعنی اس امکانی دفاع سے دفاع کا تو ابھی سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ امکان ہے۔ لیکن اگر آپ دیانتداری سے غور کریں تو اس بات کا کوئی احتمال ہی نہیں ہے کہ عراق سعودی عرب پر حملہ کر دے۔ عراق کے پاس تو اتنی طاقت بھی نہیں کہ وہ ان بڑی بڑی طاقتوں کے اجتماعی حملے سے اپنے آپ کو بچا سکے اور سب دنیا تعجب میں ہے کہ یہ غیر متوازن حالت دیکھتے ہوئے صدر صدام حسین کس طرح یہ جرأت کر سکتے ہیں کہ بار بار امن کی ہر کوشش کو رد کرتے چلے جاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس عظیم دباؤ کے نتیجہ میں وہ اس طرح پیسے جائیں گے جس طرح چکی کے اندر دانے پیسے جاتے ہیں اور ناممکن ہے کہ اتنی بڑی قوموں کی اجتماعی طاقت کے مقابل پر عراق کویت کا یا اپنے ملک کا دفاع کر سکے۔ جو عالمی فوجی ماہرین ہیں یہ ان کی رائے ہے اور سب متعجب ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ آخر صدر صدام حسین کے پاس وہ کیا بات ہے، کیا چیز ہے جس کی وجہ سے وہ صلح کی ہر کوشش کو رد کرتا چلا جا رہا ہے۔

تو امر واقعہ یہ ہے کہ ساری طاقتیں مغربی طاقتیں ہیں جنہوں نے اس علاقے میں کوئی کارروائی یا مؤثر کارروائی کرنی ہے یا کر سکتی ہیں۔ مسلمان ممالک کو اور وجہ سے ساتھ ملایا گیا ہے اور اس وجہ کا مقامات مقدسہ کے تقدس سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ صرف مسلمان ممالک کو ہی ٹوکن کے طور پر شامل نہیں کیا گیا، یورپ کے دوسرے ممالک کو بھی ٹوکن کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ جاپان پر بھی بڑا بھاری دباؤ ڈالا گیا کہ تم شامل ہو جاؤ اور اس طرح دنیا کی مشرق و مغرب کی دوسری قوموں کو بھی ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان کی ضرورت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دنیا کے سامنے یہ قضیہ اس طرح پیش کیا جائے کہ ساری دنیا کی رائے عامہ اس ظالم کے خلاف ہے۔ اس لئے ساری دنیا کی اس رائے عامہ کے احترام میں ہم شدید ترین کارروائی بھی کریں اس کے اوپر حرف نہ آ سکے۔ اگر عراق کے خلاف انتہائی ظالمانہ کارروائی کی جائے اور پاکستان بھی اس کارروائی میں حصہ ڈال کر شریک ہوا بیٹھا ہو اور مصر بھی شریک ہوا ہو اور ترکی بھی شریک ہو چکا ہو اور دیگر مسلمان ممالک بھی شریک ہو چکے ہوں تو وہ پلٹ کر کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تو نے بڑا بھاری ظلم کیا ہے۔

پس آئندہ ان مظالم پر نکتہ چینی کے دفاع کے طور پر کہ دنیا ان پر نکتہ چینی نہ کر سکے جن کے منصوبے یہ پہلے سے بنائے بیٹھے ہیں اتنا بڑا ہنگامہ برپا کیا گیا ہے اور اس طرح رائے عامہ کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ اور ملکوں کو مجبور کیا گیا ہے کہ تم بھی اس ظلم میں حصہ ڈالو خواہ تم آرام سے ایک طرف بیٹھے رہنا۔ چنانچہ بعض مسلمان ممالک جنہوں نے فوجیں بھیجی

ہیں وہ کھل کر یہ کہہ رہے ہیں کہ بھئی ہم حملے میں تو شامل نہیں ہوں گے ہم تو صرف مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر مکے اور مدینے میں جاکے بیٹھیں گے۔ چنانچہ پاکستان نے بھی ایسا ہی جاہلانہ سا ایک اعلان کیا ہے یعنی مکے اور مدینے تک جو فوج پہنچ جائے گی اور تمام عالمی طاقتوں کو ملیا میٹ کرتے ہوئے پہنچے گی اس فوج سے بچانے کے لئے تم باقی رہ جاؤ گے۔ کیسا بچگانہ خیال ہے۔ دراصل ان کو یہ بتایا گیا ہے کہ تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم آؤ امن کے ساتھ ہماری گود میں بیٹھو۔ ہماری حفاظت میں رہو۔ ہم صرف تمہارا نام چاہتے ہیں اور تمہاری شرکت کا نام چاہتے ہیں۔ اس لئے تم شریک بن جاؤ اور یہی ہمارے لئے کافی ہے۔ پس یہ ایک بہت بڑا خوفناک عالمی منصوبہ ہے اور اس منصوبے کو دنیا کے سامنے حسین طریق پر دھوکے کے ساتھ پیش کرنے کے یہ سارے ذرائع ہیں جو اختیار کئے جارہے ہیں۔"

(خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 26-30)

آنحضورؐ کے مزار مبارک کو مسمار کرنے کی سازش پر حضور کا تبصرہ

اگلے خطبہ جمعہ 18 جنوری 1991ء کو حضورؒ نے تاریخ اسلام کا ایک واقعہ بیان کرکے اس جرنیل کی تعریف فرمائی جس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو توہین سے بچایا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

" محققین ...... میں سے بعض نے یہ اعتراف کیا کہ صلاح الدین کے متعلق ہم نے ہر طرح سے کھوج لگایا کہ کوئی ایک بات اس کے متعلق ایسی بیان کرسکیں کہ جس نے بنیادی طور پر انسانیت کی ناقدری کی ہو، انسانی قدروں کو ٹھکرایا ہو، ظلم اور سفاکی سے کام لیا ہو، بداخلاقی سے کام لیا ہو۔ مگر ایسی کوئی مثال اس کی زندگی میں دکھائی نہیں دی۔ ایک ہی مثال ان کے سامنے آئی اور یہی مصنف لکھتا ہے کہ اس مثال میں بھی جس کو مغرب نے اچھالا، دراصل کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ مثال یہ تھی کہ وہ یورپین شہزادہ جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو اکھیڑنے کے لئے اس نیت کے ساتھ مدینے کی طرف روانہ ہوا تھا اور بہت قریب پہنچ چکا تھا اور اس کے ارادے بہت بد تھے۔ اس کو صلاح الدین نے بالآخر پکڑ کر اس کی مہم کو ناکام اور نامراد کیا اور جب وہ شہزادہ صلاح الدین کے سامنے پیش ہوا ہے تو اس وقت اس کا پیاس سے بُرا حال تھا، ایک شربت کا گلاس وہاں پڑا ہوا تھا اس نے وہ گلاس اٹھایا اور پینے لگا تھا کہ صلاح الدین نے تلوار کی ایک ضرب سے وہ گلاس توڑ دیا کیونکہ صلاح الدین نے زیادہ حکمت عملی کے ساتھ ایک زیادہ طاقتور فوج کو شکست دی تھی اور ان کو صحراء میں آگے پیچھے کر کے ایسے اقدام پر مجبور کر دیا جس کے نتیجے میں وہ پانی سے محروم رہ گئے اور صلاح الدین کی یہ جنگ تلوار کی طاقت سے نہیں بلکہ اعلیٰ حکمت عملی کے نتیجے میں جیتی گئی تھی۔ پس وہ پیاس سے تڑپتا ہوا وہاں پہنچا اور اس وقت اس شربت کے گلاس سے اس کو محروم کر دیا گیا۔ یہ محققین نے ایک داغ نکالا کہ یہ داغ صلاح الدین کے چہرے پر ہے اس کے سوا ہم کچھ تلاش نہیں کرسکے۔

یہ مؤرخ جس کی کتاب میں نے ایک لمبا عرصہ ہوا پڑھی تھی، مجھے نام بھی یاد نہیں لمبا عرصہ پہلے پڑھی گئی تھی، وہ یہ لکھتا ہے کہ جو اعتراض کرنے والے ہیں وہ عرب مزاج کو نہیں سمجھتے اور عرب کی اعلیٰ اخلاقی روایات کو نہیں سمجھتے۔

عرب کی اعلیٰ اخلاقی روایات میں سے ایک یہ ہے کہ مہمان کو جو تمہارا گھر کا پانی پی چکا ہو یا تمہارے گھر کا کھانا چکھ چکا ہو اس کو قتل نہیں کرنا چاہئے خواہ اس نے کیسا ہی بھیانک جرم کیا ہو اور اس کا جرم اتنا بھیانک تھا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کی تو ہین کہ صلاح الدین جیسا عاشق رسول کسی قیمت پر اس کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ پس اس کے نزدیک یہ بداخلاقی تھی کہ یہ اس کے میز سے پانی پی لیتا اور پھر وہ اس کو قتل کرتا نہ کہ یہ بداخلاقی کہ مرنے سے پہلے ایک دو سیکنڈ اور اس کو پیاس میں تڑپنے رہنے دیتا۔

پس صلاح الدین ایک بہت بڑی عظیم شخصیت تھی جو اسلامی اخلاق کا ایک عظیم الشان مظاہرہ تھا۔ ایسا حیرت انگیز مظاہرہ تھا کہ بعض مغربی مؤرخین نے اس کو عمر بن عبدالعزیز ثانی کہنا شروع کر دیا اور وہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز میں جو صلاحیتیں جو روحانیت جو اعلیٰ اخلاق موجود تھے وہ سینکڑوں سال کے بعد صلاح الدین کی صورت میں عرب دنیا میں دوبارہ ظاہر ہوئے۔ پس صلاح الدین محض جذبات سے نہیں بنا کرتے۔ صلاح الدین نام بہت سی صلاحیتوں کا تقاضا کرتا ہے۔ پس احمدی بھی شاید یہ پروگرام دیکھ کر جذباتی طور پر ہیجان پکڑ چکے ہوں، وہ کہہ رہے ہوں کہ دیکھو جی، ادھر دعا کروائی ادھر صلاح الدین عطا ہو گیا۔ یہ بچگانہ باتیں ہیں۔ آپ کی سوچ پختہ ہونی چاہئے کیونکہ آپ تمام دنیا کی راہنمائی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ میں آپ کو آپ کا یہ مقام یاد دلاتا ہوں آپ کسی ایک قوم اور کسی ایک مذہب کی راہنمائی کے لئے نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے آپ نے سیادت کی صلاحیتیں حاصل کی ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کی سیادت کے لئے پیدا فرمائے گئے اور تمام دنیا کو صحیح مشورے دینے کیلئے پیدا کئے گئے تھے۔ ایسی پختگی انسانی عقل میں کبھی واقع نہیں ہوئی جیسی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عقل کی پختگی عطا فرمائی گئی تھی۔ آپ کا دل بھی کامل تھا، آپ کی عقل بھی کامل تھی اور دل کے جذبات کو عقل میں ناجائز دخل دینے کی اجازت نہیں تھی۔" (خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 42-44)

بابری مسجد کے شہید کرنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا شدید ردعمل

حضورؒ نے 11 دسمبر 1992ء کے خطبہ میں اس اندوہناک واقعہ پر تشویش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جہاں تک بابری مسجد کے منہدم کرنے کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کے گھر کو منہدم کر کے شرک کی آماجگاہ بنا دینا ایک بہت بڑا ظلم ہے لیکن خدا کی تقدیر بعض دفعہ اس ظلم کو اس لئے ہونے دیتی ہے اور برداشت کرتی ہے کہ اس دور کے لوگ اس بات کے اہل نہیں کہ خدا کی تقدیر ان کے حق میں اُٹھ کھڑی ہو اور ان کے حق میں غیر معمولی کرشمے دکھائے، خدا کی عبادت کا سب سے معزز گھر وہ ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے ازسرنو اپنے ہاتھوں سے کھڑا کیا اور دوبارہ اس کو ایک عبادت گاہ کی صورت میں اپنی محنت سے از سر نو مکمل کیا یعنی تھا تو پہلے ہی لیکن منہدم ہو چکا تھا، گر گیا تھا، تعمیر نو چاہتا تھا۔ پس وہ تعمیر نو خدا کے ایک برگزیدہ نبی اور اس کے ایک برگزیدہ

نبی و بیٹے نے مل کر کی تھی ۔ وہ توحید کا مرکز تھا اور اس غرض سے قائم کیا گیا کہ تمام دنیا کو توحید کا پیغام پہنچائے لیکن آپ جانتے ہیں کہ کتنے سو سال تک وہ شرک کی آماجگاہ بنا رہا، کتنے بت تھے جو اس میں رکھے گئے ۔بیان کیا جاتا ہے کہ ہر دن کے لئے ایک الگ بُت وہاں نصب کیا گیا تھا یعنی سال میں جتنے دن ہیں اتنے ہی انواع و اقسام کے بت وہاں گاڑ دیئے گئے تھے اور توحید کا مرکز شرک کا سب سے بڑا مرکز بنا دیا گیا تھا اور اس بات پر سینکڑوں سال گزر گئے اور بظاہر خدا کی غیرت جوش میں نہیں آئی اور بظاہر کوئی ایسی چیز دکھائی نہیں دیتی جس کے نتیجہ میں ہم سمجھتے ہوں کہ خدا تعالیٰ نے دوبارہ خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کے اس گھر کو عبادت کرنے والوں کے سپرد کر دیا ہو اور بتوں کو باہر نکال پھینکا ہو۔ آگے بڑھتے ہیں تو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب آفریں دور آتا ہے جو قرآن کی اصطلاح میں ساعۃ تھی ۔ایک قیامت تھی جو برپا ہوگئی۔صدیوں کے مُردے زندہ کئے گئے، بہت تھے جو موت کے چنگل میں تھے ان کو موت کے چنگل سے رہائی بخشی گئی ایک عظیم روحانی انقلاب برپا ہوا۔ جب مُوحِد پیدا ہوئے تو باوجود اس کے کہ مشرکین کو غیر معمولی طاقت حاصل تھی اور غیر معمولی غلبہ نصیب تھا ان کی طاقت اور غلبوں کے جال توڑ دیئے گئے، ان کا کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا گیا اور اس گھر کو جو خدا کی وحدت کا، خدا کی توحید کا گھر تھا توحید کا عالمی نشان تھا خدا کی عبادت کی خاطر قائم کیا گیا تھا، ان بندوں کے سپرد کیا گیا جو مؤحّد بندے تھے، جو توحید کا حق ادا کرنا جانتے تھے، جو عبادت کی خاطر پیدا کئے گئے تھے اور عبادت کی خاطر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کی پرورش فرمائی، خود ان کو تربیت دی۔ پس جب وہ مؤحّدین دنیا میں آگئے جو اس گھر کے لائق تھے تو اس گھر کو غیر اللہ سے آزاد کرا دیا گیا ۔اس میں بہت گہرا سبق ہے ۔سبق اس میں یہ ہے کہ ظاہری چیزوں کا ایک مرتبہ اور مقام اس لئے بنتا ہے کہ کچھ نیک لوگ ان سے وابستہ ہوتے ہیں، کچھ پاک بندے ان سے وابستہ ہوتے ہیں تو وہ جگہیں مقدس کہلاتی ہیں، کچھ بد اور گندے لوگ ان سے وابستہ ہوتے ہیں تو وہ چیزیں پلید کہلاتی ہیں ۔تو ظاہری اینٹ پتھر اور مقام میں کوئی حقیقت نہ کوئی تقدس ہے، نہ کوئی اس میں ذلت ہے نہ کوئی تذلیل ہے ۔امر واقعہ یہ ہے کہ پاکیزگی اور خبائث یہ دو چیزیں انسانوں کے ساتھ وابستہ ہیں ۔انہی کے دلوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں جب تک پاک دل پیدا نہ ہوں، ان ظاہری مقامات کا تقدس ان کو لوٹایا نہیں جاتا اور اس عرصے میں ان مقامات پر جو کچھ بھی ہو خدا غیور ہے اور مستغنی ہے ۔غیور اور مستغنی دو صفات مل کر جو جلوہ دکھاتی ہیں اس سے پتا چلتا ہے کہ خدا ان باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا ۔وہ توحید کی غیرت رکھتا ہے لیکن توحید کی غیرت رکھنے والے جب تک دنیا میں پیدا نہ ہوں اس وقت تک مقامِ توحید ان کی طرف واپس نہیں لوٹایا جاتا ۔پس خدا صبر کرنے والا بھی ہے، خدا نے اپنے سب سے مقدس گھر کو کتنا عرصہ شیطان کے ہاتھ میں رسوا ہوتے ہوئے دیکھا لیکن کوئی پرواہ نہیں کی لیکن جب محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی پیدا ہوئے تو کس شان کے ساتھ غیر اللہ کو اُٹھا کر باہر پھینک دیا اور شیطان اور اس کے ساتھیوں کا کچھ بھی وہاں نہیں چھوڑا۔

یہی مضمون ہے جو دوسرے بیت المقدس کے متعلق بھی اسی طرح صادق آتا ہے۔وہ بیت المقدس جو فلسطین میں واقع ہے اور جو خانہ کعبہ کے بعد دوسرا ایسا مقام ہے جو عبادت کرنے والوں کی نگاہ میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اس کے متعلق بھی قرآن کریم کی یہی پیشگوئی ہے کہ ہم نے یہ لکھ چھوڑا ہے کہ ہم یہ گھر اپنے عبادت کرنے والوں کو واپس کریں گے۔ جب تک عباداللہ المخلصین پیدا نہیں ہوں گے اس وقت تک خدا کو کچھ پرواہ بھی نہیں ہے کہ یہ کن لوگوں کے ہاتھوں میں رہتا ہے۔تو دیکھئے ایک ہی خدا ہے،اس کا ایک ہی کلام یعنی قرآن کریم ہے،اس کی مختلف آیات،مختلف مواقع پر نازل ہوتی ہیں اور بظاہر مختلف مضامین سے تعلق رکھتی ہیں لیکن بنیادی طور پر بظاہر کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور ایک ہی اصول پر مبنی ہیں اور ایک ہی اصول کے متعلق بنی نوع انسان کو پیغام دے رہی ہیں،مختلف جہتوں سے وہ پیغام آ رہے ہیں مگر پیغام فی ذاتہٖ ایک ہی ہیں،عبادت کرنے والے پیدا ہوں گے تو ممکن نہیں ہے کہ غیر اللہ کا مساجد پر قبضہ رہے،عبادتگاہوں پر قبضہ رہے۔اگر سچی عبادت کرنے والے نہیں ہوں گے یا خدا سے تعلق بگڑ چکے ہوں گے تو پھر خدا کی غیرت کوئی جوش نہیں دکھائے گی۔

اس کی طرف عالم اسلام کو توجہ کرنی چاہئے اور فکر کرنی چاہئے ،اپنے ردِّعمل کا جائزہ لینا چاہئے۔معلوم کرنا چاہئے کہ کس حد تک انہوں نے خدا کی خاطر ایسا کیا،کس حد تک قومی دشمنیوں اور دیرینہ عداوتوں کے نتیجہ میں ایسا کیا گیا۔ اگر خدا کے گھر کی محبت کے نتیجہ میں کوئی ردِّعمل دکھایا جائے اور ردِّعمل دکھانے والا مخلص ہو اور واقعۃً خدا کی محبت میں سرشار ہو تو خدا کی تقدیر اس کی حمایت میں ضرور کھڑی ہوگی،ناممکن ہے کہ اسے پشت پناہی کے بغیر خالی چھوڑ دیا جائے۔اس وقت جو نظارہ دکھائی دے رہا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں کا کوئی یار و مددگار نہیں رہا حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ غیروں کا کوئی مولیٰ نہیں ہے لیکن مومنین کا مولیٰ ہے۔ جو خدا کے ہیں ان کا ایک والی،ان کا ایک مددگار،ان کا ایک نصیر موجود ہے۔بے سہارا لوگوں کے حالات اور ہوا کرتے ہیں۔سہارے والوں کے اور ہوا کرتے ہیں اور جن کی پشت پر خدا کھڑا ہو کیسے ممکن ہے کہ ان کے حالات بے سہاروں والے ہو جائیں۔پس بنیادی فکر کا پیغام یہ ہے کہ کیا ہماری پشت پر خدا نہیں رہا یعنی عالم اسلام کو اس بات پر غور کرنا چاہئے ،اگر نہیں رہا،تو کیوں نہیں رہا وہ تو بے وفائی کرنے والا خدا نہیں ہے۔یقیناً ہم نے بے وفائی کی ہے......

......پھر عالم اسلام تو عبادت گاہوں کے تقدس کی حفاظت کرتا ہے،ظلم کی حد ہے کہ ایک جگہ اگر بعض مساجد جلائی گئیں تو دوسری جگہ ان کی عبادتگاہیں مسمار کر دی گئیں،اس کا نتیجہ کیا نکلا؟اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن پر ایک یا دو مسجدیں منہدم ہوئی تھیں ہندوستان میں جب مسلمانوں نے مندر جلانے کا ردِّعمل دکھایا تو بیسیوں اور مساجد اس کے نتیجہ میں منہدم کر دی گئیں۔یہ ایک موٹی عقل سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔عقل کا تقاضا ہے کہ انسان صورت حال کا جائزہ لے کر ایسا انتقام نہ لے جس سے اس کے مظلوم بھائی اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جائیں۔جس گھر کے تقدس کی

خاطر یعنی خدا کے گھر کے تقدس کی خاطر وہ کوئی اقدام کرتا ہے تو ایسی جوابی کارروائی تو نہیں ہونی چاہئے کہ اور بھی کثرت سے خدا کے گھر منہدم کروائے جائیں۔ پس یہ ایک جاہلانہ فعل ہے۔ اگر عالم اسلام یہ ردعمل دکھاتا کہ ان کو کہتا کہ اگر تم انسان نہیں ہو تو ہم تو انسان ہیں۔ تمہاری تربیت بتوں نے کی ہے (اگر کوئی بت ہیں) لیکن ہماری خدائے واحد لاشریک نے تربیت کی ہے، ہماری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت کی ہے، ہم ان بدبختیوں میں مبتلا نہیں ہوسکتے جن میں تم ہو رہے ہو۔ اگر خدا ہمیں طاقت دے تو ہم ظالم سے اس کے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہیں لیکن جاہلانہ طور پر جرم کوئی اور کرے اور اس کی سزا کسی اور کو دی جائے اس کی ہمارا مذہب اجازت نہیں دیتا۔ اگر یہ اقدام کرتے اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرتے، خواہ وہ کسی قسم کی عبادتگاہیں ہوں تو یقیناً اللہ کی نصرت ان کی تائید میں ظاہر ہوتی، آج جو مظالم ہوئے ہیں ان کا عشر عشیر بھی ظاہر نہ ہوتا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جو ہندو انتہاپسند ہے اس نے عمداً اس نیت سے یہ شرارت کی تھی کہ سارے ملک میں اس طرح آگ لگ جائے، مسلمانوں کا ردعمل ہو پھر ہم ہندوؤں کو اور بھڑکائیں اور پھر وہ حالات پیدا کردیں کہ جس طرح ہمارا دعویٰ ہے ہندوستان صرف ہندوؤں کے لئے ہے، مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نعرہ لے کر ہم اس آگ کو پھیلاتے رہیں اور بھڑکاتے رہیں اور مسلمان مظلوموں کو اس میں جھونکتے رہیں۔ یہ ان کا کھلا کھلا دعویٰ تھا آج بھی ہے اور خدا کی تقدیر جب تک اس کو سزا نہیں دیتی کل بھی یہی رہے گا۔ اس دعویٰ کی تائید میں باہر بعض ایسی ظالمانہ کارروائیاں کی گئی ہیں جو انتقامی کارروائیاں نہیں بلکہ ہندوستان کے نہتے مظلوم مسلمانوں پر مزید ظلم کرنے کے مترادف ہیں۔ پس ان کارروائیوں میں نہ ایمان کا نور ہے، نہ عقل کی روشنی ہے محض جاہلانہ کارروائیاں ہیں جنہوں نے ویسے بھی اسلام اور اسلام کی مخالفانہ طاقتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مبہم کرکے دکھا دیا ہے۔ اب خبروں والے کہتے ہیں کہ وہاں بمبئی میں اتنے بچے جلائے گئے اور کوئٹہ میں اتنے بچے جلائے گئے، ہندوستان میں اتنی مساجد منہدم کی گئیں اور پاکستان میں اتنے مندر منہدم کئے گئے۔ تعداد کا فرق رہا لیکن جرم کی نوعیت میں تو کوئی فرق نہیں، غیر انسانی حرکتوں میں تو کوئی فرق نہیں رہا۔ پس وہ لوگ جنہوں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو غیر اللہ کے دین سے اس طرح متشابہ کرکے دکھایا ہے انہوں نے بڑا بھاری ظلم کیا ہے۔ اگر وہ سچا استغفار سے کام نہ لیں اور توبہ نہ کریں تو خدا کی تائید تو درکنار ان کو یہ خوف دامن گیر ہونا چاہئے کہ خدا کی مزید پکڑ کے نیچے نہ آجائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کی تائید کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے مشرکین کے مقابل پر عددی لحاظ سے اس سے کم حیثیت تھی جتنی آج ہندوستان کے مسلمانوں کو وہاں کے مشرکین کے مقابل پر حیثیت ہے۔ نسبتی لحاظ سے آپ دیکھیں گنتی کے جتنے چند مسلمان مدینہ میں تھے یا چند بستیوں میں اکا دکا موجود تھے ان کے مقابل پر سارا مشرک عرب کتنی بھاری طاقت تھی۔ یہ اتنی بھاری طاقت تھی کہ حقیقت میں اس کی ایک اور سو کی جتنی نسبت نہیں تھی یعنی اگر مسلمان کی ایک طاقت تھی تو اس کے مقابل پر سو یا اس سے زیادہ کی طاقت

عرب مشرکین کے پاس تھی لیکن دیکھیں خدا کی تقدیر نے نتائج کیا ظاہر کئے ہیں۔اس ایک کو سو کے برابر طاقتور کر دیا اوران سو کی طاقت چھین کر ایک کے برابر بھی نہ رہنے دی۔یہ نصرت الٰہی کا ہاتھ ہے۔یہ اگر اسلام کی تائید میں عرب میں اُٹھ سکتا تھا اور چل سکتا تھا تو کیوں ہندوستان میں نہیں اُٹھ سکتا اور نہیں چل سکتا۔کون ہے جو خدا کے ہاتھ کو روک سکے؟ لیکن اپنی ادائیں ان لوگوں والی بنائیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں،ویسے دل پیدا کریں،ویسے حوصلے پیدا کریں،ویسے دماغ پیدا کریں پھر دیکھیں کہ خدا کی تائید آپ کے لئے کیسے کیسے کرشمے دکھاتی ہے۔پس ظلم کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایک بہت اچھا موقع تھا جو ان کے بدنصیب راہنماؤں نے ہاتھ سے جانے دیا اور اس ابتلاء سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے اُمت کو مزید نقصان میں جھونک دیا ہے......

......چنانچہ مبصرین نے اس وقت تک جو بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجودھیا کی مسجد کے سلسلہ میں مرکزی حکومت نے آنکھیں بند کیں اور یہ واقعہ ہونے دیا اور یوپی کی حکومت پوری طرح اس میں ملوث تھی لیکن مرکزی حکومت نے اس کی مذمت ضرور کی ہے اور واقعہ ہونے کے معاًبعد اس حکومت کو برطرف کر دیا۔یہ بھی کوئی مذہبی کارروائی نہیں تھی،کسی نیکی پر مبنی نہیں تھی مگر کم سے کم عقل پر مبنی ضرور تھی انہوں نے ایک قانونی سہارا لیا کہ جس صوبے میں ہمارا براہ راست عمل دخل نہیں ہے اس میں ہونے والے واقعات سے متعلق ہم متنبہ کرتے رہے ہیں اس صوبے کو اور بتاتے رہے ہیں کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے اور جب ہوا تو اسی وقت ہم نے اس حکومت کو معطل کر دیا اور اسی وقت دوسری کارروائی شروع کر دی یعنی دنیا کو دکھانے کیلئے ایک معقول طرز عمل خواہ وہ گہرا تھا یا سطحی تھا ایسا ضرور پیش کیا گیا ہے جس سے دنیا کی جو رائے عامہ ہے اس پر اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔گو دنیا کسی حد تک یہ کہہ سکتی ہے کہ آپ نے عمداً ایسا ہونے دیا۔آپ اس شرارت میں دراصل شریک ہیں،اس صوبے کی حکومت سے سیاسی انتقام لینا چاہتے تھے۔اس سیاسی انتقام لینے کی خاطر آپ نے خود اس واقعہ سے آنکھیں بند رکھیں،پتا تھا کہ ہوگا لیکن جان کر ہونے دیا،یہ بھی کہا جا سکتا ہے لیکن کچھ کوشش تو ضرور کی ہے۔وہاں کے اخبارات نے جو تبصرے کئے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ ساری قوم میں ندامت کا ایک احساس بھی موجود ہے،ایک حیا بھی ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے اور بعض اخبارات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ایسے داغ اب ہمارے کردار پر لگ گئے ہیں۔وہ خون جو اجودھیا میں اور باہر بہایا گیا اس خون نے ہمارے کردار پر ایسے دھبے لگا دیئے ہیں جو کبھی دُھل نہیں سکتے اور وہ عمارتیں جو منہدم کی گئی ہیں ان عمارتوں نے منہدم ہو کر ہمارے قومی کردار کی تعمیر کو منہدم کر دیا ہے اور اب مشکل سے یہ تعمیر نو ہوگی۔بڑے بڑے زبردست اور صحیح اور سچے تبصرے ان اخبارات میں آرہے ہیں اور سوائے چند ایک اخبارات کے جو انتہا پرستوں کے ہاتھ میں ہیں اکثر ہندوستانی اخبارات نے ان واقعات کے خلاف بہت سخت تبصرے کئے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ایسے مواقع پر مسلمان رہنماؤں کو عقل نہیں آتی اور کھلے بندوں مساجد سے اعلان کئے جا رہے ہیں کہ اُٹھو جہاد کا وقت آگیا ہے،برباد کر دو مٹا دو اور ان پر چڑھ دوڑو اور جوابی کارروائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔دہلی کی مسجد میں جو امام لیکچر دیتا ہے یا دوسری مسجدوں

میں دیتا ہےاس کو پھر یہ لوگ عالمی مواصلاتی ذرائع سے ساری دنیا کو دکھاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دونوں طرف کی بات ہے صرف طاقتور اور کمزور کا جھگڑا ہے ورنہ تو کردار ایک ہے، نظریات ایک ہیں ایک دوسرے کے معاملات میں ردعمل ایک جیسے ہی ہیں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں صرف یہ دیکھو کوئی طاقت ور ہے اور اس کا زیادہ داؤ چل گیا کچھ کمزور ہیں ان کا کم داؤ چلا ہے۔ پاکستان میں کم مندر تھے اس لئے کم جلائے گئے، کم ہندو تھے اس لئے کم زندہ آگ میں پھینکے گئے۔ ہندوستان میں چونکہ یہ تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے زیادہ تعداد میں سب کچھ ظاہر ہوا لیکن افسوس، کچھ پاکستان کے اخبارات کو اس شدت کے ساتھ اور اس جلی قلم کے ساتھ ان خوفناک مظالم کی جو پاکستان میں بھی ہندوؤں پر توڑے گئے مذمت کرنے کی ان کو توفیق نہیں ملی۔ بڑی شدت سے ردعمل ہونا چاہئے تھا۔ مسلمان رہنماؤں کو اُٹھ کھڑے ہونا چاہئے تھا اور کہنا چاہئے تھا کہ تم نے عالم اسلام کے وقار کو ٹھیس پہنچائی ہے، تم نے قرآن کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے، ہم اپنے ملک میں ایسا نہیں ہونے دیں گے اگر ایسا ہوتا تو آج دنیا میں اسلام کا تأثر بالکل اور رنگ کا ہوتا اور اسلام دشمن طاقتوں کا تأثر بالکل اور رنگ کا ہوتا لیکن اب سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح اپنے کردار کو گندہ کر دیا ہے اور یہ سب نحوست دراصل اس بات کی ہے کہ راہنماؤں میں نہ عقل کی روشنی ہے اور نہ تقویٰ کی روشنی ہے اور وہ اپنی قوم سے خیانت کر رہے ہیں، غلط مشورے دیتے ہیں، غلط راہنمائی کرتے ہیں اور جب کوئی مسئلہ ایسا پیدا ہوتا ہے کہ جب قوم کو صحیح راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے تو غلط رستے پر ڈال دیتے ہیں مسلمان پے در پے ٹھوکر کھا رہا ہے۔ اگر یہ بات غلط ہو اور وہ سچے مشورے دے رہے ہوں اور صحیح سمت پر قوم کو ڈال رہے ہوں تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید آسمان سے ظاہر نہ ہو۔ پس جب تم غیروں کی طرف جاؤ گے تو خدا کو کیا ضرورت ہے کہ تمہاری تائید میں اعجاز دکھائے۔ آسمان سے معجزے نازل ہوں۔ یہ تو ان لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جو اپنے کردار میں اعجاز دکھایا کرتے ہیں خارق عادت تعلق اللہ سے باندھا کرتے ہیں قرآن کریم نے دیکھیں کیسا پیارا اور ہمیشہ کی سچائی کا یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ (الرعد: 12) کہ سنو! خدا کبھی کسی قوم کی حالت کو تبدیل نہیں کیا کرتا جب تک وہ قوم پہلے اپنی حالت کو تبدیل نہ کر لے۔" (خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 881-889)

جماعت احمدیہ کلمہ کی حفاظت میں جان دے دے گی

1984ء سے تاریخ احمدیت میں ایک تکلیف دہ دَور کا آغاز ہوا جو پہلے سے زیادہ بھیانک صورت میں آج بھی جاری ہے اور وہ پاکستان میں ملاّؤں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین ہے۔ احمدیہ بیوت الذکر کی پیشانیوں سے کلمے مٹائے گئے۔ ہتھوڑے اور چھینیوں سے کلمے کی پختہ تختیاں توڑی گئیں اور کئی دفعہ یہ کلمہ کے پاک الفاظ گندی نالیوں میں گرے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی کلمہ طیبہ کی بے حرمتی پر جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

رحمہ اللہ کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔آپؒ نے فرمایا:۔

"اگر ساری دنیا بھی کلمہ طیبہ کو مٹانے کی کوشش کرے گی تو لازماً کلمہ اس دنیا کو ہلاک کر دے گا۔آج کلمہ کی طاقت کا غیر توحیدی طاقتوں سے مقابلہ ہوگیا ہے ۔آج قوم ننگی ہو کر اور کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ان کے مدعا اور مقاصد کیا تھے؟اسلام کی تاریخ کا یہ سب سے دردناک دور ہے کہ اسلام کے نام پر اسلام کے دشمنوں کی تاریخ دہرائی جارہی ہے ۔ایک وہ دور تھا کلمہ طیبہ مٹانے کا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ فرمایا اور کلمہ کی حفاظت کرنے والے مکہ کی گلیوں میں گھسیٹے گئے ۔ان پر ایسے ایسے مظالم ہوئے کہ ان کا ذکر پڑھنے سے ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا وقت یاد کریں کہ کس طرح کلمہ کے جرم میں ان کو مکہ کی سنگلاخ زمینوں پر اس طرح گھسیٹا جاتا تھا جس طرح ایک مرے ہوئے کتے کو ٹانگوں میں رسی ڈال کر بچے گھسیٹتے ہیں ۔ان کو اور بعض اور غلاموں کو تپتے ہوئے صحراؤں میں جب کہ درجہ حرارت ۱۴۰ درجہ پہنچ جایا کرتا تھا، تپتی ریت پر لٹا کر پھر گرم پتھر کی سلیں ان کی چھاتیوں پر رکھی جاتی تھیں اور کہا جاتا تھا کہ اب بھی تو یہ کرو گے کہ نہیں کلمہ طیبہ سے؟اور راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بے ہوش ہوا کرتے تھے کہ اسھدان لا الہ الااللہ کی آواز ان کی بلند ہورہی ہوتی تھی آخری وقت تک اور جب ہوش آتی تھی تو پہلا کلمہ خود بخود منہ سے نکلتا تھا اسھدان لا الہ الااللہ محمدرسول اللہ۔

کیسا بدبختی کا زمانہ ہے کہ وہ دور جس میں دشمن اسلام نے کلمہ کو مٹانے کا فیصلہ کیا اور اس راہ میں انتہائی مظالم اختیار کئے، وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا دور اور ان کا کردار آج کے مسلمانوں نے اپنا بنانا شروع کر دیا ہے اور سارے پاکستان کی مساجد میں یہ اعلان ہورہے ہیں کہ ہم احمدیوں کی مساجد سے ان کے درودیوار سے کلمہ مٹا کر چھوڑیں گے اور حکومت کے نمائندے ،میرے پاس تصویریں ہیں بے شمار ایسی پڑی ہوئی، وہ سیڑھیوں پر چڑھ چڑھ کر، دیواروں پر چڑھ چڑھ کے کلمہ پر سیاہی پھیر رہے ہیں ۔کوئی حیا نہیں،کوئی خوف نہیں خدا کا، کچھ پتا نہیں کہ وہ اپنی کیا تصویر بنارہے ہیں۔

ایک بات بہر حال آخری اور یقینی ہے کہ جماعت احمدیہ کلمہ کی حفاظت میں جان دے گی اور ہرگز کسی قیمت پر اس بات کو قبول نہیں کرے گی ۔آمر ہو یا غیر آمر،ایک دنیا کی طاقت ہو یا ساری دنیا کی طاقتیں ہوں، ہرگز کوئی احمدی کسی آمر کی کوئی ایسی بات قبول نہیں کرے گا جو دین کے اصولوں پر حملہ آور ہورہی ہو اور کلمہ طیبہ تو دین کی جان ہے،اصول تو دوسری باتیں ہیں یہ تو وہ مرکزی حصہ ہے جس سے سارے اصول نکلتے ہیں ۔وہ بیج کی جڑ ہے جس سے آگے جڑیں پھوٹتی ہیں ۔اس لئے اس بات کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی احمدی کلمہ طیبہ کو چھوڑ دے گا یا کلمہ طیبہ کو مٹانے دے گا ان ظالموں کے ہاتھوں ۔اگر کوئی حکومت بدکردار خود مٹاتی ہے تو دیکھیں اس حکومت کے ساتھ پھر خدا کیا سلوک کرتا ہے لیکن حکومت کے علاوہ جو لوگ ہیں خواہ احمدی کتنے ہی اس راہ میں مارے جائیں ان کو نہیں ہاتھ ڈالنے دیں گے۔"

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 702-704)

۞ "تمہارے ملاؤں کا کلمہ تو ہم نہیں پڑھیں گے، ہماری زبانیں گدی سے کھینچوا دو اگر کھنچوانے کی طاقت ہے، ہماری گردنیں کاٹ دو اگر کاٹنے کی طاقت ہے، ہمارے اموال تلف کرو اگر تلف کرنے کی طاقت ہے، مگر خدا کی قسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھیں گے اور تمہارا کلمہ نہیں پڑھیں گے۔ایک بھی احمدی ماں یا بیٹا نہیں ہے، ایک جوان یا بوڑھا نہیں ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کو چھوڑ کر کسی صدر مملکت، کسی سربراہ حکومت کا کلمہ پڑھ لے۔اس لئے ان سے کلمے پڑھواؤ، ان کو چھاتیوں سے لگاؤ جن کو تمہاری چھاتیوں سے لگنے کی پروا ہے۔جو مرتے ہیں کہ کسی طرح تمہاری چوکھٹ تک پہنچیں اور سجدے کریں تمہاری حکومت کو۔ہمیں تو ان چھاتیوں کی کوئی پرواہ نہیں جن چھاتیوں میں جھوٹ ہے، جن چھاتیوں میں بغض ہے، جن چھاتیوں میں کوئی انسانی قدر باقی نہیں رہی۔ہم کیسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کی چھاتی کو چھوڑ کر تمہاری چھاتی سے لگنا گوارہ کریں؟"

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 736)

۞ "پس اگر یہ فیصلہ کرلیا ہے قوم نے تو پھر کرے پھر تو یہ جیلیں تھوڑی رہ جائیں گی آپ کیلئے، پھر تو آپ کو اور جیلیں بنانی پڑیں گی۔لیکن جس قسم کے تفرقات پھیل رہے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ اور بھی ہمارے پیچھے ایسے آنے والے ہوں گے جن کے ضمیر کچلے گئے ہیں، جن کی زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔یہ تو اب رکنے والا معاملہ نہیں ہے اسلئے جو کچھ بھی ہوگا اور ایک احمدی بھی اس حالت میں نہیں مرے گا کہ وہ کلمہ مٹا رہا ہو۔ہاں اس حالت میں جان دے گا کہ کلمہ لکھتے ہوئے اس پر حملہ کیا گیا اور کلمہ لکھنے کے نتیجہ میں اسے موت کی سزا ملی۔یہ ہے وہ مقام جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران :103) اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو! تم نے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔یہ ہاتھ تم نے نہیں چھوڑنا خواہ یہ ہاتھ کاٹا جائے۔یہ ہاتھ تم نے نہیں چھوڑنا خواہ تمہارے سر قلم کئے جائیں اور گردنیں کاٹی جائیں، اس ہاتھ کے ساتھ وابستہ رہو تو خدا کی قسم آسمان کا خدا گواہی دیتا ہے کہ اس حالت میں اگر تم مرو گے تو آسمان اور زمین کا ذرہ ذرہ یہ گواہی دے رہا ہوگا کہ تم مسلمان ہو، تم مسلمان ہو، تم مسلمان ہو اور لعنتی ہیں وہ جو کلمہ مٹاتے ہوئے مارے گئے یعنی کلمہ مٹانے کے زور میں اگر فساد ہوا اس حالت میں جن کی جان نکل رہی ہوگی خدا کے فرشتے ان پر لعنت پھینک رہے ہوں گے۔"

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 595-596)

پیارے کلمہ سے تم ہمارا تعلق نہیں توڑ سکتے

"ابھی چند دن ہوئے مذہبی امور کے وزیر جناب حاجی ترین صاحب کا ایک بہت ہی دلچسپ بیان شائع ہوا۔ اس میں احمدیوں کو بظاہر بڑے مہذب انداز میں ایک مشورہ دیا گیا ہے اور اس کے پیچھے لپٹی ہوئی دھمکیاں ہیں جو ہر معقول انسان کو دکھائی دے دیتی ہیں کیونکہ وہ مہذب زبان کی جو ملمع کاری ہے وہ اتنی معمولی اور اتنی سطحی ہے کہ اس کے پرے اصل ارادوں کو بھانپ لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

وہ کہتے ہیں اور ان کا استدلال سنیئے کہ ہم اپنے احمدی ہم وطنوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جب ساری قوم نے اسمبلی

کے فیصلہ کے ذریعہ آپ کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے تو اسے قبول کرنے میں کیا حرج ہے اور اس کے خلاف ضد کرنا یہ تو ایک باغیانہ طریق ہے قوم کے خلاف۔ جب قوم آپ کو غیر مسلم قرار دے چکی ہے تو آپ اس کو قبول کر لیں، اس میں کیا حرج ہے اور قبول کرنے کے نتیجہ میں ہم اور کچھ نہیں کہتے صرف یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے تمام شعائر سے اپنا تعلق کاٹ لیں، اپنی مساجد کا رخ بدل لیں، قبلہ اور کر لیں، کلمہ سے کوئی تعلق ظاہر نہ کریں اپنا اور کوئی تعلق نہ رکھیں، بس اتنی سی بات ہے اور معقول وجہ یہ ہے کہ ایک سیاسی اکثریت نے آپ کے خلاف فیصلہ دے دیا ہے کہ آپ غیر مسلم ہیں، جب آپ غیر مسلم ہو گئے تو پھر اسلام کے جتنے بھی بنیادی عقائد ہیں ان سے آپ کا تعلق خود بخود ٹوٹ گیا۔ جتنے بھی اسلام کے شعائر ہیں ان سے آپ خود بخود منقطع ہو گئے۔ اتنی سی معمولی عقل کی بات بھی آپ کو سمجھ میں نہیں آ رہی۔ یہ ہے ان کا مشورہ جو بڑی بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ پاکستان کی اخباروں میں شائع ہوا ہے "ورنہ" پھر آ گئے "ورنہ" ہے کہ جو ہم تم سے کر رہے ہیں وہ کرتے چلے جائیں گے۔

اس مشورہ کے نتیجہ میں اور باتیں جو قابل غور ہیں وہ تو ہیں ہی لیکن خود مشورہ دینے والے نے اپنے اسلام کو بے نقاب کر دیا، اپنے اسلام کے تصور کا کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیا عملاً۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں۔ ایک تو تاریخی پس منظر ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ندوہ میں اہل عرب کے چوٹی کے سرداروں کا ایک اجتماع ہوا۔ قریش سردار سارے جمع ہوئے اور بھاری اکثریت سے جس کے مقابل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گنتی کے چند غلام باقی تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ایک دو حضرت خدیجہؓ اور کچھ دلی ہمدرد، یہ اقلیت تھی ان عرب سرداروں کے مقابل پر چند لوگ غلام، چند غریب لوگ ساتھی، انہوں نے ایک اجتماعی فیصلہ دیا کہ ساری قوم کا یہ فیصلہ ہے کہ تم یہ کر سکتے ہو اور یہ نہیں کر سکتے اور وہ فیصلہ بنیادی طور پر یہی تھا کہ ہم تمہیں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہیں پڑھنے دیں گے۔ اتنی سی بات ہے۔ اس میں کونسا شدید مطالبہ ہے۔ اتنا معمولی چھوٹا سا مطالبہ ہے کہ اس کلمہ سے اپنا تعلق کاٹ لو اور قوم تمہارے لئے سختیوں کی بجائے اپنے سارے نرم پہلو تمہاری خدمت میں پیش کر دے گی اور جتنے مفادات دنیا کے تمہارے ساتھ وابستہ ہو سکتے ہیں وہ سارے مفادات تمہیں مہیا کر دیئے جائیں گے۔ یہ خلاصہ تھا اس پیغام کا جو حضرت ابو طالب کے ذریعہ آپؐ کو بھجوایا گیا اور ایک دفعہ نہیں چار مرتبہ مختلف شکلوں میں یہ اجتماعات ہوئے اور چار مرتبہ مختلف الفاظ میں یہی پیغام دہرایا گیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بس یہی جھگڑا ہے صرف اس سے اپنا تعلق کاٹ لو، تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ جواب جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہ تو ایک زندہ اور پائندہ جواب تھا۔ وہ ایسا جواب نہیں تھا کہ جسے وقت کے لمحے کسی وقت بھی کاٹ سکیں اور ختم کر سکیں۔ وہ اَمر تھا، گزرتا ہوا وقت اس پر کسی پہلو سے بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا لازوال تھا وہ جواب اور لازوال ہے اور لازوال رہے گا۔ اور وہ یہی تھا کہ تمہاری ساری طاقتیں اپنے سارے کرّوفر کے ساتھ جو چاہیں کر گزریں اس پیارے کلمہ سے تم ہمارا تعلق نہیں توڑ سکتے۔ اس کلمہ سے ایک ذرہ بھی انحراف کی

ہمارے لئے گنجائش ہی موجود نہیں ۔آج بھی ہمارا یہی جواب ہے ۔تو یہ جو زم سی بات بنا کر پیش کرتے ہیں ان کو وہ زم بات بھول گئی ہے جو چودہ سو سال پہلے مکہ میں کی گئی تھی ۔آخر عالم بنتے ہیں تو یہ کیسا انکار کر سکتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔" (خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 419-420)

کلمہ کی حفاظت اور عزت کی خاطر احمدیوں کی قربانیاں

احمدی تو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ورد کرتے ہیں اور وردِ جان ہے یہ کلمہ اُن کا ۔اس کلمہ کی خاطر جان و مال اور عزتوں کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں ۔سالہا سال سے پاکستان کی گلیوں نے یہ گواہیاں دی ہیں کہ اس کلمہ کی حفاظت اور عزت کی خاطر احمدی اور کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے ۔جیلوں میں ٹھونسے گئے ،مارے گئے ،گلیوں میں گھسیٹے گئے ،ان کی عزتیں لوٹی گئیں ،ان کے اموال چھینے گئے ،ان کے گھروں کو جلایا گیا لیکن کلمہ کی حفاظت سے ایک قدم بھی یہ پیچھے نہیں ہٹے ۔تو ان کے خلاف تم دعویٰ کرتے ہو کہ یہ غیر مسلم ہیں؟ تمہیں تو عقل نہیں ہے ،تم تو عقل سے کلیۃً عاری ہو چکے ہو لیکن بنگلہ دیش کے سیاست دان پر مجھے توقع ہے کہ وہ بہتر دانشوری کے نمونے دکھائے گا ۔انہیں عقل اور فہم عام دوسرے پاکستانی سیاستدانوں کی نسبت بہت زیادہ ہے ۔میرا تجربہ ہے ، میں بنگال میں بہت پھر چکا ہوں ۔ان لوگوں میں عقل نسبتاً زیادہ ہے اور منطق کی بات کی جائے تو ضد نہیں کرتے اور سمجھ جاتے ہیں اس لئے وقت ہے کہ بڑی تیزی کے ساتھ ان کو سمجھایا جائے کہ عقل اور ہوش کے ناخن لو ۔خوفناک سازش کا نہ صرف شکار نہ ہو اور نہ قوم کو شکار ہونے دو ۔تمہاری نہ دنیا رہے گی نہ تمہارا دین رہے گا ۔ایک لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کا مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے ۔گلی گلی سے احمدیوں کی روحیں قیامت کے دن تمہارے خلاف شہادت دیں گی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ پڑھیں گی ۔اس وقت کس منہ سے خدا کو جواب دو گے کہ ہم نے ان لوگوں پر ظلم کیا ،ان پر ستم کیا ،ان کی جانیں لیں اور ان کی عزتیں لوٹیں اور ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ۔اللہ تعالیٰ تمہیں عقل دے اور ہوش دے اور تم اس بدنصیب کہانی کو دہرانے والے نہ بنو جو پاکستان میں کچھ عرصہ پہلے دہرائی گئی تھی ۔اس کی پاداش آج تک اسی طرح جاری و ساری ہے ۔وہ واقعہ تو تاریخ کا حصہ بن گیا ہے لیکن سزا ایک زندہ حقیقت کے طور پر قوم سے چمٹ بیٹھی ہے اور چھوڑنے کا نام نہیں لیتی ۔" (خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 801-802)

چالیس لاکھ احمدیوں کی لاشوں کو پاکستان کی گلیوں میں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی کلمے کو آنچ نہیں آنے دیں گے

"اگر خدا نے کسی قوم کو شہادت کی سعادت عطا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہم اس کی ہر رضا پر راضی رہیں گے لیکن میں جماعت احمدیہ پاکستان کو یاد دلاتا ہوں کہ اگر یہ شہادت ان کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے تو پہلے سے زیادہ عزم اور حوصلے کے ساتھ اس بات کا عہد کریں کہ جس طرح ان نوجوانوں نے اپنے عہد کو پورا کیا اور خدا کی خاطر اپنے پیارے بیوی اور بچوں سے منہ موڑا ،موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو دیکھا اور اُسے خدا کے نام پر قبول

کرنے کے لئے تیار ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ کلمہ شہادت کی عزت اور ناموس پر حرف نہیں آنے دیں گے خواہ ان کی گردنیں تختہ دار پر لٹکا دیں جائیں اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے بیوی اور بچوں کی بیوگی اور یتیمی کو قبول کر لیں گے لیکن یہ نہیں قبول کریں گے کہ خدا کی عبادت گاہوں کو دنیا کے ذلیل انسان اپنے گندے پاؤں تلے روندیں اور ان کی عصمت کے ساتھ کھیلیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر حال میں ہر قیمت پر ہر قربانی دیتے ہوئے ہم کلمہ طیبہ کی حفاظت کریں گے اور اپنی مسجدوں کی ناموس کی حفاظت کریں گے۔ پس انہوں نے تو اپنی راہیں متعین کر لیں فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ، (الاحزاب:24) کے فیصلے کو پورا کر دیا۔ اے پیچھے رہنے والو! کیا تم ان راہوں سے پیچھے ہٹ جاؤ گے؟ اے پیچھے رہنے والو! کیا تم ان آگے بڑھنے والوں کو ہمیشہ کے لئے خالی چھوڑ دو گے؟ آج تم پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان خدا کی خاطر مصیبتیں برداشت کرنیوالوں کے ساتھ وفا کا تقاضا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن اور خدا کے ساتھ وفا کا تقاضا ہے کہ ان راہوں سے نہیں پیچھے ہٹنا ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹنا آگے بڑھنا ہے۔ اگر چالیس لاکھ احمدی کی لاشیں پاکستان کی گلیوں میں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ خدا کے نام کے کلمے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے کلمے کو آنچ نہیں آنے دینی۔ پس آگے بڑھو اور یقین رکھو کہ آخر غلبہ تمہارا ہے، آخر فتح تمہاری ہے کیونکہ خدا کے نام پر مرنے کے لئے تیار رہنے والوں کو کبھی موت مار نہیں سکی، کبھی کوئی دشمن ان پر فتح یاب نہیں ہو سکا۔ اپنی دعاؤں میں التزام اختیار کرو۔" (خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 169-170)

آج اللہ، اس کے رسول کی عزت وحرمت اور کلمہ پر حملہ ہے اس لیے احمدی تیار رہیں

"یہ وہ حالات ہیں جو اس وقت پاکستان میں رونما ہو رہے ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اسلام کے نام پر مسلط کی جانے والی ایک آمرانہ حکومت اسلام کی بنیادوں پر نہایت ہی خوفناک حملے کر رہی ہے اور عالم اسلام غفلت میں سویا پڑا ہے۔

یہ دو رسائل جن کا میں نے ذکر کیا ہے، اس وقت لکھے گئے تھے جب کہ فلسطین کو خطرہ تھا اور فلسطین کے نتیجہ میں مکہ اور مدینہ کو بھی خطرہ لاحق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس وقت عالم اسلام کو بڑے واشگاف الفاظ میں بیدار کرتے ہوئے فرمایا:

سوال فلسطین کا نہیں سوال مدینہ کا ہے، سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے۔ سوال زید اور بکر کا نہیں سوال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے۔ کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہو گا۔ ("الکفر ملۃ واحدۃ" انوار العلوم جلد ۱۹)

لیکن آج جب کلمہ پر یہ ناپاک حملہ کیا گیا ہے تو میں عالم اسلام کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ آج نہ فلسطین کا سوال ہے نہ یروشلم کا سوال ہے اور نہ مکہ مکرمہ کا سوال ہے، آج اس خدائے واحد و یگانہ کی عزت اور جلال کا سوال ہے جس کے نام سے ان مٹی کے شہروں نے عظمت پائی تھی، جس کے عظیم نام سے اینٹ پتھر کے گھروندوں کو تقدس نصیب

ہوا تھا آج اس کی وحدانیت پر حملہ کیا جا رہا ہے۔آج مکہ اور مدینہ کا سوال نہیں آج تو ہمارے آقا و مولا شاہ مکی و مدنی کی عزت وحرمت کا سوال ہے۔آج سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کے سینوں میں کوئی غیرت باقی نہیں رہی، کیا یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کے ہاتھ کلمہ مٹانے کی طرف اٹھ رہے ہیں ان پر لرزہ طاری نہیں ہو جاتا؟ کیا ان کے دل پر زخم نہیں لگتے؟

ستم بالائے ستم یہ کہ جب کوئی مسلمان اس کام کے لئے نہیں ملتا تو پاکستان کی اس آمرانہ حکومت میں اسلام کے دشمن عیسائیوں کو اس کام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور جب کوئی شریف شہری نہیں ملتا تو حوالات یا جیل خانوں سے مجرم پکڑ کر لائے جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے پاک کلمہ طیبہ مٹوایا جاتا ہے جس میں یہ اقرار ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

پس یہ ناپاک تحریک جو آج صدر ضیاء الحق کی کوکھ سے جنم لے رہی ہے وہ اس دنیا میں بھی اس کے ذمہ دار ہیں اور قیامت کے دن بھی اس کے ذمہ دار ہوں گے۔پھر نہ تو انہیں دنیا کی کوئی طاقت بچا سکے گی اور نہ کوئی مذہبی طاقت ان کو بچا سکے گی کیونکہ آج انہوں نے خدا کی عزت وجلال پر حملہ کیا ہے۔آج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کے تقدس پر حملہ کیا ہے۔

احمدی تیار ہیں، وہ کلمہ کی حفاظت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔مگر سوال یہ ہے کہ اے عالم اسلام! تم کیوں اس سعادت سے محروم بیٹھے ہو۔کیا تم میں اسلام کی ہمدردی، اس کی غیرت اور کلمہ توحید کی محبت کی کوئی رمق بھی باقی نہیں رہی؟ پس میں تمہیں اس وحدت کی طرف بلاتا ہوں جس میں سارا عالم اسلام مشترک ہے۔عالم اسلام کی ایک ہی تو جان ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور کوئی شک نہیں۔شیعہ بھی کلمہ توحید سے اسی طرح وابستہ ہے جیسے سنی وابستہ ہے، احمدی بھی اسی طرح وابستہ ہے جس طرح وہابی اور دیگر فرقوں والے وابستہ ہیں۔کلمہ اسلام کی روح ہے لیکن آج اسلام کی اس روح پر حملہ کیا جا رہا ہے۔اس لئے میں تمہیں غار حرا کے نام پر بلاتا ہوں جس سے ایک دفعہ صوت حق اس شان سے نکلی تھی کہ اس نے سارے عالم پر لرزہ طاری کر دیا تھا، میں تمہیں سیدنا بلالؓ حبشی کے نام پر بلاتا ہوں کہ آؤ تم بھی اس غلام سے سبق سیکھو جس نے کلمہ کی حفاظت کے لئے اپنے سارے آرام تج ڈالے تھے اور ایسے ایسے دکھ برداشت کئے کہ آج ان کے تصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

پس اے مسلمانو! اگر تم آؤ اور اس نیک کام میں احمدیوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ تو، میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مٹا نہیں سکے گی، تم زمین پر بھی اجر پاؤ گے اور آسمان پر بھی اجر پاؤ گے اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہمیشہ تمہارے کاشانوں پر برستی رہیں گی۔لیکن اگر تم نے اس آواز پر لبیک نہ کہا تو پھر اس دنیا میں تم سے بڑھ کر اور کوئی مجرم نہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہوئے جب آپؐ کے مقدس نام پر حملہ کیا گیا اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے جب اس کی وحدانیت پر حملہ کیا گیا تو تم

آرام سے بیٹھے رہے اور تم نے اپنے سیاسی مشاغل اور سیاسی مطالب کی خاطر ایک ذرہ بھی اس بات کی پرواہ نہیں کی۔ پھر یہ آسمان اور زمین تم پر رحمت نہیں بھیجیں گے اور نہ کبھی تمہارا نام عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔"

(خطبات طاہر جلد 4 صفحہ 241-243)

مردان میں قرآن پھاڑ کر گندی نالیوں میں بہانے کی بے حرمتی پر حضورؒ کی غیرت اور ردعمل

"یہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بھیانک جرائم کی وہاں سے یہ اطلاع ملی ہے کہ ان لوگوں نے جنہوں نے اسلام کے نام پر مسجد کو شہید کرنا شروع کیا۔ مسجد احمدیہ سے جتنے قرآن کریم نکلے ان کو پھاڑ کر وہاں گندی نالیوں میں پھینکا، ان کو پاؤں تلے کچلا اور بعض بدبختوں نے اس پر پیشاب کیا اور ساتھ نعرہ ہائے تکبیر بلند ہو رہے تھے اور ساتھ یہ اللّٰھم لبیك اللّٰھم لبیك کہا جا رہا تھا۔ اس سے بڑی بدبختی کبھی کسی قوم کے ماتھے پر نہیں لکھی گئی تھی جتنی آج کے بدبخت صدر اور اس کے ملانوں کے ماتھوں پر یہ کلنک کے ٹیکے لگائے گئے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے انہوں نے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کر لیا ہے۔ قیامت تک تاریخ بھی ان پر لعنت ڈالے گی اور آسمان کے فرشتے بھی ان پر لعنت ڈالتے چلے جائیں گے۔ یہ اسلام کا حال کرنے کے لئے ایک فوجی استبدادی حکومت اٹھی تھی جس نے آج قوم کو اس طرح ہلاکت کے کنارے تک پہنچا دیا ہے۔

اور مردان کے کسی غیور پٹھان کو غیرت نہیں آئی کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ وہ احمدی جو حراست میں تھے اگر ان میں سے کوئی ہوتا تو وہ اپنی جان کی بازی لگا دیتا، وہ خون کا آخری قطرہ بہا دیتا مگر یہ ذلت قرآن کریم کی برداشت نہ کر سکتا تھا لیکن سارا شہر آباد تھا غیور پٹھانوں سے اور کسی کو غیرت نہیں آئی۔ کسی کو خیال نہیں آیا کہ ان لوگوں کو جا کر پکڑیں پوری طرح باز پرس کریں ان سے۔ ہر قیمت پر ان کو اس بے حیائی سے روکیں کہ اسلام کے نام پر اسلام کی سب سے مقدس کتاب بلکہ کائنات میں جتنی بھی کتابیں نازل ہوئیں ان سب کی سرتاج، ان سب سے زیادہ مقدس کتاب کی ایسی بے حیائی کے ساتھ مسلمان بے عزتی اور رسوائی کر رہے ہوں اور کسی کو کچھ خیال نہ آ رہا ہو۔ صرف اس لئے کہ جماعت احمدیہ کی مساجد میں وہ قرآن کریم ملتا تھا اس لئے اس قرآن کریم کی کوئی عظمت اور کوئی حرمت باقی نہیں رہی ان کے نزدیک۔

میں نے ذکر کیا تھا گزشتہ مرتبہ کہ یہ سب کچھ ایک طرف جہاں اسلام کے نام پر ہو رہا ہے اور تحریک کا آخری مقصد یہ ہے کہ زبردستی مسلمانوں کو غیر مسلم بنا کے چھوڑیں گے۔ جب تک ہم یہ نہ کر لیں چالیس لاکھ مسلمان کلمہ کو کلمہ سے تو بہ نہ کر لیں، خدا کی توحید کا انکار نہ کر لیں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہ کریں اس وقت تک ان کے دل کو چین نہیں آئے گا، اس وقت تک ان کے سینے ٹھنڈے نہیں ہوں گے اور اگر نہیں کریں گے تو وہ ان کے گھروں کو آگیں لگائیں گے، ان کی مساجد مسمار کریں گے، ان کو قید خانوں میں ڈالیں گے، ان پر جھوٹے قتل کے مقدمے چلائیں گے۔ جو کچھ ان سے بن سکا بنائیں گے لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ چالیس لاکھ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ رہے ہوں اور خدا تعالیٰ کی وحدت کے گیت گا رہے ہوں۔" (خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 574-575)

اسلامی اقدار کی حفاظت کی خاطر اقدام اُٹھانے کی علماء کو نصیحت

علماء اوران کی اقتداء میں عوام الناس کے بے جا غیر اسلامی مطالبوں سے دنیا بھر میں اسلام اور بانی اسلام کی تضحیک کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے خطبات میں علماء، مسلمانوں اور عوام الناس کو سمجھانے کا سلسلہ شروع فرمایا کہ اسلام کی درست تعلیم کا پرچار کریں جو اسلام کی عزت کا باعث ہو۔ یہاں اب ایسے ارشادات درج کیے جارہے ہیں۔ جن میں حضورؒ نے امت مسلمہ کو اسلامی تعلیم کی طرف بُلایا ہے۔ جیسے فرمایا۔

"میں نے پہلے بھی ایک دفعہ پاکستان کے علماء کو نصیحتاً یہ بات کہی تھی اگر چہ میں جانتا ہوں کہ وہ نصیحت کو سننے والے نہیں مگر خواہ کوئی سنے یا نہ سنے نصیحت کرنا تو ہمارا فرض ہے اور قرآن کریم کی یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ نصیحت کرو۔ میں نے اُن سے کہا کہ کچھ دیر کے لئے تم احمدیت کا پیچھا چھوڑو اور اسلام کو بچانے کی کوشش کرو۔ گلی گلی میں، گھر گھر میں اسلام مر رہا ہے اسلامی اقدار مر رہی ہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کو نقصان پہنچ رہا ہے اور اسلامی معاشرے سے یہ سنت غائب ہو رہی ہے۔ اس پر تمہارا دل کیوں نہیں روتا، اس پر تمہاری جان کیوں نہیں نکلتی، اس پر تمہاری راتوں کی نیند کیوں حرام نہیں ہو جاتی۔ تم اُٹھو اور یہ عظیم جہاد کرو۔ ملک کی گلی گلی، شہر شہر، قریہ، قریہ، گاؤں گاؤں، بستی بستی میں اور مسلمانوں کو جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو بتاؤ اور دکھاؤ کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے کتنا دور جا چکے ہیں اور کتنا دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ آج پاکستان کے کسی شہر میں نمونۃً ہزار، پندرہ سو، دو ہزار آدمی منتخب کریں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی کسوٹی پر اُن کو پرکھنے کی کوشش کریں، وہ پرکھنے کی کوشش ہی گستاخی رسول معلوم ہوگی۔ یعنی مثال کے طور پر وہ لوگ جو سندھ میں ڈاکے ڈال رہے ہیں اور اغوا کر رہے ہیں اور جس طرح گلی گلی میں ظلم اور سفاکی سے کام لیا جارہا ہے، بے حیائی عام ہو رہی ہے، زندگی کا مقصد گندے گانے سننا ہی ہے اس کے سوا کچھ باقی رہا ہی نہیں یا گندی فلمیں میسر آجائیں تو عیش و عشرت کی انتہا ہو جاتی ہے۔ ہر قسم کی برائیوں کی پیروی ہو رہی ہے، جھوٹ بولا جارہا ہے، رشوت لی جارہی ہے، دی جارہی ہے، ان لوگوں میں سے نمونے چنیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی کسوٹی پر پرکھو تو جس کو آنحضورؐ سے محبت ہے اس کو اس پر بے انتہا غیرت محسوس ہوگی۔ وہ کہے گا ان کو پرکھوں، ان کی حیثیت کیا ہے؟ یہ تو میرے آقا پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے کہ ان کی کسوٹی پر ان لوگوں کو پرکھ کر دیکھا جائے۔ یہ تو دکھائی دے رہے ہیں، نظر آرہے ہیں کہ کن کے ہیں اور کن کے ہو چکے ہیں۔ یہ مُلاں کو نظر نہیں آرہا۔ میں نے کہا! خدا کے لئے اگر تمہیں اسلام سے محبت ہے تو یہ کام کیوں نہیں کرتے۔ جو چند مسلمان رہ گئے ہیں اُن کو ہی غیر مسلم بنا کر اسلام کو تم نے پاک کرنا ہے جو غیر مسلم یعنی اپنے عمل کے ذریعہ غیر مسلم اسلام میں بھر گئے ہیں ان کی اصلاح کی طرف تمہیں کوئی توجہ نہیں ہے۔ لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ آپ ہی کا کام ہے۔ آپ وہ اُوْلُوْا بَقِيَّةٍ ہیں جو

معدودے چند ہیں اُس اُمت کے مقابل پر جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو رہی ہیں چند لیکن آپ کو خدا نے یہ عقل دی ہے۔آپ کا یہ کام ہے کہ تمام دنیا کے معاشرے کو بدیوں سے پاک کرنے کے لئے اعلانِ جنگ کریں۔یہ جہاد شروع کریں، ہر جگہ اپنے دفتر کے ماحول میں، اپنے کاروبار، اپنی دکان کے ماحول میں، اپنے تعلیمی ماحول میں، اپنے دوستوں کے تعلقات کے ماحول میں، جہاں بھی آپ جائیں وہاں بُرائیوں کے خلاف جہاد شروع کردیں اور ہر قوم کی مخصوص بُرائیاں ہیں۔پاکستان کی اپنی بُرائیاں ہیں، ہندوستان کی اپنی ہیں اور انگلستان کی اپنی ہیں، اور ضروری نہیں کہ ہندوپاکستان کے معاشرے چونکہ ملتے ہیں اس لئے ان کی بُرائیاں بھی ایک جیسی ہوں۔"

(خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 301-302)

یہ لوگ ناموس رسالت کے نام پر حضرت محمدؐ کے نام پر سیاہیاں مل رہے ہیں

"آج یہ آوازیں بلند کرنے لگے ہیں کہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ کلمہ مٹانا چاہئے، کسی کافر کی زبان سے بھی اگر کلمہ نکلے گا تو ہمیں خوش ہونا چاہئے کیونکہ ہمارے محبوب کا نام ہے، خدا کی توحید کا اعلان ہے۔کوئی مشرک بھی یہ اعلان کرے گا تو ہمارے دل باغ باغ ہو جانے چاہئیں کہ دیکھو اللہ کی توحید کا ایک مشرک کی زبان سے بھی اعلان ہونے لگا ہے۔تو یہ آوازیں بڑھ رہی ہیں اور پھیل رہی ہیں۔نہ اس حکومت کو پتہ ہے کہ کیا ہو رہا ہے اور خدا کی تقدیر کس طرح ان کے ساتھ کھیل رہی ہے اور کیا ارادے رکھتی ہے ان کے ساتھ، اور نہ ان بدقسمتوں کو پتہ ہے جو چند پیسوں کی خاطر خدا کے نام پر توحید کے علمبردار کہلاتے ہوئے بھی توحید کو مٹانے کے درپے ہو چکے ہیں جو ناموس مصطفیٰؐ کے نام پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اوپر سیاہیاں پھیرنے میں ہاک محسوس نہیں کرتے۔

بہت ہی خوفناک اور دردناک دن آنے والے ہیں پاکستان پر لیکن میں پاکستان کے عوام سے اپیل کرتا ہوں خواہ وہ بریلوی ہوں، خواہ وہ دیوبندی ہوں، خواہ وہ شیعہ ہوں، کسی طبقہ فکر سے تعلق رکھتے ہوں وہ براہ راست علما کی کھیلوں میں ملوث نہیں ہوا کرتے لیکن ایک سادہ لوح مسلمان کے طور پر جہاں تک عوام کا تعلق ہے ان میں بریلوی کیا اور دیوبندی کہلانے والے کیا اور وھابی کیا اور دیگر فرقوں کے لوگ کیا ان کے سادہ سے ایمان میں، کلمہ کو ایک نمایاں شان حاصل ہے۔اگر وہ غریب بھی ہیں تو ان کی گودڑیوں میں لعلوں کی طرح کلمے چمک رہے ہیں۔یہ وہ آخری چیز ہے جو ان کی زندگی کا سرمایہ ہے جس سے وہ بے انتہا محبت کرتے ہیں، تو میں ان کو اس محبت کا واسطہ دے کر کہنا چاہتا ہوں کہ اٹھو اور بیدار رہو اور ہر اس تحریک کی مخالفت کرو جو کلمہ مٹانے کی تحریک آپ کے پاک وطن سے اٹھتی ہے، مخالفت کرو اور بیدار رہو جاؤ اور حرکت میں آؤ کیونکہ اگر تم وقت پر حرکت میں نہیں آؤ گے تو خدا کی قسم خدا کی تقدیر تمہارے خلاف حرکت میں آجائے گی اور اس ملک کو مٹا کر رکھ دے گی جو آج کلمہ کے نام کو مٹانے کے درپے ہوا ہوا ہے۔جس ملک کو کلمہ نے بنایا تھا، کلمہ میں اتنی طاقت ہے کہ اگر اس کلمہ کو مٹانے کے لئے وہ سارا ملک بھی اکٹھا ہو جائے تو وہ کلمہ پھر بھی غالب آئے گا اور وہ ملک اس کلمہ کے ہاتھوں سے توڑا جائے گا جس کو کسی زمانہ میں اسی کلمہ نے بنایا تھا۔

اللہ اس وقت سے ہمیں بچائے اور محفوظ رکھے اور اس قوم کو عقل دے اور ان کے تالوں کو توڑ دے۔ یہ ہوش سے بیدار ہوں کہ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے۔

خطبہ ثانیہ میں فرمایا:۔

یہ خطبہ زیادہ تر قوم سے ہی خطاب تھا تو بحیثیت مجموعی اس میں احمدی کے لئے کوئی نمایاں الگ پیغام تو نہیں تھا لیکن یہ میں جانتا ہوں اور ہر احمدی کو علم ہے اس لئے کسی الگ پیغام کی میں نے ضرورت محسوس نہیں کی کہ احمدی کسی قیمت پر بھی کلمہ سے جدا نہیں ہوں گے۔ ان کی زندگیاں ان کو چھوڑ سکتی ہیں مگر کلمہ احمدی کو نہیں چھوڑے گا اور احمدی کلمہ کو نہیں چھوڑے گا۔ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر سکتی ہے مگر کلمہ کو ساتھ لے کر اٹھے گی اور نا ممکن ہے کہ ان کی روح سے کلمہ کا تعلق کاٹا جائے۔ ان کی رگ جان تو کاٹی جا سکتی ہے مگر کلمہ کی محبت کو ان سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

احمدیوں کی کیفیت تو یہ ہے کہ جس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وجود کو جب خطرہ تھا تو انصار کے دل سے ایک بے ساختہ آواز اٹھی تھی کہ یا رسول اللہ! ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپؐ کے پیچھے بھی لڑیں گے آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپؐ کے بائیں بھی لڑیں گے اور خدا کی قسم دشمن نہیں پہنچ سکتا آپ تک جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ نکلے۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد دوم نصف اول صفحہ ۳۸۵ ذکر غزوہ بدر) آج حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری وجود تو ہم میں نہیں ہے لیکن آپ کی یہ پاک نشانی ہمیں دل و جان سے زیادہ پیاری ہمارے اندر موجود ہے یعنی وہ کلمہ طیبہ جس میں توحید باری تعالیٰ کا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ اتصال ہوتا ہے جو کچھ بھی عزیز تر ہو سکتا ہے انسان کو وہ سب اس میں مجتمع ہے اس لئے ہم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ وعدہ ضرور کرتے ہیں کہ اے خدا کے پاک رسولؐ جو سب محبوبوں سے بڑھ کر ہمیں محبوب ہے خدا کی قسم تیری اس پاک نشانی تک ہم لوگوں کو نہیں پہنچنے دیں گے۔ ہم اس کے آگے بھی لڑیں گے اور اس کے پیچھے بھی لڑیں گے اور اس کے دائیں بھی لڑیں گے اور اس کے بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن کے ناپاک قدم نہیں پہنچ سکیں گے جب تک ہماری لاشوں کو روندتے ہوئے یہاں تک نہ پہنچیں۔ اس لئے یہ تو ہر احمدی کے دل کی آواز ہے۔

میں نے یہ سوچا کہ چونکہ ظاہری طور پر ذکر نہیں تھا میں خطبہ ثانیہ کے درمیان اس کا ذکر کر دوں ورنہ احمدی یہ نہ سمجھیں کہ دوسروں کی باتیں تو بتاتے رہے ہیں ہمارے دل کی کیفیات کو آواز نہیں دی، ان کو زبان عطا نہیں کی تو یہ وہ زبان اور سچی زبان ہے جو ہر احمدی کے دل کی زبان ہے۔ آسمان کا خدا اس زبان کو سنے گا اور اسے ضائع نہیں کرے گا۔ ہر قربانی کے لئے آپ تیار رہیں، کوئی بھی پرواہ نہ کریں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے ایک قدم بھی ہم پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ ہمارے پیچھے کلمہ کا ایک پہاڑ ہے جو ہماری پشت پناہی کر رہا ہے اس لئے اب ہمارے لئے آگے بڑھنے کا راستہ تو ہے پیچھے ہٹنے کا ایک قدم بھی باقی نہیں رہا۔ یہ وہ دامن ہے کلمہ کا جہاں ہم سب کچھ نچھاور کرنے کیلئے تیار ہیں پھر دشمن جو چاہتا ہے آزما کر دیکھ لے کسی ایک احمدی کو بھی بزدل اور کمزور اور زنخا بنا ہوا نہیں پائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔"

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 720-721)

عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان غیر اسلامی اقدار میں آگے بڑھ چکا ہے

پس ان سب بلاؤں کا تو درحقیقت ایک ہی علاج ہے کہ یہ سب سے بڑی بلا جو ملاں ہے ساری قوم اس پر لعنت ڈالے اور دعائیں کرے اور گڑ گڑائے کہ اے خدا! ہمیں اس لعنت سے نجات بخش کیونکہ جب تک یہ لعنت ملک پر سوار ہے کبھی بھی اس ملک کے لئے کوئی نجات کی راہ نہیں نکل سکتی۔ پس اگر کبھی پہلے ضرورت تھی کہ ملاں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے اور ساری قوم متحد ہو کر اس لعنت سے نجات پانے کا فیصلہ کرلے تو آج یہ وقت ہے کیونکہ آج پاکستان کا ملاں پاکستان کی زندگی اور موت کا سوال بن کر کھڑا ہوا ہے اگر یہ ملاں اپنی اس نحوست کے ساتھ باقی رہا تو یہ ملک باقی نہیں رہ سکتا اس لئے ہر وہ محبِّ وطن جس کو پاکستان سے پیار ہے ہر وہ اسلام سے محبت کرنے والا جس کو اسلامی قدروں سے پیار ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اس ملاں کے خلاف علم بغاوت بلند کرے اور قوم میں یہ احساس پیدا کرے کہ یہ اسلام کے ہمدرد اور اسلام سے پیار کرنے والی قوم نہیں بلکہ ظالم اور سفاک لوگ ہیں جن کو اسلامی قدروں کو پامال ہوتے دیکھنے کے باوجود کوئی دکھ نہیں ہوتا کوئی شعور بیدار نہیں ہوتا اور ظلم اور سفاکی کو عام ہوتے ہوئے دیکھنے کے باوجود ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ان کو کوئی احساس نہیں ہوتا کہ یہ کیا ظلم ہو رہے ہیں اور اس کے باوجود اسلامی شریعت کا نام ہے جو ڈنکے کی چوٹ لیا جا رہا ہے اور ساری دنیا میں اعلان ہو رہا ہے کہ ہم سب سے زیادہ اسلام سے محبت کرنے والے، اسلام کو نافذ کرنے والے ہیں۔

شراب خوری اتنی عام ہو چکی ہے کہ عام خبروں سے پتا چلتا ہے کہ یہ تو اب کوئی کبھی کبھار سننے والا واقعہ نہیں رہا یہ تو روزمرہ زندگی کا حصہ بن گیا ہے۔ قوم کی ایک بھاری تعداد Drug Addiction میں مبتلا ہو چکی ہے یعنی وہ جو نشہ آور دوائیں ہیں ان کی عادی بن رہی ہے یا ان کی تجارت کر رہی ہے۔ ہر قسم کی بدیاں جو سوچی جا سکتی ہیں وہ اس وقت اس قوم پر نافذ ہو چکی ہیں۔

اس لئے یہ وقت ہے کہ دعاؤں کے ذریعے پاکستان کی مدد کی جائے اور اگرچہ ساری دنیا میں ایک سو بیس ملکوں کے احمدی پاکستانی تو نہیں ہیں لیکن پاکستان کے متعلق میں بارہا پہلے کہہ چکا ہوں کہ پاکستان سے ایک لمبے عرصے تک اسلام کا نام بلند ہوا ہے اور دنیا کے کونے کونے تک پہنچا ہے اور یہ ایک سو بیس ملک کسی نہ کسی رنگ میں جہاں ہندوستان کے زیر احسان ہیں کہ وہاں سے اسلام کی احیاء نو کا آغاز ہوا تھا، وہاں پارٹیشن کے بعد پاکستان کے بھی زیر احسان ہیں۔ پس آج ان دونوں ملکوں کے لئے دعا کرنی چاہئے لیکن پاکستان کے لئے خصوصیت سے اس لئے کہ یہ اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا اور اسلام کے نام پر قائم ہونے کے باوجود ہر غیر اسلامی حرکت کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کی ایمبیسی کی طرف سے حال ہی میں کچھ پمفلٹس تقسیم ہوئے ہیں۔ ان پمفلٹس میں سے ایک کو دیکھ کر تو میرا سر شرم سے جھک گیا اور یوں لگتا تھا جیسے دل کٹ گیا ہے۔ ہندوستان کی حکومت پاکستان کو یہ بتا رہی تھی کہ تم نے اسلام کے نام پر یہ ملک قائم کیا تھا۔ یہ حرکتیں جو تم لوگ کر رہے ہو کیا یہ اسلامی حرکتیں ہیں؟ اور وہ حرکتیں گنائی

ہوئی تھیں کہ اس طرح تم ایک دوسرے کا خون کر رہے ہو۔اس طرح یہ ہو رہا ہے اس طرح وہ ہو رہا ہے۔ ہر بدی جس کے خلاف اسلام نے جہاد کیا وہ تمہارے اندر قائم ہو چکی ہے، راسخ ہو چکی ہے اور باتیں کرتے ہو کہ ہم اسلام کے نام پر قائم ہوئے تھے۔ وہ تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ جنگ مسلمان اور غیر مسلم کی جنگ نہیں ہے ان کا مقصد تو یہ تھا کہ دنیا کو یہ بتائیں کہ مسلمان ممالک بیچارا پاکستان کی حمایت نہ کریں کیونکہ ہرگز یہاں اسلام اور غیر اسلام کا مقابلہ نہیں ہے بلکہ ایک غیر اسلامی اقدار میں ہندوستان سے آگے بڑھے ہوئے ملک کا ایک ایسے غیر مسلم ملک سے مقابلہ ہے جو نسبتاً اسلامی اقدار سے کچھ زیادہ تعلق رکھتا ہے اگر چہ اسلام کے نام پر نہ بھی ہو یعنی یہ موازنہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن مسلمان کے لئے ایک ہندو ملک کی ایمبیسی (Embassy) کی طرف سے شائع ہونیوالا یہ لٹریچر تو ایسا لٹریچر ہے کہ وہ شرم سے کٹ مرے۔ (خطبات طاہر جلد 9 صفحہ 276-278)

مقدس اصطلاحوں کے بے محل استعمال سے مسلمان اسلام کی بدنامی کا موجب بن رہے ہیں

"جاہلانہ طور پر اسلام کی مقدس اصطلاحوں کو بے محل استعمال کر کے مسلمان اسلام کی مزید بدنامی کا موجب بنتے ہیں۔ ساری دنیا میں اسلام سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور قومیں تمسخر کرتی ہیں اور یہ اپنی بے وقوفی میں سمجھتے ہی نہیں کہ ہم کیا بات کر رہے ہیں لیکن عوام الناس کے متعلق یہ سوچنا چاہئے کہ وہ کیوں آخر بار بار اپنے راہنماؤں کے اس دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور غیر معمولی قربانیاں ان جنگوں میں پیش کرتے ہیں جو در حقیقت جہاد نہیں۔ لیکن انہیں جہاد قرار دیا جا رہا ہے۔ کوئی گہری اس کی وجہ ہے اس کے اندر در حقیقت کوئی راز ہے جس کو معلوم کرنا چاہئے اور اگر ہم اس راز کو سمجھ جائیں تو یہ بھی سمجھ جائیں گے کہ مغربی قومیں جہاد کے اس غلط استعمال کی بڑی حد تک ذمہ دار ہیں اور وہ جو تمسخر کرتی ہیں اور اسلام پر ٹھٹھا کرتی ہیں اگر اس صورتحال کا صحیح تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ خود بہت حد تک جہاد کے اس غلط استعمال کی ذمہ دار ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عالم اسلام پر گزشتہ کئی صدیوں سے یہ بالعموم تاثر ہے، یہ ایک ایسا مبہم سا تاثر ہے جس کی معین پہچان ہر شخص نہیں کر سکتا بعض دفعہ مبہم خوف ہوا کرتے ہیں یہ نہیں پتا ہوتا کہ کہاں سے آ رہا ہے کیوں ہے لیکن ایک انسان خوف محسوس کرتا ہے۔ بعض دفعہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ نہیں سمجھ رہا ہوتا تو انسانی تعلقات میں بعض دفعہ بعض تاثرات انسان کی طبیعت میں گہرے رچ جاتے ہیں، گہرے اثر پذیر ہو جاتے ہیں اور ان تاثرات کی وجہ ایک لمبی تاریخ پر پھیلی ہوتی ہے۔ مغرب نے مسلمانوں سے گزشتہ کئی سو سال میں جو سلوک کیا ہے اس سلوک کی تاریخ مسلمانوں کو یہ یقین دلا چکی ہے کہ ان کی مسلمانوں سے نفرت مذہبی بنا پر ہے اور اسلام کا نام خواہ یہ لیں یا نہ لیں لیکن مسلمان قوموں کی ترقی یہ دیکھ نہیں سکتے اور مسلمان قوموں کے آگے بڑھنے کے خوف سے یہ ہمیشہ ایسے اقدام کرتے ہیں کہ جس سے ان کی طاقت پارہ پارہ ہو جائے۔ یہ گہرا تاثر ہے جو مسلمان عوام الناس کے دل میں موجود ہے خواہ انہوں نے کبھی تاریخ پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔" (خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 61-62)

مساجد کے رخ بدل لینے کا مضحکہ خیز مطالبہ اسلام کی بدنامی کا موجب ہوا

"پھر کہتے ہیں کہ اپنی مسجدوں کے رخ بدل دو یہ اسلامی شعائر کے خلاف ہے۔ جب ہم نے کہہ دیا ہے کہ اسلام سے تمہارا تعلق نہیں تو تمہاری مسجدوں کے رخ بدل جانے چاہئیں، قبلے بدل جانے چاہئیں۔ درحقیقت پہلا دعویٰ بھی خدائی ہی کا دعویٰ ہے، عالم الغیب ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ اور یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہم تمہارا مذہب معین کریں گے اور جو مذہب ہم قرار دیں اس پر تمہیں چلنا لازم ہوگا۔ اور ہمارے مذہب کا ان کے نزدیک اب خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جل شانہٗ حضرت احدیت کا انکار کیا جائے اور توحید کا انکار کر دیا جائے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور عبدیت کا انکار کر دیا جائے۔ یہ مذہب ان کے دماغوں نے تجویز کیا جماعت احمدیت کے لئے۔ مذہب تو خدا بنایا کرتا ہے اور ہم تمہارے جیسے خداؤں کا انکار کرتے ہیں اور لاکھ مرتبہ نہیں کروڑوں مرتبہ ہر احمدی اپنے عمل کے ہر لمحہ اس کے ہر جزء کے ساتھ تمہاری خدائی کا انکار کر رہا ہے۔ اس لئے جو چاہو کرو۔ مشرکوں سے سبق سیکھو یا ان سے آگے بڑھ جاؤ لیکن احمدیت تمہیں خدا قبول کرنے کے لئے کسی قیمت پر بھی کسی لحہ بھی تیار نہیں ہوگی۔ تمہیں غیر اللہ کی عبادت کا شوق ہے یہ عادتیں پڑ چکی ہیں تو بے شک کرتے رہو۔ ہمارا یہ اصول نہیں کہ غیر کے مذاہب میں دخل دیں۔ تمہیں تمہارے مذہب مبارک ہوں لیکن احمدیت کا تو وہی مذہب ہے جو قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب تھا اور ہے اور رہے گا۔ اور کوئی دنیا کا مولوی اس مذہب کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ کوئی دنیا کی استبدادی حکومت اس مذہب کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ ان کی آواز یہ ہے کہ رخ بدلو مسجدوں کا ہمیں تسلی ہو جائے گی۔ تمہاری تسلی سے ہمیں غرض کیا ہے ہم تو اپنے خدا کی تسلی چاہتے ہیں، ہم تو اپنے نفوس کی تسلی چاہتے ہیں، اپنے قلوب کی تسلی چاہتے ہیں۔ تمہاری تسلی نہیں ہوتی تو نہ ہو۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کب کفار مکہ کی تسلی کروائی تھی اور ان مشرکین کی تسلی کروائی تھی جو تمہارے نزدیک کلمہ پڑھنے والوں اور نماز پڑھنے والوں اور عبادت کرنے والوں سے یہ سلوک کیا کرتے تھے۔ کسی احمدی کے الفاظ نہیں ہیں جس پر تم غصہ کرو۔ تمہارے ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کا یہ اعلان ہے کہ بعینہٖ ہم احمدیوں سے آج وہ سلوک کر رہے ہیں جو کسی زمانہ میں مشرکین مکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے۔ اس لئے تمہارا مذہب تمہیں مبارک ہو ہم تو دخل اندازی کے قائل نہیں ہیں اور تمہارے کہنے پر ہم تو اپنا مذہب نہیں بدلیں گے۔" (خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 424-425)

مودودیت کا تصور جہاد اسلام کی بدنامی کا باعث ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 15 فروری 1985ء کو ایک خط میں قرطاس ابیض کے جواب کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے جہاد کا اسلامی تصور کھول کر بیان فرمایا اور فرمایا کہ مودودیت کے تصور جہاد سے اسلام پر قدغن آتی ہے جس سے توہین رسالت ہوتی ہے۔ اس خطبہ کے آخر میں تجزیہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"مودودی صاحب کہتے ہیں اللہ کو کیا پتہ۔ میں جانتا ہوں کہ جب تک تلوار استعمال نہیں ہوئی پردے چاک نہیں

ہوئے ۔اللہ تعالیٰ اس وقت تک صحیح فرما رہا تھا جب تک تلوار نہیں اٹھی مگر جب تلوار چلی تو پھر یہ سارے پردے چاک ہو گئے۔
بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہیں رہی جو ظہور حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے ۔عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی (سنئیے!) جو اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہو گئی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اسلام کی تلوار نے ان پردوں کو چاک کر دیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے ۔ (الجہاد فی الاسلام صفحہ:۱۴۱ا۔۱۴۲)

ایسی تحریر تو تاریخ سے کلیتہً ناواقف شخص کی ہو سکتی ہے ۔اس اعلان کے ایک ایک لفظ کو انڈونیشیا کا ہر مسلمان جھٹلا رہا ہے، اس اعلان کے ایک ایک لفظ کو چین کے وہ چار صوبے جو تمام تر مسلمان ہو چکے ہیں وہ سب جھٹلا رہے ہیں ۔اسلام کی کوئی تلوار نہ انڈونیشیا پہنچی نہ ملایا اور نہ چین ۔ان کا ایک ایک بچہ، ان کی ایک ایک عورت، ان کا ایک ایک مرد ایک ایک جوان اور ایک ایک بوڑھا مودودی صاحب کے اعلان کو جھٹلا رہا ہے اور اعلان کر رہا ہے کہ خدا کی قسم محمدؐ کی تلوار نے نہیں محمدؐ کے حسن نے ہمیں فریفتہ بنایا تھا اور اس کے حسن اور قوت قدسیہ نے ہمارے دل جیتے ہیں۔
انقلاب کیسے برپا ہوا، کون سا جہاد تھا جس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان غلبہ نصیب ہوا اس سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب دعاؤں کے ہی نتیجہ میں رونما ہوا تھا ۔آپؑ فرماتے ہیں:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں اللهم صل و سلم و بارك عليه و آله
(برکات الدعا روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 10-11)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تحریر کے مقابلہ پر مودودی صاحب کی تحریر پڑھ کر دیکھ لیجئے دونوں میں ایک فرق بین ہے، بُعد المشرقین یعنی مشرق اور مغرب کا فرق ہے ۔ایک طرف روح حق اور روح اسلام بول رہی ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مطہر پر جلوہ افروز ہوئی اور پاک کلام کی صورت میں آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوئی ۔یہ وہ آواز ہے جس نے ہمیں غلبہ اسلام کی قوت کے سرچشمہ کی راہ دکھائی اور ہماری تشنہ روحوں کو سیراب کیا، جس نے اس ازلی وابدی صداقت سے ہمیں روشناس کرایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ اور قوت ،شوکت اور سطوت کا راز آپ کی قوت قدسیہ میں نہاں تھا ۔جو مقبول دعاؤں کی صورت میں ایک گھٹا بن کر اٹھی اور مخالف کی ہر اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا جو صحرائے عرب میں بھڑکائی گئی تھی اور خشک وتر اور بحر و بر کو

سیراب کیا اور ایک ایسا آب حیات برسایا جس نے صحراؤں کو سبزہ زاروں میں اور ویرانوں کو چمنستانوں میں تبدیل کر دیا اور مردہ زمینوں کو زندہ کر دیا۔

پس ایک طرف یہ ہے کہ روح حق اور روح اسلام کی آواز اور دوسری طرف مودودیت کی روح ہے جو مودودی صاحب کے الفاظ میں بول رہی ہے اور ظلم وستم کے عجیب گل کھلا رہی ہے۔ اسلامی تعلیم کے مطالعہ کے بعد ان کی عمر بھر کی عرق ریزی کا نچوڑ یہ ہے جو وہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں "جب وعظ وتلقین کی ناکامی کے بعد............"انا للّٰہ و انا الیہ راجعون! کیا یہ مزاج شناس نبوت کی آواز ہے جو ہم سن رہے ہیں۔ نہیں! نہیں! مزاج شناس نبوت نہ کہو یہ تو معاندین اسلام کے مزاج سے ہم آہنگ آواز ہے، یہ تو وہی آواز ہے جو میجر آسبرن کے خون میں آتش غضب بن کر دوڑا کرتی تھی، یہ تو وہی نجس آتش سیال ہے جس نے ہزار ہا معاندین اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آتش حسد میں بریاں رکھا۔ میرے وجود پر تو اس تحریر کو پڑھ کر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ تن بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے، الفاظ نہیں یہ تو بے رحم پتھر ہیں، کلام نہیں یہ تو سفاک اور تیز دھار نشتر ہیں جو ہر عاشق رسولؐ کے دل پر چلتے ہیں۔ یہ وہ نشتر ہیں جن کے زخم گہرے اور پر درد اور سخت اذیت ناک ہیں۔ کیا یہ مزاج شناس نبوت کی آواز ہے جو ہم سن رہے ہیں۔ نہیں! نہیں! یہ تو آسبرن اور پادری عمادالدین کی باتیں ہیں جو مسلمانوں کے دل کو خون کرنے والی ہیں۔ خدا کے لئے اسے روح اسلام نہ کہو اسے روح مودودیت کہو۔ تف ہے ان پر جو اس آواز کو روح اسلام کہتے ہیں۔ کہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عارفانہ تصور غلبہ اسلام اور تصور جہاد اور کہاں یہ بھیس بدلی ہوئی لاکھ پردوں میں لپٹی ہوئی باتیں جو ان پردوں میں رہ کر بھی اپنے زہر کو چھپا نہیں سکتیں، ان کا نشتر ان پردوں کو چاک کر کے پھر بھی ہمارے دلوں پر حملہ کر رہا ہے۔

پس یہ وہ باتیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر سب سے زیادہ بھیانک الزامات ہیں۔ ہم کیسے تسلیم کریں اس تصور جہاد کو۔ یہ تو مٹنے اور رد کئے جانے کے لائق تصور ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک لحظہ کے لئے بھی اس تصور کو منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس کو کسی صورت میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ پس ان علماء کے حالات کو دیکھیں دل پر ایک عجیب سی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اسلام کے نام پر مگر اس کی روح سے یکسر غافل یہ لوگ خدا کے مقدس وجودوں پر ظالمانہ حملے کرنے والے وقت وقت کی آوازیں بدلتے رہتے ہیں اور کوئی خوف نہیں کھاتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ ہماری زبان کیا ہے اور ہمارا عمل کیا ہے۔"

(خطبات طاہر جلد 4 صفحہ 145-147)

مسلمانوں کے قتل مرتد کے عقیدہ سے اسلام کی بدنامی ہو رہی ہے

چنانچہ دیکھئے قتل مرتد کے عقیدے کے نتیجے میں کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے؟ بالکل برعکس نتیجہ، ان مقاصد کے برعکس پیدا ہوتا ہے جن مقاصد کے نام پر قتل مرتد کا عقیدہ جاری کیا گیا یعنی اس لئے کہا گیا قتل مرتد جائز ہے کہ حق کی حفاظت

کی جائے اور جھوٹ کو اور باطل کو اپنی سوسائٹی سے باہر نکال کے پھینک دیا جائے ۔ یہ دعویٰ ہے، اگر یہ دعویٰ سچا ہے تو قتل مرتد کے عقیدے پر عمل کر کے دیکھئے کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے ۔ ظاہر بات ہے بالکل معمولی سی عقل بھی رکھتا ہوا انسان تو اسے یہ بات سمجھ آجائے گی کہ جس سوسائٹی میں قتل مرتد کا عقیدہ رائج کر دیا جائے وہاں جو لوگ صادق القول ہیں اور جو اپنے ظاہر و باطن میں ایک ہیں ان میں کوئی نفاق نہیں ہے اور وہ سچائی کی خاطر ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں ۔ ایسے وہ لوگ جو انسانیت کا خلاصہ ہیں، یہ سارے قتل کر دیئے جائیں گے کیونکہ ایک بھی ان میں سے پیچھے نہیں ہٹے گا ۔ وہ کہے گا کہ سچ کے نام پر میں سچ کا انکار کیسے کر سکتا ہوں کیونکہ میرا دل کہتا ہے کہ یہ بات درست ہے اس لئے تم بیشک اسے باطل سمجھو میں جب تک درست سمجھتا رہوں گا اس وقت تک میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ میں اسے جھوٹ کہہ دوں ۔ یہی وہ جواب تھا حضرت شعیبؑ کا اَوَلَوْ کُنَّا کٰرِھِیْنَ احمقو! دعویٰ وہ کر بیٹھے ہو، جس پر عمل کروا نہیں سکتے ۔ ہمارے دل ہی نہیں مان رہے تو کیسے تلوار سے دل منوا لو گے ۔

پس تمام وہ لوگ جو سچے ہیں اپنے قول اور فعل میں اور ان کے کردار میں کوئی تضاد نہیں وہ اصول کے رسیا ہیں اور اصولوں پر قائم رہنا جانتے ہیں ۔ ایسی سوسائٹی میں ان کا قتل عام ہو جائے گا اور ایک بھی نہیں بچے گا اور وہ جو جھوٹے ہیں، بد کردار ہیں، جو منافق بننا پسند کرتے ہیں اپنے لئے اور اصولوں کی کوئی قیمت نہیں سمجھتے وہ سارے کے سارے قتل مرتد کے نتیجے میں اس سوسائٹی میں لوٹ جائیں گے جس کی طرف انہیں بلایا جا رہا ہے ۔ اعلان یہ ہو رہا تھا کہ حق کی حفاظت کی خاطر باطل کو مٹانے کے لئے ہم نے یہ فعل کیا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حق کو مٹا دیا اور باطل کو سینے سے لگا لیا اور منافقت کی پرورش کی ۔ (خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 399-400)

❁ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے وہ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہیں چھوڑے گی اور جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں بار بار کہتا ہوں بڑی شدت اور قوت کے ساتھ کہ لازماً ہم جیتیں گے، کیوں کہتا ہوں اس لئے کہ اب یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر رہے ہیں اور قرآن پر حملہ کر رہے ہیں ۔ جس تعلیم سے ہمیں روکتے ہیں وہ قرآن کی تعلیم ہے، جس سنت سے ہمیں باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ وہ دو ایسی چیزیں ہیں جن کی خدا سب سے زیادہ غیرت رکھتا ہے ۔ ناممکن ہے کہ قرآن پر حملہ کرنے دے ان کو اور چھوڑ دے خالی اور سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے دے اور باز پرس نہ فرمائے اس لئے ان کا معاملہ تو اب براہ راست خدا سے ٹکر کا معاملہ بن چکا ہے ۔ جہالت کی حد ہے کہ قرآنی تعلیم پر عمل کرو گے تو ہمیں غصہ آئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرو گے تو ہمیں اتنی تکلیف ہو گی کہ جب تک تمہیں مار نہ لیں قتل نہ کر لیں، تمہیں انسانی حقوق سے محروم نہ کر لیں، ہمارا سینہ ٹھنڈا نہیں ہو گا یہ شکل بن چکی ہے ۔

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 423)

اسلامی سربراہان مملکت کے اپنے عملوں سے اسلام کی عزت اور وقار مجروح ہو رہے ہیں

"پس میں جماعت احمدیہ کے سربراہ کے طور پر اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو خواہ وہ ہمیں بھائی سمجھیں یا نہ سمجھیں، یہ پرزور اور عاجزانہ نصیحت کرتا ہوں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شدید خطرات درپیش ہیں۔ تمام عالم اسلام کی دشمن طاقتیں آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی دخل اندازی کے بہانے ڈھونڈتی ہیں اور ایک لمبا عرصہ ہوا کہ آپ ان کے ہاتھ میں نہایت ہی بے کس اور بے بس مہروں کی طرح کھیل رہے ہیں اور ایک دوسرے کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس لئے تقویٰ کو پکڑیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جو آج دنیا میں ذلت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے اور تمسخر کا سلوک ان کے ساتھ کیا جا رہا ہے، تمام دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں بڑی حقارت سے عالم اسلام کو دیکھتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہ ہمارے ہاتھوں میں اسی طرح ہیں جس طرح بلی کے ہاتھوں میں چوہا ہوا کرتا ہے اور جس طرح چاہیں ہم ان سے کھیلیں اور جب چاہیں سوراخ میں داخل ہونے سے پہلے پہلے اس کو دبوچ لیں۔ یہ وہ معاملہ ہے جو انتہائی تذلیل کا معاملہ ہے۔ نہایت ہی شرمناک معاملہ ہے اور عالم اسلام پر داغ لگتا چلا جا رہا ہے۔ اسلام کی عزت اور وقار مجروح ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے خدا کا خوف کریں اور اسلام کی تعلیم کی طرف واپس لوٹیں اس کے سوا اور کوئی پناہ نہیں ہے۔" (خطبات طاہر جلد 9 صفحہ 448)

مخالفین اسلام نے سب سے زیادہ مخالفت حضرت محمدؐ کی کی ہے

اگر آپ آفاقی نظر سے مطالعہ کر کے دیکھیں تو دنیا کے کسی نبی کو دنیا کے باقی مذاہب نے اتنی گالیاں نہیں دیں جتنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں۔ ساری عیسائی تاریخ، ساری یہودی تاریخ، ساری ہندو تاریخ اور دیگر مذاہب کی تاریخ اس بات سے بھری ہوئی ہے۔ آخر ہندوؤں کے یہودیوں سے بھی تو اختلاف ہیں عیسائیوں سے بھی تو اختلاف ہیں دوسرے، دیگر مذاہب سے بھی اختلاف ہیں، مگر مجھے کوئی ایک ہندو کتاب اٹھا کر دکھایئے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہوں۔ جو بدبخت اٹھتا ہے ان میں سے لکھنے والا یعنی مذہب کے معاملے میں لکھنے والا وہ دنیا کی سب سے مقدس ذات، سب سے زیادہ ہمدرد ذات کو اپنے ظلم اور اپنے دل کے تعفن کا نشانہ بناتا ہے۔ ایسی ایسی ظالمانہ کتابیں ہیں کہ خون کھولنے لگتا ہے انسان چند صفحے مطالعہ نہیں کر سکتا۔ پھر آپ عیسائی دنیا کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے وہ یہود جن سے سب سے زیادہ ضرر ان کو پہنچا آغاز عیسائیت پہ، وہ یہود جو مسیح کی صلیب کا موجب بنے ان کی سب تکلیفوں کو کلیۃً بھلایا جا چکا ہے۔ گزشتہ سینکڑوں سال سے جو عیسائی مصنف اٹھتا ہے وہ اسلام کو اپنے مظالم کا نشانہ بناتا ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو خصوصیت کے ساتھ اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ یہودی کتب اٹھا کر دیکھ لیجئے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا ایک فوری مقابلہ تھا اس وقت جو بعد میں پھیلتا چلا گیا اور وہ مقابلہ جس کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے ساتھ ہوا تھا وہ آج تک اسی طرح جاری رہنا چاہئے مگر عیسائی اور یہودی

Polarization یہ مد مقابل جو مورچہ بندی ہے یہ آپ کو وہاں دکھائی نہیں دیتی لیکن یہودیوں کا رُخ بھی اسلام کی طرف اور خصوصیت سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں قرآن کریم کی تعلیم سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں کہ اس سے زیادہ بنی نوع انسان کا ہمدرد وجود نہ پیدا ہوا نہ ہوسکتا ہے عقلاً۔ ممکن نہیں کہ کوئی انسان ان حدوں سے تجاوز کرجائے جو نیکی اور رحمت کی حدیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوئی تھیں۔ پھر یہ تضاد کیوں ہے؟ کیوں ایک ایسے انسان کی دشمنی کی جاتی ہے۔ اس کے مختلف محرکات بھی ہیں اور مختلف فلسفیانہ پس منظر بھی ہیں اور یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے۔" (خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 647-648)

اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں

"یہ وہ امن ہے جو ہر مسلم کی طرف سے بطور ایک ضمانت کے تمام بنی نوع انسان کو مہیا کیا جاتا ہے۔ اب اس تعریف کی رو سے جو سو فیصدی حقیقی اور مبنی بر قرآن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس کی قوی تائید کرتے ہیں، کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان کا تصور Terrorist کے طور پر دنیا میں اُبھرے اور وہ لوگ جو خود دنیا کے امن لوٹتے پھرتے ہیں وہ بار بار دنیا میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے بنی نوع انسان کے امن کو سخت خطرہ لاحق ہے، سخت فتنوں کے ڈر پیدا ہوگئے ہیں۔ چنانچہ کل ہی خبروں میں انگلستان کی وزیر اعظم مسز تھیچر کا ایک بیان سنا اور اس پر میرا ذہن اس مضمون کی طرف منتقل ہوا اور میں نے چاہا کہ جماعت احمدیہ کو خوب اچھی طرح کھول کر تقویٰ اور پھر تقویٰ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اسلام سے متعلق آگاہ کروں اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف ان کو متوجہ کروں۔ کتنا ظلم ہے کہ وہ مذہب جس کے نام میں اس مذہب کی اعلیٰ ترین صفات کا خلاصہ داخل کردیا گیا ہو، وہ مذہب جو خدا تعالیٰ سے تعلق کے انتہائی مقامات تک اپنے نام میں ہی اشارے کررہا ہو اور پھر بنی نوع انسان سے تعلقات میں اپنے نام ہی کے اندر انتہائی اعلیٰ درجے کی تعلیم دے رہا ہو، جس کا خلاصہ یہ ہو کہ مسلم وہ ہے جس سے کائنات میں کسی کو کوئی خطرہ نہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر نگاہ ڈال کر دیکھیں آپ کو جب رحمۃ للعالمین کہا گیا تو صرف بنی نوع انسان کے لئے آپ رحمت نہیں تھے بلکہ جانوروں کے لئے بھی رحمت تھے اور بے جان چیزوں کے لئے بھی رحمت تھے۔

حقیقی مسلمان Terrorist نہیں ہوسکتا

اس مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کا یہاں موقع نہیں لیکن میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ اس پہلو سے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرکے دیکھیں تو صحیح معنوں میں آپ کو اسلام بمعنی امن کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔ کوئی دنیا میں ایسا وجود نہیں، کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مسلمان سے کسی درجے کا خوف رکھتی ہو۔ آپ نے

رستوں کو بھی امن عطا کیا یعنی اسلام کی ایسی تشریحات کیں اور اپنی زندگی میں اسلام کو ایسے حسین اسوہ میں ڈھال کر دکھایا کہ بے جان چیز ہو یا جاندار ہو، ہر چیز کو جو خدا نے پیدا کی ہے مسلمان سے امن نصیب ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ یہ تشریح آپؐ نے اپنی عملی زندگی میں ہمیں کر کے دکھائی۔ یہاں تک بتایا کہ پانی کے بھی حقوق ہیں، رزق کے بھی حقوق ہیں، جانوروں کے بھی حقوق ہیں، رستوں کے بھی حقوق ہیں اور کوئی باریک سے باریک ایسی چیز بیان سے باہر نہیں رکھی جس میں خدا کی کسی تخلیق کے حقوق ہوں اور آپؐ نے ہمیں اس سے متعلق متوجہ نہ فرمایا ہو، پس ہر چیز جس وجود سے امن میں آجائے وہی وہ وجود ہے جو یہ کہہ سکتا ہے۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں کامل طور پر خدا کا ہو گیا۔ گویا جو سب کچھ خدا کا ہے میں کامل طور پر اس کا پیام امن بن گیا۔ اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ نہیں کہا بلکہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فرمایا۔ مطلب یہ تھا کہ میں اسلام کے باریک ترین تقاضوں کا عرفان رکھتے ہوئے تیرا ہو رہا ہوں۔ جن کا تو رب ہے۔ مجھے بھی اسلام کے بعد ان کی ربوبیت میں حصہ لینا ہوگا اور ان کے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔ اسلئے جب میں کہتا ہوں کہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو پوری ذمہ داری کے ساتھ اس کے باریک تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہہ رہا ہوں۔ یہ مضمون ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواب میں ملتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اس مضمون پر شاہد ناطق تھی۔

پس اسلام کی طرف منسوب ہونیوالا اگر Terrorist کہلانے لگے اور دنیا کی حکومتوں کے وزراء ان کے متعلق یہ بیان دیں، جیسا کہ مسز تھیچر کے بیان کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے کہ عالم اسلام سے ہمیں سخت خطرات درپیش ہیں اور دنیا کے امن کو تباہ کرنے کے احتمالات پیدا ہو رہے ہیں تو کتنی ظلم کی بات ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ظلم مسز تھیچر نے کیا، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بھی ازراہِ ظلم یہ بات کی ہو لیکن ان لوگوں نے ضرور یہ ظلم کیا ہے جنہوں نے مسلمان کہلاتے ہوئے ایسے نمونے پیش کئے اور ایسی دھمکیاں بنی نوع انسان کو دیں جن کے نتیجے میں اسلام کی ایک بالکل غلط تصویر دنیا میں ابھری ہے۔

جماعت احمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مضمون کو سمجھے اور ہر احمدی ان معنوں میں مسلمان بنے جن معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو قبول فرمایا اور اپنے اسوہ حسنہ میں جاری فرمایا اور جن معنوں میں ہر دوسرا شخص بلکہ کائنات کی ہر چیز اگر کسی ایک وجود سے امن محسوس کرتی تھی تو وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی مسلمان ہو اور بھیانک ہو۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی مسلمان ہو اور اس کے پاس بیٹھنے سے لرزہ محسوس ہوتا ہو اور انسان اس کے قرب سے، اس کی باتوں سے خوف کھائے، اس کی زبان سے خوف کھائے، اس کے پاس نہ اپنی عزت محفوظ ہو، نہ اپنی جان محفوظ ہو، نہ اپنا مال محفوظ ہو۔ پس وہ ملاں جو دنیا میں Terror پھیلاتے ہیں۔ جن کی زبان سے مغلظات نکلتی ہیں، لوگوں کے دلوں کے امن لوٹتے ہیں، جو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اسلام کے نام پر

گھروں کو جلاؤ اور اموال کو لوٹو اور عزتوں کو برباد کرو۔ وہ شخص جو اسلام کے معنی سمجھتا ہو اس کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، یہ معلوم کرنے کے لئے یہ کس قسم کے اسلام کا علمبردار ہے۔ لیکن احمدی کے لئے دوہری ذمہ داریاں ہیں اور دوہری مشکلات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم ان دکھوں کے لئے آج منتخب کئے گئے ہیں جو دکھ سچے مسلمانوں کا ہمیشہ مقدر بنے رہے ہیں یعنی ظالم ان کے دلوں پر، ان کے ایمان پر، ان کے دعاوی پر حملے کرتا ہے اور ان کی عزتوں کو لوٹتا ہے اور ان کے دلوں کے امن کو برباد کرتا ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر ہمارے لئے ایک مشکل ذمہ داری جو ہم نے ادا کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان سے اسلام کی غلط تصویر کو مٹانا ہے یعنی ان کے دل سے اسلام کی غلط تصویر کو مٹانا ہے اور سچے اسلام کی تصویر ان کے دلوں پر جمانی ہے۔

یہ کام دو طریق پر کیا جا سکتا ہے۔ ایک ہے نظریاتی طور پر اور دلائل کے طور پر۔ چنانچہ دنیا میں جہاں کہیں بھی میں جاتا ہوں یا جہاں کہیں بھی احمدی غیر مسلموں سے اسلام کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں تو یہ مسئلہ ہمیشہ درپیش ہوتا ہے کہ اسلام ہے کیا؟ اسلام ہلاکت کا نام ہے، خوف پھیلانے کا نام ہے، ظلم و ستم کا نام ہے، جبر و تشدد کا نام ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ تو زبان سے، دلائل سے، پوری طرح سمجھا کر، میں بھی اور دوسرے سب احمدی بھی جو ایسے غیروں سے گفتگو کرتے ہیں جن کے اوپر اسلام کے غلط تاثرات ہیں، پوری طرح کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا صحیح تصور ان کے دل پر نقش ہو جائے۔ رات ہی یہاں کے Nunspeet کے ایک ریڈیو سٹیشن پر مجھے مدعو کیا گیا تھا۔ وہ دوست جو اس شعبے کے انچارج ہیں بہت ہی خلیق اور مہربان انسان ہیں اور جماعت کو موقع دیتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو ان کے ریڈیو کے ذریعے بیان کریں تاکہ علاقے کے لوگ معلوم کریں کہ ہم کون لوگ ہیں۔ وہاں اس قسم کے سوال بھی اٹھے۔ چنانچہ جہاں تک مقدور تھا میں نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اسلام کا Terrorism سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن یہ کافی نہیں۔ اگر ہم سچے مسلمان بنتے ہیں یعنی خدا کے سپرد ہونے کے بعد اس سے امن حاصل کرتے ہیں تو پھر خود سچے امن کے پیمبر بن جاتے ہیں تو گردوپیش ہمارے اعمال سے اسلام کی ایک تصویر کو دیکھے گا جو تصویر دل موہ لینے والی تصویر ہے اور یہ تصویر اس وقت حسین اور دلکش ہو گی جب دل میں تقویٰ موجود ہوگا۔ ظاہری طور پر آپ کے نمازیں پڑھنے سے، ظاہری طور پر بعض بداعمالیوں سے بچنے سے اسلام تو دکھائی دے گا لیکن اس اسلام میں نور نظر نہیں آئے گا، جب تک اس اسلام کا گہرے تقویٰ سے تعلق نہ ہو۔ تقویٰ درحقیقت خدا کی محبت کا نام ہے اور اس خوف کا نام ہے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ کہیں کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے کہ وہ نظر پھیر لے۔"

(خطبات طاہر جلد 9 صفحہ 320-323)

احمدیت پر گستاخ رسولؐ ہونے کے الزام کا جواب

"اس الزام کا جو جماعت احمدیہ کے متعلق ہے کہ نعوذباللہ من ذلک جماعت احمدیہ گستاخ رسولؐ ہے اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید گستاخی کرتی ہے۔حیرت کی بات ہے کہ وہ جماعت جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا بیٹھی ہے، وہ جماعت جو تنہا سارے عالم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور شرف کی خاطر ایک عظیم جہاد میں مصروف ہے، وہ جماعت جس نے گزشتہ ایک سو سال سے تمام دنیا میں اسلام کا سر بلند کرنے کے لئے اپنی جانیں، اپنی عزتیں، اپنے اموال، اپنی اولادیں سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر رکھے ہیں، وہ جماعت جس کے متعلق دشمن بھی اپنے عناد کے باوجود یہ ضرور تسلیم کر لیتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اسلام کی تائید میں، اسلام کی محبت میں خدمتِ دین کرنے والی اور کوئی جماعت سارے عالم میں نظر نہیں آتی۔

وہ جماعت جس کے سربراہ کے متعلق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے یہ لکھا کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر اس سے بڑھ کر کوئی مجاہد کبھی پیدا ہوا ہو جس نے اپنی زبان سے، اپنے افعال سے، اپنی مالی قربانی سے، اپنی جانی قربانی سے، دلائل اور براہین سے، اسلام کی ایسی خدمت کی ہو تو کوئی بتائے تو سہی وہ کون تھا؟ مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ ان کی نظر میں ایسا کوئی شخص نہیں جو حضرت مرزا صاحب کے مقابل پر ایسی شان سے اسلام کے حق میں جہاد کر رہا ہو اور پھر وہ مزید تاکیداً لکھتے ہیں کہ کوئی اسے ایشیائی مبالغہ نہ سمجھے، تاریخ عالم پر نگاہ ڈالو اور بتاؤ کون ہے وہ مردِ میدان جو مرزا صاحب کے مقابل پر جہادِ اسلام میں آپ کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہو؟ الفاظ تو یہ میرے ہیں لیکن ان کے الفاظ جو تحریر میں ایک خاص شوکت رکھتے ہیں مجھے زبانی تو یاد نہیں لیکن وہ ہر بار پڑھنے سے ایک عجیب لذت محسوس ہوتی ہے کہ وہ جو عقائد میں آپ سے مختلف تھے، جن کا آپ سے ایک عالمانہ دوستی کا تعلق تو تھا لیکن وہ عقائد جو جماعت احمدیہ کے عقائد ہیں ان سے ان کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔لیکن خدا تعالیٰ نے جب حق نکلوایا زبان سے تو حق نکلا اور بڑے زور سے نکلا۔" (خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 724-725)

جماعت احمدیہ سنت رسولؐ کے معدوم حصوں کو زندہ کرنے والی ہے

"جماعت احمدیہ بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے معدوم حصّوں کو زندہ کرنے والی جماعت ہے۔ایسی سُنّت کو اپنے کردار میں از سرِ نو زندہ کرنے کا عزم لے کر اُٹھی ہے جس سُنّت کے حسین پہلوؤں کو بالعموم مسلمانوں نے بُھلا رکھا ہے۔" (خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 18)

مغربی طاقتوں کے اسلام پر حملہ کے دفاع کا تمام بوجھ جماعت کے سر ہے

" کسی پہلو سے بھی آپ عالم اسلام پر نگاہ ڈالیں، تسلی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی اور غیر طاقتیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بڑے بڑے عزم اور بڑے گہرے اور دیرپا منصوبوں کے ساتھ دوبارہ ساری دنیا پر بھی حملہ آور ہیں اور خصوصیت سے اسلام پر حملہ آور ہیں۔اس صورتحال میں جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کے دفاع کا تمام تر بوجھ اپنے اوپر اٹھائے اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے جماعت احمدیہ کو پیدا کیا گیا ہے۔جب میں مخالفانہ طاقتوں، ان کے منصوبوں اور ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لیتا ہوں تو میں حیران رہ جاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے کس کو کس

کے مقابل پر ٹکرا دیا ہے، اتنی عظیم طاقتیں ہیں ۔صرف دولت کے اعتبار سے ہی دیکھیں تو کروڑوں گنا زیادہ طاقتور قومیں ہیں، مقابل پر جماعت احمدیہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں ۔ اگر عددی اعتبار سے دیکھیں تو یہی صورت حال ہے، اگر سیاسی اثر ونفوذ کے لحاظ سے دیکھیں تو یہی صورت حال ہے ۔کوئی ایسا پہلو جو مقابلوں میں کام آیا کرتا ہے ایسا نہیں جو جماعت احمدیہ کو ان کے اوپر فوقیت دیتا ہو پھر خدا تعالیٰ نے ہمیں اس غیر متوازن جنگ میں کیوں الجھا دیا اور کیوں ہم سے یہ توقع کی گئی کہ ہم اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر بالآخر غالب کر کے دکھائیں گے؟"

(خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 824)

عالم اسلام کو صرف جماعت کی دعاؤں سے بچایا جاسکتا ہے

پس ایک جماعت ہے اور صرف ایک جماعت ہے جو مسیح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہے۔ جس کے متعلق خدا نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ اگر عالم اسلام کو بچایا گیا تو اس جماعت کی دعاؤں سے بچایا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں پناہ لیں، آپ کی تعلیم میں پناہ لیں، آپ کے کردار میں پناہ لیں ۔ آپ کی سنت میں پناہ لیں اور پھر دعائیں کریں ۔

اسلام اور رسول کریمؐ مخالف اعتراضات کا جواب تیار کرنے کی جماعت کو ہدایت

"میں آپ کو اس نیک پروگرام کی طرف بلاتے ہوئے دوبارہ اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ آپ اسلام کا زندگی بخش پیغام لے کر دنیا میں نکلنے والے ہیں، آپ اسلام کی مئے عرفان بانٹنے والے ہیں، آپ مردہ دلوں کو ایک حیات نو بخشنے والے ہیں ۔آپ مردہ زمینوں کو دوبارہ زندہ کرنے والے ہیں ۔اس لئے کہ آپ وہ بادل ہیں جو آج دنیا میں مردہ زمینوں کو زندہ کرنے کے لئے خدا کی پاک ہواؤں نے چلائے ہیں ۔بادلوں کی طرح رحمت بن کر دنیا پہ برستے رہیں اور اس رحمت کا اس سے بہتر کوئی تعارف نہیں ہو سکتا کہ قرآن ایک ہاتھ میں ہو اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت آپ کی جان، آپ کی زندگی، آپ کے وجود کے انگ انگ میں گھلی ہوئی ہو اور اس طرح عمل صالح کے ساتھ اپنے نیک پیغام کو اور نیک کلام کو رفعتیں عطا کرتے رہیں ۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ۔آمین ۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

سیرت کے مضمون کے سلسلہ میں ایک بات کہنی بھول گیا تھا، اب مجھے یاد آئی کہ ہم نے مغربی مفکرین کے اعتراضات مرتب کر لئے ہیں ۔یہ کام جاری ہے اور بھی ہوتے رہیں گے اور خیال یہ ہے کہ ان سیرت کے جلسوں میں جہاں تک مغربی دنیا کا تعلق ہے ان اعتراضات کو بھی پیش نظر رکھ کر ان کے اچھے جواب تیار ہونے چاہئیں اور ہر ملک میں الگ الگ کوشش ہوتی رہے، مثلاً فرانس کی جماعت خصوصاً فرانس کے مستشرقین کے گندے اعتراضات کو پیش نظر رکھ کر وہاں ان کے جواب دے، سیرت کے جلسوں میں اور انگلستان کی جماعت انگریز مستشرقین کے سوالات کو یا اعتراضات کو پیش نظر رکھے خصوصیت کے ساتھ، اسی طرح جرمن ہیں، ڈچ ہیں، امریکن ہیں، جتنے مستشرقین ہیں،

کہیں انہوں نے کھلی کھلی خباثت کا اظہار کیا ہے، کہیں دبی دبی خباثت کا اظہار کیا ہے، کبھی کبھی میٹھے میں کڑوا ہٹ لپیٹ کر پیش کی ہوئی ہے، تو جہاں تک ہمارے پاس یہ اعتراض مرتب ہو چکے ہیں ان کو چھپوا کے یا فوٹو سٹیٹ نکلوا کر بڑی بڑی جماعتوں میں تقسیم کرا دیئے جائیں گے تا کہ مختلف اہل علم کے سپرد کر کے سال بھر کے پروگرام میں ضروری نہیں کہ اکٹھا ایک ہی دفعہ ہو مختلف جتنے بھی جلسے ہوں گے ان میں کوئی نہ کوئی اعتراض لے کر ان کا مؤثر جواب ہو اور جو جواب تیار کیا جائے وہ پہلے ایک مرکزی کمیٹی کو دکھا لیا جائے جو مبلغ یا مربی کے زیر نگرانی ہوگی یا امیر جماعت کی زیر نگرانی ہوگی اور وہ اپنے دوسرے ماہرین کی کمیٹی میں ان کو دیکھیں اور اس میں مزید اصلاح کریں، خامیوں کو دور کریں اور پھر وہ تقریر یا پڑھی جائے یا زبانی کی جائے جیسی بھی صورت ہو اور باقی جگہ دنیا میں اگر کوئی ایسے اعتراض یا غلط فہمیاں ہیں، حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق جو زیادہ تر مقامی حالات سے تعلق رکھتی ہیں تو ان کا ذکر ضروری ہے اور ان کا مؤثر جواب ضروری ہے ۔" (خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 549-550)

ہندوستان میں توہین رسالت پر لکھی گی کتب پر تبصرہ اور رد عمل

"ہندوستان میں جن سالوں میں خاص طور پر مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی ہے اُن میں سے 1927ء کا سال خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ یہ وہ سال ہے جس میں بدنام اور نہایت ہی رسوائے عالم کتاب ''رنگیلا رسول'' لکھی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات پر اس قدر خوفناک اور کریہہ حملے کئے گئے کہ اُن کے تصور سے بھی مسلمان کا خون کھولنے لگتا ہے اور ابھی یہ صدمہ کم نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے مصنف راجپال کے خلاف ایک مہم جاری تھی کہ ایک اور آریہ رسالہ ''ورتمان'' میں ایک ہندو عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک ایسا ناپاک مضمون لکھا کہ کوئی شریف النفس انسان اس کو پڑھ بھی نہیں سکتا ۔ مسلمان تو مسلمان کوئی دوسرا بھی اس کو پڑھے تو حیران ہو کہ یہ کیسی سیاہ کار عورت ہے جس کے قلم سے ایسے حیا سوز کلمات ایک مذہب کے بانی کے متعلق نکل رہے ہیں ۔ ایک عام مذہب کے بانی کے متعلق بھی کوئی شریف انسان اس قسم کے کلمات نہیں کہہ سکتا مگر سید ولد آدمؐ کے متعلق جو سب پاکوں سے بڑھ کر پاک تھے، جو سب سیّدوں سے بڑھ کر سیّد تھے، سب سرداروں سے بڑھ کر سردار تھے، جن کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا اور جو نہ صرف خود پاک بلکہ دوسروں کو پاک بنانے والے تھے، جو زکی ہی نہیں بلکہ مُزکی بھی تھے، جن کی برکت اور فیض سے انبیاء پاک بنائے گئے، ان کے متعلق ایسے ناپاک حملے تھے کہ قلم میں یارا نہیں کہ ان حملوں کا ذکر بھی کر سکے ۔ ایسے موقع پر ان مخالفانہ حملوں کے خلاف جو تحریک اٹھی اور مسلمانوں کو اس سلسلہ میں جو عظیم الشان جدوجہد کرنا پڑی ۔ سوال یہ ہے کہ اس کا سہرا کانگریسی علماء کے سر تھا یا مودودی علماء کے سر تھا یا جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ اس نے اِس عظیم جدوجہد میں نہ صرف غیر معمولی طور پر حصہ لیا بلکہ اس کی سیادت کی توفیق پائی ۔

مضمون چونکہ لمبا ہونے کا خطرہ تھا اس لئے میں نے مختصراً ہندوستان کے ایک مسلمان اخبار کا ایک اقتباس آپ کے سامنے پیش کرنے کے لئے چنا ہے اور اسی طرح میں آپ کے سامنے دو ہندو اخبارات کے اقتباسات بھی رکھتا

ہوں ۔ان سے یہ بات خوب کھل جائے گی کہ عالم اسلام کے ان دردناک لمحات میں سب سے زیادہ درد کس جماعت کو تھا اور کس کے رہنما نے غیر معمولی شدت کے ساتھ جوابی حملے کئے ۔اخبار "مشرق" گورکھپور اپنی اشاعت 23/ ستمبر 1927ء میں لکھتا ہے ۔"جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں"

دور حاضر کے قدر ناشناس اگر ان کو بھول جائیں تو یہ ان کی مرضی ہے لیکن اخبار "مشرق" گورکھپور لکھتا ہے کہ مسلمانوں پر تو بہر حال احسان ہے جو دائرہ مسلمانی سے نکلنا چاہتا ہے اس کی مرضی ہے کہ وہ نکل جائے لیکن قیامت تک ان احسانات کا ذکر مسلمانوں پر احسانات کے طور پر چلتا رہے گا ۔

اخبار رنگور لکھتا ہے :۔

" آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا ۔آپ ہی کی جماعت نے "رنگیلا رسول" کے معاملہ کو آگے بڑھایا، سرفروشی کی اور جیل خانے جانے سے خوف نہیں کھایا۔آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر کو انصاف اور عدل کی طرف مائل کیا۔آپ کا پمفلٹ ضبط کر لیا گیا مگر اس کے اثرات کو زائل نہیں ہونے دیا اور لکھ دیا کہ اس پوسٹر کی ضبطی محض اس لئے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے اور اس کا تدارک نہایت ہی عادلانہ فیصلے سے کر دیا اور اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں ۔

یہ آپ کے آزاد اخبارات کی کل کی باتیں ہیں،ان شرفاء کی جن کو انصاف کا کچھ پاس تھا جو تاریخ کو مسخ کرنے کے قائل نہیں تھے جو حق بات کو حق کہنے کی جرأت رکھا کرتے تھے وہ یہ کہہ رہے تھے ۔

اخبار رنگور مزید لکھتا ہے :

جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے ۔

یہ تو مسلمان اخبار لکھ رہے تھے ۔ہندو اخبارات کے نزدیک بھی اس دور میں سب سے زیادہ شدید جوابی حملہ کرنے والے احمدی ہی تھے ۔یعنی جن کے ساتھ مقابلہ تھا اب ان کی آواز سنئے اور وہ ہندو اس سے استفادہ کر کے وہی کام کر رہے تھے جو آج احرار کر رہے ہیں ۔اُس زمانہ میں ہندو،مسلمانوں کو احمدی مسلمانوں سے لڑانے کے لئے بھرپور کوشش کر رہے تھے اور ان کو بار بار یہ بتا رہے تھے کہ احمدی غیر مسلم ہیں ۔یعنی احرار کا کام اس وقت آریہ سماجیوں نے سنبھالا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کو کہہ رہے تھے ۔بے وقوفو!احمدی تو غیر مسلم ہیں ان کے پیچھے کیوں لگتے ہو ۔ان کے پیچھے لگ کر اپنے رسولؐ کی غیرت کیوں دکھا رہے ہو، یہ جانیں قربان کرتے ہیں تو انہیں مٹنے دو تمہارا (نعوذ بالله من ذالك) اس رسولؐ سے کیا تعلق جس کی خاطر احمدی سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں ۔چنانچہ اس اخبار کے الفاظ سنیں :

"مرزائیوں یا احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں اس قدر اختلاف رائے ہے کہ مرزائی مسلمانوں کو، مسلمان مرزائیوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان نے مولوی کفایت اللہ صدر جمعیت العلماء دہلی سے مرزائیوں کے متعلق فتویٰ طلب کیا تھا۔ آپ نے جو فتویٰ دیا وہ جمعیت علماء کے آرگن "الجمعیۃ" دہلی کے کالموں میں شائع ہوا۔ اس میں مولانا کفایت اللہ نے مرزائیوں کو کافر قرار دیتے ہوئے ان کے ساتھ زیادہ میل جول بڑھانے کو بُرا قرار دیا ہے۔"

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والے یہ لوگ مسلمانوں کو احمدیوں کے خلاف انگیخت کر رہے ہیں اور یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ہم تم تو بھائی بھائی ہیں اس لئے ان احمدیوں کے پیچھے پڑو جو حضرت محمدؐ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت رکھتے ہیں۔ ایک آواز آج اٹھ رہی ہے کہ ہم تم بھائی بھائی ہیں اور ایک آواز کل بھی اٹھی تھی کہ ہم تم بھائی بھائی ہیں۔ آج بعض نادان مسلمانوں کی طرف سے یہ آواز اٹھی ہے جبکہ پہلے آریہ، صاحب ہوش لوگوں کی طرف سے یہ آواز اٹھی تھی اور فتنہ پھیلانے کے لئے استعمال کی گئی تھی۔ اخبار لکھتا ہے کہ یہ مولانا کفایت اللہ کا فتویٰ ہے جو ہم تمہیں بتا رہے ہیں اور جس کا تمہیں علم نہیں کہ احمدیوں سے میل جول بھی منع ہے۔

مگر مرزائیوں کی چالاکی، ہوشیاری اور خوش قسمتی ملاحظہ ہو، جو مسلمان ان کو کافر قرار دیتے ہیں ان کے ہی لیڈر مرزائی بنے ہوئے ہیں۔ اس وقت لاہور کے بدنام اخبار "مسلم آؤٹ لک" کے ایڈیٹر اور پرنٹر پبلشر کے قید ہونے پر تمام ہندوستان کے مسلمان ایک غیر معمولی مگر فرضی جوش کا اظہار کر رہے ہیں اور "مسلم آؤٹ لک" کی پیروی کے لئے بے قرار ہوئے پھرتے ہیں۔ اخبار "مسلم آؤٹ لک" کے متعلق ہمیں یہ معلوم کر کے از حد حیرت ہوئی ہے کہ اس کے ایڈیٹر مسٹر دلاور شاہ بخاری احمدی تھے۔ (جنہوں نے ورتمان کے مضمون پر جوابی حملہ کیا تھا) اور جب ہائیکورٹ کا نوٹس اُن کے نام آیا تو وہ مرزا قادیانی کے پاس گئے تاکہ اپنے ڈیفنس یا طرز عمل کے متعلق اس کی رائے لیں۔ مرزا نے انہیں مشورہ دیا کہ معافی مانگنے کی بجائے قید ہو جانا بہتر ہے۔ (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کی خاطر اگر تم قید ہوتے ہو تو کوئی پرواہ نہیں۔ چنانچہ واقعہ یہی ہوا اور انہیں قید با مشقت کی سزا دی گئی اور انہوں نے بڑی خوشی سے اُسے قبول کیا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کے پاس گئے اور انہوں نے یہ مشورہ دیا) غرضیکہ ہر پہلو سے یہ ایک احمدی تحریک ہے۔ (اخبار "گورو گھنٹال" لاہور ۱۱/جولائی ۱۹۲۷ء)

کہاں ہیں آج کے مؤرخ پاکستان جو ساری اسلامی تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کے درپے ہیں اور ان کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تاریخ پاکستان تو پہچانی نہیں جا رہی۔ وہ تحریک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت، محبت اور عشق میں اٹھی تھی اس میں جن لوگوں کے ساتھ مقابلہ تھا اور جن پر چوٹیں پڑ رہی تھیں وہ یہ کہہ رہے تھے "غرضیکہ ہر پہلو سے یہ ایک احمدی تحریک ہے۔"

اسی طرح "پرتاپ" اور دوسرے اخباروں نے بھی اس مضمون پر قلم اٹھائے اور کھلم کھلا یہ تسلیم کیا کہ اصل جوابی

حملہ جس سے ہمیں شدید خطرہ ہے اور ہمیں نقصان پہنچ رہا ہے وہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ہے۔"
(خطبات طاہر جلد 4 صفحہ 176-180)

لٹریچر کی تیاری اور تفہیم

"اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ساری دنیا میں ہم غیر اسلامی دنیا سے رابطہ پیدا کرنے کی جو سکیمیں بنا چکے ہیں، جو ارادے باندھ چکے ہیں، جو تیاریاں مکمل کر چکے ہیں ان سے یہاں بھی فائدہ اٹھانا چاہئے۔ انگلستان میں وسیع پیمانے پر ایسا لٹریچر شائع ہو چکا ہے جس کو تمام انگلستان کے مختلف حصوں میں نئے نئے لوگوں تک پہنچایا جائے گا تا کہ احمدیت میں اور اسلام میں دلچسپی کی نئی راہیں کھلیں۔ اس لٹریچر سے بہت حد تک یہاں بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے آئرش زبان اتنے وسیع پیمانے پر یہاں نہیں بولی جاتی جتنا انگریزی زبان بولی جاتی ہے۔ اگر چہ تلفظ میں فرق ہے لیکن بنیادی طور پر زبان وہی ہے اور تحریری زبان کے لحاظ سے قطعاً کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح یہ علاقہ جہاں ہم نے مشن قائم کیا ہے اگر چہ یہ آئرش زبان بولنے والا علاقہ کہلاتا ہے لیکن یہاں بھی ہر فرد کو ہر بڑے چھوٹے کو انگریزی پر پورا عبور حاصل ہے۔ صرف تلفظ میں فرق ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ سمجھنے میں دقت پیدا ہوتی ہے، تو ان لوگوں تک انگریزی لٹریچر کا پہنچانا یہ کوئی ایسا کام نہیں جس کے لئے آپ کو کوئی تیاری کرنی پڑے۔ یعنی لٹریچر شائع کرنے کی تیاری کرنی پڑے۔ لٹریچر کثرت سے موجود ہے، خصوصیت کے ساتھ صد سالہ جوبلی کے پروگرام کے تابع قرآن کریم کے چیدہ چیدہ اقتباسات انگریزی ترجمے کے ساتھ کثرت سے شائع کئے جارہے ہیں۔ احادیث نبویہ کے چیدہ چیدہ اقتباسات کثرت کے ساتھ جس طرح دوسری زبانوں میں شائع کئے جارہے ہیں، انگریزی زبان میں بھی شائع کئے جارہے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات اسی طرح انگریزی زبان میں بکثرت شائع کئے جارہے ہیں۔ ابھی دو تین دن کی بات ہے ایک دوست نے مجھے خط میں یہ مطلع کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات ہمیں پڑھ کر اپنے بعض دوسرے دوستوں کو سنا رہا تھا جو انگریزی دان تھے تو ایک شخص تو وجد میں جھومنے لگ گیا۔ اس نے کہا ایسا پاکیزہ، ایسا اعلیٰ، ایسا سچائی پر مبنی، سچائی میں گوندھا ہوا کلام ہے کہ سیدھا میرے دل میں اُترتا چلا جارہا ہے اور وہ کلام سوائے قرآن اور حدیث کے کسی اور چیز پر مبنی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ کلیۃً قرآن اور حدیث کے مضمون پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کی وہ تفاصیل دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے جس کی اس زمانے کو ضرورت ہے۔ پس وہ سب تیاریاں مکمل ہیں جن کی آپ کو ضرورت ہے۔ ایسا لٹریچر بھی موجود ہے جو غیر معمولی طور پر وسعت کے ساتھ نئے زمانوں کے مسائل کو حل کرنے والا ہے۔ بڑی بڑی علمی کتابیں انگریزی زبان میں موجود ہیں، تفاسیر موجود ہیں۔ اس لئے کام تو بہت کرنے والے ہیں اور کام کرنے کے لئے اوزار بھی مہیا ہیں، ہتھیار بھی دستیاب ہیں۔

صرف آپ لوگوں کو اپنی ہمت جوان کرنے کی ضرورت ہے، عزم بلند کرنے کی ضرورت ہے، نیک ارادے

باندھنے کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت دعاؤں کی مدد کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت عمدگی سے پوری ہو سکتی ہے۔
ایک چسکے کی بات ہے۔تبلیغ کے معاملے میں تو آغاز ہے جس میں انسان بہت دفعہ تردد محسوس کرتا ہے لیکن ایک دفعہ جب آغاز ہو جائے تو پھر تو ایسا چسکا پڑ جاتا ہے کہ تبلیغ کرنے والا پھر اس سے باز نہیں رہ سکتا۔ابھی تین دن ہوئے ہیں ایک احمدی خاتون انگلستان کی رہنے والی ہیں جو وہاں لندن ملاقات کے لئے اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ تشریف لائی تھیں تو اوپر میری اہلیہ سے ملنے بھی گئیں۔ان سے باتوں باتوں میں انہوں نے پوچھا آپ کس طرح وقت گزارتی ہیں، کیا کرتی رہتی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ پہلے جب تبلیغ نہیں کیا کرتی تھی اس وقت تو یہ سوال ہو سکتا تھا اور واقعی یہ مسئلہ بھی تھا کہ کیسے وقت گزارا جائے لیکن جب سے یہ تبلیغ کی تحریک چلی ہے اور دعوت الی اللہ کے پروگرام چلے ہیں اس وقت سے تو مجھے ایسا مشغلہ مل گیا ہے کہ نہ مجھے بعض دفعہ خاوند کی ہوش رہتی ہے نہ بچوں کی ہوش رہتی ہے۔اتنا مزہ ہے اس کام میں، انہوں نے بتایا کہ مجھے تو لت لگ گئی ہے تبلیغ کی اور اللہ کے فضل سے اس کے نیک نتائج بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔بہت سے لوگ جن کو اسلام کے متعلق کچھ بھی علم نہیں تھا اب گہری دلچسپی لینے لگ گئے ہیں۔تو آغاز کی بات ہے۔آغاز آپ کر دیں اور انجام خدا تعالیٰ کے سپرد کریں اور واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں ایک نیک قدم اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دس قدم اٹھانے کی توفیق بخشتا ہے۔جو چل کر آگے بڑھتے ہیں ان کو دوڑنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔جو دوڑ کر جاتے ہیں ان کی رفتاروں میں نئی تیزیاں عطا کرتا ہے۔زمین پر چلنے والوں کو آسمانی پروازوں کی قوت بخشتا ہے۔تو نیکی کے کام میں آگے بڑھنا خدا ہی کے سپرد ہوا کرتا ہے لیکن پہلا قدم اٹھانا اور نیک ارادے کے ساتھ آگے قدم بڑھانا یہ انسان کا فرض ہے۔"

(خطبات طاہر جلد 8 صفحہ نمبر 208-209)

پڑھے لکھے احمدیوں کو اسلامی تعلیمات کے خلاف کتب پڑھ کر جواب دینے کی نصیحت

"بہت سی کتب اسلام کی تعلیمات اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو بگاڑنے کے لئے مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔اور جن ممالک میں یہ طبع ہو رہی ہیں وہاں کے احمدیوں نے ان کا نوٹس ہی نہیں لیا۔مثلاً یہاں انگلستان میں مَیں نے بعض ایسی کتب دیکھی ہیں جن کا ہمارے لٹریچر میں ذکر تک نہیں۔مگر وہ شدید زہر آلود ہیں۔اور نئی نسل کی اسی طرح پرورش کی جا رہی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ پالیسی میں جس تبدیلی کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے یہ بعض سیاسی تبدیلیوں کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے۔کیونکہ عرب ممالک میں تیل کی موجودگی اور عرب ممالک میں دولت کی ریل پیل کی وجہ سے اب مستشرقین اپنی پالیسی تبدیل کر رہے ہیں۔

اب انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسلمان ممالک کی دشمنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواہ مخواہ کذاب قرار دے کر کیوں مول لی جائے؟ آپؐ کو سچا قرار دے کر آپؐ کی ان کے اپنے خیال کے مطابق (نعوذباللہ) جھوٹی باتوں کو اجاگر کیا جائے۔چنانچہ یہ وہ پالیسی ہے جس نے اپنا نام تبدیل کیا ہے اور کچھ نہیں۔وہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کہتے ہیں مگر پھر اس کی طرف خوفناک تضادات منسوب کر دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔اور قاری ان کی تفسیر قرآن کے چند

صفحات پڑھ کر ہی اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ بے کار باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ سے یا الہامی کتب سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ چنانچہ یہ وہ دشمنی ہے جس کا آپ کو شعور ہونا چاہئے اور پوری کوشش کر کے اس کی شناخت کرنی چاہئے، اس کا تعاقب کرنا چاہئے اور پھر ایسے دشمنانِ اسلام کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دینا چاہئے۔

آپ میں سے جو دوست پڑھے لکھے ہیں اور جو اچھی انگریزی جانتے ہیں اور جو اگر پوری طرح نہیں تو کچھ نہ کچھ قرآنی اقدار اور احمدیت کی اقدار سے واقف ہیں، انہیں یہ کتابیں پڑھ کر بتانا چاہئے کہ ان میں اسلام کے خلاف کیا کہا جا رہا ہے۔ انہیں فہرستیں مرتب کرنی چاہئیں۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اگر وہ اس کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو خود اس کا جواب دیں۔ مگر یہ کام تمام کا تمام خود ہی نہ کرتے رہیں۔ میرے ذہن میں اس کام کے کرنے کے لئے ایک واضح لائحہ عمل ہے۔ سب سے پہلے تو انہیں غلط بات کی شناخت کرنی چاہئے۔ ان تمام چیزوں کی فہرست تیار کریں۔ پھر اس کا جائزہ لیں اور پھر ان کتب میں جو حوالہ جات درج ہیں ان کی بنیاد تک پہنچ کر اپنی بہترین صلاحیتوں کو صرف کرتے ہوئے جواب تیار کریں۔ مگر اسے صرف یہیں تک نہ چھوڑیں کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ وہ موثر طور پر اسلامی اقدار کی حفاظت نہ کرسکیں۔ کیونکہ اس سارے قصے میں بہت سی چالاکیاں کی جاتی ہیں۔ مختلف پہلوؤں سے بہت سی تحقیق کے بعد ہی درست جواب دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ تمام چیزیں، ایسی تمام کتب مرکز کو بھجوانی چاہئیں، جہاں ہم انشاء اللہ ایک شعبہ قائم کریں گے جو دشمنان اسلام کی ایسی تمام کوششیں اکٹھی کرے گا اور پھر ہم اسے سنبھال کر ان تمام پہلوؤں پر تحقیقات کریں گے جن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس ڈیٹا کے اکٹھے ہونے کے نتیجہ میں انشاء اللہ ہم اس قابل ہوں گے کہ دشمن کے آخری مورچے تک اس کا تعاقب کریں اور یہ فوری اور بہت اہمیت کا کام ہے۔" (خطبات طاہر جلد 1 صفحہ 178-179)

انسانی قدروں کے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے

1992-93ء خلافت رابعہ کے دور کے ایسے تاریخی سال ہیں۔ جن میں آپ نے خصوصیت کے ساتھ دنیا بھر کے سکالرز، مذہبی رہنماؤں، سیاستدانوں اور ملکی سربراہوں کو آپس کی نفرتیں بھلا کر ہمدردی، پیار اور بھائی چارہ و اخوت کے پیارے اصول اپنانے کی تلقین فرمائی کیونکہ اس دور میں انسان باوجود آدم اور حوا کی کوکھ سے پیدا ہونے کے آپس میں سنگین ترین تعصبات کی بھینٹ چڑھ گیا ہے۔ چنانچہ حضور نے جلسہ سالانہ قادیان 93-1992ء کے مواقع پر لندن سے براہ راست مواصلاتی رابطے کے ذریعہ خطاب میں انسان کو اس کا مقام گنوایا۔

اور فرمایا کہ تمام مذاہب کا آغاز انسانی ہمدردی سے ہوا ہے اور ان کی تعلیم میں بین الاقوامی انسانی ہمدردی موجود ہے۔ اس لئے نفرتیں دور کرنے کے لئے عالمی کوششوں کی اور تمام مذاہب کے بانیوں کو سچا ماننے کی ضرورت ہے۔ اس لئے پیشوایان مذاہب کے جلسے منعقد کر کے تمام مذاہب کے بانیوں اور مقدس بزرگوں کی تعریف کی جائے۔ اور

پھر 1993ء کے آغاز پر انسانی ہمدردی، رواداری، ایک دوسرے کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے اور مذہبی رہنماؤں سے عزت واحترام سے پیش آنے کے حوالہ سے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو آئندہ کے لئے رہنما اصول کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ اس میں حضور نے جو لائحہ عمل تمام دنیا کے سامنے رکھا۔ وہ درج ذیل امور پر مشتمل تھا۔

i- حکومتوں کے سربراہوں، دانشوروں کو اہل علم و اہل قلم دوست سارا سال محبت و پیار کو اپنانے کے خطوط کے ذریعہ درخواست کریں۔

ii- بچوں کی زبان دل پر زیادہ اثر رکھتی ہے اس لیے بچے بھی خطوط لکھیں۔

iii- آپس کی نفرتیں دُور کرنے کے لیے حکومتیں معاہدے کریں۔

iv- میثاق مدینہ کو رائج کیا جائے۔

v- جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب منعقد کیے جائیں اور آخر میں ہر مذہب کے سربراہ کی عزت کرنے کے حوالہ سے فرمایا۔

ہر مذہب کے سربراہ کی عزت کے تحفظ کا قانون بنایا جائے

"عقائد کے اختلاف کو جب آپ قانونی طور پر تسلیم کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مذہبی راہنما کو انسان عقیدۃً سچا نہ سمجھے تو یہ اس کی ہتک نہیں ہے اور کسی کے لئے دل آزاری کا اس میں کوئی سوال نہیں۔ اس کے لئے تبلیغ کی اجازت ہے۔ سمجھاؤ کہ وہ سچا ہے یہی اس کا علاج ہے اگر کسی سربراہ کے متعلق وہ ایسی بات کرتا ہے جو اپنے اظہار میں ناپسندیدہ اور مکروہ ہے جس میں گالی سے کام لیا گیا ہے، گستاخی سے کام لیا گیا ہے، مخالفت کی گئی ہے اور مخالفت عقیدے کی نہیں بلکہ گند اچھال کر اپنے بغض کو ظاہر کیا گیا ہے تو ایسا شخص لائق تعزیر ہے۔ قانون اگر بنایا جا سکتا ہے تو اس حد تک بنایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر ضرورت کے اپنے کسی مخالف کے ایسے بزرگ کو جو اس کے نزدیک عزت رکھتا ہے خواہ کہنے والے کے نزدیک نہ رکھتا ہو ایسے لفظوں سے یاد کرے گا جو تہذیب سے گرے ہوئے اور بدتمیزی کے لفظ ہیں تو قطع نظر اس کے کہ اس کے دل میں کیا ہے ایسا شخص واجب التعزیر ٹھہرے گا اور یہ تعزیر مقرر کرتے وقت تمام دنیا کے مذہبوں کے سربراہوں کے لئے برابر حقوق تسلیم کرنے ہوں گے یہ پیغام دراصل قرآن کریم میں موجود ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ:289) کہ مومن یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے تو اس سے یہی مراد ہے کہ عزتوں کے فرق ضرور رہوں گے۔ مراتب کے فرق ضرور رہوں گے۔ مگر انصاف کے ایک ہی قانون سے ان ساروں سے سلوک کیا جائے گا۔" (الفضل 4 جنوری 1993ء)

سؤر و شراب کا کاروبار کرنے کے حوالہ سے دینی غیرت کا اظہار

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس، آپؐ کی طرف سے لائی گئی تعلیم کو لاگو کرنے سے ہی ہے اور خلفاء نے اپنے اپنے وقت میں جماعت میں اس تعلیم کو جاری فرمایا، خواہ اس کے لیے سخت سے سخت فیصلے کرنے پڑتے اور

ایسے احباب کو جو اسلامی تعلیم پر عمل نہیں کرتے جماعت سے نکال باہر کرنے کے بھی اعلان کیے جو غیرتِ رسولؐ کا ایک اظہار ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے سؤر و شراب کا کاروبار کرنے والوں کے حوالہ سے فرمایا:۔

"حرام کاموں میں شریک ہونے والے، ان کی مدد کرنے والے یہاں تک کہ اگر اس کاروبار کے متعلق معاہدہ لکھنے کی ضرورت پڑے تو ایسا معاہدہ لکھنے والے پر بھی لعنت ڈالی گئی ہے۔ یہ تمام مکاتب فکر کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ سؤر اور شراب کا براہ راست کاروبار حرام ہے..... مجھ سے یہ سوال پوچھا گیا گو وہاں ایسے احمدی تو بہت ہی کم تھے جو براہ راست ایسے کاروبار کرتے تھے لیکن اکثر احمدی بالواسطہ ایسے کاروبار میں ملوث تھے، اس وقت میں نے ان کو یہی ہدایات دی تھیں کہ اگر کسی کا اپنا ریسٹورنٹ ہے اور اس میں شراب اور سؤر کا کاروبار ہے تو اس کو فوراً ان دونوں چیزوں کو ختم کر دینا چاہئے۔ ورنہ اس کو جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ کیونکہ ایسے شخص کا جماعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہ سکتا ہے، جس کے اختیار میں ہو اور پھر بھی وہ شراب اور سؤر کا کاروبار کرے، دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو ہوٹلوں میں کام کرتے ہیں ان کی بھی آگے دو شکلیں ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو انتظامیہ میں کام کرتے ہیں۔ اس میں تو کوئی حرج نہیں۔ ورنہ اس غیر مسلم معاشرے میں رہنا ممکن نہ ہو کیونکہ ہر جگہ حرمت کا کوئی نہ کوئی پہلو موجود ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ وہ خود سؤر پکاتا ہے یا شراب یا سؤر (Serve) کرتا ہے یہ کافی مکروہ صورت حال ہے۔ اگرچہ براہ راست ان پر اسی کاروبار کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کے لئے میری ہدایت تھی کہ جس قدر جلدی ہو سکے اس کے متبادل جگہ تلاش کر لیں۔ اور جس حد تک انسان کے اختیار میں ہے اس کام سے بچنے کی پوری کوشش کریں۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے آپ کے منہ پر داغ لگ جائے گا کہ ایک طرف تو آپ اس کو انسان کے لئے ضرر رساں خیال کرتے ہوئے اس کو حرام سمجھتے ہیں دوسری طرف آپ اس کو (Serve) بھی کرتے ہیں، بعد میں جرمنی سے جو اطلاعات مجھے ملی ہیں ان کے مطابق بعض لڑکوں نے بڑی حیرت انگیز قربانی کا مظاہرہ کیا اور فوری طور پر بغیر کسی متبادل کام ملنے سے پہلے استعفے دے دیئے۔"

(الفضل 24 مارچ 1998ء)

باب ششم

ناموس رسالتؐ پر حملوں کا دفاع
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ
کے مبارک دور میں

اے خدام الاحمدیت!
آؤ محمدؐ کے دین کے محافظ بن جاؤ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"**اے خدام الاحمدیت!** آج مسیح زمان تمہیں کہہ رہا ہے کہ آؤ اور اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے محافظ بن جاؤ۔ آج جب اپنوں کی، امت کی اکثریت کی بدعملیوں نے اسلام کو بدنام کیا ہوا ہے۔ آج جب غیروں نے ہر طرف سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملوں کی تابڑ توڑ بھر مار کی ہوئی ہے تو آج احمدی ہی ہے، احمدی نوجون ہی ہے جس نے مسیح محمدی کی قیادت میں اسلام کی برتری دنیا پر ثابت کرنی ہے۔

آج اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے طلحہ جیسے ہاتھوں کی ضرورت ہے۔ وہ جو 27، 28 سال کا نوجوان تھا جس نے احد کی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے سامنے اپنا ہاتھ رکھ کر تیروں کو روکا اور تیروں سے زخمی ہونے کے باوجود اس لئے اف نہیں کی کہ کہیں اف کرنے سے ہاتھ اپنی جگہ سے ہل نہ جائے۔

آج اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ابو دجانہ جیسے بہادروں کی ضرورت ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا حق ادا کر دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی تلوار عنایت فرمائی۔ اور پھر جنہوں نے اپنا جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے سامنے کھڑا کر لیا یہاں تک کہ تیروں کی بارش سے ان کا جسم چھلنی ہو گیا۔ گو آج زمانہ تیروں کے حملوں سے حفاظت کا نہیں ہے۔ یہ زمانہ تلوار چلانے کا نہیں ہے۔ لیکن آج بھی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے اس جوش اور جذبے کی ضرورت ہے جو ہمارے اسلاف نے دکھلایا تھا۔ اس زمانے میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے، نیکیوں میں آگے بڑھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کلام سے لیس ہونے کی ضرورت ہے تا کہ اسلام پر کئے گئے ہر وار کا مقابلہ کیا جائے اور کوئی تیر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے اور جسم تک نہ پہنچنے دیا جائے"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی 18 ستمبر 2011ء)

آج ساری دنیا میں اسلام کو ایک جارحیت پسند اور دہشتگرد مذہب کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ معصوم انسانوں کی ناحق خونریزیوں، خودکش بم دھماکوں اور دہشتگردی کے اکثر واقعات میں ایسے لوگ ملوث پائے جاتے ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں حالانکہ ان جاہل مسلمانوں کی مفسدانہ حرکتوں کا اسلام سے ہرگز کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ذمہ دار وہ شرپسند اور فتنہ انگیز نام نہاد علماء اسلام ہیں جنہوں نے مسئلہ جہاد کے سمجھنے میں بڑی غلطیاں کھائی ہیں اور ناحق مخلوق خدا کو تلوار کے ساتھ ذبح کرنا دینداری کا شعار سمجھا" انہوں نے اپنے دلوں کی کجی کے باعث قرآن کریم کی بعض آیات متشابہات کی غلط تشریحات کرتے ہوئے اسلامی جہاد کو فساد کا قائم مقام بنا دیا اور خودساختہ احمقانہ عقائد کو اسلام کی طرف منسوب کیا۔

اور دوسری طرف مستشرقین کا عام طور پر یہ طریق رہا ہے کہ وہ بعض مسلمان علماء کی تفاسیر اور کتب سے ہی اقتباس لے کر شائع کرتے ہیں اور پھر ان کے حوالہ سے اسلام کی تضحیک اور اس کی مخالفت کو ہوا دیتے ہیں۔

حال کے زمانہ میں اسلام کے ایسے نادان دوستوں میں سے ایک "جماعت اسلامی" کے بانی مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کا نام بہت نمایاں ہے۔ مودودی صاحب نے قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی ناحق اور ناروا باتیں منسوب کیں جن کی بازگشت مغربی مصنفین اور معاندین اسلام کی تحریروں میں صاف سنائی دیتی ہے۔ چند سال قبل 1999ء میں ایک مغربی مصنف David Marshall کی ایک کتاب A Quranic Study God Muhammad and the Unbelievers کے نام سے انگلستان میں Curzon Press میں شائع ہوئی ہے جس میں مصنف نے قرآن مجید کی مختلف آیات کو قرآن کریم کی محکم آیات کے منافی اپنی مرضی کے معنی پہناتے ہوئے اسلام کو خونی مذہب کے طور پر پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ گویا مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ کفار کے خلاف جنگ کریں یہاں تک کہ وہ یا تو اسلام قبول کرلیں یا قتل ہو جائیں۔ اور اپنے اس مؤقف کی تائید میں اس نے خاص طور پر مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کے اقتباسات کو نقل کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ گویا مولوی مودودی صاحب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن کے پیغام کو صحیح طور پر سمجھا ہے۔

آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں اور آپؑ کی نمائندگی میں آپؑ کے مقدس خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دین کے نام پر تلوار اٹھانے کے خیال کو دور کرنے کی عظیم الشان مہم کا علم اپنے ہاتھوں میں لئے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ قرآن و حدیث کی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے حوالہ سے دنیا بھر میں اسلام کے پرامن پیغام کی اشاعت کے حقیقی جہاد میں مصروف ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور خلافت کے آغاز سے ہی اس طرف خصوصی توجہ فرمائی اور بارہا اپنے خطبات و خطابات میں اپنوں اور غیروں کے سامنے اسلام کی امن کی تعلیم اور جہاد کی حقیقت کو آشکار فرمایا ہے اور احباب جماعت کو بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اسلام کے امن اور سلامتی کے پیغام کو دنیا میں پھیلائیں۔

حضور نے اپنے تاریخ ساز دور خلافت میں لندن میں بھی اور دنیا بھر کے مختلف ممالک کے دوروں کے دوران معاشرہ کے ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد جن میں سربراہان مملکت، وزرائے اعظم، وفاقی وصوبائی وزراء، شہروں کے میئرز، مختلف ممالک کے سفراء، ججز، وکلاء اور مساجد کے امام وغیرہ شامل ہیں سے ملاقاتیں کیں۔ مختلف ڈنرز میں شمولیت فرمائی۔ امن کانفرنسز اور سمپوزیم (Symposium) ہوئے۔ بیوت الذکر کے سنگ بنیاد کے مواقع پیدا ہوئے پھر افتتاحی تقاریب منعقد ہوئیں۔ جن میں حضور انور نے بڑی شان سے اسلام کا پیغام ان لوگوں تک پہنچایا۔

اس کے علاوہ یہودیوں، عیسائیوں، اور خود نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھوں اسلام، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی پیاری کتاب قرآن کریم کی جو تضحیک کی گئی۔ اسلامی تعلیمات سے توہین آمیز سلوک ہوا۔ یہ دریدہ دہنی میں اس قدر بڑھے کہ بار بار اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوئے اور توہین رسالت کے مرتکب۔ ہر دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے دفاع اور تعلیمات اسلامی کے حق میں خطبات دیئے۔ ان ناپاک جسارت کرنے والوں کو حضور نے پکارا، اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا ان کو بار بار تنبیہ کی کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے مرتکب نہ ہوں۔ حضور انور نے جماعت کو پیش بندی کے لئے بعض اقدامات اٹھانے کی بھی تلقین فرمائی۔

نیز پیارے امام کے ارشادات کی تعمیل میں دنیا بھر میں پھیلے احمدی احباب وخواتین نے اسلام کے دفاع میں قدم اٹھائے۔ سیرۃ النبیؐ کے جلسے منعقد ہوئے۔ تقاریر ہوئیں، خطبات دیئے گئے۔ امن کانفرنسز ہوئیں۔ بین المذاہب کانفرنسز ہوئیں۔ بروشرز تیار ہو کر تقسیم ہوئے۔ کتب کی اشاعت ہوئی۔

ڈنمارک کے اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور جماعت احمدیہ کا رد عمل

30 ستمبر 2005ء کا دن افق پر اُبھرنے والا عالمی تاریخ میں ایک سیاہ ترین دن تھا جب ڈنمارک کے ایک مشہور اخبار Nyllands Posten نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے 12 توہین آمیز کارٹون شائع کئے۔ جس سے مسلمانوں کے جذبات بُری طرح مجروح ہوئے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی دنیا میں ہنگامے پھوٹ پڑے۔ سرکاری ونجی املاک کو جلایا گیا۔ سڑکیں بلاک کی گئیں۔ ڈنمارک کے جھنڈے کو جلایا گیا۔ بعض ممالک میں ڈنمارک کی ایمبیسیوں کا گھیراؤ کیا گیا۔ مسلمانوں نے اپنی حکومتوں سے ڈنمارک حکومت سے اپنے تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ کیا۔ بعض جگہوں پر ڈینش مصنوعات کے بائیکاٹ کا مطالبہ ہوا۔ بعض نے اس اخبار پر پابندی لگانے کو کہا۔ مسلمانوں کے یہ جذبات طبعی تھے کیونکہ ان کے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ تھا۔ لیکن کسی مسلمان نے ذاتی طور پر یا کسی مسلمان تنظیم یا کسی جماعت نے اس

موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی تعلیم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کو اجاگر کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی ۔ضرورت تو اس امر کی تھی کہ ان لوگوں کو سمجھایا جاتا کہ دنیا میں موجود مسلمانوں کی طرف دہشتگردی کا الزام غلط ہے ۔اسلام ایک پُرامن مذہب ہے اور امن وشانتی کی تعلیم دیتا ہے ۔مسلمانوں کی طرف منسوب ہو کر دنیا کے امن کو برباد کرنے والوں کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ۔آپ نے اسلام کو غلط سمجھ کر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹون بنائے ہیں ۔ہم پُرامن احتجاج کے طور پر اسلام کی حقیقی تعلیم عملی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی آپ کو پہنچاتے ہیں ۔

اسلامی تعلیم کے خلاف مسلمانوں کا یہ رویہ اور عمل اسلام کو مزید نقصان پہنچانے کا موجب بنا اور ڈنمارک کے علاوہ دوسرے عیسائی مما لک میں بسنے والے اسلام دشمن عناصر نے (جیسا کہ آگے بیان ہوگا) اسلام اور بانی اسلامؐ کی مقدس ذات کے خلاف پہلے سے بڑھ کر گند اچھالا ۔جبکہ مسلمانوں کے اس انبوہ کثیر کے مقابل پر ایک چھوٹی سی جماعت ایسی تھی جس کے ماننے والوں کے دل گو یہودیوں اور عیسائیوں کی غیر مذہبی ،غیر اخلاقی ،غیر سماجی اور تہذیب سے گری ہوئی اس حرکت سے چھلنی تھے ۔خون کے آنسو رو رہے تھے ۔جن کی آنکھیں نم تھیں مگر اس جماعت نے اس موقع پر نہایت صبر کا مظاہرہ کیا اور اسلامی تعلیم کے خلاف کوئی حرکت نہ کی اور وہ تھی جماعت احمدیہ ۔جس کو پاکستان میں سرکاری طور پر غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور بعض دیگر اسلامی مما لک میں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں اس کو تکالیف اور مشکلات کا سامنا رہتا ہے ۔

200 سے زائد مما لک میں بسنے والے اس جماعت کے فدائیوں کی طرف سے ردّعمل اگر دیکھنے میں آیا تو یہ تھا کہ اُنہوں نے اپنے عالمگیر امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی اقتداء اور رہنمائی میں

i ۔اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے سے بڑھ کر درود بھیجنا شروع کر دیا ۔

ii ۔پہلے سے بڑھ کر قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دی ۔اس کے ترجمہ اور مفاہیم کو سمجھنا اور اپنی زندگیوں میں اُتارنے میں مصروف ہو گئے ۔

iii ۔قرآن کریم کی تعلیمات کا پہلے سے بڑھ کر پرچار کیا گیا ۔

iv ۔اسلامی تعلیم پر پہلے سے بڑھ کر عمل پیرا ہونے کے لئے عہد و پیان و منصوبے انفرادی طور پر بھی ،جماعت میں موجود تنظیمی سطح پر بھی اور سب سے بڑھ کر جماعتی سطح پر بنائے گئے ۔

v ۔دنیا بھر کے اخبارات ،رسائل اور میگزینز بالخصوص یولینڈ پوسٹن کو مضامین و خطوط کے ذریعہ اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا گیا اور یہ بتلایا کہ اسلامی تعلیم کے مطابق دنیا میں آنے والے تمام انبیاء مقدس اور مطہر وجود ہیں ۔جن کی عزت و احترام ہر مذہب والے پر فرض ہے ۔

vi ۔دنیا بھر میں امن کے موضوع پر سیمینار ،سمپوزیم کا سلسلہ بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے شروع ہوا ۔جس کی تفصیل مختلف حصوں میں آئے گی ۔

حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے
خطبات کے ذریعہ شدید رنج وغم اور مذمت کا اظہار

آزادیٔ صحافت اور آزادی ضمیر کے نام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پرمبنی حرکات اور آپؐ کی پاک ذات پر بے ہودہ حملوں کے جواب میں شیرِ خدا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نمائندگی میں سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبات کا ایک سلسلہ شروع فرمایا۔ آغاز میں 6 خطبات لگاتار دیئے اور پھر ضرورت محسوس ہونے پر اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ حضور نے اپنے ان خطبات میں نہایت احسن رنگ میں ان خاکوں پر اپنے جذبات کا اظہار فرما کر اسلام کی حسین و پیاری تعلیم بیان فرمائی۔ اور فرمایا کہ جماعت احمدیہ توڑ پھوڑ کی سیاست پر یقین نہیں رکھتی۔ ہم دلوں کو قلم کے جہاد اور اپنے عمل سے جیتتے ہیں۔ حضور نے ان خطبات میں احباب جماعت کے لئے ایک جامع لائحہ عمل بھی تجویز فرمایا۔

۞ خطبہ جمعہ 10 فروری 2006ء

حضور نے خطبات کے اس سلسلہ کے آغاز میں مورخہ 10 فروری 2006ء کے خطبہ میں ان کارٹونوں کے بارے میں فرمایا:

"آجکل ڈنمارک اور مغرب کے بعض ممالک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انتہائی غلیظ اور مسلمانوں کے جذبات کو انگیخت کرنے والے، ابھارنے والے، کارٹون اخباروں میں شائع کرنے پر تمام اسلامی دنیا میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ رہی ہے اور ہر مسلمان کی طرف سے اس بارے میں ردّعمل کا اظہار ہو رہا ہے۔ بہرحال قدرتی طور پر اس حرکت پر ردّعمل کا اظہار ہونا چاہیے تھا۔ اور ظاہر ہے احمدی بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعشق میں یقیناً دوسروں سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا فہم وادراک دوسروں سے بہت زیادہ ہے اور کئی احمدی خط بھی لکھتے ہیں اور اپنے غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں، تجاویز دیتے ہیں کہ ایک مستقل مہم ہونی چاہئے، دنیا کو بتانا چاہئے کہ اس عظیم نبی کا کیا مقام ہے تو بہرحال اس بارے میں جہاں جہاں بھی جماعتیں Active ہیں وہ کام کر رہی ہیں لیکن جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا ردّعمل کبھی ہڑتالوں کی صورت میں نہیں ہوتا اور نہ آگیں لگانے کی صورت میں ہوتا ہے اور نہ ہی ہڑتالیں اور توڑ پھوڑ، جھنڈے جلانا اس کا علاج ہے۔

مذہب کا تقدس ختم ہو چکا ہے

اس زمانے میں دوسرے مذاہب والے لامذہبی بھی اور مغربی دنیا بھی اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کر رہے ہیں۔ اس وقت مغرب کو مذہب سے تو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ان کی اکثریت دنیا کی لہو ولعب میں پڑ چکی

ہے۔اور اس میں اس قدر Involve ہو چکے ہیں کہ ان کا مذہب چاہے اسلام ہو، عیسائیت ہو یا اپنا کوئی اور مذہب جس سے یہ منسلک ہیں ان کی کچھ پرواہ نہیں وہ اس سے بالکل لاتعلق ہو چکے ہیں ۔ اکثریت میں مذہب کے تقدس کا احساس ختم ہو چکا ہے بلکہ ایک خبر فرانس کی شاید پچھلے دنوں میں یہ بھی تھی کہ ہم حق رکھتے ہیں ہم چاہیں تو ،نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کا بھی کارٹون بنا سکتے ہیں تو یہ تو ان لوگوں کا حال ہو چکا ہے ۔اس لئے اب دیکھ لیں یہ کارٹون بنانے والوں نے جو انتہائی قبیح حرکت کی ہے اور جیسی یہ سوچ رکھتے ہیں اور اسلامی دنیا کا جو ردّعمل ظاہر ہوا ہے اس پر ان میں سے کئی لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ یہ ردّعمل اسلامی معاشرے اور مغربی سیکولر جمہوریت کے درمیان تصادم ہے حالانکہ اس کا معاشرے سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔اب تو ان لوگوں کی اکثریت جیسا کہ میں نے کہا اخلاق باختہ ہو چکی ہے ۔آزادی کے نام پر بے حیائیاں اختیار کی جا رہی ہیں، حیا تقریباً ختم ہو چکی ہے ۔

بعض انصاف پسند شرفاء کی رائے

بہر حال اس بات پر بھی ان میں سے ہی بعض ایسے لکھنے والے شرفاء ہیں یا انصاف پسند ہیں انہوں نے اس نظریے کو غلط قرار دیا ہے کہ اس ردّعمل کو اسلام اور مغربی سیکولر جمہوریت کے مقابلے کا نام دیا جائے ۔انگلستان کے ہی ایک کالم لکھنے والے رابرٹ فسک (Robert Fisk) نے کافی انصاف سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے ۔ڈنمارک کے ایک صاحب نے لکھا تھا کہ اسلامی معاشرے اور مغربی سیکولر جمہوریت کے درمیان تصادم ہے اس بارے میں انہوں نے لکھا کہ یہ بالکل غلط بات ہے، یہ کوئی تہذیبوں کا یا سیکولرازم کا تصادم نہیں ہے ۔وہ لکھتے ہیں کہ یہ آزادی اظہار کا مسئلہ بھی نہیں ہے ۔بات صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق پیغمبر پر خدا نے براہ راست اپنی تعلیمات نازل کیں وہ زمین پر خدا کے ترجمان ہیں جبکہ یہ (یعنی عیسائی) سمجھتے ہیں، (اب یہ عیسائی لکھنے والا لکھ رہا ہے) کہ انبیاء اور ولی ان کی تعلیمات انسانی حقوق اور آزادیوں کے جدید تصور سے ہم آہنگ نہ ہونے کے سبب تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہو گئے ہیں ۔مسلمان مذہب کو اپنی زندگی کا حصہ سمجھتے ہیں اور صدیوں کے سفر اور تغیرات کے باوجود ان کی یہ سوچ برقرار ہے جبکہ ہم نے مذہب کو عملاً زندگی سے علیحدہ کر دیا ہے ۔اس لئے ہم اب مسیحیت بمقابلہ اسلام نہیں بلکہ مغربی تہذیب بمقابلہ اسلام کی بات کرتے ہیں اور اس بنیاد پر یہ بھی چاہتے ہیں کہ جب ہم اپنے پیغمبروں یا ان کی تعلیمات کا مذاق اڑا سکتے ہیں تو آخر باقی مذاہب کا کیوں نہیں ۔

پھر لکھتے ہیں کہ کیا یہ رویہ اتنا ہی بے ساختہ ہے ۔کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ کوئی 10-12 برس پہلے ایک فلم Last Temptation of christ ریلیز ہوئی تھی جس میں حضرت عیسیٰؑ کو ایک عورت کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دکھانے پر بہت شور مچا تھا ۔اور پیرس میں کسی نے مشتعل ہو کر ایک سینما کو نذر آتش کر دیا تھا ۔ایک فرانسیسی نوجوان قتل بھی ہوا تھا ۔اس بات کا کیا مطلب ہے ۔ایک طرف تو ہم میں سے بھی بعض لوگ مذہبی جذبات کی توہین برداشت نہیں کر پاتے مگر ہم یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ مسلمان آزادی اظہار کے ناطے گھٹیا ذوق کے کارٹونوں کی

اشاعت پر برداشت سے کام لیں۔ کیا یہ درست رویہ ہے۔ جب مغربی رہنما یہ کہتے ہیں کہ وہ اخبارات اور آزادی اظہار پر قدغن نہیں لگا سکتے تو مجھے ہنسی آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر متنازعہ کارٹونوں میں پیغمبر اسلام کی بجائے بم والے ڈیزائن کی ٹوپی کسی یہودی ربی (Rabbi) کے سر پر دکھائی جاتی تو کیا شور نہ مچتا کہ اس سے اینٹی سمٹ ازم (Anti Semitism) کی بو آتی ہے یعنی یہودیوں کے خلاف مخالفت کی بو آتی ہے اور یہودیوں کی مذہبی دل آزاری کی جا رہی ہے۔ اگر آزادی اظہار کی حرمت کا ہی معاملہ ہے تو پھر فرانس، جرمنی یا آسٹریا میں اس بات کو چیلنج کرنا قانوناً کیوں جرم ہے کہ دوسری عالمی جنگ میں یہودیوں کی نسل کشی نہیں کی گئی۔ ان کارٹونوں کی اشاعت سے اگر ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوئی جو مسلمانوں میں مذہبی اصلاح یا اعتدال پسندی کے حامی ہیں اور روشن خیالی کے مباحث کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو اس پر بہت کم لوگوں کو اعتراض ہوتا۔ لیکن ان کارٹونوں سے سوائے اس کے کیا پیغام دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام ایک پرتشدد مذہب ہے۔ ان کارٹونوں نے جہاں چہار جانب اشتعال پھیلانے کے اور کیا مثبت اقدام کیا ہے۔ (روزنامہ جنگ لندن۔ 7 فروری 2006ء)

بہرحال کچھ رویہ بھی مسلمانوں کا تھا جس کی وجہ سے ایسی حرکت کا موقع ملا، لیکن ان لوگوں میں شرفاء بھی ہیں جو حقائق بیان کرنا جانتے ہیں۔

غلط ردِّعمل اسلام کو بدنام کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے

مَیں نے مختلف ملکوں سے جو وہاں ردِّعمل ہوئے، یعنی مسلمانوں کی طرف سے بھی اور ان یورپین دنیا کے حکومتی نمائندوں یا اخباری نمائندوں کی طرف سے بھی جو اظہار رائے کیا گیا ان کی رپورٹیں منگوائی ہیں۔ اس میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جنہوں نے اخبار کے اس اقدام کو پسند نہیں کیا۔ لیکن بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا کہیں نہ کہیں سے کسی وقت ایسا شوشہ چھوڑا جاتا ہے جس سے ان گندے ذہن والوں کے ذہنوں کی غلاظت اور خدا سے دُوری نظر آ جاتی ہے۔ اسلام سے بغض اور تعصب کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن مَیں یہ کہوں گا کہ بدقسمتی سے مسلمانوں کے بعض لیڈروں کے غلط ردِّعمل سے ان لوگوں کو اسلام کو بدنام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہی چیزیں ہیں جن سے پھر یہ لوگ بعض سیاسی فائدے بھی اٹھاتے ہیں۔ پھر عام زندگی میں مسلمان کہلانے والوں کے رویے ایسے ہوتے ہیں جن سے یہاں کی حکومتیں تنگ آ جاتی ہیں۔ مثلاً کام نہ کرنا، زیادہ تر یہ کہ گھر بیٹھے ہوئے ہیں، سوشل ہیلپ (Social Help) لینے لگ گئے۔ یا ایسے کام کرنا جن کی اجازت نہیں ہے یا ایسے کام کرنا جن سے ٹیکس چوری ہوتا ہو اور اس طرح کے اَور بہت سے غلط کام ہیں۔ تو یہ موقع مسلمان خود فراہم کرتے ہیں اور یہ ہوشیار تو ہیں پھر اس سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔

بعض دفعہ ظلم بھی ان کی طرف سے ہو رہا ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کے غلط ردِّعمل کی وجہ سے مظلوم بھی یہی لوگ بن جاتے ہیں اور مسلمانوں کو ظالم بنا دیتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ شاید مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اس توڑ پھوڑ کو اچھا نہیں سمجھتی لیکن لیڈرشپ یا چند فسادی بدنام کرنے والے بدنامی کرتے ہیں۔

اخبار کی معذرت قبول کرنی چاہئے تا اسلام کی اصل تعلیم ان تک پہنچے

اب مثلاً ایک رپورٹ ڈنمارک کی ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا، ڈینش عوام کا ردّعمل یہ ہے کہ اخبار کی معذرت کے بعد مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس معذرت کو مان لیں اور اس مسئلے کو پرامن طور پر ختم کریں تاکہ اسلام کی اصل تعلیم ان تک پہنچے اور Violence سے بچ جائیں۔ پھر یہ ہے کہ ٹی وی پر پروگرام آ رہے ہیں کہتے ہیں کہ یہاں کے بچے ڈینشوں کے خلاف ردّعمل دیکھ کر کہ ان کے ملک کا جھنڈا جلایا جا رہا ہے، ایمبیسیز (Embassies) جلائی جا رہی ہیں بہت ڈرے اور سہمے ہوئے ہیں۔ وہ یہ محسوس کر رہے ہیں گویا جنگ کا خطرہ ہے اور ان کو مار دینے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اب عوام میں بھی اور بعض سیاستدانوں میں بھی اس کو دیکھ کر انہوں نے ناپسند کیا ہے اور ایک ردّعمل یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ مسلمانوں کی اس دلآزاری کے بدلے میں خود ہمیں ایک بڑی مسجد مسلمانوں کو بنا کر دینی چاہئے جس کا خرچ یہاں کی فرمیں ادا کریں اور کوپن ہیگن کے سپریم میئر نے اس تجویز کو پسند کیا ہے۔ پھر مسلمانوں کی اکثریت بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہتی ہے کہ ہمیں معذرت کو مان لینا چاہئے لیکن ان کے ایک لیڈر ہیں جو 27 تنظیموں کے نمائندے ہیں وہ یہ بیان دے رہے ہیں کہ اگر چہ اخبار نے معذرت کر دی ہے تاہم وہ ایک بار پھر ہمارے سب کے سامنے آ کر معذرت کرے تو ہم مسلمان ملکوں میں جا کر بتائیں گے کہ اب تحریک کو ختم کر دیں۔ اسلام کی ایک عجیب خوفناک تصویر کھینچنے کی یہ کوشش کرتے ہیں۔ بجائے صلح کا ہاتھ بڑھانے کے ان کا رجحان فساد کی طرف ہے۔ ان فسادوں سے جماعت احمدیہ کا تو کوئی تعلق نہیں مگر ہمارے مشنوں کو بھی فون آتے ہیں، بعض مخالفین کی طرف سے دھمکیوں کے خط آتے ہیں کہ ہم یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ جہاں جہاں بھی جماعت کی مساجد ہیں، مشن ہیں، محفوظ رکھے اور ان کے شر سے بچائے۔

مسلمانوں کے غلط ردّعمل کی وجہ سے ظالم، مظلوم بن جاتے ہیں

بہرحال جب غلط ردّعمل ہوگا تو اس کا دوسری طرف سے بھی غلط اظہار ہوگا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جب ان لوگوں نے اپنے رویے پر معافی وغیرہ مانگ لی اور پھر مسلمانوں کا ردّعمل جب سامنے آتا ہے تو اس پر باوجود یہ لوگ ظالم ہونے کے، بہرحال انہوں نے ظلم کیا ایک نہایت غلط قدم اٹھایا، اب مظلوم بن جاتے ہیں۔ تو اب دیکھیں کہ وہ ڈنمارک میں معافیاں مانگ رہے ہیں اور مسلمان لیڈر اُڑے ہوئے ہیں۔ پس ان مسلمانوں کو بھی ذرا عقل کرنی چاہئے کچھ ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور اپنے ردّعمل کے طریقے بدلنے چاہئیں۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا تھا شاید بلکہ یقینی طور پر سب سے زیادہ اس حرکت پر ہمارے دل چھلنی ہیں لیکن ہمارے ردّعمل کے طریق اور ہیں۔ یہاں مَیں یہ بھی بتا دوں کہ کوئی بعید نہیں کہ ہمیشہ کی طرح وقتاً فوقتاً یہ ایسے شوشے آئندہ بھی چھوڑتے رہیں، کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کر جائیں جس سے پھر مسلمانوں کی دلآزاری ہو۔ اور ایک مقصد یہ بھی اس کے پیچھے ہو سکتا ہے کہ قانوناً مسلمانوں پر خاص طور پر مشرق سے آنے والے اور برصغیر پاک و ہند سے آنے والے مسلمانوں پر اس بہانے پابندی

لگانے کی کوشش کی جائے ۔بہر حال قطع نظر اس کے کہ یہ پابندیاں لگاتے ہیں یا نہیں، ہمیں اپنے رویے، اسلامی اقدار اور تعلیم کے مطابق ڈھالنے چاہئیں، بنانے چاہئیں ۔

جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ اسلام کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابتداء سے ہی یہ سازشیں چل رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کیونکہ اس کی حفاظت کرنی ہے، وعدہ ہے اس لئے وہ حفاظت کرتا چلا آ رہا ہے، ساری مخالفانہ کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں ۔

جماعت احمدیہ کا ردِ عمل

اس زمانے میں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقصد کے لئے مبعوث فرمایا ہے، اور اس زمانے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے ہوئے اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور بعد میں آپ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے آپ کے خلفاء نے جماعت کی رہنمائی کی اور ردِ عمل ظاہر کیا اور پھر جو اس کے نتیجے نکلے اس کی ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں تا کہ وہ لوگ جو احمدیوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہڑتالیں نہ کر کے اور ان میں شامل نہ ہو کر ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کا کوئی درد نہیں ہے، ان پر جماعت کے کارنامے واضح ہو جائیں ۔

ہمارا ردِ عمل ہمیشہ ایسا ہوتا ہے اور ہونا چاہئے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوہ نکھر کر سامنے آئے ۔قرآن کریم کی تعلیم نکھر کر سامنے آئے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ناپاک حملے دیکھ کر بجائے تخریبی کارروائیاں کرنے کے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگنے والے ہم بنتے ہیں ۔اب مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عشق رسول ؐ کی غیرت پر دو مثالیں دیتا ہوں ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عشق رسول ؐ کی غیرت

پہلی مثال عبداللہ آتھم کی ہے جو عیسائی تھا اس نے اپنی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے انتہائی غلیظ ذہن کا مظاہرہ کرتے ہوئے دجال کا لفظ نعوذ باللہ استعمال کیا ۔اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اسلام اور عیسائیت کے بارے میں ایک مباحثہ بھی چل رہا تھا، ایک بحث ہو رہی تھی ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سو میں پندرہ دن تک بحث میں مشغول رہا، بحث چلتی رہی اور پوشیدہ طور پر آتھم کی سرزنش کے لئے دعا مانگتا رہا ۔یعنی جو الفاظ اس نے کہے ہیں اس کی پکڑ کے لئے ۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ جب بحث ختم ہوئی تو مَیں نے اس سے کہا کہ ایک بحث تو ختم ہو گئی مگر ایک رنگ کا مقابلہ باقی رہا جو خدا کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ''اندرونہ بائیبل'' میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کے نام سے پکارا ہے ۔اور مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور سچا جانتا ہوں اور دین اسلام کو من جانب اللہ یقین رکھتا ہوں ۔پس یہ وہ مقابلہ ہے کہ آسمانی فیصلہ اس کا تصفیہ کرے گا ۔اور وہ آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو شخص

اپنے قول میں جھوٹا ہے اور ناحق رسول کو کاذب اور دجال کہتا ہے اور حق کا دشمن ہے وہ آج کے دن سے پندرہ مہینے تک اس شخص کی زندگی میں ہی جو حق پر ہے ہاویہ میں گرے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ یعنی راستباز اور صادق نبی کو دجال کہنے سے باز نہ آوے اور بے باکی اور بدزبانی نہ چھوڑے۔ یہ اس لئے کہا گیا کہ صرف کسی مذہب کا انکار کر دینا دنیا میں مستوجب سزا نہیں ٹھہرتا بلکہ بے باکی اور شوخی اور بدزبانی مستوجب سزا ٹھہرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جب مَیں نے یہ کہا تو اس کا رنگ فق ہو گیا، چہرہ زرد ہو گیا اور ہاتھ کانپنے لگے تب اس نے بلا توقف اپنی زبان منہ سے نکالی اور دونوں ہاتھ کانوں پر دھر لئے اور ہاتھوں کو مع سر کے ہلانا شروع کیا جیسا ایک ملزم خائف (ہو کر) ایک الزام کا سخت انکار کر کے توبہ اور انکسار کے رنگ میں اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور بار بار کہتا تھا کہ توبہ توبہ مَیں نے بے ادبی اور گستاخی نہیں کی اور پھر بعد میں بھی اسلام کے خلاف کبھی نہیں بولا۔

تو یہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت رکھنے والے شیر خدا کا ردّ عمل۔ وہ للکارتے تھے ایسی حرکتیں کرنے والوں کو۔

پھر ایک شخص لیکھرام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا تھا۔ اس کی اس دریدہ دہنی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ وہ باز نہ آیا۔ آخر آپؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دردناک موت کی خبر دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایک دشمن اللہ اور رسولؐ کے بارے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا ہے اور ناپاک کلمے زبان پر لاتا ہے جس کا نام لیکھرام ہے مجھے وعدہ دیا اور میری دعا سنی اور جب مَیں نے اس پر بددعا کی تو خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ 6 سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ یہ ان کے لئے نشان ہے جو سچے مذہب کو ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بڑی دردناک موت مرا۔

یہی اسلوب ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھائے کہ اس قسم کی حرکت کرنے والوں کو سمجھاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن بیان کرو، دنیا کو ان خوبصورت اور روشن پہلوؤں سے آگاہ کرو جو دنیا کی نظر سے چھپے ہوئے ہیں اور اللہ سے دعا کرو کہ یا تو اللہ تعالیٰ ان کو ان حرکتوں سے باز رکھے یا پھر خود ان کی پکڑ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے اپنے طریقے ہیں وہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس طریقے سے کس کو پکڑنا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ردِّ عمل

پھر خلافت ثانیہ میں ایک انتہائی بے ہودہ کتاب "رنگیلا رسول" کے نام سے لکھی گئی۔ پھر ایک رسالے "ورتمان" نے ایک بیہودہ مضمون شائع کیا جس پر مسلمانانِ ہند میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ ہر طرف مسلمانوں میں ایک جوش تھا اور بڑا سخت ردِعمل تھا۔

اس پر حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بھائیو! مَیں

دردمند دل سے پھر کہتا ہوں کہ بہادر وہ نہیں جولڑ پڑتا ہے۔ وہ بزدل ہے کیونکہ وہ اپنے نفس سے دب گیا ہے۔ اب یہ حدیث کے مطابق ہے کہ غصہ کو دبانے والا اصل میں بہادر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ بہادر وہ ہے جو ایک **مستقل** ارادہ کر لیتا ہے اور جب تک اسے پورا نہ کرے اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ آپ نے فرمایا اسلام کی ترقی کے لئے تین باتوں کا عہد کرو۔ پہلی بات یہ کہ آپ **خشیت اللہ** سے کام لیں گے اور دین کو بے پرواہی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ پہلے خود اپنے عمل ٹھیک کرو۔ دوسرے یہ کہ تبلیغ اسلام سے پوری دلچسپی لیں گے۔ اسلام کی تعلیم دنیا کے ہر شخص کو پتہ لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں، محاسن خوبصورت زندگی پتہ لگے، اسوہ پتہ لگے۔ تیسرے یہ کہ آپ مسلمانوں کو تمدنی اور اقتصادی غلامی سے بچانے کے لئے پوری کوشش کریں گے۔ اب ہر ایک مسلمان کا عام آدمی کا بھی لیڈروں کا بھی فرض ہے۔ اب دیکھیں باوجود آزادی کے یہ مسلمان ممالک جو آزاد کہلاتے ہیں آزاد ہونے کے باوجود ابھی تک تمدنی اور اقتصادی غلامی کا شکار ہیں۔ ان مغربی قوموں کے مرہون منت ہیں، ان کی نقل کرنے کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ خود کام نہیں کرتے زیادہ تر ان پر ہمارا انحصار ہے۔ اور اسی لئے یہ وقتاً فوقتاً مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے بھی رہتے ہیں۔ پھر آپ نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے بھی شروع کروائے۔ تو یہ طریقے ہیں احتجاج کے، نہ کہ توڑ پھوڑ کرنا فساد پیدا کرنا۔ اور ان باتوں میں جو آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کی تھیں سب سے زیادہ احمدی مخاطب ہیں۔

ان ملکوں کی بعض غلط روایات غیر محسوس طریقے پر ہمارے بعض خاندانوں میں داخل ہو رہی ہیں۔ میں احمدیوں کو کہتا ہوں کہ آپ لوگ بھی مخاطب تھے۔ یہ جو اچھی چیزیں ہیں ان کے تمدن کی، وہ تو اختیار کریں لیکن جو غلط باتیں ہیں ان سے ہمیں بچنا چاہئے۔ تو ہمارا ری ایکشن (Reaction) یہی ہونا چاہئے کہ بجائے صرف توڑ پھوڑ کے ہمیں اپنے جائزے لینے کی طرف توجہ پیدا ہونی چاہئے، ہم دیکھیں ہمارے عمل کیا ہیں، ہمارے اندر خدا کا خوف کتنا ہے، اس کی عبادت کی طرف کتنی توجہ ہے، دینی احکامات پر عمل کرنے کی طرف کتنی توجہ ہے، اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کی طرف کتنی توجہ ہے۔

آنحضرتؐ کی خوبیاں اور محاسن بیان کریں

پھر دیکھیں خلافت رابعہ کا دور تھا جب رُشدی نے بڑی توہین آمیز کتاب لکھی تھی۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبات بھی دیئے تھے اور ایک کتاب بھی لکھوائی تھی۔ پھر جس طرح کہ مَیں نے کہا یہ حرکتیں ہوتی رہتی ہیں۔ گزشتہ سال کے شروع میں بھی اس طرح کا ایک مضمون آیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں۔ اس وقت بھی مَیں نے جماعت کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی توجہ دلائی تھی کہ مضامین لکھیں خطوط لکھیں، رابطے وسیع کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی خوبیاں اور ان کے محاسن بیان کریں۔ تو یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حسین پہلوؤں کو دنیا کو دکھانے کا سوال ہے۔ یہ توڑ پھوڑ سے تو نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس

لئے اگر ہر طبقے کے احمدی ہر ملک میں دوسرے پڑھے لکھے اور سمجھدار مسلمانوں کو بھی شامل کریں کہ تم بھی اس طرح پرامن طور پر یہ ردّعمل ظاہر کرو، اپنے رابطے بڑھاؤ اور لکھو تو ہر ملک میں ہر طبقے میں اتمام حجت ہو جائے گی اور پھر جو کرے گا اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108) کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔ اور آپؐ سے بڑی ہستی، رحمت بانٹنے والی ہستی، نہ پہلے کبھی پیدا ہوئی اور نہ بعد میں ہو سکتی ہے۔ ہاں آپ کا اُسوہ ہے جو ہمیشہ قائم ہے اور اس پر چلنے کی ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس کے لئے بھی سب سے بڑی ذمہ داری احمدی کی ہے، ہم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ تو بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃٌ للعالمین تھے اور یہ لوگ آپ کی یہ تصویر پیش کرتے ہیں جس سے انتہائی بھیانک تصور ابھرتا ہے۔ پس ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار محبت اور رحمت کے اسوہ کو دنیا کو بتانا چاہئے اور ظاہر ہے اس کو بتانے کے لئے مسلمانوں کو اپنے رویے بھی بدلنے پڑیں گے۔ دہشت گردی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جنگ سے بچنے کی بھی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ جب تک کہ آپ پر مدینہ میں آ کر جنگ ٹھونسی نہیں گئی۔ پھر بہرحال اللہ تعالیٰ کی اجازت سے دفاع میں جنگ کرنی پڑی۔ لیکن وہاں بھی کیا حکم تھا کہ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرۃ:191) کہ اے مسلمانو! لڑو اللہ کی راہ میں جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اپنے پر نازل ہونے والی شریعت پر عمل کرنے والے تھے۔ ان کے بارے میں ایسے نازیبا خیالات کا اظہار کرنا انتہائی ظلم ہے۔ بہرحال جس طرح یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے معافی مانگ لی ہے اور ہمارے مبلغ کی بھی رپورٹ ہے کہ ان میں سے ایک نے معافی مانگی تھی، اظہار کیا تھا۔

ہمارے احتجاج کا طریق اور اس کا مثبت ردِّعمل

دوسرے مسلمانوں کو تو یہ جوش ہے کہ ہڑتالیں کر رہے ہیں، توڑ پھوڑ کر رہے ہیں کیونکہ ان کا ردّعمل یہی ہے کہ توڑ پھوڑ ہو اور ہڑتالیں ہوں اور جماعت احمدیہ کا اس واقعہ کے بعد جو فوری ردّعمل ظاہر ہونا چاہئے تھا وہ ہُوا۔ احمدی کا ردِّعمل یہ تھا کہ انہوں نے فوری طور پر ان اخباروں سے رابطہ پیدا کیا۔ اور پھر یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے کہ 2006ء کی فروری میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ یہ واقعہ تو گزشتہ سال کا ہے۔ ستمبر میں یہ حرکت ہوئی تھی تو اُس وقت ہم نے کیا کیا تھا۔ یہ جیسا کہ مَیں نے کہا ستمبر کی حرکت ہے یا اکتوبر کے شروع کی کہہ لیں تو ہمارے مبلغ نے اس وقت فوری طور پر ایک تفصیلی مضمون تیار کیا اور جس اخبار میں کارٹون شائع ہوا تھا ان کو یہ بھجوایا اور تصاویر کی اشاعت پر احتجاج کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے بارے میں بتایا کہ یہ ہمارا احتجاج اس طرح ہے، ہم جلوس

تو نہیں نکالیں گے لیکن قلم کا جہاد ہے جو ہم تمہارے ساتھ کریں گے ۔اور تصویر کی اشاعت پر اظہار افسوس کرتے ہیں ۔ اس کو بتایا کہ ضمیر کی آزادی تو ہو گی لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ دوسروں کی دلآزاری کی جائے ۔ بہر حال اس کا مثبت ردّعمل ہوا ۔ ایک مضمون بھی اخبار کو بھیجا گیا تھا جو اخبار نے شائع کر دیا ۔ ڈینش عوام کی طرف سے بڑا اچھا ردّعمل ہوا کیونکہ مشن میں بذریعہ فون اور خطوط بھی انہوں نے ہمارے مضمون کو کافی پسند کیا، پیغام آئے ۔ پھر ایک میٹنگ میں جرنلسٹ یونین کے صدر کی طرف سے شمولیت کی دعوت ملی ۔ وہاں گئے وہاں وضاحت کی کہ ٹھیک ہے تمہارا قانون آزادیٔ ضمیر کی اجازت دیتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے مذہبی رہنماؤں اور قابل تکریم ہستیوں کو ہتک کی نظر سے دیکھو اور ان کی ہتک کی جائے ۔ اور یہاں جو مسلمان اور عیسائی اس معاشرے میں اکٹھے رہ رہے ہیں ان کے جذبات کا بہر حال خیال رکھنا ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا ۔

اسلامی تعلیم کا مثبت اثر

پھر ان کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر حسین تعلیم ہے اور کیسا اسوہ ہے اور کتنے اعلیٰ اخلاق کے آپؐ مالک تھے اور کتنے لوگوں کے ہمدرد تھے، کس طرح ہمدرد تھے خدا کی مخلوق سے اور ہمدردی اور شفقت کے مظہر تھے ۔ چند واقعات جب ان کو بتائے کہ بتاؤ کہ جو ایسی تعلیم والا شخص اور ایسے عمل والا شخص ہے اس کے بارے میں اس طرح کی تصویر بنانی جائز ہے؟ تو جب یہ باتیں ہمارے مشنری کی ہوئیں تو انہوں نے بڑا پسند کیا بڑا سراہا اور ایک کارٹونسٹ نے برملا یہ اظہار کیا کہ اگر اس طرح کی میٹنگ پہلے ہو جاتی تو وہ ہرگز کارٹون نہ بناتے، اب انہیں پتہ چلا ہے کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے ۔ اور ساروں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ٹھیک ہے ڈائیلاگ (Dialogue) کا سلسلہ چلتا رہنا چاہئے ۔

پھر صدر یونین کی طرف سے بھی پریس ریلیز جاری کی گئی جس کا مسودہ بھی سب کے سامنے سنایا گیا اور ٹی وی پر انٹرویو ہوا جو بڑا اچھا رہا ۔ پھر منسٹر سے بھی میٹنگ کی ۔ تو بہر حال جماعت کوشش کرتی ہے ۔ دوسرے ملکوں میں بھی اس طرح ہوا ہے ۔ تو بہر حال جہاں بنیاد تھی وہاں جماعت نے کافی کام کیا ہے ۔ اور کارٹون کی وجہ جو بنی ہے وہ یہ ہے کہ ڈنمارک میں ایک ڈینش رائٹر نے ایک کتاب لکھی ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور قرآن'' جو مارکیٹ میں آ چکی ہے ۔ اس کتاب والے نے کچھ تصویریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا کر بھیجنے کو کہا تھا تو بعضوں نے بنائیں ۔ وہ تصویریں تھیں اور اپنا نام ظاہر نہیں کیا کہ مسلمانوں کا ردّعمل ہو گا ۔ تو بہر حال یہ کتاب ہے جو وجہ بن رہی ہے اس اخبار میں بھی کارٹون ہی وجہ بنی تھی تو اس بارے میں بھی ان کو مستقل کوشش کرتے رہنا چاہئے اور دنیا میں ہر جگہ اگر اس کو پڑھ کر جہاں جہاں بھی اعتراض کی باتیں ہوں وہ پیش کرنی چاہئیں اور جواب دینے چاہئیں ۔ لیکن وہاں ڈنمارک میں یہ بھی تصور ہے، کہتے ہیں بعض مسلمانوں کے ذریعہ غلط کارٹون جو ہم نے شائع ہی نہیں کئے وہ دکھا کے مسلمان دنیا کو ابھارنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ پتہ نہیں یہ سچ ہے یا جھوٹ ہے لیکن ہماری اس

فوری توجہ سے ان میں احساس بہرحال پیدا ہوا ہے۔ یہ اسی وقت شروع ہو گیا تھا ان لوگوں کو تو آج پتہ لگ رہا ہے۔ جبکہ یہ تین مہینے پہلے کی بات ہے۔

آنحضرتؐ کی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کریں

تو جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ ہر ملک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر جو اسلام کے بارے میں جنگی جنونی ہونے کا ایک تصور ہے اس کو دلائل کے ساتھ رد کرنا ہمارا فرض ہے۔ پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ اخباروں میں بھی کثرت سے لکھیں۔ اخباروں کو، لکھنے والوں کو، سیرت پر کتابیں بھی بھیجی جا سکتی ہیں۔

پھر یہ بھی ایک تجویز ہے آئندہ کے لئے، یہ بھی جماعت کو پلان (Plan) کرنا چاہئے کہ نوجوان جرنلزم (Journalism) میں زیادہ سے زیادہ جانے کی کوشش کریں جن کو اس طرف زیادہ دلچسپی ہو تا کہ اخباروں کے اندر بھی ان جگہوں پر بھی، ان لوگوں کے ساتھ بھی ہمارا نفوذ رہے۔ کیونکہ یہ حرکتیں وقتاً فوقتاً اٹھتی رہتی ہیں۔ اگر میڈیا کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وسیع تعلق قائم ہو گا تو ان چیزوں کو روکا جا سکتا ہے، ان بیہودہ حرکات کو روکا جا سکتا ہے۔ اگر پھر بھی اس کے بعد کوئی ڈھٹائی دکھاتا ہے تو پھر ایسے لوگ اس زمرے میں آتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی۔ جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب:58)

یعنی وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔ یہ حکم ختم نہیں ہو گیا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں۔ آپؐ کی تعلیم ہمیشہ زندگی دینے والی تعلیم ہے۔ آپؐ کی شریعت ہر زمانے کے مسائل حل کرنے والی شریعت ہے۔ آپؐ کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے۔ تو اس لئے یہ جو تکلیف ہے یہ آپ کے ماننے والوں کو جو تکلیف پہنچائی جا رہی ہے کسی بھی ذریعہ سے، اس پر بھی آج صادق آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زندہ ہے۔ وہ دیکھ رہی ہے کہ کیسی حرکتیں کر رہے ہیں۔

پس دنیا کو آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے۔ دنیا کو ہمیں بتانا ہو گا کہ جو اذیت یا تکلیف تم پہنچاتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی سزا آج بھی دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی دلآزاری سے باز آؤ۔ لیکن جہاں اس کے لئے اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے بارے میں دنیا کو بتانا ہے وہاں اپنے عمل بھی ہمیں ٹھیک کرنے ہوں گے۔ کیونکہ ہمارے اپنے عمل ہی ہیں جو دنیا کے منہ بند کریں گے اور یہی ہیں جو دنیا کا منہ بند کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے رپورٹ میں بتایا تھا وہاں ایک مسلمان عالم پر یہی الزام منافقت کا لگایا جا رہا ہے کہ ہمیں کچھ کہتا ہے اور وہاں جا کے کچھ کرتا ہے، ابھارتا ہے۔ وہ شاید میں نے رپورٹ پڑھی نہیں۔ تو ہمیں اپنے ظاہر اور باطن کو، اپنے قول و فعل کو ایک کر کے یہ عملی نمونے دکھانے ہوں گے۔

ہمارا نبی محبت کا سفیر اور امن کا شہزادہ

مسلمان کہلانے والوں کو بھی مَیں یہ کہتا ہوں کہ قطع نظر اس کے کہ احمدی ہیں یا نہیں، شیعہ ہیں یا سنی ہیں یا کسی بھی دوسرے مسلمان فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جب حملہ ہو تو وقتی جوش کی بجائے، جھنڈے جلانے کی بجائے، توڑ پھوڑ کرنے کی بجائے، ایمبیسیوں پر حملہ کرنے کی بجائے اپنے عملوں کو درست کریں کہ غیر کو انگلی اٹھانے کا موقع ہی نہ ملے۔ کیا یہ آگیں لگانے سے سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور مقام کی نعوذ باللہ صرف اتنی قدر رہ گئی ہے کہ جھنڈے جلانے سے یا کسی سفارتخانے کا سامان جلانے سے بدلہ لے لیا۔ نہیں ہم تو اس نبی کے ماننے والے ہیں جو آگ بجھانے آیا تھا، وہ محبت کا سفیر بن کر آیا تھا، وہ امن کا شہزادہ تھا۔ پس کسی بھی سخت اقدام کی بجائے دنیا کو سمجھائیں اور آپؐ کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بتائیں۔

احمدی آنحضرتؐ سے عشق و محبت کی آگ اپنے سینوں میں لگائیں

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل اور سمجھ دے لیکن مَیں احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ ان کو تو پتہ نہیں یہ عقل اور سمجھ آئے کہ نہ آئے لیکن آپ میں سے ہر بچہ، ہر بوڑھا، ہر جوان، ہر مرد اور ہر عورت بیہودہ کارٹون شائع ہونے کے ردّ عمل کے طور پر اپنے آپ کو ایسی آگ لگانے والوں میں شامل کریں جو کبھی نہ بجھنے والی آگ ہو، جو کسی ملک کے جھنڈے یا جائیدادوں کو لگانے والی آگ نہ ہو جو چند منٹوں میں یا چند گھنٹوں میں بجھ جائے۔ اب بڑے جوش سے لوگ کھڑے ہیں (پاکستان کی ایک تصویر تھی) آگ لگا رہے ہیں جس طرح کوئی بڑا معرکہ مار رہے ہیں۔ یہ پانچ منٹ میں آگ بجھ جائے گی، ہماری آگ تو ایسی ہونی چاہئے جو ہمیشہ لگی رہنے والی آگ ہو۔ وہ آگ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی آگ جو آپؐ کے ہر اسوہ کو اپنانے اور دنیا کو دکھانے کی آگ ہو۔ جو آپ کے دلوں اور سینوں میں لگے تو پھر لگی رہے۔ یہ آگ ایسی ہو جو دعاؤں میں بھی ڈھلے اور اس کے شعلے ہر دم آسمان تک پہنچتے رہیں۔

پس یہ آگ ہے جو ہر احمدی نے اپنے دل میں لگانی ہے اور اپنے درود کو دعاؤں میں ڈھالنا ہے۔ لیکن اس کے لئے پھر وسیلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی بننا ہے۔ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو کھینچنے کے لئے، دنیا کی لغویات سے بچنے کے لئے، اس قسم کے جو فتنے اٹھتے ہیں ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دلوں میں سلگتا رکھنے کے لئے، اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود بھیجنا چاہئے۔ کثرت سے درود بھیجنا چاہئے۔ اس پُرفتن زمانے میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈبوئے رکھنے کے لئے اپنی نسلوں کو احمدیت اور اسلام پر قائم رکھنے کے لئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:57) کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجا کرو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا، بلکہ اس کے تو کئی حوالے ہیں کہ مجھ پر تو اللہ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا ہی کافی ہے تمہیں جو حکم ہے وہ تمہیں محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔

پس ہمیں اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے اس درود کی ضرورت ہے۔ باقی اس آیت اور اس حدیث کا جو پہلا حصہ ہے اس سے اس بات کی ضمانت مل گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو گرانے اور استہزاء کی جا ہے یہ لوگ جتنی مرضی کوشش کر لیں اللہ اور اس کے فرشتے جو آپ پر سلامتی بھیج رہے ہیں ان کی سلامتی کی دعا سے مخالف کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر حملوں سے ان کو کبھی کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اسلام نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے اور تمام دنیا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہرانا ہے۔" (خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 75-88)

۞ خطبہ جمعہ 17 فروری 2006ء

حضور نے اگلے جمعہ اسی مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

"جو نازیبا اور بیہودہ حرکت مغرب کے بعض اخباروں نے کی اور جس کی وجہ سے مسلم دنیا میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑی اور اس پر جو ردِّعمل ظاہر ہوا اس بارے میں مَیں نے کچھ کہنا ضروری سمجھا تا کہ احمدیوں کو بھی پتہ لگے کہ ایسے حالات میں ہمارے رویے کیسے ہونے چاہئیں۔ ویسے تو اللہ کے فضل سے پتہ ہے لیکن یاددہانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور دنیا کو بھی پتہ چلے کہ ایک مسلمان کا صحیح ردِّعمل ایسے حالات میں کیا ہوتا ہے۔

جہاں ہم دنیا کو سمجھاتے ہیں کہ کسی بھی مذہب کی مقدس ہستیوں کے بارے میں کسی بھی قسم کا نازیبا اظہار خیال، کسی بھی طرح کی آزادی کے زمرے میں نہیں آتا۔ تم جو جمہوریت اور آزادی ضمیر کے چیمپئن بن کر دوسروں کے جذبات سے کھیلتے ہو یہ نہ ہی جمہوریت ہے اور نہ ہی آزادی ضمیر ہے۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور کچھ ضابطہ اخلاق ہوتے ہیں۔ جس طرح ہر پیشے میں ضابطہ اخلاق ہیں، اسی طرح صحافت کے لئے بھی ضابطہ اخلاق ہے اور اسی طرح کوئی بھی طرز حکومت ہو اس کے بھی قانون قاعدے ہیں۔ آزادی رائے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے کے جذبات سے کھیلا جائے، اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اگر یہی آزادی ہے جس پر مغرب کو ناز ہے تو یہ آزادی ترقی کی طرف لے جانے والی نہیں ہے بلکہ یہ تنزل کی طرف لے جانے والی آزادی ہے۔ مغرب بڑی تیزی سے مذہب کو چھوڑ کر آزادی کے نام پر ہر میدان میں اخلاقی قدریں پامال کر رہا ہے اس کو پتہ نہیں ہے کہ کس طرح یہ لوگ اپنی ہلاکت کو دعوت دے رہے ہیں۔

اٹلی کے ایک وزیر کی نازیبا حرکت

ابھی اٹلی میں ایک وزیر صاحب نے ایک نیا شوشہ چھوڑا ہے کہ یہ بیہودہ اور غلیظ کارٹون ٹی شرٹس پر چھاپ کر پہننے شروع کر دیئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی کہا ہے میرے سے لو۔ سنا ہے وہاں بیچے بھی جا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ

مسلمانوں کا علاج یہی ہے ۔تو ان لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ تو ہمیں نہیں پتہ کہ مسلمانوں کا یہ علاج ہے یا نہیں لیکن ان حرکتوں سے وہ خدا کے غضب کو بھڑکانے کا ذریعہ ضرور بن رہے ہیں ۔جو کچھ بیوقوفی میں ہو گیا، وہ تو ہو گیا لیکن اس کو تسلسل سے اور ڈھٹائی کے ساتھ کرتے چلے جانا اور اس پر پھر مصر ہونا کہ ہم جو کر رہے ہیں ٹھیک ہے ۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے غضب کو ضرور بھڑکاتی ہے ۔تو بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا تھا باقی مسلمانوں کا ردِّعمل تو وہ جانیں ۔

ایک احمدی کا ردِّ عمل

لیکن ایک احمدی مسلمان کا ردِّعمل یہ ہونا چاہئے کہ ان کو سمجھائیں، خدا کے غضب سے ڈرائیں ۔جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں اور اپنے قادر و مقتدر خدا کے آگے جھکیں اور اس سے مدد مانگیں ۔اگر یہ لوگ عذاب کی طرف ہی بڑھ رہے ہیں تو وہ خدا جو اپنی اور اپنے پیاروں کی غیرت رکھنے والا ہے، اپنی قہری تجلیات کے ساتھ آنے کی بھی طاقت رکھتا ہے ۔وہ جو سب طاقتوں کا مالک ہے، وہ جو انسان کے بنائے ہوئے قانون کا پابند نہیں ہے، ہر چیز پر قادر ہے، اس کی چکی جب چلتی ہے تو پھر انسان کی سوچ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی، پھر اس سے کوئی بچ نہیں سکتا ۔

مغرب کو تنبیہ

پس احمدیوں کو مغرب کے بعض لوگوں کے یا بعض ملکوں کے یہ رویے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے حضور مزید جھکنا چاہئے ۔خدا کے مسیح نے یورپ کو بھی وارننگ دی ہوئی ہے اور امریکہ کو بھی وارننگ دی ہوئی ہے ۔ یہ زلزلے، یہ طوفان اور یہ آفتیں جو دنیا میں آ رہی ہیں یہ صرف ایشیا کے لئے مخصوص نہیں ہیں ۔امریکہ نے تو اس کی ایک جھلک دیکھ لی ہے ۔پس اے یورپ! تو بھی محفوظ نہیں ہے ۔اس لئے کچھ خوف خدا کرو اور خدا کی غیرت کو نہ للکارو ۔لیکن ساتھ ہی مَیں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ممالک یا مسلمان کہلانے والے بھی اپنے رویے درست کریں ۔ایسے رویے اور ایسے ردِّعمل ظاہر کریں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن کو دنیا کے سامنے رکھیں، ان کو دکھائیں ۔تو یہ وہ صحیح ردِّعمل ہے جو ایک مومن کا ہونا چاہئے ۔

مسلمانوں کا ردِّعمل غیر اسلامی ہے

اب آجکل جو بعض حرکتیں ہو رہی ہیں یہ کون سا اسلامی ردِّعمل ہے کہ اپنے ہی ملک کے لوگوں کو مار دیا، اپنی ہی جائیدادوں کو آگ لگا دی ۔اسلام تو غیر قوموں کی دشمنی میں بھی عدل کو، انصاف کو ہاتھ سے چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا، عقل سے چلنے کا حکم دیتا ہے، کجا یہ کہ پچھلے دنوں میں جو پاکستان میں ہوا یا دوسرے اسلامی ملکوں میں ہو رہا ہے ۔بہر حال ان اسلامی ممالک میں چاہے وہ غیر ملکیوں کے کاروبار کو یا سفارتخانوں کو نقصان پہنچانے کے عمل ہیں یا اپنے ہی لوگوں کو نقصان پہنچانے کے عمل ہیں یہ سوائے اسلام کو بدنام کرنے کے اور کچھ نہیں ۔پس مسلمانوں کو چاہئے،

مسلمان عوام کو چاہئے کہ ان غلط قسم کے علماء اور لیڈروں کے پیچھے چلنے کی بجائے، ان کے پیچھے چل کر اپنی دنیا و آخرت خراب کرنے کی بجائے، عقل سے کام لیں۔ آج مسلمانوں کی بلکہ تمام دنیا کی صحیح سمت کا تعین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو بھیجا ہے۔ اس کو پہچانیں، اس کے پیچھے چلیں اور دنیا کی اصلاح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لئے اس مسیح و مہدی کی جماعت میں شامل ہوں کہ اب کوئی دوسرا طریق، کوئی دوسرا رہبر ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے اور چلانے والا نہیں بنا سکتا۔ اسلام کی شان و شوکت کو بحال کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کو مسیح و مہدی کی جماعت نے ہی قائم کرنا ہے اور کروانا ہے انشاء اللہ" (خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 89-95)

خطبہ جمعہ 24 فروری 2006ء

حضور نے اس تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے غیروں اور اپنوں کو اس خطبہ میں ہدایات سے نوازا۔ آپ خطبہ کے آغاز میں فرماتے ہیں

اسلامی ممالک کا ردّعمل

"آزادی صحافت اور آزادی ضمیر کے نام پر مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے اور ظالمانہ رویہ اختیار کرنے پر مغرب کے بعض اخباروں اور ملکوں نے جو سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، آج بھی مختصراً اس کے بارے میں کچھ کہوں گا۔ اور اس کے ردّعمل میں بعض اخباروں اور ملکوں کے خلاف مسلمان ممالک میں جو ہوا چل رہی ہے اس بارے میں مَیں کہنا چاہتا ہوں۔ یہ انفرادی طور پر بھی ہیں، اجتماعی طور پر بھی ہیں، حکومتی سطح پر بھی احتجاج ہو رہے ہیں بلکہ اسلامی ممالک کی آرگنائزیشن (او آئی سی) نے بھی کہا ہے کہ مغربی ممالک پر دباؤ ڈالا جائے گا کہ معذرت بھی کریں اور ایسا قانون بھی پاس کریں کہ آزادئ صحافت اور آزادئ ضمیر کے نام پر انبیاء تک نہ پہنچیں، کیونکہ اگر اس سے باز نہ آئے تو پھر دنیا کے امن کی کوئی ضمانت نہیں۔ ان ملکوں کا یا آرگنائزیشن کا یہ بڑا اچھا ردّعمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلامی ممالک میں اتنی مضبوطی پیدا کر دے اور ان کو توفیق دے کہ یہ حقیقت میں دلی درد کے ساتھ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے ایسے فیصلے کروانے کے قابل ہو سکیں۔

ایرانی اخبار کا غیر اسلامی ردّعمل

گزشتہ دنوں ایران کے ایک اخبار نے اعلان کیا تھا کہ وہ اس حرکت کا بدلہ لینے کے لئے اپنے اخبار میں مقابلے کروائے گا جس میں دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا اس سلوک کے حوالے سے، ان کے کارٹون بنانے کا مقابلہ ہوگا۔ گویہ اسلامی ردّعمل نہیں ہے، یہ طریق اسلامی نہیں ہے لیکن مغربی ممالک جو آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں اور ہر قسم کی بیہودگی کو اخبار میں چھاپنے کو آزادی صحافت کا نام دیتے ہیں ان کو اس پر بُرا نہیں منانا

چاہئے، جو منایا گیا۔ یا تو بُرا نہ مناتے یا پھر یہ جواب دیتے کہ جس غلطی سے دنیا میں فساد پیدا ہو گیا ہے ہمیں چاہئے کہ اب کسی مذہب یا اس کے بانی اور نبی یا کسی قوم کے بارے میں ایسی سوچ کو ختم کر کے پیار اور محبت کی فضا پیدا کریں۔ لیکن اس طرح کے جواب کی بجائے ڈنمارک کے اس اخبار کے ایڈیٹر نے جس میں یہ کارٹون شائع ہونے پر دنیا میں سارا فساد شروع ہوا ہے، اس نے ایران کے اس اعلان پر یہ کہا ہے کہ وہاں جو اخبار میں کارٹون بنانے کا مقابلہ کروانے کا اعلان کیا گیا ہے یعنی جنگ عظیم دوم میں یہودیوں سے متعلقہ جو بھی کارٹون بنتے تھے وہ ایک قوم پر ظلم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کارٹون بنتے تھے۔ کسی نبی کی ہتک یا توہین کے بارے میں نہیں بنتے تھے۔ تو بہرحال ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم اس میں قطعاً حصہ نہیں لیں گے۔ اور اپنے قارئین کی تسلی کرواتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے قاری تسلی رکھیں کہ ہمارے اخلاقی معیار ابھی تک قائم ہیں۔ ہم ایسے نہیں کہ حضرت عیسیٰ کے یا ہالوکاسٹ کے کارٹون شائع کریں۔ اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کسی بھی حالت میں ایرانی اخبار اور میڈیا کے اس بدذوق قسم کے مقابلے میں حصہ لیں۔ تو یہ ہیں ان کے معیار، جو اپنے لئے اور ہیں اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے لئے اور ہیں۔ بہرحال یہ اُن کے کام ہیں، کئے جائیں ......

مسلمانوں کی حرکتیں آنحضرتؐ کی ذات پر توہین آمیز حملے کا باعث بنتی ہیں

......بہرحال مَیں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ جو مسلمانوں کی حرکتیں ہیں ان سے مسلمانوں کے دشمن فائدہ اٹھاتے ہیں اور مسلمان کی طاقت کم کرتے چلے جا رہے ہیں اور ان مسلمانوں کو عقل نہیں آ رہی۔ بہرحال یہ تو ظاہر و باہر ہے کہ یہ عقل ماری جانا اور یہ پھٹکار اس لئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں مانا اور نہ ہی مان رہے ہیں نہ اس طرف آتے ہیں اور آپؐ کے مسیح و مہدی کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہی ہے اور وہ ہر احمدی کو کرنی چاہئے۔ اس طرف پہلے بھی مَیں نے توجہ دلائی تھی کہ خدا ان کو عقل اور سمجھ دے اور یہ منافقین اور دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر اسلام کو بدنام کرنے والے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے والے نہ بنیں۔

بہرحال جو کچھ بھی ہے جب اسلام کے دشمن ان مسلمانوں کو کسی نہ کسی ذریعے سے ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو احمدی بہرحال درد محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں یا منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان بھٹکے ہوئے مسلمانوں میں سے ایک بہت بڑی تعداد کم علمی کی وجہ سے ان لیڈروں اور علماء کی باتوں میں آ کر ایسی نامناسب حرکتیں اور کارروائیاں کر جاتی ہے جس کا اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں سنتے ہوئے ان لوگوں کو، ان نام نہاد علماء کے چنگل سے چھڑائے اور یہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے انجانے میں یا بیوقوفی میں اور اسلام کی محبت کے جوش میں آ کر جو اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں وہ نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھی راہ بھی دکھائے، کیونکہ ان کی ان حرکتوں کی وجہ سے دشمن کو اسلام پر گند اچھالنے کا موقع ملتا ہے۔ اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی توہین آمیز حملے کرنے کا موقع ملتا ہے۔پس ہر احمدی کو آجکل دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ عالم اسلام اپنی ہی غلطیوں کی وجہ سے انتہائی خوفناک حالت سے دوچار ہے۔اگر ہمارے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق اور محبت ہے تو ہمیں امت کے لئے بھی بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور جو ہم پہلے بھی کر رہے ہیں......

......یہ جو آجکل کے نام نہاد جہاد ہو رہے ہیں غیروں سے بھی جنگیں ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کی گردنیں کاٹی جارہی ہیں۔اب ان علماء سے کوئی پوچھے کہ تم جو بے علم اور ان پڑھ مسلمانوں کے جذبات کو ابھار کر (جو مذہبی جوش میں آ کر اپنی طرف سے غیرت اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غلط حرکتیں کرتے ہیں)، ان کی جو تم غلط رہنمائی کرتے ہو تو یہ کون سا اسلام ہے؟ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ جب تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات سنو، باتیں سنو تو آپؐ کے محاسن بیان کرو۔آپؐ پر درود بھیجو۔یہ تمہارے جہاد سے زیادہ افضل ہے۔جان دینے سے زیادہ بہتر ہے کہ دعاؤں اور درود کی طرف توجہ دو۔

اور اس زمانے میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے یہ اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ بجائے تشدد کے دعاؤں اور درود پر زور دو اور اس کے ساتھ ہی اپنی اصلاح کی بھی کوشش کرو۔اپنے نفسوں کو ٹٹولو کہ کس حد تک ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ہیں۔یہ وقتی جوش تو نہیں ہے جو بعض طبقوں کے ذاتی مفاد کی وجہ سے ہمیں بھی اس آگ کی لپیٹ میں لے رہا ہے۔

پس ہمیں چاہئے کہ جہاں اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں وہاں اپنے ماحول میں اگر مسلمانوں کو سمجھا سکتے ہوں تو ضرور سمجھائیں کہ غلط طریقے اختیار نہ کرو بلکہ وہ راہ اختیار کرو جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے پسند کیا ہے۔اور وہ راہ ہمیں بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے میری رضا حاصل کرنی ہے، جنت میں جانا ہے تو مجھ پر درود بھیجو۔

آنحضرتؐ کے دفاع کے لئے جری اللہ کے پیچھے کھڑا ہونا ضروری ہے

پس آج احیاء دین کے لئے اسلام کی کھوئی ہوئی شان وشوکت واپس لانے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کھڑا ہونے کے لئے، اللہ تعالیٰ نے جس جری اللہ کو کھڑا کیا ہے اس کے پیچھے چلنے سے اور اس کے دیئے ہوئے براہین اور دلائل سے جو اللہ تعالیٰ نے اسے بتائے ہیں اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا پوری آب وتاب اور پوری شان وشوکت کے ساتھ دنیا میں لہرائے گا۔انشاءاللہ۔ اور لہراتا چلا جائے گا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اور لوگوں کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پُرآشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلہ کو قائم کیا۔ مَیں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اس کی عزت اور وقعت ان کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس سے بڑھ کر اسلام پر گزرا ہے جس میں اس قدر سبّ وشتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی ہو۔ اور قرآن شریف کی ہتک ہوئی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بے قرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حس بھی باقی نہ رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سبّ وشتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا اور ان مخالفین اسلام کے منہ بند کر کے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں کہ اس توہین کے وقت میں اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کی صورت میں کیا ہے"

(ملفوظات جلد3 صفحہ 8-9)

یہ فقرہ دیکھیں کہ اس طرح جماعت احمدیہ پر بہت بڑی ذمہ واری پڑتی ہے جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

پس جہاں ایسے وقت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی مچا ہوا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ پر دُرود بھیجتے ہوں گے، بھیج رہے ہوں گے، بھیج رہے ہیں۔ ہمارا بھی کام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق اور امام الزمان کے سلسلے اور اس کی جماعت سے منسلک کیا ہوا ہے کہ اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال دیں اور فضا میں اتنا دُرود وصدق دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرہ دُرود سے مہک اٹھے اور ہماری تمام دعائیں اس دُرود کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوں۔ یہ ہے اس پیار اور محبت کا اظہار جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہونا چاہئے اور آپؐ کی آل سے ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو بھی عقل دے، سمجھ دے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرستادے کو پہچانیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روحانی فرزند کی جماعت میں شامل ہوں جو صلح، امن اور محبت کی فضا کو دوبارہ دنیا میں پیدا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بلند کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کے باوجود آج پھر دیکھ لیں چودہ سو سال کے بعد بھی اسی مہینے میں جب محرم کا مہینہ ہی چل رہا ہے اور اسی سرزمین میں پھر مسلمان، مسلمان کا خون بہا رہا ہے مگر سبق کبھی بھی نہیں سیکھا اور ابھی تک خون بہاتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور اس عمل سے باز آئیں اور اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا کریں اور اسلام کی سچی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔ یہ سب کچھ جو یہ کر رہے ہیں زمانے کے امام کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انکار کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

پس آج ہر احمدی کی ذمہ داری ہے، بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جس نے اس زمانے کے امام کو پہچانا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبے کی وجہ سے بہت زیادہ درُود پڑھیں، دعائیں کریں، اپنے لئے بھی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی تا کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو تباہی سے بچالے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی دعاؤں میں امت مسلمہ کو بہت جگہ دیں۔ غیروں کے بھی ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔ ابھی پتہ نہیں کن کن مزید مشکلوں اور ابتلاؤں میں اور مصیبتوں میں ان لوگوں نے گرفتار ہونا ہے اور ان مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑنا ہے۔ اور کیا کیا منصوبے ان کے خلاف ہو رہے ہیں۔ اللہ ہی رحم کرے۔"

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 103-116)

خطبہ جمعہ 3 مارچ 2006ء

مورخہ 3 مارچ 2006ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی تسلسل میں چوتھا خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں روزنامہ جنگ میں جماعت احمدیہ بارے غلط خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

" گزشتہ دنوں میں ڈنمارک کے اخبار میں جو لغو اور بیہودہ خاکے بنائے گئے تھے اور پھر دوسری دنیا میں بھی بنائے تھے، ان کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک انتہائی غم و غصے کی لہر پیدا ہوئی ہوئی ہے۔ ہڑتالیں ہو رہی ہیں، جلوس نکالے جا رہے ہیں۔ بہر حال جو بھی غصے کا اظہار ہے، جب اس کو کوئی سنبھالنے والا نہ ہو، اس بہاؤ کو کوئی روکنے والا نہ ہو، اس کو صحیح سمت دینے والا نہ ہو تو پھر اسی طرح ہی ردّعمل ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان جیسا بھی ہو، نمازیں پڑھنے والا ہے یا نہیں، اعمال بجالانے والا ہے یا نہیں لیکن ناموس رسالتؐ کا سوال آتا ہے تو بڑی غیرت رکھنے والا ہے، مرمٹنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں اس خبر کو شائع کرنا اور پھر کل جمعرات کے دن شائع کرنا جبکہ آج جمعہ کے روز اکثر جگہوں پر پھر جلوس نکالنے اور ہڑتالیں کرنے اور اس طرح کے ردِّعمل کا پروگرام ہے تو یہ چیز خالصتاً اس لئے کی گئی تھی کہ احمدیوں کے خلاف فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ انتہائی ظالمانہ اور فتنہ پردازی کی کوشش ہے تا کہ اس خبر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کم علم مسلمانوں کو بھڑکا کر احمدیوں کو زیادتی کا نشانہ بنایا جائے۔ بہر حال یہ ان کی کوششیں ہیں کہ کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے جب احمدیوں کے خلاف لاعلم، کم علم مسلمانوں کو بھڑکایا نہ جائے۔

جماعت بارے ایک غلط خبر کی تردید

آپ میں سے کئی لوگوں نے یہ خبر پڑھی ہو گی لیکن چونکہ سب پڑھتے نہیں ہیں اس لئے مَیں یہ خبر پڑھ دیتا ہوں۔ کوپن ہیگن کے حوالے سے ہے یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ انکے رپورٹر ہیں ڈاکٹر جاوید کنول صاحب، وہ کہتے ہیں کہ "ڈنمارک کے خفیہ ادارے کے ایک ذمہ دار افسر نے اپنا نام اور عہدہ صیغہ راز میں رکھنے کی شرط پر کارٹون ایشو پر گفتگو کرتے ہوئے جنگ اخبار کو بتایا کہ ستمبر 2005ء میں قادیانیوں کا سالانہ جلسہ ڈنمارک میں ہوا جس میں

قادیانیوں کے مرکزی ذمہ داران نے شرکت کی، اس موقع پر قادیانیوں کے ایک وفد نے ایک ڈینش وزیر سے ملاقات کے دوران جہاد کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ وہی اسلام کی حقیقی تعلیمات کے علمبردار ہیں''۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے، ہم نے انہیں خاص طور پر تو نہیں بتایا مگر ہمارا دعویٰ یہی ہے کہ جماعت احمدیہ ہی اسلام کی حقیقی تعلیمات کی علمبردار ہے۔

آگے لکھتے ہیں کہ "ان کے نبی مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جہاد کو منسوخ قرار دے دیا ہے۔" ٹھیک ہے لیکن شرائط کے ساتھ منسوخ قرار دے دیا ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ ''مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلامی احکامات (نعوذباللہ) تبدیل کر دیئے ہیں''۔ یہ سراسر اتہام اور الزام ہے۔ اُس لئے (آگے ذرا دیکھیں اس کی شرارت) کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کا عہد ختم ہو چکا ہے''۔

نعوذباللہ۔ اخبار لکھتا ہے کہ قادیانیوں کی اس یقین دہانی پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار صرف سعودی عرب تک محدود ہیں، 30 ستمبر کو ڈینش اخبار نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے 12 کارٹون شائع کئے جن کا مرکزی نکتہ فلسفہ جہاد پر حملہ کرنا تھا۔ اعلیٰ ڈینش افسر نے کہا کہ ہمیں جنوری کے آغاز تک اس بات کا یقین تھا کہ قادیانیوں کا دعویٰ سچا تھا کیونکہ جنوری تک سوائے سعودی عرب کے کسی اسلامی ملک نے ہم سے باقاعدہ احتجاج نہیں کیا تھا۔ او آئی سی کی خاموشی ہمارے یقین کو پختہ کر رہی تھی۔ اس ذمہ دار افسر نے اس نمائندے کو اس ملاقات کی وڈیو ٹیپ بھی سنائی۔ جس میں ڈینش اردو اور انگریزی زبان میں گفتگو ریکارڈ تھی۔ (روزنامہ جنگ لندن، 2 مارچ 2006ء)

یہ خبر بے بنیاد ہے

......جھوٹ کے تو کوئی پاؤں نہیں ہوتے۔ ایسی بے بنیاد خبر ہے کہ انتہا ہی نہیں ہے، یہ ڈاکٹر جاوید کنول صاحب شاید جنگ کے کوئی خاص نمائندے ہیں۔ پہلے تو خیال تھا کہ ڈنمارک میں ہے لیکن اب پتہ لگا ہے کہ یہ صاحب اٹلی میں ہیں اور وہاں سے جنگ کی اور جیو کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اور قانوناً یہ ویسے بھی جو ابھی تک مجھے پتہ لگا ہے کہ ڈنمارک کے حوالے سے یہ خبر کسی اخبار میں نہیں دے سکتے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ الزام لگایا ہے کہ جماعت کا ستمبر میں جلسہ ہوا۔ جماعت احمدیہ کا گزشتہ سال کا جلسہ ستمبر میں تو وہاں ہوا ہی نہیں تھا۔ میرے جانے کی وجہ سے سکنڈے نیوین ممالک کا اکٹھا جلسہ ہوا تھا اور وہ سویڈن میں ہوا تھا۔ اور ایم ٹی اے پر ساروں نے دیکھا کہ کیا ہم نے باتیں کیں اور کیا نہیں کیں۔

ڈنمارک میں ایک ریسپشن

ڈنمارک میں میرے جانے پر ایک ہوٹل میں ایک ریسپشن (Reception) ہوئی تھی جس میں کچھ اخباری نمائندے، پریس کے نمائندے بھی تھے اور دوسرے پڑھے لکھے دوست بھی اس میں تھے۔ سرکاری افسران بھی تھے،

ایک وزیر صاحبہ بھی آئی ہوئی تھیں اور وہاں قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے اسلام کی خوبصورت اور امن پسند تعلیم کا ذکر ہوا تھا۔ اور جو کچھ بھی وہاں کہا گیا تھا وہ صاف تھا، کھلا تھا۔ کوئی چھپ کے بات نہیں ہوئی تھی۔ اور اخباروں نے وہاں شائع بھی کیا تھا بلکہ تھوڑا سا ان کے ٹی وی پروگرام میں بھی آیا تھا۔ اور کوئی علیحدہ ملاقات نہیں تھی اور وہی جو ریسپشن میں میری تقریر تھی میرے خیال میں ایم ٹی اے نے بھی دکھادی ہے۔ نہیں دکھائی تو اب دکھادیں۔

بہرحال یہ ٹھیک ہے کہ شاید وہاں تقریر میں ہی ان لکھنے والے صاحب کی طرح لوگوں کا ذکر ہوا ہو کہ یہ چند لوگ ہیں جو اسلام کو بدنام کرنے والے ہیں ورنہ مسلمان اکثریت اس طرح کے جہاد اور دہشت گردی کو ناپسند کرتی ہے۔ بہرحال ہماری طرف منسوب کر کے بہت بڑا جھوٹ بولا گیا ہے۔ شاید کوئی جھوٹا ترین شخص بھی یہ بات کہتے ہوئے کچھ سوچے کیونکہ آج کل تو ہر چیز ریکارڈ ہوتی ہے۔ اور ان صاحب کے بقول اردو انگریزی اور ڈینش میں ویڈیو ٹیپ بھی موجود ہیں تو اگر سچے ہیں تو یہ ٹیپیں دکھادیں، ہمیں بھی دکھادیں۔ پتہ چل جائے گا کہ کون بولنے والے ہیں، کیا ہیں۔

بہرحال اس جھوٹی خبر پھیلانے والے کو پہلی بات تو مَیں یہی کہتا ہوں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن۔ اگر تم سچے ہو تو تم بھی یہی الفاظ دُہرادو۔ لیکن کبھی بھی نہیں دُہرا سکتے اگر رتی بھر بھی اللہ کا خوف ہوگا۔ ویسے تو ان لوگوں میں خدا کا خوف کم ہی ہے۔ لیکن اگر نہیں بھی دُہراتے تب بھی اس شدت کا جھوٹ بول کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کے نیچے یہ لوگ آ چکے ہیں۔ بہرحال جماعت احمدیہ کے خلاف ایسی مذموم حرکتیں ماضی میں بھی ہوتی رہی ہیں اور مسلسل ہو رہی ہیں اور جب بھی اپنے زعم میں ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ناکامی کا منہ دکھاتا ہے اور جماعت احمدیہ سے اپنے پیار کا وہ اظہار کرتا ہے جو پہلے سے بڑھ کر اس کا فضل لے کر آتا ہے۔

کارٹون کے فتنہ میں سب سے پہلے جماعت نے آواز اٹھائی

جب سے یہ کارٹون کا فتنہ اٹھا ہے سب سے پہلے جماعت احمدیہ نے یہ بات اٹھائی تھی اور اس اخبار کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ اس کا مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ پھر دسمبر، جنوری میں ہم نے دوبارہ ان اخباروں کو لکھا تھا اور بڑا کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا ان دنوں میں مَیں قادیان میں تھا جب ہمارے مبلغ نے وہاں اخبار کو لکھا تھا۔ ہمارے مبلغ کا اخبار میں انٹرویو شائع ہوا تھا۔ تو اس اخبار نے یہ لکھنے کے بعد کہ جماعت احمدیہ کا ردّ عمل اس بارے میں کیا ہے اور یہ لوگ توڑ پھوڑ کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کو اپنی زندگی میں ڈھال کر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ آگے وہ لکھتا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں (امام صاحب کا انٹرویو تھا نا) کہ امام کو ان کارٹونوں سے تکلیف نہیں پہنچی بلکہ ان کا دل کارٹونوں کے زخم سے چُور رہے۔ بلکہ اس تکلیف نے انہیں اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ فوری طور پر ان کارٹونوں کے بارے میں ایک مضمون لکھیں چنانچہ انہوں نے وہ مضمون لکھا اور وہاں ڈنمارک کے اخبار

میں شائع ہوا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق ہی ہے جس نے جماعت میں بھی اس محبت کی اس قدر آگ لگا دی ہے کہ یورپ میں عیسائیت سے احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں آنے والے یورپین باشندے بھی اس عشق و محبت سے سرشار ہیں۔

مکرم عبدالسلام میڈسن صاحب کا انٹرویو

چنانچہ ڈنمارک کے ہمارے ایک احمدی مسلمان عبدالسلام میڈسن صاحب کا انٹرویو بھی اخبار Venster Bladet نے 16 فروری 2006ء کو شائع کیا ہے۔ایک لمبا انٹرویو ہے۔اس کا کچھ حصہ میں آپ کو سناتا ہوں۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ میڈسن صاحب نے مزید کہا کہ ڈنمارک کے وزیراعظم کو مسلمان ممالک کے سفیروں سے بات کرنی چاہئے تھی کیونکہ لوگ ان خاکوں کو دیکھ کر غصہ میں آتے ہیں۔اگر وزیراعظم نے مسلمان ممالک کے سفیروں سے بات کی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ یہ مسئلہ کس قدر اہم تھا اور اس کے کیا نتائج پیدا ہو سکتے تھے۔اور یہ جو ردّعمل سامنے آیا ہے یہ بالکل وہی ہے جو میں ان خاکوں کی اشاعت پر محسوس کر رہا تھا کہ ردّعمل ہوگا۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے لئے زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبے میں مثال ہیں۔جب ایسی ذات پر توہین آمیز حملہ کیا جائے تو یہ ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیف دہ امر ہے۔اور وہ اس پر دکھ محسوس کرتا ہے۔

عبدالسلام میڈسن صاحب یہ کہتے ہیں کہ یولنڈ پوسٹن جو وہاں کا اخبار تھا اس کو ان خاکوں کی اشاعت سے کیا حاصل ہوا ہے۔پھر آگے وہ لکھتا ہے کہ میڈسن صاحب کو بھی اس امر کی بہت تکلیف ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کئے گئے ہیں۔پھر کہتا ہے کہ میڈسن صاحب نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ کے بارے میں بڑی تفصیل سے ملتا ہے کہ ان کا حلیہ مبارک کیا تھا، کیسا تھا۔پھر انہوں نے لکھا کہ یہ ایک گندی بچگانہ حرکت ہے۔

پھر انہوں نے لکھا ہے کہ ڈنمارک میں قانون توہین موجود ہے، پہلے میرے خیال میں اس کی ضرورت نہ تھی مگر اب میرے خیال میں فساد کو روکنے کے لئے اس قانون کو اپلائی (Apply) کرنے کی ضرورت ہے تا کہ فساد نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین تو خدا تعالیٰ کا معاملہ ہے وہ خود ہی اس کی سزا دے گا۔تو یہ دیکھیں ایک یورپین احمدی مسلمان کا کتنا پکا ایمان ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس گھناؤنی حرکت کرنے پر یہ ہمارے ردّعمل تھے۔

ہمارے دلوں میں عشق رسولؐ غیروں سے لاکھوں کروڑوں حصے زیادہ ہے

ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے لاکھوں کروڑوں حصے زیادہ ہے جو ہم پر اس قسم کے اتہام اور الزام لگاتے ہیں۔اور یہ سب کچھ ہمارے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

خوبصورت تعلیم کی وجہ سے ہے جس کی تصویر کشی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے۔ جس کو خوبصورت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دکھایا ہے۔ کوئی بھی احمدی کبھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں یہ حال تھا کہ حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ کر آپ کی آنکھیں آنسو بہایا کرتی تھیں۔ وہ شعر یہ ہے کہ:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ

مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

تُو تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو تیرے وفات پا جانے کے بعد اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے، مجھے تو صرف تیری موت کا خوف تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے تھے کہ کاش یہ شعر مَیں نے کہا ہوتا۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 23 روایت نمبر 333)

تو ایسے شخص کے متعلق کہنا کہ نعوذ باللہ اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا سمجھتا ہے یا اس کے ماننے والے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقام دیتے ہیں۔ بہت گھناؤنا الزام ہے۔ ہمیں تو قدم قدم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہونے کے نظارے آپ میں دکھائی دیتے ہیں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں

وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 456)

تو جو اپنا سب کچھ اس نور پر فدا کر رہا ہو۔ اس کے بارے میں یہ کہنا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اب نہیں رہا اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مقام زیادہ اونچا ہو گیا ہے اور احمدیوں کے نزدیک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام آخری نبی ہیں اور پھر یہ کہ ہم نے ان کو یہ کہہ دیا کہ ٹھیک ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے آپ آخری نبی ہیں اب ہم اخبار کو کھلی چھٹی دیتے ہیں کہ نعوذ باللہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹون بناؤ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ انتہائی بچگانہ بات ہے کہ ہمارے کہنے پر، صرف اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ ہم اجازت دیں اور وہ کارٹون شائع کر دیں جن کی ڈنمارک میں تعداد ہی چند سو ہے۔ خبر لگاتے ہوئے یہ اُردو اخبار کچھ آگے پیچھے بھی غور کر لیا کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ حقیقی طور پر حضرت محمدؐ کے عاشق صادق ہیں

......پس یہ لوگ جو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق سمجھتے ہیں اور ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان سے بالا سمجھتے ہیں۔ یہ بتائیں، ان کے تو مقصد ہی صرف یہ ہیں کہ ذاتی

مفاد حاصل کئے جائیں ان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ یہ اپنے علماء میں سے کسی ایک کے منہ سے بھی اس شان کیا، اس شان کے لاکھویں حصے کے برابر بھی کوئی الفاظ ادا کئے ہوئے دکھا سکیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائے ہیں۔ یہ اس عاشق صادق کے الفاظ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت کے بارے میں جسے تم لوگ جھوٹا کہتے ہو۔ اس شخص کی تو ہر حرکت وسکون اپنے آقا ومطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تھا۔ یہ گہرائی، یہ فہم، یہ ادراک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا کبھی کہیں اپنے لٹریچر میں تو دکھاؤ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کیا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اور جماعت کی ہمیشہ یہی تعلیم ہے اور اس پر چلتی ہے کہ ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے برداشت کر لیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ:

"ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔ مگر جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔"

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

تو یہ ہے ہماری تعلیم۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دی ہوئی تعلیم ہے اور یہ ہے ہمارے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی بھڑکائی ہوئی آگ اور اس کا صحیح فہم اور ادراک جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دیا۔ اس کے بعد بھی یہ کہنا کہ نعوذ باللہ خاکے بنانے کے سلسلے میں اخبار اور حکومت ڈنمارک کو احمدیوں نے Encourage کیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے خاکے شائع کئے۔ تو ان لوگوں پر سوائے اللہ تعالیٰ کی لعنت کے اور کچھ نہیں ڈالا جا سکتا۔

جہاد بارے جماعت احمدیہ کا موقف

اب دوسری بات یہ ہے کہ جہاد کو منسوخ کر دیا ہے۔ اُس نے پہلی بات یہ لکھی ہے لیکن اہم وہ بات تھی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ نبی نہیں مانتے یا ان کی تعلیم اب منسوخ ہو گئی ہے۔ دوسری بات اس نے جہاد کی منسوخی کی لکھی ہے اس بارے میں مسلمانوں کے اپنے لیڈر گزشتہ دنوں میں جب اُن پر پڑی ہے اور جن طاقتوں کے یہ طفیلی ہیں اور جن سے لے کر کھاتے ہیں انہوں نے جب ان کو دبایا تو انہیں کے کہنے پر یہ بیان دے چکے ہیں کہ یہ جو آج کل جہاد کی تعریف کی جاتی ہے اور یہ کہ بعض مسلمان تنظیمیں آئے دن حرکتیں کرتی رہتی ہیں یہ جہاد نہیں ہے اور

اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے ۔اخباروں میں ان لوگوں کے بیان چھپ چکے ہیں ۔جماعت احمدیہ کا تو پہلے دن سے ہی یہ مؤقف ہے اور یہ نظریہ ہے اور یہ تعلیم ہے کہ فی زمانہ ان حالات میں جہاد بند ہے اور یہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے ......

دہشت گردی سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے

......پس یہ جماعت احمدیہ کا نظریہ ہے اور قرآن و حدیث کے مطابق ہے ۔اور ببانگ دہل کھلے طور پر ہم یہ اعلان کرتے ہیں، کہتے ہیں اور کہتے رہے ہیں کہ اب یہ لوگ جو جہاد جہاد کرتے پھر رہے ہیں جس کی آڑ میں سوائے دہشت گردی کے کچھ نہیں ہوتا یہ جہاد نہیں ہے اور سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے ۔

جماعت پر الزام کی تردید

ابھی کل ہی کراچی میں جو خودکش حملہ ہوا ہے یہی لوگ ہیں جو اسلام کو بدنام کر رہے ہیں ۔پھر ایسے حملے میں اپنے ملک کی معصوم جانیں بھی یہ لوگ لے لیتے ہیں ۔یہ غلط حرکتیں کر کے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے انکاری تو یہ لوگ خود ہو رہے ہیں ۔احمدی تو آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دنیا میں پہنچانے کا جہاد کر رہے ہیں ۔کون ہے ان لوگوں میں سے جو اسلام کے پیغام کو اس طرح دنیا کے کونے کونے میں پہنچا رہا ہو ۔ہاں تمہاری اس دہشت گردی اور اسلام کو بدنام کرنے والی جو جہادی کوششیں ہیں ان میں احمدی نہ کبھی پہلے شامل ہوئے ہیں اور نہ آئندہ ہوں گے ۔بہر حال یہ جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کی مذموم کوششیں ہیں، ہوتی رہی ہیں ۔

تو اس اخبار کو بھی میں کہتا ہوں، ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ وہ ملک نہیں ہے جہاں قانون کی حکمرانی نہ ہو، پاکستان کی طرح کہ اگر مُلاں کی مرضی ہو گی یا ان کی مرضی ہو گی قانون پہ عملدرآمد ہو جائے گا اور انصاف نہیں ہو گا ۔بہر حال کچھ نہ کچھ حد تک ان لوگوں میں انصاف ہے ۔ہم سارے کوائف اکٹھے کر رہے ہیں، رپورٹس منگوا رہے ہیں ۔یہ خبر دے کر اس افسر کے حوالے سے کہ ڈنمارک کے افسر نے کہا ہے کہ احمدیوں کی یقین دہانی پر کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم منسوخ ہو گئی ہے ہم نے یہ کارٹون شائع کئے تھے گویا ڈنمارک کی حکومت پر بھی اس سے الزام ثابت ہو رہا ہے کہ وہاں کی حکومت بھی اس کام میں ملوث ہے ۔جبکہ وہاں کے وزیر اعظم شور مچا رہے ہیں، کئی دفعہ بیان دے چکے ہیں کہ یہ اخبار کا کام ہے ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں لیکن آزادی صحافت کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتے ۔آزادی صحافت کیا چیز ہے، کیا نہیں وہ ایک الگ معاملہ ہے ۔لیکن بہر حال وہ اس چیز سے انکاری ہیں اور یہ اخبار کہہ رہا ہے کہ نہیں حکومت اس میں شامل ہے ۔تو اس خبر کے خلاف تو ڈنمارک کی حکومت بھی کارروائی کا حق رکھتی ہے ۔آج کل جبکہ مسلمان دنیا میں ڈنمارک کے خلاف آگ بھڑکی ہوئی ہے اس اخبار نے ایک من گھڑت خبر شائع کر کے ان کے حوالے سے شائع کی ہے یہ تو مزید اس آگ کو تیل دینے والی بات ہے، ہوا دینے والی بات ہے ۔ہم نے جو ان سے

رابطے کئے ہیں ڈنمارک کی اعلیٰ سیکیورٹی ایجنسی کے افسر نے تو صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے، تردید کی ہے کہ بالکل کبھی اس طرح نہیں ہوا اور نہ کوئی ہمارے پاس ایسی خبر ہے۔ بہر حال وہ کہتے ہیں ہم مزید تحقیق کریں گے اس سے مزید باتیں کھل جائیں گی۔ پہلے انہوں نے اخبار میں یہ خبر لکھی کہ اس کی ویڈیو ٹیپ ہمارے پاس ہے لیکن ہم نے جو اپنے رابطے کئے تو اب یہ کہنے لگے ہیں کہ نہیں ویڈیو ٹیپ نہیں آڈیو ٹیپ ہے تو جیسا کہ میں نے کہا کہ جھوٹ کے کوئی پاؤں نہیں ہوتے۔ یہ اپنے بیان بدلتے رہیں گے۔ اور یہی پاکستانی صحافت کا یا اس صحافت کا جس پر پاکستانی اثر ہے، حال ہے۔

لیکن بہر حال میں یہ بتا دوں کہ بات اب یہاں اس طرح ختم نہیں ہوگی۔ ہم پر یہ جو اتنا گھناؤنا الزام لگایا ہے اور ان حالات میں احمدیوں کے خلاف جو سازش کی گئی ہے ہم اس کو جہاں تک یہاں کا قانون ہمیں اجازت دیتا ہے انشاء اللہ انجام تک لے کر جائیں گے تا کہ مسلمانوں کو، کم از کم ان مسلمانوں کو جو شریف فطرت لوگ ہیں، ان نام نہاد پڑھے لکھے لوگوں کے اخلاقی معیار کا پتہ لگ سکے۔

(الحکم 24 ستمبر 1904ء صفحہ نمبر 4)(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 117 تا 130)

خطبہ جمعہ 10 مارچ 2006ء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی تسلسل میں اپنے پانچویں خطبہ میں اسلامی تعلیمات کے محاسن بیان فرمائے اور آزادی ضمیر، آزادی مذہب و آزادی انسانیت کی دلکش تشریح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اسلام کی تعلیم ایک خوبصورت تعلیم ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر غیر مسلموں کی طرف سے جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپؐ نعوذ باللہ ایسا دین لے کر آئے جس میں سوائے سختی اور قتل و غارت گری کے کچھ اور ہے ہی نہیں اور اسلام میں مذہبی رواداری، برداشت اور آزادی کا تصور ہی نہیں ہے اور اسی تعلیم کے اثرات آج تک مسلمانوں کی فطرت کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس بارہ میں کئی دفعہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں سے ہی بعض طبقے اور گروہ یہ تصور پیدا کرنے اور قائم کرنے میں مدد و معاون ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے ان کے اسی نظریے اور عمل نے غیر اسلامی دنیا میں اور خاص طور پر مغرب میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لغو اور بیہودہ اور انتہائی نازیبا اور غلیظ خیالات کے اظہار کا موقع پیدا کیا ہے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ بعض طبقوں اور گروہوں کے عمل مکمل طور پر اسلامی تعلیم اور ضابطہ اخلاق کے خلاف ہیں۔ اسلام کی تعلیم تو ایک ایسی خوبصورت تعلیم ہے جس کی خوبصورتی اور حسن سے ہر تعصب سے پاک شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔............

آپؐ کی زندگی کا ہر عمل، ہر فعل اور پل پل مجسم رحم تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی جنگوں کے مخصوص حالات پیدا کئے گئے تھے جن سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو جوابی جنگیں لڑنی پڑیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ آج کل کی جہادی تنظیموں نے بغیر جائز وجوہات

کے اور جائز اختیارات کے اپنے جنگجوانہ نعروں اور عمل سے غیر مذہب والوں کو یہ موقع دیا ہے اور ان میں اتنی جرأت پیدا ہو گئی ہے کہ انہوں نے نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر بیہودہ حملے کئے ہیں اور کرتے رہے ہیں جبکہ اس سراپا رحم اور محسن انسانیت اور عظیم محافظ حقوق انسانی کا تو یہ حال تھا کہ آپؐ جنگ کی حالت میں بھی کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے جو دشمن کو سہولت نہ مہیا کرتا ہو۔ آپؐ کی زندگی کا ہر عمل، ہر فعل، آپؐ کی زندگی کا پل پل اور لحہ لحہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپ مجسم رحم تھے اور آپ کے سینے میں وہ دل دھڑک رہا تھا کہ جس سے بڑھ کر کوئی دل رحم کے وہ اعلیٰ معیار اور تقاضے پورے نہیں کر سکتا جو آپؐ نے کئے، امن میں بھی اور جنگ میں بھی، گھر میں بھی اور باہر بھی، روزمرہ کے معمولات میں بھی اور دوسرے مذاہب والوں سے کئے گئے معاہدات میں بھی۔ آپؐ نے آزادی ضمیر، مذہب اور رواداری کے معیار قائم کرنے کی مثالیں قائم کر دیں۔ اور پھر جب عظیم فاتح کی حیثیت سے مکّہ میں داخل ہوئے تو جہاں مفتوح قوم سے معافی اور رحم کا سلوک کیا، وہاں مذہب کی آزادیٔ کا بھی پورا حق دیا اور قرآن کریم کے اس حکم کی اعلیٰ مثال قائم کر دی کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:257) کہ مذہب تمہارے دل کا معاملہ ہے، میری خواہش تو ہے کہ تم سچے مذہب کو مان لو اور اپنی دنیا و عاقبت سنوار لو، اپنی بخشش کے سامان کر لو، لیکن کوئی جبر نہیں۔ آپؐ کی زندگی رواداری اور آزادیٔ مذہب و ضمیر کی ایسی بے شمار روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ان میں سے چند ایک کا میں ذکر کرتا ہوں۔

تکالیف میں اخلاق کا اعلیٰ معیار

کون نہیں جانتا کہ مکّہ میں آپؐ کی دعویٰ نبوت کے بعد کی 13 سالہ زندگی، کتنی سخت تھی اور کتنی تکلیف دہ تھی اور آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کتنے دکھ اور مصیبتیں برداشت کیں۔ دوپہر کے وقت تپتی ہوئی گرم ریت پر لٹائے گئے، گرم پتھر ان کے سینوں پر رکھے گئے۔ کوڑوں سے مارے گئے، عورتوں کی ٹانگیں چیر کر مارا گیا، قتل کیا گیا، شہید کیا گیا۔ آپؐ پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے گئے۔ سجدے کی حالت میں بعض دفعہ اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپؐ کی کمر پر رکھ دی گئی جس کے وزن سے آپؐ اٹھ نہیں سکتے تھے۔ طائف کے سفر میں بچے آپؐ پر پتھراؤ کرتے رہے، بیہودہ اور غلیظ زبان استعمال کرتے رہے۔ ان کے سرداران کو ہلا شیری دیتے رہے، ان کو اُبھارتے رہے۔ آپؐ اتنے زخمی ہو گئے کہ سر سے پاؤں تک لہولہان ہیں، اوپر سے بہتا ہوا خون جوتی میں بھی آ گیا۔ شعب ابی طالب کا واقعہ ہے۔ آپؐ کو، آپؐ کے خاندان کو، آپؐ کے ماننے والوں کو کئی سال تک محصور کر دیا گیا۔ کھانے کو کچھ نہیں تھا، پینے کو کچھ نہیں تھا۔ بچے بھی بھوک پیاس سے بلک رہے تھے، کسی صحابی کو ان حالات میں اندھیرے میں زمین پر پڑی ہوئی کوئی نرم چیز پاؤں میں محسوس ہوئی تو اسی کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا کہ شاید کوئی کھانے کی چیز ہو۔ یہ حالت تھی بھوک کی اضطراری کیفیت کی، تو یہ حالات تھے۔ آخر جب ان حالات سے مجبور ہو کر ہجرت کرنی پڑی اور ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو وہاں بھی دشمن نے پیچھا نہیں چھوڑا اور حملہ آور ہوئے۔ مدینہ کے رہنے والے

یہودیوں کو آپؑ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ان حالات میں جن کا میں نے مختصراً ذکر کیا ہے اگر جنگ کی صورت پیدا ہوا اور مظلوم کو بھی جواب دینے کا موقع ملے، بدلہ لینے کا موقع ملے تو وہ یہی کوشش کرتا ہے کہ پھر اس ظلم کا بدلہ بھی ظلم سے لیا جائے۔کہتے ہیں کہ جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں بھی نرم دلی اور رحمت کے اعلیٰ معیار قائم فرمائے۔مکّہ سے آئے ہوئے ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا تھا تمام تکلیفوں کے زخم ابھی تازہ تھے۔آپؑ کو اپنے ماننے والوں کی تکلیفوں کا احساس اپنی تکلیفوں سے بھی زیادہ ہوا کرتا تھا۔لیکن پھر بھی اسلامی تعلیم اور اصول وضوابط کو آپؑ نے نہیں توڑا۔جو اخلاقی معیار آپؑ کی فطرت کا حصہ تھے اور جو تعلیم کا حصہ تھے ان کو نہیں توڑا۔آج دیکھ لیں بعض مغربی ممالک جن سے جنگیں لڑ رہے ہیں ان سے کیا کچھ نہیں کرتے۔لیکن اس کے مقابلے میں آپؑ کا اُسوہ دیکھیں جس کا تاریخ میں، ایک روایت میں یوں ذکر ملتا ہے ......

......پھر اس دشمن اسلام کا واقعہ دیکھیں جس کے قتل کا حکم جاری ہو چکا تھا۔لیکن آپؑ نے نہ صرف اسے معاف فرمایا بلکہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے اسے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت آپؑ نے عطا فرمائی۔چنانچہ اس واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ:۔

ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اپنے باپ کی طرح عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگیں کرتا رہا۔فتح مکہ کے موقع پر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان عفو اور امان کے باوجود فتح مکہ کے موقع پر ایک دستے پر حملہ آور ہوا اور حرم میں خونریزی کا باعث بنا۔اپنے جنگی جرائم کی وجہ سے ہی وہ واجب القتل ٹھہرایا گیا تھا۔لیکن مسلمانوں کے سامنے اس وقت کوئی نہیں ٹھہر سکا تھا۔اس لئے فتح مکہ کے بعد جان بچانے کیلئے وہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔اس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی معافی کی طالب ہوئی تو آپؑ نے بڑی شفقت فرماتے ہوئے اسے معاف فرما دیا۔اور پھر جب وہ اپنے خاوند کو لینے کیلئے جب گئی تو عکرمہ کو اس معافی پر یقین نہیں آتا تھا کہ میں نے اتنے ظلم کئے ہوئے ہیں، اتنے مسلمان قتل کئے ہوئے ہیں، آخری دن تک میں لڑائی کرتا رہا تو مجھے کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے۔بہر حال وہ کسی طرح یقین دلا کر اپنے خاوند عکرمہ کو واپس لے آئی۔چنانچہ جب عکرمہ واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس بات کی تصدیق چاہی تو اس کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے احسان کا حیرت انگیز سلوک کیا۔پہلے تو آپ دشمن قوم کے سردار کی عزت کی خاطر کھڑے ہو گئے کہ یہ دشمن قوم کا سردار ہے اس لئے اس کی عزت کرنی ہے۔اس لئے کھڑے ہو گئے اور پھر عکرمہ کے پوچھنے پر فرمایا کہ واقعی میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

(ماخوذ موطا امام مالک کتاب النکاح و شرح زرقانی علی مؤطا الامام مالک باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ، حدیث نمبر 1183)

عکرمہ نے پھر پوچھا کہ اپنے دین پر رہتے ہوئے؟ یعنی میں مسلمان نہیں ہوا۔اس شرک کی حالت میں مجھے

آپ نے معاف کیا ہے، آپ نے مجھے بخش دیا ہے۔تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔اس پر عکرمہ کا سینہ اسلام کیلئے کھل گیا اور بے اختیار کہہ اٹھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ واقعی بے حد حلیم اور کریم اور صلہ رحمی کرنیوالے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ خلق اور احسان کا یہ معجزہ دیکھ کر عکرمہ مسلمان ہو گیا۔

(السیرۃ الحلبیہ۔جلد سوم صفحہ 109 مطبوعہ بیروت)

اسلام آزادئ ضمیر و مذہب سے پھیلا

تو اسلام اس طرح حُسنِ اخلاق سے اور آزادئ ضمیر و مذہب کے اظہار کی اجازت سے پھیلا ہے۔حسن خلق اور آزادی مذہب کا یہ تیر ایک منٹ میں عکرمہ جیسے شخص کو گھائل کر گیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور غلاموں تک کو یہ اجازت دی تھی کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو۔لیکن اسلام کی تبلیغ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسلام کی تعلیم کے بارے میں بتاؤ کیونکہ لوگوں کو پتہ نہیں ہے۔یہ خواہش اس لئے ہے کہ یہ تمہیں اللہ کا قرب عطا کرے گی اور تمہاری ہمدردی کی خاطر ہی ہم تم سے یہ کہتے ہیں۔

چنانچہ ایک قیدی کا ایک واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔سعید بن ابی سعید بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف مہم بھیجی تو بنو حنیفہ کے ایک شخص کو قیدی بنا کر لائے جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا۔صحابہ نے اسے مسجد نبویؐ کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ثمامہ تیرے پاس کیا عذر ہے یا تیرا کیا خیال ہے کہ تجھ سے کیا معاملہ ہو گا۔اس نے کہا میرا ظن اچھا ہے۔اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپؐ ایک خون بہانے والے شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ انعام کریں تو آپ ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو کہ احسان کی قدر دانی کرنے والا ہے۔اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہے لے لیں۔اس کے لئے اتنا مال اس کی قوم کی طرف سے دیا جا سکتا تھا۔یہاں تک کہ اگلا دن چڑھ آیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لائے اور ثمامہ سے پوچھا کیا ارادہ ہے۔چنانچہ ثمامہ نے عرض کی کہ میں تو کل ہی آپؐ سے عرض کر چکا تھا کہ اگر آپؐ انعام کریں تو آپ ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو کہ احسان کی قدر دانی کرنے والا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہیں چھوڑا۔پھر تیسرا دن چڑھا پھر آپ اس کے پاس گئے آپؐ نے فرمایا۔اے ثمامہ! تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کی جو کچھ میں نے کہنا تھا وہ کہہ چکا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آزاد کر دو۔تو ثمامہ کو آزاد کر دیا گیا۔اس پر وہ مسجد کے قریب کھجوروں کے باغ میں گیا اور غسل کیا اور مسجد میں داخل ہو کر کلمہ شہادت پڑھا۔اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند آپ کا چہرہ ہوا کرتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب آپ کا چہرہ ہے۔بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آپ کا دین ہوا کرتا تھا۔لیکن اب یہ حالت ہے کہ میرا محبوب ترین دین آپ کا لایا ہوا دین ہے۔بخدا میں سب سے زیادہ ناپسند آپؐ کے شہر کو کرتا تھا۔اب یہی شہر میرا محبوب ترین شہر ہے۔آپ کے گھوڑسواروں

نے مجھے پکڑ لیا جبکہ میں عمرہ کرنا چاہتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جاتو مَیں عمرہ کرنے کے لئے رہا تھا اب آپ کا کیا ارشاد ہے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے خوشخبری دی، مبارکباد دی اسلام قبول کرنے کی اور اسے حکم دیا کہ عمرہ کرو، اللہ قبول فرمائے گا۔جب وہ مکہ پہنچا تو کسی نے کہا کہ کیا تو صابی ہوگیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور خدا کی قسم اب آئندہ سے یمامہ کی طرف سے گندم کا ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ (بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ۔وحدیث ثمامہ بن اُثال 4372)

آپؐ دعویٰ نبوت سے قبل ہی آزادی ضمیر ومذہب کے علمبردار تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ نبوت سے پہلے بھی آزادی ضمیر اور آزادی مذہب اور زندگی کی آزادی پسند فرماتے تھے اور غلامی کو ناپسند فرماتے تھے۔چنانچہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے بعد اپنا مال اور غلام آپؐ کو دے دیئے تو آپ نے حضرت خدیجہ کو فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں مجھے دے رہی ہو تو پھر یہ میرے تصرف میں ہوں گے اور جو مَیں چاہوں گا کروں گا۔انہوں نے عرض کی اسی لئے مَیں دے رہی ہوں۔آپؐ نے فرمایا کہ مَیں غلاموں کو بھی آزاد کردوں گا۔انہوں نے عرض کی آپ جو چاہیں کریں مَیں نے آپ کو دے دیا، میرا اب کوئی تصرف نہیں ہے، یہ مال آپ کا ہے۔چنانچہ آپؐ نے اسی وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلاموں کو بلایا اور فرمایا کہ تم سب لوگ آج سے آزاد ہو اور مال کا اکثر حصہ بھی غرباء میں تقسیم کردیا۔

جو غلام آپ نے آزاد کئے ان میں ایک غلام زید نامی بھی تھے وہ دوسرے غلاموں سے لگتا ہے زیادہ ہوشیار تھے، ذہین تھے۔انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا کہ یہ جو مجھے آزادی ملی ہے یہ آزادی تو اب مل گئی، غلامی کی جو مہر لگی ہوئی ہے وہ اب ختم ہوگئی لیکن میری بہتری اسی میں ہے کہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہی ہمیشہ رہوں۔انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپؐ نے مجھے آزاد کردیا ہے لیکن میں آزاد نہیں ہوتا، مَیں تو آپ کے ساتھ ہی غلام بن کے رہوں گا۔چنانچہ آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہے اور یہ دونوں طرف سے محبت کا، پیار کا تعلق بڑھتا چلا گیا۔
زید ایک مالدار خاندان کے آدمی تھے، اچھے کھاتے پیتے گھر کے آدمی تھے، ڈاکوؤں نے ان کو اغوا کرلیا تھا اور پھر ان کو بیچتے رہے اور بکتے بکاتے وہ یہاں تک پہنچے تھے تو ان کے جو والدین تھے، رشتہ دار عزیز بھی تلاش میں تھے۔آخر ان کو پتہ لگا کہ یہ لڑکا مکہ میں ہے تو مکہ آگئے اور پھر جب پتہ لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں تو آپ کی مجلس میں پہنچے اور وہاں جاکے عرض کی کہ آپ جتنا مال چاہیں ہم سے لے لیں اور ہمارے بیٹے کو آزاد کردیں، اس کی ماں کا رورو کے برا حال ہے۔تو آپؐ نے فرمایا کہ مَیں تو اس کو پہلے ہی آزاد کرچکا ہوں۔یہ آزاد ہے۔جانا چاہتا ہے تو چلا جائے اور کسی پیسے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔انہوں نے کہا بیٹے چلو۔بیٹے نے جواب دیا کہ آپ سے مل لیا اتنا ہی کافی ہے۔کبھی موقع ملا تو ماں سے بھی ملاقات ہوجائے گی۔لیکن اب مَیں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا۔مَیں تو اب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو چکا ہوں آپ سے جدا ہونے کا مجھے سوال نہیں۔ماں باپ سے زیادہ محبت اب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔زید کے باپ اور چچا وغیرہ نے بڑا زور دیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔زید کی اس محبت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ زید آزاد تو پہلے ہی تھا مگر آج سے یہ میرا بیٹا ہے۔اس صورتحال کو دیکھ کر پھر زید کے باپ اور چچا وہاں سے اپنے وطن واپس چلے گئے اور پھر زید ہمیشہ وہیں رہے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 112)

نبوت کے بعد آزادی ضمیر و مذہب کو چار چاند لگ گئے

تو نبوت کے بعد تو آپؐ کے ان آزادی کے معیاروں کو چار چاند لگ گئے تھے۔اب تو آپ کی نیک فطرت کے ساتھ آپ پر اُترنے والی شریعت کا بھی حکم تھا کہ غلاموں کو ان کے حقوق دو۔اگر نہیں دے سکتے تو آزاد کر دو۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی اپنے غلام کو مار رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور بڑے غصے کا اظہار فرمایا۔اس پر ان صحابی نے اس غلام کو آزاد کر دیا۔کہا کہ میں ان کو آزاد کرتا ہوں۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نہ آزاد کرتے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے آتے۔

(مسلم کتاب الایمان والنذر باب صحبة المماليک و كفارة ...... حديث نمبر 4197)

تو اب دیکھیں یہ ہے آزادی۔

پھر دوسرے مذہب کے لوگوں کیلئے اپنی اظہار رائے کا حق اور آزادی کی بھی ایک مثال دیکھیں۔اپنی حکومت میں جبکہ آپ کی حکومت مدینے میں قائم ہو چکی تھی اس وقت اس آزادی کا نمونہ ملتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کرنے لگے۔ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی۔مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر منتخب کر کے فضیلت عطا کی۔اس پر یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور چن لیا۔اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ مار دیا۔یہودی شکایت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سے تفصیل پوچھی اور پھر فرمایا: لَا تُخَيِّرُونِي عَلٰی مُوْسٰی کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

(بخاری کتاب الخصومات باب ما يذكر في الأشخاص والخصومة بين المسلم واليهود حديث نمبر 2411)

تو یہ تھا آپ کا معیار آزادی، آزادئ مذہب اور ضمیر، کہ اپنی حکومت ہے، مدینہ ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ کے قبائل اور یہودیوں سے امن وامان کی فضا قائم رکھنے کیلئے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے مسلمانوں کی اکثریت ہونے کی وجہ سے یا مسلمانوں کے ساتھ جو لوگ مل گئے تھے، وہ مسلمان نہیں بھی ہوئے تھے ان کی وجہ سے حکومت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی۔لیکن اس حکومت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ دوسری رعایا، رعایا کے دوسرے لوگوں

کے، ان کے جذبات کا خیال نہ رکھا جائے۔قرآن کریم کی اس گواہی کے باوجود کہ آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں، آپؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ انبیاء کے مقابلہ کی وجہ سے فضا کو مکدر کیا جائے۔آپؐ نے اس یہودی کی بات سن کر مسلمان کی ہی سرزنش کی کہ تم لوگ اپنی لڑائیوں میں انبیاء کو نہ لایا کرو۔ٹھیک ہے تمہارے نزدیک مَیں تمام رسولوں سے افضل ہوں۔اللہ تعالیٰ بھی اس کی گواہی دے رہا ہے لیکن ہماری حکومت میں ایک شخص کی دلآزاری اس لئے نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے نبی کو کسی نے کچھ کہا ہے۔اس کی مَیں اجازت نہیں دے سکتا۔میرا احترام کرنے کیلئے تمہیں دوسرے انبیاء کا بھی احترام کرنا ہوگا۔

تو یہ تھے آپؐ کے انصاف اور آزادی اظہار کے معیار جو اپنوں، غیروں سب کا خیال رکھنے کے لئے آپ نے قائم فرمائے تھے۔بلکہ بعض اوقات غیروں کے جذبات کا زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔

دوسرے مذاہب اور انسانیت کا احترام

آپؐ کے انسانی اقدار قائم کرنے اور آپؐ کی رواداری کی ایک اور مثال ہے۔روایت میں آتا ہے عبدالرحمٰن بن ابی لیلہ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔تو وہ دونوں کھڑے ہوگئے۔جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ذمیوں میں سے ہے تو دونوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ احتراماً کھڑے ہوگئے۔آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلَیْسَتْ نَفْسًا کیا وہ انسان نہیں ہے۔

(بخاری کتاب الجنائز باب من قام لجنازة یھودی حدیث نمبر 1312)

پس یہ احترام ہے دوسرے مذہب کا بھی اور انسانیت کا بھی۔یہ اظہار اور یہ نمونے ہیں جن سے مذہبی رواداری کی فضا پیدا ہوتی ہے۔یہ اظہار ہی ہیں جن سے ایک دوسرے کے لئے نرم جذبات پیدا ہوتے ہیں اور یہ جذبات ہی ہیں جن سے پیار، محبت اور امن کی فضا پیدا ہوتی ہے۔نہ کہ آجکل کی دنیاداروں کے عمل کی طرح کہ سوائے نفرتوں کی فضا پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے فتح خیبر کے دوران تورات کے بعض نسخے مسلمانوں کو ملے۔یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری کتاب مقدس ہمیں واپس کی جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہود کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کردو۔

(السیرة الحلبیة باب ذکر مغازیہ، ذکر غزوہ خیبر جلد 3صفحہ49)

باوجود اس کے کہ یہودیوں کے غلط رویے کی وجہ سے ان کو سزائیں مل رہی تھیں آپؐ نے یہ برداشت نہیں فرمایا کہ دشمن سے بھی ایسا سلوک کیا جائے جس سے اس کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

معاہدوں کی پاسداری میں آپؐ کا نمونہ

یہ چند انفرادی واقعات میں نے بیان کئے ہیں اور میں نے ذکر کیا تھا کہ مدینہ میں ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اُس معاہدے کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شقیں قائم فرمائی تھیں، جو روایات پہنچی ہیں ان کا میں ذکر کرتا ہوں کہ کس طرح اس ماحول میں جا کر آپؐ نے رواداری کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اُس معاشرے میں امن قائم فرمانے کیلئے آپ کیا چاہتے تھے؟ تا کہ معاشرے میں بھی امن قائم ہو اور انسانیت کا شرف بھی قائم ہو۔ مدینہ پہنچنے کے بعد آپؐ نے یہودیوں سے جو معاہدہ فرمایا اس کی چند شرائط یہ تھیں کہ مسلمان اور یہودی آپس میں ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف زیادتی یا ظلم سے کام نہ لیں گے۔ اور باوجود اس کے کہ ہمیشہ اس شق کو یہودی توڑتے رہے مگر آپ احسان کا سلوک فرماتے رہے یہاں تک کہ جب انتہا ہو گئی تو یہودیوں کے خلاف مجبوراً سخت اقدام کرنے پڑے۔

دوسری شرط یہ تھی کہ ہر قوم کو مذہبی آزادی ہوگی۔ باوجود مسلمان اکثریت کے تم اپنے مذہب میں آزاد ہو۔

تیسری شرط یہ تھی کہ تمام باشندگان کی جانیں اور اموال محفوظ ہوں گے اور ان کا احترام کیا جائے گا سوائے اس کے کہ کوئی شخص جرم یا ظلم کا مرتکب ہو۔ اس میں بھی اب کوئی تفریق نہیں ہے۔ جرم کا مرتکب چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو اس کو بہر حال سزا ملے گی۔ باقی حفاظت کرنا سب کا مشترکہ کام ہے، حکومت کا کام ہے۔ پھر یہ کہ ہر قسم کے اختلاف اور تنازعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فیصلے کیلئے پیش ہوں گے اور ہر فیصلہ خدائی حکم کے مطابق کیا جائے گا۔ اور خدائی حکم کی تعریف یہ ہے کہ ہر قوم کی اپنی شریعت کے مطابق۔ فیصلہ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہونا ہے کیونکہ اس وقت حکومت کے مقتدرِ اعلیٰ آپؐ تھے۔ اس لئے آپ نے فیصلہ فرمانا تھا لیکن فیصلہ اس شریعت کے مطابق ہو گا اور جب یہودیوں کے بعض فیصلے ایسے ہوئے ان کی شریعت کے مطابق تو اس پر ہی اب عیسائی اعتراض کرتے ہیں یا دوسرے مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ جی ظلم ہوا۔ حالانکہ ان کے کہنے کے مطابق ان کی شرائط پر ہی ہوئے تھے۔

پھر ایک شرط یہ ہے کہ کوئی فریق بغیر اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کیلئے نہ نکلے گا۔ اس لئے حکومت کے اندر رہتے ہوئے اس حکومت کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اب یہ جو شرط ہے یہ آجکل کی جہادی تنظیموں کیلئے بھی رہنما ہے کہ جس حکومت میں رہ رہے ہیں اس کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا جہاد نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ اس حکومت کی فوج میں شامل ہو جائیں اور پھر اگر ملک لڑے یا حکومت تو پھر ٹھیک ہے۔

پھر ایک شرط ہے کہ اگر یہودیوں اور مسلمانوں کے خلاف کوئی قوم جنگ کرے گی تو وہ ایک دوسرے کی امداد میں کھڑے ہوں گے۔ یعنی دونوں میں سے کسی فریق کے خلاف اگر جنگ ہو گی تو دوسرے کی امداد کریں گے اور دشمن سے صلح کی صورت میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں کو اگر صلح میں کوئی منفعت مل رہی ہے، کوئی نفع مل رہا ہے، کوئی فائدہ

ہو رہا ہے تو اس فائدے کو ہر ایک حصہ رسدی حاصل کرے گا۔ اسی طرح اگر مدینے پر حملہ ہوگا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کرینگے۔

پھر ایک شرط ہے کہ قریش مکہ اور ان کے معاونین کو یہود کی طرف سے کسی قسم کی امداد یا پناہ نہیں دی جائے گی کیونکہ مخالفین مکہ نے ہی مسلمانوں کو وہاں سے نکالا تھا۔ مسلمانوں نے یہاں آ کر پناہ لی تھی اس لئے اب اس حکومت میں رہنے والے اس دشمن قوم سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی مدد لیں گے۔ ہر قوم اپنے اخراجات خود برداشت کرے گی۔ یعنی اپنے اپنے خرچ خود کریں گے۔ اس معاہدے کی رو سے کوئی ظالم یا گنا ہگار یا مفسد اس بات سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اسے سزا دی جاوے یا اس سے انتقام لیا جاوے۔

(السيرة النبوية لابن هشام هجرة الرسول كتابه بين المهاجرين والانصار موادعة 355-354 ایڈیشن 2001ء)

یعنی جیسا کہ پہلے بھی آ چکا ہے کہ جو کوئی ظالم ہوگا، گناہ کرنے والا ہوگا، غلطی کرنے والا ہوگا۔ بہر حال اس کو سزا ملے گی، پکڑ ہوگی۔ اور یہ بلا تفریق ہوگی، چاہے وہ مسلمان ہے یا یہودی ہے یا کوئی اور ہے۔

پھر اسی مذہبی رواداری اور آزادی کو قائم رکھنے کیلئے آپؐ نے نجران کے وفد کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی اور انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کی۔ جبکہ صحابہ کا خیال تھا کہ نہیں کرنی چاہئے۔ آپؐ نے کہا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پھر اہل نجران کو جو امان نامہ آپؐ نے دیا اس کا بھی ذکر ملتا ہے اس میں آپؐ نے اپنے اوپر یہ ذمہ داری قبول فرمائی کہ مسلمان فوج کے ذریعہ سے ان عیسائیوں کی (جو نجران میں آئے تھے) سرحدوں کی حفاظت کی جائے گی۔ ان کے گرجے ان کے عبادت خانے، مسافر خانے خواہ وہ کسی دور دراز علاقے میں ہوں یا شہروں میں ہوں یا پہاڑوں میں ہوں یا جنگلوں میں ہوں ان کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ ان کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہوگی اور اُن کی اس آزادیٔ عبادت کی حفاظت بھی مسلمانوں پر فرض ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکہ اب یہ مسلمان حکومت کی رعایا ہیں اس لئے اس کی حفاظت اس لحاظ سے بھی مجھ پر فرض ہے کہ اب یہ میری رعایا بن چکے ہیں۔

پھر آگے ہے کہ اسی طرح مسلمان اپنی جنگی مہموں میں انہیں (یعنی نصاریٰ کو) ان کی مرضی کے بغیر شامل نہیں کریں گے۔ ان کے پادری اور مذہبی لیڈر جس پوزیشن اور منصب پر ہیں وہ وہاں سے معزول نہیں کئے جائیں گے۔ اسی طرح اپنے کام کرتے رہیں گے۔ ان کی عبادت گاہوں میں مداخلت نہیں ہوگی، وہ کسی بھی صورت میں زیر استعمال نہیں لائی جائیں گی۔ نہ سرائے بنائی جائیں گی نہ وہاں کسی کو ٹھہرایا جائے گا اور نہ کسی اور مقصد میں ان سے پوچھے بغیر استعمال میں لایا جائے گا۔ علماء اور راہب جہاں کہیں بھی ہوں ان سے جزیہ اور خراج وصول نہیں کیا جائے گا۔ اگر کسی مسلمان کی عیسائی بیوی ہوگی تو اسے مکمل آزادی ہوگی کہ وہ اپنے طور پر عبادت کرے۔ اگر کوئی اپنے علماء کے پاس

جا کر مسائل پوچھنا چاہے تو جائے۔ گرجوں وغیرہ کی مرمت کیلئے آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمانوں سے مالی امداد لیں اور اخلاقی امداد لیں تو مسلمانوں کو مدد کرنی چاہئے کیونکہ یہ بہتر چیز ہے اور یہ نہ قرض ہوگا اور نہ احسان ہوگا بلکہ اس معاہدے کو بہتر کرنے کی ایک صورت ہوگی کہ اس طرح کے سوشل تعلقات اور ایک دوسرے کی مدد کے کام کئے جائیں۔
(ملخص سیاسی وثیقہ جات از عہد نبوی تا خلافت راشدہ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صفحہ 108 تا 112)

تو یہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار مذہبی آزادی اور رواداری کے قیام کیلئے۔ اس کے باوجود آپ پر ظلم کرنے اور تلوار کے زور پر اسلام پھیلانے کا الزام لگانا انتہائی ظالمانہ حرکت ہے......

......پس جس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شریعت اُتری ہے کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پر اُترے ہوئے احکامات کے معاملے میں زیادتی کرتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فتح مکہ کے موقع پر بغیر اس شرط کے کہ اگر اسلام میں داخل ہوئے تو امان ملے گی عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کی ایک مثال ہم دیکھ بھی چکے ہیں۔ اس کی مختلف شکلیں تھیں لیکن اس میں یہ نہیں تھا کہ ضرور اسلام قبول کرو گے تو معافی ملے گی۔ مختلف جگہوں میں جانے اور داخل ہونے اور کسی کے جھنڈے کے نیچے آنے اور خانہ کعبہ میں جانے اور کسی گھر میں جانے کی وجہ سے معافی کا اعلان تھا۔ اور یہ ایک ایسی اعلیٰ مثال تھی جو ہمیں کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئی۔ مکمل طور پر یہ اعلان فرما دیا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْم کہ جاؤ آج تم پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ ہزاروں درود اور سلام ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اپنے یہ اعلیٰ نمونے قائم فرمائے اور ہمیں بھی اس کی تعلیم عطا فرمائی۔" (خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 131۔144)

جماعت احمدیہ ڈنمارک کا لوکل سطح پر ردعمل

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بچوں کے لئے ایک ڈینش رائٹر Mr Kare Bluittee نے اپنی کتاب "قرآن اور پیغمبر محمد کی لائف" میں ایک کارٹونسٹ کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بنائی ہوئی تصاویر شائع کیں جس کے بعد ڈنمارک کے اخبار میں یہ توہین آمیز خاکے شائع ہوئے تو مبلغ سلسلہ ڈنمارک، مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب نے ایک احمدی دوست مکرم خرم جمیل صاحب کی معاونت سے ڈینش زبان میں ایک مضمون تیار کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بغرض رہنمائی بھجوایا۔ حضور کی ہدایت پر یہ احتجاجی مضمون اشاعت کے لئے اخبار کو بھجوایا گیا اور یولینڈ پوسٹن میں مورخہ 13 اکتوبر 2005ء کے صفحہ نمبر 7 پر شائع ہوا۔ جس میں ان تصاویر کی اشاعت پر نہایت دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ان کے خلاف پُرزور احتجاج کیا گیا اور بتایا گیا کہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اس زمانہ کو قلم کے جہاد کا زمانہ قرار دیا ہے۔ اس لئے ہم جہاں ان تصاویر کی اشاعت پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں وہاں بات چیت (ڈائیلاگ) کی دعوت دیتے ہیں۔ نیز انہیں بتایا کہ گو آزادی ضمیر ہر ایک کا حق ہے مگر اس کے ساتھ ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ایک دوسرے

کے مذہبی رہنماؤں کی عزت واحترام کو قائم کریں۔مگر دھمکیوں کے ساتھ نہیں۔ہم پیار ومحبت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام کی کیسی پیاری تعلیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ کس قدر حسین ہے۔

اس مضمون میں مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب نے دیگر مسلمانوں کو بھی ڈنمارک کا پرچم جلانے توڑ پھوڑ اور سڑکوں پر نکل کر احتجاج کرنے کی بجائے ڈائیلاگ کی درخواست کی۔اور کارٹونسٹوں اور اخبار نویسوں کو بائبل کا حوالہ دے کر سمجھایا کہ قرآن کریم کے علاوہ تصویر کشی کی بائبل بھی ممانعت کرتی ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ:۔

"تم کوئی تراشی ہوئی مورتی نہ بنانا اور نہ کسی چیز کی شبیہ جو آسمانوں (جنت) میں ہے یا جو نیچے زمین پر ہے یا جو نیچے زمین پر پانی میں ہے"(Exodus 20:4) (الفضل انٹر نیشنل 21 اپریل 2006ء)

وزیر مملکت سے ملاقات

مورخہ 21 نومبر 2005ء کو جماعت احمدیہ ڈنمارک کے دو رکنی وفد نے وزیر مملکت برائے پناہ گزین، غیر ملکی اور امیگریشن MIss Rikke Hveisht سے ملاقات کر کے جماعت کے موقف سے آگاہ کیا۔(الفضل انٹر نیشنل 21 اپریل 2006ء)

ڈینش جرنلسٹ یونین کی میٹنگ میں جماعت احمدیہ کی شمولیت

صدر ڈینش جرنلسٹ یونین نے مورخہ یکم دسمبر 2005ء کو ایک میٹنگ کا انعقاد کیا جس میں جرنلسٹوں، کارٹونسٹوں کے علاوہ جماعت احمدیہ بھی مدعو تھی۔وفد نے اپنا موقف یوں پیش کیا۔

"ڈنمارک کا قانون آزادی ضمیر کی اجازت دیتا ہے مگر اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوسروں کے مذہبی راہنماؤں اور قابل تکریم ہستیوں کی ہتک کی جائے۔اس معاشرہ میں جہاں مسلمان اور عیسائی اکٹھے رہ رہے ہیں وہاں ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو امن قائم نہیں ہو سکتا نیز اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انہیں بتایا کہ اسلام آزادی ضمیر کی اجازت دیتا ہے مگر اس سے کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔

دراصل ابھی تک یورپ کو اسلام کی حسین تعلیمات سے آگاہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کس قدر حسین ہے اور آپؐ کا اسوہ حسنہ کیا تھا۔آپؐ کس قدر حسین اخلاق کے مالک تھے۔آپؐ کس قدر لوگوں کے ہمدرد تھے۔کس قدر مخلوق خدا سے ہمدردی اور شفقت کے مظہر تھے۔پھر آپؐ کی سیرت طیبہ سے چند واقعات بتائے۔اور کہا کہ اگر کسی کو اس پیاری تعلیم کا پتہ ہو تو کوئی ایسی نازیبا تصاویر نہیں بنا سکتا۔اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ڈینش عوام پر اسلام کی حقیقی اور حسین تعلیم اجاگر کریں۔ابھی تک ڈینش زبان نے میڈیا کے ذریعہ یا بعض مسلمانوں کے غلط نمونہ اور عمل کے ذریعہ اسلام کی ایک تصویر دیکھی ہے جس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔"
(الفضل انٹر نیشنل 21 اپریل 2006ء)

الحمدللہ اس موٴقف کو سراہا گیا اور ایک کارٹونسٹ نے برملا کہا کہ اگر ڈائیلاگ والی اس طرح کی میٹنگ اس سے

پہلے ہوجاتی تو وہ ہرگز کارٹون نہ بناتے ۔اب انہیں پتہ چلا ہے کہ اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیم کیا ہے ۔نیز صدر یونین نے ایک پریس ریلیز جاری کی ۔جس کا مسودہ تمام حاضرین کو پڑھ کر سنایا گیا اور ان الفاظ میں معذرت بھی کی

"ہم ان توہین آمیز خاکوں کو CONDEMN کرتے ہیں اور اس امر پر اتفاق کرتے ہیں کہ امن قائم کرنے کے لئے ان میٹنگز کو جاری رکھا جائے ۔" (الفضل انٹرنیشنل 21 اپریل 2006ء)

TV پر انٹرویو

2 دسمبر کو TV 2 کے نمائندگان نے مشن ہاؤس آکر مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب کا انٹرویو لیا جس میں خاکوں کی اشاعت پر پُرزور احتجاج کیا گیا۔ (الفضل انٹرنیشنل 21 اپریل 2006ء)

پریس ریلیز

9 جنوری 2006ء کو جماعت احمدیہ ڈنمارک نے ایک پریس ریلیز جاری کی جس کا متن یہ تھا۔

"جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز کاٹونوں کی اشاعت پر پُرزور احتجاج کرتی ہے اور سفارت خانوں کو جلانے اور ڈینش جھنڈے جلانے کی نفی کرتی ہے اور جماعت احمدیہ ڈنمارک کے قوانین (جس میں مذہبی آزادی بھی شامل ہے) کی پاسداری کرتی ہے ۔مگر آزادی ضمیر کی حد متعین کرتی ہے ۔آزادی ضمیر کے نتیجہ میں ہی مذہبی آزادی ہمیں حاصل ہے جس سے تمام مسلمان مستفید ہو رہے ہیں ۔ہمارے نزدیک آزادی ضمیر کی کچھ حدود ہیں جن سے کسی صورت میں تجاوز نہیں کیا جا سکتا ۔اگر کوئی معاشرہ میں قوانین کی پاسداری نہیں کرتا تو اس کا جواب ہمیں دلائل سے دینا ہے نہ کہ ظلم اور دھمکیوں سے ۔اسی طرح اگر کوئی اخبار توہین آمیز مواد شائع کرے تو ہمارا فرض ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کا جواب دیا جائے اور جواب دینے میں عدل سے کام لیا جائے اور کسی سے زیادتی نہ کی جائے ۔

گورنمنٹ اور اخبار کی طرف سے معذرت کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے تسلیم کریں اور ہماری جماعت نے قبل ازیں بھی اخبار یولینڈ پوسٹن میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ اس مسئلہ کو ڈائیلاگ کے ذریعہ حل کیا جائے اور مستقبل میں آزادی ضمیر کو سوچ سمجھ کر استعمال کریں ۔خاص طور پر جب کہ گلوبل دنیا میں مذہب کے بارے میں آزادی اظہار کا تعلق ہو ۔دنیا اور ڈنمارک کی صورتحال گزشتہ 20 سالوں کی نسبت اب بہت مختلف ہے ۔

جو ہم نے قبل ازیں بیان کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آزادی ضمیر پر پابندی لگا دی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آزادی ضمیر کا اظہار ذمہ داری کے ساتھ ہو ۔اور ہم جب کہ ایک معاشرہ میں رہ رہے ہیں تو ایک دوسرے کی عزت کی جائے اور کسی کے بارے میں منفی تاثرات کا اظہار نہ ہو ۔یہ ہمارے معاشرہ کے لئے مستقبل میں ایک بہت بڑا چیلنج ہے ۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے خاص طور پر ڈینش بچوں کے لئے ،مسلمانوں کے لئے اور غیر مسلموں کے لئے جو

ان دنوں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں یہ پیغام ہے "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں"
(الفضل انٹرنیشنل 21 اپریل 2006ء)

اس پریس ریلیز اور TV انٹرویو کی وجہ سے میڈیا کا رخ ایک بار پھر جماعت احمدیہ کی طرف ہوا اور متعدد اخبارات اور رسائل نے انٹرویو لیے اور شائع کیے۔ جیسے اخبار Barlingske نے 16 فروری 2006ء کو ایک انٹرویو کا پورا متن شائع کر کے مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب کے بارے لکھا کہ :۔

"یہ ان اماموں میں سے ہیں جس کی آواز ان ہنگاموں میں سنی نہیں گئی لیکن اب وہ سامنے آ کر اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا چاہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونہ کو اپنی زندگیوں میں ڈھال کر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سب انسان ہیں اور ہمیں انسانیت کے شرف کو قائم کرنا ہے کیونکہ انسانیت مذہب سے پہلے آتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام کو ان کارٹونوں سے تکلیف نہیں پہنچی بلکہ ان کا دل کارٹونوں کے زخم سے چور ہے بلکہ اس تکلیف نے انہیں اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ فوری طور پر ان کارٹونوں کے بارے میں ایک مضمون لکھیں۔" (الفضل انٹرنیشنل 21 اپریل 2006ء)

مکرم عبدالسلام میڈسن کے انٹرویو کی اخبار میں اشاعت

ممتاز احمدی سکالر اور ڈینش زبان میں قرآن کریم کے مترجم مکرم عبدالسلام میڈسن صاحب کا ایک انٹرویو اخبار BTADET VENSTER کی 16 فروری 2006ء کی اشاعت میں فرنٹ پیج پر شائع ہوا۔ جس میں آپ نے کہا کہ جھنڈے جلانا، سفارت خانوں کو آگ لگانا بُرا عمل ہے اور قرآنی تعلیم کے مطابق بُرائی کو اچھی چیز سے ختم کرنا چاہیے۔

اخبار نے آپ کے انٹرویو کا حصہ یوں شائع کیا۔

"میڈیسن صاحب کے بیان کے مطابق قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصاویر نہیں بنا سکتے لیکن اس کے برخلاف بائبل میں آتا ہے کہ خدا کی تصویر نہیں بنا سکتے۔ مسلمانوں کے عقیدہ میں پایا جاتا ہے کہ نبیوں کی تصاویر نہ بنائی جائیں۔ کیونکہ اس طرح وہ کہیں شرک کا موجب نہ بن جائیں۔ پرانے زمانوں میں مسلمانوں کی تصاویر بنائی گئیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو نور سے منور دکھایا گیا ہے۔

میڈسن صاحب کو بھی اس امر کی بہت تکلیف ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کیے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تصویر بنانی ہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ کے بارے میں بڑی تفصیل سے ملتا ہے کہ ان کا حلیہ مبارک کیسا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کارٹون بنا کر اور پگڑی میں بم رکھ دینا یہ ایک گندی بچگانہ حرکت ہے۔

ڈنمارک میں قانون توہین موجود ہے۔ پہلے میرے خیال میں اس کی ضرورت نہ تھی مگر اب میرے خیال میں فساد کو روکنے کے لئے اس قانون کو اپلائی کرنے کی ضرورت ہے تا کہ فساد نہ ہو۔ باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین تو خدا تعالیٰ کا معاملہ ہے وہ خود ہی اس کی سزا دے گا۔" (الفضل انٹرنیشنل 21 اپریل 2006ء)

آزادی تقریر، آزادی کی حدود، مذہبی تقدس کی پامالی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی معرکہ آراء تقریر بعنوان "اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل" میں سے ایک حصہ بعنوان " آزادی تقریر، آزادی کی حدود، مذہبی تقدس کی پامالی "پمفلٹ کی صورت میں ڈینش زبان میں شائع کروا کر تقسیم کیا نیز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ 10 فروری 2006ء کا خلاصہ ڈینش زبان میں ترجمہ کے ساتھ وسیع پیمانہ پر تقسیم ہوا۔

کرسمس کے موقع پر ایک دعوت

جماعت احمدیہ ڈنمارک نے 18 دسمبر 2005ء کو ایک پریس ریلیز کے ذریعہ یہ اعلان کیا کہ اگرچہ ہم مسلمان کرسمس نہیں مناتے تاہم باہمی مذہبی رواداری پیدا کرنے کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ اسلام ایک معاشرہ میں اختلاف مذہب کے باوجود کس طرح امن ومحبت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ کرسمس کے موقعہ پر 23 دسمبر 2005ء کو بیت نصرت جہاں کوپن ہیگن میں ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں ہر ایک کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ اس پروگرام میں 90 ڈینش دوستوں نے رجسٹریشن کروائی۔ اس پروگرام کی TV2 نے Live Coverage کی۔ اس کے علاوہ Lorry TV2، ریڈیو P1.P3 اخبار زربن کے علاوہ بہت سے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اس کی وسیع پیمانہ پر تشہیر کی۔ احمدی احباب کے علاوہ ڈینش احباب کے انٹرویو بھی نشر ہوئے۔

اس موقعہ پر اسلام کی حسین تعلیم اجاگر کرنے کا موقع جماعت کو ملا اور شاملین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے مثال دے کر بتلایا گیا کہ آپؐ نے عیسائیوں کو مسجد میں اپنے طریق سے عبادت کی اجازت دی تھی۔

(الفضل انٹرنیشنل 14 اپریل 2006ء)

ایک تبلیغی نشست

مورخہ 22 اپریل 2006ء کو بیت نصرت جہاں کوپن ہیگن میں ایک تبلیغی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں 20 ڈینش مرد اور 22 ڈینش عورتوں نے جبکہ اتنی ہی تعداد میں احمدی مرد حضرات وخواتین نے شرکت کی۔ عورتوں کے لئے اسلامی طریق کے مطابق الگ سے پروگرام تھا۔ عشائیہ بھی الگ سے ہوا۔ اس نشست میں اسلام کا پیغام لوگوں تک احسن طریق سے پہنچایا گیا۔ اس نشست کی TV DR1 نے Live coverage کی اور نیشنل اخبار Politiken نے خبر کی اشاعت کی۔

(الفضل انٹرنیشنل 26 مئی 2006ء)

ڈینش کارٹونوں کی ایک بار پھر اشاعت اور جماعت احمدیہ کا احتجاج

2008ء میں ایک بار پھر ڈینش اخبارات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے طبع ہوئے۔ جو ایک دفعہ پھر احمدی مسلمانوں کے دلوں کو چھلنی کر گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے 15 فروری 2008ء

کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

"دوسری بات، یہ افسوسناک خبر بھی ہر احمدی کے علم میں ہے جو ہمارے دلوں کو زخمی کرنے والی بھی ہے۔اکثر نے سنی ہوگی، اخباروں میں بھی پڑھی ہوگی۔ڈنمارک کی اخبار نے ایک ظالمانہ اور گھٹیا سوچ کا پھر مظاہرہ کیا ہے۔اپنے دل کا گند اور اندرونی کینے اور بغض کا پھر اظہار کیا ہے اور بہانہ یہ کیا کہ ہم یہ بدلے لے رہے ہیں کہ پولیس نے ان تین لوگوں کو گرفتار کیا ہے جو ایک کارٹون بنانے والے کو مارنا چاہتے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے جو عجیب شکلیں بنائی تھیں۔جب پولیس نے پکڑلیا ہے، اگر یہ الزام صحیح ہے تو پھر قانون سزا دے رہا ہے۔پھر ان کا کیا جواز ہے کہ باقی مسلمان اُمت کا بھی دل دکھائیں، دوسرے مسلمانوں کا بھی دل دکھائیں؟ کہتے ہیں کہ ہم بڑے انصاف کے علمبردار ہیں۔کیا یہ انصاف ہے کہ جرم کوئی کرے اور سزا دوسروں کو دی جائے؟ اگر ان کا یہی انصاف ہے تو پھر ایک منصف احکم الحاکمین آسمان پر بھی بیٹھا ہے جو اس کائنات کا مالک ہے۔وہ بھی پھر اپنا انصاف کرے گا جو غالب بھی ہے، ذو انتقام بھی ہے۔یہ ایک اصولی بات اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے کہ جو بار بار ایک جرم کرنے والے ہوں اور باز نہ آتے ہوں پھر وہ ان سے انتقام بھی لے سکتا ہے۔۔ان کے لئے جو اس قسم کے گھناؤنے فعل کرنے والے ہیں، غلط حرکات کرنے والے ہیں ان کے لئے تو وہ کافی ہے۔کس طرح اس نے پکڑنا ہے وہ خدا بہتر جانتا ہے۔ہمارا کام انہیں سمجھانا تھا۔اتمام حجت کرنا تھی جو ہم نے کردی اور خوب اچھی طرح کردی۔مضمون بھی لکھے۔اخباروں میں خط بھی لکھے، ان لوگوں کو ملے بھی۔ان سے میٹنگز بھی کیں۔تب بھی اگر ان لوگوں نے باز نہیں آنا تو ہمیں اب معاملہ خدا تعالیٰ پہ چھوڑنا چاہئے۔ہمارا کام یہ ہے کہ خدا کے آگے جھکیں اور پہلے سے بڑھ کر اس رسولؐ کے پاک اسوہ کو قائم کرنے کی اور اپنی زندگیوں پر لاگو کرنے کی کوشش کریں جو ہمارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا۔ہمارا ایک مولیٰ ہے وہ مولیٰ جس کی پہچان ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کروائی ہے۔وہ مولیٰ جس کو سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیارے ہیں۔وہ سب قدرتوں والا ہے۔وہ خود اپنی قدرت دکھائے گا انشاءاللہ۔ہمارا کام اپنے دل کے زخم اس کے حضور پیش کرنا ہے۔اس کے آگے گڑگڑانا ہے، اس کے آگے جھکنا ہے۔پہلے سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے۔اور یہ ہمیں پہلے سے بڑھ کر کرنا چاہئے اور ہر احمدی کی اب مزید ذمہ داری بڑھ جاتی ہے لیکن جب ایسے حالات پیدا ہوں تو پہلے سے بڑھ کر اس پر قائم ہو جائیں۔پہلے سے بڑھ کر دعاؤں کی طرف توجہ دیں، پہلے سے بڑھ کر اپنا تزکیہ نفس کرنے کی کوشش کریں۔پہلے سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں اور یہی چیزیں ہیں جو انشاءاللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناکامی دکھانے والی بنیں گی اور ہماری فتح ہوگی۔

اپنے جذبات کے اظہار کے لئے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔آپؑ فرماتے ہیں:

"مسلمان وہ قوم ہے جو اپنے نبی کریمؐ کی عزت کے لئے جان دیتے ہیں اور وہ اس بے عزتی سے مرنا بہتر سمجھتے ہیں کہ ایسے شخصوں سے دلی صفائی کریں اور ان کے دوست بن جائیں جن کا کام دن رات یہ ہے کہ وہ ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں اور اپنے رسالوں اور کتابوں اور اشتہاروں میں نہایت توہین سے ان کا نام لیتے ہیں اور نہایت گندے الفاظ میں ان کو یاد کرتے ہیں۔ آپ یاد رکھیں کہ ایسے لوگ اپنی قوم کے بھی خیر خواہ نہیں ہیں کیونکہ وہ ان کی راہ میں کانٹے بوتے ہیں۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ہم جنگل کے سانپوں اور بیابانوں کے درندوں سے صلح کر لیں تو یہ ممکن ہے مگر ہم ایسے لوگوں سے صلح نہیں کر سکتے جو خدا کے پاک نبیوں کی شان میں بدگوئی سے باز نہیں آتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ گالی اور بدزبانی میں ہی فتح ہے مگر ہر ایک فتح آسمان سے آتی ہے۔"

(مضمون جلسہ لاہور منسلکہ چشمہ معرفت صفحہ 14)

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 72-73)

۞ خطبہ جمعہ 29 فروری 2008ء

مورخہ 29 فروری 2008ء کو بیت الفتوح لندن میں حضور نے ایک بار پھر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تصاویر کی ناپاک جسارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

مسلمانوں کے عمل دیکھ کر لوگوں میں نفرت کے جذبات ابھرتے ہیں

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ گزشتہ کچھ عرصہ سے دوبارہ کھل کر اسلام پر حملے کئے جا رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ قرآن کریم پر، اس کی تعلیم پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ اسلام کو بدنام کیا جائے۔ وجہ کیا ہے؟ کیوں بدنام کیا جائے؟ اس لئے کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو زمانے کی ضروریات پوری کرنے والا ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کو دیکھ کر لوگوں کا رخ اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض جگہ بعض مسلمانوں کے عمل دیکھ کر لوگوں میں نفرت کے جذبات بھی ابھرتے ہیں لیکن یہ جو اسلام مخالف مہم شروع ہوئی ہے یا کوششیں ہو رہی ہیں، یہ کوششیں مذہب سے دلچسپی رکھنے والوں کو اسلام کی تعلیم دیکھنے اور سمجھنے کی طرف بھی مائل کر رہی ہیں، اس تعلیم کو جو قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے اتاری ہے۔ یہ تعلیم حقیقت پسندانہ اور فطرت کے مطابق ہے۔ ایسے لوگوں نے جو مذہب میں دلچسپی رکھتے ہیں جو خالی الذہن ہوتے ہیں، انہوں نے قرآن کریم کو پڑھ کر اس پر غور بھی کیا ہے۔ گو کہ صرف ترجمہ سے اس کی گہرائی کا علم نہیں ہوتا۔ ان پیغاموں کا پتہ نہیں چلتا جو قرآن کریم میں ہیں لیکن پھر بھی یہ ان کی کوشش ہوتی ہے۔ بعض جو سعید فطرت ہیں ان کو سمجھ بھی آ جاتی ہے۔

رڈلی کا قرآن پڑھ کر اسلام کے حق میں آواز بلند کرنا

گزشتہ دنوں اخبار میں ایک کالم تھا یہاں کی ایک خاتون ہیں رڈلی۔ اگر کوئی نام میں غلطی ہو تو کیونکہ یہ اردو میں

چھپا ہوا تھا اس لئے غلطی کا امکان ہے۔ بہرحال وہ خاتون پیشے کے لحاظ سے صحافی ہیں اور اسی پیشے کی وجہ سے وہ افغانستان گئیں۔ وہاں عورتوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ بہرحال برقعہ پہن کر بھیس بدل کر وہاں گئیں۔ کچھ عرصہ کام کیا، پکڑی گئیں، آخر اس وعدے پر رہا ہوئیں کہ قرآن کریم پڑھیں گی۔ یہاں واپس آ گئیں، بھول گئیں لیکن پھر جو اسلام کے خلاف یہاں مہم شروع ہوئی، اس نے ان کو یاد کرایا کہ میں نے طالبان سے وعدہ کیا تھا کہ قرآن کریم پڑھوں گی۔ خیر اس خاتون نے قرآن کریم خریدا اور اس کو پڑھا اور اسے اس بات سے سخت دھچکا لگا کہ عورتوں سے سلوک کے بارے میں قرآن کریم کی جو تعلیم ہے اس میں، اور جو طالبان یا وہ لوگ جو اپنے آپ کو بہت اسلام پسند ظاہر کرتے ہیں ان کا عورتوں کے بارے میں جو سلوک ہے، اس میں بڑا فرق ہے۔ بہرحال قرآن کریم کو پڑھ کر، اس تعلیم کو پڑھ کر یہ مسلمان ہو گئیں اور مسلمان ہونے کی وجہ سے جب ان کو بڑا اچھالا گیا تو ایک مسلمان ملک شاید قطر کے ایک میڈیا کے مالک نے ان کو اپنے پاس ملازم رکھ لیا۔ یہ یورپ کی پلی بڑھی تھیں، دنیاوی تعلیم بھی تھی تو انہوں نے جرنلزم میں، اپنی صحافت کے پیشے میں وہاں یہ پالیسی رکھی کہ حق کو حق کہنا ہے اور سچائی کو ظاہر کرنا ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا بھی ہو تو اس کے خلاف حق بولنے سے نہیں رکنا۔ اس بات سے مالکان اور ان کے درمیان اختلاف ہو گیا اور ان کو فارغ کیا گیا۔ لیکن انہوں نے وہیں ان کے خلاف عدالت میں مقدمہ کیا اور اپنے حق کے لئے لڑیں کہ عورت کے یہ حقوق ہیں اور انصاف کا یہ تقاضا ہے۔ آخر وہ مقدمہ جیت گئیں۔ پھر ایک اور جگہ ملازم ہوئیں۔ وہاں سے بھی اسی بات پر نکالا گیا۔ وہاں بھی کیس لڑا۔ مقدمہ جیت گئیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسلمان عورت کے جو حقوق ہیں اور ایک مسلمان کے جو حقوق ہیں، مسلمان حکومت کو اس کو ادا کرنا چاہئے۔ بہرحال یہ کیس وہ جیتتی رہیں اور اس بات پر ان کا ایمان جو بھی تھا، مزید مضبوط ہوتا رہا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو پڑھ کر اس خاتون کا قرآن کریم پر ایمان بڑھا، باوجود اس کے کہ جو بہت سارے تجربات ان کے سامنے آئے وہ اس کے بالکل خلاف تھے۔ لیکن انہوں نے قرآن کریم کی تعلیم کو بُرا نہیں کہا۔ ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا جو اس تعلیم کے خلاف جا رہے تھے۔ اس طرح کی مثالیں جب اسلام مخالف طبقے کے سامنے آتی ہیں تو ان کو فکر ہوتی ہے۔ اپنے مذہب سے انہیں لگاؤ ہو یا نہ ہو لیکن اسلام سے دشمنی انہیں ہر گھٹیا سے گھٹیا حرکت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ انبیاء کی جماعتوں سے اسی طرح ہوتا ہے اور اسلام کیونکہ عالمی مذہب ہے اس لئے سب سے بڑھ کر اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

مکہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند لوگ تھے تو کفار مذاق اڑایا کرتے تھے۔ پھر جب قرآن کریم کی تعلیم نے ان میں سے سعید روحوں کے دلوں پر قبضہ کرنا شروع کیا تو پھر انہیں فکر پڑنی شروع ہوئی، پھر مخالفت شروع ہوئی۔ وہی عمرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے تھے وہی عمرؓ قرآن کریم کی ایک آیت سن کر ہی اس قدر گھائل ہوئے کہ اپنا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ مقام عطا فرمایا کہ خلفاء راشدین میں سے دوسرے خلیفہ ہوئے۔ پس یہ چیزیں دیکھ کر کفار کی مخالفت بجا تھی۔ ان کو بھی نظر آ

رہا تھا کہ یہ تھوڑے عرصہ میں ہمارے شہر پر قابض ہو جائیں گے۔مکہ کی وجہ سے ان کی جو انفرادیت تھی وہ ختم ہو جائے گی۔یہ تو ہماری نسلوں کو بھی اپنے اندر جذب کر لیں گے۔پھر اسلام کا پیغام مزید پھیلا۔اس خوف کی وجہ سے مخالفت بھی شروع ہوئی۔ہجرت کرنی پڑی۔اسلام کا پیغام مزید دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ گئے وہاں پیغام پھیلا تو یہودیوں نے اس بات کو محسوس کیا اور سمجھا کہ ہماری تو نسلیں بھی اب ان کی لپیٹ میں آتی چلی جائیں گی۔پھر مزید وسعت ہوئی تو قیصر وکسریٰ کی حکومتیں بھی پریشان ہونے لگیں۔وہ بھی سب اسلام کے خلاف صف آراء ہو گئیں۔اور آج تمام دنیا کے مذاہب کے سرکردہ اس خوف سے کہ کہیں اسلام غلبہ حاصل نہ کر لے اسلام کے خلاف ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں کہ خود ان کے اندر رہنے والے اپنے شریف الطبع لوگوں نے ایسے ہتھکنڈوں کے خلاف آوازیں اٹھانی شروع کر دی ہیں۔

یورپ میں کارٹونوں کے بارے ملا جلا رجحان

ہم یورپ میں اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو یورپ میں بسنے والے ہر شخص کی آواز سمجھ لیتے ہیں جبکہ یہ صورتحال نہیں ہے۔ہر یورپین اسلام کے خلاف نہیں ہے۔لیکن ہمارا ردعمل بہت سخت ہوتا ہے۔ان میں بھی ایسی تعداد ہے اور خاصی تعداد ہے جو ایسی حرکتوں کو پسند نہیں کرتی۔مثلاً گزشتہ دنوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر حملے کئے گئے تھے اس کے خلاف ڈنمارک میں ہی وہاں کے مقامی غیر مسلموں نے آواز اٹھائی کہ یہ سب غیر اخلاقی اور انتہائی گری ہوئی حرکتیں ہیں جو کی جا رہی ہیں۔انہوں نے اسی سوال کو اٹھایا جو میں گزشتہ خطبہ میں بیان کر چکا ہوں کہ جب قاتل پکڑے گئے تو پھر کارٹونوں کی اشاعت کا کیا مطلب تھا؟ اور پھر یہ کہ بغیر مقدمہ چلائے دو کو ملک بدر کرنے،ملک سے نکالنے کا حکم دے دیا اور ایک کو بری کر دیا۔یہ کون سا انصاف ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ اندر کوئی بات تھی ہی نہیں۔

بہر حال ان میں سے آوازیں اٹھ رہی ہیں مثلاً ٹی وی چینلز نے ہمارے مشنریز کے انٹرویوز لئے اور اس پہ اپنا اظہار بھی کیا۔مثلاً ایک ڈینش خاتون جو ٹی وی کے انٹرویو کے وقت مشن ہاؤس میں موجود تھیں،انہوں نے ٹی وی جرنلسٹ کے سامنے کھل کر کارٹونوں کی اشاعت پر اظہار افسوس کیا اور کہا کہ کارٹونوں کی اشاعت سے پہلے وہ بیرون ملک وزٹ کے دوران بڑے فخر اور خوشی سے بتایا کرتی تھیں کہ وہ ڈینش ہیں مگر اب وہ اپنے آپ کو ڈینش بتاتے ہوئے شرمندگی محسوس کریں گی۔میں نے یہ رپورٹ وہاں سے منگوائی تھی۔انہوں نے لکھا ہے کہ کارٹونوں کی دوبارہ اشاعت کے نتیجے میں بالعموم ڈینش عوام میں ایک مثبت سوچ بیدار ہو رہی ہے اور اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ کارٹونوں کی اشاعت محض پرووکیشن (Provocation) ہے۔

اخبارات اور انٹرنیٹ میں اگرچہ مثبت اور منفی ملے جلے جذبات کا اظہار ہے تاہم انٹرنیٹ پر ایک مشہور گروپ ہے جس کا نام فیس بک (Face Book) ہے۔انہوں نے Sorry Muhammad کے نام سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کا سلسلہ شروع کیا ہے جس میں اب تک چھ ہزار سے زائد افراد شامل ہو چکے ہیں اور بڑی تعداد ہے جنہوں نے اپنی معذرت کا اظہار کیا ہے۔ گو اس کے مقابلے پہ دوسرے گروپ بھی ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ایک صاحب نے ایک تبصرے میں لکھا ہے کہ ڈنمارک کہاں ہے؟ ایک طرف تو ہم عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کی مدد کے نام پر فوج بھیج رہے ہیں اور دوسری طرف یہاں کارٹون شائع کر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح کر رہے ہیں۔

پھر ایک نے طنزیہ انداز میں لکھا ہے کہ Moral اچھی بات ہے لیکن ڈبل Moral یقیناً اور بھی اچھا ہونا چاہئے۔ پھر لکھتے ہیں کہ: میں ان دنوں اپنے ڈینش ہونے پر شرمندہ ہوں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ اکثریت جو اس گروپ میں ہے وہ میری طرح جذبات رکھتے ہیں۔

پھر ایک نے لکھا ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ ڈینش جرنلسٹ آزادی رائے کے صحیح مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ سے کاغذ، قلم اور دوات کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنے کی کوشش کریں گے۔

ایک نے لکھا کہ یہ جو کچھ بھی ہے یہ آزادی اظہار کا غلط استعمال ہے۔

سب سے زیادہ شائع ہونے والے ایک اخبار ایویسن ڈی کے (Avisen D K) نے اپنی اشاعت 25 فروری میں ایک صاحب کا یہ تبصرہ لکھا ہے کہ مجھے محمدؐ کے کارٹون کے مسئلہ پر اظہار کی اجازت دیجئے۔ میرے خیال میں یہ ایک وحشیانہ اور خبیثانہ حرکت ہے کہ اپنے کسی ہمسائے کے کارٹون بنا کر اپنے گھر کے سامنے لٹکائے جائیں جہاں وہ اسے دیکھ بھی سکتا ہو اور پھر منافقانہ طور پر یہ دعویٰ بھی کیا جائے کہ میں اپنے ہمسائے سے اچھا ہوں کیونکہ میں اس سے اپنے ہمسایہ کے طور پر محبت کرتا ہوں۔

پھر ایک تبصرہ ہے کہ اپنے ہمسائے کو دکھ دینے کی بات ہمیشہ بری ہے۔ اگر اسلام کے بارے میں کوئی تنقیدی بات کی جائے تو یہ تو بجا ہے مگر اس طرح خاکوں کی اشاعت تو محض کسی کو دکھ دینا ہے۔

پھر Kristelig Dagblad ایک مذہبی اخبار میں ایک ڈینش کا تبصرہ شائع ہوا ہے کہ آزادی ضمیر کو خطرہ مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ پریس منسٹرز اور سیاستدانوں کی طرف سے ہے کیونکہ وہ اس کے ردعمل کے طور پر مسلمانوں کو آزادی رائے کا حق دینے کو تیار نہیں۔

پھر ایک صاحب جو عیسائی کمیونٹی کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں، انہوں نے بائبل کے حوالے سے بات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کارٹون کی اشاعت عیسائیت کی تعلیم کے بھی سراسر منافی ہے۔ نیز لکھا کہ: ایسی حرکات کو محض حماقت کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ڈینش محاورہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کوئی عہدہ دیتا ہے تو اس کو عقل بھی دیتا ہے۔ یہ لکھنے کے بعد کہتے ہیں: اس قسم کی حرکات کو دیکھ کر اہل حل وعقد میں عقل کی کمی نظر آتی ہے۔

اسلام مخالف مہم میں شرفاء شامل نہیں

اس طرح کے بے شمار تبصرے ہیں جوانہوں نے کئے۔ یہ جو اسلام کے خلاف مہم ہے اس میں جیسا کہ ان تراشوں سے پتہ چلتا ہے بہت سے شرفاء شامل نہیں۔ یہ ایک بہت بڑی مہم ہے اس میں صرف ایک آدھ کارٹونسٹ یا چند ممبر پارلیمنٹ یا سیاسی لیڈر بننے کا شوق رکھنے والوں کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک گہری سازش ہے اور اس کے پیچھے بڑی طاقتیں ہیں جو اسلام کی تعلیم سے خوفزدہ ہیں۔ جو اپنے عوام کو یہ سمجھنے ہی نہیں دینا چاہتیں کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے۔ جو مذہب کے نام پر اصل میں اپنی برتری قائم کرنا چاہتی ہیں۔ جو اسلام سے پندرہ سو سال پرانی دشمنی کا اظہار بڑے منصوبے سے کر رہی ہیں۔ جو عاجز بندے کو خدا کے مقابلے پر کھڑا کر کے شرک کو دنیا میں قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس میں ہر طرح کے لوگ شامل ہیں۔ اور اسی وجہ سے پھر دباؤ ڈالا گیا۔ ہمارا جو عربی چینل بند کیا گیا تھا، اس کے پیچھے عیسائیوں کا بہت بڑا ہاتھ تھا جنہوں نے بڑی حکومتوں کے ذریعہ سے دباؤ ڈلوایا تھا۔ تو ایسے جو لوگ ہیں وہ بھلا اسلام کی شرک سے پاک تعلیم اور عین فطرت انسانی کے مطابق تعلیم کو کس طرح پنپنے دے سکتے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ چاہے وہ مذہب کی آڑ میں کریں یا سیاست کی آڑ میں کریں، آجکل دنیا کا اِلٰہ بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دنیا کا معبود بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دنیا کا مالک بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دنیا کا رب بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پس یہ بڑے دماغ اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ جنہیں خطرہ ہے کہ اسلام اگر پھیل گیا تو دوسرے مذاہب کی حیثیت معمولی رہ جائے گی۔ لیکن یہ ان کی سوچیں ہیں، جو چاہیں کریں۔ اسلام کا مقدر تو اب پھیلنا ہے اور انشاء اللہ اس نے پھیلنا ہے لیکن نہ کسی قسم کی دہشت گردی سے، نہ کسی قسم کی عسکریت سے بلکہ مسیح ومہدی کے ذریعہ سے، اس پیغام کے ذریعہ سے جو قرآن کریم میں پیار و محبت پھیلانے کیلئے دیا گیا ہے اور دین فطرت کے اظہار کے ذریعہ سے۔ پس چاہئے کہ ہم میں سے ہر ایک کوشش کرے کہ اس پیغام کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔ یہ اخبار جتنی چاہے کوششیں کرلیں یا ان کے ممبر پارلیمنٹ جتنی چاہے کوششیں کرلیں یا حکومتیں جتنی چاہے کوششیں کرلیں یا دوسرے مذاہب کے جو رہنما ہیں وہ بھی جتنی چاہے کوششیں کرلیں، اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا ہے وہ اب رک نہیں سکتا۔"

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 86 تا 90)

❁ خطبہ جمعہ 14 مارچ 2008ء

ہمارے امام ہمام خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد پیار اور محبت ہے کہ آپ اپنے آقا کی ہتک کو برداشت ہی نہ کر پائے اور اپنے خطبات اور تقاریر میں بار بار اس فعلِ قبیح کا ذکر فرما کر جہاں احتجاج فرمایا۔ اور اس کو اس شنیع فعل پر عذاب الٰہی کی وعید سنائی وہاں اسلام قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، فرمودات کا کھلے عام چرچا فرمایا۔

کارٹون بنانے والوں کو عذاب الٰہی کی وعید

"آج کل جو کارٹون بنانے والے ہیں یا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے استہزاء کرنے والے ہیں ان کا جواب بھی اس آیت میں آ گیا ہے کہ کیوں انہیں کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے۔ یہ کھلی چھٹی نہیں ہے بلکہ یہ ڈھیل اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنا ایک قانون بنایا ہوا ہے۔ اس کی صفت حلیم ہے جو اُن کو بچا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم کا تقاضا ہے کہ وہ بندوں کی طرح فوری طور پر اشتعال میں نہیں آتا، غصے میں نہیں آتا جب تک کہ اچھی طرح اتمام حجت نہ ہو جائے۔ اس لئے یہ نہ سمجھو کہ اس ڈھیل کا ملنا، یا تمہیں فوری سزا نہ ملنا اس بات کا ثبوت ہے کہ تم حق پر ہو۔ یا اسلام یا قرآن حقیقت میں اس قابل ہی ہیں کہ ان کو اگر برا بھلا بھی کہہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یا یہ نہ سمجھو کہ تمہیں سزا کا نہ ملنا خدا تعالیٰ کے عدم وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اگر یہی دلیل ہے کہ فوری پکڑ نہ ہو تو یا وہ دین سچا نہیں ہے یا خدا تعالیٰ کا وجود نہیں ہے تو پھر بہت سی دنیاوی برائیاں ہیں جن میں مجرم فوری طور پر پکڑے نہیں جاتے۔ بعض جرموں کا پتہ لگنے پر حکومتی ادارے ان پر نظر رکھتے ہیں لیکن فوری پکڑتے نہیں۔ تو ان جرموں پر اس طرح پکڑے نہ جانے کا یہ مطلب نہیں نکلتا کہ وہ جرائم، جرائم نہیں رہے۔ حکومتیں بھی ایک حد تک ڈھیل دیتی ہیں اور نظر رکھتی ہیں اور پھر قانون حرکت میں آ جاتا ہے۔ تو پھر جو حاکم اعلیٰ ہے اور جس نے اپنی ایک صفت حلیم بتائی ہے اُس سے کیوں توقع رکھی جاتی ہے کہ فوری پکڑے اور اگر نہ پکڑے گا تو اس کا مطلب ہے کہ یہ دین خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے یا خدا تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے۔

دنیاوی قانون میں تو پکڑے جانے اور سزا کے بعد اس شخص تک ہی بات محدود رہتی ہے جس کو پکڑا گیا ہو یا سزا دی گئی ہو یا زیادہ سے زیادہ اس کے فوری زیر پرورش لوگ بیوی بچے، بہن بھائی، ماں باپ متاثر ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی کو کسی جرم میں پھانسی پر لٹکا دیا جائے تو نسل چلتی رہتی ہے یا کم از کم انسانیت کی نسل چلتی رہتی ہے، اس خاندان کی نسل چلتی رہتی ہے؟ اس معاشرے میں نسل چلتی رہتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر میں نسل انسانی کے جرموں پر انہیں پکڑنا شروع کر دوں اور فوری پکڑنے لگوں تو نسلِ انسانی ہی ختم ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ڈھیل کے قانون کے بغیر تو نسلِ انسانی چل ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ دنیا گناہوں سے بھری پڑی ہے اگر یہ ہو کہ ہر گناہ پر اس دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ عذاب نازل فرمانا شروع کر دے یا جب سے دنیا بنی ہے عذاب نازل کرتا رہتا تو اب تک نسل انسانی ختم ہو چکی ہوتی۔ یہ ٹھیک ہے کہ نیک لوگ بھی دنیا میں ہیں لیکن اگر دیکھا جائے تو اول تو بہت کم ایسے نظر آئیں گے جو سو فیصد ہر نیکی کو بجالانے والے ہیں جن سے کبھی گناہ سرزد ہی نہ ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو کسی بھی جرم کی سزا میں پکڑ سکتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ان نیک لوگوں کے آباء واجداد بھی نیک ہی تھے۔ اگر وہ اسی وقت پکڑے جاتے تو یہ نسل ہی نہ آتی۔ یہ نیک نسل آگے چل ہی نہیں سکتی تھی اور ہوتے ہوتے آگے پھر نسل ختم ہی ہو جاتی۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ہر گناہ کی فوری سزا اور پکڑ اور عذاب شروع کر دے تو نسل انسانی کا خاتمہ ہو جائے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بہت سوں کو اللہ

تعالیٰ اسی دنیا میں بھی سزا دیتا ہے۔لیکن جب شیطان نے کہا تھا کہ میں انسانوں کو ورغلانے کے لئے ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کے دائیں سے بھی اور ان کے بائیں سے بھی آؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں ان سب کو پھر جہنم سے بھردوں گا جو تیری اتباع کرنے والے ہیں۔گو بعض لوگوں کو ان کے اعمال اس دنیا میں ہی جہنم کا نمونہ دکھا دیتے ہیں لیکن .....

......اس رویئے کو بدلو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تم نے اپنایا ہوا ہے۔اپنی اصلاح کرلو ورنہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا حساب لینا شروع کردے اور فوری سزا شروع کردے تو چند لمحوں میں تمہیں ختم کرسکتا ہے۔اور زمین و آسمان کو اس نے روک رکھا ہے۔اگر وہ ٹل جائیں تو پھر قیامت کا نمونہ ہوگا۔پس وہ خدا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے جو فوری بدلے نہیں لیتا اور بخشنے والا بھی ہے اس کی طرف جھکو اور اپنی حدود کے اندر رہو۔

یہ جو پہلی آیت میں نے پڑھی تھی (سورۃ الفاطر:46 مراد ہے۔ناقل) اور ترتیب کے لحاظ سے وہ آخری آیت ہے۔اس میں بھی اس بات کا اعادہ کیا گیا ہے کہ اگر تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فوری مؤاخذہ کرتا تو نہ کوئی جنگلی جانور باقی رہتا، نہ کوئی گھریلو جانور باقی رہتا، نہ کوئی پرندہ باقی رہتا۔یعنی پھر یہاں دوبارہ اس بات کا اظہار فرمایا کہ تمہاری زندگی کی بقا جن زندگیوں سے وابستہ ہے اگر صرف انہی کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کردے تو تمہاری زندگی اذیت ناک ہوجائے گی۔اور اس عذاب میں مبتلا ہو کر ختم ہو جاؤ گے۔" (خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 110-113)

جرمنی میں پوپ کا قرآن کریم، اسلام اور بانی اسلامؐ کے خلاف ایک لیکچر اور جماعت کی طرف سے اس کا دفاع

ستمبر 2006ء میں روم کے کیتھولک پوپ Joseph Ratzinger نے اپنے دورہ جرمنی کے دوران ریگنس برگ یونیورسٹی میں ایک لیکچر دیا۔جو مغرب اور اسلام کے درمیان تناؤ کھچاؤ میں اضافہ کا موجب بنا۔پوپ نے اسلام کے خلاف جہاں بہت سی باتیں کیں وہاں بالخصوص اسلام کے خدا کے تصور کو غلط رنگ میں پیش کیا۔

پوپ نے اپنے لیکچر کے آغاز میں چودھویں صدی عیسوی کے بازنطینی بادشاہ مینوئیل دوم کی ایک فارسی عالم سے یہ گفتگو quote کی ہے کہ محمد کون سی نئی چیز لے آیا ہے۔دیکھنے والوں کو صرف بدی اور انسانیت سوز امور ہی ملیں گے جیسے کہ اپنے عقائد کو تلوار کے ذریعہ پھیلانے کا حکم وغیرہ۔اپنی گفتگو کو جاذب نظر بنانے اور اس میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لئے بادشاہ نے اپنی درج شدہ گفتگو میں ان الفاظ کا مزید اضافہ کردیا کہ "کسی بھی معقول ذی روح کو کسی بھی عقیدہ کے لئے قائل کرنے کے لئے طاقتور ہاتھ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی خوفناک ہتھیار کی اور نہ کسی کو موت کی دھمکیوں سے عقیدہ اپنانے کے لئے قائل کیا جا سکتا ہے"

جبکہ پوپ نے اس گفتگو کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔اور تاریخ سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ روم کے پوپ نے اس واقعہ کا ذکر کر کے انصاف کی دھجیاں بکھیری ہیں کیونکہ بازنطینی دورِحکمرانی میں عقائد کو طاقت، دھمکیوں اور ہتھیاروں کے زور سے تو کیتھولک عقیدہ کے حامل افراد نے پھیلایا تھا۔ 4th Catholic Crusade جو کہ 1204ء میں شروع ہوئے اور 1453ء میں قسطنطنیہ کے قبضہ پر منتج ہوئے اس سارے عرصہ میں کیتھولک عیسائیوں نے عقائد بدلنے کے لئے سارے حربے استعمال کئے۔یہ کیتھولک عیسائی ہی تھے جو فلسطین کی طرف ہجرت کرنے والے دیگر عیسائیوں اور یہودیوں کو زندہ جلا دیا کرتے تھے۔اور پھر کیتھولک عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کی نسل کشی کی گئی تھی۔یہ ساری تفصیلات "Sir Steven Runcimans History Of Crusade" میں درج ہیں۔

اپنے خطاب میں پوپ نے اس امر سے اختلاف کیا ہے کہ مذہب اسلام میں خدا تعالیٰ کے احکامات مکمل اور فائنل حالت میں نازل ہوئے ہیں جو کہ جبرائیل علیہ السلام حضرت محمدؐ پر وحی کے ذریعہ یا کشفی حالت میں لایا کرتے تھے۔لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ جب وہ پوپ بائبل میں خدا کے تصور یا احکامات کا حوالہ دیتے ہیں تو وہاں Apostle John کا حوالہ دیتے ہوئے اس چیز کو تسلیم کرتے ہیں کہ St.Paul کو بھی وجدان، کشف یا خواب کی حالت میں یہ احکامات دیئے گئے تھے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی نیابت میں عیسائیت کی تعلیم کو عام کریں۔

اس طرح پوپ نے اپنے خطاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الزام دیا ہے کہ "مذہب کے معاملہ میں جبر جائز نہیں۔یہ اس وقت کہا گیا جبکہ محمدؐ خود بھی اور اسلام بھی کمزور تھے "لیکن اپنے خطاب میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کی۔ (تفصیلات ماخوذ از مضمون زبیر خلیل احمد خان جرمنی از الفضل انٹرنیشنل 20 اکتوبر 2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی طرف سے فوری ردعمل

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ عالم کے اس سیاہ واقعہ پر اپنا فوراً ردعمل ظاہر فرمایا اور پوپ کے لیکچر کے معاًبعد 15 ستمبر 2006ء کو بیت الفتوح لندن میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور پوپ صاحب کے بیانات کی سخت الفاظ میں تردید فرمائی۔آپ نے فرمایا۔

" کل ایک خبر آئی تھی کہ پوپ نے جرمنی میں ایک یونیورسٹی میں لیکچر کے دوران بعض اسلامی تعلیمات کا ذکر کیا اور قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کسی دوسرے لکھنے والے کے حوالے سے ایسی باتیں کی ہیں جن کا اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔یہ ان کا ایک طریقہ ہے، بڑی ہوشیاری سے دوسرے کا حوالہ دے کر اپنی جان بھی بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور بات بھی کہہ جاتے ہیں۔پوپ صاحب نے بعض ایسی باتیں کہہ کر قرآن کریم، اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک ایسا غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے مسلمانوں میں تو ایک بے چینی پیدا ہو گئی ہو گی، اس سے اُن کے اسلام کے خلاف اپنے دلی جذبات کا بھی اظہار ہو

جاتا ہے۔پوپ کا ایسا مقام ہے کہ وہ چاہے کسی حوالے سے بھی بات کہتے ،ان کے لئے یہ مناسب نہیں تھا کہ ایسی بات کا اظہار کیا جاتا۔

پوپ کے عمل سے مسلمانوں کے خلاف مزید نفرت پھیلے گی

اس وقت جبکہ دنیا میں مسلمانوں کے خلاف مغرب میں کسی نہ کسی حوالے سے نفرت کے جذبات پیدا کئے جا رہے ہیں، پوپ کا ایسی بات کرنا جلتی پر تیل ڈالنے والی بات تھی۔چاہئے تو یہ تھا کہ وہ کہتے کہ گو آج بعض شر پسند اسلامی تنظیموں نے متشددانہ طریق اپنایا ہوا ہے لیکن اسلام کی تعلیم اس کے خلاف نظر آتی ہے اور دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے ہمیں مل جل کر کام کرنا چاہئے تا کہ معصوم انسانیت کو تباہی و بربادی سے بچایا جا سکے۔اس کی بجائے انہوں نے اپنے ماننے والوں کو اس راستے پر لگانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی تعلیم تو ہے ہی یہ۔میرا خیال تھا کہ پوپ سلجھے ہوئے انسان ہیں اور عالم آدمی ہیں اور اسلام کے بارے میں بھی کچھ علم رکھتے ہوں گے لیکن یہ بات کر کے انہوں نے بالکل ہی اپنی کم علمی کا اظہار کیا ہے۔جس مسیح کی خلافت کے وہ دعویدار ہیں اس کی تعلیم پر چلتے ہوئے ان کو تو دنیا میں امن قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی،اس نے تو دشمن سے بھی نیک سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے ایک طرف تو مسلمانوں کے جذبات سے کھیلا گیا ہے(جیسا کہ میں نے کہا ہے)اور پھر ردّعمل کے طور پر جن کو جذبات پر کنٹرول نہیں ہے وہ ایسی حرکتیں کر جائیں گے جس سے مسلمانوں کے خلاف ان کو مزید Propaganda کا موقع مل جائے گا۔دوسرے پوپ کے پیروکار اور مغرب میں رہنے والے لوگ جو اسلام کو شدت پسند مذہب سمجھتے ہیں ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف مزید نفرت پھیلے گی۔اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور دنیا کو فتنے اور فساد سے بچائے۔احمدیوں کو تو ہمیشہ ہی یہ دعا کرنی چاہئے اور یہ جو سوال اٹھائے گئے اور آگے اپنا لیکچر دیا۔دعا کے ساتھ ہر ملک میں اس کے جواب بھی دینے چاہئیں۔ہمارے تو یہی دو ہتھیار ہیں جن سے ہم نے کام لینا ہے،کسی اور ردّعمل کا نہ کبھی احمدی سے اظہار ہوا ہے اور نہ انشاء اللہ ہو گا۔

پوپ کی تقریر کا خلاصہ

میں پوپ کے اعتراضات کا خلاصہ پڑھ دیتا ہوں جو انہوں نے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے۔ جرمنی سے یہ تفصیل منگوائی گئی ہے۔کہتے ہیں کہ میں نے ایک مکالمہ پڑھا تھا جس کا متن ایک یونیورسٹی کے پروفیسر نے شائع کیا ہے اور یہ پرانا مکالمہ ایک علم دوست قیصر مینوئیل اور ایک فارسی عالم کے درمیان 1391ء میں انقرہ میں ہوا تھا اور پھر وہی عیسائی عالم اس کو تحریر میں لایا۔لیکن ساتھ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کیونکہ یہ مکالمہ عیسائی عالم کی طرف سے شائع ہوا ہے اس لئے انہوں نے اپنی زیادہ بات کی ہے۔اپنی ایمانداری کا تو یہیں پتہ لگ گیا کہ مسلمان عالم کی باتوں کا ذکر بہت کم ہے اور اپنی باتیں زیادہ کی ہیں۔بہرحال (جو سوال اٹھائے ہیں) وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اس

لیکچر میں ایک نکتے پر بات کرنا چاہوں گا اور وہ یہ کہ اس میں قیصر جہاد کا ذکر کرتا ہے اور قیصر کو یقیناً علم تھا کہ مذہب کے معاملے میں اسلام میں جبر نہیں ہے۔سورۃ بقرہ کی آیت 256 کا حوالہ دے رہے ہیں۔آگے کہتے ہیں قیصر یقیناً قرآن میں مقدس جنگ یا جہاد سے متعلق بعد کی تعلیمات سے بھی واقف تھا۔قرآن میں اس حوالے سے جو تفصیلات درج ہیں مثلاً اہل کتاب سے اور کفار سے مختلف قسم کا سلوک کیا جانا چاہئے (یہ انہوں نے اپنی طرف سے حوالہ دے دیا ہے)اور یہ کہتے ہیں کہ قیصر حیران کن تُرش الفاظ میں اپنے شریک گفتگو سے بنیادی سوال کرتا ہے اور اس پر مزید کہتا ہے کہ مذہب اور جبر کا آپس میں کیا تعلق ہے۔پھر کہتے ہیں کہ مجھے دکھاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون سی نئی چیز لے کر آئے ہیں۔تمہیں صرف بُری اور غیر انسانی تعلیمات ہی ملی ہیں جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ ان کے لائے ہوئے مذہب کو تلوار کے زور سے پھیلایا جائے۔اِنَّـا لِلّٰـه ۔اس کے بعد کہتے ہیں قیصر تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ کیوں مذہب کو طاقت کے زور سے پھیلانا عقل کے خلاف ہے۔یہ تعلیم خدا کی ذات اور روح کی ماہیت سے متصادم ہے۔کہتا ہے کہ خدا کو خونریزی پسند نہیں اور عقل و عمل خدا کی ذات سے متصادم ہے۔ایمان روح کا پھل ہے جسم کا نہیں۔

پھر آگے کہتے ہیں کہ قیصر جس کی تربیت یونانی فلسفے کے تحت ہوئی تھی اس کے لئے مذکورہ بالا جملہ ایک واضح حقیقت ہے جب کہ اسلامی تعلیم کے مطابق خدا ایک مطلقاً ماورائیت کا حامل وجود ہے اور کسی ارضی کیٹیگری (Category) کا پابند نہیں حتیٰ کہ معقولیت کا بھی نہیں۔اور پھر آگے فرانسیسی ماہر اسلامیات کے حوالے سے ابن حزم کی ایک بات quote کی ہے کہ کوئی شے خدا کو ہم پر سچ ظاہر کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔اگر وہ چاہے تو انسان کو بت پرستی بھی کرنی پڑے گی۔(پتہ نہیں ابن حزم نے کہا بھی تھا کہ نہیں،کوئی حوالہ آگے نہیں ہے)۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ کیا یہ عقیدہ کہ خدا خلاف عقل کام نہیں کر سکتا یہ یونانی عقیدہ ہے یا یہ ازلی اور فی ذاتہ ایک حقیقت ہے۔میرے خیال میں یہاں یونانی فکر کی یا خدا پر ایسے ایمان کی جو بائبل پر مبنی ہو آپس میں گہری مطابقت نظر آتی ہے۔(خیر باقی تو لمبا لیکچر ہے)۔

پوپ کے لیکچر کا جواب تیار کیا جائے گا

اس میں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ایک تو خود ہی اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ قیصر کے اپنے الفاظ فارسی عالم کے جوابات کے مقابلے میں مفصل ہیں اور جس عیسائی نے اپنی یہ داستان لکھی ہے،ظاہر ہے کہ اس نے اپنی بڑائی ظاہر کرنے کیلئے اپنی دلیلوں کو مضبوط کرنا تھا،دوسری طرف کی دلیلیں تو دی نہیں گئیں،یقیناً انصاف سے کام نہیں لیا گیا ہو گا۔بہر حال یہ جو کچھ بھی تھا،ہم مسلمان کیا سمجھتے ہیں،ہم احمدی کیا سمجھتے ہیں اس بارہ میں مَیں قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے مختصراً بیان کرتا ہوں۔زیادہ تو بیان نہیں ہو سکتا لیکن پوپ کیلئے ان سوالوں کے انشاء اللہ جوابات تیار کئے جائیں گے اور انہیں پہنچانے کی کوشش بھی کی جائے گی تا کہ وہ اسلام کی صحیح تعلیم سے اگر ابھی تک

بے بہرہ تھے، ناواقف تھے تو اب ان کو کچھ پتہ لگ جائے، بشرطیکہ اپنے مقام کو سمجھتے ہوئے انصاف سے اس کو پڑھیں اور غور کریں۔

ہم تمام انبیاء کی عزت کرتے ہیں

ہمارے دل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہت احترام ہے۔ ہم انہیں اللہ تعالیٰ کا نبی مانتے ہیں بلکہ ہر قوم میں جتنے بھی انبیاء آئے سب کو مانتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو بھی مسلمانوں کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور احترام کرنا چاہئے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ قیصر کا حوالہ دے کر پوپ صاحب یہ کہتے ہیں کہ سورۃ بقرہ کی آیت 256 کا قیصر کو یقیناً علم تھا۔ اور یہ آیت لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:257) ہے۔ یعنی دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔ کہتے ہیں یہ سورۃ ابتدائی سورتوں میں سے تھی۔ اتنی ابتدائی بھی نہیں، یہ مدینہ کے ابتدائی ایک دو سال کی ہے۔ لیکن قیصر کو بعد کی سورتوں کا بھی علم تھا اور جہاد سے متعلق بعد کی تعلیمات سے بھی واقف تھا۔ واقف تو پتہ نہیں وہ تھا یا نہیں لیکن تعصب کی نظر ضرور رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قرآن میں کفار اور اہل کتاب کے بارے میں مختلف سلوک کرنے کی ہدایت ہے جبکہ مذہب میں جبر کا کوئی تصور نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں نعوذ باللہ بُری اور غیر انسانی تعلیمات ہی ملیں گی اس کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا (بقول اُن کے، نعوذ باللہ) کہ اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ خود ہی ایک بات غلط طور پر منسوب کر کے جس کا اسلام کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، خود ہی یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ یہ خلاف عقل باتیں ہیں جو خدا کے انصاف سے متصادم ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک ذی عقل کو قوت یا زور اور ہتھیار درکار نہیں ہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ایک ذی عقل کو ہتھیار اور طاقت کی ضرورت نہیں۔ یہ تو انہوں نے بالکل ٹھیک بات کی ہے۔ بالکل ضرورت نہیں ہے۔ لیکن آجکل کی جو ان کی بڑی بڑی طاقتیں ہیں یہ ہزاروں میل دور بیٹھی ہوئی قوموں کے معاملات میں دخل اندازی کر کے طاقت کا استعمال کیوں کر رہی ہیں؟ اس کا جواب انہوں نے نہیں دیا۔ پہلے یہ لوگ اپنے لوگوں کو سمجھائیں کہ کیا صحیح کر رہے ہیں، کیا غلط کر رہے ہیں۔

پھر عیسائیت کی تاریخ میں جو آپس کی جنگیں ہیں وہ نظر نہیں آتیں؟ وہ کس کھاتے میں ڈالتے ہیں؟ پھر سپین میں جو کچھ ہوا وہ کس کھاتے میں ہے؟ جو انکیوئزیشن (Inquisition) ہوئی اس کی تفصیل تو مَیں یہاں بیان نہیں کرتا، ان سب کو علم ہے۔ اب جو یہ فرماتے ہیں کہ وہ بعد کی تعلیمات سے بھی واقف تھا۔ مذہب پھیلانے کے بارے میں اسلام کی تعلیم کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا، اس واقف کار کو تو اس کا پتہ نہیں تھا لیکن وہ عمل کیا تھا، وہ مَیں پیش کرتا ہوں۔

اسلام دین فطرت ہے

اسلام دین فطرت ہے ۔اس نے یہ تعلیم تو یقیناً نہیں دی کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا بھی آگے کردو۔جن کو تعلیم دی گئی ہے وہ بتائیں کہ کس حد تک اس پر عمل کررہے ہیں ۔ان کی تعلیم کے یہی ستم ہیں جنہوں نے اس زمانے میں عیسائیوں کو عیسائیت سے دور کردیا ہے ۔اتوار کے اتوار جو ایک ہفتے کے بعد چرچ میں جانا ہوتا ہے اس میں بھی اب کوئی نہیں جاتا سوائے بوڑھوں اور بوڑھیوں کے ۔چرچوں کو انہوں نے دوسرے فنکشنز کے لئے کرائے پر دینا شروع کردیا ہے ۔مغربی دنیا میں بے شمار جگہوں پر چرچوں پر For Sale کے بورڈ لگے ہوئے ہیں ۔

عیسائی، مسیح کو خدا ماننے کو تیار نہیں

امریکہ کے ایک پروفیسر ایڈون لوئیس (Edwin Lewis) نے لکھا کہ بیسویں صدی کے لوگ مسیح کو خدا ماننے کے لئے تیار نہیں ۔

پھر سینٹ جونز کالج آکسفورڈ کے پریذیڈنٹ سر سارئرل لکھتے ہیں کہ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ یورپ اور امریکہ کے مردوں اور عورتوں کا ایک بڑا حصہ اب عیسائی نہیں رہا ۔اور شاید یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ ان کی اکثریت اب ایسی ہے ۔

اسی طرح افریقہ کے بارہ میں ان لوگوں کے مختلف بیانات ہیں ،خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تعلیم اب ختم ہورہی ہے تو ان کو پتہ ہے اس لئے ایک ہی حل رہ گیا کہ اسلام کے خلاف غلط قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے جائیں ۔

عیسائیوں کے نزدیک جبر کا نظریہ

جبر کے بارہ میں اسلام کا جو نظریہ غیر مسلم پیش کرتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ کہتے ہیں کہ قیصر کو قرآن کے احکامات کا علم تھا ۔تو دیکھیں قرآن کیا کہتا ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف :30) اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروادیا کہ تم دنیا کو بتادو کہ اسلام حق ہے اور تمہارے رب کی طرف سے ہے ۔پس جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے انکار کردے کیونکہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:257) کا حکم ہے ۔پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (یونس:109) یعنی اے رسولؐ! تو لوگوں سے کہہ دے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا ہے پس جو شخص ہدایت کو قبول کرے گا اس کا فائدہ اسی کے نفس کو ہوگا اور جو غلط راستے پر چلے گا اس کا وبال بھی اس کی جان پر ہے ۔میں کوئی تمہاری ہدایت کا ذمہ دار نہیں ہوں ۔اس کا عملی نمونہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا ۔چنانچہ جب بنونضیر کو اپنی بعض زیادتیوں اور حرکتوں کی سے جلاوطنی کی سزا ملی تو انصار نے اپنی اولاد کو جو انصار نے پیدائش کے وقت بنونضیر کو دے دی تھی ،ان سے واپس لینا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں جو تم دے چکے وہ دے چکے اب دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ،یہ اب ان کے پاس ہی رہیں گے ۔

اسلام میں جبر نہیں

یہ آپؐ کی تعلیم ہی تھی جس کی وجہ سے آپؐ کے خلفاء اور صحابہؓ اس بات کو سمجھتے ہوئے اس کی پابندی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے ایک غلام خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے کئی دفعہ کہا کہ مسلمان ہو جاؤ لیکن میرے انکار پر آپؓ یہ کہتے کہ ٹھیک ہے، اسلام میں جبر نہیں ہے۔ اور جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ مَیں تمہیں آزاد کرتا ہوں، جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔ تو اسلام میں آزادیٔ مذہب کی یہ تعلیم اور یہ عمل ہیں۔ ایک غلام پر بھی سختی نہیں کی گئی۔ اور پوپ صاحب کہتے ہیں کہ اسلام کے مذہب میں ظلم اور سختی رکھی گئی ہے۔

پھر قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ (آل عمران:21)

اے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کہہ دے کہ جنہیں کتاب دی گئی ہے اور جو اُمّی ہیں یعنی بے علم ہیں کہ کیا تم اسلام کو قبول کرتے ہو۔ پس اگر وہ فرمانبرداری اختیار کریں، اسلام قبول کرلیں تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ یعنی اب یہ خدا کا کام ہے وہ خود ہی فیصلہ کرے گا کہ کس کو پکڑنا ہے، کس کو سزا دینی ہے، کس سے کیا سلوک کرنا ہے۔ پس یہ احکام ہیں۔ اور یہ آخری آیت جو مَیں نے پڑھی ہے، یہ فتح مکہ کے بعد کی ہے جب طاقت تھی۔ پس بودے اعتراضات کی بجائے ان کو عقل اور انصاف سے کام لینا چاہئے۔ اسلام میں جبر کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپؐ نے جبر کیا۔ آپؐ کو تو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ کوئی منافقت سے اسلام قبول کرے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک کافر قیدی پیش ہوا اور اس نے آپؐ سے عرض کی کہ مجھے قید کیوں کیا گیا ہے، مَیں تو مسلمان ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اب نہیں پہلے اسلام لاتے تو ٹھیک تھا، اب تم جنگی قیدی ہو اور رہائی حاصل کرنے کے لئے مسلمان بن رہے ہو۔ آپؐ نے اس کو جبر سے مسلمان بنانا نہیں چاہا۔ آپ تو چاہتے تھے کہ دل اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کئے جائیں۔ چنانچہ بعد میں اس قیدی کو دو مسلمانوں کی آزادی پر آزاد کر دیا گیا۔

اسلام میں جنگ کا حکم صرف دفاع کے لئے ہے

اسلام میں جنگوں کا حکم صرف اُس وقت تک ہے جب تک دشمن جنگ کر رہا ہے یا فتنے کے حالات پیدا کر رہا ہے۔ جب حالات ٹھیک ہو جائیں اور فتنہ ختم ہو جائے تو فرمایا تمہیں کوئی حق نہیں کہ جنگ کرو۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (البقرۃ:194) یعنی اے مسلمانو! تم اُن کفار سے جنگ کرو جو جنگ کرتے ہیں، اس وقت تک کہ ملک میں فتنہ نہ رہے اور ہر شخص اپنے خدا کے لئے (نہ کسی ڈر اور تشدد کی وجہ سے) جو دین بھی چاہے رکھ سکے۔ اور اگر یہ کفار اپنے ظلموں سے باز آ جائیں تو تم بھی رک جاؤ کیونکہ تمہیں ظالموں کے سوا کسی کے خلاف جنگی کارروائی کرنے کا حق نہیں ہے۔

یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اُن کفار سے جو تم سے لڑتے ہیں، اُس وقت تک لڑو کہ ملک میں فتنہ نہ رہے۔ اس کے بارے میں ایک جگہ ذکر آیا ہے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے اس حکمِ الٰہی کی تعمیل یوں کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب مسلمان بہت تھوڑے تھے اور جو شخص اسلام لاتا تھا اس کو کفار کی طرف سے اسلام کے راستے میں دکھ دیا جاتا تھا۔ بعض کو قتل کر دیا جاتا تھا اور بعض کو قید کر دیا جاتا تھا۔ پس ہم نے اس وقت تک جنگ کی کہ مسلمانوں کی تعداد اور طاقت زیادہ ہو گئی اور نو مسلموں کے لئے فتنہ نہ رہا۔ اس کے بعد جب کفار کی طرف سے فتنہ ختم ہو گیا تو بات ختم ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدہ:9) کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ یقیناً اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

صحابہ میں انقلاب زبردستی دین بدلنے سے نہیں آیا

پس یہ انصاف تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ایک انقلاب پیدا کیا اور بعد میں بھی یہ انقلاب پیدا ہوا۔ اگر صحابہ کی زندگیوں کو دیکھیں، ان کے جائزے لیں تو پتہ لگتا ہے کہ جو انقلاب ان میں آیا وہ زبردستی دین بدلنے سے نہیں آتا بلکہ اس وقت آتا ہے جب دل تبدیل ہو جائیں۔ اس وقت آتا ہے جب دشمنوں سے بھی ایسا حسن سلوک ہو کہ دشمن بھی گرویدہ ہو جائے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر عکرمہ جو شدید ترین مخالف اسلام تھا اور جو فرار ہو گیا۔ جب اس کی بیوی نے اس کو واپس لانے کے لئے آپؐ سے معافی کی درخواست کی اور آپؐ نے معاف فرما دیا تو پھر ان میں ایسا انقلاب آیا جو تلوار کے زور سے نہیں لایا جا سکتا۔ ایمان میں وہ ترقی ہوئی جو بغیر محبت کے نہیں ہو سکتی۔ اخلاص سے اس طرح دل پر ہوئے جو بغیر محبت کے نہیں ہو سکتے۔ قربانی کے معیار اس طرح بڑھے جو دلوں کے بدلنے کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر جو غیرت دکھائی وہ اس تعلیم کو سمجھنے سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور پھر صحابہ نے محبت اور اسلام کی غیرت کے ایسے ایسے نمونے دکھائے کہ تاریخ ان واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہی عکرمہ جن کا میں ذکر کر رہا ہوں، ان کے بارہ میں آتا ہے کہ پہلے ہر لڑائی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑا اور اپنی کوششیں اسلام کو مٹانے کے لئے صرف کر دیں بالآخر جب مکہ فتح ہوا تو جیسا کہ میں نے بتایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی کو اپنے لئے موجب ذلت سمجھ کر مکہ سے بھاگ گیا۔ اور جب وہ مسلمان ہو گئے تو اخلاص کا یہ حال تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے باغیوں کا قلع قمع کرنے میں بے نظیر جاںنثاریاں دکھائیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب ایک جنگ میں سخت گھمسان کا رن پڑا اور لوگ اس طرح کٹ کٹ کر

گر رہے تھے جیسے درانتی کے سامنے گھاس کٹتا ہے، اُس وقت عکرمہ ساتھیوں کو لے کر عین قلب لشکر میں جا گھسے ۔ بعض لوگوں نے منع کیا کہ اس وقت لڑائی کی حالت سخت خطرناک ہو رہی ہے اور اس طرح دشمن کی فوج میں گھسنا ٹھیک نہیں ہے ۔ لیکن عکرمہ نہیں مانے اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ مَیں لات اور عزیٰ کی خاطر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑا ہوں ۔ آج خدا کے رستہ میں لڑتے ہوئے پیچھے نہیں رہوں گا ۔ اور جب لڑائی کے خاتمہ پر دیکھا گیا تو ان کی لاش نیزوں اور تلوار کے زخموں سے چھلنی تھی ۔

ان کی مالی قربانی کے بارہ میں آتا ہے کہ غنیمت کا جتنا مال عکرمہ کو ملتا تھا وہ صدقہ دے دیا کرتے تھے ۔ خدمت دین میں بے دریغ خرچ کرتے تھے تو یہ تبدیلیاں جو دلوں میں پیدا ہوتی ہیں یہ تلوار کے زور سے پیدا نہیں ہوتیں ۔

(اصابہ و اسد الغابہ و استیعاب)

غیر مسلموں کا الزام ہے کہ زبردستی مذہب تبدیل کرتے تھے ۔ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جو ان باتوں کو جھٹلاتے ہیں ۔ ہم دیکھ ہی آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیا تھی ۔ ایک واقعہ کا ذکر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ ۔ یعنی جو مسلمان کسی ایسے غیر مسلم کے قتل کا مرتکب ہوگا جو کسی لفظی یا عملی معاہدہ کے نتیجہ میں اسلامی حکومت میں داخل ہو چکا ہے وہ علاوہ اس دنیا کی سزا کے، قیامت کے دن بھی جنت کی ہوا سے محروم رہے گا ۔

خلفاء کا طریق

پھر آپؐ کے خلفاء کا کیا طریق تھا ۔ روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنے میں سختی کی جا رہی تھی ۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ فوراً رک گئے اور غصہ کی حالت میں دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے ۔ عرض کیا گیا کہ یہ لوگ جزیہ ادا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی طاقت نہیں ہے ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان پر وہ بوجھ ڈالا جائے جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے، انہیں چھوڑ دو ۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں لوگوں کو تکلیف دیتا ہے وہ قیامت کے دن خدا کے عذاب کے نیچے ہوگا ۔ چنانچہ ان لوگوں کو جزیہ معاف کر دیا گیا ۔ (کتاب الخراج فصل فی من تجب علیہ الجزیۃ)

حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی ارشادات کے ماتحت اپنی غیر مسلم رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ انہوں نے فوت ہوتے وقت خاص طور پر ایک وصیت کی جس کے الفاظ یہ تھے کہ مَیں اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا سے بہت نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے، ان کے معاہدات کو پورا کرے، ان کی حفاظت کرے، ان کے لئے ان کے دشمنوں سے لڑے اور ان پر قطعاً کوئی ایسا بوجھ یا ذمہ داری نہ ڈالے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو ۔ (کتاب الخراج صفحہ 72)

اگر زبردستی مسلمان کیا جاتا تو پھر یہ صورت کیوں ہوتی ۔ پھر خیبر کے یہودیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کا معاہدہ ہوا تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محاصل کی وصولی کے لئے اپنے صحابی عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا کرتے تھے۔آپ کی تعلیم کے ماتحت عبداللہ بن رواحہ فصل کی بٹائی میں اس قدر نرمی سے کام لیتے تھے کہ فصل کے دو حصے کر کے یہودیوں کو اختیار دے دیتے تھے کہ ان حصوں میں سے جو حصہ تم پسند کرو لے لو اور پھر جو حصہ پیچھے رہ جاتا تھا وہ خود لے لیتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب البیوع باب فی المساقاۃ حدیث نمبر 3410)

جیسا کہ میں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تعامل کے ماتحت حضرت عمرؓ کو اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا کے حقوق اور آرام کا بہت خیال تھا۔وہ اپنے گورنروں کو تاکید کرتے رہتے تھے کہ ذمیوں کا خاص خیال رکھیں اور خود بھی پوچھتے رہتے تھے کہ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں۔چنانچہ ایک دفعہ ذمیوں کا ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان سے پہلا سوال یہی کیا کہ مسلمانوں کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے مسلمانوں کی طرف سے حسنِ وفا اور حسنِ سلوک کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔
(طبری جلد 5 صفحہ 2560)

غیر مسلموں سے حسن سلوک

جب شام فتح ہوا تو مسلمانوں نے شام کی عیسائی آبادی سے ٹیکس وصول کیا لیکن اس کے تھوڑے عرصے بعد رومی سلطنت کی طرف سے پھر جنگ کا اندیشہ پیدا ہو گیا جس پر شام کے اسلامی امیر حضرت ابوعبیدہؓ نے تمام وصول شدہ ٹیکس عیسائی آبادی کو واپس کر دیا اور کہا کہ جنگ کی وجہ سے جب ہم تمہارے حقوق ادا نہیں کر سکتے تو ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ ٹیکس اپنے پاس رکھیں۔عیسائیوں نے یہ دیکھ کر بے اختیار مسلمانوں کو دعا دی اور کہا خدا کرے تم رومیوں پر فتح پاؤ اور پھر اس ملک کے حاکم بنو۔ (کتاب الخراج ابو یوسف صفحہ 80-82 فتوح البلدان بلاذری صفحہ 146)

مسلمانوں کا یہ سلوک تھا۔چنانچہ جب دوبارہ فتح ہوئی اور مسلمان پھر واپس آئے تو پھر اسی طرح ٹیکس وصول ہونا شروع ہو گیا۔اب یہ بتائیں کہ کیا اس کو زبردستی کہتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر الزام لگانے والے اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں، تاریخ پڑھیں تو ان کو نظر آئے گا کہ آپؐ غیر مسلموں کا کتنا درد رکھتے تھے۔اسلام کی دعوت دیتے تھے تو پیار اور نرمی کے ساتھ کہ اس شخص کی جان کے لئے فائدہ ہے۔

ایک روایت میں ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ اپنے غلبہ اور حکومت کے زمانے میں بھی غیر مسلموں کے احساسات کا بہت خیال رکھتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ مدینے میں ایک یہودی نوجوان بیمار ہو گیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔اور اس کی حالت کو نازک پا کر آپؐ نے اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی۔وہ آپؐ کی تبلیغ سے متاثر ہوا مگر چونکہ اس کا باپ زندہ تھا اور اس وقت پاس ہی کھڑا تھا وہ ایک سوالیہ شکل بنا کے اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔باپ نے بیٹے سے کہا کہ اگر تم قبول کرنا چاہتے ہو

تو کرلو۔ چنانچہ لڑکے نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک روح آگ کے عذاب سے بچ گئی۔ (بخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی)

اب اس قرآنی تعلیم سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی چند مثالوں سے جو میں نے بیان کی ہیں ظلم کی اور جو الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اس کی حقیقت تو واضح ہو گئی۔ یہ تو پتہ چل گیا کہ اسلام کس طرح پھیلا ہے۔ اور شروع میں جو میں نے بتایا تھا کہ سپین میں کیا سلوک ہوا، اس سے ان لوگوں کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔

انصاف پسند عیسائی مستشرقین کے نزدیک اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

انصاف پسند عیسائی مستشرقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس کی بھی میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں:۔

"کارلائل صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ" ہم لوگوں (یعنی عیسائیوں) میں جو یہ بات مشہور ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک پُرفن اور فطرتی شخص اور جھوٹے دعویدار نبوت تھے اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تو دہ ہے۔ اب یہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں۔ جو جھوٹی باتیں متعصب عیسائیوں نے اس انسان (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت بنائی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری روسیاہی کا باعث ہیں۔ اور جو باتیں اس انسان (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زبان سے نکالی تھیں، 1200 برس سے 18 کروڑ آدمیوں کے لئے بمنزلہ ہدایت کے قائم ہیں۔ (اُس وقت 18 کروڑ تھے جب انہوں نے لکھا تھا)۔ اس وقت جتنے آدمی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام پر اعتقاد رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اَور کسی کے کلام پر اس زمانے کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ میرے نزدیک اس خیال سے بدتر اور ناخدا پرستی کا کوئی دوسرا خیال نہیں ہے کہ جھوٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا۔

(Thomas Carlyle,'On Heros-Worship and the Heroic in History' Pages 43&44 U of Nebraska Press (1966)

پھر سر ولیم میور (یہ کافی متعصب بھی ہیں، بعض باتیں غلط بھی لکھی ہوئی ہیں) یہ بھی لکھتے ہیں کہ "ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو جن کی تاریکی مدتوں سے جزیرہ نمائے عرب پر چھا رہی تھی کالعدم کر دیا۔ بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔"

(Sir William Muir 'The Life of Muhammad' Vol.IV.Page 534.Kessinger Publishing.(1st published 1878, this edition 2003)

پھر ایڈورڈ گبن لکھتے ہیں "حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت میں سب سے آخری بات جو غور کے لائق

ہے وہ یہ ہے کہ ان کی رسالت لوگوں کے حق میں مفید ہوئی یا مضر؟ جو لوگ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سخت دشمن ہیں وہ بھی اور عیسائی اور یہودی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باوجود پیغمبر برحق نہ ماننے کے اس بات کو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعویٰ نبوت ایک نہایت مفید مسئلے کی تلقین کے لئے کیا تھا۔ گو وہ یہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اس سے اچھا ہے۔ گویا وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے ہمارے مذہب کے تمام دنیا کے اور مذاہب سے مذہب اسلام اچھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے خون کے کفارے کو نماز وروزہ وخیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھی سادی عبادت ہے۔ یعنی جو انسان کی قربانی بتوں پر ہوتی تھی اس کو معدوم کردیا۔ آنحضرتؐ نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی ایک روح پھونک دی، آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم کو روک دیا۔ قومیں جو ایک دوسرے کی جانی دشمن تھیں وہ اعتقاد وفرمانبرداری میں متفق ہوگئیں اور خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بیہودہ طور سے صرف ہوتی تھی وہ نہایت مستعدی سے غیر ملک کے دشمن کے مقابلے پر مائل ہوگئی۔"

(Edward Gibbon'The History of the Decline and Fall of the Roman Empire' Vol.V.Page 231.Penguins Classics(1st published 1788.this edition 1996)

پھر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں "اس بات کا خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدے کی تلقین کی گئی ہے اس کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی۔ کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرّا ہیں وہ بلا تامل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین جس کے ذریعہ سے انسانوں کی قربانی کے بدلے نماز اور خیرات جاری ہوئی اور جس نے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہ فیاضی اور حسن معاشرت کی ایک روح لوگوں میں پھونک دی۔ وہ مشرقی دنیا کے لئے ایک حقیقی برکت تھا اور اسی وجہ سے خاص کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان خون ریز تدبیروں کی ضرورت نہ ہوئی جن کا استعمال بلا استثناء اور بلا امتیاز حضرت موسیٰؑ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کے لئے کیا تھا۔ پس ایسے اعلیٰ وسیلہ کی نسبت جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات ومسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کے لئے پیدا کیا ہے گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو بات ہے"

(John Devonport 'An Apology for Muhammad and the Quran.1st published 1869)

.... کافی حوالے ہیں لیکن میں مختصر کرتا ہوں۔

Ruth Cranston ،"World Faith" میں لکھتے ہیں کہ "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی بھی جنگ یا خونریزی کا آغاز نہیں کیا۔ ہر جنگ جو انہوں نے لڑی مدافعانہ تھی۔ وہ اگر لڑے تو اپنی بقا کو برقرار رکھنے کے لئے اور ایسے اسلحہ اور طریق سے لڑے جو اس زمانے کا رواج تھا۔ یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ چودہ کروڑ (یہ

1950ء کے قریب کی پرانی بات ہے) عیسائیوں میں سے جنھوں نے حال ہی میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد انسانوں کو ایک بم سے ہلاک کر دیا ہو، کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں جو ایک ایسے لیڈر پر شک کی نظر ڈال سکے جس نے اپنی تمام جنگوں کے بدترین حالات میں بھی صرف پانچ یا چھ سو افراد کو ہلاک کیا ہو۔ ساتویں صدی کے تاریکی کے دور میں جب لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں، عرب کے نبی کے ہاتھوں ہونے والی ان ہلاکتوں کا آج کی روشن بیسویں صدی کی ہلاکتوں سے مقابلہ کرنا ایک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ جو قتل انکیوزیشن (Inquisition) اور صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہوئے اس کے بیان کی تو حاجت ہی نہیں جب عیسائی جنگجوؤں نے اس بات کو ریکارڈ کیا کہ وہ "ان مسلمان بے دینوں کی کٹی پھٹی لاشوں کے درمیان ٹخنے ٹخنے خون میں لت پت تھے۔"

.......(Ruth Cranston ' World Faith', p:155 Ayer publishing (1949)

اسلام کا خدا اور حضرت مسیح موعودؑ

......اگلا سوال جو انہوں نے اٹھایا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا خدا ایسا خدا ہے جس کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اسلام کا خدا تو ایسا خدا ہے جو اپنے وجود کو تسلیم کرانے کے لئے انسانوں کو عقل کی طرف بلاتا ہے۔ اگر یہ تصور ہر ایک میں ہے کہ خدا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے اور اس کا مالک ہے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا چاہئے کہ وہ تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ اسلام کے خدا کے نظریہ پر استہزاء اڑانے کی بجائے عقل اور تدبر کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: "اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت سے نظر آ رہا ہے۔ اسلام نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نورِ قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے"۔ (تبلیغ رسالت جلد 6 صفحہ 15)

......"پھر فرمایا کہ عَالِمُ الْغَيْبِ ہے۔ یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے۔ اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں۔ مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔ پھر فرمایا کہ وہ عالم الشہادۃ ہے۔ یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اس عالم کے ذرّہ ذرّہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا۔ اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہوگا۔ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔ پھر فرمایا هُوَ الرَّحْمٰنُ یعنی وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے، نہ کسی غرض سے اور نہ کسی عمل کی پاداش میں ان کے لئے سامان راحت میسّر کرتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لئے بنا دیا۔ اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے اور اس کام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ رحمٰن کہلاتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ الرَّحِيْمُ یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے۔ اور یہ صفت رحیمیّت کے نام سے موسوم

ہے۔اور پھر فرمایا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین وآسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو۔اور آپ کچھ نہ کرتا ہو۔وہی کارپرداز سب کچھ جزا سزا دیتا ہو یا آئندہ دینے والا ہو" اس کو ضرورت تو کوئی نہیں ۔وہ سب قدرتوں کا مالک ہے۔ اس کو یہ ضرورت نہیں کہ خدا ان کی کونسل بنائے۔اور پھر وہ کونسل ان کی مدد کرے۔تو اگر عقل کی بات کا سوال ہے کہ اسلام کے خدا کا ایسا تصور ہے جس کو عقل تسلیم نہیں کرتی ۔عقل تو اُن کے تصور کو تسلیم نہیں کرتی کہ تین خدا بنائے ہوئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی جمہوری طور پر حکومت چلے گی، اگر ایک بھی ان میں سے راضی نہ ہو تو فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے۔

فرماتے ہیں کہ "اور پھر فرمایا اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْس یعنی وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ عیب نہیں۔یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں ۔اگر مثلاً تمام رعیت جلاوطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بھاگ جاوے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی۔یا اگر مثلاً تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے تو پھر خراج شاہی کہاں سے آئے۔اور اگر رعیت کے لوگ اس سے بحث شروع کر دیں کہ تجھ میں ہم سے زیادہ کیا ہے تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے۔پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے۔وہ ایک دم میں تمام ملک کو فنا کر کے اَور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو بجز ظلم کے اس کی بادشاہت چل نہ سکتی کیونکہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دے کر اور دوسری دنیا کہاں سے لاتا۔کیا نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بھیجنے کے لئے پھر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی معافی اور نجات دہی کو واپس لیتا۔تو اس صورت میں اس کی خدائی میں فرق آتا۔اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح داغدار بادشاہ ہوتا جو دنیا کے لئے قانون بناتے ہیں، بات بات پر بگڑتے ہیں اور اپنی خودغرضی کے وقتوں پر جب دیکھتے ہیں کہ ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو ظلم کو شیر مادر سمجھ لیتے ہیں"۔ماں کے دودھ کی طرح پیتے ہیں۔پس یہ اسلام کا خدا ہے جو ہر ظلم سے پاک ہے۔"مثلاً قانون شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز کو بچانے کے لئے کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈال دیا جائے اور ہلاک کیا جائے مگر خدا کو یہ اضطرار پیش نہیں آنا چاہئے۔پس اگر خدا پورا قادر اور عدم سے پیدا کرنے والا نہ ہوتا تو یا تو وہ کمزور راجوں کی طرح قدرت کی جگہ ظلم سے کام لیتا اور یا عادل بن کر خدائی کو ہی الوداع کہتا۔بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھ سچے انصاف پر چل رہا ہے۔پھر فرمایا اَلسَّلَامُ یعنی وہ خدا جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے، اس کے معنے بھی ظاہر ہیں ۔کیونکہ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا، لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا تو اس کے بدنمونے کو دیکھ کر کس طرح دل تسلی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبتوں سے چھڑا دے گا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے بارے میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحج:74-75)

جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں اگرچہ

ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔ بلکہ اگر مکھی ان کی چیز چھین کر لے جائے تو انہیں طاقت نہیں ہوگی کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں۔ ان کے پرستار عقل کے کمزور اور وہ طاقت کے کمزور ہیں۔ کیا خدا ایسے ہوا کرتے ہیں؟ خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ نہ اس کو کوئی پکڑ سکے اور نہ مار سکے۔ ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کی قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہئے۔

اور پھر فرمایا کہ خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں۔ لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے۔ وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے۔

اور پھر فرمایا کہ اَلْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ یعنی وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کام بنانے والا ہے اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے اور فرمایا هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یعنی وہ ایسا خدا ہے کہ جسموں کا بھی پیدا کرنے والا اور روحوں کا بھی پیدا کرنے والا، رحم میں تصویر کھینچنے والا ہے۔ تمام نیک نام جہاں تک خیال میں آسکیں سب اُسی کے نام ہیں اور پھر فرمایا يُسَبِّحُ لَهُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ هُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْم یعنی آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں۔ اور پھر فرمایا عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر یعنی خدا بڑا قادر ہے۔ یہ پرستاروں کے لئے تسلی ہے کیونکہ اگر خدا عاجز ہو اور قادر نہ ہو تو ایسے خدا سے کیا امید رکھیں۔ اور پھر فرمایا رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یعنی وہی خدا ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا، رحمٰن، رحیم اور جزاء کے دن کا آپ مالک ہے۔ اس اختیار کو کسی کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ ہر ایک پکارنے والے کی پکار کو سننے والا اور جواب دینے والا یعنی دعاؤں کا قبول کرنے والا۔ اور پھر فرمایا اَلْحَيُّ الْقَيُّوْم یعنی ہمیشہ رہنے والا اور تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا۔ یہ اس لئے کہا کہ وہ ازلی ابدی نہ ہو تو اس کی زندگی کے بارے میں بھی دھڑکا رہے گا، شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہو جائے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا بیٹا اور نہ کوئی اس کے برابر اور نہ کوئی اس کا ہم جنس۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد نمبر 10 صفحہ 372-376)

ان حالات میں ایک احمدی کی ذمہ داری

......آخر میں مَیں ہر احمدی سے یہ کہتا ہوں کہ اسلام کے خلاف جو محاذ کھڑے ہو رہے ہیں اُن سے ہم کامیابی سے صرف خدا کے حضور جھکتے ہوئے اور اس سے مدد طلب کرتے ہوئے گزر سکتے ہیں۔ پس خدا کو پہلے سے بڑھ کر

پکاریں کہ وہ اپنی قدرت کے جلوے دکھائے ۔جھوٹے خداؤں سے اس دنیا کو نجات ملے ۔آج اگر یہ لوگ اپنی امارت اور طاقت کے گھمنڈ میں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کر رہے ہیں تو ہماری دعاؤں کے تیروں سے انشاء اللہ تعالیٰ ان کے گھمنڈ ٹوٹیں گے ۔پس اُس خدا کو پکاریں جو کائنات کا خدا ہے ۔جو ربُّ العالمین ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے، تا کہ جلد تر اس واحد ولاشریک خدا کی حکومت دنیا میں قائم ہو جائے ۔مسلمان ملکوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ اپنے فروعی اختلافات کو ختم کریں، آپس کی لڑائیوں اور دشمنیوں کو ختم کریں ۔ایک ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بلند کرنے کی کوشش کریں ۔اور ایسے عمل سے باز آ جائیں جن سے غیروں کو ان پر انگلی اٹھانے کی جرأت ہو ۔" (خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 459 تا 477)

پوپ کے نام مکتوب

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 9 دسمبر 2011ء میں کیتھولک عیسائیوں کے عالمی، مذہبی رہنما محترم پوپ بینیڈکٹ xvi کے نام اپنے ایک مکتوب کا ذکر فرمایا جو امیر جماعت احمدیہ کبابیر مکرم محمد شریف عودہ صاحب کے ذریعہ محترم پوپ صاحب کو ان کے ہاتھ میں دیا گیا ۔حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمیں تو اس زمانہ کے امام نے اسلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے اور دشمن کا منہ دلائل سے بند کرنے کا فریضہ سونپا ہے اور اپنی اپنی بساط اور کوشش کے مطابق ہر احمدی اس کام کو سرانجام دے رہا ہے ۔اور جہاں اسلام پر دشمنانِ اسلام کو حملہ آور دیکھتا ہے وہاں احمدی ہے جو دفاع بھی کرتا ہے اور منہ توڑ جواب بھی دیتا ہے ۔دنیا کو سمجھاتا بھی ہے ۔اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہی ملی ہوئی علم و معرفت ہے جس کو ہم استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہر احمدی بغیر کسی احساس کمتری کے بڑے بڑے لیڈروں اور مذہبی سربراہوں کو بھی اسلام کا پیغام پہنچا رہا ہے ۔دوسرے اگر لیڈروں کو ملنے جاتے ہیں تو مدد لینے جاتے ہیں یا دنیاوی مفادات لینے جاتے ہیں ۔کبھی اسلام کا پیغام پہنچانے کی جرأت نہیں کرتے ۔

ابھی گزشتہ دنوں ہمارے کبابیر کے امیر صاحب کو ایک وفد کے ساتھ اٹلی جانے کا موقع ملا ۔جانے سے پہلے انہوں نے مجھے بھی کہا کہ یہ جو وفد جا رہا ہے اس میں کیونکہ ہر مذہب کے لوگ انہوں نے رکھے ہیں اور ایک ایسی مذہبی تقریب پیدا ہو رہی ہے کہ پوپ سے بھی ملاقات ہو گی بلکہ پوپ کے بلانے پر جا رہے ہیں ۔اس لئے اگر مناسب سمجھیں تو آپ کی طرف سے اسے کوئی پیغام دے دوں اور قرآن کریم کا تحفہ بھی دے دوں ۔تو میں نے انہیں کہا کہ بڑی اچھی بات ہے ضرور دیں ۔چنانچہ انہیں میں نے یہاں سے اپنا پیغام لکھ کر بھجوایا کہ پوپ کو جا کے دے دیں ۔اس کی انہوں نے کاپیاں بھی کروا لیں اور وہاں جب وہ گئے ہیں تو پوپ کو بھی دیا اور ویٹیکن کے بڑے بڑے پادری جو

تھے ان کو بھی دیا۔قرآن کریم کا تحفہ بھی پوپ کو دیا۔اس کی تصویر بھی وہاں اخباروں میں آئی۔ان کی رپورٹ کا ایک حصہ میں سناتا ہوں۔جواس کے بعد شریف عودہ صاحب نے لکھی۔

وہ لکھتے ہیں کہ خاکسار نے اٹلی میں پوپ کی رہائش گاہ ویٹیکن میں مورخہ 10-11-2010 کو ان مذہبی لوگوں کے گروپ کے ساتھ ملاقات کی جن میں اسرائیل کے حاخام اعظم جوان کے بہت بڑے ربائی ہیں اور کچھ عیسائی اور یہودی اور مسلمان عہدیداران شامل تھے۔خاکسار نے پوپ کو(میرا لکھتے ہیں کہ)حضور کا خط پہنچایا اور انہیں بتایا کہ اس میں حضرت امام جماعت احمدیہ عالمگیر کا بہت اہم پیغام ہے۔انہوں نے یہ خط خود اپنے ہاتھ سے وصول کیا۔اسی طرح میں نے انہیں اٹالین ترجمہ قرآن کا بھی ایک نسخہ پیش کیا۔اٹالین اور اسرائیل ٹی وی نے نیز اٹالین اخبارات اور اسرائیل کے عربی اور عبرانی اخبارات نے خاکسار کی تصویریں پوپ کے ساتھ نشر کیں۔ملاقات کے بعد ویٹیکن ریڈیو پر ایک پریس کانفرنس تھی۔میں نے اس میں حضور کے خط کا ذکر کیا اور خلاصہ بیان کیا اور صحافیوں میں اس خط کی کاپیاں تقسیم کیں۔اسی طرح میں نے ویٹیکن میں مشرق وسطی میں موجود چرچز (Churches) کے ذمہ دار کارڈینل وغیرہ کو بھی کاپیاں مہیا کی۔میں نے یہاں مذاکرات بین المذاہب کی کمیٹی سے بھی ملاقات کی اور انہوں نے مجھے اپنی کانفرنس میں بلانے کے لئے مجھ سے ایڈریس بھی لیا۔ان کی اگلی کانفرنس آئندہ سال سرائیوو میں ہوگی۔

......جیسا کہ شریف صاحب کی رپورٹ سے بھی ظاہر ہے کہ اس موقع پر بعض مسلمان مذہبی لیڈر بھی تھے یا بڑے لوگ تھے لیکن پوپ کو اسلام کا اور قرآن کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی تو زمانے کے امام اور جری اللہ کے ایک غلام کو۔

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 609 تا 611)

خط کی عبارت

گوخطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پوپ کے نام اپنے خط کے مضمون کا خلاصۃً ذکر فرمایا۔تاہم ذیل میں اس مکتوب گرامی کے مکمل انگریزی متن کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔یہ خط حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے لیٹر پیڈ پر حضور کے مبارک دستخطوں سے انہیں بھجوایا گیا۔

محترم پوپ بینیڈکٹ صاحب شانز دہم

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل اور رحمتیں نازل فرمائے۔

بحیثیت امام احمدیہ مسلم جماعت عالمگیر میں عالی جناب پوپ کو قرآن کریم کا پیغام پہنچاتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو کہہ دے۔اے اہل کتاب!اس کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا۔

اسلام پر آج کل ساری دنیا کی نظر ہے اور بڑی کثرت سے اسے بیہودہ قسم کے اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے

اور معترضین، حقیقی اسلامی تعلیم کا مطالعہ کئے بغیر یہ اعتراضات کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے بعض مسلمان تنظیموں نے ذاتی مفادات کی خاطر اسلام کا انتہائی غلط تصور پیش کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں مغربی ممالک اور غیر مسلموں کے دلوں میں مسلمانوں کے متعلق بد اعتمادی میں اس حد تک اضافہ ہوا ہے کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے لوگ بھی بانیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بے بنیاد اعتراض کرنے لگ گئے ہیں۔

ہر مذہب کا مقصد یہی رہا ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب لایا جائے اور انسانی اقدار قائم کی جائیں۔ کسی بھی مذہب کے بانی نے یہ تعلیم نہیں دی کہ اس کے پیروکار دوسروں کے حقوق غصب کریں یا دوسروں سے ظالمانہ سلوک کریں۔ لہٰذا ان چند بھٹکے ہوئے مسلمانوں کے اعمال کو اس طرح پیش نہیں کرنا چاہئے کہ اس کی آڑ میں اسلام اور اس کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا جائے۔ اسلام ہمیں تمام بانیان مذاہب کی عزت کرنے کا سبق دیتا ہے اور اسی لئے ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک بشمول عیسیٰ علیہ السلام، ان تمام انبیاء پر ایمان لائیں جن کا کتاب مقدس یا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے۔ ہم تو رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جانے والے اعتراضات کے باعث ہم سخت دکھی اور غمزدہ ہیں۔ اور اس کا اظہار ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کو پہلے سے بھی زیادہ کھول کر دنیا کے سامنے پیش کر کے، کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی خاص تعلیم کو ٹھیک انداز میں نہیں اپناتا اور اس کے باوجود وہ اس دین کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس میں تعلیم کی غلطی نہیں بلکہ وہ شخص غلطی خوردہ ہے جو اس تعلیم کی صحیح رنگ میں پیروی نہیں کر رہا۔ لفظ اسلام کے معنی ہی امن، محبت اور حفاظت کے ہیں۔ یہ واضح قرآنی تعلیم ہے کہ دینی معاملات میں کوئی جبر نہیں۔ قرآن کریم اپنے آغاز سے اختتام تک محبت، الفت، امن، مفاہمت، اور جذبہ قربانی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کریم میں بار بار یہی ارشاد ہے کہ جو تقویٰ اختیار نہیں کرتا وہ خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور ایسا شخص اسلامی تعلیم سے بہت دور پڑا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص اسلام کو ایک انتہا پسند اور متشدد مذہب کے طور پر پیش کرتا ہے، ایک ایسے مذہب کے طور پر جس میں خون خرابہ کی تعلیم ہے تو ایسی تصویر کشی کا حقیقی اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

احمدیہ مسلم جماعت صرف اور صرف حقیقی اسلام کی پیروی کرتی ہے۔ اور خالصتاً خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر کام کرتی ہے۔ اگر کسی گرجا یا کسی بھی عبادتگاہ کو حفاظت کی ضرورت ہو تو وہ ہمیں اپنے شانہ بشانہ اپنے ساتھ کھڑا ہوا پائیں گے۔ ہماری مساجد سے اگر کوئی صدا گونجے گی تو وہ صرف اور صرف اَللّٰہُ اَکْبَر اور اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدا ہوگی۔

امنِ عالم کو تباہ کرنے میں اس بات کا بڑا دخل ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت ذہین ہیں، پڑھے لکھا اور آزاد خیال ہیں۔ اس لئے وہ بانیان مذاہب کو تمسخر کا نشانہ بنانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ معاشرے میں امن کے قیام کے

لئے ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے دل کو دشمنی کے تمام تر جذبات سے پاک کرے اور اپنی قوت برداشت کو بڑھائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے کے نبی کی عزت وناموس کے دفاع میں کھڑا ہو جائے۔ دنیا اس وقت ایک بے چینی اور مشکل کا شکار ہے اور اس بات کی متقاضی ہے کہ پیار اور محبت کا ماحول قائم کر کے ہم اس پریشانی اور خوف کو ختم کریں تا کہ ہم پیار اور امن کا پیغام اپنے ماحول میں پھیلائیں اور یہ کہ پہلے سے بھی زیادہ ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے ہم اس انداز میں جینا سیکھیں جو پہلے سے بہتر ہو اور یہ کہ ہم انسانی اقدار کی پہچان کریں۔

دنیا میں بعض جگہوں پر آجکل چھوٹے پیمانے پر لڑائیاں جنم لے رہی ہیں جبکہ بعض دوسری جگہوں پر عالمی طاقتیں قیام امن اور اس کے لئے کوششیں کرنے کی دعویدار ہیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی کہ ظاہری طور پر تو ہمیں ایک بات بتائی جارہی ہوتی ہے جبکہ حقیقت میں وہ درپردہ اپنی اصل ترجیحات اور پالیسیوں کی خفیہ طور پر پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ ایک اہم سوال ہے کہ کیا ایسے حالات میں دنیا میں امن قائم کیا جا سکتا ہے؟ اگر ہم دنیا کی صورت حال پر غور کریں تو بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایک اور عالمی جنگ کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اگر صدق پر چلتے ہوئے عدل قائم کیا جاتا تو ہم دنیا کی موجودہ حالت نہ دیکھ رہے ہوتے جہاں یہ ایک دفعہ پھر جنگ کی زد میں ہے۔ بہت سے ممالک کے پاس جوہری ہتھیار ہیں اور اس کی وجہ سے بھی عناد اور دشمنیاں بڑھ رہی ہیں۔ اور دنیا تباہی کے دہانے پر جا پہنچی ہے۔ اگر وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے یہ ہتھیار چل پڑے تو ہم مستقبل میں آنے والی کئی نسلوں کو جسمانی معذوریاں دینے والے بنیں گے۔ اور یہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ ابھی بھی وقت ہے کہ دنیا خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادہ ضروری ہے کہ اب دنیا کی ترقی پر توجہ مرکوز کرنے کی بجائے ہم فوری طور پر دنیا کو اس تباہی سے بچانے کے لئے اپنی کوششوں کو بڑھائیں۔ اس امر کی فوری ضرورت ہے کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانے کیونکہ وہی ہے جو انسانیت کی بقاء کا ضامن ہے ورنہ دنیا تو بڑی تیزی سے اپنی تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اگر آج انسان واقعتاً قیام امن میں کامیابی حاصل کرنے کا خواہاں ہے تو دوسروں میں عیب تلاش کرنے کی بجائے اسے اپنے اندر کے شیطان کو زیر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی برائیاں ختم کر کے انسان کو عدل کی بہترین مثال قائم کرنی چاہیے۔ میں بار بار دنیا کو اس طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ ایک دوسرے کی نسبت حد سے بڑھی ہوئی یہ دشمنیاں انسانی اقدار کو نابود کر رہی ہیں اور اسی طرح دنیا کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں۔

آپ چونکہ دنیا میں ایک نہایت موثر آواز کے حامل ہیں اس لئے میں آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ دنیا کو بتائیں کہ لوگ خدا کے قائم کردہ عدل کی راہ میں روکیں ڈالنے کی وجہ سے بڑی تیزی کے ساتھ مکمل تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور یہ وہ پیغام ہے جسے روز روشن کی طرح نمایاں کر کے اس قدر وسعت سے پھیلانا چاہیے کہ جتنا پہلے کبھی نہ پھیلایا گیا ہو۔

دنیا کے تمام مذاہب کو مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور تمام دنیا کے رہنے والوں کو آپس میں محبت، پیار اور اخوت کے جذبہ کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ میری دعا ہے کہ ہم سب اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور دنیا میں امن و محبت کو قائم کرنے نیز دنیا کو اپنے خالق کی پہچان کروانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ ہمارے پاس تو دعائیں ہی ہیں۔ اور ہم مسلسل خدا سے یہ دعائیں کر رہے ہیں کہ دنیا اس تباہی سے بچ جائے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم اس تباہی سے بچ جائیں جو ہماری منتظر ہے۔

والسلام

(دستخط)

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس۔ امام احمدیہ مسلم جماعت عالمگیر

(الفضل انٹرنیشنل 9 مارچ 2012ء)

خطبہ جمعہ 22 دسمبر 2006ء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 2006ء کے اخیر میں جرمنی تشریف لے گئے۔ جہاں اسلام کے دفاع میں حضور نے بعض معرکہ آراء خطبات ارشاد فرمائے۔ جن میں دشمنان اسلام کی نازیبا اور گھٹیا حرکتوں کا ذکر کر کے اسلام کی صحیح اور حقیقی تعلیم بالخصوص اسلامی خدا کے تصور کو اجاگر کیا۔ کیونکہ کچھ عرصہ قبل پوپ نے جرمنی میں اسلام میں خدا کے تصور پر ایک لیکچر دے کر اسلامی تعلیم پر حملہ کیا تھا۔ حضور نے اپنے خطبہ جمعہ 22 دسمبر میں اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے احباب جماعت کو بعض امور کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا:۔

مغرب میں اسلام کے خلاف رَوْ

آج کل مغرب میں، مغربی ممالک میں اسلام کے خلاف ایک لحاظ سے بڑی شدید رو چلی ہوئی ہے، بعض کھل کر ذکر کرتے ہیں، بعض بظاہر مسلمانوں کے ہمدرد بن کر اسلام کی تعلیم کی بعض خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں کہ فی زمانہ ان پر عمل نہیں ہو سکتا اور ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو اسلام کی تعلیم پر اس لئے اعتراض کرتا ہے کہ وہ مذہب کے ہی خلاف ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات اور وجود کے ہی وہ لوگ منکر ہیں اور ان کا نظریہ یہ ہے کہ خدا کی ذات کا تصور ہی ہے جس نے دنیا میں یہ سب فساد پھیلایا ہوا ہے۔

پوپ کا اسلام کے خدا کے تصور پر لیکچر اور ہرزہ سرائی

جیسا کہ مَیں نے اپنے ایک گزشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا کہ انگلستان میں بھی ایک کتاب چھپی ہے جس کو اس سال کی بہترین کتابوں میں شمار کیا جا رہا ہے اور اس کو سب سے زیادہ بکنے والی کتاب کہتے ہیں۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کی نفی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی طرح جرمنی میں بھی اسلام اور خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق لغو اور

بیہودہ باتیں کی گئی ہیں جیسا کہ یہاں جب پوپ آئے تھے تو انہوں نے یونیورسٹی میں اپنے لیکچر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام میں خدا کے تصور کے بارے میں ہرزہ سرائی کی تھی۔ ایسی باتیں کیں کہ انسان حیران ہوتا ہے کہ اس مقام کے شخص بھی جو امن کے دعویدار اور محبتیں پھیلانے کے دعویدار ہیں ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔

آزادی کے نام پر غیر اسلامی اور بعض اسلامی تنظیموں کا اس طرح کے لیکچرز کو جائز قرار دینا

لیکن جس آزادی کے نام پر انہوں نے باتیں کیں یا بعض لیڈروں کے بیانوں میں دیکھنے میں آتی ہیں یا مختلف اوقات میں اسلام کے بارے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہایت گھٹیا اور دل آزار باتیں اخباروں میں لکھی جاتی ہیں۔ اس آزادی نے اپنا پھیلاؤ اس حد تک کر لیا ہے کہ یہاں کے جو رہنے والے اور کچھ نہ کچھ مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں اس آزادی نے ان کے مذہب عیسائیت اور حضرت عیسیٰؑ جو ان کے یعنی عیسائیوں کے تصور کے مطابق خدا ہے، کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اور یہاں گزشتہ دنوں اوپرا (Opera) میں جو ایک ایسا گھٹیا قسم کا ڈرامہ دکھایا گیا ہے جس پر عیسائیت یا مذہب سے ہٹی ہوئی اکثریت نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کو جائز قرار دیا ہے اور نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ پسند بھی کیا۔ یہ ستم ظریفی اس حد تک ہے کہ بعض مسلمان تنظیموں کے لیڈروں نے بھی اس کو جائز قرار دیا۔ اس میں ترک لیڈر بھی شامل ہیں، دوسرے بھی ہیں۔ بہر حال مذہب سے لگاؤ رکھنے والا ایک عیسائی طبقہ ایسا بھی ہے اور بعض پادریوں نے بھی جب ہمارے لوگوں نے ان سے رابطہ کیا، بات کی تو انہوں نے احمدیوں کے احتجاج کو جائز قرار دیا اور اس حرکت کو غلط اور دوسروں کے جذبات سے کھیلنے والی اور آزادی اظہار کے نام پر دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی قرار دیا اور خدا اور انبیاء کی عزت پر حملہ قرار دیا۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آزادی کے نام پر دوسروں کے جذبات سے کھیل کر پھر یہ کہتے ہیں کہ اس پر اعتراض کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ مغرب کی آزادئ ضمیر و اظہار کے خلاف آواز اٹھا رہے ہو اور پھر ایسا شخص جو بھی یہ آواز اٹھائے گا اس کو پھر ہمارے معاشرے میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر جہاں تمہارا ملک ہے، وطن ہے، وہاں جاؤ۔ اپنے لئے یہ لوگ بڑے حساس جذبات رکھتے ہیں۔ اپنے لئے یہ اصول ہے کہ ہم جو چاہیں کریں، جس طرح آزادی سے اپنی زندگی گزارنا چاہیں گزاریں۔ جس طرح چاہیں جس کو چاہیں جو مرضی کہیں۔ اپنے لباس کا معاملہ آتا ہے تو جیسے چاہیں کپڑے پہنیں یا نہ پہنیں، بازاروں میں ننگے پھریں۔ لیکن اگر ایک مسلمان عورت خوشی سے اپنے سر کو ڈھانک لے، اسکارف باندھ لے تو ان کو اعتراض شروع ہو جاتا ہے۔ مختلف موقعوں پر ایسا شوشہ چھوڑ کے اصل میں مسلمانوں کو، نوجوانوں کو اسلام سے، دین سے بدظن کرنے کے لئے، بددلی پیدا کرنے کے لئے یہ مختلف نوعیت کے اعتراضات اسلام پر اٹھاتے رہتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ دنیا (جس میں مغرب پیش پیش ہے) مذہب سے دُور ہٹ رہی ہے اور ہٹنا چاہتی ہے کیونکہ ان کے پاس جو بھی مذہب ہے اس میں زندگی نہیں ہے۔ زندگی دینے والا نہیں ہے۔ انہوں نے تو بندے کو خدا بنا کر شرک میں مبتلا ہو کر آخر کو پھر اس حد تک جانا تھا جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ لیکن مسلمان

کہلانے والے بھی دنیا پرستی سے یا دنیا والوں کے خوف سے یا شعوری اور لاشعوری طور پر شرکِ خفی یا ظاہری میں مبتلا ہو کر اس منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں جو مذہب سے اور خدا سے دُور لے جانے والی منزل ہے۔

ماضی میں استہزاء کرنے والوں کی پکڑ اور موجودہ اقوام کو انتباہ

ماضی میں بھی اس قبیل کے لوگ تھے جنہوں نے انبیاء کا انکار کیا، ان سے استہزا کیا، برائیوں اور شرک میں ڈوب گئے اور پھر اس کے نتیجہ میں ان پر عذاب بھی آئے۔ اللہ تعالیٰ نے تو انبیاء اس لئے بھیجے تھے یا بھیجتا ہے کہ ان کو مان کر بگڑے ہوئے لوگ راہ راست پر آ جائیں اور اس دنیا یا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔ لیکن انکار کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد باوجود وارننگ کے اور باوجود سمجھانے کے اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب کے نیچے آ گئی ہے۔ بعض کی تاریخ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ہم تک پہنچائی اور ان برائیوں کا ذکر کیا جو ان قوموں کے لوگوں میں رائج تھیں۔ آج دیکھ لیں وہ کونسی برائی ہے جو گزشتہ قوموں میں تھی اور جس کا خدا تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور آج کل کے لوگوں میں نہیں ہے اور انبیاء کے سمجھانے کے باوجود جیسا کہ مَیں نے کہا سوائے چند لوگوں کے وہ ان بُرائیوں سے نہیں رکے تھے۔ ان قوموں کے لوگ بے حیائیوں میں بڑھے ہوئے تھے، اخلاقی برائیوں میں بڑھے ہوئے تھے، تجارتوں کی دھوکے بازیوں میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اگر چھوٹے پیمانے پر دھوکے بازی نہیں کرتے تو بڑے پیمانے پر دھوکے بازیاں ہو رہی ہوتی ہیں۔ اپنے ہم قوموں سے نہیں کرتے تو غیر قوموں سے دھوکے بازیاں ہو رہی ہوتی ہیں۔ تو یہ سب کچھ یہاں بھی چل رہا ہے۔ جھوٹ میں وہ لوگ انتہا تک پہنچے ہوئے تھے جو آج بھی ہمیں نظر آتا ہے۔ شرک میں وہ لوگ بڑھے ہوئے تھے جو آج بھی ہم دیکھتے ہیں۔ غرض کہ مختلف قوموں میں مختلف بُرائیاں ایسی تھیں جن میں وہ حد سے بڑھے ہوئے تھے اور انبیاء کے سمجھانے پر باز نہیں آتے تھے۔ تو پھر جس کی مخلوق ہو، جس نے کسی خاص مقصد کے لئے انسانوں اور جنوں کو اس دنیا میں بھیجا ہے۔ اس کے مقصد کو پورا نہیں کرو گے تو اس کے عذاب کو ہیٹرنے والے بنو گے۔ یہی منطقی نتیجہ ان حرکتوں کا نکلنا تھا اور ماضی میں نکلتا رہا اور آئندہ بھی نکلے گا اور ہم نکلتا دیکھ بھی رہے ہیں۔ ورنہ پہلی قومیں حق رکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں کہ ہمیں تو ان بُرائیوں کی وجہ سے سزا ملی اور ہمارے بعد میں آنے والے آرام سے رہے، ان کو کوئی سزا نہیں ملی۔ اللہ کیونکہ مالک بھی ہے بعض کو اس دنیا میں سزا ملتی ہے، بعض کو مرنے کے بعد لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ایسے لوگ پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے ضرور آتے ہیں۔ یہ جو آج کل کہتے ہیں نا کہ خدا تعالیٰ ظالم ہے۔ یہ خدا تعالیٰ نہیں ہے جو انبیاء کے ذریعہ سے لوگوں کی ایسی حالت کر دیتا ہے جس سے وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں بلکہ یہ اس قماش کے وہ لوگ ہیں جو اپنے ظلموں کی وجہ سے سزا پاتے ہیں۔ اگر انسانی قانون کو حق ہے جو انسان کا بنایا ہوا قانون ہے جو اکثریت کے رد کرنے سے توڑا بھی جا سکتا ہے، بدلا بھی جا سکتا ہے، کم و بیش بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے خلاف چلنے والے کو سزا ملے۔ ویسے تو کہتے ہیں ہم انسانیت کے بڑے ہمدرد ہیں مثلاً یورپی ممالک میں عمر قید تو کسی شخص کو دیتے ہیں۔ ایک انتہائی

سزا انہوں نے اپنے لئے مقرر کی ہوئی ہے کہ عمر قید ہی دیتی ہے۔ بہر حال قانون ہے کہ کسی کو پھانسی نہیں دیتی کیونکہ انسان کی جان لینا انسانیت نہیں ہے۔ بہر حال جب قتل کیا جائے تو جو قتل کردے اس کو سزا نہیں دیتی اور جو قتل ہوا، مقتول کا خاندان چاہے ساری زندگی اس کے بد نتیجے بھگتتا رہے۔

تو بہر حال میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب ان لوگوں کو اس بات کا حق ہے کہ مجرم کو سزا دیں، کم دیں، زیادہ دیں، جس کو بہتر سمجھتے ہیں دیں، لیکن سزا دیتے ہیں۔ تو وہ جو مالک کُل ہے اس کو کیوں حق نہیں ہے کہ اس کا قانون توڑنے والے کو سزا دے۔ لیکن یہ لوگ جو مذہب کا مذاق اڑانے والے ہیں ان کے پاس اس بات کے رد کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں حاصل، اس لئے کچھ تو اس قسم کے لوگ انجانے میں اور اکثریت جان بوجھ کر مذہب کو توڑ مروڑ کر پیش کرتی ہے۔ مذہب کی وہ بگڑی ہوئی شکل پیش کرتے ہیں جو انسان کی خود ساختہ ہے، نہ کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بعضوں پر اتارے گئے احکامات ہیں اور اس غلط تصویر کو پیش کر کے پھر کہتے ہیں کہ یہ وہ تعلیم ہے جو انبیاء لاتے ہیں اور یہ تعلیم ہے جو ان انبیاء کے خدا نے ان پر اُتاری ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ پس ثابت ہو گیا کہ انبیاء بھی نعوذ باللہ فتنہ فساد، ظلم کرنے والے تھے اور خدا بھی ایسا ہی ہے۔

اوپیرا مقام پر انبیاء کی ہتک پر مشتمل ایک ڈرامہ

اب یہاں جو اوپیرا (Opera) کا میں ذکر کر رہا تھا اس میں ڈرامہ رچایا گیا ہے جس میں انبیاء کی ہتک کی گئی ہے اس میں کہانی یہ بیان کی گئی کہ ایک جہاز سمندر کے طوفان کی زد میں آ گیا۔ بادشاہ نے سمندر کے دیوتا کو کہا۔ اس نے یہ دعا کی کہ اگر وہ محفوظ طریقے پر خشکی پر پہنچ گیا تو سب سے پہلے جس شخص کو دیکھے گا اس کی قربانی پیش کرے گا۔ اتفاق سے سب سے پہلا شخص جس پر اس کی نظر پڑی وہ اس کا اپنا بیٹا تھا۔ تو اس نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ سنا ہے یہ کہانی تین سال پہلے بھی دُہرائی گئی ہے۔ تو پہلے جو کہانی تھی اس میں یہ تھا کہ اس پر خدا ناراض ہو جاتا ہے اور دیوتا ناراض ہو جاتا ہے، قوم پر بڑی تباہی آتی ہے۔ اس پر بادشاہ اپنی قربانی پیش کرتا ہے تو عذاب ٹلتا ہے۔ اب کیونکہ مذہب کا بھی مذاق اڑانا تھا اور خاص طور پر مسلمانوں کو ٹارگٹ بنانا تھا، نشانہ بنانا تھا۔ اس لئے اب کہانی میں ذرا سی تبدیلی کر کے ایک یونانی دیوتا اور ایک حضرت بدھ، حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط قسم کی منظر کشی کر کے نہایت ظالمانہ فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بہر حال اب کہانی کو اس ظالمانہ منظر کشی کے بعد اس طرح بدلا گیا ہے کہ بادشاہ نے قربانی نہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا اس میں اب کہتے ہیں کہ وہ ٹھیک تھا اور انسانی عقل کو خدا کے ظالمانہ فیصلے پر غالب آنا چاہئے تھے۔ اور انبیاء کو اب انہوں نے خدا تعالیٰ کے عمومی ظلموں (نعوذ باللہ) کے اظہار کے سمبل (Symbol) کے طور پر پیش کیا ہے۔ تو یہ ڈرامہ یہاں ایک دفعہ دکھایا جا چکا ہے اور چند دن تک دوسری دفعہ بھی ان کا دکھانے کا ارادہ ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے انبیاء کے لئے بڑی غیرت رکھتا ہے

ان دنیا داروں کو خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا اندازہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے انبیاء کی بڑی غیرت رکھتا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ہتک کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اس نبی کی ہتک کے بھی مرتکب ہوتے ہیں جس عظیم نبی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر مَیں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ زمین و آسمان پیدا نہ کرتا۔ تو جس خدا کی ربوبیت اور رحمانیت کے صدقے یہ لوگ دنیاوی نعمتوں سے مالا مال ہو رہے ہیں اسی پر الزام لگا رہے ہیں۔ جس درخت پر، جس شاخ پر بیٹھے ہیں اسی کو کاٹ رہے ہیں۔ تو ان کو کوئی کہے کہ ظالم اور ناشکرے تو تم ہوا ے دنیا دارو! اور عقل کے اندھو! ۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ اس کو زیادہ اٹھانے والے وزراء اور بڑے لوگ ہیں کیونکہ جو تھیٹر کی ڈائریکٹر جو عورت تھی شاید اس نے ایک دفعہ اس بات کو، اس چیز کو کاٹنے کا فیصلہ کیا تھا کہ انبیاء کا حصہ کاٹ دیا جائے۔ لیکن ان وزراء اور بعض لوگوں نے کہا نہیں ضرور دکھاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ ان کا اپنا یہ حال ہے کہ اخلاقی برائیوں کی انتہا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ غلاظت میں مبتلا ہیں اور حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تو یہ کہنا تھا کہ ایسی برائیوں کو پھیلاؤ تا کہ ان پر پردہ پڑا رہے۔ مذہب کے تو وہ خلاف ہیں۔

احمدیوں کے نزدیک تمام انبیاء قابل احترام ہیں

پھر ایک اور بات بھی اس میں عجیب ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ کو کہیں ظاہر نہیں کیا گیا۔ ہم قطعاً یہ نہیں کہتے کہ ان کو بھی کرنا چاہئے تھا۔ ہمارے نزدیک تمام انبیاء قابل احترام ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ لیکن ان کی نیت کا پتہ چلتا ہے کہ کیا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے، اخباروں والوں کا بھی، کہ یہودیوں کو اس سے ٹھیس پہنچے گی۔ لیکن اتنی سی بات نہیں ہے۔ میرے خیال میں اس سے بہت آگے کی بات ہے۔ یہ اسلام کے خلاف بھی ایک بہت گہری سازش ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کو دشمن کے ہر شر سے بچائے۔

ایسی گھٹیا حرکتوں سے روکنے کے لئے ایک احمدی کی ذمہ داری

آج دشمنوں کی ان حرکتوں کا جواب دینا اور دنیا کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرنا ہر احمدی کا کام ہے۔ پس ان کو بتائیں، ہر احمدی اپنے ہر جاننے والے غیر کو بتائے۔ ان مسلمانوں کو بھی ہر احمدی بتائے جو فقط نام کے مسلمان ہیں کہ کیوں ان بیہودہ حرکتوں پر ہاں میں ہاں ملا کر اپنے آپ کو نجات دلانے کے بعد آگ کے گڑھے میں گرا رہے ہو۔ اور عیسائیوں اور لامذہبوں اور دوسرے مذاہب والوں کو بھی بتائیں کہ انبیاء کا آنا دنیا کی ہمدردی کے لئے ہوتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلموں سے نکالنے کے لئے بھیجتا ہے نہ کہ ظلم کرنے کے لئے۔ آؤ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ یہ خدا جو اسلام کا خدا ہے جس نے اپنی صفت رحمانیت کے جلوے دکھاتے ہوئے تمہاری ان ظالمانہ حرکتوں کے باوجود تمہیں نعمتوں سے نوازا ہوا ہے اس کی طرف آؤ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ اس بات کو اپنے

ذہنوں سے نکالو کہ خدا تعالیٰ نعوذ باللہ کبھی ظلم کر سکتا ہے۔ وہ تو انبیاء کو تمہاری ہمدردی کے لئے بھیجتا ہے تا کہ تمہیں برائیوں سے پاک کرے۔ جیسا کہ وہ خود انبیاء سے اعلان کرواتا ہے کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:4) کہ شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں مومن نہیں ہوتے۔ ان انبیاء کی خواہش ہوتی ہے تو صرف اس قدر کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرنے والے ہوں، اپنے مقصد پیدائش کو جاننے والے ہوں تا کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے صرف دنیاوی انعامات نہیں بلکہ روحانی انعامات بھی حاصل کرنے والے بنیں۔ وہ اپنی راتوں کی نیندیں لوگوں کے غم میں ہلکان کر لیتے ہیں کہ وہ ایمان لائیں اور اللہ کی رضا حاصل کریں۔ پس یہ اسلام کی تعلیم ہے جس میں تمہارے لئے نجات ہے اور اللہ کی رضا بھی ہے۔ پس اگر کسی سمندر یا پانی یا ہوا کے خدا کا تصور ہے تو وہ تم انسانوں کا پیدا کیا ہوا تصور ہے۔ اسلام کا خدا تو ایک خدا ہے۔ سب طاقتوں کا مالک خدا ہے۔ جو غیب کا علم بھی جانتا ہے اور حاضر کا علم بھی جانتا ہے۔ اس خدا نے جو اسلام کا خدا ہے اپنی پاک تعلیم جو قرآن کریم میں اُتاری ہے اس کے مطابق ہمیں یہ بتایا ہے کہ جب ایسے باغیانہ رویے رکھنے والے لوگ سمندری طوفانوں میں پھنس جاتے ہیں تو پھر مجھے یاد کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ہم بچ گئے اور خشکی پر پہنچ گئے تو ضرور تیری عبادت کریں گے تو ہمیں بچالے۔ لیکن جب خشکی پر پہنچتے ہیں تو پھر خدا کو بھول جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اور رحم کی وجہ سے ہی اپنے انبیاء بھیجتا ہے تا کہ اپنے بندوں کو شیطان کے چنگل سے نکالے۔ اور وہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم تم سے اس خدمت کا کوئی اجر نہیں مانگتے۔ ہمارے لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (ھود:52) میرا اجر اس ہستی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور یہ پیغام بھی، ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس قوم کے ہر فرد تک پہنچادے کہ اے بھولے بھٹکے ہوئے لوگو! اے اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹے ہوئے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کرتے ہوئے اس زمانے میں بھی اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی میں اپنا ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔

پس بجائے اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام تراشی کرنے اور اللہ تعالیٰ پر بدظنی کرنے کے اور نعوذ باللہ! اس رحمٰن خدا کو ظالم قرار دینے کے، اس خدا کی پناہ میں آجاؤ جو ماں باپ سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو آگ سے بچانے کے لئے دوڑ کر آتا ہے بشرطیکہ بندہ بھی اس کی طرف کم از کم تیز چل کر آنے کی کوشش تو کرے......

اسلام کے خدا کے تصور کی صحیح تصویر پیش کریں

......ہر احمدی کا کام ہے کہ اٹھے اور خدا تعالیٰ کے تصور کی صحیح تصویر اور اسلام کا صحیح تصور پیش کر کے ان لوگوں کو اس بھٹکی ہوئی راہ سے واپس لائے اور اکثریت کے دل میں خدا تعالیٰ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کے مقدس بندوں کے لئے محبت اور اخلاص کے جذبات پیدا کردیں تا کہ تمام انسانیت جنگوں کی بجائے سچائی پر قائم

ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والی بنے اور روحانیت میں ترقی ہو اور اگر ایسا ہو جائے گا تو پھر یقیناً خدا پر الزام لگانے والے اس کے آگے جھکنے والے بن جائیں گے۔انشاءاللہ۔چند لوگوں کی حرکتوں سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔انشاءاللہ تعالیٰ اس قوم میں احمدیت پھیلے گی اور جس طرح آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے جرمن احمدی اپنے ہم قوموں کے اس ظالمانہ رویے سے شرمندہ ہو رہے ہیں۔آئندہ انشاءاللہ لاکھوں کروڑوں جرمن احمدی ان لوگوں کے خدا اور انبیاء کے بارہ میں غلط نظریہ رکھنے پر شرمندہ ہوں گے......

پوپ کی تقریر کا جواب تیار کرنے کی ہدایت

پوپ کی تقریر کے جواب میں انہوں (جرمنی جماعت) نے ایک چھوٹا سا جواب تیار کیا تھا تو میرے کہنے پر کہ ایک تفصیلی کتابچہ شائع کریں جرمنی کی جماعت وہ جواب تیار کر رہی ہے۔ان کو مرکز سے اور دوسری مختلف جگہوں سے ہم نے مواد مہیا کر دیا تھا۔یہ مرکزی طور پر تیار ہو رہا ہے اور اب تک تیار ہو جانا چاہئے تھا۔بہر حال میرے خیال میں آخری مراحل میں ہے۔اللہ کرے کہ جلد چھپ جائے تو پوپ کو بھی اور یہاں کے ہر پڑھے لکھے شخص کے ہاتھ میں پہنچ جانا چاہئے جس سے پتہ چلے کہ اسلام کا خدا کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا ہے اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ کیا ہے۔وہ ہستی جس کو یہ ظلم اور دہشت گردی اور شدت پسندی کا سمبل (Symbol) سمجھتے ہیں وہ تو سراپا رحم ہے۔رحمۃٌ للعالمین کا لقب پانے والا ہے۔جو سب سے بڑھ کر پیار، محبت اور عاجزی کا علمبردار ہے اور تعصب کی نظر سے نہ دیکھنے والے غیروں نے بھی جس کی تعریف کی ہے۔پس یاد رکھیں کہ لٹریچر اور تبلیغی مواد مہیا کرنا جہاں ملکی مرکز کا کام ہے وہاں میدان عمل میں اسے ہر گھر میں پہنچانا نہیں بلکہ ہر ہاتھ میں پہنچانا، ہر چھوٹے بڑے، بوڑھے، جوان کا کام ہے۔آپ کا کام ہے مستقل مزاجی سے اس کام میں جتے رہنا اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔نتائج پیدا کرنے کی ذمہ داری خدا تعالیٰ کی ہے لیکن اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو طریق بتایا ہے وہ بہر حال اختیار کرنا ہوگا۔ورنہ اپنی غلطیوں اور سستیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے والی بات ہوگی۔

تمام وہ حقوق ادا کریں جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہیں

تبلیغ کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول بیان فرمادیا کہ صالح اعمال بجا لانے والے ہو اور مکمل طور پر فرمانبردار رہو۔نظام جماعت کا احترام ہو اور اطاعت کا مادہ ہو۔تبھی دعوت الی اللہ بھی کر سکتے ہو اور تم اس کا پیغام جو پہنچاؤ گے وہ اثر رکھنے والا بھی ہوگا۔کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی حاصل ہوگی۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی باتوں کو پسند کرتا ہے جو ان خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔فرماتا ہے کہ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْن (حٰم سجدہ:34) یعنی اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلاتا اور نیک اعمال بجالاتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

پس اپنی حالتوں کو سب سے پہلے اس تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہوگا جس کی آپ تبلیغ کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی

عبادت کی طرف توجہ ہوگی تو پھر نتائج بھی نکلیں گے کیونکہ کوئی دعوت الی اللہ، کوئی تبلیغ، کوئی کوشش، اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی، اس وقت تک ثمر آور نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرنے کے لئے اس کے حضور خالص ہو کر جھکنا اور تمام وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ تمام ان باتوں پر، ان حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے تلقین فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ سے ہر قسم کا معاملہ صاف رکھنا ضروری ہے۔ بندوں کے حقوق ادا کرنے ضروری ہیں۔ رحمی رشتوں کی ادائیگی بھی ضروری ہے اور ہمسایوں کے حقوق کی ادائیگی بھی ضروری ہے اور اپنے ماحول کے حقوق کی ادائیگی بھی ضروری ہیں۔ جہاں جہاں، جس وقت، کوئی احمدی جہاں کھڑا ہے اس کے ارد گرد جو بھی اس سے مدد کا طالب ہے اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

اگر تبلیغ کرنے والے کے، پیغام پہنچانے والے کے اپنے عمل تو یہ ہوں کہ اس کے ماں باپ اس سے نالاں ہیں، بیوی بچے اس سے خوفزدہ ہیں، عورتیں ہیں تو اپنے فیشن کی ناجائز ضروریات کے لئے اپنے خاوندوں کو تنگ کر رہی ہیں، ہمسائے ان کی حرکتوں سے پناہ مانگتے ہیں، ذرا سی بات پر غصہ آ جائے تو ماحول میں فساد پیدا ہو جاتا ہے، تو یہ نیک اعمال نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اپنے نمونے بہر حال قائم کرنے ہوں گے۔ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ، انشاء اللہ، برکت ڈالے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی ادائیگی کرنے والے ہیں اور نیک نمونے قائم کرنے والے ہیں اور کامل اطاعت کرنے والے ہیں تو اس وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بنیں گے۔" (خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 631 تا 641)

۞ خطبہ جمعہ 26 اکتوبر 2007ء

ہالینڈ کے ایم پی غیرت ولڈرز اور پوپ نے اسلام پر یہ اعتراض کیا کہ قرآن خدا کا جو تصور پیش کرتا ہے۔ اس کی رو سے ہمیشہ سزا دینے کی طرف مائل رہتا ہے۔ رحیمیت نظر نہیں آتی۔ امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت ثابت فرمائی جو سزا دینے پر حاوی ہے۔

آپ اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 26 اکتوبر 2007ء کے آخر میں احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک احمدی کا فرض

آج ہر احمدی کا فرض ہے کہ اسلام اور خدا تعالیٰ پر ہونے والے اعتراضات کے ردّ کے لئے عزیز اور حکیم خدا کا صحیح تصور پیش کرے جو حسن و احسان میں بھی یکتا ہے اور اگر بندوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑتا ہے تو پھر زبردستی اور ظلم سے نہیں پکڑتا بلکہ ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑتا ہے اور حد سے بڑھے ہوؤں کو اس لئے پکڑتا ہے کہ دنیا میں امن اور سلامتی قائم ہو۔ جہاں یہ پیغام ہم نے غیر مذہب والوں کو دینا ہے، ان کے اعتراضات ردّ کرنے ہیں وہاں مسلمانوں کو بھی یہ پیغام ہے کہ تم کہتے ہو کہ ہم عزیز خدا کو مانتے ہیں جس کا قرآن نے تصور دیا ہے لیکن یاد رکھو کہ یہ حکم

بھی ہے کہ نشانات دیکھ کر پھسلو نہ۔عزیز وحکیم خدا کا تصور تب حقیقی رنگ میں مکمل ہوگا جب مسیح موعود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل ہیں، غلام ہیں،ان کی شریعت کو دنیا پر لاگو کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں،جن کا آنا بھی عزیز اور حکیم خدا کی طرف سے ہے،ان کے ساتھ اب دین کے غلبہ کا وعدہ ہے۔پس اس دعویٰ اور مسیح موعود کے پیغام پر غور کرو کہ یہ بھی حکمت سے خالی نہیں اور حکیم خدا کی طرف سے ہے،عزیز خدا کی طرف سے ہے جس نے انشاءاللہ تعالیٰ غلبہ عطا فرمانا ہے۔" (خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 440)

ہالینڈ توہین رسالت کی ناپاک حرکت کی لپیٹ میں

ڈنمارک کے بعد ہالینڈ میں ایک شر پسند سیاسی لیڈر، رکن پارلیمنٹ غیرت ولڈرز(Geert Wilders) نے اسلام، بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی پیاری کتاب کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دی حتّٰی کہ اس دہریہ شخص نے اللہ تعالیٰ کو بھی نشانہ بنایا۔

تب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے غلام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی غیرت اسلامی ایک بار پھر جوش میں آئی اور اس دفعہ بھی دُنیا نے اس میدان میں اس شیر کو اسلام، بانی اسلامؐ کے حق میں اور اسلامی تعلیم کی تائید میں گرجتے اور منصوبے بناتے دیکھا۔چنانچہ 2007ء کے آغاز میں ہی لندن سے ہی غیرت ولڈرز کو مخاطب ہو کر وارننگ دی اور اگست میں ہالینڈ میں جا کر ان کی سرزمین میں نہ صرف غیرت ولڈرز کو بلکہ پوری قوم کو متنبہ فرمایا کہ وہ خدا کو ناراض کرنے والی باتوں سے توبہ کرلیں ورنہ ساری دنیا میں قدرتی آفات جیسے بارشوں، زلزلوں، Floods،طوفانوں اور سائیکلون کا سلسلہ دنیا کو تباہ کرنے کا چل نکلا ہے۔ایسا نہ ہو کہ یہ ہالینڈ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے جو پہلے ہی سطح سمندر سے نیچے ہے۔ایسی بات اللہ کا کوئی فرستادہ یا عاشق رسولؐ ہی کر سکتا ہے کہ کسی ملک کے دل میں جا کر ان کی بے ہودہ حرکتوں اور قبیح افعال کے حوالہ سے پوری قوم کو متنبہ کرے۔

۞ خطبہ جمعہ 23 فروری 2007ء

آپ نے 23 فروری 2007ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

بانی اسلامؐ کے متعلق بے ہودہ گوئی کا جواب صرف جماعت احمدیہ دیتی ہے

"آج آئے دن مغرب کے کسی نہ کسی ملک میں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مختلف طریقوں سے غلط پروپیگنڈا کر کے آپؐ کے مقام کو گرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔گزشتہ دنوں ہالینڈ کے ایک ممبر پارلیمنٹ نے ایک ہرزہ سرائی کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی تعلیم اور قرآن کریم کے بارے میں انتہائی بیہودہ اور ظالمانہ الفاظ کا استعمال کیا۔جہاں بھی اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کی بیہودہ گوئی کی جاتی

ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں، اس ملک میں، جماعت احمدیہ جواب دیتی ہے۔ ہالینڈ والوں کو بھی مَیں نے کہا تھا کہ اخباروں میں بھی لکھیں اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کا تصور ان کے ذہنوں میں پیدا کریں تا کہ عوام کے ذہنوں سے اس اثر کو زائل کیا جائے۔ دراصل اسلام ہی ہے جو اس زمانے میں مذہب اور خدا کا عقلی اور حقیقی تصور پیش کرتا ہے۔ اس طرح اگر تو یہ لوگ جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس قسم کی لغو اور بیہودہ باتیں لاعلمی یا کم علمی کی وجہ سے کرتے ہیں تو ان کو بتائیں کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ، زندگی کے ہر شعبے میں کیا ہے۔ مخلوق خدا سے ہمدردی کس طرح آپ کے پاک دل میں بھری ہوئی ہے تا کہ ان کے ذہن صاف ہوں۔ لیکن اگر ان کے دل صرف بغض اور کینے سے بھرے ہوئے ہیں اور کچھ سننے کے لئے تیار نہیں تو پھر اتمام حجت ہو جائے گا۔ بہرحال آج یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو ہر احمدی نے انجام دینا ہے۔

ممبر آف پارلیمنٹ کی ہرزہ سرائی

ہالینڈ کے ممبر آف پارلیمنٹ جس کا مَیں نے ذکر کیا، اس کا جہاں تک تعلق ہے، لگتا ہے اس کے دل میں تو اسلام اور آنحضرتؐ اور قرآن کریم اور مسلمانوں کے لئے بغض اور کینہ انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ جس کا اظہار اس نے گزشتہ دنوں ایک انٹرویو میں کیا تھا۔ ان صاحب کا نام ہے غیرت ولڈرز (Geert Wilders)۔ کیتھولک گھر میں یہ پیدا ہوا لیکن رپورٹ کے مطابق مذہب سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ ان لوگوں کو بھی جب اپنے مذہب میں سکون نہیں ملتا اور سمجھ نہیں آتی۔ خدا تک تو پہنچ نہیں سکتے تو پھر اسلام کو بھی بُرا بھلا کہنے لگ جاتے ہیں، اس پر الزام تراشی شروع ہو جاتی ہے۔ بہرحال یہ صاحب کافی پُرانے اسلامی تعلیم پر اعتراض کرنے والے ہیں۔ برقع کے خلاف بھی جو سب سے پہلے ہالینڈ میں مسئلہ اٹھا تھا، یہی اس میں پیش پیش تھا۔ بظاہر مذہب سے لاتعلق ہے لیکن اسلام کے خلاف بغض کی وجہ سے عیسائیت اور یہودیت کو بقول اس کے اسلام سے بہتر سمجھتا ہے۔ سمجھے، لیکن اگر عقل رکھتا ہے تو اس زمانے میں جب مغربی ممالک کو تہذیب یافتہ ہونے کا دعویٰ ہے اور یہ صاحب اپنے آپ کو پڑھا لکھا بھی کہتے ہیں، ممبر آف پارلیمنٹ بھی ہے، تو پھر دوسرے مذاہب کے بارے میں بیہودہ گوئی کرنے کا ان لوگوں کو حق نہیں پہنچتا۔ چند افراد کے ذاتی فعل سے اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی باتیں کرے کہ کوئی بھی عقلمند اور پڑھا لکھا انسان نہیں کر سکتا۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتا ہے کہ اگر وہ آج ہالینڈ میں ہوتے تو نعوذ باللہ دہشت گرد قرار دے کر ملک سے نکالتا۔ تم نے کیا نکالنا ہے، تم تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ زمانہ دیکھنے والے ہو جب محمد رسول اللہؐ کے نام لیواؤں کی اکثریت ہر جگہ دیکھو گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے لے کر آج تک کیا کیا کوششیں ہیں جو آپ کے مخالفین نے نہیں کیں۔ کیا وہ کامیاب ہو گئے؟ آج دنیا میں ہر جگہ، ہر ملک میں، چاہے وہاں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی ہے یا زیادہ ہے روزانہ پانچ وقت بلند آواز سے اگر کسی نبی کا نام پکارا جاتا ہے تو وہ اس رحمۃ للعالمین کا نام ہے۔ جس کا دل باوجود ان مخالفتوں اور مخالفین کی گھٹیا حرکتوں کے کہ انسانیت کا حق

ادا کرنے کے ناطے ہر وقت ہر ایک کے لئے ہمدردی کے جذبات سے پُر تھا۔

پھر کہتا ہے کہ قرآن کے احکامات ایسے ہیں کہ نعوذ باللہ آدھا قرآن پھاڑ کر علیحدہ کر دینا چاہئے۔ان صاحب سے کوئی پوچھے کہ تم عملاً تو لامذہب ہو لیکن جن مذاہب کو اسلام سے بہتر سمجھتے ہو، ان کی تعلیم کا قرآن کریم کی تعلیم سے موازنہ تو عقل کی آنکھ سے کر کے دیکھو۔تعصب سے پاک نظر کر کے پھر قرآن کا مطالعہ کرو اور پھر سمجھ نہ آئے تو ہم سے سمجھو کہ جہلاء کو اس پاک کلام کی سمجھ نہیں آ سکتی۔قرآن کریم کا تو دعویٰ ہے کہ پہلے اپنے دلوں اور اپنے دماغوں کو پاک کرو تو پھر اس پاک تعلیم کی سمجھ آئے گی ورنہ تمہارے جیسے جہلا تو پہلے بھی بہت گزر چکے ہیں جو اعتراض کرتے چلے گئے۔وہ بھی ابوالحکم کہلاتا تھا جس کا نام قرآن نہ سمجھنے کی وجہ سے ابوجہل پڑا۔اور وہ غریب مزدور، وہ غلام جو دنیا کی نظر میں عقل اور فراست سے عاری تھے اس قرآن کو سمجھنے کی وجہ سے علم وعرفان پھیلانے والے بن گئے۔پس ہم تمہیں اتمام حجت کے لئے اس رؤف اور رحیم نبی کے حوالے سے توجہ دلاتے ہیں کہ وہ تم جیسے لوگوں کو بھی آگ کے عذاب سے بچانے کے لئے بے چین رہتا تھا۔اس کی باتوں کو غور اور تدبّر سے پڑھو اور دیکھو، پرکھو، سمجھو اور سمجھ نہ آئے تو ہم سے پوچھو اور اپنے آپ کو اس دردناک عذاب سے بچاؤ جو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے تیار کیا ہوا ہے۔جو حد سے بڑھنے والوں کے لئے مقدر ہے۔اللہ کرے کہ اس قسم کی باتیں کرنے والے، یہ لوگ عقل کے ناخن لینے والے ہوں اور سمجھنے والے ہوں۔

آنحضورؐ کی زندگی کے ہر حسین لمحے کی تصویر لوگوں تک پہنچائیں

لیکن یہ احمدیوں کی بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس رؤف ورحیم نبی کی زندگی کے ہر حسین لمحے کی تصویر ان لوگوں تک پہنچائیں۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، جسے اللہ تعالیٰ نے رؤف ورحیم قرار دیا تھا، انہوں نے دہشت گردی کی تعلیم دی ہے۔ان کو بتائیں کہ اسلام کی جنگوں میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں کے ساتھ کیا نرمی اور احسان اور رحم کے سلوک کی اسلام کی تعلیم ہے۔جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا رحم کی تعلیم ہے۔اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر قیدیوں کے لئے رحم کے جذبات تھے۔وہ قیدی جو جنگی قیدی تھے، جو جنگ میں اس غرض سے شریک تھے کہ مسلمانوں کا قتل کریں ان سے شفقت اور رحم کا سلوک ہے کہ آپ بھوکے رہ کر یا روکھی سوکھی کھا کر ان کو اچھا کھلایا جا رہا ہے۔آج اس سراپا رأفت اور رحم پر یہ الزام لگانے والے یہ بتائیں کہ جاپان کے دو شہروں پر ایٹم بم گرا کر جو وہاں کی تمام آبادی کو جلا کر بھسم کر دیا تھا، بچے بوڑھے، عورتیں، مریض، سب کے سب چشم زدن میں راکھ کا ڈھیر ہو گئے تھے بلکہ اِردگرد کے علاقوں میں بسنے والے بھی اس کی وجہ سے سالوں بلکہ اب تک بہت ساری خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہیں، نئے پیدا ہونے والے بچے اپاہج پیدا ہو رہے ہیں۔کیا یہ ہیں اعلیٰ اخلاق؟ جن کے انجام دینے والوں کو یہ لوگ امن پسند اور امن قائم کرنے والا کہتے ہیں۔عراق میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو یہ لوگ کیا نام دیتے ہیں۔تم لوگ یاد رکھو کہ ان تمام زیادتیوں کے باوجود اسلام کا خدا جس نے اپنے پیارے نبیؐ، جو ہر ایک کے

لئے رؤف و رحیم تھے، پر جو تعلیم اتاری ہے، جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، وہ اتنی خوبصورت تعلیم ہے کہ اگر وہ سمجھنے والے ہوں تو سمجھ جائیں......

مغرب والے اللہ کے پیاروں کے متعلق بے ہودہ گوئیوں سے باز آجائیں

ان لوگوں کو اپنے آپ کو دیکھنا چاہئے۔ مسلمانوں کی دلآزاری کرنے کی بجائے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے۔ خود ان میں کتنی نیکیاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی ہتک کرنے کی بجائے اپنے اندر جھانکنا چاہئے۔ آج مغرب میں جو بے شمار برائیاں پھیلی ہوئی ہیں وہ اپنے گریبان میں نہ جھانکنے کی وجہ سے ہیں۔ تمہارے گھروں کے چین اور سکون جو برباد ہوئے ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ اب بھی اپنے خدا کو پہچان لو اور اس کے پیاروں کے بارے میں بیہودہ گوئیوں سے باز آجاؤ اور رحیم خدا کو پکارو کہ وہ بخش دے۔

مغرب والو! اگر بقا چاہتے ہو تو اللہ کے پیارے نبی کی ذات پر حملے بند کرو

احمدیوں سے مَیں پھر یہ کہتا ہوں کہ اپنے اوپر اسلام کی تعلیم لاگو کرتے ہوئے ان عقل کے اندھوں یا کم از کم ان لوگوں کو جو ان کے زیر اثر آ رہے ہیں اور خدا کے پیاروں سے ہنسی ٹھٹھے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، ان کو سمجھائیں کہ اگر تم لوگ باز نہ آئے تو نہ تمہاری بقا ہے اور نہ تمہارے ملکوں کی بقا ہے۔ کوئی اس کی ضمانت نہیں۔ پس اگر اپنی بقا چاہتے ہو تو اس محسن انسانیتؐ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے بند کرو، اس سے تعلق پیدا کرو۔ اگر تعلق نہیں بھی رکھنا تو کم از کم شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ خاموش رہو۔

ہالینڈ کو انتباہ

جنگوں کے علاوہ موسمی تغیرات کی وجہ سے بھی آجکل دنیا تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ہالینڈ تو وہ ملک ہے جس میں اس لحاظ سے بھی شرک بڑھا ہوا ہے کہ یہاں کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ باقی دنیا کو تو خدا نے بنایا ہے لیکن ہالینڈ کو ہم نے بنایا ہے۔ سمندر سے کچھ زمین نکال لینے کی وجہ سے ان کے دماغ الٹ گئے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ملک کا اکثر حصہ سطح سمندر سے نیچے ہے۔ جب طوفان آتے ہیں، جب آفات آتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے عذاب آتے ہیں تو پھر وہ پہاڑوں کو بھی غرق کر دیتے ہیں۔ پس ان لوگوں کو بھی اور دنیا میں ہر جگہ انسانیت کو اس حوالے سے خدا کے قریب لانے کے لئے احمدی کی ذمہ داری ہے۔ اپنی ذمہ داری کو بھی سمجھیں اور خود بھی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے رحم کے جذبے کے تحت انسانیت کو بچانے کی فکر کریں۔ دنیا کو ایک خدا کی پہچان کروائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ توبہ کرنے والے، ایمان لانے والے اور پھر ایمان پر قائم رہتے ہوئے صالح عمل کرنے والے ہی ہیں جن کی بخشش ہو سکتی ہے۔

پس یہ پیغام عام کر دیں ورنہ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پر ظالمانہ حملے کر کے

عذاب کو دعوت دے رہی ہے۔اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارضی وسماوی آفات کی خبر اپنی صداقت کے طور پر بھی دی ہے۔اس لئے بڑے خوف کا مقام ہے اور دنیا کو بڑی شدت سے متنبہ کرنے کی ضرورت ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ان پر واضح کرنے کی ضرورت ہے۔اس نور کو دکھانے کی ضرورت ہے جس نے اُجڈ اور جاہل عرب کو اس زمانے میں مہذب ترین اور باخدا بنادیا تھا.....

پس یہ پیغام، پیغام توحید ہے جو آج ہم نے ان سب تک پہنچانا ہے جو عقل اور شرافت رکھتے ہیں۔جن کے لئے ہمیں اب پہلے سے بڑھ کر کمر ہمت کسنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ کے یہ منصوبے ہیں جو حرکت میں آچکے ہیں اور ہم ہر روز اس کے نظارے دیکھتے ہیں، دیکھ رہے ہیں۔ہماری تو یہ حقیری کوشش ہوگی جو ہمیں ثواب کا مستحق بنائے گی۔

آخر میں پھر مَیں ان بڑبولوں تک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا الفاظ کہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ پہنچانا چاہتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:۔

"مسلمان وہ قوم ہے جو اپنے نبی کریم کی عزت کے لئے جان دیتے ہیں اور وہ اس بے عزتی سے مرنا بہتر سمجھتے ہیں کہ ایسے شخصوں سے دلی صفائی کریں اور ان کے دوست بن جائیں جن کا کام دن رات یہ ہے کہ وہ ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں اور اپنے رسالوں اور کتابوں اور اشتہاروں میں نہایت توہین سے اس کا نام لیتے ہیں اور نہایت گندے الفاظ سے ان کو یاد کرتے ہیں۔آپ یاد رکھیں کہ ایسے لوگ اپنی قوم کے بھی خیرخواہ نہیں ہیں۔کیونکہ وہ اُن کی راہ میں کانٹے بوتے ہیں۔اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ہم جنگل کے سانپوں اور بیابانوں کے درندوں سے صلح کر لیں تو یہ ممکن ہے مگر ہم ایسے لوگوں سے صلح نہیں کر سکتے جو خدا کے پاک نبیوں کی شان میں بدگوئی سے باز نہیں آتے۔وہ سمجھتے ہیں کہ گالی اور بدزبانی میں ہی فتح ہے۔مگر ہر ایک فتح آسمان سے آتی ہے۔"

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 385)(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 77-82)

۞ خطبہ جمعہ 24 اگست 2007ء

پھر آپ نے اپنے دورہ یورپ کے دوران نن سپیٹ ہالینڈ میں 24 اگست 2007ء کو ایک معرکہ آراء تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا۔جس میں آپ نے نہایت احسن اور پیار بھرے انداز میں پوری قوم کو مخاطب ہو کر سمجھایا اور پھر باز نہ آنے کی صورت میں انذاری رنگ میں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک طبقہ ایسا ہے جو اسلام کے بغض اور کینے میں اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ ہر روز اسلام، بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر نئے سے نئے انداز میں حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ باتیں منسوب کرتے ہیں جن کا قرآن کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔تو بہرحال یہ لوگ اور پہلی قسم کے لوگ جو مَیں نے بتائے جو مذہب سے دور ہٹے

ہوئے ہیں اور خدا کے تصور کو نہ ماننے والے ہیں یہ بھی تنقید کا نشانہ بنانے کے لئے زیادہ تر اسلام اور مسلمانوں کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان سب کو نظر آ رہا ہے کہ مذہب کا اور خدا کی ذات کا صحیح تصور پیش کرنے والی اگر کوئی تعلیم ہے تو اب صرف اور صرف اسلام کی تعلیم ہے، قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ بغض سے تو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض اور کینے کا اظہار اس قدر ہوتا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانے میں، ان پڑھی لکھی قوموں میں، مغرب میں، جو اپنے آپ کو بڑا ترقی یافتہ اور آزادی کا علمبردار اور دوسروں کے معاملے میں دخل نہ دینے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، یہاں ایسے لوگ ہیں جو تمام حدیں پھلانگ گئے ہیں اور اسلام دشمنی نے ان کو بالکل اندھا کر دیا ہے۔

سیاسی لیڈر غیرت ولڈرز کی اسلام اور بانی اسلامؐ بارے ہرزہ سرائی

گزشتہ دنوں یہاں ایک سیاسی لیڈر جن کا نام غیرت ولڈرز (Geert Wilders) تھا انہوں نے ایک بیان دیا تھا جس میں انہوں نے اپنے دل کے بغض اور کینے کا اظہار کیا ہے۔ ان کی ہرزہ سرائی آپ میں سے بہت سوں نے سنی ہوگی۔ دنیا کو بھی پتہ لگے، لکھتے ہیں کہ مَیں چاہتا ہوں کہ لوگ سچائی کو خود دیکھیں۔ ان لوگوں کی یہ بڑی دجالی چالیں ہوتی ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ اس بات کا آغاز محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے۔ جس طرح اکثر مسلمان ان کی محبت بھری شخصیت کی خاکہ کشی کرتے ہیں حقیقت میں وہ ویسے نہیں تھے۔ جب تک وہ مکّہ میں رہے اور یہاں پر بھی صرف قرآن کے کچھ حصے وجود میں آئے اُس وقت تک تو ان کی شخصیت میں محبت تھی لیکن جیسے جیسے ان کی عمر بڑھتی گئی اور خاص طور پر مدینے میں رہائش کے زمانے میں وہ بتدریج تشدد آمیز طبیعت کی طرف مائل ہوتے گئے (نعوذباللہ)......

پھر لکھتے ہیں قرآن میں حکومت اور مذہب کی علیحدگی کا کوئی تصور نہیں ہے، اس سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ نہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذباللہ) ایک تشدد پسند شخصیت تھے بلکہ قرآن خود بھی متشددانہ خیالات پر مبنی کتاب ہے۔

پھر ایک اور اخبار میں لکھتا ہے کہ مَیں خدا کی عبادت کا سن سن کر تنگ آ گیا ہوں، اخبار میں بیان دیتے ہوئے غیرت ولڈرز (Geert Wilders) نے صرف قرآن پر پابندی لگانے کا ہی مطالبہ نہیں کیا بلکہ سیاسی رہنماؤں پر بھی تنقید کی کہ دہشت گرد مسلمانوں کو ملک میں جگہ دے رہے ہیں یعنی یہ بے چارے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانک رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ مَیں اسلام سے تنگ آ گیا ہوں اب کوئی مسلمان یہاں ہجرت کر کے نہیں آنا چاہئے، مَیں ہالینڈ میں اللہ کی عبادت کا سن سن کر بھر چکا ہوں، مَیں ہالینڈ میں قرآن کے تذکرے سے تنگ آ گیا ہوں، نعوذباللہ اس فاشسٹ (Fascist) کتاب پر پابندی لگائی جائے۔ فاشزم کا اظہار تو یہ خود کر رہے ہیں۔

مدینہ میں آ کر تشدد بڑھنے کے الزام کا جواب

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انہوں نے پہلا اعتراض کیا ہے کہ جس طرح عمر بڑھتی گئی نعوذباللہ تشدد آمیز

طبیعت کی طرف مائل ہوتے گئے، صاف ظاہر ہے کہ بغض اور کینے نے انہیں اتنا اندھا کر دیا ہے کہ قرآن پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور قرآن کو یہ لوگ ویسے بھی پڑھتے ہی نہیں، ادھر ادھر سے سنی سنائی باتیں کرتے ہیں اور قرآن تو خیر کیا پڑھنا تھا، یہ تاریخ کو بھی مسخ کر رہے ہیں۔ جو ان سے بہت زیادہ علم رکھنے والے عیسائی تھے وہ بھی جو اعتراض نہیں کر سکے انہوں نے وہ اعتراض بھی کر دیا۔ پتہ نہیں کہاں کہاں سے یہ اعتراض ڈھونڈ نکالے ہیں۔ سورۃ مائدہ نہ صرف مدنی سورۃ ہے بلکہ اس بارے میں ساری روایتیں یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری سال میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس میں دشمنی اور تشدد کو ختم کرنے کی اور انصاف قائم کرنے کی کیا ہی خوبصورت تعلیم ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ مدینے میں آ کر تشدد کی تعلیم بڑھ گئی۔ یہ آخری سورۃ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نازل ہوئی اس کی تعلیم کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدۃ:9) کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو، تم انصاف کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ اب یہ دکھائیں، یہ خوبصورت تعلیم ان کے یا کسی اور مذہب میں کہاں ہے۔ لیکن جن کو بغض اور کینے نے اندھا کر دیا ہو، ان کو سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی فرما دیا ہے کہ جو اندھے ہیں ان کو تم نے راستہ کیا دکھانا ہے، ان کو تم نے روشنی کیا دکھانی ہے، کوشش کر لو نہیں دکھا سکتے۔

پھر یہ صاحب کہتے ہیں کہ سورۃ توبہ کی آیت 5 میں عیسائیوں، یہودیوں اور مرتدوں کے خلاف تشدد پر اکسایا ہے۔ اگر آنکھوں کے پردے اتار کر دیکھیں، قرآن کریم کو صاف دل ہو کر پڑھیں تو خود ان کو نظر آئے گا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین سے جنگ کی اجازت دی ہے جو باز نہیں آتے، کسی قسم کا معاہدہ نہیں کر رہے، ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ اور اب جبکہ اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو حکم ہے کہ ایسے مشرکین سے جو تم سے جنگ کر رہے ہیں تم بھی جنگ کرو کیونکہ وہ تمہارے خلاف فتنہ فساد اور جنگ کی آگ بھڑکا رہے ہیں، مختلف قبائل کو بھی بھڑکا رہے ہیں اور صرف یہی نہیں جس طرح یہ فرماتے ہیں کہ سب کو قتل کر دینا ہے بلکہ اس میں قید کا بھی حکم ہے کہ قید کرو، ان کو محصور کرو، ان پر نظر رکھو، تا کہ وہ ملک میں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑکائیں۔ اگر غیرت ولڈرز (Geert Wilders) صاحب کے نزدیک ایسی صورت میں بھی کھلی چھٹی ہونی چاہئے، اگر ہر ایک کو اجازت ہے تو پھر یہ اپنے ملک میں پہلے سیاسی لیڈر ہیں جو تمام مجرموں کو کھلی چھٹی دلوانے کے لئے قانون پاس کروائیں گے کہ ہر کوئی جو چاہے کرتا پھرے۔ یہ مجرم کسی خاص مذہب کے نہیں ہوں گے۔ مجرم تو ہر قوم اور ہر مذہب میں ہیں پھر صرف مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں جو امن سے ملک میں رہ رہے ہیں، جو ملک کے قانون کی پابندی کر رہے ہیں ......

احمدی کا فرض

......ہر احمدی کا فرض ہے کہ جہاں مخالفین کے اعتراض کو رد کریں، ان کو جواب دیں وہاں ان شرفاء کا شکریہ بھی ادا کریں جو ابھی تک اخلاقی قدریں رکھے ہوئے ہیں۔ اُن تک اسلام کی خوبصورت تعلیم پہنچائیں۔ ان کے اندر جو

نیک فطرت اور انصاف پسند انسان ہے، اس کو ایک خدا کا پیغام پہنچائیں۔ آج دنیا میں جو ہر طرف افراتفری ہے اس کی وجوہات بتائیں کہ تم لوگ خدا سے دور جا رہے ہو، اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانو، ان میں بھی ایک خدا کا پیغام پہنچائیں، ان کو بتائیں کہ دل کا چین اور سکون دنیا کی چکا چوند اور لہو ولعب میں نہیں ہے، نشہ میں نہیں ہے۔ دلی سکون کے لئے یہاں کے لوگ نشہ کی بہت آڑ لیتے ہیں، ہر قسم کا نشہ کرتے ہیں۔ ان کو بتائیں کہ اصل سکون خدا کی طرف آنے میں ہے، اس لئے اس خدا کو پہچانو جو واحد اور تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ جو لوگ حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور مذہب سے دور جانے والے ہیں یا مذہب اور خاص طور پر اسلام سے استہزاء کرنے والے ہیں، ان کے پیچھے نہ چلو۔ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کی پکڑ بھی کرتا ہے، ولڈرز (Wilders) جیسے لوگوں کو بھی بتائیں کہ اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دو، اور اللہ کی غیرت کو نہ بھڑکاؤ۔

ہالینڈ والوں کو وارننگ

آج کل جو یہ طوفان اور زلزلے دنیا میں آ رہے ہیں، پانی کے طوفان ہیں، کہیں ہواؤں کے طوفان ہیں، کہیں زلزلے آ رہے ہیں۔ یہ وارننگز ہیں کہ حد سے زیادہ بڑھنے والے اس کی لپیٹ میں بھی آ سکتے ہیں، کوئی دنیا کا ملک محفوظ نہیں ہے، کوئی دنیا کا شخص محفوظ نہیں ہے۔ ہالینڈ تو ویسے بھی ایسا ملک ہے جس کا اکثر حصہ سمندر سے نکالا ہوا ہے، طوفان تو بلندیوں اور پہاڑوں کو بھی نہیں چھوڑتے، یہ تو برابر کی جگہ ہے بلکہ بعض جگہ نیچی بھی ہے۔

1953ء میں یہاں طوفان آیا تھا جس نے بڑی آبادی کو نقصان پہنچایا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے، یہاں کی حکومت نے بچاؤ کے لئے ایک بڑا منصوبہ بنایا جس میں دریاؤں کے منہ پر سمندر میں بہت سارے بند باندھے گئے، روکیں بنائی گئیں، ڈیم بنائے گئے، یہ منصوبہ جہاں مختلف جگہوں پر ہے ڈیلٹا ورکس کہلاتا ہے، میں بھی اسے دیکھنے گیا تھا، یہ ایک اچھی انسانی کوشش ہے لیکن دنیا میں آج کل جس طرح طوفان آ رہے ہیں، کوئی بھی ملک اس سے محفوظ نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ وہاں گائیڈ تھا، مجھے کہنے لگا کہ اس کی وجہ سے ہم نے آئندہ کے لئے ہالینڈ کو محفوظ کر دیا ہے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ یہ کہو کہ محفوظ کرنے کی جو بہترین کوشش ہو سکتی تھی ہم نے کی ہے۔ اصل تو خدا جانتا ہے کہ کب تک کے لئے تم نے اس کو محفوظ کیا ہے، اور کب تک یہ حفاظت رہے گی۔ کہنے لگا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے بعد جتنی دیر بھی وہ مجھے تفصیل بتاتا رہا، ہر فقرے کے ساتھ یہی کہتا تھا کہ یہ کوشش ہے، کیونکہ ایسے طوفان عموماً 200 سال بعد آتے ہیں۔ لیکن اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب طوفان آئے اور کس حد تک یہ محفوظ رہ سکے۔ بہرحال اس دوران میں جب بھی وہ مجھے کوئی تفصیل بتا رہا تھا، کم از کم چار پانچ مرتبہ اس نے خدا کی خدائی کا اقرار کیا اور بیان کیا کہ ہاں اگر اللہ محفوظ رکھے تو ہم رہ سکتے ہیں۔ تو یہاں ایسے لوگ ہیں جن کو اگر سمجھایا جائے تو ایک خدا کا تصور فوراً ابھرتا ہے۔ آفت میں گھرے ہوں تو اللہ کہتا ہے کہ اس وقت میرا نام ہی لیتے ہیں اور کوئی خدا یاد نہیں آتا۔ اس نے مجھے کہا کہ وزیٹرز بک (Visitor's Book) پر اپنے تاثرات لکھ دو، دستخط کرو تو میں نے اس پر یہی لکھا کہ یہ ایک اچھی

انسانی کوشش ہے اور کوشش کے لحاظ سے ایک زبردست منصوبہ ہے جو ملک کو بچانے کے لئے انجینئرز نے بنایا ہے۔لیکن ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اصل منصوبے خدا تعالیٰ کے ہیں اور حقیقی حفاظت میں رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی یاد ہمیشہ رہنی چاہئے۔

تو بہر حال آج کل دنیا جس مادیت پرستی میں پڑی ہوئی ہے،اوراس میں کوئی تخصیص نہیں ہے،مغرب بھی اسی طرح ہے اور مشرق بھی اسی طرح ہے، سب خدا کو بھولے ہوئے ہیں۔پھر بعض طبقے جو مزید آگے بڑھے ہوئے ہیں وہ پھر اللہ تعالیٰ کی غیرت کو بھڑکانے والے بھی ہیں، نہ صرف بھولے ہوئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بیہودہ گوئی بھی کرتے ہیں۔یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کے عذاب کو آواز دینے والی ہیں۔

اسلام کی صحیح تصویر پیش کریں

پس ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں اتمام حجت کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائے۔اسلام کی صحیح تصویر دنیا کو دکھائیں۔عیسائیوں کو بھی، یہودیوں کو بھی، لامذہبوں کو بھی اور مسلمانوں کو بھی جو تمام نشانات دیکھنے کے باوجود مسیح موعود کا انکار کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی، پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے''۔

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 268 مطبوعہ لندن)

گزشتہ 100 سال کا جائزہ لیں تو زلزلوں اور آسمانی آفات کی تعداد گزشتہ کئی سو سال سے زیادہ ہے۔گزشتہ گیارہ بارہ سو سال میں اتنی آفات نہیں آئیں جتنی گزشتہ 100 سال میں آئی ہیں۔اس سال بھی کئی زلزلے اور طوفان آئے اور دنیا میں کئی جگہ آئے، یہ انسان کو وارننگ ہے کہ خدا کو پہچانو۔ہر احمدی کا کام ہے کہ جہاں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرے دنیا کو بھی بتائے کہ ان آفات سے بچنے کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ ایک خدا کو پہچانو اور اس کے پیاروں کو ہنسی ٹھٹھے کا نشانہ نہ بناؤ....

حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں تمام یورپ کو وارننگ

"......اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں"

پھر آپ فرماتے ہیں: "خدا غضب میں دھیما ہے تو بہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے ۔جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ کیڑا ہے نہ کہ آدمی ۔اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔" (حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269 مطبوعہ لندن)
(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 344 تا 350)

"فتنہ" نام سے ولڈرز کی فلم کی ناپاک جسارت

غیرت ولڈرز کی اسلام، بانی اسلامؐ قرآن کریم اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کا بخار وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ملک کے سماجی، سیاسی، مذہبی پادریوں کی طرف سے اس موقف کی مخالفت اور سمجھانے کے باوجود اسلام مخالف نفرت کے بخار کا درجہ اوپر سے اوپر جاتا رہا حتّی کہ اسلام اور قرآن کے خلاف اس نے ایک فلم "فتنہ" کے نام سے 27 مارچ 2008ء کو جاری کر دی۔جس میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور قرآن کریم کے بارے میں نہایت نامناسب اور توہین آمیز الفاظ استعمال کئے اور لکھا کہ قرآن مجید دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے ۔اس کا آدھا حصہ پھاڑ کر (نعوذ باللہ) الگ کر دینا چاہیے ۔اس سے قبل اس نے ڈنمارک کے اخبارات میں شائع ہونے والے کارٹون کو ویب سائیٹ پر جاری کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس کی اس ناپاک حرکت پر بھی مرد خدا بن کر سامنے آئے اور اپنے خطبہ جمعہ 29 فروری 2008ء میں اس حوالہ سے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

" گزشتہ دنوں ہالینڈ کے ممبر پارلیمنٹ جو اپنی پارٹی بنا رہے ہیں،ان کو ان کی پارٹی سے صرف اس وجہ سے نکال دیا گیا کہ ان میں مسلمانوں کے خلاف بڑی شدت پسندی تھی ۔اور اسلام کے خلاف یہ بڑے گرمجوش ہیں ۔انہوں نے پھر ایک بیان دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے بارے میں تھا۔بڑا توہین آمیز بیان تھا۔دُہرانے کی ضرورت نہیں ۔قرآن کریم کے بارے میں نہایت نامناسب اور توہین آمیز بیان دیا۔اور یہ اسلام دشمنی میں اس حد تک بڑھے ہوئے ہیں کہ جو ڈنمارک کے کارٹون چھپے ان کو اپنی ویب سائٹ پر لگایا اور پھر اس کی بڑی تعریف کی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ خود ان سے نپٹے گا۔قرآن کریم کے بارے میں جو بیان ہے اس میں لکھتے ہیں کہ (رپورٹ جو منگوائی تھی یہ اس کا ترجمہ ہے)قرآن مجید دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔اس لئے اس پر پابندی لگانی چاہئے اور نعوذ باللہ آدھا قرآن پھاڑ کر پھینک دینا چاہئے ۔اس وقت یہ شخص قرآن کے خلاف فلم بھی بنا رہا ہے ۔پہلے ان کا ریلیز کرنے کا ارادہ تھا فی الحال نہیں کر سکے۔بہت ساری مسلمان تنظیمیں حکومت کو لکھ بھی رہی ہیں اور جماعت بھی لکھ رہی ہے۔فلم کا نام انہوں نے ''فتنہ'' رکھا ہے۔کسی نے ان سے پوچھا کہ تم اس میں دکھاؤ گے کیا؟ تو کہتے ہیں کہ قرآن کا یہ حکم دکھاؤں گا کہ جب کافروں سے میدان جنگ میں ملو تو گردنیں کاٹو ۔اب جو حملہ آور ہو گا تو بہر حال دفاع کے لئے جنگ تو ہو گی ۔اور پھر یہ کہتے ہیں کہ دکھاؤں گا کہ عراق اور افغانستان میں اغوا کے بعد سر قلم کئے جاتے ہیں ۔بہر حال

اس کے پیچھے بھی ایک بہت بڑا ہاتھ لگتا ہے۔ یہ ایک بڑی تنظیم کی سازش ہے لیکن وہاں بھی ردِعمل ہو رہا ہے اور حکومت نے تمام مسلمانوں کے اماموں کے ساتھ، میئرز کے ذریعہ سے میٹنگیں بھی کی ہیں۔ جماعت نے بھی خط لکھے تھے اور ملکہ کو یہاں سے خط لکھا تھا، کابینہ کے ممبران کو بھی خط لکھے تھے اور بڑا واضح طور پر لکھا تھا کہ جو ایسی منفی اور بے بنیاد حرکتیں ہیں اس سے ہمارا پر امن معاشرہ متاثر ہو گا۔ نیز خطوں کے ساتھ میرا پیس کانفرنس (Peace Conference) کا ایک ایڈریس بھی دیا ہے۔ بہرحال ممبر پارلیمنٹ اور کافی لوگوں نے اس پہ مثبت ردِعمل ظاہر کیا ہے۔ سپیکر نے لکھا ہے کہ میں نے آپ کا خط تمام ممبران پارلیمنٹ کو تقسیم کروا دیا ہے اور ملکہ نے بھی اپنے کرسمس کے پیغام میں اس بات کا اظہار کیا کہ معاشرے میں بدامنی پھیلانے والے منفی بیانات سے جن سے کسی کی دلآزاری ہو، پرہیز کرنا چاہئے۔ اور اس نے یہ وزیراعظم کو بھی پیغام بھجوایا۔ ولڈرز (Wilders) جس نے یہ مہم شروع کی تھی، اس نے یہ ملکہ کے خلاف بھی اب پارلیمنٹ میں بھیجا ہے کہ ملکہ نے میری طرف اشارہ کیا ہے اور ملکہ کا حکومت میں دخل بند ہونا چاہئے۔

بہرحال یہ ان کی کوششیں ہیں اللہ تعالیٰ انہی میں سے لوگ بھی پیدا کر رہا ہے جو رد بھی کرتے ہیں۔ بعض نیک فطرت ہیں بلکہ بہت ساری تعداد ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ نیک فطرتوں کی تعداد بڑھتی چلی جائے اور یہ باز آ جائیں ورنہ خدا کی تقدیر جب چاہتی ہے تو پھر اپنا کام کرتی ہے اور پھر کسی کو چھوڑتی نہیں۔" (خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 90-91)

۞ خطبہ جمعہ 28 مارچ 2008ء

پھر اپنے ایک اور خطبہ جمعہ فرمودہ 28 مارچ 2008ء حضور ایدہ اللہ نے نہ صرف اس کی اس ناپاک اور بیہودہ حرکت پر احتجاج فرمایا بلکہ قرآن میں بیان امن و آشتی کی تعلیم بہت کھول کر بیان فرمائی۔ آپ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آج جبکہ اسلام مخالف طاقتیں پھر سے سرگرم ہونے کی کوشش کر رہی ہیں، ایک ہی رفیق ہے جس کے ساتھ رہ کر ہم اپنی بچت کے سامان کر سکتے ہیں اور ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تشدد کی تعلیم کے حوالے سے حملے ہو رہے ہیں اور آج کے دن تو خاص طور پر دشمن اسلام کا بڑا گھٹیا اور ذلیل ارادہ ہے بلکہ یہ اس کا ارادہ تھا۔ تو آج 28/مارچ کو ہالینڈ کا جو ایم پی وِلڈر (Wilder) ہے اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ مَیں ایک فلم قرآن اور اسلام کے بارے میں جاری کروں گا لیکن اُس نے یہ فلم کل 27/مارچ کو ہی جاری کر دی ہے اور ایک چھوٹے ٹی وی چینل نے اس کا کچھ حصہ دیا بھی ہے، پھر انٹرنیٹ پر بھی اس نے دے دی ہے۔ جو بڑے ٹی وی چینل تھے انہوں نے تو اس کو لینے سے انکار کر دیا ہے۔ خدا کرے کہ ان لوگوں کو عقل آئی رہے اور وہ انکار ہی کرتے رہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ اس نے انٹرنیٹ پر اس کو جاری کیا ہے۔

جیسا کہ مَیں نے پچھلے خطبات میں بتایا تھا کہ اس نے کسی کے پوچھنے پر یہ اعتراض کیا تھا کہ سورۃ محمدؐ کی آیت 5

کہ فَإِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط حَتّٰى إِذَآ أَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوْا الْوَثَاقَ (محمد :5) پس جب تم ان لوگوں سے بھڑ جاؤ جنہوں نے کفر کیا تو گردنوں پر وار کرو یہاں تک کہ جب تم ان کا بکثرت خون بہا لو تو مضبوطی سے بندھن کسو۔

یہ اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں ہے۔ بہت پرانا اعتراض ہے، مَیں نے پہلے بھی یہ ذکر کیا تھا کہ جنگوں میں یہ لوگ کیا کچھ نہیں کرتے لیکن شرارت ہے اس لئے کہ اس آیت کا جو اگلا حصہ ہے وہ بیان نہیں کرتا کہ جب جنگ ختم ہو جائے تو احسان کرتے ہوئے یا فدیہ لے کر جن کو قیدی بنایا ہے ان کو چھوڑ دو۔ اصل میں تو یہ حکم اس لئے ہے کہ اسلام اس قدر نرمی اور دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے کہ تعلیم کا یہ حصہ بتانا بھی ضروری تھا اور یہی کامل تعلیم کا کمال ہے کہ حالات کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ نہ تو اتنی سختی سے بدلے کا حکم ہے کہ ہر بات کا بدلہ دیا جائے اور انسانوں سے جانوروں جیسا سلوک کیا جائے۔ نہ ہی اتنی نرمی کا حکم ہے کہ اگر ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دو۔ جس پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اور اس تعلیم کو ماننے والے سب سے زیادہ بدلے لیتے ہیں۔ یہ ولڈر (Wilder) جو اس تعلیم کا پیروکار ہے، اس کو اپنے گریبان میں بھی کچھ جھانکنا چاہئے کہ وہ کس حد تک اپنی تعلیم پر عمل کر رہا ہے۔

درود شریف پڑھنے کی ہدایت

پس جب تک درود پر توجہ رہے گی تو اس برکت سے جماعت کی ترقی اور خلافت سے تعلق اور اس کی حفاظت کا انتظام رہے گا۔ لیکن اس وقت جو مَیں نے کہا ہے اور خاص طور پر توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ اس وقت خاص طور پر اس حوالے سے درود پڑھیں کہ آج دشمن، قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی یہ کوشش سوائے اس کے بدانجام کے اس کو کوئی بھی نتیجہ نہیں دلا سکتی۔ لیکن اس کی اس مذموم کوشش کے نتیجہ میں ہم احمدی یہ عہد کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کروڑوں اور اربوں دفعہ درود بھیجیں۔ جماعت جب من حیث الجماعت دُرود بھیجتی ہے یا ایک وقت میں بھیجے گی تو اس کی تعداد کروڑوں تک پہنچ جائے گی اور نہ صرف آج بلکہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی توجہ سے ہم آپؐ پر دُرود بھیجتے چلے جائیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے اور اس دُرود کو قبول فرمائے جس کے پڑھنے کا خود اس نے حکم دیا ہے اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی روشنی اور چمک دمک پہلے سے بڑھ کر دنیا پر ظاہر ہو۔

پس آج جب دشمن اپنی دریدہ دہنی اور بدارادوں میں تمام حدیں پھلانگ رہا ہے تو ہم بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اسوہ پر عمل کرتے ہوئے کہ ؎

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگیں کہ وہ ہمیں اس درود کا حق ادا کرنے کی توفیق دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو قرآن کریم کی تعلیم کو روشن تر کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق دے۔ اپنے آپ کو ہم اس رفیقِ اعلیٰ میں جذب کرنے والے بن جائیں جو اپنے ساتھیوں کو نہ صرف نقصان سے بچاتا ہے بلکہ ترقیات سے نوازتا ہے۔ پس کیونکہ یہ زمانہ اور آئندہ آنے والا تا قیامت کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم یہ دعا کریں کہ اے اللہ! آخری فتح تو یقیناً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے لیکن ہماری دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اسے ہمارے زمانے میں لے آ۔

ہالینڈ کے احمدیوں کو نصیحت

ہالینڈ کی جماعت کو اس شخص ولڈرز (Wilders) ایم پی پر یہ بات واضح کر دینی چاہئے کہ بے شک ہم قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے اور نہ ہی کبھی ہم قانون اپنے ہاتھ میں لے کر تم سے بدلہ لیں گے۔ لیکن ہم اُس خدا کو ماننے والے ہیں جو حد سے بڑھے ہوؤں کو پکڑتا ہے۔ اگر اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس کی پکڑ کے نیچے آ سکتے ہو۔ پس خدا کا خوف کرتے ہوئے اپنی حالت کو بدلو۔ بے شک ہم تو خدا کے ماننے والے ہیں، اس خدا کے ماننے والے ہیں جو رفیق ہے اور اس صفت کے تحت وہ مہربانی کرنے والا بھی ہے، ہمدردی کرنے والا بھی ہے، رحم کرنے والا بھی ہے، نقصان سے بچانے والا بھی ہے اور امن سے رکھنے والا بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں رنگین ہونے کی کوشش کرتے ہوئے ہم تمہاری ہمدردی اور تمہیں بچانے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ اپنی حالت بدلو۔ یہ ایک آخری کوشش ہے۔ اس کے بعد اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ کے حکم کے تحت ہم معاملہ خدا پر چھوڑتے ہیں اور وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عزت و توقیر قائم کرنا جانتا ہے اور خوب جانتا ہے۔" (خطباتِ مسرور جلد 6 صفحہ 134-137)

۞ خطبہ جمعہ 14 اکتوبر 2011ء

ولڈرز کو ایک بار پھر انتباہ

حضور نے خطبہ جمعہ 14 اکتوبر 2011ء میں ایک بار پھر ولڈرز کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"پس ہالینڈ کی جماعت بھی جو گو چھوٹی سی جماعت ہے اپنی اس ذمہ داری کو سمجھے۔ چند ایک کے کام کرنے سے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ہالینڈ میں رہنے والے ہر احمدی کو اپنے ماحول میں اس اہم کام کو کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ یہ ہالینڈ ہی ہے جس میں وہ بدقسمت شخص بھی رہتا ہے جو اپنی سیاست چمکانے کے لئے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دریدہ دہنی میں بڑھتا چلا جا رہا ہے، دشمنی اور مخالفت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس حد تک بغض و عناد میں بڑھ گیا ہے کہ اسلام کے نام پر اُس کے منہ سے غصہ میں جھاگیں نکلنے لگتی ہیں۔ گزشتہ دنوں جب کسی مسلمان تنظیم نے دہشت گردی کے عمل کی شدت سے مذمت کی تو اس ظالم نے جس کا نام ویل گلڈر ہے یہ اعلان کیا کہ یہ کافی

نہیں ہے، ہم اُس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم یہ نہیں کہتے کہ اسلام مذہب ہی ایسا ہے جو شدت پسندی کی تعلیم دیتا ہے، جھوٹا ہے اور خدا کی طرف سے نہیں ہے اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ جب تک تم یہ اعلان نہیں کرتے ہم کسی قسم کی معذرت ماننے کو تیار نہیں۔ یہ اُس کے ارادے ہیں۔ پس یہ پیغام ہم نے اسے دینا ہے کہ اے ظالم شخص! سن لو کہ تم، تمہاری پارٹی اور تم جیسا ہر شخص تو فنا ہو گا لیکن اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت دنیا میں رہنے کے لئے آئے ہیں اور رہیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت چاہے وہ کتنے بڑے فرعون اور دشمنِ اسلام کی ہو، اسلام کو نہیں مٹا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اُس جری اللہ کو بھیجا ہے جس نے تم جیسے دشمنوں کی انتہائی دشمنی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مدد سے اسلام کو دنیا پر غالب کرنا ہے۔ اور ہر احمدی جو اس جری اللہ کی بیعت میں شامل ہے اس بات کا علم رکھتا ہے اور یہ عہد بھی کرتا ہے کہ ہم اپنی جان، مال، وقت قربان کر کے اس مقصد کو حاصل کر کے رہیں گے، انشاء اللہ۔

اس گھٹیا انسان کی خاک کے ذرے بھی نظر نہیں آئیں گے

پس یہ ہے وہ پیغام جو آج آپ لوگ اس ملک میں رہ رہے ہیں۔ آپ نے یہاں کے ہر باشندے تک پہنچانا ہے۔ اور دنیا میں بسنے والا ہر احمدی جو ہے، اُس کے لئے بھی یہی پیغام ہے جو دنیا کو دینا ہے۔ بیشک یہ سیاستدان، یہ اسلام کا بدترین دشمن حکومت میں سیٹیں جیتتا چلا جائے، پہلے سے زیادہ سیٹیں بھی لے لے لیکن آپ دنیا کو یہ بتا دیں کہ اس کی جو یہ حرکتیں ہیں یہ خدا تعالیٰ کے ہاتھوں اس کی ہلاکت کے سامان کریں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے رسول کی لاج رکھی ہے، اُس کے ناموس کی حفاظت کی ہے، آج بھی کرے گا انشاء اللہ۔ ہم کوئی طاقت نہیں رکھتے، نہ ہم کوئی دنیاوی حربہ استعمال کریں گے لیکن جن کے دل زخمی کئے جائیں اُن کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیتی ہیں اور یہاں تو پھر سوال اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ کا ہے۔ یہاں تو ہماری دعاؤں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی غیرت خود وہ کام دکھائے گی کہ ایسے گھٹیا لوگوں کی خاک کے ذرّے بھی نظر نہیں آئیں گے۔ ہالینڈ میں یہ نہیں کہ سب ایسے ہی ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو شریفانہ خیال بھی رکھتے ہیں۔ اس بد بخت کی باتوں کو رَد کرتے ہیں۔ تبھی تو اس بد بخت پر یہاں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ لگتا ہے یہ بھی سیاست کی نظر ہو گیا۔ لیکن ایسے شرفاء ضرور اس ملک میں ہیں جو اس کے اس قسم کے خیالات اور فعل سے بیزار ہیں۔ پس ایسے لوگوں کی تلاش کر کے اُنہیں اسلام کا خوبصورت پیغام پہنچائیں۔ دنیا میں امن، محبت، بھائی چارے کو قائم کرنے والوں کی تلاش کریں اور پھر انہیں دنیا میں فساد پیدا کرنے والوں سے ہوشیار کریں۔ ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے والے اور ایک دوسرے کے مذہب کی عزت کرنے والوں کو جمع کر کے دنیا میں امن قائم کرنے کی مہم چلائیں۔ دنیا کو بتائیں کہ آج اسلام ان سب سے زیادہ اس امر کی تعلیم دیتا ہے کہ ایک دوسرے کی عزت کرو۔ یہاں تک کہ شرک جو خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے، ان

شرک کرنے والوں کا بھی خیال رکھ کر یہ تعلیم دیتا ہے کہ ان کے بتوں کو بھی برا نہ کہو کہ جواب میں وہ خدا کے متعلق باتیں کریں گے اور ملک میں فساد پھیلے گا۔

ہالینڈ کے احمدیوں کی ذمہ داری

پس آج ہالینڈ کے احمدیوں کو اپنی کوششوں کو تیز کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ آج اگر آپ نے اپنی ذمہ داری کا صحیح احساس کیا ہوتا جیسا کہ مَیں بہت عرصے سے توجہ بھی دلا رہا ہوں تو المیرے میں جہاں آپ مسجد بنانا چاہتے تھے، حکومت مسجد کی زمین دے کر پھر واپس نہ لیتی۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ دشمنِ اسلام کا علاقہ ہے اس کا وہاں زور ہے لیکن پھر بھی اس شہر میں بہت سے شرفاء ہیں جو آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ پس اپنی کوشش کو پہلے سے زیادہ مربوط، مضبوط اور تیز کرنے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہمارے کوئی کام دعاؤں کے بغیر نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔ یہاں مَیں یہ بھی کہوں گا کہ ملک کی ملکہ کے لئے بھی دعا کریں کیونکہ ایک طبقہ ملکہ کے پیچھے بھی اس لئے پڑ گیا ہے کہ ملکہ مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کے ظالمانہ سلوک سے روکتی ہے اور مسلمانوں کو بھی ملک کا شہری سمجھتے ہوئے اُن کے حقوق اور جذبات کا خیال رکھنے کے لئے کہتی ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے تو حکم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے چکاؤ۔ پس ملکہ کے لئے دعا کریں کہ اُس کے خلاف ہر قسم کی سازش ناکام ہو اور اللہ تعالیٰ اُس کا سینہ بھی کھولے اور اسی طرح اس ملک کے لوگوں کا بھی کھولے کہ وہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو سمجھنے والے ہوں۔

اسلام کی صحیح تصویر پیش کریں

پس ہم نے انصاف کے قیام اور اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔ اس لئے کہ ہم اُس جری اللہ کو ماننے والے ہیں جس نے اسلام کی برتری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دنیا سے منوانا ہے، اُن کے قدموں میں لا کر رکھنا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے جنہوں نے برصغیر میں باطل کی یلغار کو روکا۔ برصغیر کے مسلمان چاہے مانیں یا نہ مانیں، آپؑ ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو شرک کی جھولی میں گرنے سے بچایا۔ آپ ہی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ پھر افریقہ میں ہمارے مبلغین نے اسلام کی تبلیغ کر کے تثلیث کے قائل لوگوں کو توحید پر قائم کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا بنا دیا۔ جلسوں پر افریقن احمدیوں کو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" کی خوبصورت آواز میں ورد کرتے ہوئے ہم سنتے ہیں، اِن میں سے اکثریت عیسائیت سے ہی اسلام میں آئی ہوئی ہے۔ غانا میں تو اکثریت عیسائیت میں سے آئی ہے۔ پس یہ وہ کام ہے جو آج جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھ کر دنیا میں کر رہی ہے۔ آج آپؑ سے جدا ہو کر اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہی

نہیں جا سکتی کیونکہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے وہ مہدی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت لے کر آئے ہیں جنہوں نے اس زمانے میں دنیا کی ہدایت کا کام کرنا تھا۔ آپ ہی وہ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ مقامِ محمدیت کے منوانے کے لئے قربان کر دیا۔ آپؑ کے دل میں جو عشقِ رسول تھا اُس کا اندازہ آپ کی تحریرات سے ہو سکتا ہے..... پس کیا اس طرح عشقِ محمد اور مقامِ محمدیت اور غیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کرنے والا آج اس زمانے میں ہمیں کوئی نظر آتا ہے؟ سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کوئی نظر نہیں آئے گا۔ روئے زمین پر تلاش کر لیں، ایسا عاشقِ صادق دنیا کو کہیں ڈھونڈے سے نہیں ملے گا۔ لیکن مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کی بدقسمتی ہے کہ پھر بھی نہ صرف اس عاشقِ رسولؐ کا انکار کر رہے ہیں بلکہ ظالمانہ طور پر آپ کو بیہودہ گوئیوں اور گالیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔" (خطبات مسرور جلد 9 صفحہ نمبر 512 تا 515)

خطبہ جمعہ 9 دسمبر 2011ء

قرآن، اسلام اور بانی اسلامؐ کے خلاف یہ اتنی بڑی ناپاک جسارت تھی جو ولڈرز نے کی کہ اس کی اس دریدہ دہنی پر امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کو بار بار دنیا کو مخاطب کرنا پڑا اور اسلامی تعلیم کو اجاگر کرنے کی ضرورت محسوس کی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2011ء کے اخیر میں یورپ کے دورہ سے واپسی پر 9 دسمبر 2011ء کے خطبہ جمعہ میں دنیا میں اسلام مخالف قوتوں کا ذکر فرمایا۔ جس میں ولڈرز کی اس ناپاک اور گندی حرکت کا ذکر کر کے بعض اقدام اٹھانے کا ذکر بھی شامل ہے۔ آپ نے پریس ریلیز کے حوالہ سے فرمایا"۔

ایک دفعہ پھر ولڈرز کو انتباہ اور ایک پریس ریلیز

"مغربی ممالک کی یہ عمومی خوبی ہے کہ ہر ایک کو قانون کے سامنے ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے یہاں اگر ہمارے کام میں کوئی روک ڈالتا ہے تو ہمیں قانون کی مدد لینی چاہئے۔ یہاں ان کے قانون کی برتری کی ایک مثال بھی پیش کر دیتا ہوں۔

گزشتہ دنوں جب میں یورپ کے دورہ پر گیا تھا تو واپسی پر ایک جمعہ ہالینڈ میں بھی پڑھایا تھا اور وہاں میں نے وہاں کے ایک سیاستدان، ممبر آف پارلیمنٹ اور ایک پارٹی کے لیڈر جن کا نام غیرت ولڈرز ہے، کو یہ پیغام خطبہ میں دیا تھا کہ تم لوگ اسلام کے خلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو دریدہ دہنی میں بڑھے ہوئے ہو، گھٹیا قسم کی باتیں کر رہے ہو، دشمنی میں انتہا کی ہوئی ہے۔ اس چیز سے باز آؤ، نہیں تو اس خدا کی لاٹھی سے ڈرو جو بے آواز ہے جو اپنے وقت پر پھر تم جیسوں کو تباہ و برباد بھی کر دیا کرتی ہے۔ وہ خدا یہ طاقت رکھتا ہے کہ تم جیسوں کی پکڑ کرے۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے پاس طاقت تو کوئی نہیں، ہم دعاؤں سے تم جیسوں کا مقابلہ کریں گے۔ اس خطبہ کے خلاصے پر مشتمل پریس ریلیز جو ہمارا پریس سیکشن بھیجتا ہے، ان کے انچارج جب یہ ریلیز بنا کر میرے پاس لائے تو باقی چیزیں تو انہوں نے لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن یہ فقرہ نہیں لکھا تھا۔ پھر ان کو میں نے کہا کہ یہ فقرہ بھی ضرور لکھیں کہ

ہمارے پاس کوئی دنیاوی ہتھیار نہیں ہے۔یہی میں نے کہا تھا۔لیکن ہم دعا کرتے ہیں کہ تم اور تم جیسے جتنے ہیں وہ فنا ہو جائیں۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہمارا اپنے تمام مخالفین اور دشمنوں سے مقابلہ یا تو دلائل کے ساتھ ہے یا پھر سب سے بڑھ کر دعاؤں کے ساتھ۔بہر حال یہ پریس ریلیز جو تھی،یہ غیرت ولڈرز جو سیاستدان ہے اس نے بھی پڑھی اور انہوں نے اپنی حکومت کو خط لکھا اور حکومت سے،ہوم منسٹر سے چند سوال کئے۔جب یہ وہاں پریس میں آئے تو وہاں کی جماعت نے مجھے لکھا کہ اس طرح اس نے سوال کئے ہیں۔لگتا تھا کہ جماعت والوں کو تھوڑی سی گھبراہٹ ہے۔ اس پر میں نے انہیں کہا تھا کہ اگر ہوم آفس والے پوچھتے ہیں تو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے،پریشان بھی ہونے کی ضرورت نہیں۔کھل کر اپنا مؤقف بیان کریں۔بنیاد تو اس شخص نے خود قائم کی تھی جو غلط قسم کی حرکتیں کر رہا ہے۔جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط فلمیں بھی بنائی ہیں۔انتہائی سخت زبان اس نے استعمال کی تھی۔اسلام کو بدنام کیا تھا۔ہم نے تو اس کا جواب دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے نبی کی غیرت رکھنے والا ہے۔اور وہ پکڑ سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

بہر حال اس نے یہ سوال جو اپنی حکومت کو بھیجے تھے اس کے سوالوں کا کچھ دنوں کے بعد حکومت نے جواب بھی دیا اور یہ وہاں اخبار میں بھی آ گیا۔

ولڈرز نے پہلا سوال یہ کیا تھا کہ کیا یہ آرٹیکل کہ World muslim leader sends warning to Dutch politician - Geert Wilders عالمی مسلمان رہنماء کی ہالینڈ کے سیاستدان غیرت ولڈرز کو تنبیہ آپ یعنی وزارت داخلہ ہالینڈ کے علم میں ہے؟ تو وزیر داخلہ نے اس کو جواب دیا کہ ہاں مجھے علم ہے۔یہ آرٹیکل میں نے پڑھا ہے۔

پھر اگلا سوال اس کا یہ تھا (میرا نام لیا تھا) کہ مرزا مسرور احمد نے یہ کہا کہ تم سن لو تمہاری پارٹی اور تمہارے جیسا ہر شخص بالآخر فنا ہو گا۔یہ ولڈرز نے منسٹر کو لکھا۔پھر آگے اس کی تشریح خود کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ اس مفسدانہ بیان پر وزارت داخلہ اسلامی تنظیم کے خلاف کیا قدم اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ ڈچ وزیر داخلہ نے جواب دیا کہ پریس ریلیز کے مطابق مرزا مسرور احمد نے کہا ہے کہ ایسے افراد اور گروہ کسی فساد یا دیگر سیکولر حربوں سے نہیں بلکہ صرف دعا کے ذریعے ہلاک ہوں گے۔اس بیان پر میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھتا جو کہ فساد کو ہوا دیتی ہو یا باعث فساد ہو۔اس لئے مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ میں احمدیہ مسلم جماعت کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں۔

پھر تیسرا سوال اس نے یہ کیا تھا کہ احمدیہ مسلم کمیونٹی ہالینڈ کا عالمگیر جماعت احمدیہ مسلمہ اور مسرور احمد سے کیا تعلق ہے؟ اس کا ڈچ وزیر نے جواب دیا کہ احمدیہ مسلم جماعت ہالینڈ عالمگیر جماعت احمدیہ مسلمہ کا ہی ایک حصہ ہے۔

تو یہ ہے ان کا جواب۔پس یہ ان لوگوں کی انصاف پسندی ہے۔ایک سیاستدان۔جو پارٹی کا لیڈر بھی ہے،ممبر آف پارلیمنٹ بھی ہے اور پھر ان کا اپنا ہم مذہب ہے،جب سوال اٹھاتا ہے تو اس کے سوالوں کا انصاف پر مبنی جواب

دیا جاتا ہے۔سنا ہے وِلڈرز صاحب اب جماعت کے بارے میں مزید تحقیق کر رہے ہیں کہ کسی طرح جماعت کے منفی پہلو حاصل کریں لیکن یہ مخالفین جتنا چاہیں زور لگا لیں۔یہ الٰہی جماعت ہے اور ہمیشہ وہی بات کرتی ہے جو حق ہو اور صداقت ہو اور اس میں سے یہی کچھ ان کو نظر آئے گا۔" (خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 607-609)

ہالینڈ میں ایک اور شرارت

Women Embracing Islam کتاب کے ذریعہ اسلام پر حملہ۔ جماعت احمدیہ کا دفاع اور حضرت خلیفۃ المسیح کا خطبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 7 مارچ 2008ء کے خطبہ میں اسلام کے خلاف ایک اور شرارت کا ذکر فرمایا۔جس میں ہالینڈ میں شائع ہونے والی کتاب Women Embracing Islam میں درج اسلام مخالفانہ جملوں کا ذکر فرما کر اس کی تفصیل بیان فرمائی۔آپ نے فرمایا:

عورتوں کی اسلام میں گہری دلچسپی

"اس سے پہلے میں ایک کتاب کے حوالے سے ذکر کرنا چاہتا ہوں جو گزشتہ دنوں نظر سے گزری۔کتاب کا نام ہے Women Embracing Islam عورتیں اسلام قبول کر رہی ہیں،اور مختلف حوالے سے ذکر ہے کہ کیوں یہی صنف جو ہے وہ اسلام قبول کر رہی ہے۔یہ کتاب کسی ایک مصنف کی نہیں ہے بلکہ کیرن وان نیو مین (KARIN VAN NIEUMAN) نے ایڈٹ (edit) کی ہے۔اصل میں تو یہ مختلف لوگوں کی تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ہالینڈ کے ایک شہر میں جس کا نام ہے نائے میخن (NIJMEGEN)۔اس کی ایک یونیورسٹی میں ایک کانفرنس ہوئی۔وہاں ریسرچ پیپرز یعنی تحقیقی مقالے پڑھے گئے۔2003ء میں یہ کانفرنس ہوئی تھی۔اس کو خاتون نے ایڈٹ کیا اور 2006ء میں ٹیکساس یونیورسٹی پریس نے اس کی اشاعت کی۔اس کتاب میں جیسا کہ میں نے کہا مختلف لوگوں کے حوالے سے باتیں ہیں۔ابتداء اس کی اس طرح ہوتی ہے کہ مذہب میں گزشتہ چند دہائیوں سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔اور پھر لکھتے ہیں کہ 11 ستمبر 2001ء کے بعد دنیا کی اسلام میں واضح دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔لکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا عمومی تاثر ہے کہ جو اسلام مخالف مغربی عیسائی ہیں کہ لوگوں میں یہ دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔یا ان لوگوں کا بھی تاثر ہے جو خدا کو نہیں مانتے۔لکھنے والا یہ لکھتا ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں چاہے یہ اسلام کے قبول کرنے والے کے ذہن میں ہو یا نہ ہو لیکن سمجھا یہی جاتا ہے کہ اس کی مذہب سے زیادہ سیاسی وجوہات ہیں۔بہر حال یہ ان کی سوچ ہے اور ظاہر ہے کہ جب سیاسی وجوہات سمجھی جائیں گی تو اس کو روکنے کے لئے مذہب کی آڑ میں

سیاسی اور سیاست کی آڑ میں مذہبی طاقتیں کام کریں گی۔

امریکہ میں پہلے احمدی مشنری کی آمد کا مقصد صرف اسلام مخالف حملوں کو روکنا تھا

ایک دلچسپ بات اس میں یہ لکھی ہے کہ پہلا مشنری جو امریکہ آیا وہ احمدی تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ اصل میں یہ مشنری امریکہ میں اسی ردِعمل کے طور پر آیا تھا یا اس حملے کو روکنا اس کا مقصد تھا جو عیسائی مشنری تبلیغ کا کام کرکے ہندوستان میں کر رہے تھے۔ اپنے پاس سے انہوں نے یہ بات بھی گھڑ لی کہ اس کا بنیادی مقصد امریکہ میں ایسا ماحول پیدا کرنا تھا جو مسلمان مہاجرین کے لئے سازگار ہو۔ اور اس کے لئے انہوں نے یعنی احمدیوں نے سفید فام امریکن کو کنورٹ (Convert) کرنے کی کوشش کی، اسلام میں لانے کی کوشش کی لیکن کہتے ہیں کہ چند ایک کو اپنے میں شامل کر سکے۔ پھر آگے لکھتے ہیں: لیکن جن مسلمان مہاجرین کو یہ احمدی امریکہ میں آباد کرنے کی سوچ رہے تھے تا کہ ان کی تعداد بڑھے، انہوں نے احمدیوں کو دائرہ اسلام سے باہر کرتے ہوئے رد کر دیا اور آخر احمدیوں نے سوچا کہ ان کی کوششیں تب بارآور ہو سکتی ہیں جب یہ افرو امریکن میں تبلیغ کریں اور انہیں بتائیں کہ تمہاری ایک پہچان ہے جو مسلمان ہو کر ہی مل سکتی ہے۔ مزید یہ کہ تمہاری جڑیں مسلمانوں میں ہیں۔ تمہیں ان لوگوں نے، عیسائیوں نے زبردستی عیسائی بنالیا ہے اور پھر ظلم بھی کیا ہے۔ برابری کا حق اگر تم لینا چاہتے ہو تو یہ صرف تمہیں اسلام میں مل سکتا ہے۔ اور اس طرح افریقن امریکن اور افریقن مسلمان ایک طاقت بن سکتے ہیں اگر یہ مسلمان ہو جائیں۔ یہ احمدیوں نے تبلیغ کی۔ اور احمدیوں کے اس طرز سے دوسرے مسلمان گروپوں نے بھی فائدہ اٹھایا اور اس ذریعہ سے بڑی تیزی سے اسلام افرو امریکن میں پھیلا، یا ابھی تک پھیل رہا ہے۔ دوسری بڑی تعداد اسلام لانے میں سفید فام امریکن عورتوں کی ہے۔ بہرحال جماعت کے متعلق تو توڑ مروڑ کر باتیں پیش کرنے سے ہی پتہ لگ جاتا ہے کہ واضح طور پر بیان نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ جس طرح یہاں بیان کیا گیا ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ معلومات بہرحال ان کے پاس مکمل ہیں لیکن بیان ٹھیک نہیں۔ اسی کتاب میں پھر ایک جگہ نئے شامل ہونے والوں میں سے ایک سفید فام عورت کو پوچھا گیا کہ کیوں مسلمان ہوئی تھی؟ تو اس نے یہ جواب دیا کہ مسلمان ہوتے ہوئے کلمہ پڑھ لو تو انسان اس کے بعد اس طرح معصوم ہو جاتا ہے جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ۔ اور پھر جنت کا تصور ہے کہ اگلے جہاں میں گناہ بخشے جائیں گے۔ تو یہ باتیں کہ کلمہ پڑھ کر انسان پاک ہو جاتا ہے اور گناہ بخشے جاتے ہیں، یہ بات کسی طرح بھی اسلام مخالف طبقے کو خاص طور پر مغرب میں برداشت نہیں ہو سکتی۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک طبقے میں یہ سوال اٹھنا شروع ہو گیا ہے کہ کفارہ کا جو نظریہ ہے وہ غلط ہے۔ اپنے گناہوں کی فکر کرنے والے یہ سوچ سکتے ہیں کہ انسان معصوم ہو جاتا ہے اور اگلے جہان میں جنت دوزخ کا سوال ہے، جزا سزا کا سوال ہے اور یہ عیسائیت کے ایک بنیادی دعوے کا رد ہے جو کسی صورت میں بھی ان لوگوں کو برداشت نہیں ہو سکتا۔

بہرحال یہ بہت ہی سوچی سمجھی سکیم کے تحت اسلام پر حملے ہیں۔ ایک آدھ بات میں نے مختصراً بیان کر دی ہے۔

کیونکہ یہ مختلف پیپرز ہیں، مقالے ہیں اور مقالوں کا مجموعہ ہے۔ اسلام کے بارے میں بیچ بیچ میں بعض اچھی باتیں بھی ظاہر کی گئی ہیں۔ لیکن جو بھی صورت حال ہو جب اس طرح اسلام کی طرف توجہ دلانے والے نتائج سامنے آئیں گے تو اسلام مخالف طاقتوں کا ایک منظم کوشش کے لئے جمع ہونا ضروری ہے اور ضروری تھا، جو وہ ہو گئیں۔"

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 98-99)

امن کا خلیفہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ یورپ میں بالخصوص ہالینڈ، ڈنمارک اور جرمنی میں دشمنان اسلام کی ان حرکتوں کے پیش نظر اسلام کی امن و آشتی کی تعلیم بیان فرماتے رہے۔ 2012ء میں ہالینڈ کے جلسہ سالانہ پر حضور انور نے ڈچ مہمانوں سے بھی خطاب فرمایا۔ جس میں معاشرہ میں امن کو قائم رکھنے کے لئے ایک دوسرے مذہب کو احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھنے کی درخواست کی۔ حضور کے اس پیغام کی الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا نے وسیع پیمانہ پر تشہیر کی اور ہالینڈ کے نیشنل اخبار Reformaterisch Dagblad نے "امن کا خلیفہ" کے عنوان سے Coverage دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ڈچ مہمانوں کے ساتھ اپنی گفتگو کی روئیداد خود ایک خطبہ جمعہ میں سنائی۔ جس سے آپ کے اس درد کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جو آپ کے دل میں اسلام مخالف کارروائیوں کی وجہ سے ہے۔ آپ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جس میں اسلام کی حسین تعلیم بیان نہ ہو۔ اپنے دورہ ہالینڈ 2012ء میں ڈچ مہمانوں کے ساتھ Sitting کرنے کا پہلے انکار کر دیا اس لئے کہ احمدیوں کے خاص تعلقات تو نہیں۔ چند ایک لوگ ہوں گے۔ مگر بعد میں اسے اس لئے قبول کر لیا کہ اسلام دشمن کارروائیوں کا جواب دینے کا موقع مل جائے گا۔ آپ اپنے 8 جون 2012ء کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

۞ خطبہ جمعہ 8 جون 2012ء

"جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ ہالینڈ کے جلسے میں بھی شمولیت کی۔ کافی سالوں کے بعد ان کے جلسے میں، مَیں نے شمولیت کی ہے۔ یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے، سفر پر روانہ ہونے سے پہلے امیر صاحب ہالینڈ کا، اُن کے جلسے میں شمولیت کے لئے خط آیا تھا کہ آپ آ رہے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ وہاں کے مقامی ڈچ لوگوں کے ساتھ بھی ایک تقریب ہو جائے۔ پہلے تو مَیں نے انکار کر دیا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مجھے خیال تھا کہ جماعت کے افراد کے پڑھے لکھے اور سنجیدہ طبقے سے اتنے زیادہ رابطے نہیں ہیں۔ پھر چند دن کے بعد مجھے خود ہی خیال آیا کہ یہ علاقہ جہاں ہمارا سینٹر ہے اور جہاں جلسہ منعقد ہوتا ہے، یہ اُس دشمنِ اسلام کے علاقے میں ہے جو آئے دن اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیہودہ گوئی کرتا رہتا ہے۔ اور یہ بڑا اچھا موقع ہے اگر اس علاقے میں سے کچھ سیاستدان

اور پڑھے لکھے لوگ، اخباری نمائندے ہمارے فنکشن میں شامل ہو جائیں۔ میرا خیال تھا کہ جماعت چھوٹی سی ہے اس لحاظ سے پندرہ بیس لوگوں کو تو یہ شامل کر ہی لیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوا سو سے زیادہ لوگ اس میں شامل ہوئے جن میں علاقے کے ممبر آف پارلیمنٹ بھی تھے، شہر کے میئر بھی تھے، سیاستدان بھی تھے، پڑھے لکھے لوگ بھی تھے اور حیران کن طور پر علاوہ چھوٹے اخباروں کے نیشنل اخبار کے نمائندے بھی تھے۔ ان کے سامنے اسلام کی خوبصورت تعلیم کے چند پہلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور قرآن کریم کی تعلیم کے حوالے سے پیش کئے۔ کیونکہ یہ جو وہاں کا اعتراض کرنے والا سیاستدان ہے ان چیزوں پر ہی وہ اعتراض کرتا ہے۔ وہاں کے میئر نے اور ایم پی نے بھی مختصر خطاب کیا اور مذہبی رواداری اور برداشت کی باتیں کیں۔ بعد میں جیسا کہ میں نے کہا، جب میں نے اسلام کی خوبصورت تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ پیش کیا تو ایم پی نے جو بعد میں مجھ سے باتیں کیں، اُس نے اسلام کی خوبصورت تعلیم سے کافی متاثر ہو کر اس کا ذکر کیا۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ میرے خیال میں ہالینڈ جماعت کے سیاستدانوں سے رابطے نہیں۔ ایم پی کی باتوں سے اس بات کا بھی اظہار ہوا اور تصدیق ہوگئی۔ کہنے لگے آپ لوگ سیاستدانوں اور پڑھے لکھے طبقے سے زیادہ سے زیادہ رابطے میں رہیں۔ اُن کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بتائیں اور پھر اخباروں اور ویب سائٹس پر بھی اس کا ذکر کریں۔ اس طرح انہوں نے نام لئے بغیر یہ اشارہ کیا کہ اگر یہ کارروائی آپ لوگ کریں گے تو وِلڈر (Wilder) جیسے اسلام دشمن لوگوں کے بھی منہ بند ہو جائیں گے اور عوام الناس کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم کا پتہ چلے گا......

پھر اخبارات نے بھی بڑے اچھے انداز میں اس فنکشن کی تفصیلات اور جو کچھ میں نے کہا تھا، وہ لکھیں۔ وہاں ملک کے دو بڑے نیشنل اخبارات کے نمائندے آئے ہوئے تھے۔ ایک نے تو میرے سے چند منٹ کا انٹرویو بھی لیا۔ وہاں جب وہ نمائندہ اخبار کا اپنے سوال ختم کر چکا، تو میں نے اُسے کہا کہ میرے پاس بھی ایک سوال ہے۔ یا میرے سوال یہ ہیں کہ یہ علاقہ جس میں نن سپیٹ ہے، ہمارا سینٹر، مرکز ہے۔ ہالینڈ میں یہ علاقہ بائبل بیلٹ کہلاتا ہے۔ دین کا علم رکھنے والے یہ لوگ ہیں۔ باقی ہالینڈ کی نسبت زیادہ تعداد چرچ جانے والوں کی ہے۔ حضرت عیسیٰ کی آمد اور آمدِ ثانی کے بھی تم لوگ منتظر ہو، اُس کی نشانیاں بھی تم لوگوں کے مطابق کچھ نہ کچھ ہیں اور تمہارے مطابق یہ وقت آ چکا ہے بلکہ گزر گیا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ تو نہیں آئے، جو آیا ہے جس کو ہم مسیح موعودؑ مانتے ہیں، اب اس کی آمد پر غور کرو۔ میری اس بات پر اُس کے چہرے پر ذرا سرخی آئی لیکن مسکرا کر چپ ہو گیا۔ اُس نے کچھ کہا نہیں۔ اس بات کے بعد میرا خیال تھا کہ وہ شاید ہمارے فنکشن کے بارے میں خبر نہ لگائے اور اگر لگائے گا بھی تو شاید صحیح حقائق پیش نہ کرے۔ لیکن اگلے دن میرے لئے بھی اور وہاں کی جماعت کے لئے بھی یہ بات حیران کن تھی کہ نہ صرف اُس نے خبر لگائی بلکہ اخبار کے پہلے صفحے پر، پورے پہلے صفحے پر میری تصویر بھی دے دی اور اندر بھی تقریباً ڈیڑھ صفحہ کی اس فنکشن کی خبر، تصویروں کے ساتھ شائع کی۔ اور جلسے کے حوالے سے بڑی تفصیلی باتیں کیں۔ اسلام کی تعلیم کے حوالے سے خبر دی۔

یہ اخبار وہاں کا نیشنل اخبار ہے جو لاکھوں کی تعداد میں پڑھا جاتا ہے۔ پس اس سے اسلام کی خوبصورت تعلیم اس ملک کے لوگوں میں بھی پہنچی۔

اس طرح جیسا کہ مَیں نے کہا ایک اور نیشنل اخبار ہے اُس نے بھی خبر دی۔ لوکل اخباروں نے بھی کوریج دی۔ ان کے چند حصے میں پیش کر دیتا ہوں۔ جو پہلا اخبار ہے ہالینڈ کا نیشنل اخبار ڈاگ بلاڈ Dagblad اس کا نام ہے، اُس نے پہلے تو یہ خبر شائع کی کہ "امن لانے والا خلیفہ"۔ اور اس کے بعد پھر میرے حوالے سے لکھا کہ حضرت عیسیٰ کی واپسی کے متعلق جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ وفات پا چکے ہیں اور واپس نہیں آئیں گے۔ حضرت مرزا غلام احمد کی آمد ہی عیسیٰ کی آمدِ ثانی ہے۔

.... وہاں دوسرا نیشنل اخبار ہے، تراؤ (Trouw)۔ اُس نے بھی یہی سرخی جمائی کہ خلیفہ آئے اور انتہاپسندی کی مذمت کی۔ پھر میرے حوالے سے لکھتا ہے اور بڑا موٹا اُس نے لکھا کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الزام نہ دیں" (اس دہشتگردی اور شدت پسندی کا)۔ پھر لکھا کہ جماعت احمدیہ کے عقائد کی رُو سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہیں۔ اُن کے پیروکار اُنہیں عیسیٰ کی آمد ثانی کے مظہر مانتے ہیں۔ احمدی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد عیسیٰ کی خصوصیات لئے ہوئے ہیں۔

اس طرح اسلام کا پیغام بھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد بھی ان لوگوں کے سامنے بڑے کھلے طور پر، واضح طور پر بیان ہو گیا۔

اسلام کا دفاع صرف جماعت احمدیہ کر سکتی ہے

آج اسلام کا دفاع اور غیروں پر دلائل کے ساتھ بھرپور حملہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ کر سکتی ہے ......

......پس اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے ماننے والوں کا ہی کام ہے کہ اسلام کی حقیقی اور خوبصورت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے منہ بند کرائیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 28 جون 2012ء)

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 582 تا 587)

کینیڈا میں عیسائی مشنری کا آنحضورؐ کی تضحیک اور قرآن پر ناپاک حملہ اور جماعت احمدیہ کا ردّعمل

مورخہ 29 فروری 2008ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اٹھنے والی تین آوازوں کا ذکر کر کے اس بارہ میں نہ صرف اسلامی تعلیم بیان فرمائی بلکہ

جماعت احمدیہ کا موقف جو اسلامی موقف تھا پیش فرما کر احباب جماعت کو دفاع میں بعض اقدام اٹھانے کی تلقین فرمائی۔ یہ تین ناپاک آوازیں یہ تھیں

1۔ڈینش کارٹون

2۔ولڈرز کی فتنہ فلم

3۔کینیڈین پادری کا قرآن پر حملہ۔

ان میں سے دو امور کا ذکر اپنے اپنے موقع پر ہو رہا ہے۔ یہاں ایک کینیڈین پادری کے قرآن پر ناپاک حملے پر جماعت احمدیہ کے مؤقف کا ذکر کرتے ہیں۔

عیسائی پادری کی کتاب سے اسلام کے خلاف کینہ وبغض جھلکتا ہے

"قرآن کریم پر حملہ کرتے ہوئے ایک کینیڈین عیسائی مشنری ڈان رچرڈسن (Don Richardson) نے ایک کتاب تین چار سال پہلے لکھی ہے جس کا نام ہے دی سیکرٹس آف قرآن (The Secrets of the Quran)۔ یہ بھی دل کے کینوں اور بغضوں سے بھری ہوئی کتاب ہے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات کا ترجمہ لکھ کر پھر تبصرہ کیا ہے اور ہوشیاری یہ کی ہے کہ چند ایک آیات لے کر ہر جگہ مختلف جو سات آٹھ ترجمے اس کو انگلش میں ملے وہ بیان کئے ہیں۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا جو ترجمہ قرآن ہے اس کا بھی کچھ حصہ لیا گیا ہے اور چوہدری صاحب کے ترجمہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ بائبل کے کرداروں کو عربی کی بجائے انگلش طرز پر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ طالوت کو بائبل کے لفظ کی بجائے عربی طرز پر لکھا ہے۔ یعنی طالوت کو طالوت ہی لکھا ہے اور نتیجہ اس کے بعد یہ نکالتا ہے کہ یہ اس لئے کیا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطیوں کو غیر عرب لوگوں سے چھپایا جائے۔ یہ تو ہمارے ترجمے کا طریق ہے۔ اگر یہ اتنا ہی ایماندار ہے تو جو Five Volume Commentary ہے اس میں Foot Notes دیئے گئے ہیں اس کو بھی دیکھتا۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا ترجمہ تو میں نہیں دیکھ سکا لیکن جو کمنٹری ہے اس میں سورۃ البقرہ میں جہاں یہ آیت، حضرت داؤد ؑ کے ضمن میں آتی ہے، وہاں نیچے Foot Notes میں بائبل کے جو الفاظ ہیں وہ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ کتاب پوری نہیں تھی کسی نے نوٹس بھیجے تھے اس لئے پورا تبصرہ تو نہیں ہو سکتا۔ بہرحال وہ کتاب میں نے منگوائی ہے۔ لیکن بظاہر اس سے جو بھی میں نے چند ایک صفحے دیکھے ہیں یا کچھ کچھ اس میں پیرے دیکھے ہیں، اسلام کے خلاف کینہ اور بغض صاف جھلکتا ہے۔ پھر ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ بہت سے آزاد خیال امریکن سمجھتے ہیں کہ 1.3 بلین (Billion) مسلمان جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں تو یقیناً اس میں پیغام صحیح اور سچا ہوگا۔ تبھی تو ایمان رکھتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ ان امریکنوں کی بھول ہے اسلام میں کوئی سچائی نہیں، قرآن میں کوئی سچائی نہیں ہے۔ پھر صدر بش کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے آگے لکھتا ہے کہ صدر بش اچھے آدمی ہیں لیکن بہت سے مغربی لوگوں کی طرح اسلام کے بارے میں بالکل لاعلم ہیں کیونکہ 9/11 کے بعد انہوں نے

کھلے عام دہشت گردوں کے خلاف جنگ کو کروسیڈ (Crusade) کا نام دے دیا تھا۔ مذہبی جنگ کا نام دے دیا تھا۔ یہ ان کی سادگی ہے اوران کے کسی مشیر نے ان کو مشورہ بھی نہیں دیا۔ خلاصہ آگے اس کا یہ بنتا ہے کہ بے شک یہ Crusade ہی سمجھتے لیکن کھلے عام نہ کہتے۔ کیونکہ اس سے پھر عیسائیت کا اس سے بُرا اثر پڑتا ہے۔

قرآنی تعلیم نے غالب آنا ہے

تو یہاں تک ان لوگوں کا اسلام کے خلاف اور قرآن کے خلاف بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے لیکن ان سب اسلام دشمنوں اور قرآن کے مخالفین کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہی وہ تعلیم ہے جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ اس نے غالب آنا ہے انشاء اللہ۔ یہ الٰہی تقدیر ہے اوراس کوان کے دجل یا طاقت یا روپیہ یا پیسہ روک نہیں سکتے۔

افسوس! مسلمان حکومتیں اپنے فعل سے اسلام کو کمزور کر رہی ہیں

لیکن افسوس ہوتا ہے بعض مسلمان حکومتوں پر بھی جو بظاہر مسلمان ہیں لیکن اپنے مقصد کو بھولی ہوئی ہیں، اپنی ظاہری شان و شوکت کی وجہ سے انجانے میں یا جان بوجھ کر اسلام کو کمزور کر رہی ہیں۔ صرف اس لئے کہ اپنی ظاہری شان وشوکت قائم رہے۔......

آنحضورؐ کی زندگی پراستہزاء کرنے والے اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے

......آپؐ کو تکلیف پہنچانے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک بھی ہمیشہ کے لئے ہے۔ کیا آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پراستہزاء کرنے والے یا قرآن کریم کی تعلیم کو نعوذ باللہ جھوٹا کہنے والے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ جائیں گے جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کی غیرت رکھتے ہوئے ہمیشہ کیا ہے اور کرتا ہے؟ آج بھی دشمنوں کے اس گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کرنے کے لئے اپنے کام بانٹے ہوئے ہیں۔ ان کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے تا کہ مختلف صورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن کریم کو تضحیک کا نشانہ بنایا جائے۔ کتابوں کے ذریعہ، اخباروں کے ذریعے، ٹی وی پروگراموں کے ذریعہ، اوراب جیسا کہ میں نے بتایا فلم کے ذریعہ سے یہ کوشش کی جارہی ہے۔ تو انہوں نے آج یہ کام تقسیم کئے ہوئے ہیں۔

یہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ قرآن کریم کی تعلیم جھوٹی ہے۔ کینیڈین پادری جس کا میں نے ذکر کیا ہے، اس کی کوشش اپنی کتاب میں یہی تھی اور یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ ان حرکتوں کی وجہ سے تم چھوڑے جاؤ گے۔ اس کے لئے تمہیں جوابدہ ہونا ہوگا۔ سزا کے لئے تیار ہونا ہوگا اگر اپنے رویے نہ بدلے۔ اور یہ سزا اللہ تعالیٰ کس طرح دے گا؟ وہ مالک ہے، اس کے اپنے طریقے ہیں۔ لیکن یہ اصولی بات ہے کہ وہ اپنے پیاروں کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ اپنی شریعت کے لئے غیرت رکھتا ہے اور غیرت دکھاتا ہے۔ پس ان کے جو یہ عمل ہیں بغیر سزا کے چھوڑے نہیں جائیں گے اور جب سزا کا وقت آئے گا تو کوئی جھوٹا خدا ان کو نہیں بچا سکتا۔

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 91 تا 97)

اسلام اور آنحضورؐ کی عزت بچانے کے لئے قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے اور سمجھنے، سمجھانے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے ایک ارشاد کہ "اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی" کی روشنی میں احمدیوں کو قرآن کریم کی سمجھ بوجھ کے ساتھ تلاوت کرنے، اس کے معنوں پر تدبر کرنے اور احکامات پر عمل کرنے کی ایسے وقت میں نصیحت فرمائی جبکہ یورپ میں اسلام کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا تھا۔ آپ 7 مارچ 2008ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

۞ خطبہ جمعہ 7 مارچ 2008ء

" گزشتہ خطبہ میں مَیں نے قرآن کریم کے حوالے سے بات کی تھی کہ کیوں مغرب میں اس قدر اسلام کے خلاف نفرت اور استہزاء کی فضا پیدا کی جارہی ہے اور یہ بھی بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اسلام کے غلبے کا بھی اور قرآن کریم کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے۔ پس اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جتنی بھی یہ کوشش چاہیں کرلیں ان کے یہ رکیک حملے نہ اسلام کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ اس کامل کتاب کے حسن کو ماند کرسکتے ہیں۔ ہاں ایسے لوگ جو سامنے آ کر حملے کررہے ہیں یا وہ جو پیچھے سے ان کی پشت پناہی کررہے ہیں ان کے اسلام کے خلاف بغض اور کینوں کے اظہار ہورہے ہیں۔ بہرحال یہ کام تو ان اسلام دشمنوں نے کرتے رہنا ہے اس لئے اس کی کوئی فکر نہیں کہ کیا کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اس کی یعنی قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ ہے۔

اسلام مخالفین کی نازیبا حرکتوں پر ہمارا ردعمل

لیکن جب ایسی حرکتیں ہوں اسلام مخالفین کی تو اس پر ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہئے۔ ایک احمدی مسلمان کو اپنے اندر کیا خصوصیات پیدا کرنی چاہئیں جس سے وہ دشمنوں کے حملے کے ردّ کے لئے تیار ہوسکے۔ اس فوج کا سپاہی بن سکے جس کے لئے اس نے زمانے کے امام سے عہد باندھا ہے۔ ان فضلوں کا وارث بن سکے جو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنے والوں کے لئے مقدر کئے ہوئے ہیں۔

اس بارے میں کچھ باتیں میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس خوبصورت تعلیم کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں اور آپؐ کے عاشق صادق نے اس پیغام کو ہم پر واضح کرتے ہوئے ہم سے کیا توقعات رکھی ہیں؟......

اللہ کی کتاب پڑھنے سے ہی اسلام کی عزت بچائی جاسکتی ہے

......پس یہ ایک اہم نکتہ ہے جسے ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں اس کتاب کو پڑھنے سے مخالفین کے منہ بند کئے جاسکتے ہیں اور یہی اسلام کی عزت بچانا ہے۔لیکن کیا صرف پڑھنا کافی ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ بڑے واضح ہیں کہ 'اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے' ۔یعنی قرآن کریم میں وہ دلائل ہیں جن سے اسلام کی عزت قائم ہوگی اور اُس جھوٹ کی جو مخالفین، اسلام پر افتراء کرتے ہیں، جڑیں اکھیڑی جائیں گی ۔اور یہی اصول ہے جس سے اسلام کی عزت بچائی جائے گی ۔جھوٹ کا خاتمہ اس وقت ہوگا جب ہمارے ہر عمل میں اس تعلیم کی چھاپ نظر آرہی ہوگی اور یہ چھاپ بھی اس وقت ہوگی جب ہم اس پر غور کرتے ہوئے با قاعدہ تلاوت کرنے والے بنیں گے.....

پس یہ توقعات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک احمدی سے ہیں ۔قرآن کریم کے تمام احکامات کی پیروی کی کوشش ہی ہے جو ہمیں نجات کی راہیں دکھانے والی ہے ۔اس کے لئے ایک لگن کے ساتھ، ایک تڑپ کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے ۔اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ تقویٰ کے راستوں کی تلاش ہم نے کرنی ہے اور اسی مقصد کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے تو پھر یہ تقویٰ انہی راستوں پر چل کر ہی ملے گا جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ چلے تھے ۔اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان کر دنیا میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہے اور ایک انقلاب لانا ہے تو سب سے پہلے ہمیں اپنی حالتوں میں انقلاب لانا ہوگا ۔اپنی نسلوں میں انقلاب لانا ہوگا ۔اپنے ماحول کو اس روشن تعلیم سے آگاہ کرنا ہوگا ۔اس تعلیم سے اور اس پر عمل کرتے ہوئے ان لوگوں کے منہ بند کرنے ہوں گے جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں ۔جن کو یہ فکر پڑ گئی ہے کہ اسلام کی طرف کیوں دنیا کی توجہ ہے ۔جس کی تحقیق کے لئے دنیا کے مختلف ممالک میں جائزہ کے لئے پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے ۔اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ یہ اسلام کی خوبیاں تلاش کرنے کے لئے ریسرچ ہو رہی ہے یا تحقیق ہو رہی ہے کہ خوبیاں کیا ہیں جس کی وجہ سے ہمیں اسلام کا حسن نظر آئے تو یہ غلط فہمی ہے ۔یہ تحقیق اس لئے ہے کہ ان طاقتوں اور حکومتوں کو ہوشیار کیا جائے جو اسلام کے خلاف ہیں کہ اس رجحان کو معمولی نہ سمجھو اور جو کارروائی کرنی ہے کرلو ۔جو ظاہری اور چھپے ہوئے وار کرنے ہیں کرلو اور اس کے لئے جو بھی حکمت عملی وضع کرنی ہے وہ ابھی کرلو، وقت ہے۔

ایک احمدی کی ذمہ داری تلاوت کا حق ادا کرنا ہے

پس ہر احمدی کی آج ذمہ داری ہے کہ اس عظیم صحیفہ الٰہی کی، اس قرآن کریم کی تلاوت کا حق ادا کریں ۔اپنے آپ کو بھی بچائیں اور دنیا کو بھی بچائیں ۔جن لوگوں کی اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے لیکن احمدی نہیں ہوئے ان میں سے بہت سوں نے آخر حقیقی اسلام اور حق کی تلاش میں احمدیت کی گود میں آنا ہے انشاءاللہ تعالیٰ ۔اس کے لئے ہر احمدی کو اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے ۔آج جب اسلام دشمن طاقتیں ہر قسم کے ہتھکنڈے اور اوچھے ہتھکنڈے استعمال

کرنے پر تلی ہوئی ہیں، بیہودگی کا ایک طوفان برپا کیا ہوا ہے تو ہمارا کام پہلے سے بڑھ کر اس الٰہی کلام کو پڑھنا ہے، اس کو سمجھنا ہے، اس پر غور کرنا ہے، فکر کرنا، تدبر کرنا ہے اور پہلے سے بڑھ کر اس کلام کے اتارنے والے خدا کے آگے جھکنا ہے تا کہ ان برکات کے حامل بنیں جو اس کلام میں پوشیدہ ہیں۔ (خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 98 تا 109)

امریکہ میں قرآن کو جلانے کی مذموم کوشش پر جماعت احمدیہ کا ردّعمل

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ 20 اگست 2010ء میں فرمایا:

"آج کل قرآنِ کریم اور اسلامی تعلیم کو بدنام کرنے کی ایک مذموم کوشش امریکہ کے ایک چرچ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ انہوں نے اپنا جو پروگرام بنایا ہے اس میں ایک ظالمانہ کام 11 ستمبر کو قرآنِ کریم کو جلانے کا بھی ہے جسے میڈیا نے ہر جگہ بیان کیا ہے۔ اس چرچ نے جو اعتراضات کئے ہیں وہ دس اعتراضات ہیں جو انتہائی لغو اور بودے اعتراضات ہیں۔ اعتراض کرنے ہوں تو ہم بائبل پر بہت سارے اعتراض کر سکتے ہیں لیکن ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ فساد پیدا کریں۔ ہاں علمی بحث ہے اور اعتراض کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔ علمی بحث ہم کرتے ہیں۔ لیکن کسی مسلمان کا یہ حق نہیں کہ ان باتوں کی وجہ سے کہ بائبل بعض باتیں کرتی ہے، بلکہ بعض جگہ توحید کی منکر ہے، تو اس بائبل کو جلانا شروع کر دیں؟ قرآنِ کریم تو شروع سے آخر تک توحید کی تعلیم دیتا ہے اور یہی کام ہم نے کرنا ہے۔ اور تمام انبیاء اسی مقصد کے لئے آئے ہیں۔ سب سے بڑھ کر قرآنِ کریم ہی ہے جس نے توحید کی تعلیم دی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ توحید ہی ہے جس کے بغیر کسی مذہب کی بنیاد ہی نہیں ہو سکتی۔ اور اس زمانہ میں جس جری اللہ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے اس نے اس تعلیم کو اس عظمت سے ظاہر فرمایا کہ جو بندے کو خدا بنانے والے تھے، انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ماننے والوں سے مذہبی بحث نہ کرو۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 428)

۞ اگست 2010ء میں ایک امریکی پادری نے قرآن کو جلانے کی ایک مذموم کوشش کی تھی مگر جماعت کی کوششوں کی وجہ سے یہ معاملہ دب گیا۔ اس کا ذکر حضور نے اپنے خطبہ جمعہ 20 اگست 2010ء میں کیا تھا جو اس سے قبل درج ہو گیا ہے۔ اب اس پادری نے قرآن کریم کو جلانے کی ناپاک حرکت کر دی۔ حضور نے فوراً اس پر اپنا ردّعمل ظاہر فرمایا اور جماعت احمدیہ امریکہ کو بعض اقدام اٹھانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ آپ نے 25 مارچ 2011ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"مخالفینِ اسلام کو اسلام، قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے دلوں کے بغض اور کینے

نکالنے کا اُبال اٹھتا رہتا ہے۔

گذشتہ دنوں پھر یہ خبر تھی اور بعض مسلمان ممالک میں اس خبر کا بڑا سخت ردّعمل ظاہر ہوا اور ہو رہا ہے۔ جب ایک بدفطرت امریکی پادری نے جس نے ستمبر 2010ء میں قرآنِ کریم کے بارہ میں بیہودہ گوئی اور دریدہ دہنی کی تھی اور قرآنِ کریم کو جلانے کی باتیں کی تھیں۔ اُس وقت تو وہ کسی دباؤ کے تحت یہ ظالمانہ کام نہیں کر سکا تھا۔ لیکن دو دن پہلے اُس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر قرآنِ کریم کو جلانے کی مذموم حرکت کی ہے۔ اور اپنی اس ناپاک حرکت کو جسٹیفائی (Justify) اس طرح کرتا ہے، یہ ڈھکوسلا اس نے بنایا ہے کہ ایک جیوری بنائی جس کے بارہ ممبر تھے اور اُس میں مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کے لئے فریق کے طور پر ایک مسجد کے امام کو بھی بلایا گیا کہ قرآنِ کریم کا دفاع کرو۔ اور چھ گھنٹے کے بعد جیوری نے فیصلہ کیا کہ نعوذباللہ قرآنِ کریم شدت پسندی اور دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے اس لئے اس کو جلایا جائے۔ خود ہی فریق ہیں اور خود ہی جج ہیں بلکہ کہنا چاہئے کہ خود ہی مجرم ہیں اور خود ہی منصف ہیں۔ بہر حال اس پادری کی امریکہ میں کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے کہ بہت ساری اُس کی following ہو، بہت سارے اُس کے پیچھے چلنے والے ہوں، ماننے والے ہوں۔ چند سو لوگ شاید اُس کے چرچ میں آنے والے ہیں۔ وہ سستی شہرت کے لئے یہ ظالمانہ حرکتیں کر رہا ہے۔ اخباروں اور میڈیا نے اس حرکت کو پھر اٹھایا ہے......

امریکہ کی جماعت کو مکمل اقدام اٹھانے کی ہدایت

امریکہ میں ہی اگر صحیح طور پر پروگرام بنا کر نمائش لگائی جاتی تو میڈیا جس کی آج کل توجہ اسلام کی طرف ہے اگر ایک طرف اس ظالم کی باتیں بیان کرتا ہے تو ہماری بھی بیان کرتا۔ گو امریکہ کی جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے امن کا پیغام پہنچانے کے لئے، جماعت کا پورا پیغام پہنچانے کے لئے لیف لیٹنگ (Leafletting) اور سیمینارز وغیرہ بڑے وسیع پیمانے پر کئے ہیں اور ایک اچھا کام ہوا ہے اس کو میڈیا میں کافی کوریج ملی ہے لیکن اس طرح کے کام نمائش وغیرہ کے اُس طرح نہیں ہوئے جس طرح ہونے چاہئے تھے۔ مومن کا کام ہے کہ ہر محاذ پر نظر رکھے۔ اگر باقاعدہ آرگنائز کر کے امریکہ میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی نمائشوں کا اہتمام ہو، چاہے ہال کرایہ پر لے کر کیا جائے کیونکہ بعض دفعہ جب مساجد میں نمائشیں ہوتی ہیں تو اسلام کے بارے میں کیونکہ غلط تاثر اتنا پیدا کر دیا گیا ہے کہ ایک خوف بلاوجہ کا پیدا ہو گیا ہے دنیا میں، تو بعض لوگ شامل نہیں ہوتے۔ تو اگر ہال وغیرہ کرائے پر لئے جائیں، اُس میں نمائش کی جائے، قرآنِ کریم کے تراجم رکھے جائیں، اُس کی خوبصورت تعلیم کے پوسٹر اور بینر بنا کے لگائے جائیں، خوبصورت قسم کا ڈسپلے ہو وہاں، تو لوگوں کی توجہ کھینچے گا یہ، میڈیا کی توجہ بھی اس طرف ہوگی۔ آج کل اسلام کی طرف توجہ ہوئی ہوئی ہے، بعض جائز باتیں بھی لکھ دیتے ہیں، جماعت کے بارہ میں جو بھی خبریں آتی ہیں اکثر صحیح بھی لکھ دیتے ہیں، تو نیت کیا ہے ان کی یہ خدا بہتر جانتا ہے لیکن بہر حال ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ سٹالوں کے

ذریعے اور عمومی نمائشوں میں بیشک ہم حصہ لیتے ہیں لیکن اس کی کوریج میڈیا پر نہیں ہوتی، کیونکہ وہاں اور بڑے بڑے سٹال لگائے ہوتے ہیں، لوگ آئے ہوتے ہیں، مختلف قسم کی توجہات ہوتی ہیں ترجیحات ہوتی ہیں، تو خاص طور پر ہم علیحدہ نمائش کریں گے، تو اس کا بہر حال زیادہ اثر ہوگا۔ ایک اہتمام سے علیحدہ انتظام ہو تو دنیا کو پتہ چلے گا کہ قرآنِ کریم کیا ہے؟ اور اس کی تعلیم کیا ہے؟

جہاد یا قتال کے خلاف دشمن بہت کچھ کہتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاتے کہ کن حالات میں اس کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے وہاں تو ساتھ ہی عیسائیوں اور یہودیوں اور دوسرے مذہب والوں کی حفاظت کی بھی بات کی ہے۔ صرف مسلمانوں کی حفاظت کی بات نہیں کی۔ پس یہ دجالی چالیں ہیں جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بعض حلقوں سے وقتاً فوقتاً چلائی جاتی ہیں۔ ہمیں ان کے عمل توڑ کی ضرورت ہے اور عمل توڑ کے لئے مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔ جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس کا حقیقی حق ادا کر سکتی ہے.....

احمدی کا پہلا کام اپنے عملوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنا

.....پس ہمارا کام یہ ہے کہ جب بھی ہم اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم پر دشمنوں کے غلیظ حملوں کو دیکھیں تو سب سے پہلے اپنے عملوں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں، پھر معاشرے میں اس خوبصورت تعلیم کا پرچار کریں اور اس کے لئے جو ذرائع بھی میسر ہیں انہیں استعمال کیا جائے۔"

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 139-147)

امریکہ میں ایک خبیث الطبع کی اسلام اور محمدؐ کے خلاف ایک فلم

2012ء میں اسلام کے خلاف ایک اور سازش نمایاں طور پر سامنے آئی جب ایک امریکن عیسائی نکولا بسیلے (Nakoula Basseley) نے قرآن کریم پر ایک فلم بناڈالی اور اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ اس موقع پر بھی ہمارے عاشق رسول پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ آپ نے فوراً ردعمل ظاہر فرمایا اور لگاتار دو خطبات میں نہ صرف اس کا رد فرمایا بلکہ اس طرح کی خبیثانہ حرکات کے سدباب کے لئے ایک جامع لائحہ عمل جماعت کے سامنے رکھا۔ آپ مورخہ 21 ستمبر 2012ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

"آجکل مسلم دنیا میں، اسلامی ممالک میں بھی اور دنیا کے مختلف ممالک میں رہنے والے مسلمانوں میں بھی اسلام دشمن عناصر کے انتہائی گھٹیا، گھناؤنے اور ظالمانہ فعل پر شدید غم و غصہ کی لہر دوڑی ہوئی ہے۔ اس غم و غصہ کے اظہار میں مسلمان یقیناً حق بجانب ہیں۔ مسلمان تو، چاہے وہ اس بات کا صحیح ادراک رکھتا ہے یا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی مقام کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کیلئے مرنے کٹنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

ہر مسلمان کا غم وغصہ ایک قدرتی بات ہے

دشمنانِ اسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بیہودہ اور لغو فلم بنائی ہے اور جس ظالمانہ طور پر اس فلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہانت کا اظہار کیا گیا ہے اس پر ہر مسلمان کا غم اور غصہ ایک قدرتی بات ہے۔

وہ محسنِ انسانیت، رحمت للعالمین اور اللہ تعالیٰ کا محبوب جس نے اپنی راتوں کو بھی مخلوق کے غم میں جگایا، جس نے اپنی جان کو مخلوق کو تباہ ہونے سے بچانے کے لئے اس درد کا اظہار کیا اور اس طرح غم میں اپنے آپ کو مبتلا کیا کہ عرش کے خدا نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تو ان لوگوں کے لئے کہ کیوں یہ اپنے پیدا کرنے والے ربّ کو نہیں پہچانتے، ہلاکت میں ڈال لے گا؟ اس عظیم محسنِ انسانیت کے بارے میں ایسی اہانت سے بھری ہوئی فلم پر یقیناً ایک مسلمان کا دل خون ہونا چاہئے تھا اور ہوا اور سب سے بڑھ کر ایک احمدی مسلمان کو تکلیف پہنچی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور غلام صادق کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ جس نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام کا اِدراک عطا فرمایا۔ پس ہمارے دل اس فعل پر چھلنی ہیں۔ ہمارے جگر کٹ رہے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ ان ظالموں سے بدلہ لے۔ اُنہیں وہ عبرت کا نشان بنا جو رہتی دنیا تک مثال بن جائے۔ ہمیں تو زمانے کے امام نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ادراک عطا فرمایا ہے کہ جنگل کے سانپوں اور جانوروں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خاتم الانبیاءؐ کی توہین کرنے والے اور اُس پر ضد کرتے چلے جانے والے سے ہم صلح نہیں کر سکتے.....

...اس زمانے میں اخباروں اور اشتہاروں کے ساتھ میڈیا کے دوسرے ذرائع کو بھی اس بیہودہ چیز میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ پس یہ لوگ جو اپنی ضد کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے مقابلہ کر رہے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اُس کی پکڑ میں آئیں گے۔ یہ ضد پر قائم ہیں اور ڈھٹائی سے اپنے ظالمانہ فعل کا اظہار کرتے چلے جا رہے ہیں۔

2006ء میں ڈنمارک میں بیہودہ تصاویر

2006ء میں جب ڈنمارک کے خبیث الطبع لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیہودہ تصویریں بنائی تھیں تو اُس وقت بھی مَیں نے جہاں جماعت کو صحیح ردّعمل دکھانے کی طرف توجہ دلائی تھی وہاں یہ بھی کہا تھا کہ یہ ظالم لوگ پہلے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس پر بس نہیں ہوگی۔ اس احتجاج وغیرہ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا جو اَب مسلمانوں کی طرف سے ہو رہا ہے بلکہ آئندہ بھی یہ لوگ ایسی حرکات کرتے رہیں گے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اُس سے بڑھ کر یہ بیہودگی اور ظلم پر اتر آئے ہیں اور اُس وقت سے آہستہ آہستہ اس طرف ان کا یہ طریق بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

یہ لوگ اپنی قوم کے بھی خیر خواہ نہیں

پس یہ ان کی اسلام کے مقابل پر ہزیمت اور شکست ہے جو ان کو آزادیٔ خیال کے نام پر بیہودگی پر آمادہ کر رہی

ہے۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یاد رکھیں کہ یہ لوگ اپنی قوم کے بھی خیر خواہ نہیں ہیں۔یہ بات ایک دن ان قوموں کے لوگوں پر بھی کھل جائے گی۔ان پر واضح ہو جائے گا کہ آج جو کچھ بیہودہ گوئیاں یہ کر رہے ہیں، وہ ان کی قوم کے لئے نقصان دہ ہے کہ یہ لوگ خودغرض اور ظالم ہیں۔ان کو صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے علاوہ کسی بات سے سروکار نہیں ہے۔

اس وقت تو آزادیٔ اظہار کے نام پر سیاستدان بھی اور دوسرا طبقہ بھی بعض جگہ کھل کر اور اکثر دبے الفاظ میں ان کے حق میں بھی بول رہا ہے اور بعض دفعہ مسلمانوں کے حق میں بھی بول رہا ہے۔لیکن یاد رکھیں کہ اب دنیا ایک ایسا گلوبل ویلیج (Global Village) بن چکی ہے کہ اگر کھل کر بُرائی کو بُرائی نہ کہا گیا تو یہ باتیں ان ملکوں کے امن و سکون کو بھی برباد کر دیں گی اور خدا کی لاٹھی جو چلتی ہے وہ علیحدہ ہے۔

جس رسول کی آپ ہتک کر رہے ہیں اسی نے غالب آنا ہے

امام الزمان کی یہ بات یاد رکھیں کہ ہر فتح آسمان سے آتی ہے اور آسمان نے یہ فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ جس رسول کی تم ہتک کرنے کی کوشش کر رہے ہو اُس نے دنیا پر غالب آنا ہے۔اور غالب، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، دلوں کو فتح کر کے آنا ہے۔کیونکہ پاک کلام کی تاثیر ہوتی ہے۔پاک کلام کو ضرورت نہیں ہے کہ شدت پسندی کا استعمال کیا جائے یا بیہودہ گوئی کا بیہودہ گوئی سے جواب دیا جائے۔اور یہ بدکلامی اور بدنوائی جو ان لوگوں نے شروع کی ہوئی ہے، یہ انشاءاللہ تعالیٰ جلد ختم ہو جائے گی۔اور پھر اس زندگی کے بعد ایسے لوگوں سے خدا تعالیٰ نبٹے گا

اس عظیم نبیؐ پر اللہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اُن کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تمہارا کام اس رسول پر درود اور سلام بھیجنا ہے۔ان لوگوں کی بیہودہ گوئیوں اور ظلموں اور استہزاء سے اُس عظیم نبی کی عزت و ناموس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔یہ تو ایسا عظیم نبی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔مومنوں کا کام ہے کہ اپنی زبانوں کو اس نبی پر درود سے تر رکھیں۔اور جب دشمن بیہودہ گوئی میں بڑھے تو پہلے سے بڑھ کر درود و سلام بھیجیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یہی درود ہے اور یہی نبی ہے جس کا دنیا میں غلبہ مقدر ہو چکا ہے۔

خوبصورت ردِّعمل، اپنی فضاؤں کو درود وسلام سے بھر دیں

پس جہاں ایک احمدی مسلمان اس بیہودہ گوئی پر کراہت اور غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے وہاں ان لوگوں کو بھی اور اپنے اپنے ملکوں کے اربابِ حل وعقد کو بھی ایک احمدی اس بیہودہ گوئی سے باز رہنے اور روکنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانی چاہئے۔ دنیاوی لحاظ سے ایک احمدی اپنی سی کوشش کرتا ہے کہ اس سازش کے خلاف دنیا کو اصل حقیقت سے آشنا کرے اور اصل حقیقت بتائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خوبصورت پہلو دکھائے۔ اپنے ہر عمل سے آپ کے خوبصورت اُسوہ حسنہ کا اظہار کر کے اور اسلام کی تعلیم اور آپ کے اسوہ حسنہ کی عملی تصویر بن کر دنیا کو دکھائے۔ ہاں ساتھ ہی یہ بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہ درود وسلام کی طرف بھی پہلے سے بڑھ کر توجہ دے۔ مرد، عورت، جوان، بوڑھا، بچہ اپنے ماحول کو، اپنی فضاؤں کو درود وسلام سے بھر دے۔ اپنے عمل کو اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ بنا دے۔ پس یہ خوبصورت ردِّعمل ہے جو ہم نے دکھانا ہے۔

باقی ان ظالموں کے انجام کے بارے میں خدا تعالیٰ نے دوسری آیت میں بتا دیا ہے کہ رسول کو اذیت پہنچانے والے یا اس زمانے میں حقیقی مومنوں کا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے تکلیف پہنچا کر چھلنی کرنے والوں سے خدا تعالیٰ خود نپٹ لے گا۔ ان لوگوں پر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس لعنت کی وجہ سے وہ اور زیادہ گندگی میں ڈوبتے چلے جائیں گے۔ اور مرنے کے بعد ایسے لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے رُسوا کن عذاب مقدر کیا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس یہ لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کی صورت میں اور مرنے کے بعد رُسوا کن عذاب کی صورت میں اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ جو دوسرے مسلمان ہیں، ان مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ ردِّعمل دکھانا چاہئے کہ درود شریف سے اپنے ملکوں، اپنے علاقوں، اپنے ماحول کی فضاؤں کو بھر دیں۔ یہ ردِّعمل ہے۔

اپنے ملکوں کی جائیدادوں کو آگ لگانے کا ردِّعمل بے فائدہ ہے

یہ ردِّعمل تو بے فائدہ ہے کہ اپنے ہی ملکوں میں اپنی ہی جائیدادوں کو آگ لگائی جائے یا اپنے ہی ملک کے شہریوں کو مارا جائے یا جلوس نکل رہے ہیں تو پولیس کو مجبوراً اپنے ہی شہریوں پر فائرنگ کرنی پڑے اور اپنے لوگ ہی مر رہے ہوں۔ اخبارات اور میڈیا کے ذریعے سے جو خبریں باہر آ رہی ہیں، اُن سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر شریف الطبع مغربی لوگوں نے بھی اس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور کراہت کا اظہار کیا ہے۔ وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں لیکن جن کی فطرت میں شرافت ہے انہوں نے امریکہ میں بھی اور یہاں بھی اس کو پسند نہیں کیا۔ لیکن جو لیڈرشپ ہے وہ ایک طرف تو یہ کہتی ہے کہ یہ غلط ہے اور دوسری طرف آزادی اظہار وخیال کو آڑ بنا کر اس کی تائید بھی کرتی ہے۔ یہ دوعملی نہیں چل سکتی۔

آزادی کے متعلق قانون کوئی آسمانی صحیفہ نہیں

آزادی کے متعلق قانون کوئی آسمانی صحیفہ نہیں ہے۔میں نے وہاں امریکہ میں سیاستدانوں کو تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ دنیا داروں کے بنائے ہوئے قانون میں سقم ہو سکتا ہے، غلطیاں ہو سکتی ہیں۔قانون بناتے ہوئے بعض پہلو نظروں سے اوجھل ہو سکتے ہیں کیونکہ انسان غیب کا علم نہیں رکھتا۔لیکن اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔اُس کے بنائے ہوئے قانون جو ہیں اُن میں کوئی سقم نہیں ہوتا۔پس اپنے قانون کو ایسا مکمل نہ سمجھیں کہ اس میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا،اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔آزادیٔ اظہار کا قانون تو ہے لیکن نہ کسی ملک کے قانون میں، نہ یو این او (UNO) کے چارٹر میں یہ قانون ہے کہ کسی شخص کو یہ آزادی نہیں ہو گی کہ دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرو۔یہ کہیں نہیں لکھا کہ دوسرے مذہب کے بزرگوں کا استہزاء کرنے کی اجازت نہیں ہو گی کہ اس سے دنیا کا امن برباد ہوتا ہے۔اس سے نفرتوں کے لاوے ابلتے ہیں۔اس سے قوموں اور مذہبوں کے درمیان خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔پس اگر قانون آزادی بنایا ہے تو ایک شخص کی آزادی کا قانون تو بیشک بنائیں لیکن دوسرے شخص کے جذبات سے کھیلنے کا قانون نہ بنائیں۔یو این او (UNO) بھی اس لئے نا کام ہو رہی ہے کہ یہ نا کام قانون بنا کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا کام کر لیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا قانون دیکھیں۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوسروں کے بتوں کو بھی برا نہ کہو کہ اس سے معاشرے کا امن برباد ہوتا ہے۔تم بتوں کو بُرا کہو گے تو وہ نہ جانتے ہوئے تمہارے سب طاقتوں والے خدا کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کریں گے جس سے تمہارے دلوں میں رنج پیدا ہو گا۔دلوں کی کدورتیں بڑھیں گی۔لڑائیاں اور جھگڑے ہوں گے۔ملک میں فساد برپا ہو گا۔پس یہ خوبصورت تعلیم ہے جو اسلام کا خدا دیتا ہے،اس دنیا کا خدا دیتا ہے،اس کائنات کا خدا دیتا ہے۔وہ خدا یہ تعلیم دیتا ہے جس نے کامل تعلیم کے ساتھ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی اصلاح کے لئے اور پیار و محبت قائم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا لقب دے کر تمام مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

پس دنیا کے پڑھے لکھے لوگ اور اربابِ حکومت اور سیاستدان سوچیں کہ کیا ان چند بیہودہ لوگوں کو سختی سے نہ دبا کر آپ لوگ بھی اس مفسدہ کا حصہ تو نہیں بن رہے۔دنیا کے عوام الناس سوچیں کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیل کر اور دنیا کے ان چند کیڑوں اور غلاظت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا کر آپ بھی دنیا کے امن کی بربادی میں حصہ دار تو نہیں بن رہے؟

ہم احمدی مسلمان دنیا کی خدمت کے لئے کوئی بھی دقیقہ نہیں چھوڑتے۔امریکہ میں خون کی ضرورت پڑی۔گزشتہ سال ہم احمدیوں نے بارہ ہزار بوتلیں جمع کر کے دیں۔اس سال پھر وہ جمع کر رہے ہیں۔آجکل یہ ڈرائیو (Drive) چل رہی تھی۔اُن کو میں نے کہا کہ ہم احمدی (مسلمان) تو زندگی دینے کے لئے اپنا خون دے رہے ہیں اور تم لوگ اپنی ان حرکتوں سے اور اُن حرکت کرنے والوں کی ہاں میں ہاں ملا کر ہمارے دل خون کر رہے ہو۔پس

ایک احمدی (مسلمان) کا اور حقیقی مسلمان کا یہ عمل ہے اور یہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ہم انصاف قائم کرنے والے ہیں اُن کے ایک طبقہ کا یہ عمل ہے۔

بعض ردّعمل غلط ہیں لیکن معصوم نبیوں کا استہزاء بہت بڑا گناہ ہے

مسلمانوں کو تو الزام دیا جاتا ہے کہ وہ غلط کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ بعض ردّ عمل غلط ہیں۔ توڑ پھوڑ کرنا، جلاؤ گھیراؤ کرنا، معصوم لوگوں کو قتل کرنا، سفارتکاروں کی حفاظت نہ کرنا، اُن کو قتل کرنا یا مارنا یہ سب غلط ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے معصوم نبیوں کا استہزاء اور دریدہ دہنی میں جو بڑھنا ہے، یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اب دیکھا دیکھی گزشتہ دنوں فرانس کے رسالہ کو بھی دوبارہ اُبال آیا ہے۔ اُس نے بھی پھر بیہودہ کارٹون شائع کئے ہیں جو پہلے سے بھی بڑھ کر بیہودہ ہیں۔ یہ دنیا دار دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ یہ دنیا ہی اُن کی تباہی کا سامان ہے۔

امن کے لئے دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام ضروری ہے

یہاں مَیں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ دنیا کے ایک بہت بڑے خطہ پر مسلمان حکومتیں قائم ہیں۔ دنیا کا بہت سا علاقہ مسلمان کے زیرِ نگیں ہے۔ بہت سے مسلمان ممالک کو خدا تعالیٰ نے قدرتی وسائل بھی عطا فرمائے ہیں۔ مسلمان ممالک یو این او (UNO) کا حصہ بھی ہیں۔ قرآنِ کریم جو مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے ماننے والے اور اس کو پڑھنے والے بھی ہیں تو پھر کیوں ہر سطح پر اس خوبصورت تعلیم کو دنیا پر ظاہر کرنے کی مسلمان حکومتوں نے کوشش نہیں کی۔ کیوں نہیں یہ کرتے؟ قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق کیوں دنیا کے سامنے یہ پیش نہیں کرتے کہ مذہبی جذبات سے کھیلنا اور انبیاء اللہ کی بے حرمتی کرنا یا اُس کی کوشش کرنا یہ بھی جرم ہے اور بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ اور دنیا کے امن کے لئے ضروری ہے کہ اس کو بھی یو این او کے امن چارٹر کا حصہ بنایا جائے کہ کوئی ممبر ملک اپنے کسی شہری کو اجازت نہیں دے گا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیلا جائے۔ آزادیٔ خیال کے نام پر دنیا کا امن برباد کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لیکن افسوس کہ اتنے عرصہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، کبھی مسلمان ملکوں کی مشترکہ ٹھوس کوشش نہیں ہوئی کہ تمام انبیاء، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر نبی کی عزت و ناموس کے لئے دنیا کو آگاہ کریں اور بین الاقوامی سطح پر اس کو تسلیم کروائیں۔ گو یو این او (UNO) کے باقی فیصلوں کی طرح اس پر بھی عمل نہیں ہوگا، پہلے کونسا امن چارٹر پر عمل ہو رہا ہے لیکن کم از کم ایک چیز ریکارڈ میں تو آ جائے گی۔ او آئی سی (OIC)، آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز جو ہے، یہ قائم تو ہے لیکن ان کے ذریعہ سے کبھی کوئی ٹھوس کوشش نہیں ہوئی جس سے دنیا میں مسلمانوں کا وقار قائم ہو۔ مسلمان ملکوں کے سیاستدان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر نہیں خیال تو دین کی عظمت کا خیال نہیں۔ اگر ہمارے لیڈروں کی طرف سے ٹھوس کوششیں ہوتیں تو عوام الناس کا یہ غلط ردّ عمل بھی ظاہر نہ ہوتا جو آج مثلاً پاکستان میں ہو رہا ہے یا دوسرے ملکوں میں ہوا ہے۔ اُن کو پتہ ہوتا کہ ہمارے لیڈر اس کام کے لئے مقرر ہیں اور وہ اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس قائم کرنے کے

لئےاورتمام انبیاء کی عزت وناموس قائم کرنے کے لئے دنیا کےفورم پراس طرح اُٹھیں گے کہ اس دنیا کوتسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ جو کہہ رہے ہیں سچ اور حق ہے۔

خداتعالیٰ کے حکموں پر چلنے سے بڑی طاقت بن سکتے ہیں

پھر مغربی ممالک میں اور دنیا کے ہر خطے میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو رہ رہی ہے۔مذہب کے لحاظ سے اور تعداد کے لحاظ سے دنیا میں مسلمان دوسری بڑی طاقت ہیں۔اگر یہ خداتعالیٰ کے حکموں پر چلنے والے ہوں تو ہر لحاظ سے سب سے بڑی طاقت بن سکتے ہیں اور اس صورت میں کبھی اسلام دشمن طاقتوں کو جرأت ہی نہیں ہوگی کہ ایسی دل آزار حرکتیں کرسکیں یا اس کا خیال بھی لائیں۔

بہر حال علاوہ مسلمان ممالک کے دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔یورپ میں ملینز (Millions) کی تعداد میں تو صرف ترک ہی آباد ہیں۔صرف پورے یورپ میں نہیں بلکہ یورپ کے ہر ملک میں ملینز کی تعداد میں آباد ہیں۔اسی طرح دوسری مسلمان قومیں یہاں آباد ہیں۔ایشیا سے مسلمان یہاں آئے ہوئے ہیں۔یوکے میں بھی آباد ہیں۔امریکہ میں بھی آباد ہیں۔کینیڈا میں آباد ہیں۔یورپ کے ہر خطے میں آباد ہیں۔اگر یہ سب فیصلہ کرلیں کہ اپنے ووٹ اُن سیاستدانوں کو دینے ہیں جو مذہبی رواداری کا اظہار کریں۔اور ان کا اظہار نہ صرف زبانی ہو بلکہ اُس کا عملی اظہار بھی ہورہا ہو اور وہ ایسے بیہودہ گوؤں کی، یا بیہودہ لغویات بکنے والوں یا فلمیں بنانے والوں کی مذمت کریں گے تو ان دنیاوی حکومتوں میں ہی ایک طبقہ کھل کر اس بیہودگی کے خلاف اظہار خیال کرنے والا مل جائے گا۔

پس مسلمان اگر اپنی اہمیت کو سمجھیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔وہ ملکوں کے اندر مذہبی جذبات کے احترام کے قانون بنوا سکتے ہیں۔لیکن بدقسمتی ہے کہ اس طرف توجہ نہیں ہے۔جماعت احمدیہ جو توجہ دلاتی ہے اُس کی مخالفت میں کمربستہ ہیں اور دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ مسلمان لیڈروں کو، سیاستدانوں کو اور علماء کو عقل دے کہ اپنی طاقت کو مضبوط کریں۔اپنی اہمیت کو پہچانیں۔اپنی تعلیم کی طرف توجہ دیں۔

فلم بنانے والوں کا اخلاقی معیار

یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہودہ اعتراض کرتے ہیں، الزامات لگاتے ہیں اور جنہوں نے یہ فلم بنائی ہے یا اس میں کام کیا ہے ان کے اخلاقی معیار کا اندازہ تو میڈیا میں ان کے بارے میں جو معلومات ہیں اُن سے ہی ہوسکتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ کردار ایک قبطی عیسائی کا ہے جو امریکہ میں رہتا ہے، نکولا بسیلے (Nakoula Basseley Nakoula) یا اس طرح کا اس کا کوئی نام ہے یا سام بسیلے (Sam Bacile) کہلاتا ہے۔بہر حال اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی criminal background ہے۔مجرم ہے۔یہ فراڈ کی وجہ سے 2010ء میں جیل میں بھی رہ چکا ہے۔

دوسرا آدمی جس نے فلم ڈائریکٹ کی ہے، یہ پورنوگرافیز موویز کا ڈائریکٹر ہے۔اس میں جو اُوراِیکٹر شامل ہیں وہ سب پورنوگرافِکس موویز کے ایکٹر ہیں۔تو یہ ان کے اخلاق کے معیار ہیں۔اور پورنوگرافی کی جوحدود ہیں وہ تو آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔یہ لوگ کس گند میں ڈوبے ہوئے ہیں اوراعتراض اُس ہستی پر کرنے چلے ہیں جس کے اعلیٰ اخلاق اور پاکیزگی کی خدا تعالیٰ نے گواہی دی۔

یہ فلم بنانے والے خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے

پس یہ غلاظت کر کے انہوں نے یقیناً خدا تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دی ہے اور دے رہے ہیں ۔اسی طرح اس فلم کے سپانسر کرنے والے بھی خدا تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ان میں ایک وہ عیسائی پادری بھی شامل ہے جو مختلف وقتوں میں امریکہ میں اپنی سستی شہرت کیلئے قرآن وغیرہ جلانے کی بھی کوشش کرتا رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

یہ سب کچھ مسلمانوں کی اکائی اور لیڈر شپ نہ ہونے کی وجہ سے

میڈیا میں بعض نے مذمّت کرنے کی بھی کوشش کی ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے ردّعمل کی بھی مذمت کی ہے۔ ٹھیک ہے غلط ردّعمل کی مذمّت ہونی چاہئے لیکن یہ بھی دیکھیں کہ پہل کرنے والا کون ہے۔

بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کی اکائی اور لیڈر شپ نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔دین سے تو باوجود عشقِ رسولؐ کے دعویٰ کے یہ لوگ دُور ہٹے ہوئے ہیں۔دعویٰ تو بیشک ہے لیکن دین کا کوئی علم نہیں ہے۔دنیاوی لحاظ سے بھی کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔کسی مسلمان ملک نے پُرزور احتجاج نہیں کیا۔اگر کیا ہے تو اتنا کمزور کہ میڈیا نے اس کی کوئی اہمیت نہیں دی۔اور اگر مسلمانوں کے احتجاج پر کوئی خبر لگائی بھی ہے تو یہ کہ ایک اعشاریہ آٹھ بلین مسلمان بچوں کی طرح ردّعمل دکھا رہے ہیں۔جب کوئی سنبھالنے والا نہ ہو تو پھر اِدھر اُدھر پھرنے والے ہی ہوتے ہیں۔پھر ردّعمل بچوں جیسے ہی ہوتے ہیں۔اس لحاظ سے ایک طنز بھی کر دیا لیکن حقیقت بھی واضح کر دی۔اب بھی خدا کرے کہ مسلمانوں کو شرم آ جائے۔

یہ لوگ جن کے دین کی آنکھ تو اندھی ہے، جن کو انبیاء کے مقام کا پتہ ہی نہیں ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو بھی گرا کر خاموش رہتے ہیں، اُن کو تو مسلمانوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جذبات کا اظہار بچوں کی طرح کا ردّعمل نظر آئے گا۔لیکن بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ 2006ء میں بھی میں نے توجہ دلائی تھی کہ اس طرف توجہ کریں اور ایک ایسا ٹھوس لائحہ عمل بنائیں کہ آئندہ ایسی بیہودگی کی کسی کو جرأت نہ ہو۔کاش کہ مسلمان ملک یہ سن لیں اور جو اُن تک پہنچ سکتا ہے تو ہر احمدی کو پہنچانے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔چار دن کا احتجاج کر کے بیٹھ جانے سے تو یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

مسلمان وکلاء اکٹھے ہو کر پٹیشن کریں

پھر یہ تجویز بھی ایک جگہ سے آئی تھی، لوگ بھی مختلف تجویزیں دیتے رہتے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمان وکلاء جو ہیں یہ اکٹھے ہو کر پٹیشن (Petition) کریں۔ کاش کہ مسلمان وکلاء جو بین الاقوامی مقام رکھتے ہیں اس بارے میں سوچیں، اس کے امکانات پر یا ممکنات پر غور کریں کہ ہو بھی سکتا ہے کہ نہیں یا کوئی اَور راستہ نکالیں۔ کب تک ایسی بیہودگی کو ہوتا دیکھتے رہیں گے اور اپنے ملکوں میں احتجاج اور توڑ پھوڑ کر کے بیٹھ جائیں گے۔ اس کا اس مغربی دنیا پر تو کوئی اثر نہیں ہوگا یا اُن بنانے والوں پر تو کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اگر ان ملکوں میں معصوموں پر حملہ کریں گے یا تھریٹ (Threat) دیں گے یا مارنے کی کوشش کریں گے یا ایمبیسیز پر حملہ کریں گے تو یہ تو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اس صورت میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر خود اعتراض لگوانے کے مواقع پیدا کر دیں گے۔

پس شدت پسندی اس کا جواب نہیں ہے۔ اس کا جواب وہی ہے جو مَیں بتا آیا ہوں کہ اپنے اعمال کی اصلاح اور اُس نبی پر دُرود و سلام جو انسانیت کا نجات دہندہ ہے۔ اور دنیاوی کوششوں کے لئے مسلمان ممالک کا ایک ہونا۔ مغربی ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کو اپنے ووٹ کی طاقت منوانا۔ بہر حال افراد جماعت جہاں جہاں بھی ہیں، اس نہج پر کام کریں اور اپنے غیر احمدی دوستوں کو بھی اس طریق پر چلانے کی کوشش کریں کہ اپنی طاقت، ووٹ کی طاقت جو ان ملکوں میں ہے وہ منواؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو بھی دنیا کے سامنے خوبصورت رنگ میں پیش کریں۔

اسلام اور آزادیٔ رائے

آج یہ لوگ آزادیٔ اظہار کا شور مچاتے ہیں۔ شور مچاتے ہیں کہ اسلام میں تو آزادیٔ رائے اور بولنے کا اختیار ہی نہیں ہے اور مثالیں آجکل کی مسلمان دنیا کی دیتے ہیں کہ مسلمان ممالک میں وہاں کے لوگوں کو، شہریوں کو آزادی نہیں ملتی۔ اگر نہیں ملتی تو اُن ملکوں کی بدقسمتی ہے کہ اسلامی تعلیم پر عمل نہیں کر رہے۔ اسلامی تعلیم کا تو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمیں تو تاریخ میں لوگوں کے بے دھڑک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہونے بلکہ ادب واحترام کو پامال کرنے اور اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر اور حوصلے اور برداشت کے ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی......

آنحضورؐ کی شادیوں پر اعتراض اور اس کا رد

......پھر اور نہیں تو یہی الزام لگا دیا کہ نعوذ باللہ آپؐ کو عورتیں بڑی پسند تھیں۔

شادیوں پر اعتراض کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا رد بھی فرمایا۔ اسے پتہ تھا کہ ایسے واقعات ہونے ہیں، ایسے سوال اُٹھتے ہیں تو وہ ایسے حالات پیدا کر دیتا تھا کہ اُن باتوں کا رد بھی سامنے آ گیا۔ اسماء بنت نعمان بن ابی جون کے

بارے میں آتا ہے کہ عرب کی خوبصورت عورتوں میں سے تھیں۔ وہ جب مدینہ آئی ہیں تو عورتوں نے انہیں وہاں جا کر دیکھا تو سب نے تعریف کی کہ ایسی خوبصورت عورت ہم نے زندگی میں نہیں دیکھی۔ اُس کے باپ کی خواہش پر آپ نے اُس سے پانچ صد درہم حق مہر پہ نکاح کر لیا۔ جب آپ اُس کے پاس گئے تو اُس نے کہا کہ مَیں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم نے ایک بہت عظیم پناہ گاہ کی پناہ طلب کی ہے اور باہر آ گئے اور اپنے ایک صحابی ابواُسید کو فرمایا کہ اس کو اس کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آ ؤ۔ اور پھر یہ بھی تاریخ میں ہے کہ اس شادی پر اُس کے گھر والے بڑے خوش تھے کہ ہماری بیٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئی لیکن واپس آنے پر وہ سخت ناراض ہوئے اور اُسے بہت برا بھلا کہا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثامن صفحہ 318-319 دار احیاء التراث العربی بیروت 1996)

تو یہ وہ عظیم ہستی ہے جس پر گھناؤنے الزام عورت کے حوالے سے لگائے جاتے ہیں۔ جس کا بیویاں کرنا بھی اس لئے تھا کہ خدا تعالیٰ کا حکم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو لکھا ہے اگر بیویاں نہ ہوتیں، اولاد نہ ہوتی اور جو اولاد کی وجہ سے ابتلا آئے اور جن کا جس طرح اظہار کیا اور پھر جس طرح بیویوں سے حُسنِ سلوک ہے، خُلق ہے، یہ کس طرح قائم ہو، اس کے نمونے کس طرح قائم ہوتے ہمیں پتہ چلتے۔ ہر عمل آپ کا خدا کی رضا کے لئے ہوتا تھا۔

(ماخوذ از چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ نمبر 300)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں الزام ہے کہ وہ بہت لاڈلی تھیں اور پھر عمر کے حساب سے بھی بڑی غلط باتیں کی جاتی ہیں۔ لیکن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ یہ فرماتے ہیں کہ بعض راتوں میں مَیں ساری رات اپنے خدا کی عبادت کرنا چاہتا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور لامام السیوطی 7 صفحہ 350 دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

پس جن کے دماغوں میں غلاظتیں بھری ہوئی ہوں انہوں نے یہ الزام لگانے ہیں اور لگاتے رہے ہیں، آئندہ بھی شاید وہ ایسی حرکتیں کرتے رہیں، جیسے کہ میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے جہنم کو بھرتا رہے گا۔ پس ان لوگوں کو اور ان کی حمایت کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے پیاروں کے لئے بڑی غیرت رکھتا ہے۔

(ماخوذ از تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ نمبر 378)

اس زمانے میں اُس نے اپنے مسیح و مہدی کو بھیج کر دنیا کو اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔ لیکن اگر وہ استہزاء اور ظلم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔ دنیا کے ہر خطے پر آجکل قدرتی آفات آ رہی ہیں۔ ہر طرف تباہی ہے۔ امریکہ میں بھی طوفان آ رہے ہیں اور پہلے سے بڑھ کر آ رہے ہیں۔ معاشی بدحالی بڑھ رہی ہے۔ گلوبل وارمنگ کی وجہ سے آبادیوں کو پانی میں ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ ان خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ پس ان حد سے بڑھے ہوؤں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پھیرنے کی ضرورت ہے۔ ان سب باتوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ

پھیرنے والا ہونا چاہئے نہ یہ کہ اس قسم کی بیہودہ گوئیوں کی طرف وہ توجہ دیں۔لیکن بدقسمتی سے اس کے الٹ ہو رہا ہے۔حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔زمانے کا امام تنبیہ کر چکا ہے،کھل کر بتا چکا ہے کہ دنیا نے اگر اُس کی آواز پر کان نہ دھرے تو ان کا ہر قدم دنیا کو تباہی کی طرف لے جانے والا بنائے گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 12 اکتوبر 2012ء)

۞ خطبہ جمعہ 28 ستمبر 2012ء

حضور نے اگلے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

" گزشتہ جمعہ کو جب مَیں یہاں مسجد میں جمعہ پڑھانے آیا تھا تو کار سے اُترتے ہی مَیں نے دیکھا کہ ایک بڑی تعداد اخباری نمائندوں کی سامنے کھڑی تھی۔بہرحال میرے پوچھنے پر امیر صاحب نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں امریکہ میں جو انتہائی دلآزار فلم بنائی گئی ہے اُس پر مسلمانوں میں جو ردّعمل ہو رہا ہے، اس سلسلہ میں یہ لوگ دیکھنے آئے ہیں کہ احمدیوں کا ردّعمل کیا ہے۔مَیں نے کہا ٹھیک ہے۔انہیں کہیں کہ مَیں نے اسی موضوع پر خطبہ دینا ہے اور وہیں جو بھی احمدیوں کا ردّعمل ہوگا بیان کروں گا۔

یہ بھی خدا تعالیٰ کے ہی کام ہیں کہ وہ اتنی بڑی تعداد میں میڈیا کو کھینچ کر یہاں لایا اور پھر میرے دل میں بھی ڈالا کہ اس موضوع پر کچھ کہوں۔پہلے میرا ارادہ کچھ اور کہنے کا تھا۔لیکن ایک دن پہلے توجہ اس طرف پھری کہ اسی موضوع پر کچھ کہنا چاہئے۔بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔وہ جس طرح چاہتا ہے کرواتا ہے اور بعد کے حالات نے ثابت بھی کیا کہ اس موضوع پر کہنے میں اللہ تعالیٰ کی تائید شامل تھی۔مختصر وقت میں مختصر باتیں کی جاسکتی ہیں لیکن جو بھی کہی گئیں اُن کے خلاصے کو یا جو پیغام مَیں دینا چاہتا تھا اُس کو اللہ تعالیٰ نے دنیائے احمدیت کے علاوہ غیروں میں بھی کافی وسیع طور پر پہنچا دیا۔بہرحال جمعہ کے بعد جب مَیں مسجد سے باہر نکلا ہوں تو امیر صاحب نے کہا کہ میڈیا والے دو تین منٹ آپ سے براہِ راست کچھ بات کرنا چاہتے ہیں، اور کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔مَیں نے اُن کو کہا کہ خطبہ میں ساری باتیں بیان کر چکا ہوں۔کیونکہ مَیں دیکھ رہا تھا کہ میڈیا کے لوگ اوپر کھڑے تھے، کیمرے تصویریں بھی لے رہے تھے، ریکارڈنگ بھی کر رہے تھے، ترجمہ سن بھی رہے تھے تو پیغام تو ان کو مل گیا ہے۔پھر اب یہ مزید اَور کیا چاہتے ہیں؟ بہرحال کیونکہ انہوں نے اُن کو یہ کہہ کر اندر کمرے میں بٹھا دیا تھا کہ مَیں آؤں گا تو اس بات پر مَیں نے اُنہیں کہا کہ ٹھیک ہے، دیکھ لیتے ہیں۔

آنحضورؐ کی عزت اور ناموس کی خاطر ہر جگہ بات ہوسکتی ہے

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کی خاطر اَور باتیں بھی کرنی پڑیں تو ہم کریں گے اور آپ کے مقام کے حوالے سے نیز اسلام کی تعلیم کے حوالے سے اگر اس انٹرویو کی وجہ سے کوئی بہتر پیغام دنیا کو پہنچ سکتا ہے تو اچھی بات ہے، پھر مل لیتا ہوں۔جب مَیں کمرے میں گیا تو علاوہ اخباری نمائندوں کے ٹی وی چینلز کے نمائندے بھی

تھے جن میں نیوز نائٹ جو بی بی سی کے زیرِ انتظام ہے، اسی طرح بی بی سی کا نمائندہ، نیوزی لینڈ نیشنل ٹیلیویژن کا نمائندہ، فرانس کے ٹیلیویژن کا نمائندہ اور بہت سارے دوسرے نمائندے شامل تھے۔ نیوزی لینڈ کا نمائندہ جو میرے دائیں طرف بیٹھا تھا، اُس کو پہلے موقع مل گیا۔ اُس نے یہی سوال کیا کہ آپ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ مَیں نے اُس کو بتایا کہ پیغام تو تم سُن چکے ہو۔ وہ خطبہ کی ریکارڈنگ سن رہے تھے اور ترجمہ بھی سن رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے بارے میں مَیں بیان کر چکا ہوں کہ آپ کا بہت بلند مقام ہے۔

آنحضورؐ کا اُسوہ ہر مسلمان کے لئے قابل تقلید ہے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہر مسلمان کے لئے قابل تقلید ہے۔ مسلمانوں کا ردّعمل جو غم و غصہ کا ہے وہ ایک لحاظ سے تو ٹھیک ہے کہ پیدا ہونا چاہئے تھا، گو بعض جگہ اس کا اظہار غلط طور پر ہو رہا ہے۔ ہمارے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ہے دنیا دار کی نظر اُس تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس لئے دنیا دار کو یہ احساس ہی نہیں ہے کہ کس حد تک اور کس طرح ہمیں ان باتوں سے صدمہ پہنچا ہے۔ ایسی حرکتیں دنیا کا امن برباد کرتی ہیں۔ نیوزی لینڈ کے ایک نمائندہ کا اس بات پر زور تھا کہ تم نے بڑے سخت الفاظ میں کہا ہے کہ یہ لوگ جہنم میں جائیں گے۔ یہ تو بڑے سخت الفاظ ہیں اور تم بھی اُن لوگوں میں شامل ہو گئے ہو۔ الفاظ تو یہ نہیں تھے لیکن ٹون (Tone) سے یہی مطلب لگ رہا تھا کیونکہ وہ بار بار اس سوال کو دُہرا رہا تھا۔ اُس کو مَیں نے یہ کہا کہ ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے بارے میں ایسی باتیں کریں، اُن کا استہزاء کرنے کی کوشش کریں اور کرتے چلے جائیں اور کسی طرح سمجھانے سے باز نہ آئیں اور تمسخر اور ہنسی کا نشانہ بناتے رہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی بھی ایک تقدیر ہے وہ چلتی ہے اور عذاب بھی آ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پکڑتا بھی ہے۔ خیر وہ چپ کر گیا۔ لیکن لگتا تھا کہ اس بات سے کچھ ڈرا بھی ہوا ہے، کچھ خوفزدہ بھی لگ رہا تھا۔ اُس نے نیوزی لینڈ نیشنل ٹیلیویژن چینل کو جو اپنی خبریں بھیجی ہیں ان خبروں میں وہ وہاں نشر ہوئی اور اس طرح جماعت کے حوالے سے پہلی دفعہ وہاں کے نیشنل ٹیلیویژن پر کوئی خبر نشر ہوئی ہے۔ وہاں کی جماعت بھی اس لحاظ سے خوش تھی کہ خطبہ کے حوالے سے بھی اور میرے انٹرویو کے حوالے سے بھی وہاں ہمارا تعارف ہو گیا۔ خطبہ کے انگریزی مترجم کے یہ الفاظ کہ 'یہ لوگ جہنم میں جائیں گے'، یہ فقرہ بھی انہوں نے اپنی خبروں میں سنایا جو ریکارڈ کیا ہوا تھا۔ لیکن اس میں یہ شرافت تھی جو بعض دفعہ غیر مسلم نمائندوں میں نہیں ہوتی یا وہ نہیں دکھاتے یا اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل میں ڈالا کہ اس فقرہ کا جو بغیر سیاق و سباق کے منفی ردّعمل ہو سکتا تھا۔

احمدی کبھی فساد اور مفسدانہ عمل کا حصہ نہیں ہوتا

اُس کو زائل کرنے کے لئے مجھے ٹی وی انٹرویو دیتے ہوئے دکھایا اور میرے الفاظ میں یہ بھی دکھا دیا۔ وہاں اس نے میرے الفاظ دُہرا دیئے جو مَیں خود بھی بول رہا تھا کہ ہم شدت پسند مظاہرے اور توڑ پھوڑ پسند نہیں کرتے اور تم کبھی

کسی احمدی کو نہیں دیکھو گے کہ اس قسم کے فسادا ور مفسدانہ ردّعمل کا حصہ ہوں ۔خبریں پڑھنے والے نے میرا یہ جواب دکھا کر پھر آگے تبصرہ کیا کہ یہ جماعت مسلمانوں کی اقلیتی جماعت ہے اوران کے ساتھ بھی مسلمانوں کی طرف سے اچھا سلوک نہیں ہوتا ۔ بہرحال دیکھتے ہیں کہ یہ پیغام جوان کے خلیفہ نے دیا ہے، اس کی آواز اور پیغام کا احمدی مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مسلمانوں پر بھی کوئی اثر ہوتا ہے یا نہیں؟ اس نے وہاں دوسرے مسلمانوں کی فوٹیج بھی دکھائی جوتوڑ پھوڑ کررہے تھے ۔مولویوں کو جلوس نکالتے ہوئے ،نعرے لگاتے ہوئے دکھایا ۔لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا بہرحال اس ذریعہ سے اسلام کا حقیقی پیغام نیوزی لینڈ کے ملک میں بھی اور سیٹلائٹ کے ذریعہ اردگرد کے ملکوں میں بھی اوراُن کی ویب سائٹ کے ذریعہ سے دنیا کے بہت سے حصوں میں پہنچ گیا ۔اگر ہم کوشش بھی کرتے تو احمدیت کا تعارف اوراسلام کا حقیقی پیغام اس طرح نہ پہنچتا۔

نیوزی لینڈ جماعت کی ذمہ داریاں

اب نیوزی لینڈ جماعت کو چاہئے کہ اس حوالے سے اسلام اوراحمدیت کا تعارف بھرا پروگرام ملک کے ہر حصہ میں پہنچانے کی کوشش کریں ۔اسی طرح نیوزی لینڈ کے اردگرد کے جوممالک ہیں، اُن میں بھی یہ سنا گیا ہوگا، اُنہیں بھی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے ان ممالک میں اسلام کی حقیقی تعلیم پہنچانے کے لئے بھرپور پروگرام بنائیں۔

مغربی نامہ نگاروں کے نزدیک یہ ہلکا سامذاق ہے اس پر حضور کا ردّعمل

نیوزنائٹ جو یہاں کا چینل ہے، اُس کا نمائندہ کہنے لگا کہ مَیں نے یہ فلم دیکھی ہے ۔اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں جس پر اتنا زیادہ شور مچایا جائے اور مسلمان اس طرح ردّعمل دکھائیں ۔اورتم نے بھی بڑی تفصیل سے اس پر خطبہ دے دیا ہے اور بعض جگہ بڑے سخت الفاظ میں اس کو رڈ کیا ہے ۔یہ تو ہلکا سا مذاق تھا ۔ اِنَّا لِلّٰہ ۔یہ تو ان لوگوں کے اخلاقی معیار کی حالت ہے ۔مَیں نے اُسے کہا کہ پتہ نہیں تم نے کس طرح دیکھا اورتمہارا کیا معیار ہے؟ تم اُس مقام کو جوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں کی نظر میں ہے، اُن کے دل میں ہے اوراُس محبت کو جوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مسلمان کے دل میں ہے، تم نہیں سمجھ سکتے ۔مَیں نے اُسے بتایا کہ مَیں نے فلم تو نہیں دیکھی لیکن ایک دو باتیں جس دیکھنے والے نے مجھے بتائی ہیں، وہ ناقابلِ برداشت ہیں اورتم کہتے ہو ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔ یہ باتیں سن کر تو مَیں کبھی فلم دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کرسکتا ۔اس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں، ان کو سن کر ہی خون کھولتا ہے ۔ مَیں نے اُسے کہا کہ تمہارے باپ کو اگر کوئی گالی دے، برا بھلا کہے، بیہودہ باتیں کہے تو اُس کے متعلق تمہارا ردّعمل کیا ہوگا؟ تم دکھاؤ گے ردّعمل؟ ۔یہ بتاؤ گے کہ ٹھیک ہے کہ نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو ایک مسلمان کی نظر میں اس سے بہت بلند ہے، اس جگہ تک کوئی پہنچ نہیں سکتا ۔دوبارہ پھر وہ فلم کے بارے میں بات کرنے لگا تو پھر مَیں

نے اُسے کہا کہ مَیں تمہیں کہہ چکا ہوں کہ تمہارے باپ کے خلاف اگر کوئی بات کرے تو سنو گے؟ ہاں یا نہ میں جواب تو اُس نے نہیں دیا لیکن اس بات پر بہر حال چپ کر گیا۔ اس نمائندے نے تو شاید اس بارے میں میڈیا میں خبر نہیں دی۔ لیکن میرے اس فقرہ کو کہ تمہارے باپ کو کوئی گالی دے تو ردّعمل دکھاؤ گے کہ نہیں؟ دوسرے میڈیا نے بہت ساری جگہوں پر اُٹھایا۔ ویب سائٹ پر بھی ڈالا ہے۔

آنحضورؐ پر درود بھیجنے کی طرف صرف جماعت احمدیہ نے توجہ دلائی

بہر حال انٹرنیٹ پر اور بعض اخباروں کی ویب سائٹ پر مختلف تبصرہ کرنے والوں نے اور ایک پاکستانی انگلش اخبار نے خطبہ کے حوالے سے، پریس میٹنگ کے حوالے سے جماعت احمدیہ مسلمہ کے مؤقف کو دنیا پر خوب ظاہر کیا کیونکہ اکثر نے اس بات پر بڑے تعریفی کلمات لکھے تھے۔ لیکن انٹرنیٹ پر بعض تبصرے ایسے بھی تھے کہ مرزا مسرور احمد نے کونسی ایسی خاص بات کر دی ہے۔ بعضوں نے یہ بھی لکھا کہ انہوں نے جو بات کہی ہے ہر عقلمند انسان یہی بات کرتا ہے۔ لیکن ایک احمدی نے مجھے لکھا کہ مَیں نے سارے تبصرے سنے، ساری خبریں دیکھیں۔ علماء کے بھی اور ان کے لیڈروں کے بھی ساروں کے بیانات دیکھے۔ بہت باتیں کی ہیں لیکن کسی نے یہ توجہ نہیں دلائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔ تو یہ توجہ بھی صرف جماعت احمدیہ کی طرف سے ہی دلائی گئی ہے کہ اس کا ایک ردّعمل یہ بھی ہونا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے۔ بعض نے یہ بھی لکھا کہ ان لوگوں نے ہی صحیح اسلامی ردّعمل دکھایا ہے جن کو تم غیر مسلم کہتے ہو۔ بہر حال اس کی خوب تشہیر ہوئی ہے۔ اس طرح دنیا کے سامنے ایک حقیقی مسلمان کا حقیقی ردّعمل بھی آ گیا۔ اسلام کی حقیقی تعلیم جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے، اُس کا بھی دنیا کو پتہ چل گیا۔ دنیا کو اور عالم اسلام کو یہ پیغام بھی مل گیا کہ ایک حقیقی مسلمان کا صحیح ردّعمل کیا ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہئے ......

تمام جماعتیں فوری طور پر اس خطبہ کو اپنی زبانوں میں شائع کریں

...... جہاں تک مرکز کی طرف سے اس بارے میں کوشش کی ہدایت اور طریقۂ کار کا سوال ہے مَیں نے خطبہ کے حوالے سے اس کی اشاعت کی ہدایت تو کر دی ہے۔ بہر حال یہ ہدایت اور طریق جو بھی دفتر کی طرف سے جماعتوں کو اور افراد کو اُن کی جماعتوں کی طرف سے پہنچے گا وہ تو ہو سکتا ہے کہ چاہے چند دن ہی سہی وہ کچھ وقت لے لے۔ لیکن تمام احمدی جو میری بات سن رہے ہیں، اُن کو چاہئے کہ اس موقع سے جو اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمایا ہے ایک تو جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں کہا تھا، اپنے عمل سے دنیا کے سامنے اسلام کی خوبصورت تعلیم پیش کریں۔ لیکن ساتھ ہی متعلقہ مرکزی دفتر بھی جیسا کہ میں نے کہا اور جماعتیں بھی فوری توجہ دیتے ہوئے خطبہ کا اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے وسیع طور پر شائع کریں اور پریس کے حوالے سے بھی ذکر کریں اور ہر ذی شعور تک اسلامی مؤقف کو پہنچائیں۔ مختصر سا وہ خطبہ تھا۔ نیز اس میں یہ بھی درج ہو کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حسین پہلوؤں کو دیکھنا ہے تو حقائق اور تاریخ کی

روشنی میں تمہیں ہم لٹریچر بھی مہیا کرتے ہیں، کتب بھی مہیا کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔اسی طرح ہماری ویب سائٹ ہے، اور مختلف جماعتوں کی بھی ہیں اُن کا بھی پتہ دیں۔مرکزی ویب سائٹ کا پتہ دیں جس میں یہ لٹریچر موجود ہو۔

لائف آف محمد کو لائبریریوں میں رکھوایا جائے

اس بارے میں جیسا کہ مَیں نے کہا پہلے بھی مَیں ہدایت دے رہا تھا اور دے چکا ہوں۔بعض لوگوں نے اپنے مشورے بھی دیئے ہیں کہ اس خطبہ کے حوالے سے اور پریس کے ساتھ سوال و جواب کے حوالے سے دنیا میں جماعت کے موقف کی جو تشہیر ہوئی ہے، اُس کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حسین پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش ہونی چاہئے اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔اپنے علاقے کی لائبریریوں میں بھی مثلاً یورپ میں یا انگلستان میں یا انگریزی بولنے والے ملکوں میں سیرت سے متعلق جماعت کی وہ کتب رکھوانی چاہئیں جن کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے۔نیز اگر کسی طبقے کو مفت بھی مہیا کرنی پڑیں تو کی جاسکتی ہیں۔خاص طور پر وہ کتب، جیسا کہ میں نے کہا، جن کا انگلش ترجمہ ہو چکا ہے یا کسی اور زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے، ان کو کثرت سے پھیلایا جائے۔مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کتاب Life of Muhammad[sa] جو انگریزی میں چھپی ہوئی ہے۔اسی طرح حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تصنیف سیرۃ خاتم النبیینؐ کا کچھ حصہ انگلش میں ترجمہ ہو گیا ہے۔باقی بھی وکالتِ تصنیف کو چاہئے کہ جلدی ترجمہ کرا کے شائع کرائیں۔بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا Life of Muhammad[sa] جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کتاب ہے۔یہ ایک مختصری کتاب ہے جس میں سیرت کے تمام پہلوؤں کو مختصر طور پر کور (Cover) کیا گیا ہے۔اصل میں یہ دیباچہ تفسیر القرآن کا ایک حصہ ہے۔اس کا کچھ حصہ جس میں تاریخ بھی بیان ہوئی ہے اور سیرت بھی بیان ہوئی ہے، یہ تقریباً، تقریباً کیا سارا ہی دیباچہ کا وہ حصہ ہے جو سیرت اور تاریخ سے متعلقہ ہے۔بہرحال اس کا اُتنا حصہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق ہے، اس کو پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو اجاگر ہو کر سامنے آجاتا ہے۔اس کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہونی چاہئے۔وکیل اشاعت اور تصنیف مجھے رپورٹ کریں کہ کس کس زبان میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔اگر سٹاک میں نہیں ہے تو فوری اس کی اشاعت بھی کروائیں۔میرا خیال ہے جرمن زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہے اور فرنچ میں بھی شاید ہے۔بہرحال یہ رپورٹ دے دیں۔دنیا کے سامنے ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خوبصورت پہلوؤں کو رکھنا ہے۔یہ ہمارا کام ہے اور اس کو ہمیں بہرحال ایک کوشش کر کے سرانجام دینا چاہئے۔

سیمینار کریں جلسے ہوں جن میں غیروں کو بلایا جائے

آج یہ کام ایک لگن کے ساتھ صرف جماعت احمدیہ ہی کر سکتی ہے۔اس کے لئے ہر طرح کے پروگرام کی پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔سیمینار بھی ہوں، جلسے بھی ہوں اور ان میں غیروں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بلائیں۔اور

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ میرا گزشتہ خطبہ ہر زبان میں ترجمہ کر کے ایک چھوٹے سے پمفلٹ کی صورت میں بنا کر ایک مہم کی صورت میں اُس طرح تقسیم کر دیں جس طرح پہلے امن کے حوالے سے لیف لیٹنگ ہوئی تھی۔ لیکن اس کام کو زیادہ دیر نہیں لگنی چاہئے۔ ہفتہ دس دن کے اندر اندر یہ کام ہوسکتا ہے اور کرنا چاہئے۔ بڑے ممالک میں اس کی اشاعت کا کام بڑی آسانی سے ہوسکتا ہے۔ یہ لوگ تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آ رہے اور نہ آئیں گے۔ عمومی طور پر مسلمان جو ردِّعمل دکھا رہے ہیں، اس کو لے کر لگتا ہے کہ یہ لوگ ہمارے دلوں کو مزید زخمی کرنے کے درپے ہیں۔ اپنی خبیثانہ حرکتوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں پھیلاتے چلے جا رہے ہیں۔ اب دو دن پہلے سپین کے کسی اخبار نے بھی یہ خاکے بنائے تھے اور شائع کئے ہیں اور یہ کہا ہے کہ یہ تو مذاق ہے اور یہ مسلمانوں کے ردِّعمل کا جواب بھی ہے۔

پس ہمیں ان لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے اور کم از کم شرفاء اور پڑھے لکھے لوگوں کو بتانے کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ غلط طریق دنیا کا امن برباد کر رہا ہے، تا کہ جس حد تک ممکن ہو ان کے ظالمانہ رویّہ کی حقیقت سے ہم دنیا کو آگاہ کر سکیں۔

ملکہ کی ڈائمنڈ جوبلی پر تحفہ قیصریہ دوبارہ بھجوائی گئی

یہاں یوکے میں اور کامن ویلتھ ملکوں میں کوئین کی ڈائمنڈ جوبلی گزشتہ دنوں منائی گئی تھی۔ اس حوالے سے تقریباً سارا سال ہی شور پڑا رہا ہے اور پڑ رہا ہے یا اس کا ذکر چل رہا ہے۔ اب بھی اس طرف توجہ ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کی جب ڈائمنڈ جوبلی ہوئی تھی تو اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''تحفہ قیصریہ'' کے نام سے کتاب لکھ کر ملکہ کو بھجوائی تھی جس میں جہاں ملکہ کی انصاف پسند حکومت کی تعریف کی تھی وہاں اسلام کا پیغام بھی پہنچایا تھا اور دنیا میں امن کے قیام اور مختلف مذاہب کے آپس کے تعلقات اور مذہبی بزرگوں اور انبیاء کی عزت و احترام کی طرف بھی توجہ دلائی تھی۔ اور یہ بھی تفصیل سے بتایا تھا کہ امن کے طریق کیا ہونے چاہئیں۔ اب جب ملکہ الزبتھ کی ڈائمنڈ جوبلی ہوئی ہے تو تحفہ قیصریہ کا ترجمہ پرنٹ کر کے خوبصورت جلد کے ساتھ ملکہ کو بھجوایا گیا تھا۔ ملکہ کا جو متعلقہ شعبہ ہے جس کو یہ کتاب تحفہ کے طور پر جا کے دی گئی تھی، اور ساتھ میرا خط بھی تھا، اُن کی طرف سے مجھے شکریہ کا جواب بھی آیا ہے اور یہ بھی کہ ملکہ کی کتابوں کی جو collection ہے وہاں رکھ دی گئی ہے اور ملکہ اس کو پڑھے گی۔ بہرحال پڑھتی ہے یا نہیں لیکن ہماری جو ذمہ داری تھی ہم نے ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

امن اور احترامِ مذہب پر ایک لیف لیٹ تیار کیا جائے

اس وقت بھی دنیا کی بدامنی کے وہ حالات ہیں جو اُس زمانے میں بھی تھے بلکہ بعض لحاظ سے بڑھ رہے ہیں اور یہ لوگ اسلام پر حملہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ، آپ کا استہزاء کرتے چلے جا رہے ہیں اور بہت آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پیغام کی تشہیر کی آج بھی بہت ضرورت ہے۔ اس لئے اس میں امن اور مذہب کے احترام کا جو حصہ ہے اور پھر یہ بھی دیا ہوا ہے کہ کانفرنسیں بھی منعقد ہونی چاہئیں

اور کس طرح ہونی چاہئیں ۔ یہ سارے حصے اکٹھے کر کے ایک پمفلٹ کی شکل میں چھاپ کر یہاں بھی اور دنیا میں بھی تقسیم کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس پر بھی فوری کام ہونا چاہئے ۔ یہ دو تین ورقہ پیغام بنے گا، زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ ورقے بن جائیں گے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء کا ذکر فرماتے ہوئے یہ مثال دی ہے کہ اگر کسی حکومت کے نام پر کوئی جھوٹا قانون بنا کر اس کی طرف سے پھیلائے اور اپنے آپ کو حکومت کا کارندہ ثابت کرے یا کرنے کی کوشش کرے تو حکومت کی مشینری حرکت میں آتی ہے اور ایسے شخص یا گروہ کے خلاف کارروائی کرتی ہے تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف غلط باتوں کے منسوب ہونے کو برداشت کرے اور کھلی چھٹی دے دے ...... (ماخوذ از تحفۂ قیصریہ ۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 257-258)

...... آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایسی کانفرنسیں ہونی چاہئیں جہاں مختلف مذاہب کے لوگ اپنے مذہب کے بارے میں خوبیاں بھی بیان کریں ۔

(ماخوذ از خطبۂ الہامیہ ۔ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 30، ماخوذ از تحفۂ قیصریہ ۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 279)

اور اس وقت اگر دیکھا جائے تو عملی رنگ میں اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے اور تعداد کے لحاظ سے یہ بہر حال دنیا کا دوسرا بڑا مذہب ہے ۔ اس لئے دنیا کے دوسرے مذاہب کو بہر حال مسلمانوں کی عزت کرنی چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام کا جو حق ہے وہ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔ نہیں تو دنیا میں فساد اور بے امنی پیدا ہوگی ۔

اسلام تمام انبیاء کی عزت کی تعلیم دیتا ہے

پس جب ہم دنیا کے مذاہب کا احترام و عزت کرتے ہیں، اُن کے بزرگوں اور انبیاء کو خدا تعالیٰ کا فرستادہ سمجھتے ہیں تو صرف اس خوبصورت تعلیم کی وجہ سے جو قرآنِ کریم نے ہمیں دی ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ۔ مخالفینِ اسلام باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں، بیہودہ قسم کی تصویریں بھی بناتے ہیں، مگر ہم کسی مذہب کے نبی اور بزرگ کو جواب میں غلط الفاظ سے نہیں پکارتے یا اُن کا استہزاء نہیں کرتے ۔ اس کے باوجود مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے کہ یہ امن برباد کرنے والے ہیں ۔ پہلے خود یہ لوگ امن برباد کرنے والی حرکتیں کرتے ہیں، جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب جذبات بھڑک جائیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو مسلمان ہیں ہی تشدد پسند، اس لئے ان کے خلاف ہر طرح کی کارروائی کرو ۔

اسلامی تعلیم کی تشہیر ایک احمدی کی ذمہ داری ہے

جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بتایا تھا کہ مخالفینِ اسلام کو یہ سب کچھ کرنے کی جرأت اس لئے ہے کہ مسلمان ایک ہو کر نہیں رہتے لیکن ہم احمدی مسلمان جن کو خدا تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی موعود کے ہاتھ پر جمع کر دیا ہے، ہمارا بہر حال کام ہے کہ دنیا کو ہدایت کے راستے دکھائیں، امن اور سلامتی کے طریق بتائیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پیغام کو جو میں نے پڑھا ہے، اس کی خوب تشہیر کریں تا کہ دنیا کو حقیقی اسلامی تعلیم کا پتہ چل سکے ۔ دُنیاداروں کو یہ پتہ ہی

نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہمارے دل میں اور حقیقی مسلمان کے دل میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپؐ کا اسوہ حسنہ کس قدر خوبصورت ہے اور اس میں کیا حسن ہے؟ ایک حقیقی مسلمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عشق اور محبت ہے، اس کا یہ لوگ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔

حضرت حسانؓ کا آنحضورؐ سے محبت وعشق کا اظہار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعشق کا اظہار آج سے چودہ سو سال پہلے صرف حسان بن ثابت نے ہی اپنے اس شعر میں نہیں کیا تھا کہ ۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ

مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(تحفہ غزنویہ۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 583)

یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تُو تو میری آنکھ کی پُتلی تھا آج تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہو گئی۔اب تیری وفات کے بعد کوئی مرے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔میں تو تیری موت سے ہی ڈرتا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت محمدؐ سے عشق ومحبت

یہ شعر آپ کی وفات پر حسانؓ بن ثابت نے کہا تھا لیکن ہم میں اس زمانے میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت، ایک گہری عشق ومحبت پیدا کی ہے۔ ہمارے دل میں اس عشق ومحبت کی جوت جگائی ہے۔آپ ایک جگہ اس عشق ومحبت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔آپ کا جو بڑا لمبا عربی قصیدہ ہے، اُس کے کچھ شعر ہیں کہ:

قَوْمٌ رَأَوْكَ وَاُمَّةٌ قَدْ اُخْبِرَتْ مِنْ ذَالِكَ الْبَدْرِ الَّذِيْ اَصْبَانِيْ

کہ ایک قوم نے تجھے دیکھا ہے اور ایک امت نے خبر سنی ہے، اُس بدر کی جس نے مجھے اپنا عاشق بنایا۔

يَبْكُوْنَ مِنْ ذِكْرِ الْجَمَالِ صَبَابَةً وَ تَأَلُّمًا مِّنْ لَوْعَةِ الْهِجْرَانِ

وہ تیرے حسن کی یاد میں بوجہ عشق کے روتے ہیں اور جدائی کی جلن کے دُکھ اُٹھانے سے بھی روتے ہیں۔

وَأَرَى الْقُلُوْبَ لَدَى الْحَنَاجِرِ كُرْبَةً وَأَرَى الْغُرُوْبَ تُسِيْلُهَا الْعَيْنَانِ

اور میں دیکھتا ہوں کہ دل بیقراری سے گلے تک آ گئے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

یہ قصیدہ بہت ساروں کو بلکہ اب تو ہمارے بچوں کو بھی یاد ہے۔اور اس لمبے قصیدہ کا آخری شعر یہ ہے کہ:

جِسْمِيْ يَطِيْرُ اِلَيْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا يَا لَيْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّيَرَانِ

کہ میرا جسم تو شوقِ غالب سے تیری طرف اُڑنا چاہتا ہے۔اے کاش میرے اندر اُڑنے کی طاقت ہوتی۔

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 590 اور 594)

آنحضورؐ کی سیرت کے پہلو لوگوں کے سامنے پیش کریں

پس ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے یہ سبق سکھائے گئے ہیں اور یہ دنیا دار کہتے ہیں کہ کیا فرق پڑتا ہے؟ ہلکا پھلکا مذاق ہے۔ جب اخلاق اس حد تک گر جاتے ہیں کہ اخلاق کے معیار بجائے اونچے جانے کے پستیوں کو چھونے لگیں تو تبھی دنیا کے امن بھی برباد ہوتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے، ہمارا کام ہے کہ زیادہ سے زیادہ کوشش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اس کے لئے مختصر اور بڑی جامع کتاب Life of Muhammad یا دیباچہ تفسیر القرآن کا سیرت والا حصہ ہے، اس کو ہر احمدی کو پڑھنا چاہئے۔ اس میں سیرت کے قریباً تمام پہلو بیان ہو گئے ہیں یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ضروری پہلو بیان ہو گئے ہیں۔ اور پھر اپنے ذوق اور شوق اور علمی قابلیت کے لحاظ سے دوسری سیرت کی کتابیں بھی پڑھیں اور دنیا کو مختلف طریقوں سے، رابطوں سے، مضامین سے، پمفلٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان سے آگاہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اس اہم کام اور فریضے کو سرانجام دینے کی ہر احمدی کو توفیق عطا فرمائے اور دنیا کو عقل عطا فرمائے کہ اس کا ایک عقلمند طبقہ خود اس قسم کے بیہودہ اور ظالمانہ مذاق کرنے والوں یا دشمنیوں کا اظہار کرنے والوں کا رڈ کرے تا کہ دنیا بدامنی سے بھی بچ سکے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی بچ سکے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

(الفضل انٹرنیشنل 19 اکتوبر 2012ء)

۞ خطبہ جمعہ 5 اکتوبر 2012ء

امریکن عیسائی پادری نے جو بے ہودہ اور لغو فلم اسلام کے خلاف تیار کی۔ اس پر ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ نے اسلام کا جو دفاع فرمایا یہ اس کا مسلسل تیسرا خطبہ ہے۔ جس میں حضور نے ایک نیا انداز اپناتے ہوئے 24 مستشرقین کے ایسے حوالہ جات پیش کئے جوانہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت حسنہ سے متاثر ہو کر بیان کئے ہیں۔ یہاں ان میں سے چند ایک حضور ہی کے الفاظ میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"......آج کل اسلام کے مخالفین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یا آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ لوگ یا تو انصاف سے خالی دل لئے ہوئے ہیں یا آپؐ کی سیرت کے حسین پہلوؤں کو جانتے ہی نہیں اور اس کے لئے کوشش کرنی بھی نہیں چاہتے۔ پس دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے آگاہی دینا بھی ہمارا کام ہے۔ اس کے لئے ہر قسم کا ذریعہ ہمیں استعمال کرنا چاہئے۔ اس کے بارے میں پہلے بھی مَیں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔

بعض لوگوں کی فطرت ایسی ہوتی ہے یا دنیا میں ڈوب کر ایسے بن جاتے ہیں کہ اُن پر دنیا داروں کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ دنیا دار اگر کوئی بات کہہ دے تو ماننے کو تیار ہو جاتے ہیں یا اُن پر اپنے لوگوں کی باتوں کا اثر زیادہ ہوتا ہے بجائے اس کے کہ ایک بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک مسلمان سے سنیں۔ اگر اُن کے اپنے لوگ کہیں تو بعض دفعہ اُس پر غور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے اُن کے اپنے لوگوں کے، مشہور لوگوں کے جو کتابیں لکھنے

والے ہیں، سکالرز ہیں، رائٹرز ہیں، اُن کے تاثرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں ایسے لوگوں تک پہنچانے چاہئیں۔

اس وقت مَیں ایسے ہی کچھ لوگوں کی تحریریں پیش کروں گا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متاثر ہوکر، آپ کی شخصیت سے متاثر ہوکر آپؐ کے بارے میں لکھا ہے۔ ان میں سے بعض مخالفین بھی تھے اور مخالفت میں بڑھے ہوئے تھے لیکن حقیقت لکھنے پر مجبور ہوئے۔

۞ George sale ایک مصنف ہیں جنہوں نے انگریزی ترجمہ قرآن (The Koran) میں To the reader کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے۔ یہ اسلام کے بارے میں کوئی ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ایک مصنف سپین ہیمس (Spanhemius) ہے۔ وہ بھی اسلام کا کافی مخالف ہے۔ لیکن اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض باتیں کہی ہیں اور یہ اس کے بارہ میں لکھتا ہے کہ یہ تو نیک آدمی ہے۔ وہ نیک تو بہر حال نہیں ہے لیکن کم از کم انصاف لکھنے پر مجبور تھا۔ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بارہ میں جو لکھا ہے یہ اُس کے حوالے سے لکھ رہے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے، شکل میں نہایت خوبصورت، فہیم اور دُور رس عقل والے۔ پسندیدہ وخوش اطوار۔ غرباء پرور، ہر ایک سے متواضع۔ دشمنوں کے مقابلہ میں صاحب استقلال و شجاعت۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خدائے تعالیٰ کے نام کا نہایت ادب واحترام کرنے والے تھے۔ جھوٹی قسم کھانے والوں، زانیوں، سفاکوں، جھوٹی تہمت لگانے والوں، فضول خرچی کرنے والوں، لالچیوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف نہایت سخت تھے۔ بردباری، صدقہ وخیرات، رحم وکرم، شکرگزاری، والدین اور بزرگوں کی تعظیم کی نہایت تاکید کرنے والے اور خدا کی حمد وتعریف میں نہایت کثرت سے مشغول رہنے والے تھے"۔ (The Koran by George Sale, Gent, fifth edition, Philadelphia; J.B. Lippincott & Co 1860, page iv-iiv)

اور یہ سب کچھ لکھنے کے باوجود وہ بعض جگہ جاکے آپ پر الزام تراشی بھی کرتا ہے۔

۞ پھر ایک مصنف سٹینلے لین پول (Stanley Lane-Poole) ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ: "حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے آبائی شہر مکہ میں جب فاتحانہ داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے تو اُن سب کو معاف کردیا۔ یہ ایسی فتح تھی اور ایسا پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی"۔ (The Speeches and Tablets of the Prophet Mohammad by Stanley Lane-poole, Macmillan and Co. 1882, page xlvi-xlvii)

۞ پھر The Outline of History کے مصنف ہیں پروفیسر ایچ جی ویلز (H.G.Wells)۔

یہ کہتے ہیں کہ "پیغمبر اسلام کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے، وہی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے ...... حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز جھوٹے مدعی نہ تھے ...... اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں ...... پیغمبر اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفا کی کا خاتمہ کیا گیا۔"(The Outline of History by H.G.Wells, part II)

❁ پھر دی لیسی اولیرے (De Lacy O'Leary) اپنی کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈز (Islam at the Cross roads) میں لکھتا ہے کہ:

''تاریخ نے اس بات کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ شدت پسند مسلمانوں کا دنیا پر فتح پا لینا اور تلوار کی نوک پر مقبوضہ اقوام میں اسلام کو نافذ کر دینا تاریخ دانوں کے بیان کردہ قصوں میں سے فضول ترین اور عجیب ترین قصہ ہے''۔

(Islam at the Cross Roads by De Lacy O'Leary, London 1923 p.8)

یعنی یہ جو تاریخ دان لکھتے ہیں ناں کہ تلوار کی نوک پر فتح پائی۔ کہتا ہے یہ قصے فضول ترین قصے ہیں۔

❁ پھر مہاتما گاندھی ایک جریدہ young India میں لکھتے ہیں کہ:

''مَیں اُس شخص کی زندگی کے بارہ میں سب کچھ جاننا چاہتا تھا جس نے بغیر کسی اختلاف کے لاکھوں پر حکومت کی۔ اُس کی زندگی کا مطالعہ کر کے میرا اس بات پر پہلے سے بھی زیادہ پختہ یقین ہو گیا کہ اسلام نے اُس زمانے میں تلوار کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی بلکہ اس پیغمبر کی سادگی، اپنے کام میں مگن رہنے کی عادت، انتہائی باریکیوں کے ساتھ اپنے عہدوں کو پورا کرنا اور اپنے دوستوں اور پیروکاروں کے ساتھ انتہائی عقیدت رکھنا، بیباک و بےخوف ہونا اور خدا کی ذات اور اپنے مشن پر کامل یقین ہونا، اُس کی یہی باتیں تھیں جنہوں نے ہر مشکل پر قابو پایا اور جو سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ جب مَیں نے اس پیغمبر کی سیرت کے متعلق لکھی جانے والی کتاب کی دوسری جلد بھی ختم کر لی تو مجھ پر اس کتاب (سیرت کے بارے میں جو بھی کتاب پڑھ رہے تھے) کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اداسی طاری ہو گئی''۔ (Mahatma Gandhi, Statement published in "Young India", 1924)

❁ ..... پھر مشہور عیسائی مؤرخ Reginald Bosworth Smith لکھتا ہے کہ ''مذہب اور حکومت کے رہنما اور گورنر کی حیثیت سے پوپ اور قیصر کی دو شخصیتیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک وجود میں جمع تھیں۔ آپ پوپ تھے مگر پوپ کی طرح ظاہرداریوں سے پاک۔ آپ قیصر تھے مگر قیصر کے جاہ وحشمت سے بے نیاز۔ اگر دنیا میں کسی شخص کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اُس نے باقاعدہ فوج کے بغیر، محل شاہی کے بغیر اور لگان کی وصولی کے بغیر صرف خدا کے نام پر دنیا میں امن اور انتظام قائم رکھا تو وہ صرف حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ کو اس ساز و سامان کے بغیر ہی سب طاقتیں حاصل تھیں''

❁ ..... پھر ایک فرنچ فلاسفر لامارٹین (Lamartine) اپنی کتاب 'ہسٹری آف ٹرکی' (History of

Turkey) میں لکھتا ہے کہ: ''اگر کسی شخص کی قابلیت کو پرکھنے کیلئے تین معیار مقرر کئے جائیں کہ اُس شخص کا مقصد کتنا عظیم ہے، اُس کے پاس ذرائع کتنے محدود ہیں اور اُس کے نتائج کتنے عظیم الشان ہیں تو آج کون ایسا شخص ملے گا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کرنے کی جسارت کرے۔ دنیا کی شہرہ آفاق شخصیات نے صرف چند فوجوں، قوانین اور سلطنتوں کو شکست دی۔ اور انہوں نے محض دنیاوی حکومتوں کا قیام کیا اور اُن میں سے بھی بعض طاقتیں اُن کی آنکھوں کے سامنے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ صرف دنیا کی فوجوں، قوانین، حکومتوں، مختلف اقوام اور نسلوں بلکہ دنیا کی کل آبادی کے ایک تہائی کو یکجا کر دیا۔ مزید برآں اُس نے قربانگاہوں، خداؤں، مذاہب، عقائد، افکار اور روحوں کی تجدید کی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بنیاد صرف ایک کتاب تھی جس کا حرف حرف قانون بن گیا۔ اُس شخص نے ہر زبان اور ہر نسل کو ایک روحانی تشخص سے نوازا''۔

پھر لکھتا ہے: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک فلسفہ دان، خطیب، پیغمبر، قانون دان، جنگجو، افکار پر فتح پانے والا، عقلی تعلیمات کی تجدید کرنے والا، بیسیوں ظاہری حکومتوں اور ایک روحانی حکومت کو قائم کرنے والا شخص تھا۔ انسانی عظمت کو پرکھنے کا کوئی بھی معیار مقرر کر لیں، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کبھی کوئی عظیم شخص پیدا ہوا؟''

(History of Turkey by A. De Lamartine, New York: D. Appleton and Company, 346 & 348 Broadway, 1855. vol.1 pp.154-155)

ناموسِ رسالت کی حفاظت کے لئے احمدی وکلاء کی مساعی

..... دو ہفتے پہلے کے 21 ستمبر کے خطبہ میں، مَیں نے وکلاء کے بارے میں بھی ذکر کیا تھا کہ دنیا کے مسلمان وکلاء اکٹھے ہوں لیکن مسلمان تو پتہ نہیں اکٹھے ہوتے ہیں کہ نہیں، ہمارے احمدی وکلاء نے اس بارہ میں پاکستان میں بھی کچھ کام شروع کیا ہے کہ مذہبی جذبات کا خیال اور آزادیٔ رائے کی حدود کے بارے میں کیا کیا جا سکتا ہے، کس حد تک اُن کو محدود کیا جا سکتا ہے۔ تو بہر حال انہوں نے اس بارے میں کچھ باتیں اکٹھی کی ہیں، کچھ پوائنٹس بنائے ہیں۔ اور مختلف ملکوں کی عدالتوں کے جو فیصلے ہیں اور جو ان کے قانون ہیں، اسی طرح جو بین الاقوامی قانون ہے، اُس کو بھی سامنے رکھ کر کچھ سوال اُٹھائے ہیں، وہ یہاں بھی بھجوائے تھے جو میں نے مختلف ملکوں میں احمدی وکلاء کو بھجوائے ہیں۔ کیونکہ پاکستان میں ہمارے احمدی وکیل جنہوں نے پہلے یہ توجہ دلائی تھی، انہوں نے ہی بتایا کہ دوسرے مسلمان وکلاء کے ساتھ وہاں بیٹھے ہوئے تھے تو اُن سب وکلاء نے پاکستان میں انہیں یہ کہا کہ اگر یہ کام منظم طور پر کوئی کر سکتا ہے تو جماعت احمدیہ کر سکتی ہے۔ اس لئے تم لوگ اس سوال کو دنیا میں اُٹھاؤ۔ بہر حال یہ مَیں نے دنیا کے مختلف احمدی وکلاء کو بھجوایا ہے کہ اس پر غور کریں اور بتائیں کہ اس میں کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں ان کو چاہئے کہ جلد تر غور کریں اور جو بھی رائے بنے وہ مجھے بھجوائیں تا کہ پھر دنیا کے مختلف وکلاء کی جو رائے آئیں، اُن کا آپس میں ایکسچینج (Exchange) بھی ہو اور پھر جو رائے قائم ہو اس کے مطابق اگر کوئی عملی کارروائی کرنی ہو تو کی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احمدی

وکلاء کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ یہ کام جلد کر سکیں۔ اسی طرح احمدی سیاستدانوں کو جو مختلف ممالک میں ہیں یا سیاستدانوں کے جو قریب ہیں، اُن کو بھی اس معاملے کو احسن رنگ میں کسی فورم پر رکھنا چاہئے کہ آزادیٔ رائے کی کوئی حدود مقرر ہونی چاہئیں ورنہ دنیا پہلے سے بھی زیادہ فساد میں مبتلا ہو جائے گی۔" (الفضل انٹرنیشنل 26 اکتوبر 2012ء)

رشدی کی بدنام زمانہ کتاب کا جواب

ایک ہندو مصنف سلمان رشدی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام وقرآن کے خلاف تہذیب سے گری ہوئی ایک کتاب Satanic verses تحریر کی۔ یہ کتاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دور میں شائع ہوئی اور آپ نے اس وقت اس کے خلاف آواز بلند فرمائی اور بعض اقدام اٹھائے جن میں ارشد احمدی کی ایک کتاب بھی شامل ہے جو رشدی کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ایک باب کا اضافہ کروا کر اور بعض ترامیم کے ساتھ اس کی دوبارہ اشاعت کا ارشاد فرمایا۔ جس کا ذکر آپ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 22 جون 2007ء میں فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

اسلام تشدد کا مذہب نہیں

"آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اور اس کی ترقی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو کھڑا کیا ہے۔ آج مسلمانوں کی اس کھوئی ہوئی میراث کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں نے اسلام کی صحیح تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے دلوں کو تقویٰ سے پُر کرتے ہوئے واپس لانا ہے۔

پس یہ احمدی کی ذمہ داری ہے کہ اس سلامتی کے پیغام کو ہر طرف پھیلاتا چلا جائے۔ ہر دل میں یہ بات راسخ کر دے کہ اسلام تشدد کا نہیں بلکہ پیار اور محبت کا علمبردار ہے۔ ہر سطح پر اسلام کی تعلیم امن اور سلامتی کو قائم رکھنے کی تعلیم ہے۔ اسلام نے قوموں اور ملکوں کی سطح پر بھی امن اور سلامتی قائم کرنے کے لئے جو خوبصورت تعلیم دی ہے اس کا مقابلہ نہ کوئی انسانی سوچ کر سکتی ہے اور نہ کوئی مذہب کر سکتا ہے۔ اس خوبصورت تعلیم پر عمل سے ہی دنیا کا امن اور سلامتی قائم ہو سکتے ہیں......

اسلام پر استہزاء کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا سلوک

پس آج مسلمان کا کام ہے کہ اس خوبصورت تعلیم کا پرچار کرے۔ باقی رہا یہ کہ جو اسلام پر استہزاء کرنے سے باز نہیں آتے ان سے کس طرح نبٹا جائے۔ اس بارہ میں خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ ایسے لوگوں کی بدقسمتی نے ان کے فعل ان کو خوبصورت کر کے دکھائے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اچھی باتیں کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے آخر پھر اس زندگی کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور جب وہ خدا تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو خدا تعالیٰ انہیں آگاہ کرے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ پھر ان سے وہ سلوک کرے گا جس کے وہ حقدار ہیں۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ o مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ o الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ (ق:25-27) یعنی اے نگرانو! اور اے گروہو!! تم دونوں سخت ناشکری کرنے والے اور حق کے سخت معاند کو جہنم میں جھونک دو۔ ہر اچھی بات سے روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے اور شک میں مبتلا کرنے والے کو۔ وہ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی معبود بنا رکھا تھا۔ پس تم دونوں اسے سخت عذاب میں جھونک دو تو یہ اللہ تعالیٰ ان دا روغوں کو فرمائے گا۔ اگلے جہان میں ان سے یہ سلوک فرمائے گا۔ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اس بارے میں ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

رشدی کی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی

آج کل رشدی کے بارے میں بڑا شور ہے۔ اس قسم کے جو لامذہب ہوتے ہیں ان کا بھی کوئی نہ کوئی معبود ہوتا ہے۔ یا دنیا کی تنظیمیں یا دنیا کے کوئی بڑے آدمی، یا دنیا کی حکومتوں کو انہوں نے اپنا معبود بنایا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے انتظام کیا ہوا ہے۔ ہمارے توڑ پھوڑ کرنے یا یہ کہنے سے کہ خود کش حملے جائز ہیں اور یہ ردّعمل ہونا چاہئے۔ اس طرح کی باتیں کرنے سے اسلامی اخلاق کی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش ہو گی اور اس غلط تصویر پیش کرنے کے علاوہ ہم کچھ نہیں حاصل کر رہے ہوتے۔ یا توڑ پھوڑ سے اپنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں۔ جو بکواس اس نے اسلام کے خلاف یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی ہے بلکہ فرشتوں اور خدا کے خلاف بھی تھی۔ تو وہ سالوں پہلے کی ہے۔ اس کی فطرت ہے کرتا چلا جا رہا ہے۔ اب اگر اس کی حرکتوں پر یا جس وجہ سے بھی کوئی حکومت مسلمانوں کے جذبات کا خیال نہ رکھتے ہوئے اُسے کوئی بھی ایوارڈ دیتی ہے یا خطاب دیتی ہے تو ان سب کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں خود ان سے نپٹوں گا۔ دوسرے یہ کہ یہ نہیں ہے کہ یورپ میں بالکل ہی شرافت نہیں رہی اور یہاں یورپ میں، مغرب میں شرفا نہیں رہے۔ بے شمار لوگوں نے یہاں بھی، انگلستان میں بھی اس پر اعتراض کیا ہے۔ ممبرز آف پارلیمنٹ نے بھی اعتراض کیا ہے کہ اس حرکت کا (جو یہ نائٹ ہڈ کا خطاب دیا گیا ہے) اس کا سوائے دنیا کی سلامتی و امن برباد کرنے کے کوئی فائدہ نہیں ہو گا، کوئی مقصد اس سے حاصل نہیں ہو گا۔

رشدی کی کتاب اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش تھی

اسی طرح جب اس نے آج سے دس بارہ سال پہلے یہ کتاب لکھی تھی بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اس سے یہ کتاب لکھوائی گئی تھی کیونکہ اب تو ثابت ہو رہا ہے کہ یہ لکھوائی گئی تھی۔ تو اس پر بھی یہاں کے بعض تبصرہ نگاروں نے یہ تبصرہ کیا تھا کہ یہ اب ثابت شدہ ہے کہ اس کے پیچھے کسی کا ہاتھ ہے۔ یہ اکیلا نہیں ہے۔ اور اسلام کے خلاف ایک بڑی زبردست سازش ہے کہ اسلام کے خلاف مزید ردّعمل ظاہر کرنے کے لئے اس طرح بھڑکاؤ اور پھر اس موقع سے مزید فائدہ اٹھاؤ۔ اور اس کا موقع مسلمان دے رہے ہیں۔ دو چار جلوس نکالنے سے اور پھر خاموش ہو کر بیٹھ جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ جتنی بڑی سازش ہے یہ جھنڈے جلانے، تصویریں جلانے، پتلے جلانے یا جلوس نکالنے سے یہ سازش

ختم نہیں ہو جائے گی۔ان چیزوں سے تو جو مقصد یہ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حاصل کریں گے۔ان کے موقف کی مزید تائید ہوگی کہ اسلام ایسا ہی مذہب ہے۔تو بہر حال ایسی حرکتوں کا حقیقی ردّعمل مسلمانوں میں پیدا ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کو پہلے سے بڑھ کر اپنے اوپر لاگو کریں تا کہ دنیا کے منہ خود بخود بند ہو جائیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجیں جس سے آپؐ کی اُمت روحانیت میں بھی ترقی کرنے والی ہو۔

عاشق صادق کی تقلید میں آنحضورؐ کے اسوہ کو دنیا کے سامنے پیش کریں

آپؐ کے اسوہ کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔لیکن یہ کام آج اگر کوئی کر سکتا ہے تو احمدی کر سکتا ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو مانا ہے۔آج اگر معترضین کے جواب دے سکتے ہیں تو احمدی دے سکتے ہیں۔آج اگر اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کو دکھا سکتے ہیں تو احمدی دکھا سکتے ہیں۔پس آج احمدی کا فرض ہے کہ پہلے سے بڑھ کر اس بارے میں کوشش کرے، پہلے سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجے۔

رشدی کی کتاب کا جواب کتابی شکل میں

جب رشدی نے بدنام زمانہ کتاب لکھی تھی اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ا رشد احمدی صاحب سے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھوائی تھی۔جس کا نام تھا Rushdi-Haunted by his unholy ghost۔اب سٹاک میں نہیں تھی یا تھی تو بہت تھوڑی۔مزید کچھ تبدیلیاں بھی ہوئی تھیں۔ایک باب کا جو مزید اضافہ ہے جس کے بارے میں کچھ ہدایات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دی تھیں ان کو سمجھا گئے تھے تو میں نے انہیں کہا تھا کہ اس کو دوبارہ شائع کریں۔کچھ عرصہ ہوا ایک پبلشنگ کمپنی نے نام تو مجھے یاد نہیں رہا بہر حال اس نے اس کو شائع کیا تھا جو خود ہی اس کی مارکیٹنگ بھی کر رہے ہیں اور جماعت بھی اب اس کو شائع کر رہی ہے۔اب جلد انشاء اللہ آ جائے گی۔اس کا اُردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔یہ پڑھے لکھے طبقے اور سنجیدہ طبقے کو دینی چاہئے تا کہ دنیا کے سامنے حقیقت بھی آئے۔تو یہ ہے خدمت جس سے اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا بھی پتہ چلے گا اور دنیا کے فساد دور کرنے کے حقیقی راستوں کا بھی علم ہوگا۔"

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 258 تا 264)

امن کانفرنسز و سمپوزیم (Symposium)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ناموس رسالت کی حفاظت اور اسلامی تعلیم کی سربلندی کے لئے اپنے خطبات و تقاریر میں احباب جماعت کو جن عملی اقدام اٹھانے کی طرف توجہ دلائی۔ان میں ایک، دنیا بھر میں امن کانفرنسز اور سمپوزیم کا انعقاد تھا۔بعض کانفرنسز میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔آپ کے مبارک تاریخی دور خلافت میں حکومتی اور ملکی سطح پر پارلیمنٹس سے خطاب بھی شامل ہیں۔ان تمام خطابات میں آپ نے اسلامی تعلیم کو فوقیت دی۔بلکہ ایک موقع پر ایک صحافی کے سوال پر آپ نے فرمایا کہ میرا خطاب خواہ سیاسی ہو یا مذہبی یا

معاشیات کو بہتر کرنے کے لئے ہو میں قرآن کریم سے مواد لے کر تیار کرتا ہوں۔

جن میں برطانوی پارلیمنٹ، کیپٹل ہل واشنگٹن امریکہ، بیلجیم میں یورپین پارلیمنٹ، ناروجیئن پارلیمنٹ اور کوبلنز جرمنی کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں حضور کے نہایت اہم، اثر انگیز اور بصیرت افروز تاریخی خطاب شامل ہیں۔ان خطابات نے توہین رسالت کے حق میں اٹھنے والی آوازوں کو بے اثر کر دیا اور اسلام کا چہرہ پورے آب و تاب کے ساتھ اقصائے عالم پر ایک بار پھر ظاہر ہوا۔ان خطابات کا سلسلہ برطانوی ممبران پارلیمنٹ سے شروع ہوا۔

برطانوی پارلیمنٹ سے خطاب

حضور نے پارلیمنٹ ہاؤس میں بنفس نفیس حاضر ہو کر مورخہ 22 اکتوبر 2008ء کو جو تاریخی خطاب فرمایا۔اس میں سے چند حصے پیش ہیں۔آپ نے فرمایا۔

"اگر چہ جماعت احمدیہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن یاد رہے کہ یہ اسلام کی سچی تعلیمات کی حقیقی علمبردار اور نمائندہ ہے۔ہر احمدی جو برطانیہ میں بستا ہے ایک محب وطن اور وفادار شہری ہے۔جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ وطن سے محبت ایمان کا لازمی جزو ہے..... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاءاللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ ہمیشہ دنیا میں امن و آشتی کی حقیقی علمبردار کے طور پر جانی جاتی رہے گی۔جس ملک میں بھی احمدی رہتے ہوں گے وہ اپنے ملک کے وفادار رہیں گے..... آج دنیا ایک اضطراب اور بے چینی کا شکار ہے چھوٹے پیمانے پر جنگوں کی آگ بھڑک رہی ہے۔بعض جگہوں پر بڑی طاقتیں یہ دعویٰ کر رہی ہیں کہ ہم امن کے قیام کے لئے کوششیں کر رہے ہیں۔اگر عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہ کئے گئے تو ان چھوٹی چھوٹی جنگوں کے شعلے بہت بلند ہو جائیں گے اور ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے..... مسلمانوں کے بعض گروہ مذہب کے نام پر ناجائز حملے یا خودکش دھماکے کرتے ہیں تاکہ غیر مسلموں کو جن میں فوجی اور معصوم شہری بھی شامل ہیں نقصان پہنچائیں یا ہلاک کریں جس کے نتیجہ میں معصوم مسلمان، یہاں تک کہ بچے بھی نہایت بے رحمی سے مارے جا رہے ہیں۔اسلام اس ظالمانہ فعل کو کلیتاً رد کرتا ہے بعض مسلمانوں کے اس بھیانک طرز عمل کی وجہ سے غیر مسلم ممالک میں ایک بالکل غلط تاثر پیدا ہو چکا ہے جس کے نتیجہ میں معاشرے کے بعض طبقات علی الاعلان اسلام کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔جبکہ بعض دوسرے ایسے ہیں جو اگر چہ کھلم کھلا اظہار تو نہیں کرتے مگر دلوں میں اسلام کے بارے میں کوئی اچھی رائے بھی نہیں رکھتے۔یہ وہ صورت حال ہے جس کی وجہ سے مغربی ممالک اور دیگر غیر مسلم ممالک کے لوگوں کے دلوں میں ان چند مسلمانوں کے طرز عمل کے باعث عدم اعتماد پیدا ہو گیا ہے۔بہتری کی کوئی صورت پیدا ہونے کی بجائے غیر مسلموں کا رد عمل ہر روز بد سے بدتر ہوتا چلا جا رہا ہے۔اس غلط رد عمل کی ایک مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور کردار پر اور مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کریم پر کئے جانے والے حملے ہیں۔اس لحاظ سے برطانوی سیاست دانوں، خواہ وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں، اور دانشوروں کا رویہ بعض دیگر ممالک کے سیاستدانوں کے رویے سے مختلف

ہے۔میں اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں۔ایسے نازک احساسات کو ٹھیس پہنچانے سے نفرتوں میں اضافے کے سوا کیا حاصل ہوسکتا ہے۔یہ نفرت پھر بعض انتہاپسند مسلمانوں کو ایسی حرکتیں کرنے پر آمادہ کرتی ہے جو سراسر غیر اسلامی ہیں۔جن کے نتیجہ میں کئی غیر مسلموں کو پھر موقع ملتا ہے کہ وہ اپنی مخالفت کا اظہار کریں۔ان حملوں سے ان لوگوں کو جو انتہاپسند نہیں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت رکھتے ہیں شدید تکلیف پہنچتی ہے۔ان میں جماعت احمدیہ سرفہرست ہے۔ہمارا سب سے زیادہ اہم کام ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اسوہ اور اسلام کی حسین تعلیمات سے آگاہ کیا جائے۔ہم تمام انبیاء کا سچا احترام کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں کہ یہ سب خدا کے فرستادہ تھے۔اس لئے ہم تو ان میں سے کسی کے خلاف کوئی بے ادبی نہیں کرسکتے لیکن جب ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے بنیاد اور جھوٹے الزامات سنتے ہیں تو ہمارے دل بے حد رنجیدہ ہوجاتے ہیں۔

آج جب کہ دنیا مختلف بلاکوں میں تقسیم ہورہی ہے،انتہاپسندی بڑھ رہی ہے اور مالی اور اقتصادی صورتحال بدتر ہوتی جارہی ہے۔اس امر کی فوری ضرورت ہے کہ ہر قسم کی نفرتوں کو مٹادیا جائے اور امن کی بنیادوں کو استوار کیا جائے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ باہم ایک دوسرے کے ہر قسم کے جذبات کا خیال رکھا جائے۔اگر یہ کام صحیح رنگ میں پوری ایمان داری اور نیکی کے ساتھ نہ کیا گیا تو حالات اور زیادہ ابتر ہوجائیں گے اور پھر ہمارے بس میں کچھ بھی نہیں رہے گا۔یہ ایک قابل تحسین بات ہے کہ اقتصادی طور پر مضبوط مغربی ممالک نے غریب اور پسماندہ ممالک کے افراد کو اپنے ملکوں میں آکر آباد ہونے کی اجازت دی ہے۔ان لوگوں میں مسلمان بھی ہیں۔حقیقی عدل کا تقاضا ہے کہ ان لوگوں کے جذبات اور مذہبی سرگرمیوں کا بھی احترام کیا جائے۔یہ وہ طریق ہے جس کو اختیار کرکے لوگوں کے ذہنی اطمینان کو قائم رکھا جاسکتا ہے۔ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ جب کسی انسان کا ذہنی اطمینان اٹھ جائے تو پھر معاشرے کا امن بھی متاثر ہوتا ہے..... ابتدائی تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ اس تعلیم پر عمل کیا گیا تھا اور عدل وانصاف کے تمام تقاضے پورے کئے گئے تھے۔میں یہاں اس کی بہت زیادہ مثالیں تو پیش نہیں کرسکتا مگر تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کوئی انتقام نہیں لیا تھا جنہوں نے آپؐ کو شدید تکالیف دی تھیں۔آپ نے نہ صرف انہیں معاف کردیا تھا بلکہ اجازت دی تھی کہ وہ اپنے اپنے دین پر قائم رہیں۔آج بھی امن صرف اسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے جب دشمن کے لئے بھی عدل کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں اور ایسا صرف مذہبی انتہاپسندی کے خلاف جنگوں میں ہی نہیں بلکہ دیگر تمام جنگوں میں بھی کیا جانا چاہئے۔اس طرح جو امن حاصل ہوگا درحقیقت وہی پائیدار امن ہوسکتا ہے..... آج بھی بے چینی بڑھ رہی ہے وہ جنگیں اور دیگر اقدامات جو امن کو قائم کرنے کی خاطر کئے جارہے ہیں ایک اور عالمی جنگ کا پیش خیمہ بن رہے ہیں۔موجودہ اقتصادی اور سماجی مسائل اس صورت حال میں اور بھی زیادہ ابتری کا باعث بن رہے ہیں۔قرآن کریم نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے بعض سنہری اصول عطا فرمائے ہیں۔یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ہوس سے،

دشمنی بڑھتی ہے ۔کبھی یہ ہوس توسیع پسندانہ عزائم سے ظاہر ہوتی ہے ۔کبھی اس کا اظہار قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے سے ہوتا ہے ۔اور کبھی یہ ہوس اپنی برتری دوسروں پر ٹھونسنے کی شکل میں نظر آتی ہے ۔یہی لالچ اور ہوس ہے جو پھر ظلم کی طرف لے جاتی ہے ۔خواہ یہ بے رحم جابر حکمرانوں کے ہاتھوں سے ہو جو اپنے مفادات کے حصول کے لئے لوگوں کے حقوق غصب کر کے اپنی برتری ثابت کرتے ہیں یا جارحیت کرنے والی افواج کے ہاتھوں سے ہو ۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مظلوموں کی چیخ وپکار کے نتیجہ میں بیرونی دنیا مدد کے لئے آ جاتی ہے ۔بہرحال جو بھی اس کا نتیجہ ہو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنہری اصول سکھایا ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرو ۔صحابہ نے پوچھا کہ مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ظالم کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں ۔آپؐ نے فرمایا کہ اس کے ہاتھوں کو ظلم سے روک کر، کیونکہ بصورت دیگر اس کا ظلم میں بڑھنا اُسے خدا کے عذاب کا مورد بنا دے گا ۔پس اس پر رحم کرتے ہوئے اسے بچانے کی کوشش کرو ۔یہ وہ اصول ہے جو معاشرے کی چھوٹی اکائی سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اطلاق پاتا ہے ۔

کیپٹل ہل میں خطاب

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں 27 جون 2012ء وہ تاریخی دن تھا ۔جب امام جماعت احمدیہ کو دنیا بھر کی بلند ترین سپر پاور کی پارلیمنٹ میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچانا تھا ۔آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"امن اور انصاف لازم وملزوم ہیں ۔یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کے بغیر دوسرا مقصد حاصل ہو جائے اور یقیناً یہ ایک ایسا اصول ہے جسے تمام شعور رکھنے والے اور عقلمند بخوبی جانتے ہیں ۔

اگر ان لوگوں کو الگ چھوڑ دیا جائے جن کا مقصد ہی فتنہ کھڑا کرنا ہے ۔تو کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں ہو گا جو یہ کہہ سکتا ہو کہ کسی ایسے معاشرہ میں، ملک میں، حتیٰ کہ ساری دنیا میں جہاں انصاف اور کھرے معاملات کا بول بالا ہو وہاں فساد یا امن کا فقدان ہو سکتا ہے ۔اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بہت سے علاقوں میں فساد اور بدامنی غالب ہے اور ایسے فساد اندرونی طور پر ملکی سطح پر بھی اور بیرونی طور پر ممالک کے مابین تعلقات میں بھی نظر آ رہے ہیں ۔حکومتیں اپنی پالیسیز (Policies) کے انصاف پر مبنی ہونے کی دعویدار ہیں اور قیام امن کو اپنی اولین ترجیح قرار دیتی ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمیں اس قسم کے تنازعات اور فساد نظر آتے ہیں ۔پھر عمومی طور پر اس بات میں بھی شک نہیں کہ دنیا میں بے چینی اور اضطراب بڑھ رہا ہے اور اسی طرح بدامنی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے ۔یہ چیز ثابت کرتی ہے کہ ضرور کہیں نہ کہیں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کئے جا رہے ۔لہٰذا جہاں کہیں بھی اور جب کبھی بھی ناانصافی کی گئی ہے، اسے ختم کرنے کی اشد ضرورت ہے .....احمدیہ مسلم جماعت خالصتاً ایک مذہبی جماعت ہے ۔یہ ہمارا کامل ایمان ہے کہ وہ مسیح اور مصلح جس نے اس زمانے میں دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیمات کی طرف ہدایت دینے کے لئے آنا تھا، وہ یقیناً آ چکا ہے ۔ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہماری جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) وہی مسیح اور مصلح ہیں ۔پس ہم ان کو مان چکے ہیں اور ان کی تعلیمات کے تحت ہم قرآن کریم میں بیان کردہ اسلام کی اصل

اور حقیقی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں ۔اس لئے جو کچھ بھی قیام امن کے لئے اور بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے بیان کروں گا۔اس کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہوگی

.....اسلام انصاف پر قائم کئے جانے والے بین الاقوامی تعلقات اور دنیا میں امن کے قیام کے لئے کیا کہتا ہے؟

سورۃ الحجرات آیت نمبر 14 میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یہ تقسیم ہرگز کسی قسم کی برتری کا حق نہیں دیتی ۔چنانچہ قرآن کریم اس بات کو واضح کرتا ہے کہ تمام لوگ پیدائشی طور پر برابر ہیں ۔مزید یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری خطاب فرمایا اس میں تمام مسلمانوں کو یہ تاکید کی کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں ہے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی درس دیا کہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے ۔چنانچہ یہ اسلام کی واضح تعلیم ہے ۔تمام قومیتیں اور نسلیں برابر ہیں ۔اسلامی تعلیم میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ تمام لوگوں کو بغیر کسی تفریق اور تعصب کے مساوی حقوق فراہم کئے جائیں ۔یہ وہ کلیدی اور سنہرا اصول ہے جو قیام امن کے لئے مختلف گروہوں اور قوموں کے درمیان ہم آہنگی کی بنیاد رکھتا ہے ۔اس کے برخلاف آج ہم دیکھتے ہیں کہ طاقتور اور کمزور قومیں باہم جدا اور منقسم ہیں ۔

مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام متحدہ میں بعض ممالک کے مابین تفریق کی گئی ہے اور سکیورٹی کونسل میں کچھ مستقل رکن ممالک ہیں اور کچھ غیر مستقل رکن ممالک ہیں ۔یہ تقسیم اندرونی طور پر بے چینی اور ذہنی اضطراب کا باعث بنی ہے اور ہم آئے دن ایسی خبریں سنتے رہتے ہیں کہ بعض ممالک اس ناانصافی پر سراپا احتجاج ہیں.....قرآن کریم میں سورۃ الحجر کی آیت نمبر 89 میں بھی اقوام کے مابین قیام امن کے لئے انصاف کی ضرورت کا ذکر ملتا ہے ۔چنانچہ قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ کسی بھی قوم کو دوسروں کے اموال اور وسائل پر حاسدانہ نظر نہیں رکھنی چاہیے ۔پس کسی بھی ملک کو کسی دوسرے ملک کی مدد اور تعاون کرنے کا جھوٹا بہانہ بنا کر اس ملک کے وسائل پر غیر منصفانہ طور پر قبضہ نہیں کرنا چاہئے ۔پس غریب ممالک کو تکنیکی مہارت اور دیگر امداد کی فراہمی کو بنیاد بنا کر ان کے ساتھ غیر منصفانہ تجارتی معاہدے کرتے ہوئے ان سے فوائد حاصل نہیں کرتے چاہئیں ۔

اسی طرح تکنیکی مہارت اور دیگر امداد کی فراہمی کو بنیاد بنا کر ترقی پذیر ممالک کے قدرتی وسائل اور اثاثوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے ۔بلکہ نسبتاً کم خواندہ قوموں اور حکومتوں کو یہ سکھانا چاہیے کہ وہ اپنے قدرتی وسائل کو کس طرح بہتر طور پر استعمال کریں ۔اقوام اور حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ ترقی پذیر اقوام کی خدمت کرنے اور ان کی مدد کرنے کی کوشش کریں ۔تاہم یہ خدمت قومی یا سیاسی فوائد حاصل کرنے کی نظر سے نہ ہو اور نہ ہی ذاتی مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ ہو.....اسلام ہماری توجہ قیام امن کے ذرائع کی طرف مبذول کرواتا ہے ۔اسلام مکمل انصاف کا تقاضا کرتا ہے ۔اسلام ہمیشہ سچی گواہی دینے کا تقاضا کرتا ہے کہ ہماری حاسدانہ نظریں دوسروں کے اموال پر نہ پڑیں

اوراسلام اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ ترقی یافتہ اقوام اپنے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ترقی پذیر اور غریب اقوام کی بے غرض ہو کر خدمت کریں۔ اگر ان تمام عناصر کو بروئے کار لایا جائے تو حقیقی امن کا قیام ہوگا۔"

(الفضل انٹرنیشنل 24 اگست 2012ء)

کوبلنز کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں خطاب

مورخہ 30 مئی 2012ء کو حضور نے کوبلنز (جرمنی) کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں اسلام میں اپنے وطن سے محبت اور وفاداری کے موضوع پر بصیرت افروز خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"سب سے پہلے تو یہ اسلام کا بنیادی اوراہم اصول ہے کہ ایک شخص کے قول اور فعل میں کسی بھی پہلو سے دوہرا پن یا منافقت نہیں ہونی چاہئے۔ حقیقی وفاداری ایک ایسا تعلق چاہتی ہے جو موافقت اور ہم آہنگی پر مبنی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک انسان ظاہر میں جس بات کا اظہار کرے باطن میں بھی وہی چیز اس کے دل میں ہو۔ جب بات قومیت کی ہو تو یہ اصول اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ کسی بھی ملک کے باسی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اپنے ملک کے ساتھ حقیقی وفاداری اور اخلاص کا تعلق ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ اس ملک کا پیدائشی باشندہ ہے یا اس نے وہ شہریت بعد میں امیگریشن یا کسی اور وجہ سے حاصل کی ہے۔

وفاداری ایک بہت بڑی خوبی ہے اور خدا کے انبیاء وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کا سب سے اعلیٰ اظہار کرتے ہیں اور اس کے انتہائی بلند معیار باندھتے ہیں۔ ان کا اپنے خدا سے تعلق اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ ان کی توجہ کا محور اس کے احکام ہوتے ہیں اور وہ اسی کوشش میں ہوتے ہیں کہ کس طرح ان پر مکمل طور پر عمل کیا جا سکے۔ اس بات سے ان کے اپنے خدا سے تعلق کا اور کامل وفاداری کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی وفا کے اسی معیار کو ہمیں اپنے لئے بطور نمونہ سامنے رکھنا چاہئے۔

تاہم اس بارے میں مزید آگے جانے سے پہلے اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ وفاداری سے اصل میں مراد کیا ہے؟ اسلام کی تعلیم کے مطابق وفاداری کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان ہر سطح پر اپنے عہد و پیمان کو کامل طور پر پورا کرے خواہ کیسی ہی مشکل صورتحال کیوں نہ ہو۔ یہ وفاداری کا وہ معیار ہے جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ وہ اپنے تمام عہدوں کے بارے میں جوابدہ ہوں گے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے تمام عہدوں کا ایفاء کریں۔ اُن عہدوں کو بھی جو انہوں نے خدا سے کئے ہیں اور اسی طرح دوسرے اہم معاملات میں کئے گئے عہدوں کو بھی وہ پورا کریں ..... وفاداری کے ضمن میں قرآن مجید کی ایک اور تعلیم یہ بھی ہے کہ لوگوں کو ایسی تمام چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے جو غیر شریفانہ اور ناپسندیدہ ہوں اور اپنے اندر سرکشی کا کوئی انداز رکھتی ہوں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 10 اگست 2012ء)

بیت الفتوح میں امن کانفرنس سے خطاب

مورخہ 24 مارچ 2007ء کو بیت الفتوح میں امن کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ممبران ہاؤس آف لارڈز، ممبران پارلیمنٹ، میئرز، کونسلرز، چرچ ممبران اور چیدہ افسران نے شمولیت کی۔ حضور نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آج کل بعض لوگ اس بات کے لئے مذہب کو قصوروار ٹھہراتے ہیں کہ مذہب نے دنیا میں تفرقہ ڈالا ہے۔ یہ خدا اور مذہب کے ساتھ عجیب اور بھونڈا مذاق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں آج تک کسی پیغمبر نے خدا کے نام پر قتل وغارت گری نہیں کی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو افضل المخلوقات بنایا اور سوجھ بوجھ عطا کی اور علم کو وسیع کرنے کی نصیحت کی۔ اخلاق بلند کرنے کی طاقت دی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے سربسجود ہونے اور اس سے راہنمائی حاصل کرنے کی توفیق دی۔ وہ مالک ہے، وہ پاک ہے، وہ امن بخشتا ہے۔ وہ طاقتور ہے، وہ عظیم ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی طرف منسوب ہونے والے اس کے نام پر امن برباد کریں۔ اللہ تعالیٰ امن کو برباد کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ جماعت احمدیہ کا بنیادی اصول ہی محبت اور امن ہے اور اسی کی وہ تعلیم دیتی ہے۔

دنیا میں انصاف کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے مگر اسی وقت جبکہ کمزور سے کمزور انسان کو بھی یہ احساس ہو کہ اس نے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے اور اس کے احکامات پر چلنا ہے اور پھر ایسے افراد مجموعی رنگ میں یہ کوشش کریں کہ انہوں نے تمام کرہ ارض میں امن قائم کرنا ہے۔ لیکن اگر انسان اپنے ذاتی فوائد اور ذاتی حقوق حاصل کرنے اور دوسرے کے حقوق چھیننے میں کوشاں رہے گا تو وہ امن کو کبھی بھی قائم نہیں کر سکے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا کو پہچانیں اور اس کی رضا حاصل کریں اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہوں اور پھر تمام افراد مل کر عدل اور امن پیدا کریں۔ ان اصولوں پر عمل نہ کرکے ہی لیگ آف نیشنز ختم ہوئی اور یو این او بھی اسی سمت رواں ہے اور اس کی دیواریں بھی ہلتی نظر آرہی ہیں۔

اس وقت تک امن ایک خواب ہے جب تک ہر ملک اپنے حقوق کو دوسرے کے حقوق پر ترجیح دیتا رہے گا۔ یہ خواب صرف اس صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے مگر تمام حقائق کو جاننے کے باوجود انسان نے آنکھ بند کر رکھی ہے۔ آنکھ بند کرنے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ اس لئے میری آپ سے التجا ہے کہ اپنے نفس کو ٹٹولیں اور خدا تعالیٰ کی صفات کو دیکھیں۔ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو اپنی غلطیوں کے نتیجے میں مفلوج اور معذور نہ بنائیں۔ ضروری ہے کہ ہم آج امن قائم کریں اور آنے والی نسل کو معذور زندگی سے نجات دلوائیں۔ ہم انہیں اندھیرے اور گہرے کھڈ میں گرنے سے بچائیں۔ یہ خودغرضی کی انتہا ہوگی کہ جھوٹی عزت کی خاطر یا عارضی نفع کے لئے ہم اپنی نئی پود کا مستقبل تباہ کردیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 18 مئی 2007ء)

امن سمپوزیم سے خطاب

جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام 26 مارچ 2011ء کو منعقد ہونے والی امن سمپوزیم میں خطاب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"جماعت احمدیہ حقیقی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سارے عالم میں امن کے قیام اور ظلم کے خاتمے کی پر جوش تمنا رکھتی ہے ۔لیکن بدقسمتی سے عملی طور پر امن قائم کروانے کے لئے کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم دنیاوی لحاظ سے کوئی بھی طاقت نہیں رکھتے ۔دوسروں کے مقابلے میں ہم ایک چھوٹی سی مذہبی جماعت ہیں جو فی الوقت دنیا کی نظر میں کوئی بھی قابل قدر مقام نہیں رکھتی ۔لیکن جو بھی ہو ہمارے بلند عزائم بالآخر ہمیں اس مقام تک پہنچادیں گے جہاں سے ہم دنیا میں امن کے قیام کے لئے اہم کردار ادا کرسکیں گے یعنی وہ امن عالم جس کی بنیاد حقیقی اسلامی تعلیم پر ہوگی اور تب دنیا اسلام کو امن اور سلامتی کے روشن مینار کی حیثیت سے پہچان لے گی۔

اسلامی تعلیمات ہمیں ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرنے کا حکم دیتی ہیں ۔جب حضرت نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو یہ بات بتائی گئی تو انہوں نے سوال کیا کہ ایک بے رحم ظالم کی کس طرح مدد کی جاسکتی ہے؟ آپؐ نے نہایت سادگی سے جواب دیا کہ اس کا ہاتھ روک کر ۔یعنی اس کو گناہوں سے باز رکھ کر تم اس کی مدد کر سکتے ہو ۔ظالم سمجھتا ہے کہ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اپنے مخالف کو زیر نگین کرسکتا ہے ۔لیکن وہ لوگ جو مذہبی سوچ رکھتے ہیں وہ اس یقین پر قائم ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سب طاقتوں کا مالک ہے اور وہ ظالم کو ضرور سزا دے گا ۔پس ظالم کی مدد کرنا یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روک دیا جائے تا کہ وہ خدا تعالیٰ کے غضب سے بچ جائے ۔

اس حقیقت کے باوجود کہ فی الوقت ہماری جماعت کے پاس وہ ظاہری اسباب میسر نہیں ہیں جن سے وہ ظالم کا ہاتھ ظلم سے روک سکے اور ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرنے کا فرض ادا کر سکے، لیکن پھر بھی ہم لوگوں کی راہنمائی کر کے انہیں ہر قسم کے ظلم و جور سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں ۔اس مقصد کے حصول کے لئے ہم صاحب اقتدار لوگوں کو متوجہ کرتے اور دعا سے مدد لیتے ہیں ۔

اگر برسر اقتدار حکومتیں اور ادارے بلکہ بین الاقوامی ادارے امن عالم کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے تو پھر ان کی طاقت بالآخر بے فائدہ قرار پائے گی ۔اب اگر ہم اقوام متحدہ کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں اس کی تاریخ میں نظر آئے گا کہ سوائے چند مواقع کے اقوام متحدہ نے کبھی بھی انصاف کے مطلوبہ معیار پورے نہیں کئے ۔اس وجہ سے یہ اپنی مکمل ذمہ داری نبھانے سے قاصر ہے ۔اس ناکامی کے اسباب میں مادیت پسندی، حلیف اور بلاک بنانا، مخصوص ذاتی مفادات، ذاتی دشمنی اور رنجشیں وغیرہ شامل ہیں ۔پس اقوام متحدہ حقیقی امن قائم کرنے سے قاصر ہے اور غیر جانبداری اور شفاف معاملہ نہ کرنا اس کی وجوہات ہیں..... دنیا میں جہاں کہیں بھی احمدی بستے ہیں قطع نظر اس کے کہ وہ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں ،خواہ وہ ایشیائی احمدی ہوں یا افریقی احمدی ہوں عرب ہوں یا یورپین یا امریکی،

ان کا نمونہ ہمیشہ ایک ہوگا۔تمام احمدی رضائے باری تعالیٰ کے طالب بنتے ہوئے ہمیشہ ہر قسم کے فساد سے باز رہتے ہیں اور یہ وہ طرزِ عمل ہے جو نہ صرف دنیا کو بدنظمی سے بچانے والا ہے بلکہ ایک دن امن عالم کا ضامن ہوگا۔"
(الفضل انٹرنیشنل 24فروری2012ء)

انٹر فیتھ سمپوزیم (Inter Faith Symposium)

اس سے قبل ان امن کانفرنسز کی ایک جھلک پیش کی جا چکی ہے۔جن میں جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی:

یہاں یہ بتانا بھی خالی از فخر نہیں کہ دنیا بھر میں سینکڑوں کی تعداد میں امن کانفرنسز یا انٹر فیتھ سمپوزیم (Symposium) منعقد ہوئے۔ جن میں اسلام کی تعلیم بابت امن و سلامتی غیروں کو پہنچائی گئی۔ جیسے 15/اپریل 2007ء کو گلاسکو۔ اسکاٹ لینڈ میں How to Establish Peace کے عنوان پر جبکہ 17/اگست 2007ء کو Hays لندن میں Role of Religion Bringing Peace and Harmony in society کے عنوان پر امن کانفرنسز ہوئیں۔ (الفضل انٹرنیشنل 6جولائی اور 7دسمبر 2007ء)

جنوری 2008ء میں کیلگری کینیڈا میں انٹر فیتھ سمپوزیم اور جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ منعقد ہوئے۔ان مواقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مشتمل بینرز آویزاں کیے گئے تھے۔ (الفضل انٹرنیشنل 8فروری2008ء)

2013ء میں فرانس میں متعدد بین المذاہب کانفرنسز اور سیرۃ النبیؐ کانفرنسز منعقد ہوئیں۔جن میں غیر مسلم لوگوں نے سینکڑوں کی تعداد میں شرکت کی۔جن چار لڑکوں نے امن کانفرنسز کے پوسٹرز پھاڑے تھے ان میں سے ایک لڑکے کے والدین نے ان کانفرنسز میں شرکت کی۔جن کو اسلام کی امن کی تعلیم سن کر حیرانگی ہوئی اور انہوں نے اپنے بیٹے کی حرکت پر معذرت بھی کی۔ (الفضل انٹرنیشنل 23اگست 2013ء)

سرکردہ لیڈروں سے ملاقات کے دوران اسلام کی تعلیم کو اجاگر کرنا

جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے دنیا کے سرکردہ لیڈروں سے ملاقات کے دوران اسلامی تعلیم کا ذکر فرمایا۔بعض دفعہ دنیا بھر میں اسلام کے خلاف نفرتیں پھیلانے کی سازشوں کا ذکر کر کے بھی اسلامی تعلیم کو اجاگر کیا۔ جیسے جون 2011ء کے دورہ یورپ کے دوران برلن جرمنی میں ممبر قومی اسمبلی Mr. Stefan Rupper سے ملاقات کے دوران فرمایا:

کسی شخص کو بھی اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے کہ بانیان مذاہب یا کسی بھی مذہب کی تضحیک یا بے ادبی کرے۔

یہی انصاف ہے۔ لامذہب لوگوں کو بھی پیغمبروں اور مذاہب کی تضحیک یا بےادبی نہیں کرنی چاہیے۔ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ بتوں کو بھی بُرا نہ کہو، کیونکہ جواباً ان بتوں کی پوجا کرنے والے خدا کے خلاف باتیں کریں گے۔ دوسرے کے جذبات کی ہمیشہ قدر کرنی چاہیے۔ یہ اخلاقیات کا بنیادی اصول ہے اور کسی بھی قانون کی بنیاد ہونا چاہیے۔ مغرب بھی روزمرہ زندگی میں نرمی اور بردباری کی تعلیم پر یقین رکھتا ہے، پھر مذہبی معاملات میں ایسا کیوں نہ ہو؟

..... اگر کوئی شخص غلط کام کرتا ہے تو مذہب کو الزام نہیں دینا چاہیے اور نہ ہی مذہبی لیڈروں کو الزام دینا چاہیے۔ بلکہ جو غلط کام کر رہا ہے صرف اس کو مورد الزام ٹھہرانا چاہیے اور limits سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ حوصلہ اور برداشت ہونی چاہئے۔

جہاں تک متشدد مسلم مُلاؤں کی اصلاح کا تعلق ہے، اس کا امکان نہیں ہے، کیونکہ وہ سب حدیں پھلانگ چکے ہیں۔ ان کو اچھے یا بُرے کی تمیز نہیں رہی۔ وہ خود کو بھی تباہ و برباد کریں گے اور اپنے پیروکاروں کو بھی تباہ کریں گے۔
(الفضل انٹرنیشنل 7 اکتوبر 2011ء)

اسلام میں بلاسفمی کا کوئی قانون نہیں

مسلم پبلک افیئرز کونسل آف امریکہ کے نمائندہ کی حضور انور سے ملاقات کے دوران حضور انور نے فرمایا:

"اگر آپ قرآن کریم کو غور سے پڑھیں تو وہاں کسی Blasphemy Law کا ذکر نہیں ملتا۔ اگر کسی نے کبھی کوئی بلاسفمی لاء بنانا ہے تو پھر وہ تمام انبیاء، تمام بانیان مذاہب کے لئے ہونا چاہئے کہ کسی ایک کی بھی توہین نہ ہو۔ ہر ایک کی عزت واحترام واجب ہے۔ صرف ایک مذہب پر فوکس نہ ہو۔ اسلام نے، قرآن کریم نے تو یہی تعلیم دی ہے کہ ہم ہر نبی پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی عزت واحترام ہم پر واجب اور لازم ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے کہ اس نے ایک غزوہ سے واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح طور پر انتہائی گستاخی کی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے متعلق اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ معزز ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹیں گے تو ضرور وہ جو سب سے زیادہ معزز ہے اسے جو سب سے زیادہ ذلیل ہے اس میں سے نکال باہر کرے گا۔ (المنافقون: 9)

اس عبداللہ بن ابی بن سلول کے اپنے بیٹے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرے باپ نے اس طرح آپ کی گستاخی اور توہین کی ہے۔ اگر اسے کوئی سزا دینی ہے اور اس کی سزا قتل ہے تو میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ کو قتل کروں گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمادیا اور اجازت نہ دی اور اس گستاخ رسول کو کسی قسم کی کوئی سزا نہ دی۔ یہ وہ موقع تھا کہ اگر کوئی بلاسفمی لاء، توہین رسالت کا کوئی قانون ہوتا تو اس کا ذکر کیا جاتا۔ لیکن قرآن کریم نے کسی ایسے قانون کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کسی ایسے قانون کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت میں ملتا ہے۔"
(الفضل انٹرنیشنل 10 اگست 2012ء)

ہرقوم دوسری قوم کی عزت کرے

پھرایک اور ملاقات کے دوران فرمایا:

"میں ساری دنیا میں یہی پیغام دیتا ہوں کہ ہر قوم دوسری قوم کی عزت کرے۔ہم تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔تمام انبیاء،تمام مذاہب کے بانی اور پھران کے پیروکاروں کی عزت کرنی چاہئے۔اگر ہر قوم دوسری قوم کی عزت کرے تو پھر امن قائم ہوگا اور بدامنی اور فساد ختم ہو جائے گا۔یہی اسلام کا حقیقی پیغام ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 10 اگست 2012ء)

قرآن کریم انصاف کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کی تعلیم دیتا ہے

14 جون 2011ء کو حضور ایدہ اللہ نے ہمبرگ (جرمنی) میں پارلیمنٹ ہاؤس کا وزٹ فرمایا اور میئر و وزیر اعلیٰ نے حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔اس موقع پر جرمن کی گرین پارٹی نے حضور کے اعزاز میں ایک تقریب کا انتظام کر رکھا تھا۔جس میں 52 مہمان شامل تھے۔جن میں ممبران قومی وصوبائی اسمبلی،مذہبی لیڈران،کونسل کے ممبران،اخبارات کے نمائندے اور ڈاکٹرز،پروفیسرز اور وکلاء شامل تھے۔حضور نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے خطاب میں فرمایا:

"وہ لوگ جو اسلام کی باقاعدگی سے مخالفت کرتے ہیں وہ اسلام کے خلاف حساس اور دلآزار الزام تراشی کرتے رہتے ہیں مگر وہ ایسا،اسلام کی اصل تعلیم کے مطالعہ کے بغیر کرتے ہیں۔اگر کوئی شخص کسی تعلیم پر صحیح طور پر عمل نہیں کرتا باوجودیکہ وہ اس تعلیم کا پیروکار ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے تو اس صورت میں وہ شخص غلطی پر ہوگا نہ کہ وہ تعلیم۔یہ ایک بنیادی اصول ہے۔

درحقیقت قرآن مجید ہمیں دنیا میں انصاف کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو یہ حکم دیتا ہے کہ انصاف اور برابری قائم کرے حتّٰی کہ ایسی قوم سے بھی انصاف کا سلوک کرے جس نے اس پر ظلم کیا ہو یا اس کے خلاف نفرت کا اظہار کیا ہو۔وہ انصاف کا اظہار کرنے کی تعلیم دیتا ہے کیونکہ یہ حقیقی نیکی کے قیام کے لئے ضروری ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 22 جولائی 2011ء)

اسلام صرف دفاع کی اجازت دیتا ہے

کینیڈا میں سوسالہ خلافت کی تقریبات کے دوران ایک موقع پر غیر احمدی،غیر مسلم معزز مہمانوں سے مخاطب ہو کر حضور نے فرمایا:۔

" آج اسلام کا نام آتے ہی تشدد اور دہشت گردی کا تصور ذہن میں آتا ہے۔اور ایک ڈر اور خوف اس کے ساتھ وابستہ ہوتا جارہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس میں آپ کا قصور نہیں ہے۔قصور ان نام نہاد مسلمانوں کا ہے جو اسلام کو Exploit کر رہے ہیں۔مسیح موعودؑ کے عظیم کام کی تکمیل اب خلافت نے کرنی ہے۔جو محبت اور دلائل کے ذریعہ ہوگا۔اسلام میں تشدد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام کی اشاعت کے لئے کبھی بھی تلوار کا استعمال نہیں کیا گیا۔ایمان کا دارومدار دل پر ہے۔تشدد سے دل کبھی بھی قائل نہیں کئے جاسکتے۔مکہ کے مسلمان 13 سال تک تشدد سہتے رہے لیکن زبان سے اُف تک نہ کی۔جب تلوار اٹھانے کی اجازت بھی ملی تو صرف اپنے دفاع کے لئے......اسلام تو ایسا حسین مذہب ہے کہ اپنے مخالفوں سے بھی حسنِ سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ہم صرف اسی مذہب کو جانتے ہیں جو محبت اور پیار کا مذہب ہے۔اسلام صرف اتنی اجازت دیتا ہے کہ تم اپنا دفاع کرلو۔دفاع کے بعد زیادتی کی جانب راغب ہونے سے منع کیا ہے۔"
(الفضل انٹرنیشنل 22 اگست 2008ء)

تمام مذاہب کے بانیان کا احترام کریں

2012ء میں ناکسکو (ڈنمارک) بھی حضور انور تشریف لے گئے۔جہاں میئر کے نمائندہ، چرچ کے پادری اور اسکول کے ٹیچروں نے حضور انور سے ملاقات کی۔حضور نے اس دوران فرمایا:

"ہر مذہب کا احترام کیا جائے۔تمام مذاہب کے بانیان کا احترام کریں اور سب کو عزت دیں۔ایک دوسرے کی عزت کریں۔ہر مذہب کے پیروکاروں کا احترام کریں اور معاشرہ میں باہمی اخوت، بھائی چارہ اور رواداری قائم کریں۔یہی میرا پیغام ہے جو میں تمام دنیا میں دے رہا ہوں۔ہمارا ماٹو یہ ہے کہ "محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں" آپ یہاں ناکسکو میں ہمارے سینٹر، ہماری مسجد سے، ہمارے ممبران سے کوئی بُری بات نہیں سنیں گے۔

انٹرفیتھ ڈائیلاگ ہونے چاہئیں تاکہ مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں۔اگر آپ مذہب پڑھاتے ہیں تو آپ کو اسلام کا علم ہوگا۔مذہب اسلام کا اصل ماخذ قرآن کریم ہے۔اس کی شارٹ کمینٹری بھی موجود ہے اور Five Volume Commentary بھی موجود ہے۔یہ کمینٹری پڑھیں گے تو آپ کو صحیح طرح اسلام کی تعلیمات کا علم ہوگا اور آپ اسلام کو سمجھ سکیں گے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کی تعلیم کو بہترین طریق سے بیان کرتے ہیں۔"
(الفضل انٹرنیشنل 13 جنوری 2012ء)

سربراہان مملکت کو خطوط

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت اور برتری ثابت کرنے اور تمام طبقہ ہائے فکر تک اسلام کی صحیح تعلیم پہنچانے کے لئے جو طریق اختیار فرمائے ان میں سے ایک خطوط کا طریق بھی تھا۔پوپ کے نام آپ کے خط کا ذکر گزشتہ صفحات پر ہم کر آئے ہیں۔

2012ء میں امن عالم کی بگڑتی ہوئی صورتحال میں جس میں ایک مہیب عالمی جنگ کے خطرات نوع انسانی کے سر پر منڈلا رہے تھے۔آپ نے دنیا کے اہم رہنماؤں کو خصوصیت کے ساتھ جنگ سے گریز اور ڈائیلاگ (Dialogue) کے ذریعہ امن وانصاف کے قیام کے لئے خطوط بھجوائے جن میں اسرائیل وکینیڈا کے وزرائے

اعظم اور ایران وامریکہ ودیگر ممالک کے صدران شامل ہیں۔ یہ خطوط انگریزی میں تھے۔ یہاں ان میں سے کچھ حصہ کا اُردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ جس سے امام جماعت احمدیہ کے دل کی کیفیت اور آپ میں بنی نوع انسان کے ساتھ پائی جانے والی محبت کی عکاسی ہوتی ہے کہ آپ اسلام اور اس کے دفاع کے لئے کیسا درد رکھتے ہیں۔

اسرائیل کے وزیراعظم کے نام خط

"آج کل ہم خبروں میں سن رہے ہیں کہ آپ ایران پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں یعنی "عالمی جنگ" کے مہیب سائے منڈلا رہے ہیں۔ پچھلی عالمی جنگ میں جہاں لاکھوں لاکھ دوسرے لوگ لقمہ اجل بنے وہاں ہزاروں یہودی بھی کام آئے۔ اپنے ملک کے وزیراعظم ہونے کے ناطے آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنی قوم کی جانوں کی حفاظت کریں۔ عالمی منظرنامہ صاف بتارہا ہے کہ اب اگلی عالمی جنگ محض دوملکوں کی لڑائی نہیں ہوگی بلکہ ملکوں کے بلاک بن کر سامنے آئیں گے۔ عالمی جنگ چھڑنے کا خطرہ نہایت سنجیدگی سے سامنے آرہا ہے۔ جس سے مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی جانوں کا ضیاع خارج از امکان نہیں ہے۔ خدانخواستہ اگر ایسی جنگ بھڑکی تو یہ انسانی جانوں کے تلف ہونے کا سلسلہ در سلسلہ نظارہ ہوگا۔ اور اپاہج یا معذوری کے ساتھ پیدا ہونے والی آئندہ نسلیں بھی اس جنگ کا خمیازہ بھگتیں گی کیونکہ یہ سب کو نظر آرہا ہے کہ اگلی جنگ میں ایٹمی ہتھیاروں کا بھی استعمال ہوگا۔

پس میری آپ سے درخواست ہے کہ دنیا کو جنگ کے دہانے پر پہنچانے کی بجائے اپنی انتہائی ممکن کوشش کریں کہ انسانیت عالمی تباہی سے محفوظ رہے۔ باہمی نزاعوں کو طاقت کے استعمال سے حل کرنے کی بجائے ڈائیلاگ کا راستہ اپنائیں تا کہ ہم اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو تابناک مستقبل مہیا کرسکیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم انہیں جسمانی معذوری اور خرابیاں ہی "تحفے" میں دینے والے بن جائیں......" (الفضل انٹرنیشنل 8جون 2012ء)

اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر کے نام خط

"امن عالم کو درپیش حالیہ شدید خطرات نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں آپ کی طرف یہ خط لکھوں۔ آپ ایران کی حکومت کے سربراہ ہونے کے ناطے ایسے فیصلوں کا اختیار رکھتے ہیں جو نہ صرف آپ کی قوم کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والے ہیں بلکہ وہ فیصلے پوری دنیا کے لئے اہمیت کے حامل ہیں۔ آج ہم ہر طرف بے چینی اور اضطراب مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی دنیا کے کچھ خطوں میں تو چھوٹے پیمانے پر جنگیں شروع ہو چکی ہیں جبکہ بعض علاقوں میں عالمی طاقتیں بظاہر ایسی کوششوں میں مصروف ہیں کہ کسی طرح امن قائم ہو جائے۔ آج دنیا کا ہر ملک یا تو کسی دوسرے ملک کی دشمنی پر کمربستہ ہے یا کسی دوسرے ملک کا مددگار بنا ہوا ہے لیکن انصاف کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہے۔ عالمی حالات دیکھتے ہوئے نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ "تیسری عالمی جنگ" کا ڈول ڈالا جارہا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ دنیا کے کئی چھوٹے بڑے ممالک ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ساتھ ہی ساتھ انہوں نے غیروں کے لئے بغض وکینہ اور دشمنیاں بھی پال رکھی ہیں جو روز افزوں ہیں۔اس مشکل صورت حال میں ہمیں "تیسری عالمی جنگ" کے بادل منڈ لاتے صاف نظر آرہے ہیں۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ایٹمی ہتھیاروں کی یہ فراوانی صاف بتارہی ہے کہ تیسری عالمی جنگ ایک "ایٹمی جنگ" ہوگی۔جس کی وجہ سے وسیع پیمانے پر انتہائی تباہی کے علاوہ،ایسی جنگوں کا تلخ نتیجہ آئندہ نسلوں کے اپاہج یا بد ہیئت پیدا ہونے جیسی صورتوں میں سامنے آئے گا۔

میرا ایمان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ،جو امن عالم کو قائم کرنے کے لئے اور رَحْـمَـةٌ لِّـلْعَالَـمِيْنَ بن کر مبعوث ہوئے تھے،کے امتی ہونے کے ناطے ہمیں کبھی بھی برداشت نہیں ہوگا اور نہ ہم برداشت کر سکتے ہیں کہ دنیا میں ایسی تباہی واقع ہو۔لہٰذا میری ایران سے درخواست ہے کہ وہ اپنی عالمی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ''تیسری عالمی جنگ'' کے امکانات کو کم کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔اس حقیقت میں ذرہ بھر بھی شائبہ نہیں ہے کہ عالمی طاقتوں نے دوہرے معیار اپنا رکھے ہیں۔یقیناً یہ ان طاقتوں کی بے انصافی ہی ہے جس نے ساری دنیا میں بے چینی اور بدامنی پھیلا رکھی ہے۔تاہم اس حقیقت سے بھی فرار ممکن نہیں ہے کہ بعض مسلمان گروہ اسلامی تعلیم سے منافی اور ناواجب افعال کے مرتکب ہورہے ہیں۔بڑی عالمی طاقتوں نے مسلمان ممالک کی اس خامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس صورت حال کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا ہے اور غریب مسلم ممالک سے فوائد حاصل کئے جارہے ہیں۔اس بنا پر میں آپ سے ایک بار پھر درخواست کروں گا کہ اپنی تمام تر توجہ اور طاقت اس مقصد کے لئے وقف کردیں کہ دنیا سے "تیسری عالمی جنگ" کا خطرہ ٹل جائے......

.... آپ کو دوسری قوم کی محض دشمنی اور نفرت کی بنا پر مخالفت نہیں کرنی چاہئے۔میں مانتا ہوں کہ اسرائیل اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے اور اس کی نگاہیں ایران پر ہیں۔درحقیقت کوئی بھی ملک اگر آپ پر جارحانہ حملہ کرتا ہے تو آپ کو دفاع کا مکمل حق حاصل ہے۔تاہم جس حد تک ممکن ہو تصفیہ طلب امور کے لئے بین الاقوامی تعلقات کے انصرام اور مذاکرات کی راہ اپنانی چاہئے۔میری آپ سے عاجزانہ استدعا ہے کہ اختلافی امور کے حل کے لئے طاقت کے استعمال کی بجائے ڈائیلاگ(Dialogue)کا راستہ اختیار کریں......" (الفضل انٹرنیشنل 8 جون 2012ء)

خلاصہ خط بنام وزیر اعظم کینیڈا

اقوام عالم کے باہمی جھگڑوں اور چھوٹی بڑی عالمی طاقتوں کی طرف سے روا رکھے جانے والے ناانصافی کے سلوک نے پہلے ہی عالمگیر تباہی کی بنیاد رکھ چھوڑی ہے۔حضور نے وزیر اعظم کینیڈا سے استدعا کی کہ وہ دنیا میں امن کے قیام کے لئے اپنی کوششیں صَرف کریں لیکن ایسا کرتے ہوئے صرف پُرامن ذرائع کو بروئے کار لایا جائے اور طاقت کے استعمال سے گریز کیا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 8 جون 2012ء)

امریکہ کے صدر کے نام خط

" آج دنیا میں غیر معمولی بے چینی اور اضطراب پھیلا ہوا ہے۔بعض مخصوص خطوں میں چھوٹے پیمانے پر جنگیں لڑی جارہی ہیں اور بدقسمتی سے عالمی طاقتیں ان شورش زدہ علاقوں میں قیام امن کے لئے اس حد تک مؤثر کردار ادا کرنے سے قاصر نظر آتی ہیں جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔

ہمیں نظر آرہا ہے کہ آج دنیا کا تقریباً ہر ملک یا تو کسی دوسرے ملک کی حمایت میں مصروف عمل ہے یا پھر غیروں کی دشمنی پر کمربستہ ہےاور سب نے ہی انصاف کی فراہمی کا خانہ خالی چھوڑا ہوا ہے۔نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج اگر کوئی عالمی منظرنامہ مجموعی طور پر دیکھے گا تو وہ بول اٹھے گا کہ ایک نئی عالمی جنگ کی بنیاد رکھی جاچکی ہے۔اب دنیا کے کئی چھوٹے بڑے ممالک ایٹمی اثاثوں کے مالک بن چکے ہیں اور اس پر مستزاد ان ممالک کی آپس کی دشمنیاں، کینے اور عداوتیں ہیں جو روز افزوں ہیں۔اس گھمبیر صورت حال میں "تیسری عالمی جنگ" کے بادل پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک حد تک گھنے ہو چکے ہیں۔ظاہر بات ہے کہ اُس جنگ میں ایٹمی ہتھیاروں کا بھی استعمال ہوگا۔پس یقیناً ہم خطرناک تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔اگر "جنگ عظیم دوئم" کے بعد ہی عدل وانصاف کے تقاضوں سے پہلو تہی نہ کی جاتی تو آج ہم اس دلدل میں پھنسے ہوئے نہ ہوتے جہاں ایک مرتبہ پھر خطرناک جنگ کے شعلے دنیا کو گھیرنے کے لئے تیزی سے قریب آرہے ہیں.....

.....میری آپ سے بلکہ تمام عالمی لیڈروں سے یہ درخواست ہے کہ دوسری قوموں کو زیرنگین کرنے کے لئے طاقت کی بجائے سفارتکاری، سیاست اور دانشمندی کو بروئے کار لائیں۔بڑی عالمی طاقتوں، مثلاً امریکہ کو دنیا میں امن کے قیام کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اور چھوٹے ممالک کی غلطیوں کو بہانہ بنا کر دنیا کا نظم ونسق برباد نہیں کرنا چاہئے۔اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ آج صرف امریکہ اور بڑی طاقتوں کے پاس ہی ایٹمی ہتھیار نہیں ہیں بلکہ نسبتاً چھوٹے ممالک بھی وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ان ممالک میں ایسے لوگ برسراقتدار ہیں جو زیادہ گہری سمجھ بوجھ رکھنے والے بھی نہیں ہیں اور معمولی باتوں پر اشتعال میں آکر فیصلے کرسکتے ہیں۔اس بنا پر مَیں آپ سے پُرزور درخواست کروں گا کہ دنیا کی بڑی اور چھوٹی طاقتوں کو "تیسری عالمی جنگ" کے شعلے بھڑکانے سے باز رکھنے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں وقف کردیں۔ہمیں اپنے ذہنوں سے یہ وہم نکال دینا چاہئے کہ اگر ہم قیام امن کی کوششوں میں ناکام بھی ہوگئے تو جنگ کے شعلے صرف چند چھوٹے ملکوں تک محدود رہیں گے۔یہ جنگ ایشیا کے غریب ممالک سے نکل کر یورپ اور امریکہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے گی نیز ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اس کا خمیازہ بھگتیں گی جب ایٹمی جنگ کی وجہ سے دنیا بھر میں اپاہج یا بدہیئت بچے جنم لیں گے۔وہ آنے والی نسلیں اس قدر شدید عالمی تباہی کا باعث بننے والے اپنے اجداد کو کبھی معاف نہیں کریں گی۔یقیناً آج مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنی توانائیاں صرف کرنے کی بجائے ہمیں اپنی آنے والی نسلوں کی فکر کرنی چاہئے

اوراس بات کے لئے کوشاں رہنا چاہئے کہ ان کے لئے روشن مستقبل کی کرنیں پھوٹیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اور تمام عالمی لیڈروں کو یہ پیغام سمجھنے کی توفیق بخشے۔" (الفضل انٹرنیشنل 8 جون 2012ء)

سالانہ امن ایوارڈ

دنیا میں امن قائم کرنے کی کوشش کرنے والے افراد یا ادارہ جات کو جماعت احمدیہ گزشتہ چند سالوں سے امن ایوارڈ (10 ہزار پاؤنڈ) بھی دیتی ہے۔جو امن عامہ اور خدمت انسانیت کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ہوتا ہے۔یہ ایوارڈ بھی دراصل جماعت کی تعلیمات اور جذبات کی عکاسی کرتا ہے کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح کی دلی خواہش ہے کہ دنیا، بالخصوص مسلم ممالک میں دہشتگردی اور بمب بلاسٹ کی جو رو چل نکلی ہے۔سراسر اسلامی تعلیم کے منافی ہے اور اپنی ذات میں ایک ظلم ہے اور اسے اسلامی تعلیم کی طرف منسوب کرنا اس سے بڑا ظلم ہے۔

اب تک تین ایوارڈ دیئے جا چکے ہیں۔جماعت احمدیہ کے اس اقدام کو بھی دنیا بھر میں سراہا جا رہا ہے۔

الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کو انٹرویوز میں اسلامی تعلیم

دورہ امریکہ 2012ء کے دوران CNN کو انٹرویو دیتے ہوئے حضور نے فرمایا ہمارے لئے دنیا میں امن ایک انتہائی اہم ایشو ہے کیونکہ آجکل اسلام کو وہ لوگ بدنام کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن وہ اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیم پر نہیں چل رہے اور دہشت گردی اور قتل و غارت میں ملوث ہیں تو اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اسلام کا حقیقی پیغام، امن کا پیغام، صلح و آشتی کا پیغام دنیا کو پہنچائیں۔پس آج احمدیت ہی اسلام کی سچی اور حقیقی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے اس لئے لوگ احمدیت کے قریب آ رہے ہیں۔دنیا کے تمام ممالک میں ایسا ہے..... آجکل اسلام کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے اور یہ ان انتہا پسند مسلمانوں کی وجہ سے ہے جو اسلام کی صحیح تعلیم پر عمل نہیں کرتے اور ان کا رویہ متشددانہ ہے۔جماعت احمدیہ جو تعلیم پیش کر رہی ہے وہ قرآن کریم کی ہی تعلیم ہے اور اسلام کی سچی تعلیم ہے.....اسلام کی تاریخ میں کبھی بھی مسلمانوں کی طرف سے کسی کے خلاف پہلے تلوار نہیں اٹھائی گئی۔جب بھی تلوار اٹھی ہے تو اپنے دفاع کے لئے اٹھی ہے۔ہمیشہ مخالفین اسلام نے پہل کرتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ کیا ہے تو مسلمانوں نے اپنا دفاع کیا ہے اور خصوصی حالات میں مسلمانوں کو اپنے دفاع کی اجازت دی گئی۔قرآن کریم نے اس اجازت دیئے جانے کا ذکر کیا ہے کہ جب ہجرت کرنے کے بعد بھی مسلمانوں پر زمین تنگ کی گئی تب اللہ تعالیٰ نے اپنے دفاع کے لئے مسلمانوں کو اجازت دی کہ تم اب جنگ کا جواب دے سکتے ہو اور اجازت دیئے جانے کی وجہ بھی بتائی کہ اگر آج تم لوگوں کو دفاع کی اجازت نہ دی گئی اور بعض ظلم کرنے والوں کے ہاتھوں کو نہ روکا گیا تو پھر زمین

پر نہ کوئی چرچ سلامت رہے گا، نہ کوئی Synagogue سلامت رہے گا، نہ کوئی عبادت خانہ سلامت رہے گا اور نہ کوئی مسجد، کیونکہ یہ لوگ جو مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے والے ہیں یہ اصل میں مذہب کے خلاف ہیں۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم اب اس کا جواب دو تا کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کی حفاظت کر سکو۔ پس یہ ہے اسلام کی سچی اور خوبصورت تعلیم۔ مسلمان اگر یہ کہتے ہیں کہ اسلام حملہ کرنے کی اجازت دیتا ہے جب چاہیں حملہ کر دیں تو یہ غلط ہے۔ درست نہیں ہے۔ اب تو امام کعبہ نے بھی کہا ہے کہ ہم تلوار نہ اٹھائیں۔ بلکہ اسلام کا امن کا پیغام بات چیت اور گفتگو کے ذریعہ پہنچائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا کہ مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرنے آیا ہوں۔ پس آج کے دور میں جو جہاد ہے وہ قلمی جہاد ہے لٹریچر کے ذریعہ جماعت احمدیہ یہ جہاد کر رہی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 03 اگست 2012ء)

اس دورہ پر کینیڈا میں بھی میڈیا کوریج ہوئی اور CNN نے ایک لمبی خبر آپ کی آمد پر 3 تصاویر کے ساتھ دی۔ جس میں آپ کے الفاظ میں پیغام یوں نشر ہوا:

یہ وقت ہے کہ مسلم جماعت اسلام کی اصل اور حقیقی تصویر پیش کرے۔ میں ہمیشہ امن کی بات کرتا رہوں گا۔ یہ امن میری طرف سے نہیں یا کوئی نئی تعلیم نہیں بلکہ یہی حقیقت میں اصل تعلیم ہے جو میں نے قرآن سے اخذ کی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 21 ستمبر 2012ء)

اخبارات میں خطوط لکھنے کی ہدایت

حضور انور نے خطبہ جمعہ 18 فروری 2005ء میں فرمایا:۔

"ایسے لوگ جو یہ لغویات، فضولیات اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں۔ اس کے لئے گزشتہ ہفتے بھی میں نے کہا تھا کہ جماعتوں کو انتظام کرنا چاہئے۔ مجھے خیال آیا کہ ذیلی تنظیموں خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو بھی کہوں کہ وہ بھی ان چیزوں پہ نظر رکھیں کیونکہ لڑکوں، نوجوانوں کی آج کل انٹرنیٹ اور اخباروں پر توجہ ہوتی ہے، دیکھتے بھی رہتے ہیں اور ان کی تربیت کے لئے بھی ضروری ہے کہ نظر رکھیں اور جواب دیں۔ اس لئے یہاں خدام الاحمدیہ بھی کم از کم 100 ایسے لوگ تلاش کرے جو اچھے پڑھے لکھے ہوں جو دین کا علم رکھتے ہوں۔ اور اسی طرح لجنہ اپنی 100 نوجوان بچیاں تلاش کر کے ٹیم بنائیں جو ایسے مضمون لکھنے والوں کے جواب مختصر خطوط کی صورت میں ان اخبارات کو بھیجیں جن میں ایسے مضمون آتے ہیں یا خطوط آتے ہیں۔

آج کل پھر اخباروں میں مذہبی آزادی کے اوپر ایک بات چیت چل رہی ہے۔ اسی طرح دوسرے ملکوں میں بھی جہاں جہاں یہ اعتراضات ہوتے ہیں۔ وہاں بھی اخباروں میں یا انٹرنیٹ پر خطوط کی صورت میں لکھے جا سکتے ہیں۔ یہ خطوط گو ذیلی تنظیموں کے مرکزی انتظام کے تحت ہوں گے لیکن یہ ایک ٹیم کی Effort نہیں ہوگی بلکہ لوگ

اکٹھے کرنے ہیں۔انفرادی طور پر ہر شخص خط لکھے یعنی 100 خدام اگر جواب دیں گےتو اپنے اپنے انداز میں۔خط کی صورت میں کوئی تاریخی، واقعاتی گواہی دے رہا ہوگا اور کوئی قرآن کی گواہی بیان کر کے جواب دے رہا ہوگا۔اس طرح کے مختلف قسم کے خط جائیں گےتو اسلام کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تصویر واضح ہوگی۔ایک حسن ابھرے گا اور لوگوں کو بھی پتہ لگے گا کہ یہ لوگ کس حسن کو اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے ماند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔یہ جو تصور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے مسلمانوں کے پاس دلیل نہیں ہے اس لئے جلد غصے میں آجاتے ہیں۔اس کو بھی اس سے رد کرنا ہوگا۔ہمارے پاس تو اتنی دلیلیں ہیں کہ ان کے پاس اتنی اپنے دفاع کے لئے نہیں ہیں۔لیکن کیونکہ مسلمان تمام انبیاء کو مانتے ہیں۔اس لئے انبیاء کے خلاف تو کوئی بات کر نہیں سکتے اور یہ لوگ بے شرم ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ اچھالنے کی ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کے شر سے پناہ دے۔" (خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 105-106)

اخبارات میں مضامین کے ذریعہ توہین رسالت کا جواب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے غیروں کی طرف سے کی جانے والی توہین رسالت کے جواب میں جو اقدامات اٹھانے کی طرف توجہ دلائی۔احباب جماعت نے لبیک یا سیدی کہتے ہوئے بھرپور رنگ میں جواب دینے کے مختلف انداز اپنائے۔جن کا ذکر اختصار کے ساتھ اس کتاب کے مختلف حصوں میں آچکا ہے۔

احباب جماعت نے ایک طریق اخبارات میں خطوط اور مضمون لکھنے کا بھی اپنایا جن میں اسلام کا دفاع کیا اور اس کی حسین تعلیم سے قارئین کو آگاہ کیا گیا۔

2013ء میں ایک عیسائی پادری خاتون Dr.Christine Schirmacher نے Die Ahmadiyya Bewegung یعنی تحریک احمدیت کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں موصوفہ نے لکھا کہ بانی جماعت احمدیہ نے حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے۔

الفضل انٹرنیشنل میں اس کے جواب میں ایک جامع مانع مضمون شائع ہوا۔جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ فرمودات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام درج ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 21 دسمبر 2007ء)

کتب کی نمائش و میلے

حضور کے ارشاد پر عالمی سطح پر کتب کے میلوں یا نمائش میں جماعت نے اپنی کتب اور بالخصوص قرآن کریم کی بھی نمائش کی۔اس کے علاوہ جماعت نے مختلف ممالک میں اپنی سطح پر قرآن کی نمائش کا اہتمام کیا۔

ان موقعوں پر مبلغین وعہدیداران واحباب جماعت نے اسلام کی امن وسلامتی کا پیغام پہنچایا، لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر تقسیم ہوا۔جس سے اسلام کی صحیح تصویر لوگوں تک پہنچی۔

بیوت الذکر کی تعمیر اور اسلامی تعلیم کی تشہیر

ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دس سالہ مبارک تاریخ ساز دور میں دنیا بھر کے تمام براعظموں میں دسیوں نہیں بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں بیوت الذکر کا سنگ بنیاد رکھا یا افتتاح فرمایا۔ افتتاح کے موقعوں پر جماعتوں نے تقاریب کا انعقاد کیا جن میں مذہبی، سیاسی، سماجی رہنماؤں کو مدعو کیا جاتا رہا۔ جن میں شہر کے میئرز، ممبران پارلیمنٹ، وکلاء، ججز، پروفیسرز، انجینئرز الغرض تمام مکتبہ ہائے فکر اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے علاوہ اور بہت سے رہنما شامل ہوتے رہے۔ جن سے ہمارے پیارے امام نے خطاب فرمائے جو تاریخ احمدیت کے روشن باب میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حاضرین کو یہ تسلی دلائی اور یقین دلوایا کہ اسلام ایک پُرامن مذہب ہے جو تمام مذاہب کے انبیاء کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کے پیروکاروں سے محبت سے پیش آنے کی تلقین کرتا ہے۔ ہم تو دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے معمولی نفرت کا بھی نہیں سوچ سکتے۔ اور یہ مساجد امن، بھائی چارہ اور رواداری کا درس دیتی ہیں۔ یہاں چند ایک مواقع پر حضور کے خطاب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

❁ بیت الرحمٰن وینکوور کینیڈا کے افتتاح پر منعقدہ خصوصی تقریب میں حضور نے فرمایا:

"آج کے دور میں غیر مسلم دنیا میں لوگوں کا ایک بڑا حصہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کرتا ہے کہ نعوذ باللہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مذاہب کے متعلق شدت پسندانہ طریق اپنایا تھا۔ اسلام اور بانی اسلامؐ کے خلاف بے انتہا پراپیگنڈہ کیا گیا ہے۔ ایک طرف تو اسلام کے مخالفین مذہب سے خوفزدہ ہیں اور دوسری طرف وہ بانی اسلامؐ پر حملہ کرنے کی غرض سے ان کے خلاف انتہائی بیہودہ، غیر مہذب اور نفرت آمیز اعتراضات کرتے ہیں۔ وہ یہ سب اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اصل تاریخ سے بے خبر ہیں اور انہیں اسلام کی حقیقی اور بے داغ تعلیمات سے آگاہی حاصل نہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے بعض گروہوں کے شدت پسندانہ اعمال ہی اس نفرت اور فکر مند حالت کو پیدا کرنے کا موجب ہوئے ہیں۔ تاہم یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ نام نہاد مسلمان ایسے اعمال اس لئے بجالاتے ہیں کہ وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے دور جاچکے ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 19 جولائی 2013ء)

❁ آخن جرمنی کا ایک شہر ہے جس کا آدھا حصہ بیلجیئم میں ہے۔ 2012ء میں اس شہر میں حضور کو بیت الذکر کے سنگ بنیاد رکھنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ اس موقع پر حاضرین سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا:

"دین میں کوئی جبر نہیں، کوئی سختی نہیں، ہر شخص آزاد ہے۔ اپنے مذہب کے معاملے میں آزاد ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اسلام کی تعلیم وہ خوبصورت تعلیم ہے کہ اگر اس کو قبول کرو گے تو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بنو گے۔ اللہ تعالیٰ

کے فضل سے آج جماعت احمدیہ وہ نمونے پیش کرتی ہے بہت سارے افراد آپ اس میں دیکھیں گے اور انشاء اللہ مسجد کی تعمیر کے بعد یہاں مزید بھی لوگوں کو نظر آئے گا۔ اب یہ آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے عمل سے مزید اس کو نکھار کر پیش کریں کہ اسلام کی تعلیم وہ خوبصورت تعلیم ہے جو دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور خدا تعالیٰ کے قریب لے جاتی ہے۔

بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ اسلام شدت پسند ہے۔ اسلام جنگوں کی تلقین کرتا ہے حالانکہ تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ جنگ مسلمانوں پر ٹھونسی گئی۔ بارہ، تیرہ سال مسلمانوں نے صبر کا نمونہ دکھایا اور جب ہجرت کرنے کے بعد بھی ان پر زمین تنگ کی گئی تو تب اللہ تعالیٰ نے اپنے دفاع کے لئے مسلمانوں کو اجازت دی کہ تم اب جنگ کا جواب جنگ سے دے سکتے ہو۔ لیکن جو اجازت دی ہے اس میں بھی دیکھیں کہ کیا خوبصورت تعلیم تھی کہ اگر آج تم لوگوں کو دفاع کی اجازت نہ دی گئی اور بعض ظلم کرنے والوں کے ہاتھوں کو نہ روکا گیا تو پھر زمین پر نہ کوئی چرچ سلامت رہے گا نہ کوئی Synagogue سلامت رہے گا اور نہ کوئی عبادت خانہ سلامت رہے گا اور نہ کوئی مسجد، کیونکہ یہ لوگ جو مسلمانوں کو تنگ کرنے والے ہیں یہ اصل میں مذہب کے خلاف ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے دین کو، خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں پھیلانے کے خلاف ہیں۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم اس کا جواب دو تا کہ تم تمام مذاہب کے ماننے والوں کی حفاظت کر سکو۔ پس یہ ہے وہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کہ نہ صرف اپنے مذہب کی حفاظت کرتا ہے، اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت کرتا ہے بلکہ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کی بھی حفاظت کرتا ہے اور انشاء اللہ جب یہ مسجد تعمیر ہو گی آپ دیکھیں گے، اس علاقے کے لوگ بھی دیکھیں گے۔ اور آپ لوگ جو یہاں پر رہتے ہیں آپ کو پہلے سے بڑھ کر یہ دکھانا ہو گا کہ ہم محبت، پیار، امن کی تعلیم نہ صرف دیتے ہیں، نہ صرف منہ سے کہتے ہیں بلکہ عملاً جہاں بھی ہمیں کسی مذہب کے اور کسی عبادت خانے کے لئے حق اور صداقت کی آواز بلند کرنے کی ضرورت ہو ہم ضرور کرتے ہیں۔" (الفضل انٹرنیشنل 7 ستمبر 2012ء)

❁ حضور نے جرمنی میں ہی ایک مقام پر بیت الباقی کے افتتاح کے موقع پر احمدیوں کو نہایت احسن رنگ میں ملک کے ساتھ وفادار رہنے کی یوں تلقین فرمائی:

"اسلام بے شک یہ کہتا ہے کہ مذہب میں جبر نہیں۔ یقیناً ہر ایک کو اختیار ہے کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ لیکن ساتھ دنیا کو یہ بھی بتا دو یہ بھی پیغام دے دو کہ رشد اور ہدایت آ چکی ہے، فرق اس کا واضح ہو چکا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے اسے قبول کرو یا نہ کرو۔ لیکن پیار اور محبت سے نہ کہ سختی سے، پھر اپنے عملوں کے اظہار سے جو دنیا کے لیے نمونہ ہو۔ اصل چیز تو عمل ہیں جو نمونہ بنتے ہیں، اس سے دنیا کو توجہ پیدا ہوتی ہے .....

..... یہ ان لوگوں کی بڑی بلند حوصلگی ہے، وسعت ہے حوصلہ میں کہ انہوں نے ہمارے مظلوم احمدیوں کو اپنے اندر جذب کیا۔ اب یہ ہمارا بھی فرض ہے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور وہ احسان کیا ہے کہ حقیقی تعلیم اسلام کی لوگوں

پر ظاہر کریں تا کہ اسلام کے خلاف جو شکوک و شبہات ہیں لوگوں کے وہ دور ہوں۔ اور یہ سمجھ سکیں کہ حقیقت میں اسلام ایک خوبصورت مذہب ہے۔ جس میں نہ شدت پسندی ہے، نہ دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہے، نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے، بلکہ یہاں تک ہمیں حکم ہے کہ دشمن سے بھی تم ناانصافی نہ کرو۔ اس کا حق دو یہ نہیں ہے کہ اگر کسی نے تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے تو تم بھی ظلم کا جواب ظلم سے دو۔ پاکستان میں جیسے جج صاحب نے فرمایا کہ اگر ہم جواب نہیں دیتے تو اس قرآنی تعلیم کی وجہ سے نہیں دیتے کہ ظلم کا جواب ظلم نہیں ہے۔ قانون کی مدد جہاں تک حاصل کر سکتے ہو تو کرو، اور قانون جب مدد نہیں کرتا ظلم کی مدد کرتا ہے تو پھر جو ہجرت کر سکتے ہیں ہجرت کر جائیں اور یہی نتیجہ ہے کہ بہت سے احمدی ہجرت کر کے پاکستان سے نکلے۔ اور ان لوگوں نے آپ کو جذب کر لیا تو پھر یہ پیغام بھی دینا ہے کہ ایک خوبصورت تعلیم اسلام کی یہ بھی ہے کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَان۔ وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اب جبکہ اس قوم نے ہمیں اپنے اندر جذب کر لیا تو ہم اس قوم کا حصہ بن گئے ہیں۔ اس ملک سے ہمیں محبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس ملک میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے رزق کے سامان مہیا فرمائے ہیں، اور پاک رزق کے سامان پیدا فرمائے ہیں، اس کو ہم نے ہر طرح سے فائدہ پہنچانے کی کوشش کرنی ہے۔ اس ملک کے باشندوں کے لیے چاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، اس ملک کی معیشت کے لیے اس ملک کی دینی حالت کے لیے اس ملک کی عمومی حالت کے لیے اس ملک کی ترقی کے لیے، سائنسی ترقی کے لیے، معاشی ترقی کے لیے، اقتصادی ترقی کے لیے ہم نے کوشش کرنی ہے۔ ہم یہ کریں گے اور یہ کر کے دکھائیں گے تا کہ ان لوگوں کے شکوک و شبہات دور ہوں کہ ہم لوگ صرف اس لیے یہاں نہیں آئے کہ یہاں سے فائدہ اٹھائیں۔ صرف فائدہ اٹھانے نہیں آئے بلکہ جس مجبوری کے بعد آئے اب ان کا یہ حق بنتا ہے اور ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے فرائض کو پوری طرح نبھائیں، ان کے حقوق ادا کریں، اور اس ملک کی ترقی اور بہتری کے لیے جو ہم سے کوشش ہو سکتی ہے ہم کریں، اور خالصتاً لِلّٰہ اس وطن سے محبت کرنے والے ہوں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 26 اگست 2011ء)

❁ 2012ء کو جرمنی میں حضور کو بے شمار بیوت الذکر کے سنگِ بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔ بیت الصمد گیزن اور بیت فرید برگ کے موقعوں پر حضور نے فرمایا:۔

"مساجد کی تعمیر کے بعد ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جو تبلیغ کے نئے راستے کھلنے کا دور ہے اور مجھے اُمید ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ نئے راستے تبلیغ کے کھلیں گے اور یہ شہر جیسا کہ بتایا گیا ہے بڑی تعداد میں پڑھے لکھوں کا شہر ہے اور بڑی تعداد میں سٹوڈنٹس یہاں رہتے ہیں، یونیورسٹیاں یہاں ہیں، علم حاصل کرنے والے لوگ یہاں ہیں اور یہ علم حاصل کرنے والے لوگ جو ہیں ان کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بتانا ہمارا فرض ہے کیونکہ یہ غلط تصور بعض لوگوں میں پیدا ہو گیا ہے، خاص طور پہ مغربی ممالک میں کہ اسلام ایسا مذہب ہے جو نئی ایجادات اور نئی باتوں سے دور لے جانے والا ہے۔ حالانکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں علم حاصل کرنے کی

طرف بہت توجہ دلائی گئی ہے اور قرآن کریم میں جس طرح تفصیل سے آجکل کے دنیوی علوم کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے وہ کسی اور کتاب میں نہیں۔ پس یہ راستے تو انشاء اللہ تعالیٰ کھلیں گے ہی اور مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اب ان راستوں کے کھلنے کے بعد اگر اپنا حق ادا کرنے والے بنیں، تبلیغ کا حق ادا کرنے والے ہوں تو انشاء اللہ تعالیٰ پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام کے بھی اور جماعت کے بھی بہت قریب لے آئیں گے اور پھر یہی لوگ ہی اسلام اور جماعت کی نمائندگی کرنے والے ہوں گے۔

میں شکر گزار ہوں یہاں کی کونسل کا بھی، میئر کا بھی کہ وہ خود تشریف لائیں اور انہوں نے ہمیں یہاں مسجد بنانے کی بھی اجازت دی۔ جیسا کہ انہوں نے خود بھی کہا ہے کہ بعض مسلمان فرقے ایسے ہیں جو اسلام کی شدت پسند تعلیم کا اظہار کرتے ہیں۔ یعنی کہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم شدت پسندی کی تعلیم ہے حالانکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم وہ تعلیم ہے جیسا کہ ان میئر صاحبہ نے خود بھی بتایا ہے جو شدت پسندی کی تعلیم نہیں ہے بلکہ پیار، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ جب یہ مسجد بنے گی اور جب لوگ یہاں آنے شروع ہوں گے جیسا کہ میں نے کہا تو اسلام کی مزید خوبصورت تعلیم نکھر کر لوگوں کے سامنے آئے گی۔

پس ہمیں اس جذبے سے یہاں کام کرنا چاہئے اور مسجد بنانے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ ایک اہم بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ یہ مسجد جہاں بھی تعمیر ہوتی ہے وہ اس اللہ تعالیٰ کے گھر کی تتبع میں، اس کے نمونے پر قائم کی جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کا پہلا گھر ہے۔ جس کی بنیادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے نئے سرے سے اٹھائیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے امن اور سلامتی کا گھر قرار دیا۔ پس ہماری یہ مسجد بھی انشاء اللہ تعالیٰ امن اور سلامتی کا پیغام پہنچانے والی ہوگی اور جب اس کی تعمیر ہوگی تو انشاء اللہ لوگ دیکھیں گے کہ جو ہم کہتے ہیں وہ کر کے بھی دکھاتے ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 3 اگست 2012ء)

❁ برلن میں بیت الذکر (خدیجہ) کے موقع پر حضور نے صحافی حضرات، ممبران پارلیمنٹ سے ملاقات کی ان کے سوالات کے جوابات دیئے اور بڑا واضح طور پر احمدیت کی تعلیم Love for all, hatred for none کا اعلان فرمایا۔

(الفضل انٹرنیشنل 30 ستمبر 2011ء)

❁ ناروے کی بیت نصر کے موقع پر فرمایا کہ:۔

"ہماری بیوت لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے، انہیں باہم متحد کرنے اور آپس میں بھائی چارہ اور اخوت و محبت کی فضاء پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسلام ہرگز کسی قسم کی بدامنی پھیلانے کی کوئی تعلیم نہیں دیتا۔ دہشت گرد انتہا پسند بے شک اپنے آپ کو مسلمان کہیں گے لیکن اسلام نے کبھی بھی اس قسم کے ظلم و بربریت کی اجازت نہیں دی۔"

(الفضل انٹرنیشنل 9 دسمبر 2011ء)

❁ 2006ء میں آسٹریلیا نے نیشنل میوزیم میں استقبالیہ تقریب میں آپ کا خطاب بھی ایک تاریخی حیثیت

حاصل کر چکا ہے۔جس میں آپ نے سوسائٹی میں امن اور بھائی چارہ کو قائم کرنے کے اصول وطریق بتلائے۔

الغرض ایک نہیں ،دو نہیں ، دس نہیں ، بیس نہیں ، بلکہ اب یہ تعداد سینکڑوں میں ہوگی جن میں آپ نے اسلام کی امن، آشتی اور بھائی چارہ کی تعلیم کو اجاگر فرمایا اور ایک دوسرے کے مذہب کے احترام کا سبق دیا۔

تثلیث کے غلط عقیدے کا بطلان اور اسلام کی برتری

حضور نے خطبہ جمعہ 14 اکتوبر 2011ء میں فرمایا:۔

"ایک زمانہ تھا جب آج سے ساٹھ ستر سال پہلے افریقہ میں عیسائی پادری یہ نعرے لگا رہے تھے کہ عنقریب تمام افریقہ عیسائیت کی جھولی میں آکر خدا کے بیٹے کی خدائی کو تسلیم کرنے والا ہے اور تقریباً آج سے ایک سو بیس تیس سال پہلے تک عیسائی مشنری ہندوستان کے بارے میں بھی یہ اعلان کر رہے تھے کہ عیسائیت کا ہندوستان میں جلد غلبہ ہونے والا ہے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بندے کو خدا بنانے کے نظریے کو خود اُن کی اپنی کتاب اور عقلی دلائل سے باطل کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں مسلمان جو عیسائیت کی جھولی میں گرنے والے تھے یا عیسائیت کو اسلام سے بہتر سمجھتے تھے ہوش میں آنے لگے اور اُس جھوٹے نظریے کو اختیار کرنے سے بچ گئے۔ایک بہت بڑی روک اور دیوار تھی جو آپؑ نے کھڑی کر کے خدائے واحد کی وحدانیت اور اسلام کی سچائی اور برتری دنیا پر ثابت کر دی۔اسی طرح افریقہ میں جماعت احمدیہ کے مبلغین نے اسلام کی تبلیغ کر کے تثلیث کے غلط نظریے کی حقیقت کھول کر عیسائی مشنریوں کے سامنے ایک روک کھڑی کر دی جس کا انہیں برملا اظہار کرنا پڑا کہ احمدی ہمارے سامنے روکیں کھڑی کر رہے ہیں۔لیکن اسلام کے اس جری اللہ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرستادے کے کام کو دیکھنے کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت نے بجائے خوشی سے اچھلنے اور آپؑ کی جماعت میں شامل ہونے کے آپ کے خلاف بغض، عناد اور کینہ کا وہ بازار گرم کیا کہ اَلْاَمَان وَالْحَفِیْظ۔لیکن جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے تو بہر حال اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کا ساتھ دینا ہے اور دے رہی ہے۔سعید فطرت لوگ آہستہ آہستہ مسیح محمدی کی جماعت میں شامل ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں لیکن اکثریت نام نہاد مُلّاؤں کے خوف اور علم کی کمی کی وجہ سے مخالفت پر کمربستہ ہے اور ہر روز کوئی نہ کوئی مخالفانہ کارروائی مسلمان کہلانے والے ملکوں اور خاص طور پر پاکستان میں احمدیت کے خلاف ہوتی رہتی ہے۔بعض ٹی وی چینل بھی اس میں پیش پیش ہیں جو یورپ اور دنیا میں سنے جاتے ہیں، جو کم علم مسلمانوں کے غلط رنگ میں جذبات بھڑکا کر احمدیت کے خلاف اُکساتے رہتے ہیں۔بعض ٹی وی چینل اپنی پالیسی کے مطابق اس کی اجازت نہیں دیتے تو کسی رفاہی کام کے بہانے وقت خرید کر یہ شدت پسند لوگ اور فساد پیدا کرنے والے لوگ اس پر بھی کسی نہ کسی بہانے سے اعلان کر دیتے ہیں کہ احمدی واجب القتل ہیں۔گزشتہ دنوں ایسے ہی ایک چینل پر یہاں یورپ میں ایک مولوی نے یہ اعلان کیا لیکن بہر حال جب چینل کے مالک سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے

معذرت کی اور آئندہ اس مولوی کو اپنے چینل پر نہ آنے کی یقین دہانی کروائی۔لیکن بہرحال ان بدفطرتوں نے اسلام، ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوت کے نام پر کم علم مسلمانوں کے جذبات کو انگیخت کرنے کا کام سنبھالا ہوا ہے۔

اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کی کوششیں

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اسلام کی تبلیغ اور برتری ثابت کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دنیا پر واضح کرنے کے لئے جو کوشش جماعت احمدیہ کر رہی ہے اُس کا اعتراف تو خود اسلام مخالف قوتیں اور مشنری بھی کر رہے ہیں۔یہ جو مسلمان کہلانے والے اور پھر احمدیوں پر اعتراض کرنے والے ہیں،ان لوگوں کو تو اتنی توفیق بھی نہیں ہے کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے چند روپے خرچ کر دیں۔ہاں ملک کی دولت لوٹنے کی ہر ایک کو فکر ہے۔آج اسلام اور ناموسِ رسالت کے نام پر جو کچھ ملک میں ہو رہا ہے، جو ملک میں دہشت گردی پھیلی ہوئی ہے اُس نے ہر شریف النفس کو بے چین کر دیا ہے۔کوئی جان بھی محفوظ نہیں ہے ....اب مَیں واپس اپنی پہلی بات کی طرف آتا ہوں۔مَیں نے کہا تھا کہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ سے ہدایت پا کر آپ کی جماعت کے افراد ہی ہیں جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور اس کی تمام دینوں پر برتری ثابت کرنے کا کام کر رہے ہیں۔اور اس وجہ سے چاہے افریقہ ہو، یورپ ہو یا امریکہ ہو یا دنیا کا کوئی بھی علاقہ ہو اسلام کے دفاع کے لئے، نہ صرف دفاع کے لئے بلکہ اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے احمدی سب سے آگے بے دھڑک کھڑا ہو جاتا ہے۔جہاں تیل کی کوئی دولت کام نہیں کرتی وہاں احمدی کا اپنی معمولی آمد سے خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر دیا ہوا چندہ کام کرتا ہے۔بیشک اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔یہ کوئی فخر نہیں ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ ہماری معمولی قربانیوں میں برکت ڈالتا ہے اور اس کے بیشمار پھل لگتے ہیں۔پس ہمارا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے کے لئے اُس کے حضور اپنی معمولی قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں۔ہم احسان فراموش نہیں ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی..... ہم نے اپنے اندر اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے دل پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ہم نے اپنے اعلیٰ اخلاق کے معیار حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو جو اسلام کا حقیقی پیغام ہے اپنے اپنے ملک میں پھیلانے کی بھی کوشش کرنی ہے۔اسلام کے خلاف اُٹھائے گئے الزامات کو دور کر کے اسلام کی خوبصورت تعلیم بھی دنیا کے سامنے پیش کرنی ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 510-512)

تعدّدِ ازدواج پر اعتراض

حضور انور نے 15 مئی 2009ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"آج جو مستشرقین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگانے والے بیہودہ گوئیوں کی انتہا کئے ہوئے ہیں، کیا

انہیں میرے آقا کا یہ اُسوہ حسنہ نظر نہیں آتا کہ کس طرح انہوں نے اپنے عائلی حقوق ادا کئے کہ زندہ بیویوں کے ساتھ بھی برابری کا سلوک ہے۔ باوجود اس کے کہ دل پر کسی کا اختیار نہیں، پھر بھی جو ظاہری سلوک ہے وہ ایک جیسا رکھا اور جس بیوی نے ابتدا میں ہی سب کچھ قربان کر دیا اس کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے زندہ بیویوں کو بھی بتا دیا کہ مَیں تو قدر شناس ہوں، اگر مَیں یہ قدر شناسی نہ کروں تو اس خدا کا شکر گزار نہیں کہلا سکوں گا جس نے مجھے کبھی تہی دامن نہیں چھوڑا اور اپنی وسیع تر نعمتوں سے مجھے حصہ دیتا چلا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حسن سلوک اس وجہ سے تھا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرو اور جب آپؐ نے اپنے ماننے والوں کو فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اس پر عمل کرو تو خود اس کے اعلیٰ ترین نمونے قائم فرمائے۔

قرآن کریم میں اگر اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ شادی کا حکم دیا ہے تو بعض شرائط بھی عائد فرمائی ہیں۔ یہ بھی اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دے کر عورت پر ظلم کیا گیا ہے۔ یا صرف مرد کے جذبات کا خیال رکھا گیا ہے۔

اس بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے، یہ کھلا حکم نہیں ہے۔ فرمایا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا (النساء:4) اور اگر تم ڈرو کہ تم یتامیٰ کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو۔ دو دو اور تین تین، چار چار لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر صرف ایک کافی ہے یا وہ جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یہ طریق قریب تر ہے کہ تم ناانصافی سے بچو۔

اس آیت میں ایک تو یتیم لڑکیوں کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے کہ یتیموں سے بھی شادی کرو تو ظلم کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ان کے پورے حقوق ادا کر کے شادی کرو اور پھر شادی کے بعد ان کے جذبات کا خیال رکھو اور یہ خیال نہ کرو، یہ کبھی ذہن میں نہ آئے کہ ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں تو جس طرح چاہے ان سے سلوک کر لیا جائے۔ اور اگر اپنی طبیعت کے بارہ میں یہ خوف ہے، یہ شک ہے کہ انصاف نہیں کر سکو گے تو آزاد عورتوں سے نکاح کرو۔ دو، تین یا چار کی اجازت ہے لیکن انصاف کے تقاضوں کے ساتھ۔ اگر یہ انصاف نہیں کر سکتے تو ایک سے زیادہ نہ کرو۔

حضرت مسیح موعودؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

”یتیم لڑکیاں جن کی تم پرورش کرو ان سے نکاح کرنا مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر تم دیکھو کہ چونکہ وہ لاوارث ہیں، شاید تمہارا نفس ان پر زیادتی کرے تو ماں باپ اور اقارب والی عورتیں کرو جو تمہاری مؤدب رہیں اور ان کا تمہیں خوف رہے۔ ایک، دو، تین، چار تک کر سکتے ہو بشرطیکہ اعتدال کرو۔ اگر اعتدال نہ ہو تو پھر ایک ہی پر کفایت کرو۔ گو ضرورت پیش آوے“۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 337)

" کو ضرورت پیش آوے"۔ یہ بڑا بامعنی فقرہ ہے۔ اب دیکھیں اس زمانہ کے حَکم اور عدل نے یہ کہہ کر فیصلہ کر دیا کہ تمہاری جو ضرورت ہے جس کے بہانے بنا کر تم شادی کرنا چاہتے ہو، وہ اصل اہمیت نہیں رکھتی بلکہ معاشرے کا امن اور سکون اور انصاف اصل چیز ہے۔

آج کل کہیں نہ کہیں سے یہ شکایات آتی رہتی ہیں کہ بچے ہیں، اولاد ہے لیکن خاوند مختلف بہانے بنا کر شادی کرنا چاہتا ہے۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ فرمایا اگر انصاف نہیں کر سکتے تو شادی نہ کرو اور انصاف میں ہر قسم کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اگر آمد ہی اتنی نہیں کہ گھر چلا سکو تو پھر ایک اور شادی کا بوجھ اٹھا کر پہلی بیوی بچوں کے حقوق چھیننے والی بات ہوگی۔" (خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 223-225)

حضرت عائشہؓ پر الزام

حضور انور نے 13 مارچ 2009ء کو فرمایا:۔

"آپؐ نے عبادتوں کے کیا معیار قائم فرمائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے، حضرت عائشہؓ کے حوالے سے یہ بتادوں کہ میں نے ایک کتاب کا جو ذکر کیا، اس میں بھی حضرت عائشہؓ کی ذات کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گند اچھالنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے۔ بہر حال حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، کہتی ہیں کہ عورت ذات ہونے کی وجہ سے ٹھیک ہے کہ آپ کو ایک محبت اور پیار تھا لیکن آپؐ کا اصل محبوب کون تھا، حقیقی محبوب کون تھا۔ یہ بتاتے ہوئے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میرے ہاں حضورؐ کی باری تھی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ باری نویں دن آیا کرتی تھی۔ بہر حال کہتی ہیں کہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ آپؐ بستر پر نہیں ہیں۔ میں گھبرا کر باہر صحن میں نکلی تو دیکھا کہ حضورؐ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں اور کہہ رہے تھے کہ اے میرے پروردگار! میری روح اور میرا دل تیرے حضور سجدہ ریز ہیں۔ تو یہ ہے حقیقی محبوب کے سامنے اظہار اور یہ ہے جواب ان لوگوں کے لئے جو آپؐ کی ذات پر بیہودہ الزام لگاتے ہیں۔" (خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 135-136)

مسلمان ناموس رسالتؐ کے نام پر اسلام کی خوبصورت تعلیم کو داغدار کر رہے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ قادیان 2012ء کے اختتام پر MTA کے ذریعہ ولولہ انگیز خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ناموس رسالت کے نام پر اسلام کی تعلیم کو داغدار کرنے کی مذموم کوشش

گزشتہ دنوں ایک خبر یہ آئی کہ علماء اور مجلس ختم نبوت نے فیصلہ کیا ہے کہ سال 2013ء پاکستان میں ناموسِ رسالت کے سال کے طور پر منایا جائے۔ یہ عجیب عشقِ رسولؐ ہے کہ ایک سال آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کر دیا اور بس۔ اور اس سال میں بھی کیا ہوگا؟ اس سال میں بھی وہی کچھ ہوگا جو یہ نام نہاد علماء ناموسِ رسالت اور مذہب کے نام پر اب تک کرتے آئے ہیں۔ یعنی اپنے مفادات کے لئے، اپنی انانیت کی تسکین کے لئے مجبوروں اور مظلوموں کا مذہب اور ناموسِ رسالت کے نام پر خون۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ ناموسِ رسالت کے نام پر اسلام کی خوبصورت تعلیم کو داغدار کرنے کی مذموم کوشش۔ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جسے اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اُس کے نام پر وہ ظلم و بربریت۔ لیکن ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رسّی جب ڈھیلی ہوتی ہے تو پکڑ بھی بڑی سخت آتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے پیارے دین اور پیارے رسولؐ کے نام پر ظلم و بربریت کیا جائے تو اللہ تعالیٰ مستقل چھٹی نہیں دیتا۔ ایک وقت آتا ہے جب یہ ظلم و تعدی کرنے والے خدا تعالیٰ کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔ پس یہ نام نہاد ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوت کے نام پر قائم کی گئی تنظیمیں خدا تعالیٰ کی ڈھیل کو اپنی کامیابی نہ سمجھیں، نہ ہی اُسے خدا تعالیٰ کی رضا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا تو رحمۃ للعالمین کے اسوہ پر عمل کرنے پر ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا تو اُس کے دین کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانے میں ہے، نہ کہ مذہب کے نام پر خون میں۔

ملاں تو ہینِ رسالت کے مرتکب ہو رہے ہیں

پس آج جو لوگ ناموسِ رسالت کے نام پر غیر مسلموں کے حقوق غصب کر رہے ہیں یا اپنے مفادات کی تسکین کے لئے توہینِ رسالت کا الزام لگا کر کسی کو بھی مجرم بنا کر قتل و غارت گری پر تلے ہوئے ہیں وہ حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اُسوہ کے خلاف چل کر اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو دعوت دے رہے ہیں۔ اور پھر اپنے ظلم کی انتہا کو یہاں تک لے گئے ہیں کہ جو امام اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق بھیجا ہے، اُس کا نہ صرف انکار کر رہے ہیں بلکہ اُس کے لئے دریدہ دہنی اور ظلموں کی حدوں کو بھی چھونے لگے ہیں۔ اُس کے ماننے والوں پر ظلموں کی انتہاؤں کو چھو رہے ہیں۔

پس یاد رکھیں، اپنے عمل سے یہ ظلم و بربریت کرنے والے ناموسِ رسالت نہیں کر رہے۔ اُن کا عمل کسی طور بھی ناموسِ رسالت کرنے والوں میں شمار نہیں ہو سکتا بلکہ توہینِ رسالت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور غلامِ صادق کے خلاف مغلظات بک کر اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو آواز دے رہے ہیں۔ قرآنِ کریم کو پڑھنے اور سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس میں دیئے گئے اللہ تعالیٰ کے اس انذار کو بھول جاتے ہیں کہ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (الاعراف: 184)۔ اور میں اُنہیں مہلت دیتا ہوں۔ یقیناً میری پکڑ بہت سخت ہے"

ناموسِ رسالت کے لئے زندگی کا ہر لمحہ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں

پس خدا تعالیٰ کا خوف کریں اور توبہ اور استغفار کریں۔ یاد رکھیں کہ اگر ناموسِ رسالت کیلئے کھڑا ہونا ہے اور حقیقی مسلمان ہیں تو ایک سال نہیں بلکہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ ناموسِ رسالت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور اس کا بہترین طریقہ اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا اور آپؐ سے محبت ہے۔ وہ حقیقی محبت ہے صرف نام کی محبت نہیں۔ اس کا صحیح طریق سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کو بھیجا ہے۔ پس اگر حقیقی محبت کا اظہار کرنا ہے تو اُس کے ساتھ جڑنا ضروری ہے۔ آپ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو کس طرح سمجھا اور مقامِ ختمِ نبوت کیا ہے؟ دنیا کے تمام ادیان پر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری کس طرح ثابت کرنی ہے؟ یہ سب کچھ اُس سے پتہ چل سکتا ہے جس کو زمانے کا امام بنا کر خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا تھا۔ جس کا اوڑھنا بچھونا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ پس یہ بات بتانے کے لئے کہ کس طرح عشق و محبت کے یہ اظہار امام الزمان اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئے، مَیں نے آج چند حوالے لئے جو جہاں احمدیوں کے لئے ازدیادِ ایمان اور مقامِ خاتم الانبیاء کا علم و عرفان دلانے والے ہیں، وہاں اگر کوئی غیر احمدی نیک فطرت اس کو سُن لے تو اُسے بھی مقامِ محمدیت کی حقیقی تصویر دکھانے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور زمانے کے امام مسیح الزمان اور مہدی دوران کے بارے میں نام نہاد علماء کی طرف سے پیدا کی گئی غلط فہمیوں کو دور کرنے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ سب سے بڑھ کر ناموسِ رسالت کے پاسدار ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی حیثیت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرماتے ہیں؟ سب سے بڑا الزام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ لگایا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا کرتے ہیں اور ہم نام نہاد ناموسِ رسالت کے دیوانے یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

" کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب: 41) کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اُس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں''

(یعنی پھر کفر لازم نہیں آتا) ''مگر مَیں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جلّ شانُہٗ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں، جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے، اُن کو میں بوجہ مأمور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا''۔ (جب اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی اور رسول کہا ہے تو مَیں کس طرح مخفی رکھوں۔) ''لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مُرْسَل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے۔ اور اصل حقیقت جس کی مَیں علی رؤوس الاشہاد گواہی دیتا ہوں، یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَسَيِّدِنَا اِنِّيْ نَبِيٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰى وَجْهِ الْحَقِيْقَةِ وَالْاِفْتَرَآءِ وَتَرَكَ الْقُرْاٰنَ وَاَحْكَامَ الشَّرِيْعَةِ الْغَرَّآءِ فَهُوَ كَافِرٌ كَذَّابٌ ۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذّاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔"

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 27-28 حاشیہ) (الفضل انٹرنیشنل 7 جون 2013ء)

دہشت گرد اپنی کارروائیوں سے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں

حضور انور نے خطبہ جمعہ 8 جولائی 2005ء میں فرمایا:۔

"اب یہاں کل ہی لندن میں جو مختلف ٹرینوں میں اور بسوں میں واقعہ ہوا ہے، جو ظلم اور بربریت کی ایک مثال قائم کی گئی ہے، کیا یہ اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے؟ مَیں نہیں سمجھتا کہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا شخص ایسی حرکت کر سکتا ہے۔ بہرحال یہ جس تنظیم یا جس گروہ نے بھی کیا اگر یہ مسلمان کہلانے والا گروہ ہے تو اس نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر، ان بیہودہ اور ظالمانہ فعلوں سے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔ اور جب بھی کہیں ظلم کا کھیل کھیلا گیا ہے، جماعت احمدیہ نے ہمیشہ اس سے بیزاری، نفرت اور کراہت کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ اسلام تو انسانیت کی اقدار قائم کرنے کے لئے آیا تھا، نہ کہ معصوموں کی جانیں لینے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور دنیا کو اس ظلم سے بچائے۔ بہرحال ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے اندر تبدیلیوں کے ساتھ اسلام کی خوبصورت تعلیم سے دنیا کو بھی آگاہ کرے، دنیا کو بھی بتائے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ، ہر ملک میں، جس کی طرف سے بھی ایسے ظالمانہ فعل ہو رہے ہوں ان کی خود پکڑ فرمائے اور ہمیں ہمیشہ سیدھے راستے پر چلائے رکھے"

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 402-403)

مسلمان، مسلمان کی گردن کاٹ کر توہین رسالت کا مرتکب ہو رہا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2012ء میں اسلامی سال نو کے موقع پر محرم کے آغاز پر مورخہ 23 نومبر 2012ء کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں محرم میں درود شریف پڑھنے کی احباب کو تلقین فرمائی اور مسلمانوں کے آپس کے اختلافات کا ذکر فرما کر احمدیوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ہر احمدی، ہر مسلمان اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے والا ہے، آپؐ کے نور سے فیضیاب ہونے والا ہے، آپ کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والا ہے تو آلِ محمدؐ میں اُس کا شمار ہو جائے گا۔

پس یہ وہ حقیقی طریق ہے جس پر ہر مسلمان کے لئے چلنا ضروری ہے کہ ہر بزرگ کے مقام کو پہچان کر اُس کی عزت کریں، اُس کا احترام کریں۔ آپس کے جھگڑوں اور فسادوں اور قتل و غارت گری کو ختم کریں۔ بعید نہیں کہ یہ سب قتل و غارت گری اور فساد جو ہو رہے ہیں، مسلمان مسلمان کو جو قتل کر رہا ہے اس میں اسلام مخالف طاقتوں کا ہاتھ ہو جو مسلمانوں میں گروہ بندیاں کر کے، پیسہ دے کر، رقم خرچ کر کے فساد کروا رہے ہیں یا خود بیچ میں شامل ہو کر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اب جو شیعوں پر حملے ہو رہے ہیں یا مسجدوں پر حملے ہو رہے ہیں، ان میں اُن تنظیموں کا ہاتھ ہے جنہیں حکومت دہشتگرد کہتی ہے اور دہشتگردوں کے بارے میں یہ بھی حکومتوں کی رپورٹیں ہیں اور پاکستان میں بھی ہیں کہ ان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو بعض مسلمان ہی نہیں تھے بلکہ فساد پیدا کرنے کے لئے باہر سے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُمت پر رحم کرے اور ان کو ایک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

احمدیوں کو بھی مَیں کہنا چاہوں گا کہ دوسرے مسلمان فرقے تو ایک دوسرے سے بدلے لیتے ہیں کہ اگر ایک نے حملہ کیا تو دوسرے نے بھی کر دیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر باوجود تمام تر ظلموں کے جو یہ تمام فرقے اکٹھے ہو کر ہم پر کر رہے ہیں، ہمارے ذہنوں میں کبھی بھی بدلے کا خیال نہیں آنا چاہئے۔ ہاں کسی بات کی اگر ضرورت ہے تو یہ کہ ہم میں سے ہر ایک ہر ظلم کے بعد نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرے اور پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے دعاؤں میں لگ جائے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قربانی کا جو عملی نمونہ ہمارے سامنے قائم فرمایا ہے وہ ہمارے لئے رہنما ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ایک شعر میں جماعت کو اس طرح نصیحت فرمائی ہے کہ۔

وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

(کلام محمود۔ مجموعہ منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نظم 94 صفحہ 218)

پس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر و استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دیئے"

(الفضل انٹرنیشنل 14 دسمبر 2012ء)

پاکستان میں ملّاں کے ذریعہ ناموس رسالت پر حملہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ 9 دسمبر 2011ء میں مولویوں کی غیر اسلامی حرکات وافعال کی وجہ سے اسلام کی جو بے عزتی ہو رہی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ نام نہاد مولوی اور اُن کے چیلے اپنی گراوٹوں کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اس حد تک گر چکے ہیں کہ احمدیوں پر ظلم ڈھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم اور اُس کے رسولؐ کی ہتک سے بھی باز نہیں آتے اور پھر کہتے ہیں کہ یہ تو قادیانیوں نے کیا ہے۔ خود قرآنِ کریم کے پاکیزہ اور بابرکت اوراق کو، صفحوں کو، زمین پر پامالی میں پھینک دیں گے، کوڑے کے تھیلوں میں ڈال دیں گے اور پھر کسی احمدی کا نام لگا دیں گے اور احمدی کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوتا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ اُسے تو اُس وقت پتہ چلتا ہے جب پولیس اُس کے گھر اُس کو پکڑنے کے لئے آ جاتی ہے یا اُس کے خلاف ان گندہ ذہنوں کے جلوس سڑکوں پر نکل رہے ہوتے ہیں۔ یا پھر ان کا یہ بھی طریق ہے کہ سکولوں میں دیواروں پر، غلط جگہ پر، غلط طریقے سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عزت و ناموس پر ہر احمدی اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے بلکہ اپنی اولاد کو بھی قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے، آپ کا نام لکھ کر پھر سکول کے احمدی بچوں کا نام لگا دیا جاتا ہے اور اس وجہ سے بچوں کو سکول سے نکال دیا جاتا ہے، اُن پر ظلم کئے جاتے ہیں، اُن کو مارا پیٹا جاتا ہے۔ بلکہ ان معصوم بچوں پر ہتکِ رسولؐ کے مقدمات قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کی کوئی ضمانت بھی نہیں ہے اور سزا بھی انتہا کی ہے۔ ایسی حرکت ہمارے احمدی معصوم بچوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس کے متعلق وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ پس جب اخلاقی گراوٹ اس حد تک چلی جائے، جب خدا تعالیٰ کا خوف دلوں سے بالکل ہی غائب ہو جائے، جب گھٹیا ور ذلیل حرکتوں کی انتہا ہونے لگے تو پھر مظلوموں کی آہیں اور فریادیں اور پکاریں بھی اپنا کام دکھاتی ہیں۔

پس آجکل خاص طور پر پاکستان میں جو حالات ہیں، جن سے احمدی وہاں گزر رہے ہیں اس حالت میں جیسا کہ میں اکثر پہلے بھی کئی مرتبہ توجہ دلا چکا ہوں ہمیں اپنی دعاؤں کا محور صرف اور صرف احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقی کو بنانا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی جلد پکڑ کرے جو خدا اور اسلام کے نام پر ظلموں کی انتہا کئے ہوئے ہیں۔ خدا، اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں ان دعاؤں کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے کہ ان میں سے جو نیک فطرت ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ وہ زمانے کے امام کو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانے والے بنیں.....۔

.....مُلّاں نے کم علم مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ نعوذ باللہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو آخری نبی مانتے ہیں جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عاشقِ صادق تمام نبیوں کے حُلَل میں، تمام مذاہب کے ماننے والوں کو حضرت خاتم

الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈالنے کے لئے آیا ہے نہ کہ خود مقابلہ کرنے کے لئے ۔اور آپ علیہ السلام نے اپنے دلائل و براہین سے دنیا کے منہ بند کئے ہیں ۔اسلام پر حملے کرنے والوں کے آگے ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح آپ کھڑے ہو گئے ۔آپ نے دلائل و براہین سے نہ صرف اسلام پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والوں کو روکا بلکہ اُنہیں پھر پسپا کیا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان دلائل و براہین کے ساتھ دشمن پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ اُس کو بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔

قرآن کی نمائش کے ذریعہ اسلام کی اصل تصویر اور مسلمانوں کی مخالفت

پس اسلام کی خوبصورت تعلیم آج دنیا میں ہمیں آپ علیہ السلام کے ذریعے سے پھیلتی نظر آ رہی ہے ۔آج آپ کی جماعت ہی ہے جو باقاعدہ نظم وضبط کے ساتھ ایک نظام کے ماتحت خلافت کے سائے تلے تبلیغِ اسلام کا کام سرانجام دے رہی ہے ۔افریقہ میں تبلیغِ اسلام ہو یا یورپ میں یا کسی بھی دوسرے براعظم میں، کسی بھی ملک میں، اسلام کی حقیقی تصویر جماعت احمدیہ ہی پیش کر رہی ہے ۔

مَیں نے جب جماعتوں کو کہا کہ دشمنانِ اسلام قرآن کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کر رہے ہیں تو قرآن کی نمائش لگائی جائے ،قرآنِ کریم کی خوبصورت تعلیم کو واضح کیا جائے ۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف جگہوں پر نمائشیں لگیں اور لگ بھی رہی ہیں اور اس کے بعد دنیا سے، ہر جگہ سے یہی رپورٹس آ رہی ہیں کہ جو غیر لوگ آنے والے ہیں وہ دیکھ کے کہتے ہیں کہ جو قرآنی تعلیم اور جو اسلام تم پیش کر رہے ہو یہ تو اتنا خوبصورت اسلام ہے کہ ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ہم اس کی مخالفت کس طرح کر رہے تھے ۔ہمارے سامنے تو اسلام کا یہ خوبصورت پہلو کبھی آیا ہی نہیں ۔یہ ہماری لاعلمی تھی ۔اکثروں کا بڑا معذرت خواہانہ لہجہ ہوتا ہے ۔قرآنِ کریم اور دوسرا اسلامی لٹریچر لے کر جاتے ہیں ۔ان نمائشوں میں آنے والے پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے، تعلیم یافتہ مسلمان بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، دوسرے مذاہب والے بھی ہیں اور سب بلا استثناء اس کام کو سراہ رہے ہیں کہ یہ عظیم کام ہے جو تم لوگ کر رہے ہو۔ لیکن بدقسمتی سے ایک مُلّاں ہے اور ان کا بھی ایک طبقہ ہے جو بعض ملکوں میں اس نمائش کی مخالفت کرتا ہے ۔اسلام کی تعلیم پھیلانے کی مخالفت کرتا ہے ۔

مَیں نے شاید پہلے بھی یہاں بتایا تھا کہ ہندوستان میں، دہلی میں ایک بہت بڑے ہال میں جو حکومت سے کرائے پر لیا گیا تھا، ہم نے قرآنِ کریم کی نمائش لگائی تو اُس پر وہاں کے مُلّاں نے اپنے ساتھ چند شرپسندوں کو ملا کر اتنا شور مچایا کہ وہ نمائش جو تین دنوں کے لئے لگنی تھی دو دن میں سمیٹنی پڑی ۔لیکن ان دو دنوں میں بھی اس نے اپنا بھرپور اثر قائم کیا ۔وہاں کے ایک بڑے پڑھے لکھے صاحب ہیں جن کا ایک مقام بھی ہے وہ نمائش کے بعد وہ قادیان آئے اور پھر بتایا کہ میں پہلی مرتبہ قادیان آیا ہوں اور اس طرف سفر کر کے آیا ہوں اور چاہتا تھا کہ قرآنِ کریم اور اسلام کی اتنی عظیم خدمت کرنے والے جہاں رہتے ہیں وہ جگہ بھی دیکھوں اور پھر قادیان کی مختلف جگہیں دیکھیں اور متاثر ہوئے ۔

نمائش میں ملاں کی طرف سے روک

لیکن یہ بھی بڑے افسوس سے مَیں کہتا ہوں کہ یہاں یو کے (UK) میں ایک شہر میں گزشتہ دنوں ہم نمائش لگا رہے تھے تو مُلاؤں کے شور کی وجہ سے پولیس نے وہاں ہماری انتظامیہ کو نمائش نہ لگانے کی درخواست کی۔ اصول تو یہ ہونا چاہئے کہ ایسی درخواستوں کو ہمیں دلائل سے رَد کر دینا چاہئے لیکن وہاں کی مقامی جماعت یا جماعت کی مقامی انتظامیہ نے اُن کی یہ بات مان لی اور نمائش کینسل کر دی۔ اگر یہاں اس ملک میں یا ان ملکوں میں، یورپ میں، جہاں ہر طرح کی آزادی ہے اور حکومت کی طرف سے آزادی دینے کا اعلان کیا جاتا ہے، اگر ہم نے مُلاں کو سر پر چڑھالیا تو ہم اس ملک میں بھی شدت پسندی کو فروغ دینے والے بن جائیں گے۔ یہ بات ہمیں انتظامیہ کو بھی اچھی طرح باور کروانی چاہئے اور اس نمائش کا دوبارہ اہتمام کرنا چاہئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خاموشی سے لگالی جائے۔ اگر خاموشی سے لگائی ہے تو اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ ایک طرف دعویٰ ہے کہ ہم نے جری اللہ کے مشن کو آگے بڑھانا ہے اور دوسری طرف پھر ہم مداہنت بھی دکھائیں؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ اس ملک میں جیسا کہ مَیں نے کہا قانون کی حکمرانی ہے، حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ یہاں قانون کی حکمرانی ہے تو قانون سے کہیں کہ تمہارا کام اس کو نافذ کرنا اور ہر شہری کے حق کی ادائیگی کرنا اور اُسے تحفظ دینا ہے اور یہ تم کرو۔

بہر حال یہ حال ہے مُلاں کا کہ غیر مسلم ممالک میں، جیسے ہندوستان یا یہاں انگلستان میں جب قرآن اور اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش ہوتی ہے تو غیر مسلم نہیں بلکہ یہ نام نہاد مسلمان علماء کھڑے ہوتے ہیں کہ ہیں! یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسا خطرناک کام، قرآنِ کریم کی خوبصورت تعلیم کو پھیلانے کا کام یہ احمدی کر رہے ہیں، یہ ہم کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ ہے ان اسلام کے ٹھیکیداروں کی اصل تصویر اور رُخ۔ لیکن ہم نے اپنا کام کئے جانا ہے۔ ہم نے ہر صورت میں اسلام کے مخالفین کے منہ بند کرنے ہیں اور قرآنِ کریم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ظاہر ہے ہم یہ کرتے چلے جائیں گے تا کہ دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لانے کی کوشش کریں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 30 دسمبر 2011ء)' (خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 604-607)

ملاں نے اسلام کی بھیانک تصویر پیش کی ہے

حضور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 8 اکتوبر 2004ء میں فرمایا:

"آج کل مُلاں نے اور جنونیوں نے جو اسلام کے نام پر اسلام کی بھیانک تصویر دنیا میں قائم کر دی ہے، یا اپنی حرکتوں سے قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا اسلام اور اس کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ تو جب آپ ذاتی رابطوں سے آہستہ آہستہ اس بھیانک تصویر کو ان لوگوں کے ذہنوں سے زائل کریں گے تو یہ آپ کے قریب ہوتے چلے جائیں گے۔ آپ کو دوسروں سے مختلف سمجھیں گے۔ اور یہ رابطے کرنے کے لئے جو بہت سے اسائلم لینے

والے یہاں آئے ہوئے ہیں انہیں کام وغیرہ کرنے کی بجائے ،خاص وقت سے زیادہ تو کام کرنے کی اجازت نہیں ۔ اگر یہاں بھی وہی قانون ہےتو ، وہ یہاں بوڑھوں سے بھی رابطے کریں، ان کے لئے تحفے لے کر جائیں، ان کے پاس بیٹھیں، ان سے ہمدردی کریں ۔ یہ بھی مغرب کا بڑا محروم طبقہ ہے ۔ان کے اپنے عزیز رشتے دار، بچے ان کو بوڑھوں کے گھروں میں چھوڑ جاتے ہیں Old people House جسے یہ کہتے ہیں ۔بعضوں کوتو سنا ہے بعض ملکوں میں کئی کئی ہفتے کوئی عزیز رشتے دار نہیں پوچھتا ۔ان بوڑھوں سے جب آپ تعلقات پیدا کریں گےتو ان کی ہمدردی کے ساتھ ساتھ بہت سارے لوگ ہیں جن کو زبان بھی صحیح طریق سے نہیں آتی، آپ اپنی زبان بھی بہتر کر رہے ہوں گے ۔غیر محسوس طریقے پر آپ ان کے پاس بیٹھ کے زبان بھی سیکھ جائیں گے ۔ہوسکتا ہے کہ آپ کے اس جذبہ ہمدردی اور خدمت خلق سے ان کے بعض عزیز بھی آپ کے قریب آ جائیں ۔تو یہ رابطے بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے ۔اس طرح اور بھی بہت سارے مختلف راستے ہیں ۔کوشش ہوتو آدمی تلاش کرسکتا ہے، جو آپ کو حالات کے مطابق نکالنے ہوں گے ۔ہمسایوں سے حسن سلوک ہے، ان کی مدد ہے، ان کے تہواروں پر عیدوں وغیرہ پر (کچھ لوگ تو یہ کرتے بھی ہیں لیکن سارے نہیں کرتے)ان کے لئے تحفے وغیرہ لے کر جائیں ان کو بلائیں، دعوت دیں ۔

(خطبات مسرور جلد2 صفحہ 722-723)

مسلمان حکمرانوں کو انتباہ

وہ تشدد پسندی سے اسلام کی نہایت بھیانک شکل پیش کررہے ہیں

حضور نے 10 ستمبر 2004ء کو فرمایا:

"تمام مسلمان ممالک باوجود اس کے کہ بعض کے پاس وسائل بھی ہیں، نیکیاں نہیں کر پا رہے ۔ایک دوسرے کا خیال نہیں رکھ رہے ۔غریب کی امیر ملک کوئی خدمت نہیں کرتے ۔اُن کی ،اُن کے دل میں کوئی فکر نہیں ۔اپنی امارت سے غریب بھائیوں کی ،غریب ملکوں کی مدد کرنے کی بجائے خود اپنے نفس کی ہوس میں مبتلا ہیں ۔اور جتنے پیسے والے مسلمان ممالک ہیں ان کو دیکھ لیں یہ سوائے اپنی دولت اکٹھی کرنے کے یا غریب ملک میں جس کو اختیار مل جائے وہ اپنی ذات کے لئے دولت اکٹھی کرنے کے اور کچھ نہیں کرتا ۔نہ حقوق اللہ کی فکر ہے، نہ حقوق العباد کی فکر ہے ۔اور اگر ان میں سے کوئی اسلام کی خدمت کا دعویدار ہے بھی، اگر کوئی دعویٰ لے کر اٹھتا بھی ہےتو وہ صرف یہ سمجھتا ہے کہ تشدد سے ہی اسلام کا غلبہ ہوگا ۔اور صرف تشدد پسندی، توپ، بندوق کے گولے کے علاوہ بات نہیں کرتا ۔اور یہ لوگ اسلام کے حسن کو دکھانے کی بجائے اس کی نہایت بھیانک شکل پیش کرنے والے ہیں تو یہ لوگ تو نیکیاں قائم کرنے والے نہیں ہیں اور ہو بھی نہیں سکتے ۔کیونکہ جب انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی نافرمانی کی اور آپؐ کے غلام صادق کو اور آپؐ کے عاشق صادق کو نہ صرف مانا نہیں بلکہ اس کی مخالفت بھی کی اور اس میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں

رکھی اور اپنے ذاتی اور دنیاوی مفاد کو دین پر مقدم رکھتے ہوئے انہیں کو ترجیح دی اور اس کے علاوہ کوئی ذہن میں خیال نہیں ہے۔ پھر یہ کہ دینی معاملے میں بھی جو تھوڑا بہت دین تھا اس میں بھی دنیا غالب آ گئی۔ اور خدا کے خوف کے بجائے، خدا کے خوف سے زیادہ مُلاّں کے خوف کو دل میں جگہ دیتے ہوئے مُلاّں کے پیچھے چل پڑے تو پھر کس طرح نیکیوں میں بڑھنا ان کا مطمح نظر ہو سکتا ہے۔" (خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 646-647)

مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں اسلام کی بدنامی

حضور ایدہ اللہ نے 25 فروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں مسلمان حکمرانوں کے غیر اسلامی رویہ کی وجہ سے اسلام کو جو نقصان ہوا یا ابھی بھی پہنچ رہا ہے۔ اس کا ذکر یوں فرمایا:

"مسلمان اربابِ اختیار اور حکومت جب اقتدار میں آتے ہیں، سیاسی لیڈر جب اقتدار میں آتے ہیں یا کسی بھی طرح اقتدار میں آتے ہیں تو حقوق العباد اور اپنے فرائض بھول جاتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ تو ظاہر ہے تقویٰ کی کمی ہے۔ جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں، جس کتاب قرآنِ کریم پر ایمان لانے اور پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اُس کے بنیادی حکم کو بھول جاتے ہیں کہ تمہارے میں اور دوسرے میں مابہ الامتیاز تقویٰ ہے۔ اور جب یہ امتیاز باقی نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ پھر دنیا پرستی اور دنیاوی ہوس اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ گو مسلمان کہلاتے ہیں، اسلام کا نام استعمال ہو رہا ہوتا ہے لیکن اسلام کے نام پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پامالی کی جا رہی ہوتی ہے۔ دولت کو، اقتدار کی ہوس کو، طاقت کے نشہ کو خدا تعالیٰ کے احکامات پر ترجیح دی جا رہی ہوتی ہے یا دولت کو سنبھالنے کے لئے، اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے غیر ملکی طاقتوں پر انحصار کیا جا رہا ہوتا ہے۔ غیر طاقتوں کے مفادات کی حفاظت اپنے ہم وطنوں اور مسلم اُمّہ کے مفادات کی حفاظت سے زیادہ ضروری سمجھی جاتی ہے اور اس کے لئے اگر ضرورت پڑے تو اپنی رعایا پر ظلم سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ دولت کی لالچ نے سربراہانِ حکومت کو اس حد تک خودغرض بنا دیا ہے کہ اپنے ذاتی خزانے بھرنے اور حقوق العباد کی ادنیٰ سی ادائیگی میں بھی کوئی نسبت نہیں رہنے دی۔ اگر سَو (100) اپنے لئے ہے تو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے لئے ہے۔ جو خبریں باہر نکل رہی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ کسی سربراہ نے سینکڑوں کلوگرام سونا باہر نکال دیا تو کسی نے اپنے تہ خانے خزانے سے بھرے ہوئے ہیں۔ کسی نے سوئس بینکوں میں مُلک کی دولت کو ذاتی حساب میں رکھا ہوا ہے اور کسی نے غیر ممالک میں بے شمار، لاتعداد جائیدادیں بنائی ہوئی ہیں اور مُلک کے عوام روٹی کے لئے ترستے ہیں۔ یہ صرف عرب مُلکوں کی بات نہیں ہے۔ مثلاً پاکستان ہے وہاں مہنگائی اتنی زیادہ ہو چکی ہے کہ بہت سارے عام لوگ ایسے ہوں گے جن کو ایک وقت کی روٹی کھانا بھی مشکل ہے۔ لیکن سربراہ جو ہیں، لیڈر جو ہیں وہ اپنے محلوں کی سجاوٹوں اور ذاتی استعمال کے لئے قوم کے پیسے سے لاکھوں پاؤنڈ کی شاپنگ کر لیتے ہیں۔ پس چاہے پاکستان ہے یا مشرقِ وسطیٰ کے ملک ہیں یا افریقہ کے بعض

ملک ہیں جہاں مسلمان سربراہوں نے جن کو ایک رہنما کتاب، شریعت اور سنت ملی جو اپنی اصلی حالت میں آج تک زندۂ جاوید ہے۔ باوجود اس قدر رہنمائی کے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی دھجیاں اڑائی ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 18 مارچ 2011ء)

آنحضورؐ کی عزت و ناموس کی خاطر احمدی ہر قربانی کے لئے تیار ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنگلہ دیش کے جلسہ سالانہ 2012ء پر MTA کے ذریعہ مورخہ 5 فروری 2012ء کو خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے بنگلہ دیش میں احمدیت کی مخالفت اور مخالفین احمدیت کی طرف سے جلسہ سالانہ کو کھلی جگہ پر نہ کرنے کی مخالفت کا ذکر فرما کر علماء کے کردار کو اسلامی تعلیم کے منافی قرار دیا اور احمدیوں کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر قربانیوں کا ذکر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

علماء کا کردار اور اسلام کی تعلیم

"اسلام کے نام پر جو یہ حرکتیں کرتے ہیں کیا یہ اسلام ہے؟ کیا یہ وہ اسلام ہے جو ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ میرے آقا جو رحمۃٌ للعالمین ہیں، اس پیغام کو لے کر آئے تھے جو دلوں میں تقویٰ پیدا کرتے ہوئے انسانیت کی قدریں قائم کرنے والا تھا۔ جو غریبوں، بے سہاروں کی پناہ گاہ تھا۔ جو یتیموں کا سہارا تھا۔ جو بھوکوں کو کھانا کھلانے والا تھا۔ جو عورتوں کی عزت قائم کرنے والا تھا۔ ان کے حقوق دلوانے والا تھا۔ جو مخالفین سے بات کرتے ہوئے موعظہ حسنہ کی تعلیم دینے والا تھا۔ حسن کلام سے دلوں کو لبھانے والا تھا۔ جو دنیا میں امن، صلح اور آشتی کو قائم کرنے کے لئے اپنے حقوق بھی چھوڑنے کے لئے کہتا تھا۔ جو راہب خانوں، چرچوں اور یہودی معبدوں کی حفاظت کی اسی طرح تلقین کرتا تھا جس طرح مسلمانوں کی جان و مال کی ضمانت دیتا تھا۔ غرض کہ حسین تعلیم کے جتنے بھی پہلو ہو سکتے ہیں وہ اسلام لے کر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کے ایک ایک حرف کو اپنے قول و فعل سے ثابت کر کے ایک ایسا عظیم الشان اسوہ قائم فرمایا جو ایک حقیقی مسلمان کے لئے ہمیشہ کے لئے پاک نمونہ ہے۔ جس پر چلے بغیر ایک مسلمان حقیقی مسلمان نہیں کہلا سکتا.....

آنحضورؐ کی عزت و ناموس کی خاطر قربانی

......اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عاشق صادق ہی ہے جس نے پھر ہمیں وہ اسلوب سکھائے جن سے خدا تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کی خشیت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ ہمارے مخالفین مسلمان ہمیں کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین نہیں رکھتے۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت میں کسی بھی دوسرے مسلمان سے زیادہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی خاطر ہر قربانی

کے لئے دوسروں سے بڑھ کر تیار ہیں اور یہ قربانیاں دیتے ہیں۔لیکن ہم نے اس غیرت اسلام کے دکھانے کے وہ اسلوب اپنائے ہیں جو امام الزمان نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر ہمیں سکھائے ہیں۔جس سے اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا پر روشن ہوتی ہے۔وہ موعظہ حسنہ اپناتے ہیں جس سے اسلام کے مخالفین کی اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے کس گہرائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اس زمانہ میں قائم کرنے کی تلقین اور کوشش فرمائی اور کیا طریق بیان فرمائے۔اس کی وظیفوں اور وردوں کے حوالے سے جو آجکل دوسرے مسلمانوں میں رائج ہیں، مثال دیتا ہوں۔آجکل بھی اور آپ علیہ السلام کے وقت میں بھی مسلمانوں میں بہت سی بدعات نے راہ پالی تھی۔پیروں، فقیروں کے ڈیروں پر ذکر اور وردوں کی مجلسیں جمتی ہیں۔معصوم لوگ پیروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ انہیں مختلف وظیفے بتا دیتے ہیں۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی مجلسوں کو بدعتیں قرار دیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور آپ کے زمانے سے ثابت نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا وہ محض فضول ہے۔فرماتے ہیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر منعم علیہ کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون ہو سکتا ہے؟ جس پر نبوت کے بھی سارے کمالات ختم ہو گئے۔اس راہ کو چھوڑ کر اور ایجاد کرنا خواہ وہ بظاہر کتنا ہی خوش کرنے والا معلوم ہوتا ہو، میری رائے میں ہلاکت ہے۔" (الحکم 31 مارچ 1905)

جماعت نعوذ باللہ ہتک رسول کا سوچ بھی نہیں سکتی

...جہاں تک ہم پر یہ اعتراض ہوتا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ اور آپ کو ماننے کی وجہ سے آپ کی جماعت یعنی جماعت احمدیہ ہتک رسول ؐ کی مرتکب ہوتی ہے اور نعوذ باللہ ہم آپ کی خاتمیت نبوت اور افضل الرسل ہونے کے منکر ہیں۔اس بارہ میں پہلے بھی کچھ حوالے پیش کر چکا ہوں۔اب ایک دو تحریریں اور واقعات مزید پیش کر دیتا ہوں جس سے ہمارے غیر سننے والے خود اندازہ کر سکیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے عشق رسول ؐ کا حق ادا کیا اور آپ ہمیشہ سے حق ادا کرنے والے تھے اور آپ کی جماعت بھی حق ادا کرنے والی ہے۔ان سے ہر ایک کو پتا لگ جائے گا کہ یہ عشق رسول ؐ کرنے والے ہیں یا توہین رسالت کے مرتکب ہونے والے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598)

کیا کسی دوسرے کے لئے دل میں میل رکھنے والا شخص کسی کو اچھے الفاظ میں بھی یاد رکھ سکتا ہے؟ کجا یہ کہ ساری رات اس کے حسن و احسان کو یاد کر کے اس کی یاد میں تڑپا جائے۔کیا نام نہاد علماء اور اسلام کے ٹھیکیداروں میں سے کوئی

خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ حُبِّ رسولؐ میں اس طرح تمام رات درود پڑھتا رہا ہے ۔آپ کا صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بارش جو آپ پر ہوئی اور آپ کی جماعت پر آج تک ہو رہی ہے، اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اپنے وعدے یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کو پورا فرما رہا ہے۔ پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم احمدی توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دُنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اُس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔" (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 302-303)

کیا کوئی عقل رکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ فقرے آپ کے مقام کو گھٹا رہے ہیں۔ پھر آگے چلیں اور دیکھیں کہ غیرتِ رسولؐ کا اظہار کس زبردست طریق سے آپ نے کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دُشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی دُکھا۔"

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 51-52)

اور یہ نہ صرف زبانی اظہار ہے بلکہ اسلام کے دفاع میں، اسلام کی خوبیاں بیان کرنے میں آپ نے کئی جگہ عملاً بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی غیرت کا اظہار فرمایا۔ آپ کی کتب اور لٹریچر اس سے بھرے پڑے ہیں۔ آپ کا عمل اس بات کا گواہ ہے۔ اسلام پر حملہ کرنے والوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والوں کو آپ نے کھلے چیلنج دیئے اور ان کے منہ بند کروا دیئے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 25 مئی 2012ء)

احمدی مظالم کے باوجود اسلامی تعلیم پر کاربند رہ کر اس کا پرچار کر رہے ہیں

اسلام امن کا مذہب اور محمد ﷺ امن کے پیغامبر ہیں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 14 جون 2013ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا

"مجھ سے اکثر دنیا والے پوچھتے ہیں اور اس دورہ میں جو میرا امریکہ اور کینیڈا کا ہوا ہے، مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اس میں بھی ہر جگہ پریس نے یہ پوچھا کہ تم جو اسلام پیش کرتے ہو ٹھیک ہے بہت اچھا ہے لیکن مسلمان اکثریت تو تمہیں مسلمان نہیں سمجھتی اور اُن کے عمل جو سامنے آ رہے ہیں یہ تو اس سے بالکل الٹ ہیں جو تم کہتے ہو۔ ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی تم کرتے ہو کہ احمدی دنیا میں صحیح اسلامی انقلاب لائیں گے۔ یہ کس طرح ہوگا؟ بہر حال اُن کو تو مَیں یہی بتاتا ہوں کہ یہ "ہوگا" والی بات نہیں بلکہ ہو رہا ہے۔ اور لاکھوں سعید فطرت مسلمان اس حقیقی اسلام کو سمجھ کر ہر سال اسلام میں، احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں، اس حقیقی اسلام میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اُس وقت تک یہ کام کرتے چلے جائیں گے جب تک دنیا کو یہ نہ منوا لیں کہ اسلام ایک پُر امن مذہب ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن کے وہ پیغامبر ہیں جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اور آپؐ کے جھنڈے تلے ہی دنیا کی نجات ہے۔ باقی مَیں اُن کو یہ بھی کہتا ہوں کہ کسی کے مذہب کا فیصلہ کرنا یا کسی مذہب کا ماننے والا یا نہ ماننے والا سمجھنا کسی دوسرے شخص کا کام نہیں ہے بلکہ ہر انسان اپنے مذہب کا فیصلہ خود کرتا ہے۔ بعض شدت پسند حکومتیں یا مُلّاں ہمیں مسلمان سمجھیں یا نہ سمجھیں اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں مسلمان ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے وہ سب مسلمان ہیں اور اُن سے بہتر مسلمان ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا۔ اور یہی ہر احمدی جو ہے، سمجھتا ہے۔ اس قسم کی حرکتیں کر کے یہ لوگ احمدیت کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں اگر کوئی حکومت یا وزیر یا اُن کے چیلے احمدیوں پر ظلم کریں گے تو دنیا میں اپنی حکومت کو اور ملک کو بدنام کریں گے۔ جو بھی حکومت آتی ہے اس حکومت کے بدنام ہونے سے ہمیں فرق نہیں پڑتا۔ گو ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے شرمندگی بہر حال ہوتی ہے۔ لیکن ملک کی بدنامی سے ہر احمدی کا دل خون ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ملک کی خاطر ہم نے بڑی قربانیاں دی ہوئی ہیں۔ یہاں مذہب کے نام پر خون کر کے یہ لوگ نہ صرف ملک کو بدنام کر رہے ہیں بلکہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ اور اسلام جو امن، صلح، بھائی چارے اور محبت کا مذہب ہے اُسے بھی بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ دشمنوں سے بھی حُسنِ سلوک کرو۔ جہاں انصاف کا سوال آئے، انصاف بہر حال مقدم

ہے۔لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ز وَاتَّقُوا اللّٰہ (المائدۃ:9) یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ۔یعنی کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔انصاف کرو،یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا تقویٰ اختیار کرو۔پس یہ اسلام کی تعلیم ہے ۔مخالفین اسلام جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں ہم قرآنِ کریم کی خوبصورت تعلیم بتا کر اور یہ باتیں کہہ کر ان کا منہ بند کرواتے ہیں کہ حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھتا ہے ۔یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک حقیقی مسلمان بے انصافی اور ظلم کی باتیں کرے ۔لیکن مسئلہ یہاں یہ ہے کہ جن لوگوں کے پیچھے قوم چل رہی ہے اُن میں تقویٰ تو ویسے ہی نہیں ہے ۔اور جب تقویٰ ہی نہیں تو پھر اُن سے ظلم اور بے انصافی کی توقع ہی کی جا سکتی ہے ۔اس کے علاوہ تو اُن سے کچھ اور توقع نہیں ہو سکتی۔

برطانوی پارلیمنٹ سے خطاب میں حقیقی اسلام کی وضاحت

ابھی دو دن پہلے یوکے (UK) جماعت کے سو سال پورے ہونے پر یہاں پارلیمنٹ ہاؤس میں ایک فنکشن تھا جس میں بیالیس پارلیمینٹیرین (Parliamentarian) شامل ہوئے ،جن میں سے ڈپٹی پرائم منسٹر صاحب بھی آئے ہوئے تھے اور چھ وزراء بھی آئے ہوئے تھے اور بیس دوسرے ڈپلومیٹ اور دوسرا پڑھا لکھا ہوا طبقہ تھا۔تو اُن کے سامنے بھی مَیں نے اسلام کی خوبصورت تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کی روشنی میں یہ بتایا کہ حقیقی اسلام کیا ہے ۔تو سب کا یہی کہنا تھا کہ تمہارے ایڈریس تو ہمیشہ کی طرح یہی ہوتے ہیں اور جماعت احمدیہ امن اور صلح کی باتیں کرتی ہے لیکن دوسرے مسلمان گروپ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے بہر حال ہمیں پریشانی ہے ۔بعض یہ سیاستدان لوگ جو ہیں، کھل کر اظہار کر دیتے ہیں ،بعض سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے ڈر ڈر کر بات کرتے ہیں ۔لیکن بہر حال جب میں قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے حوالے سے بات کرتا ہوں تو یہ بہر حال اُن کو پتہ چل جاتا ہے کہ اصل اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ بعض اتنے متاثر ہوتے ہیں ،کل پرسوں کی بات ہے ،ایک ملک کے سفیر مجھے کہنے لگے کہ تمہارا ہر ہر لفظ جو تھا، جو تم quote کر رہے تھے قرآن اور اُسوہ کے حوالے سے ، میرے دل کے اندر جا رہا تھا۔وہ عیسائی ہیں ،اُن سے تھوڑی سی بے تکلفی بھی ہے ۔کیونکہ وہ فنکشن میں اکثر آتے ہیں ،اُنہیں مَیں نے کہا کہ یہ صرف آپ کے دل میں بٹھانے کے لئے نہیں بلکہ اس پیغام کو اپنے حلقے میں بھی پھیلائیں ۔تو کہنے لگے یہ تو مَیں کرتا ہوں اور اب آئندہ بھی کروں گا ۔تو غیروں کے دلوں میں تو اثر ہوتا ہے لیکن پتھر دل مولوی ایسے ہیں جو اس پیغام کو سن کر اور ہمارے منہ سے سن کر اُن کے دل مزید پتھر ہوتے چلے جاتے ہیں ۔

احمدیت ،اسلام کا غلط تاثر دینے والوں کے تاثرات کو زائل کرتی ہے

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم تو اسلام کا غلط تاثر دینے والوں کے تاثرات کو زائل کر رہے ہیں اور یہ ہمارا کام ہے کہ اسلام کی خوبصورتی کو دنیا میں دکھائیں ،اس لئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ کرتے چلے جائیں گے ۔لیکن پھر بھی مسلمان

ممالک کے سیاستدان اور بعض پڑھے لکھے لوگ مُلاّں کے پیچھے چل کر احمدیوں پر اسلام کے نام پر ظلم کرتے ہیں۔ اور یہ ان کا کام ہے۔ بہر حال جس طرح ہم اپنا کام کرتے چلے جائیں گے انہوں نے بھی اپنا کام کرتے رہنا ہے اور اس بات سے ہمیں کوئی ایسی فکر نہیں ہونی چاہئے۔ جیسا کہ میں نے کہا، ہمیں تو ان سے نہ کوئی امید ہے اور نہ ہم ان کی طرف دیکھتے ہیں۔ اگر یہ انصاف سے حکومت چلائیں گے اور ظلم کو روکیں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان کر اُس کے اجر کے مستحق ٹھہریں گے۔ ہمارا خدا تو ہمارے ساتھ ہے۔ وہ تو ہمیں تسلی دلانے والا ہے اور دلاتا ہے اور حفاظت کرتا ہے۔ ورنہ جیسا کہ پہلے بھی کئی دفعہ میں کہہ چکا ہوں ان کے منصوبے تو بڑے خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی اپنے وعدے کے مطابق نوازے گا، انشاء اللہ۔ لیکن ظلم کرنے والوں کی پکڑ کے سامان بھی ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

پس ہمیں کسی دنیاوی حکومت کی طرف دیکھنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اُس کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے، اُس کے حکموں پر چلنے کی ضرورت ہے۔ باقی رہا یہ کہ مذہب کے ٹھیکیداروں کا یہ اعلان کہ جو ہمارے کہنے کے مطابق نہیں کرتا اور ہمارے پیچھے نہیں چلتا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دھتکارا ہوا ہے اور جہنمی ہے۔ اس لئے اپنے لوگوں کو یہ کھلی چھٹی دیتے ہیں کہ جو چاہے ان لوگوں سے کرو۔ تم جو چاہے احمدیوں سے کرو، تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اور یہی کچھ عملاً ہو بھی رہا ہے کہ حکومت جو قانون کی بالادستی کا دعویٰ کرتی ہے احمدیوں پر ظلموں پر نہ صرف یہ کہ کچھ نہیں کرتی بلکہ اُلٹا ظالم کا ساتھ دیتی ہے۔" (الفضل انٹرنیشنل 5 جولائی 2013ء)

اسلام پر حملوں کے جواب میں جماعت احمدیہ کا کردار

حضور نے 7 اکتوبر 2011ء کو ہمبرگ جرمنی میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اس وقت جماعت احمدیہ جہاں دوسرے مذاہب کے سامنے اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے سینہ سپر ہے اور دونوں طرف سے ظاہری اور چھپے ہوئے مخالفین کا سامنا کر رہی ہے۔ دنیا کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ اور آپؐ کی سیرت کے حسین پہلو پیش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ دشمن کے آپؐ پر حملوں کے نہ صرف جواب دے رہی ہے۔ بلکہ آپؐ پر اعتراض کرنے والوں کو اُن کا اپنا چہرہ بھی دکھا رہی ہے۔ قرآنِ کریم پر اعتراضات کے جواب دے رہی ہے۔ بلکہ قرآنِ کریم کی برتری دنیا کی دوسری مذہبی کتابوں پر ثابت کر رہی ہے۔ چند سال پہلے جب یہاں جرمنی میں ہی پوپ نے اسلام اور قرآنی تعلیم پر اعتراض کیا تھا تو مَیں نے جرمنی کی جماعت کو کہا تھا کہ اُس کا جواب کتابی صورت میں شائع کریں اور جرمن جماعت کے بہت سارے لوگوں نے مل کے یہ جواب تیار کیا اور اللہ کے فضل سے بڑا اچھا جواب تیار کیا۔ کسی اور مسلمان فرقے کو اس طرح تفصیلی جواب کی بلکہ مختصر جواب کی بھی توفیق نہیں ہوئی۔ پھر امریکہ میں جو پادری اسلام کی تعلیم کے خلاف بڑا شور مچاتا رہتا ہے، اس کے علاوہ

بعض اور جو اسلام پر اعتراض کرنے والے ہیں اور لکھنے والے ہیں، اُن کے اعتراضات کے جواب دیئے، اُن کو چیلنج دیا لیکن مقابلے پر نہیں آئے۔ہالینڈ، ڈنمارک وغیرہ میں اعتراضات کے جواب دیئے بلکہ اُن کو اُن کا آئینہ دکھایا کہ وہ کیا ہیں۔پس اسلام مخالف طاقتوں سے تو ہم نبرد آزما ہیں ہی لیکن اس کے ساتھ ہمارے اپنے بھی ہمارے مخالف ہیں اور مخالفت میں تمام حدوں کو پھلانگ رہے ہیں۔مسلمان کہلا کر پھر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے نام پر آپؐ کے عاشقِ صادق پر ظالمانہ حملے کر رہے ہیں۔آپ کی جماعت پر ظالمانہ اور بہیمانہ حملے کر رہے ہیں اور پاکستان کے نام نہاد علماء اس میں سب سے پیش پیش ہیں، آگے بڑھے ہوئے ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 500-501)

مسیح محمدی کے غلاموں نے اسلام مخالف مہم کا دفاع کرنا ہے

حضور نے 24 ستمبر 2010ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"آج مسیح محمدی کے ماننے والے نوجوان بھی ایک عجیب تاریخ رقم کر رہے ہیں۔یہ بھی وہ نوجوان ہیں جو اپنے عہدوں کی پابندی اور توحید کے قیام کے لئے کسی سے پیچھے نہیں۔حقیقت میں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار بیٹھے ہیں۔یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے والے ہیں۔پس تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اور عبادتوں کے معیار بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پہلے سے بڑھ کر حاصل کرتے چلے جائیں۔

آج خدام الاحمدیہ کا اجتماع ہے تو آپ لوگ جو میرے سامنے یہاں بیٹھے ہیں یا اجتماع گاہ میں بیٹھے ہیں اور میرے براہِ راست مخاطب ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اجتماعات کرنے کی بھی آزادی ہے اور اپنی مرضی سے جو پروگرام بھی ترتیب دینا چاہیں اس پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے۔جن کو تربیتی پروگرام بنانے کی آزادی بھی ہے اور جن کو تبلیغ کے پروگرام بنانے کی آزادی بھی ہے۔آپ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔صرف اجتماع کے یہ تین دن ہی آپ میں عارضی تبدیلی کا باعث نہ بنیں بلکہ ایک مستقل تبدیلی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔تقویٰ کے معیار بڑھائیں۔عبادتوں کے معیار بڑھائیں۔مغرب کی بیہودہ کشش آپ کو اپنی طرف راغب کرنے والی نہ بن جائے۔اپنے ان بھائیوں کی قربانیوں کو ہمیشہ سامنے رکھیں جو اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرتے ہوئے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھنے کے لئے ہر کوشش کر رہے ہیں۔اپنی وفاؤں اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے کے لئے ہر قربانی دے رہے ہیں۔

پس آپ اس آزادی کے شکرانے کے طور پر جہاں اپنی عبادتوں اور تقویٰ کے معیار کو بلند کریں وہاں احمدیت کا پیغام ہر جگہ پہنچانے کے لئے بھرپور کردار بھی ادا کریں۔ہر ذریعہ تبلیغ کو استعمال کرنے کی کوشش کریں۔

جدید ذرائع کا استعمال نوجوان زیادہ بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔آج کل احمدی نوجوانوں نے دوطرفہ محاذوں پر اپنا کردار ادا کرنا ہے، یعنی بیرونی محاذ جو ہےاس کی دو قسمیں ہیں ۔نفس کی اصلاح جواندرونی محاذ ہے وہ تو ہے ہی،اس کے علاوہ بیرونی محاذ بھی دوطرح کے ہیں ۔ایک طرف تو اسلام کے خلاف مہم میں حصہ لے کر اسلام کا دفاع کرنا ہےاوردوسرے احمدیت کے خلاف جو حملے ہیں ان میں دفاع کرنا ہے ۔مختلف ویب سائٹس ہیں ان میں مختلف قسم کے بیہودہ قسم کے اعتراضات آتے ہیں،ان کوسچائی کے پیغام سے بھر دیں ۔ایک ایسا منظم لائحہ عمل تیار کیا جائے کہ ان سب ویب سائٹس کو اپنی سچائی کے پیغام سے بھر دیں ۔اگر علم میں کمی ہے تو اپنے بڑوں اور مبلغین سے مدد لیں ۔آج دنیا میں رہنے والے ہر خادم کو ان مہمات کا حصہ بننے کی ضرورت ہے ۔تبھی توحید کے قیام میں حقیقی کردارادا کر سکیں گے ۔مسیح موسوی کے نوجوان تو محدود علاقوں میں اپنا کردارادا کرتے رہے ۔" (خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 502-503)

اے خدام الاحمدیت! آؤ محمدؐ کے دین کے محافظ بن جاؤ

حضور نے مورخہ 18 ستمبر 2011ء کو جرمنی میں مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع بمقام بادکروزناخ پر خطاب کرتے ہوئے احمدی نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اے خدام الاحمدیت! آج مسیح زمان تمہیں کہہ رہا ہے کہ آؤ اور اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے محافظ بن جاؤ ۔آج جب اپنوں کی،امت کی اکثریت کی بدعملیوں نے اسلام کو بدنام کیا ہوا ہے ۔آج جب غیروں نے ہر طرف سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملوں کی تابڑتوڑ بھرمار کی ہوئی ہے تو آج احمدی ہی ہے،احمدی نوجوان ہی ہے جس نے مسیح محمدی کی قیادت میں اسلام کی برتری دنیا پر ثابت کرنی ہے۔

آج اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے طلحہ جیسے ہاتھوں کی ضرورت ہے ۔وہ جو 27، 28 سال کا نوجوان تھا جس نے احد کی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے سامنے اپنا ہاتھ رکھ کر تیروں کو روکا اور تیروں سے زخمی ہونے کے باوجود اس لئے اف نہیں کی کہ کہیں اف کرنے سے ہاتھ اپنی جگہ سے ہل نہ جائے ۔

آج اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ابو دجانہ جیسے بہادروں کی ضرورت ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا حق ادا کر دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی تلوار عنایت فرمائی ۔اور پھر جنہوں نے اپنا جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے سامنے کھڑا کر لیا یہاں تک کہ تیروں کی بارش سے ان کا جسم چھلنی ہو گیا ۔گو آج زمانہ تیروں کے حملوں سے حفاظت کا نہیں ہے ۔یہ زمانہ تلوار چلانے کا نہیں ہے ۔لیکن آج بھی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے اس جوش اور جذبے کی ضرورت ہے جو ہمارے اسلاف نے دکھلایا تھا ۔اس زمانے میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے،نیکیوں میں آگے بڑھتے ہوئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلام سے لیس ہونے کی ضرورت ہے تا کہ اسلام پر کئے گئے ہر وار کا مقابلہ کیا جائے اور کوئی تیر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے اور جسم تک نہ پہنچنے دیا جائے۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی)

ہر احمدی احمدیت کا نمائندہ ہے

حضور نے 23 اپریل 2010ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا

"ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ احمدی ہونے کے ناطے احمدیت کا نمائندہ ہے اور اسلام کی حقیقی تصویر بننے کی اس نے کوشش کرنی ہے۔ غیر احمدی مسلمانوں کی نظریں بھی ہم پر ہیں اور غیر مسلموں کی نظریں بھی ہم پر ہیں۔ ہم یہ دعویٰ کر کے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ ہم اسلام کی حقیقی تصویر ہیں۔ جب ہم اسلام کی حقیقی تصویر ہیں تو اسلام کی عزت کو قائم رکھنے کی ذمہ داری بھی ہمارے سپرد ہے۔ ہم نے ایک نمونہ بننا ہے۔ اور جب ہمارے نمونے ہوں گے تو تبھی ہم تبلیغ کے میدان میں بھی ترقی کر سکتے ہیں۔ دین کی عزت اور اسلام کی ہمدردی ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس عزت کو دنیا میں قائم کریں۔" (خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 195)

مغرب میں عیسائیوں سے اچھا سلوک کر کے اسلام کے متعلق شدت پسندی اور امن برباد کرنے کے اثر کو زائل کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ یکم جون 2007ء میں احباب جماعت کو عیسائیوں سے حسن سلوک کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا کرنا سلامتی کی بھی ضمانت ہے۔ اس ضمن میں حضور نے مغرب میں عیسائیوں سے حسن سلوک کی نہ صرف تلقین فرمائی بلکہ بعض مثالیں بھی دیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"معاشرے کی سلامتی، صلح اور محبت کی فضا پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت (النساء: 37) میں فرمایا کہ ہمسایوں سے اچھا سلوک کرو اور صرف رشتہ دار ہمسایوں سے اچھا سلوک نہیں کرنا کہ اس میں 100 فیصد بےنفسی اور صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے حسن سلوک نظر نہیں آتا بلکہ غیر رشتہ داروں سے بھی کرنا ہے۔ یعنی رشتہ داروں سے حسن سلوک میں تو پسند اور ناپسند کا سوال آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ جو اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے اس کا تو تب پتہ لگے گا کہ غیروں سے بھی حسن سلوک کرو۔ جو غیر رشتہ دار ہمسائے ہیں ان سے بھی حسن سلوک کرو...... جب سے میں نے ان مغربی ممالک کے رہنے والوں کو خاص طور پر ہمسایوں سے اچھے تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلائی تھی، بعض جگہوں سے بہت خوش کن رپورٹس آئی ہیں۔ وہی لوگ جو پاکستان یا ایشین مسلمان ہمسایوں سے خوفزدہ تھے جب ان کے یہ تعلق بڑھنے شروع ہوئے، عید، بقرعید پر، ان کے تہواروں پر، جب تحفے ان

کی طرف جانے شروع ہوئے تو اس کی وجہ سے ان میں نرمی پیدا ہونی شروع ہوگئی، ان کے خوف بھی دور ہوئے۔ وہی لوگ جو اسلام کو شدت پسند اور امن برباد کرنے والا مذہب سمجھتے تھے اسلام کی سلامتی کی تعلیم سے متاثر ہو رہے ہیں ..... اگر ان لوگوں میں مذہب سے دلچسپی نہیں ہے تو کم ازکم ایسے لوگوں کے ذہنوں سے اسلام کے خلاف جو زہر بھرا گیا ہے وہ نکل جاتا ہے۔ اگر ہمسائیگی کی وسعت ذہن میں ہو تو پوری دنیا میں سلامتی اور صلح کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ دنیا سے فساد دور ہوسکتا ہے۔" (خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 229-231)

غیر اسلامی حرکات

میں ملوث احمدیوں سے لاتعلقی کا اظہار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اسلام کی غیرت وحمیّت میں غیروں کو اسلام و بانی اسلامؐ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے پر تنبیہ فرما رہے ہیں۔ جس کی ایک جھلک ہم گزشتہ صفحات پر درج کر آئے ہیں۔ جماعت کے اندر بھی آپ کی اسلام کے ساتھ محبت اور اس کی خاطر غیرت وحمیّت کا واضح اظہار نظر آتا ہے۔ ایک تو جماعت ایسے افراد کے متعلق جو غیر اسلامی حرکات وسکنات میں ملوث پائے جاتے ہیں تعزیز کا اعلان کرتی ہے۔ اور دوسرا حضور کے بعض واضح اعلانات ہیں جو ناموس رسالت کی خاطر آپ کی کوششوں کا حصہ بننا ضروری ہے۔ جیسے مغرب میں سوشل ہیلپ کے لئے بعض احمدی دھوکہ دہی سے کام لیتے ہیں۔ اس کے متعلق حضور نے خطبہ جمعہ 13 جون 2008ء میں فرمایا

سوشل ہیلپ کے نام پر دھوکہ دہی کرنے والوں سے چندہ نہ لیا جائے

"اُن لوگوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اِن مغربی ملکوں میں سوشل ہیلپ (Social Help) لیتے ہیں۔ مختلف ملکوں میں اس مدد کے جو بھی نام ہیں، یہ حکومت کی طرف سے ملنے والی مدد ہے جو بیروزگاروں کو ملتی ہے یا کم آمدنی والوں کو تاکہ کم ازکم اس معیار تک پہنچ جائیں جو حکومت کے نزدیک شریفانہ طور پر زندگی گزارنے کے لئے روزمرہ ضروریات پورا کرنے کا معیار ہے۔ مغربی حکومتیں، بعض ان میں سے بڑے کھلے دل کے ساتھ یہ مدد دیتی ہیں اور برطانیہ کی حکومت بھی اس بارے میں قابل تعریف ہے شہریوں کی بڑی مدد کرتے ہیں۔

لیکن مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ جو چھوٹا موٹا کاروبار بھی کرتے ہیں یا ایسی ملازمت کرتے ہیں جو پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی یا ٹیکسی وغیرہ کا کام کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی حکومت کو غلط معلومات دے کر اس سے مدد بھی لیتے ہیں۔ یا مکان بھی خریدا ہوا ہے لیکن حکومت سے مکان کا کرایہ بھی لیتے ہیں۔ تو یہ بات تقویٰ سے بعید ہے۔ اس طرح کرکے وہ دوہرے بلکہ کئی قسم کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ ایک تو حکومت کو صحیح آمد نہ بتا کر حکومت کا ٹیکس چوری کرتے ہیں۔ پھر نہ صرف یہ ٹیکس کی چوری ہے بلکہ دوسروں کے اُس ٹیکس کو بھی کھا رہے ہوتے ہیں جو دوسرے لوگ حکومت کے معاملات چلانے اور شہریوں کو سہولتیں مہیا کرنے کے لئے حکومت کو دیتے ہیں۔ پھر جھوٹ کے مرتکب

ہوتے ہیں جو بذات خود شرک کے برابر ہے،تقویٰ تو دُور کی بات ہے۔پس اگر ہم میں ایسے چند ایک بھی ہوں تو وہ نہ صرف اپنے آپ کو اللہ سے دُور کر رہے ہوتے ہیں بلکہ جماعت کو بھی بدنام کرنے والے بنا رہے ہوتے ہیں اور جماعت کا جو وقار حکومتی اداروں اور لوگوں میں ہے اس کو کم کرنے والے بن رہے ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:" جب انسان خدا پر سے بھروسہ چھوڑتا ہے تو دہریت کی رگ اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور ایمان اسی کا ہوتا ہے جو اسے ہر بات پر قادر جانتا ہے"۔

پس ان معیاروں کو ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائے ہیں اور جن کی بار بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تلقین فرمائی ہے۔جو لوگ غلط معلومات دے کر چند پاؤنڈ حکومت سے لے لیتے ہیں گویا وہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہمارا رازق خدا نہیں بلکہ ہماری چالاکیاں ہیں۔

اس بات کی مَیں یہاں وضاحت کر دوں کہ حکومتی اداروں کو بعض ایسے لوگوں پر شک پڑنا شروع ہو گیا ہے اور یہ لوگ بڑی ہوشیاری سے اپنا دائرہ تنگ کرتے ہیں۔ابھی تک ان اداروں پر یہی تأثر ہے کہ احمدی دھوکہ نہیں کرتے۔کوئی ایک بھی اس قسم کا دھوکہ دہی میں ان کے ہاتھ لگ گیا تو اچھے بھلے شریف احمدی جو صرف اپنا حق لیتے ہیں وہ بھی پھر متأثر ہوں گے اور پھر جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جماعت پر اعتماد علیحدہ ختم ہو گا۔

مَیں نے تو امیر صاحب کو کہہ دیا ہے کہ کسی بھی ایسے شخص کا اگر پتہ چلے تو اس سے چندہ لینا بند کر دیں۔ایسے لوگوں سے چندہ نہ لینے سے اوّل تو جماعتی چندوں پر کوئی فرق نہیں پڑے گا انشاء اللہ اور اگر پڑے بھی تو اس کا پھر کوئی فرق نہیں پڑتا۔کم از کم اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا ہوا مال تو پاک ہو گا۔

پس مَیں ایسے لوگوں سے جو چاہے چند ایک ہوں، یہی کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو رزّاق نہیں سمجھتا تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے دین کے لئے آپ کے مال کی ضرورت نہیں ہے۔پھر آپ کا معاملہ اللہ سے ہے، جس طرح بھی چاہے اللہ سلوک کرے۔" (خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 232-233)

سؤر کا گوشت کھانے یا بیچنے والوں سے چندہ نہ لیا جائے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جہاں غیروں کی طرف سے اسلام پر ہونے والے اعتراضات یا اسلام بارے توہین آمیز حرکات پر فوری اقدام فرمائے۔خطبات ارشاد فرمائے۔وہاں احمدیت کے اندر بھی اگر کسی احمدی نے غیر اسلامی حرکت کی جو اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہی تھی تو آپ کی رسول خداؐ سے محبت کے تقاضوں نے یہاں بھی سخت ایکشن لینے پر آپ کو مجبور کیا۔جیسے سؤر یا شراب کا کاروبار کرنے والوں سے چندہ لینے سے انتظامیہ کو روک دیا۔

آپ مورخہ 13 اپریل 2007ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم جو کام کر رہے ہیں وہ جائز ہیں یا ناجائز ہیں، ان کو چھوڑنا بڑا مشکل ہے۔وہ اللہ تعالیٰ

کو رازق نہیں سمجھتے ۔کچھ عرصہ ہوا میں نے کہا تھا کہ جو لوگ سؤر کے گوشت پکانے یا بیچنے یا براہ راست اس کے کاروبار میں ملوث ہیں،اس سے منسلک ہیں، وہ یہ کام نہ کریں یا اگر کرتا ہے تو پھر ایسے لوگوں سے چندہ نہیں لیا جائے گا ۔"

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 134)

سود کی ممانعت کے حوالے سے احمدیوں کو نصیحت

مسلمان اور مسلمان حکومتیں جس طرح سود کے نظام میں جکڑی چلی جا رہی ہیں ۔وہ عالم اسلام کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے ۔جو اسلامی تعلیم کی توہین کے زمرے میں آتا ہے ۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ان قوموں کو انتباہ فرمایا وہاں احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 8 جون 2007ء میں فرمایا ۔

"خدا تعالیٰ نے سُود کی بڑی شدت سے مناہی کی ہے کیونکہ یہ غریب کو ہمیشہ کے لئے غربت کی دلدل میں دھنسا تا چلا جاتا ہے ۔اس آیت میں جس میں سود کا ذکر کیا گیا ہے اس سے پہلی آیت کے ساتھ موازنہ بھی مل جاتا ہے کہ سود تمہیں کیا دیتا ہے اور غریبوں کے حق کے طور پر ان کی زکوٰۃ اور صدقات اور تحفوں سے جو مدد کرتے ہو اس سے تمہیں کیا ملتا ہے ۔پہلی بات تو یا د رکھو کہ جو خرچ اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تم کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ یقینی طور پر اس میں تمہاری کامیابی ہے جس کے نظارے اس دنیا میں بھی دیکھو گے اور اگلے جہان میں بھی اور سب سے بڑی کامیابی تو یہی ہے کہ اللہ راضی ہو گیا ۔دوسری کامیابی پُرامن اور سلامتی سے پُر معاشرے کا قیام ہو گا ۔پھر مرنے کے بعد اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی وجہ سے دائمی جنتوں کے وارث بنو گے جہاں تمہیں ہمیشہ سلام اور سلام کے تحفے ملیں گے ۔لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے جو سود کے کاروبار میں ملوث ہوں وہ کیا حاصل کرتے ہیں ۔ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ اعلان جنگ کرتا ہے اور جن کے خلاف اللہ تعالیٰ اعلان جنگ کر دے ان کا نہ اس دنیا میں کوئی ٹھکانہ ہے اور آخرت میں جو ان کی سزا ہے وہ تو ہے ہی ۔

پھر سود کی وجہ سے معاشرے کا امن کس طرح برباد ہو رہا ہے ۔جو غریب ہے وہ غربت کی چکی میں پستا چلا جاتا ہے ۔پیسے والا اس سود کے پیسے سے اپنی تجوریاں بھر رہا ہوتا ہے ۔اور بظاہر بے تحاشہ پیسہ کمانے والا جو شخص ہے وہ اپنے خزانے بھر رہا ہوتا ہے، لیکن دل کا چین اور سکون ان میں نہیں ہوتا ۔کئی لوگ ہیں جو لکھتے ہیں اور کہتے ہیں بلکہ پاکستان میں مَیں نے دیکھے بھی ہیں کہ پیسوں کے باوجود راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں ۔تو یہ عموماً سود ہی ہے جس نے ایک ملک کے معاشرے میں ملکی سطح پر بھی انفرادی سطح پر بھی پیسے کو ایک خاص طبقے کے گرد منتقل کر دیا ہے، ایک جگہ جمع کر دیا ہے ۔اور عموماً امیر ملکوں میں بھی جہاں بظاہر اچھے حالات ہیں، اسی سود کی وجہ سے تقریباً ہر شخص یا اکثریت قرض کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں ۔اس کو محسوس نہیں کرتے اور اپنی زندگی میں اس سے باہر نہیں نکل سکتے ۔"

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 241-242)

اسلام نے ہی غالب آنا ہے اور معاندین کی پکڑ ہونی ہے

گواس حوالہ سے گاہے بگاہے خطبات کی تفصیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف آچکا ہے۔تاہم کتاب کے اخیر میں اس کا اظہار اس لئے ضروری ہے کہ معاندین ومخالفین اسلام جتنا زور چاہیں لگالیں۔ اسلام ہر حال غالب آنے کے لئے بنایا گیا ہے۔اوران کی پکڑ کے سامان ہونے ہیں۔

حضورانور نے 16اکتوبر 2009ء کے خطبہ میں فرمایا:۔

آنحضرتؐ پر استہزاء کرنے والے اللہ کی پکڑ سے محفوظ نہیں

"آج بھی جولوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں استہزاء اور نازیبا کلمات کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ نہیں ہیں چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں یا لا مذہب ہیں۔قرآن کریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کے علاوہ باقی انبیاء کے واقعات بھی بیان کرتا ہے کہ جب بھی مخالفین نے ان انبیاء کو دکھ پہنچائے تو اللہ تعالیٰ نے ایک مدت کے بعد، کچھ عرصے کے بعد، انہی کی تدبیریں ان پر الٹادیں اوراپنے انبیاء کی حفاظت فرمائی۔انسانی عقل اُس انتہا تک نہیں پہنچ سکتی جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کے حق میں دشمنوں کی سزا کا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔" (خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 490)

دشمنان اسلام، اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے

حضورانور نے 23جنوری 2009ء میں فرمایا:۔

"آج تک ہم دیکھ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر مخالفین اسلام نہایت گھٹیا اور رقیق حملے کرتے اور الزام لگاتے ہیں لیکن اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔اور آج بھی مسلمانوں میں ایک گروہ ہے اور بڑی تعداد میں ہے جو آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کو اصل حالت میں اپنی زندگیوں پر لاگو کر رہا ہے یا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت تک کے لئے بھیجے گئے ہیں اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت زندہ ہے اور زندہ رہے گی انشاءاللہ۔اور دشمنان اسلام کی کوششیں اور دھمکیاں نہ پہلے اسلام کا کچھ بگاڑ سکی تھیں نہ اب بگاڑ سکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں ان کے لئے کافی ہوں۔اپنے بندوں کو ان کے شر کے بد انجام سے ہمیشہ بچاؤں گا" (خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 40)

اسلام اور قرآن کے مخالف یادرکھیں کہ یہی تعلیم غالب آئے گی

حضور نے 29فروری 2008ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"ان لوگوں کا اسلام کے خلاف اور قرآن کے خلاف بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے لیکن ان سب اسلام دشمنوں اور قرآن کے مخالفین کو یادرکھنا چاہئے کہ یہی وہ تعلیم ہے جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ اس نے غالب آنا ہے انشاءاللہ۔ یہ الٰہی تقدیر ہے اور اس کو ان کے دجل یا طاقت یا روپیہ یا پیسہ روک نہیں سکتے۔

لیکن افسوس ہوتا ہے بعض مسلمان حکومتوں پر بھی جو بظاہر مسلمان ہیں لیکن اپنے مقصد کو بھولی ہوئی ہیں، اپنی ظاہری شان وشوکت کی وجہ سے انجانے میں یا جان بوجھ کر اسلام کو کمزور کر رہی ہیں۔ صرف اس لئے کہ اپنی ظاہری شان وشوکت قائم رہے"

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 92)

اشاریہ

ناموس رسالت پر حملوں کا دفاع

تیار کردہ مکرم سعید احمد رشید صاحب

شخصیات

مقامات

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب
1	روحانی خزائن جلد 1 تا 5،7،9 تا 13، 15، 16، 17،19،20،22،23
2	الحکم 31 مارچ 1905ء
3	ملفوظات جلد 1،3، 4
4	مکتوبات احمد جلد 1، 2، 5
5	سیرت المہدی جلد اول و دوم
6	رجسٹر روایات صحابہ نمبر 12
7	سیرت حضرت مسیح موعودؑ
8	ریویو آف ریلیجنز جلد 1، 6

نمبر شمار	نام کتاب
9	مجموعہ اشتہارات جلد اول، دوم
10	حقائق الفرقان جلد 3
11	حیات احمد جلد اول
12	تاریخ احمدیت جلد 1 تا 7 و 9، 10، 12، 14، 15، 19
13	خطبات محمود جلد 4، 9، 11، 23
14	سیر روحانی
15	انوار العلوم جلد 15، 17، 19
16	تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ جلد 7، 8
17	ترک موالات و اسلام
18	تشحیذ الاذہان
19	دیباچہ تفسیر القرآن
20	کلام محمود
21	خطبات ناصر 1 تا 6 و 9
22	خطبات طاہر جلد 1 تا 11
23	خطبات مسرور جلد 2 تا 9
24	الکفر ملة واحده
25	الفضل انٹرنیشنل 1994ء، 2007-08ء، 2011-12ء
26	مرقاۃ الیقین
27	فصل الخطاب
28	صحیح بخاری
29	صحیح مسلم
30	سنن ابو داؤد
31	سنن ابن ماجہ
32	مشکوٰۃ
33	مؤطا امام مالک
34	انگریز اور بہائی سلسلہ از مولانا عبدالرحیم درد
35	جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات
36	السیرۃ الحلبیۃ جلد سوم
37	تاریخ طبری جلد 5
38	اصابہ و اسد الغابہ
39	کتاب الخراج
40	الدر المنثور
41	بانگ درا
42	قادیانیت (از سید ابوالحسن ندوی)
43	مسلمان موجودہ اور سیاسی کشمکش (از مودودی)
44	دو اسلام (از غلام جیلانی برق)
45	تجدید احیاء دین (از مودودی)
46	علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے
47	تحریک قادیان (از سید حبیب احمد)
48	اشاعۃ السنۃ جلد 7، 8
49	ماہنامہ منادی، گجرات 1996ء
50	انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد 4
51	رنگیلا رسول
52	ورتمان (رسالہ)
53	تاریخ اسلام حصہ دوم (از اکبر شاہ نجیب آبادی)
54	الجہاد فی الاسلام
55	روزنامہ جنگ (لندن)